حدائق الحنفیہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنہ ۱۳۰۰ھ تک دُنیا بھر کے
ایک ہزار سے زائد حنفی علماء و فقہاء کا مستند تذکرہ ۔ اُردو میں
اپنے موضوع پر واحد کتاب

از

مولوی فقیر محمد جہلمی رحمہ اللہ

مرتبہ مع حواشی و
خورشید احمد خان ایم اے

مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ ۝ اردو بازار ۔ لاہور

حدائق الحنفیہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۳۰۰ھ تک دنیا بھر کے
ایک ہزار سے زائد حنفی علماء و فقہا کا مستند تذکرہ۔ اردو میں
اپنے موضوع پر واحد کتاب

از

مولوی فقیر محمد جہلمی رحمہ اللہ

مرتبہ معہ حواشی و تکملہ

خورشید احمد خان، ایم۔اے

مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ ○ اردو بازار۔ لاہور

نام کتاب حدائق الحنفیہ
مصنف مولوی فقیر محمد جہلمی
تکمیل کتاب ۱۲۹۷ھ
اضافہ ۱۳۰۰ھ
طبع اول لکھنؤ، جون ۱۸۸۶ء، رمضان ۱۳۰۳ھ
طبع دوم لکھنؤ، فروری ۱۸۹۱ء، رجب ۱۳۰۸ھ
طبع سوم لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۰۶ء، شعبان ۱۳۲۴ھ
طبع چہارم (صدی ایڈیشن) مع حواشی و تکملہ
ترتیب حواشی و تکملہ خورشید احمد خاں ایم-اے
صفحات ۴ + ۵۳۶
کتابت الحاج شاہ محمد چشتی سیالوی (فاضلِ درسِ نظامی)
کتابت سرورق رئیس الخطاطین حافظ محمد یوسف سدیدی
ناشر مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، لاہور
مطبع بختیار پرنٹرز، لاہور
قیمت

فہرست

حدیقہ نہم

حدیقۂ سیزدہم

تفسیر عبد اللہ بن مسعود

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بڑے جلیل القدر صحابی گزرے ہیں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ان کا تیسرا یا چھٹا نمبر ہے۔ فقہ حنفی کی بنیاد زیادہ تر انہی کے فقہی اقوال پر ہے۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "بے شک اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جانتے ہیں کہ میں ان میں سے کتاب اللہ کو زیادہ جاننے والا ہوں (حالانکہ میں ان سے افضل نہیں ہوں) اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ ان میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا ہے اور اس تک میرا اونٹ مجھے پہنچا سکتا ہے تو میں اس کے پاس ضرور چلا جاتا۔" آپ کے تفسیری اقوال مختلف کتب میں ملتے ہیں۔ خورشید احمد خان نے بڑی محنت سے متعدد مطبوعہ کتب اور قلمی نسخوں کی مدد سے انہیں یکجا مرتب کر دیا ہے۔ (زیر طبع)

فہرست تکملہ

قطعہ تاریخ وفات مولوی فقیر محمد جہلمی مرحوم مصنف حدائق الحنفیہ

راقم (مرتب) نے مصنف کی تاریخ وفات "فقیر جنت یافت"۔ "فقیر محمد سرفراز شد"۔ "ممتاز مورخ"۔ "مورخ دلیر مرد" اور "آہ مورخ فقیر محمد" سے نکالی، محترم حکیم سید نصیر احمد خیال آدم پوری اورینٹل ٹیچر رنگ محل ہائی سکول لاہور نے قطعہ موزوں کیا۔

مثل خورشید چرخ دیں فروخت — پرچم علم دین برافراخت

ماہ تاریخ و آفتاب فقہ — بدہ روپوش و تیرہ عالم ساخت

فکر سال وفات چوں کردم — گفت ہاتف "فقیر جنت یافت"

۱۳۳۴ھ

عرضِ مرتّب

فقہِ اسلامی کی باقاعدہ تدوین کا کام سب سے پہلے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا جسے ان کے نامور تلامذہ خصوصاً صاحبین (امامِ ابو یوسف و امامِ محمد) نے اپنی تصانیف کے ذریعہ پایۂ تکمیل تک پہنچایا، ان کے بعد ان کے متبعین نے نہ صرف فروعات و جزئیات کی تشریح و توضیح کی بلکہ اپنے اپنے دور میں پیش آنے والے نئے نئے مسائل کے فقہی حل تلاش کیے، یہ حقیقت ہے کہ فقہ کے سلسلے میں جتنا کام حنفی فقہاء نے کیا کسی اور مسلک کے متّبعین نہیں کر سکے، حدائق الحنفیہ آسمانِ علم و فضل کے انہی تابندہ ستاروں کی داستانِ حیات اور ان کے علمی و فقہی کارناموں کا تذکرہ ہے جن کی روشنی سے ہر دَور میں دنیائے اسلام جگمگاتی رہی۔

یوں تو خاص فقہائے احناف کے متعلق عربی میں بہت سی کتب لکھی گئیں، ڈاکٹر عبد الرشید صاحب نے اپنے مضمون "طبقات الحنفیہ ومؤلفوہا"[1] میں ایسی ۳۱ کتب کی فہرست دی ہے جنہیں سے صرف ۴ طبع ہوئی ہیں، ۱۲ کے مخطوطات دنیا کے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں اور باقی ۱۵ کے صرف نام ہی ہم تک پہنچے ہیں۔ دنیا کے معروف کتب خانوں میں ان کا کوئی نسخہ نہیں ملتا جب عربی کا یہ حال ہے تو اردو بیچاری کس شمار میں ہے مگر اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے مولوی فقیر محمد جہلمی کو جنہوں نے آج سے سو برس پہلے حنفی علماء کا یہ جامع تذکرہ اردو میں تصنیف کیا جس میں امامِ اعظم سے لے کر ۱۳۰۰ھ تک پوری دنیا کے چیدہ چیدہ حنفی علماء و فقہاء کے حالاتِ زندگی جمع کر دیے، بڑی عجیب بات ہے کہ برِصغیر کے مسلمانوں کی غالب اکثریت فقہِ حنفی کی پیرو ہے مگر اس کے باوجود یہاں گزشتہ صدی کے دوران دنیا بھر کے حنفی علماء پر کوئی دوسری کتاب منظرِ عام پر نہیں آئی اور آج سو سال گذرنے کے بعد بھی "حدائق الحنفیہ"[2] اردو زبان میں اپنے موضوع پر پہلی اور آخری کتاب ہے۔

---

[1] خدا بخش لائبریری جرنل پٹنہ ۷۷، ۱۹ء، شمارہ ۱۰ ص ۱۴۹ [2] اورینٹل کالج میگزین لاہور، ستمبر دسمبر ۱۹۷۱ء (ص ۱۲۳) میں ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعداری نے فارسی اور عربی کی ایک کتاب "تذکرہ علمائے احناف" کے ایک قلمی نسخہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے: "تذکرہ علمائے احناف سر آمد علمائے پنجاب مولانا مولوی محمد کلیم اللہ ساکن مچھیانہ ضلع گجرات کی تصنیف ہے، اور اس کی تدوین و ترتیب میں والدِ بزرگوار حضرت مولانا محمد عبد الکریم صاحب نے بھی ان کی معاونت کی جو مولوی کلیم اللہ صاحب کے ایک عزیز شاگرد تھے۔" پھر ڈاکٹر صاحب نے اس کی تدوین میں اپنے چچا مولانا محمد عالم قلعداری کی "خدمت" کا بھی ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کے مطابق "تذکرہ علمائے احناف" کی تدوین ۱۲۹۲ھ میں مکمل ہو چکی تھی اور چونکہ حدائق الحنفیہ ۱۲۹۶ھ میں

اس کتاب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ علماء و فقہاء کے حالات سِن وفات کے لحاظ سے ترتیب دیئے گئے ہیں، شروع میں امامِ اعظم ابو حنیفہ کا جامع تذکرہ ہے، پھر مخالفین کی جانب سے ان پر عائد کردہ الزامات کا مدلل جواب دیا گیا ہے، اس کے بعد ہر صدی میں وفات پانے والے علماء کے الگ الگ باب قائم کئے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:-

صدی ہجری	تعداد علماء و فقہاء بیرونِ برصغیر	تعداد علماء و فقہاء برصغیر	کل تعداد
حدیقہ دوم (دوسری صدی)	۴۱	×	۴۱
حدیقہ سوم (تیسری صدی)	۵۳	×	۵۳
حدیقہ چہارم (چوتھی صدی)	۶۰	×	۶۰
حدیقہ پنجم (پانچویں صدی)	۶۴	۲	۶۶
حدیقہ ششم (چھٹی صدی)	۹۷	×	۹۷

مکمل ہوئی لہٰذا حدائق پر احناف کو زمانی تقدم حاصل ہے۔" دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی ایک کتاب پنجابی ادب کی مختصر تاریخ طبع دوم، لاہور، ۱۹۷۲ء (ص ۱۲۵) میں اپنے والدِ مرحوم مولانا محمد عبدالکریم قریشی قلعداری کی تاریخ پیدائش ۱۷ فروری ۱۸۷۷ء (مطابق ۳ صفر ۱۲۹۴ھ) بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ مولوی محمد عالم قلعداری ان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے، خدا معلوم ان دونوں حضرات نے اپنی پیدائش سے قبل مکمل ہونے والی کتاب کی تدوین و ترتیب میں کس طرح معاونت کی۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالہ ادبیاتِ عربی میں علمائے لاہور کا حصہ کی کتابیات میں اسی تذکرۂ علمائے احناف کو اپنے والد جناب محمد عبدالکریم صاحب کی تصنیف بتایا ہے، اس گڑبڑ میں کچھ پتہ نہیں چلتا کہ اس تذکرے کا اصل مصنف کون ہے اور وہ کس زمانہ میں مکمل ہوا۔ اگر یہ تذکرہ مولانا محمد عبدالکریم قلعداری کی تصنیف ہے، یا انہوں نے اس کی ترتیب و تدوین میں مولانا کلیم اللہ مچھیانوی کی معاونت کی ہے تو پھر لازمی طور پر حدائق الحنفیہ کو احناف پر زمانی تقدم حاصل ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "تذکرہ علمائے احناف اور حدائق الحنفیہ کے سرسری مطالعہ سے ایک مدت تک میرے ذہن میں یہی بات رہی کہ یہ کتابیں ایک دوسرے کی کاربن کاپی ہیں مزید مطالعہ سے اس خیال کو بدلنا پڑا اور اندازہ ہوا کہ ان میں کچھ اپنی اپنی خصوصیات بھی ہیں"۔ پھر لکھا ہے "یہ تذکرہ درمیانے سائز کے ۹۰۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، ہر صفحہ پر باریک قلم سے بائیس سطریں لکھی ہیں جس میں سینکڑوں نہیں ہزاروں علمائے کرام کا ذکر ہے"۔ اب حدائق الحنفیہ میں صرف ۹۱۴ علماء کا ذکر ہے، اس لئے تذکرہ علمائے احناف کے ذریعہ ہمیں مزید سینکڑوں علمائے کرام کے حالات کا علم ہونا چاہیے تھا مگر ڈاکٹر صاحب نے اس ضمن میں ہمیں صرف تین نام بتائے ہیں یعنی مولوی غلام قادر، مولوی جمال الدین اور حافظ خان محمد۔ اول الذکر مؤلفِ تذکرہ مولانا کلیم اللہ کے والد اور تیسرے ڈاکٹر صاحب کے پردادا ہیں۔ بہر حال اس تذکرہ کی دریافت سے ہماری معلومات میں کسی خاص اضافہ کی امید نہیں۔

حدیقۂ ہفتم (ساتویں صدی)	۹۷	۱	۹۸
حدیقۂ ہشتم (آٹھویں صدی)	۹۶	۷	۱۰۳
حدیقۂ نہم (نویں صدی)	۹۰	۷	۹۷
حدیقۂ دہم (دسویں صدی)	۷۵	۱۶	۹۱
حدیقۂ یازدہم (گیارہویں صدی)	۳۷	۳۵	۷۲
حدیقۂ دوازدہم (بارہویں صدی)	۱۸	۵۹	۷۷
حدیقۂ سیزدہم (تیرہویں صدی)	۶	۵۳	۵۹
کل	۷۳۴	۱۸۰	۹۱۴

مندرجہ بالا تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساتویں صدی تک جن ۱۵۴ علماء کے حالات بیان کیے گئے ہیں، ان میں برصغیر سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد صرف تین ہے، رفتہ رفتہ اس تعداد میں اضافہ ہوتا گیا حتیٰ کہ تیرھویں صدی میں یہ تعداد ۶ کے مقابلہ میں ۵۳ ہو گئی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو دسویں صدی کے بعد کے علماء و فقہاء بیرون برصغیر کے متعلق زیادہ مواد نہیں مل سکا۔ یہ کتاب ایک ایسے دور میں ترتیب دی گئی جب اردو تو کیا عربی میں بھی مطبوعہ لٹریچر نہ ہونے کے برابر تھا، اگر مستشرقین نے کوئی ایک آدھ کتاب چھاپ بھی دی تھی تو وہ بھی مصنف کی دسترس سے باہر تھی، یہی وجہ ہے کہ کتاب میں بعض جگہ کچھ غلطیاں اور خامیاں نظر آتی ہیں مگر انتہائی نامساعد حالات اور وسائل کی کمی کے باوجود قلمی مخطوطات کی مدد سے مولوی فقیر محمد مرحوم نے جس طرح کتاب ترتیب دی، اس سے ان کی محنت اور لگن کی داد دینا پڑتی ہے۔

مذکورہ بالا فروگزاشتوں کے باوجود کتاب بہت اہم تھی اور بعد میں اس موضوع سے متعلق کام کرنے والا کوئی محقق اس سے بے نیاز نہیں رہ سکا جہاں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (انگلش) اور پروفیسر بروکلمان کی تاریخ ادب عربی (جرمن) مطبوعہ لیدن، خدا بخش لائبریری پٹنہ کیٹلاگ (انگلش) میں جا بجا اس کے حوالے ملتے ہیں، وہاں تذکرہ علمائے ہند (فارسی) اور نزہۃ الخواطر (عربی) میں بھی اس سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے، مطبع نولکشور سے کتاب تین مرتبہ شائع ہوئی، تینوں کا متن تقریباً ایک جیسا ہے، اب یہ عرصۂ دراز سے نایاب تھی، موجودہ اشاعت کے وقت یہ ارادہ ہوا کہ حتی الوسع اس کی تمام غلطیاں اور خامیاں دور کر کے بعض تراجم کا اضافہ کیا جائے۔ اب اس کی صورت یوں ہے کہ کتاب کے اصل متن کو جوں کا توں رکھا گیا ہے اور اسے بالکل نہیں چھیڑا گیا، جہاں جہاں کوئی سہو

یا فروگزاشت محسوس ہوئی، حواشی کی مدد سے اسے دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کچھ تراجم میں سن ولادت یا سنِ وفات نہیں دیا گیا تھا، بعض جگہ یہ سن غلط تھے، کسی جگہ صاحبِ ترجمہ کا نام نہیں بتایا گیا تھا صرف لقب ہی لکھا تھا، کسی صاحب کی تصانیف کا ذکر نہیں تھا یا کوئی اہم کتاب چھوٹ گئی تھی، یا پھر کوئی کتاب غلط طور پر کسی کی طرف منسوب کردی گئی تھی، سہواً چند غیر حنفی علماء کا ذکر بھی کتاب میں شامل ہوگیا تھا، حواشی میں مآخذ کے حوالے سے ان تمام امور کی تصحیح اور وضاحت کردی گئی ہے۔

ابتداء میں ارادہ یہ تھا کہ تکملہ میں دنیا بھر کے ان تمام حنفی علماء کے حالات جمع کردیئے جائیں جن کا ذکر اصل کتاب میں شامل نہیں، نیز چودھویں صدی کے علماء کو بھی اس میں شامل کرلیا جائے مگر جب مکمل مواد کا جائزہ لیا گیا تو اندازہ ہوا کہ کتاب کی ضخامت کئی گنا بڑھ جائے گی، سرمایہ کی کمی کے باعث یہ ارادہ ملتوی کرنا پڑا، اگر حالات سازگار رہے اور وسائل مہیا ہوگئے تو انشاء اللہ بقیہ مواد کی مدد سے ایک الگ کتاب شائع کی جائیگی، پھر یہ دونوں کتب ۱۴۰۰ھ تک وفات پانے والے تمام حنفی علماء و فقہاء پر محیط ہونگی۔ گذشتہ (چودھویں) صدی میں برّصغیر کے علماء پر کئی کتب عربی، فارسی اور اردو میں لکھی گئی ہیں، ان میں تذکرہ علمائے ہند (فارسی) اور نزہت الخواطر (عربی) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ تذکرہ علمائے ہند کا بہت اچھا اردو ترجمہ (مع حواشی) شائع ہوچکا ہے، نزہۃ الخواطر کی آٹھ میں سے چار کا ترجمہ چھپ چکا ہے (اگرچہ یہ ترجمہ تسلی بخش نہیں)، ان کے علاوہ اردو میں بھی بہت سی کتب برصغیر کے علماء کے حالات پر مل جاتی ہیں اس لئے تکملہ میں جن ۱۰۳ حنفی علماء و فقہاء کے حالات بیان کئے گئے ہیں، ایک آدھ کے سوا وہ سب بیرونِ برّصغیر کے علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں اور اصل کتاب کی طرح ان کا زمانہ بھی دوسری صدی ہجری سے تیرھویں صدی تک کا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ بعض عوائق کی بناء پر چند اہم حواشی درج ہونے سے رہ گئے ہیں۔

انتہائی کوشش کے باوجود کتاب میں کچھ غلطیاں اور خامیاں باقی رہ گئی ہوں تو اس کے لئے یہ عاجز معذرت خواہ ہے۔

سپردم بتو مایۂ خویش را ۔۔۔ تو دانی حساب کم و بیش را

خورشید احمد خان

خودنوشت

راقم یعنی فقیر محمد بن حافظ محمد سفارشؔ بقرینۂ غالب سنہ ۱۲۶۰ھ میں موضع چتّن میں جو شہر جہلم سے دو میل کے فاصلہ پر بجانب غرب واقع ہے، پنجشنبہ کے روز رات کے وقت پیدا ہوا، جب چھ سات سال کا ہوا تو پڑھنے پر بٹھایا گیا اور قرآن شریف کے ختم کے بعد کتبِ فارسیہ میں مشغول ہوا اور موضع ٹالیانوالہ میں جو چتّن سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، میاں قطب الدین مرحوم سے پڑھنے جاتا لیکن اکثر روز راستہ میں ہی موضع جادہ میں اپنے ماموں حافظ فتح علی مرحوم کے پاس رہ جاتا اور اپنے ماموں زادہ میاں غلام محمد مرحوم سے بھی جو ایک ذہین و مستعد صاحبِ علم تھے، استفادہ کرتا۔ اسی اثنا میں فقیہِ اجل، عالمِ بے بدل مولوی نور احمد صاحب تلمیذ فقیہِ فاضل، محدثِ کامل مولوی رحمت اللہ صاحب کرانوی مصنفِ ازالۃ الاوہام و اعجازِ عیسوی و اظہار الحق وغیرہ حال نزیل و مدرس مکہ معظمہ جب لاہور سے مراجعت فرما کر اپنے وطن مالوفہ موضع کھائی کوٹلی میں جو جہلم سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے، سکونت پذیر ہوئے تو یہ احقر بھی ان کے درس میں، جو اس وقت علاقۂ جہلم میں کیا بلکہ کل پنجاب میں ایک بے نظیر گنا جاتا تھا، حاضر ہوا اور کئی سال ان کی خدمت میں صرف، نحو، فقہ و دیگر علوم کی ابتدائی کتابوں کو سبقاً سبقاً پڑھا، بعد ازاں راولپنڈی چلا گیا جہاں پہلے مولوی عبدالکریم صاحب حال مفتی شاہ پور سے جو کچھ دنوں کے لئے وہاں وارد تھے، منطق شروع کی اور ان کے وہاں سے چلے جانے پر مولوی محمد حسن صاحب فیروزوالہ سے جو وہاں بہ تلاشِ روزگار تشریف لائے ہوئے تھے، پڑھنا شروع کیا۔ انھیں دنوں سنہ ۱۲۷۶ھ میں دہلی کا ارادہ کر لیا اور ایک فوج کے ساتھ، جو کانپور کو جاتی تھی، دہلی میں پہنچا۔ پہلے پہل پنجابی کٹرہ میں مولوی نذیر حسین صاحب کے درس میں حاضر ہوا مگر انھوں نے یہ عذر کر کے کہ ہم معقولات نہیں پڑھا سکتے، مولوی محمد شاہ صاحب مصنف مدار الحق کے سپرد کر دیا لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد بستی نظام الدین اولیاء میں جناب صدر الافاضل اعز الماثل مولانا مفتی محمد صدر الدین خاں صاحب صدر الصدور دہلی تلمیذ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث کی خدمت

میں چلا گیا جن کے درس میں تقریباً ڈیڑھ سال رہ کر قراءۃً وسماعاً کتب درسیہ ومتداولہ کا عبور کیا اور اواخر ۱۲۷۷ھ میں وہاں سے مراجعت کر کے اپنے وطن مالوفہ میں آیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد لاہور میں چلا گیا جہاں فاضل جلیل القدر، فقیہ فرید الدہر مولوی کرم الٰہی صاحب متوفی ۱۲۸۲ھ سے بھی بہت کچھ استفادہ کیا اور ساتھ ہی اس کے خوشخطی حاصل کرنے کی رغبت پیدا ہو گئی اور "مَنْ جَدَّ وَجَدَ" کا مصداق ہو کر مطبع آفتاب پنجاب لاہور میں کتابت کی خدمت پر مقرر ہو گیا۔ انھیں دنوں میں ۱۲۸۴ھ میں عالم بے نظیر، مناظر حسن التقریر مولوی حافظ ولی اللہ لاہوری کی پادری عماد الدین سے امرتسر میں تحریری بحث ہوئی جس سے مجھ کو بھی تردید عقائد نصاریٰ کا شوق پیدا ہوا اور حافظ صاحب مرحوم سے بھی کچھ استفادہ کر کے اس فن میں وہ مہارت پیدا کی کہ ایک کتاب فارسی تصدیق المسیح نام کا اردو سلیس میں ترجمہ کیا اور اس میں جا بجا اپنی طرف سے تذییلات وتصریحات اضافہ کر کے اس کو چھپوایا، پھر اس مباحثہ کا جو مابین حافظ صاحب مرحوم و پادری عماد الدین کے ہوا تھا، تکملہ لکھا، جواب مباحثہ دینی مطبوعہ مطبع مصطفائی لاہور کے ساتھ چھپا ہوا موجود ہے، کتاب صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان اور ابحاث ضروری جو حافظ صاحب مرحوم نے تصنیف کر کے چھپوائی تھیں ان پر میں نے حواشی لکھے، ۱۱ محرم ۱۲۹۱ھ سے اخبار آفتاب پنجاب کی ایڈیٹری کی خدمت اس خاکسار کے سپرد ہوئی جس کو ۱۳۰۱ھ تک جیسا ہو سکا انجام دیا، اب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ سے خاص جہلم اپنے وطن مالوفہ میں اپنے لخت جگر محمد سراج الدین اطال اللہ عمرہ واوصلہ الٰی درجات العلیا کے نام پر مطبع سراج المطابع نام مع اخبار سراج الاخبار کے جاری کیا ہے۔ علاوہ حواشی وتعلیقات کتب مرقومہ بالا اور اس کتاب حدائق الحنفیہ کے ایک کتاب زبدۃ الاقاویل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل اور رسالہ آفتاب محمدی بھی اس خاکسار کی تصنیفات میں سے ہیں۔

بقلم مرتب

مولوی صاحب نے ایرانی خوشنویس مرزا امام ویردی سے خوشنویسی کی مشق شروع کی پھر ان کے شاگرد صوفی غلام محی الدین وکیل سے اصلاح لی اور بعد میں میر احمد حسن کاتب دہلوی سے کتابت سیکھ کر چندے مطبع ناظر خیر اللہ خان کابلی میں کتابت کا کام کیا، ۱۸۶۷ء سے مطبع آفتاب پنجاب میں قانونی کتب کی کتابت شروع کی اور ساتھ ساتھ رسالہ "انوار الشمس" کی ادارت بھی کرتے رہے، ۲۸ اگست ۱۸۸۶ھ کو ان کے

اکلوتے اور پیارے فرزند محمد سراج الدین[1] کا چھ سال کی عمر میں بعارضہ تپ محرقہ و سرسام انتقال ہوگیا جس سے انہیں سخت صدمہ پہنچا، اس صدمہ کو بھلانے کے لئے اگست ۱۸۸۷ء میں کشمیر کا سفر اختیار کیا، اسی زمانہ میں "تقلید ائمہ اربعہ" لکھی، ۱۹۰۶ء میں آنکھوں کی تکلیف ہوئی، ڈاکٹر میر ہدایت اللہ اسسٹنٹ سرجن جہلم کے علاج (غالباً موتیا بند کے اپریشن) سے شفا ہوئی، آخری عمر میں مولوی صاحب کو ایک صدمہ اور پہنچا یعنی ایک نامہ نگار کی غلطی پر ۷ فروری ۱۹۱۶ء کو حکومتِ پنجاب نے ان سے تین ہزار روپے کی ضمانت طلب کی، ضمانت داخل نہ ہوسکنے کے سبب مطبع اور اخبار بند ہوگئے اور مولوی صاحب بیمار ہوگئے، مقامی حکام کی سفارش پر زرِ ضمانت میں تخفیف ہوئی تو اخبار چار ماہ کی بندش کے بعد دوبارہ جاری ہوا، چند ماہ بعد مرضِ اسہال[2] میں مبتلا ہوکر ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۶ء مطابق ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ بروز چہار شنبہ ظہر کی نماز ادا کرتے ہوئے، مولوی صاحب کا انتقال ہوگیا، جہلم شہر کے قبرستان میں اپنے بیٹے سراج الدین کے پہلو میں دفن ہوئے۔

مولوی صاحب نے 'خود نوشت' میں اپنی جن تصانیف کا ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ "صلوٰۃ الوتر کصلوٰۃ المغرب" بجواب فتویٰ مولوی احمد اللہ و مولوی حسام الدین صاحبان ساکن کوٹلہ ائمہ تحصیل جہلم جو ایک رکعت وتر یا تین رکعت بیک تشہد کے قائل ہیں، ۱۳۱۵ھ میں تصنیف کی، "عمدۃ الابحاث فی وقوع طلاق الثلاث" ۱۹۱۵ء میں لکھی، السیف الصارم لمنکر شان امام اعظم" "غیر مقلدین کے رد میں" مجمع الاوصاف فی تردید اہل البدع والاعتساف" اور "السیف المسلول لاعداء خلفاء الرسول" تردید شیعہ میں اور "ہدیۃ الغبار فی ابطال نکاح غیر الکفو لغیر رضی الاولیاء" بھی آپ کی تصانیف ہیں[3]، انتقال کے وقت آپ کی ایک تصنیف زیرِ طبع تھی جو نامکمل رہ گئی[4]، تردید نصاریٰ کے بارے میں آپ کے مضامین "کوہ نور" لاہور اور اخبار "منشور محمدی" مدراس میں چھپتے رہے، مولوی صاحب اپنے دور کے سب سے زیادہ تجربہ کار اخبار نویس اور متبحر عالم تھے،

---

[1] مولوی صاحب کی چھوٹی صاحبزادی محترمہ غلام مریم صاحبہ (اپنے بزرگوں کی زبانی) بیان فرماتی ہیں کہ سراج الدین اپنے باپ کے بہت فرمانبردار اور خدمت گزار بیٹے تھے، چھوٹی سی عمر میں بھی وہ اپنے والد کے پاؤں داب تے، انہیں پنکھا جھلتے اور وضو کراتے۔

[2] محترمہ غلام مریم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ وفات سے پہلے مولوی صاحب کو بار بار اجابت ہو رہی تھی مگر وہ ہر اجابت کے بعد وضو کرتے، آخر وقت تک کوئی نماز قضا نہیں کی اور فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں بے وضو جانا پسند نہیں کرتا۔

[3] راقم الحروف یہ چاروں کتابیں نہیں دیکھ سکا۔

[4] بروایت جناب ظہیر الدین صاحب، مالک استقلال پریس، لاہور۔

آپ کے مخالفین بھی آپ کے اخلاقِ حسنہ کے معترف تھے۔

مولوی صاحب کا خاندان قطب شاہی اعوان تھا، آپ نے دو شادیاں کیں[1]، پہلی بیوی جہلم کی اپنے رشتہ داروں میں سے تھیں، ان سے ایک بیٹی غلام فاطمہ پیدا ہوئیں جن کی شادی اپنے تایازاد (مولوی صاحب کے بڑے بھائی مولوی غلام محمد کے بیٹے) غلام نبی، پی ڈبلیو آئی ریلوے سے ہوئی، ان کے ایک بیٹے عبدالرحمٰن مشین محلہ جہلم میں قیام پذیر ہیں، دوسری بیوی جنت بی بی کا تعلق امرتسر سے تھا، ان سے ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہوئیں، دو لڑکیوں اور بیٹے (محمد سراج الدین) کا بچپن میں انتقال ہو گیا، ۱۸۹۸ء میں تیسری بیٹی غلام زینب پیدا ہوئیں، ان کی شادی محمد عبدالقادر پی۔ ڈبلیو۔ آئی ریلوے سے ہوئی، یہ اردو ادبی حلقوں میں مسز عبدالقادر کے نام سے خاصی معروف ہیں، "لاشوں کا شہر"، "راہبہ"، "صدائے جرس" وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو لاہور میں بعارضہ دمہ قلبی انتقال کیا، قبرستان شاہ بدر دیوان لاہور میں اپنے شوہر اور والدہ کے پہلو میں آسودہ خاک ہیں، ان کے ایک صاحبزادے اردو کے معروف شاعر سراج الدین ظفر اپنی والدہ کی زندگی ہی میں وفات پا چکے تھے، مولوی صاحب کی سب سے چھوٹی صاحبزادی غلام مریم صاحبہ ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئیں، ۱۹۱۵ء میں ان کی شادی مولوی فیروزالدین (بانی فیروز سنز) کے سب سے بڑے بیٹے عبدالمجید خاں (متوفی ۱۹۶۴ء) سے ہوئی، آپ آجکل اپنے صاحبزادوں کے ساتھ لاہور میں قیام پذیر ہیں۔ جب راقم الحروف محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے علالت اور ناسازیٔ طبع کے باوجود کمال شفقت سے میرے سوالات کے جواب دیئے اور اپنے والدِ مرحوم کی ایک نادر تصویر بھی عطا فرمائی۔

محترمہ نے بتایا کہ مولوی صاحب کا قد و قامت درمیانہ اور رنگ سفید تھا، ڈاڑھی اور بالوں کو مہندی لگایا کرتے تھے، لباس کرتہ اور کھلے پائنچوں کا پاجامہ، کرتے پر واسکٹ یا اچکن، کبھی کبھار اوپر جبہ بھی پہن لیتے، سر پر پگڑی اس طرح باندھتے کہ دونوں کان چھپ جاتے، شرم و حیا کا یہ حال تھا کہ نماز کے لئے مسجد جاتے تو چہرے پر رومال ڈال لیتے تاکہ گلی میں بیٹھی ہوئی محلہ کی عورتوں پر نظر نہ پڑے، پانچوں وقت کی نماز مسجد میں ادا کرتے، زیادہ وقت لکھنے پڑھنے میں گذرتا۔ اس زمانہ میں بجلی یا آئل انجن وغیرہ نہیں تھے مولوی صاحب کا پریس مزدور چلاتے، پریس کی عمارت کی بالائی منزل میں مولوی صاحب کی رہائش تھی۔ ع۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

---

[1] مولوی فیروزالدین صاحب (بانی فیروز سنز) نے اپنی کتاب "جادۂ زندگی" میں ص ۱۸۴ پر لکھا ہے "جب تک دونوں بیویاں بقیدِ حیات تھیں تو مولوی صاحب کو جو آمدنی ہوتی تھی کوڑی کوڑی تک نصف نصف تقسیم کر دیا کرتے تھے۔"

اظہارِ تشکر

حدائق الحنفیہ کی طباعتِ نَو کی تحریک جناب شاہ محمد چشتی اور علامہ اقبال فاروقی کی طرف سے ہوئی، کتابت کے لئے مولانا عبدالحکیم شرف صاحب نے ازراہِ نوازش اپنا ذاتی نسخہ عطا فرمایا، حواشی اور تکملہ کے سلسلہ میں میں نے اکثر دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے ریسرچ سیل سے استفادہ کیا جس کے لئے میں مصباح الحق صدیقی (لائبریرین)، مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب (ریسرچ ایڈوائزر) اور حافظ غلام حسین (ریسرچ اسسٹنٹ) کا تہ دل سے ممنون ہوں، پنجاب یونیورسٹی لائبریری اپنے مخطوطات اور ذخیرہ کتب کے لحاظ سے شاید پاکستان کی سب سے عمدہ لائبریری ہے، تحقیق کے سلسلہ میں مجھے یہاں سے بھی بہت مدد ملی جس کے لئے میں جناب ڈاکٹر وحید قریشی (چیئرمین لائبریری کمیٹی)، جناب انوار الحق (لائبریرین) اور سید جمیل احمد رضوی (اسسٹنٹ لائبریرین انچارج اورینٹل سیکشن) اور ان کے تمام عملہ کا شکر گذار ہوں، جناب ڈاکٹر رانا احسان الٰہی (سابق صدر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی) نے ازراہِ نوازش دستور الاعلام (ابن عزم) کے فوٹو پرنٹ عطا فرمائے، بانکی پور پٹنہ کی شہرۂ آفاق خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری سے دو مخطوطات کی مائیکروفلم وصول ہوئی جس کے لئے میں اس کے ڈائرکٹر ڈاکٹر عابد رضا بیدار صاحب کا ممنون ہوں، اسی طرح برلن لائبریری STAATSBIBLIOTHEK-BERLIN کے ہیڈ آف اورینٹل ڈیپارٹمنٹ Dr. Dieter George کا بھی احسان مند ہوں جن کے تین مخطوطات سے میں نے استفادہ کیا، جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب اور ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اپنے مفید مشوروں سے نوازا، مولوی فقیر محمد مرحوم کی صاحبزادی محترمہ غلام مریم صاحبہ (بیگم عبدالمجید خاں مرحوم) نے اپنے والد مرحوم کے ذاتی اور خاندانی حالات پر روشنی ڈالی جس کے لئے میں محترمہ اور ان کے صاحبزادے سعید خاں صاحب کا شکر گذار ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے

۵۸ - مین روڈ
سمن آباد، لاہور

خورشید احمد خان

قولہ علیہ السلام وان العلماء ورثۃ الانبیاء

الحمد للہ کہ کتاب مستطاب جس میں تراجم فقہائے عظام اور علمائے کرام حنفیہ کے مذکور ہیں مسمیٰ بہ

حدائق الحنفیہ
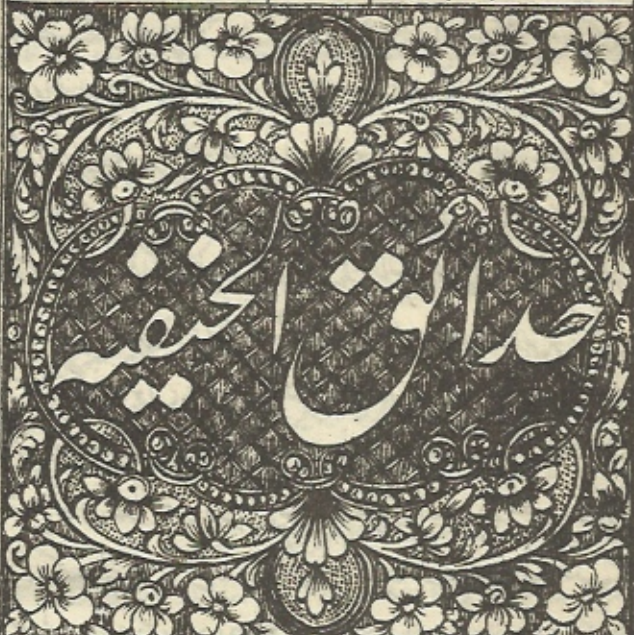
جو تالیفات عالم نبیل و فاضل جلیل مولوی فقیر محمد صاحب جہلمی ثم اللاہوری سے ہے

مطبع نامی منشی نولکشور میں بہ طبع زرین مطبوع جہان ہوئی

عکس سرورق طبع اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اعلیٰ درجۃ المؤمنین المتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ الہادین المہدیین وتابعیہم وتبعہم من الائمۃ المجتہدین والمستنبطین خصوصاً علی الامام ابی حنیفۃ ہو سراج الامۃ و امام المسلمین وعلیٰ سائر الفقہاء والمحدثین الیٰ یوم الدین۔

اما بعد میں مفتقر الی الصمد **فقیر محمد** جہلمی[1] بن حافظ محمد سفارش مرحوم مدت سے اس زمانہ کے اکثر غیر مقلدین کو جو اپنے کو ہیچو من دیگرے نیست سمجھتے ہیں اپنی جہالت سے علمائے کرام خصوصاً فقہائے عظام حنفیہ رحمہم اللہ کی تحقیر و توہین کرتے دیکھتا اور ان کے حق میں طرح طرح کے طعن علمی کرتے سنتا تھا اور تعجب سے کہتا تھا کہ الٰہی ان لوگوں کی عقل و سمجھ پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنی عمدہ تصانیف و توالیف کے ذریعہ سے علم شریعت کو اطراف و اکناف عالم میں پھیلایا اور محض جن کے طفیل سے علم رسالت پناہی ان تک پہنچا، انہیں پر یہ عقل کے پتلے اپنی سوء فہمی سے بے علمی و بے بضاعتی علوم قرآن و حدیث کا دھبہ لگاتے ہیں اور چاہتا تھا کہ فقہائے عظام و علمائے کرام حنفیہ کے تراجم و حالات میں ایک مفصل کتاب لکھوں اور ان کے مدارج و مراتب علوم حدیث و فقہ وغیرہ کو جو اس وقت کے علماء و فضلاء کو ان کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں مع سلسلہ سند تلمذ و روایت و تاریخ ولادت و وفات وغیرہ حالات کے ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے معرض تحریر میں لاؤں کہ جس کو دیکھ کر یہ بے ادب گستاخ خود بخود منفعل و شرمسار ہو جائیں مگر اپنے اس ارادے کے پورا کرنے میں ایک بے سامانی،

---

[1] جہلمی، موضع چہتن کی طرف منسوب ہے جو مضافات جہلم میں واقع ہے ۱۲

دوسرے کم فرصتی کے سبب سے مقصر تھا کیونکہ اگرچہ علمائے سابقین میں سے اکثر فضلائے اس باب میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں چنانچہ شیخ عبدالقادر قرشی نے جواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ اور مُلّا علی قاری نے اثمار الجنیۃ فی تراجم الحنفیہ اور محمود بن سلیمان کفوی نے اعلام الاخیار من فقہاء نعمان المختار اور قاسم بن قطلوبغا نے تاج التراجم اور مجد الشیرازی اور قطب المکی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم نے خاص فقہائے حنفیہ اور حافظ جلال الدین سیوطی و حافظ ذہبی و حافظ عسقلانی و شمس السخاوی و قطب الیافعی و محمد بن فضل اللہ محبّی وغیرہم نے عام علمائے مذاہبِ اربعہ کے تراجم میں مفصل و مبسوط کتابیں تالیف فرمائی ہیں لیکن عربی میں اور غیر مطبوعہ ہونے کے سبب سے اس ملک میں بالکل مفقود بلکہ عنقا ہیں مگر اس پر بھی شوق نہایت غالب تھا خصوصًا جب کہ میں نے اپنے اس ارادے کو اپنے محبِ صادق اور مخلص واثق عالمِ المعی و فاضلِ لوذعی مولوی محمد الدین صاحب مالک العلوم مصنفِ روضۃ الادبار وغیرہ سے ظاہر کیا تو انہوں نے نہایت مصر ہو کر مجھ کو اس کتاب کے تالیف کرنے کی صرف ترغیب و تشویق ہی نہ دی بلکہ بعض کتابیں بھی بہم پہنچائیں جس پر میں نے جابجا سے کتب و رسائل مہیا کر کے اور السعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ پر کاربند ہو کر روزمرہ تھوڑا سا وقت اس امر اہم اور سراپا خیر پر صرف کرنا شروع کیا۔ اگرچہ اس اثنا میں کئی دفعہ بہت سے موانع و عوارج بھی پیش آئے مگر تاہم محض تفضلاتِ الٰہی اور یمن و برکتِ علمائے کرام سے جن کی شان میں عند ذکر الصلحا تنزل الرحمۃ وارد ہے، یہ تذکرہ تین سال کی محنت سے ۱۲۹۷ھ ہجری میں اختتام کو پہنچا اور نام اس کا "حدائق الحنفیہ" رکھ کر اس کو ایک مقدمہ اور تیرہ حدیقوں پر منقسم کیا۔

مقدمہ فضیلتِ فقہ و فقہاء اور ان کے طبقات کے بیان میں، حدیقۂ اول چار خیابان پر مشتمل ہے، پہلا خیابان امام ائمۃ المجتہدین سراج الامۃ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے تاریخی حالات میں۔ دوسرا خیابان اس امر میں کہ آپ کی بشارت رسولِ خدا نے دی ہے۔ تیسرا خیابان آپ کے مناقب میں باقوال ائمۂ اعلام و علمائے کرام۔ چوتھی خیابان ان مطاعن کی تردید میں جو حساد و دشمنوں نے آپ پر کئے ہیں۔ حدیقۂ دوم دوسری صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں۔ حدیقۂ سوم تیسری صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں۔ حدیقۂ چہارم چوتھی صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں۔ حدیقۂ پنجم پانچویں صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں۔ حدیقۂ ششم چھٹی صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں۔ حدیقۂ ہفتم ساتویں صدی کے

فقہاء و علماء کے حالات میں۔ حدیقۂ ہشتم آٹھویں صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں۔ حدیقۂ نہم نویں صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں۔ حدیقۂ دہم دسویں صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں۔ حدیقۂ یازدہم گیارہویں صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں۔ حدیقۂ دوازدہم بارہویں صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں۔ حدیقۂ سیزدہم تیرہویں صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں' اور جن علماء و فضلاء کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہوئی ان کو ہر ایک صدی کے اخیر میں جس جس میں وہ فوت ہوئے، درج کر دیا گیا۔

اس کتاب کی تالیف کے وقت مندرجہ ذیل کتابیں میرے زیرِ نظر تھیں اور خاص کر انہیں سے ترجمہ کیا گیا ہے:

حسن المحاضرہ سیوطی۔ تاریخ ابنِ خلکان۔ تاریخ ابو الفداء۔ دائرۃ المعارف۔ ردالمحتار شرح در المختار المعروف بہ شامی۔ فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ تاریخ دوزمی المعروف بہ اعظمی یعنی تاریخ کشمیر۔ وقائعِ نظامی۔ تتمہ تاریخ اعظمی۔ مسندِ امام خوارزمی۔ میزانِ امام شعرانی مالکی، اخبار الاخیار۔ زاد المتقین۔ غایۃ الاوطار اردو شرح در المختار۔ تذکرۃ الاولیاء۔ فتاوے برہنہ۔ تقریب التہذیب۔ شرح سفر السعادۃ وغیر ذلک[1]

چونکہ انسان خطاء و نسیان سے مرکب ہے اور اس سے خطا کا سرزد ہونا ایک امر لازمی ہے اور میں نے اس امرِ اہم اور کارِ معظم کو محض ؎

احب الصالحین ولست منہم لعل اللہ یرزقنی صلاحا

سمجھ کر اپنے ذمہ لیا ہے اس لئے اگر کہیں نقل میں کوئی سہو یا غلطی واقع ہو گئی ہو تو علمائے کرام اور ناظرینِ والاتمکین سے امید ہے کہ براہ والا حوصلگی اغماض کو کام فرما کر اس کی گرفت سے مجھ ناچیز ہیچمدان کو معذور رکھیں گے اور طعن و تشنیع کا ہدف نہ بنائیں گے، والعذر عند کرام الناس مقبول، توکلت علی اللہ وھو حسبی ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] مصنف نے عبدالقادر قرشی متوفی ۷۷۵ھ کی کتاب "جواہر المضیہ" سے بھی خاصا استفادہ کیا ہے ۱۲ (مرتب)

مقدمہ

فضیلتِ فقہ و فقہاء اور انکے طبقات کے بیان میں

اس میں کسی فردِ بشر کو کلام نہیں کہ علم سب چیزوں سے افضل ہے خصوصاً علمِ دین کی فضیلت قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور اس میں بھی علمِ فقہ (جو لغتِ عرب میں جاننا و سمجھنا شئے کا نام ہے اور عرف میں جاننا و سمجھنا احکامِ شریعت کا ہے اور علمائے اصولِ فقہ کی اصطلاح میں ان احکامِ شرعیہ کے جاننے و سمجھنے سے مراد ہے جو دلائلِ مفصلہ سے حاصل ہوئے ہیں اور فقیہ احکامِ شریعت کے جاننے و سمجھنے والے کو کہتے ہیں اور فقہاء فقیہ کی جمع ہے) ایک ایسا شریف علم ہے کہ اس کی کوئی علم برابری نہیں کر سکتا کیونکہ یہ قرآن و حدیث کا ثمرہ ہے اور اسی سے حلال و حرام اور حکم اللہ اور اس کے رسول کا پہچانا جاتا ہے، بلکہ اصولِ فقہ کے بغیر کلامِ الٰہی اور ارشادِ رسالت پناہی کی اصل مراد سمجھنی بھی ناممکن ہے اسی لئے فقہ و فقیہ کی فرضیت و افضلیت پر کلام اللہ اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناطق و شاہد ہیں اور اقوالِ علمائے کرام و فضلائے عظام اس قدر ہیں کہ ان کا انحصار خیلے مشکل ہے چنانچہ سورۂ توبہ میں ہے وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین یعنی مومنوں کو یہ بات جائز نہیں ہے کہ تمام وہ غزا میں جائیں پس کیوں ہر فرقے میں سے ایک گروہ باہر نہیں گیا اور باقی لوگ فقاہت یعنی سمجھ دین میں حاصل کریں۔

تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ فقہ سے معرفتِ احکامِ دین مراد ہے اور وہ فرضِ عین اور فرضِ کفایہ پر منقسم ہے، فرضِ عین تو مثل علمِ مسائلِ طہارت و صلوٰۃ و صوم وغیرہ کے ہے جن کی معرفت ہر ایک مکلف پر لازم ہے اور فرضِ کفایہ یہاں تک سیکھنا ہے کہ آدمی درجۂ اجتہاد اور رتبۂ فتیا کو پہنچ جائے، پس اگر تمام آدمی اس کے تعلم سے بیٹھ گئے تو تمام گنہگار ہوں گے اور جب ہر ایک شہر میں سے ایک ایک آدمی اس کے تعلم کے لئے کھڑا ہو گیا تو باقی لوگوں پر سے فرض ساقط ہو گیا اور ان پر واقعات و حوادث میں اس شخص کی تقلید واجب ہوئی انتہیٰ۔

سورۂ آلِ عمران میں ہے ولکن کونوا ربّٰنیین بما کنتم تعلمون الکتٰب و بما کنتم تدرسون یعنی لیکن ہو جاؤ تم ربانی اس واسطے کہ ہو تم سکھاتے کتاب اور اس واسطے کہ ہو تم پڑھتے۔ تفسیر معالم میں کونوا ربانیین کی تفسیر میں لکھا ہے کہ علی و عباس اور حسن بصری رضی اللہ عنہم

نے کہا ہے کہ ہو تم فقہاء و علماء، ایسا ہی تفسیر عباسی وغیرہ میں ہے اور سنن دارمی میں اس آیت کی تفسیر میں ابی عبداللہ خراسانی سے روایت ہے کہ ضحاک نے کہا ہے کہ ہر ایک شخص پر جو قرآن کو پڑھے فرض ہے کہ وہ فقیہ ہو اور نیز عطاء بن سائب سے روایت کی ہے کہ سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ ہو تم علماء فقہاء انتہی۔ سورۂ بقر میں ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا یعنی جس کو دی گئی حکمت یعنی فقہ پس تحقیق اس کو دی گئی بہت سی بھلائی۔ تفسیر معالم میں حکمت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام مجاہد نے کہا کہ لفظ حکمت سے قرآن و علم اور فقہ مراد ہے۔ تفسیر کبیر اور عباسی میں لکھا ہے کہ حکمت بمعنی علم و فہم ہے اور یہ بعینہٖ لفظ فقہ کا ترجمہ ہے۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ حکمت سے علم قرآن و سنت اور علم نافع موصل الی رضاء اللہ مراد ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ اور ترمذی و سنن دارمی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین یعنی جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ نیکی کرنا چاہتا ہے تو اس کو دین میں سمجھ و بوجھ دیتا اور شریعت کا بھید اس پر کھولتا ہے۔ یہ حدیث بادنیٰ تفاوت آیۂ ومن یؤت الحکمۃ کا ترجمہ ہے۔ صحیح مسلم و سنن دارمی میں ابوہریرہ سے روایت ہے الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ خیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقہوا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کانیں ہیں چاندی و سونے کی کانوں کی طرح، نیک ان کا جاہلیت میں نیک ہے حالت اسلام میں اور جب کہ وے فقیہ اور علم شریعت میں صاحب بصیرت ہوں۔ جامع ترمذی میں ابن عباس سے مروی ہے فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ ہزار عابد سے شیطان پر سخت تر ہے۔ سنن دارمی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بمجلسین فی مسجدہ فقال کلاہما علی خیر واحدہما افضل من صاحبہ اما ہؤلاء فیدعون اللہ ویرغبون الیہ فان شاء اعطاہم وان شاء منعہم واما ہؤلاء فیتعلمون الفقہ او العلم ویعلمون الجاہل فہم افضل وانما بعثت معلما فجلس فیہم یعنی تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد کی دو مجلسوں میں گذرے پس فرمایا دونوں نیکی پر ہیں لیکن ایک ان دونوں میں سے افضل ہے چنانچہ یہ جماعت جو دعا میں مشغول ہے پس پکارتے ہیں اللہ کو اور رغبت کرتے ہیں اس کی طرف پس اگر چاہے دے ان کو، اگر چاہے نہ دے ان کو لیکن یہ لوگ جو علم میں مشغول ہیں پس سیکھتے ہیں فقہ یا علم کو اور سکھاتے ہیں جاہل کو پس یہ افضل ہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ میں بھیجا گیا ہوں معلم پس آپ اس مجلس میں بیٹھ گئے۔ ترمذی میں ابوہریرہ سے مروی ہے

لا یجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقہ فی الدین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو خصلتیں منافق شخص میں جمع نہیں ہوتیں ایک اچھی سیرت یعنی خلق اور دوسرے فقیہ ہونا دین میں، ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل فقہ غیر فقیہ و رب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ یعنی تروتازہ کرے اللہ اس شخص کو جس نے سنا میری حدیث کو پس حفظ کیا اس کو اور اسی طرح پہنچایا اس کو (یعنی بغیر تغیر الفاظ کے) کیونکہ بسا اوقات حاملِ حدیث غیر فقیہ ہوتا ہے اور بسا اوقات حامل حدیث کا پہنچاتا ہے حدیث کو اس شخص کے پاس جو زیادہ تر فقیہ ہوتا ہے تاکہ وہ اس سے اس کی مراد سمجھے جو پہنچانے والے نے نہیں سمجھی۔

یہاں سے سمجھنا چاہیے کہ جس صورت میں حامل حدیث کے فقیہ کے پاس صرف پہنچانے حدیث کا یہ رتبہ ہے کہ اس کے لئے حضرت نے تروتازہ رہنے کی دعا کی ہے تو وہ فقیہ جس کے پاس وہ حدیث پہنچی ہے اور اس نے اس کا مطلب سمجھ کر اس سے مسئلہ نکالا ہے اس کے لئے کیا کچھ درجہ ہوگا کیونکہ محض محدث مثل دوا فروش کے ہے اور فقیہ مجتہد مثل طبیب کے ہے جیسا کہ امام اعمش محدث نے امام ابوحنیفہ و امامِ ابویوسف سے خطاب کر کے کہا ہے کہ ہم لوگ صرف دوا فروش ہیں اور تم طبیب ہو۔ اور یزیدی نے کہا ہے کہ جو حاملِ حدیث حدیث کا مطلب نہ جانے وہ مثل خوشبو فروش کے ہے۔ کذا فی عقود الجواہر المنیفہ۔ پس طبیب اور دوا فروش میں جو فرق بیّن ہے وہ ظاہر ہی ہے۔ ترمذی میں ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو فرمایا ان الناس لکم تبع وان رجالا یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بھم خیراً یعنی لوگ تمہارے تابعدار ہیں اور تحقیق آدمی تمہارے پاس اطراف و اکناف زمین سے آئیں گے تاکہ دین میں فقاہت حاصل کریں، پس جب وہ آئیں تو تم ان سے نیکی کرو۔ مشکوٰۃ میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع وان استغنی عنہ اغنی نفسہ یعنی اچھا مرد وہ ہے جو دین میں فقیہ ہے اگر احتیاج لائی جائے اس کے پاس تو نفع پہنچاتا ہے اور اگر اس سے بے پروائی کی جائے تو وہ اپنے نفس کو ان سے بے پروا کرتا ہے۔ دارقطنی و بیہقی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما عبد اللہ تعالیٰ بشیئ افضل من فقہ فی الدین ولکل شیئ عماد و عماد ھذا الدین الفقہ یعنی اللہ کسی چیز کے ساتھ فقاہت فی الدین سے بہتر عبادت

نہیں کیا جاتا اور ہر ایک شے کے لئے ستون ہے اور ستون اس دین کا فقہ ہے۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من تفقہ فی دین اللہ عزوجل کفاہ اللہ تعالیٰ ما اھمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب یعنی جو شخص خدا کے دین میں فقاہت حاصل کرتا ہے تو خدا اس کے مقاصد کو کفایت کرتا ہے اور ایسی جگہ سے اس کو رزق دیتا ہے کہ جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہو۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صنفان من امتی اذا صلحوا صلح الناس واذا فسدوا فسد الناس الامراء والفقہاء یعنی میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں کہ جب وہ سنورتے ہیں تو لوگ بھی سنورتے ہیں اور جب وہ فاسد ہوتے ہیں تو لوگ بھی فاسد ہو جاتے ہیں، ایک امراء، دوسرے فقہاء۔ نیز آنحضرت نے فرمایا خیر دینکم ایسرہ وخیر العبادۃ الفقہ یعنی بہترین دین تمہارا وہ ہے جو آسان تر ہے اور بہتر عبادت کا فقہ ہے۔ ابوداؤد و ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العلم ثلثۃ آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ وما کان سوی ذٰلک فھو فضل یعنی علم اصول دین تین ہیں قرآن و حدیث اور جو ان دونوں سے مستنبط ہے یعنی فقہ اور جو ان تین کے سوا ہے وہ لا یعنی ہے۔ سنن دارمی میں احنف سے روایت ہے قال عمر تفقھوا قبل ان تسودوا یعنی عمر نے فرمایا کہ پہلے اس سے کہ پیشوا بنائے جاؤ، فقاہت حاصل کرو۔ نیز تمیم الداری سے روایت ہے قال تطاول الناس فی البناء فی زمن عمر فقال عمر یا معشر العریب الارض الارض انہ لا اسلام الا بجماعۃ ولا جماعۃ الا بامارۃ ولا امارۃ الا بطاعۃ فمن سودہ قومہ علی الفقہ کان حیٰوۃ لہ ولھم ومن سودہ قومہ علی غیر فقہ کان ھلاکا لہ ولھم یعنی عمر کے زمانہ میں لوگوں نے بنائے مکانات میں زیادتی کی، پس عمر نے کہا کہ اے گروہ عرب زمین پر فساد سے بچو، تحقیق اسلام نہیں ہے مگر ساتھ جماعت کے اور جماعت نہیں ہے مگر ساتھ امارت کے اور امارت نہیں ہے مگر ساتھ اطاعت کے پس جس شخص کو پیشوا بنایا اس کی قوم نے فقہ پر، پس ہوئی حیات اس کی اور ان کے لئے اور جس شخص کو پیشوا بنایا اس کی قوم نے غیر فقہ پر، پس ہوئی ہلاکت اس کی اور ان کے لئے۔

طبرانی نے ابن عمر سے روایت کی ہے وقلیل الفقہ خیر من کثیر العبادۃ یعنی تھوڑی فقہ بہتر ہے زیادہ عبادت سے۔ سنن دارمی میں ابن عمر سے مروی ہے قال ارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ بن جبل و ابا موسیٰ الی الیمن قال تساندا و

تطاوعا و یسرا و لا تنفرا فقدما الیمن فخطب الناس معاذ فحضھم علی الاسلام و امرھم بالتفقہ فی القراٰن وقال اذا فعلتم ذلک فاسئلونی اخبرھم عن اھل الجنۃ من اھل النار فمکثوا ما شاء اللہ ان یمکثوا فقالوا لمعاذ قد کنت امرتنا اذا نحن تفقھنا و قرأنا ان نسألک فتخبرنا باھل الجنۃ من الناس فقال لھم معاذ اذا ذکر الرجل بخیر فھو من اھل الجنۃ واذا ذکر بشر فھو من اھل النار۔ یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل اور ابا موسےٰ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اعتماد کرو ایک دوسرے کا اور فرمانبرداری کرو ایک دوسرے کی اور آسانی کرو ایک دوسرے کے ساتھ اور نفرت نہ کرو ایک دوسرے سے، پس آئے دونوں یمن میں، پس بلایا معاذ نے آدمیوں کو اور ترغیب دی ان کو اسلام پر اور حکم کیا ان کو قرآن میں تفقہ کرنے کا اور کہا کہ جب پورا کرو تم اس بات کو پس پوچھو مجھ سے، میں بتاؤنگا تم کو کون اہلِ جنت اور کون اہلِ نار سے ہے پس وہ ٹھہرے وہاں جب تک خدا نے چاہا کہ وہ ٹھہریں، پس انہوں نے معاذ سے کہا کہ آپ نے حکم کیا تھا ہم کو کہ جب ہم فقہ حاصل کرلیں اور قرآن خوب پڑھنے لگیں تو آپ سے سوال کریں، پس اب آپ ہم کو بتائیں کہ کون اہلِ جنت اور کون اہلِ نار سے ہے؟ پس کہا ان سے معاذ نے کہ جب آدمی نیکی کے ساتھ یاد کیا جائے تو وہ اہلِ جنت سے ہے اور جب وہ بدی کے ساتھ یاد کیا جائے تو اہلِ نار سے ہے۔

یہاں تک تو فقہ اور فقیہ کی فضیلت قرآن وحدیث وآثارِ صحابہ سے بیان ہوئی اب بطور نمونہ علمائے کرام کے اقوال سے بیان ہوتی ہے چنانچہ دائرۃ المعارف میں لکھا ہے کہ امامِ ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں فقیہ پرہیزگار سے زیادہ کوئی عزت دار نہیں ہے اور لائق نہیں ہے کہ قاضی کو عہدۂ قضا پر زیادہ ایک برس سے چھوڑا جائے ایسا نہ ہو کہ اس کی فقاہت دور ہو جائے انتہٰی۔ اور درِ مختار میں امامِ محمد کا قول ہے تفقہ فان الفقہ افضل قائد الی البر والتقوٰی و اعدل قاصد وکن مستفید اکل یوم زیادۃ من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد فان فقیھا واحدا متورعا اشد علی الشیطان من الف عابدٍ یعنی فقہ کو سیکھ کیونکہ فقہ افضل کھینچنے والا ہے نیکی اور پرہیزگاری کی طرف اور معتدل ترقریب مقصد ہے اور ہو تو ہر روز حاصل کرنے والا زیادتی کا فقہ سے اور تیرا کر فوائد کے دریاؤں میں کیونکہ ایک فقیہ متقی شیطان پر ہزار عابد سے سخت تر ہے قسطلانی شرح بخاری میں امامِ بخاری سے منقول ہے کہ وہو مع ذا تمرۃ الحدیث ولیس ثواب

الفقیہ دون من ثواب المحدث فی الاٰخرۃ ولا عزۃ باقل من عز المحدث
یعنی فقہ، حدیث کا ثمرہ ہے اور ثواب فقیہ کا آخرت میں محدث کے ثواب سے کم نہیں ہے اور نہ عزت فقیہ کی محدث کی عزت سے کچھ کم ہے۔ در المختار میں لکھا ہے اذا ما اعتز ذو علم بعلم فعلم الفقہ اولی باعتزاز، فکم طیب یفوح ولا کمسک وکم طیر یطیر ولا کبازٍ
یعنی جب صاحبِ علم کسی علم کے سبب سے فخر کرے تو فقہ کا علم افتخار کے لئے اولیٰ اور مقدم تر ہے سو بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں مگر نہیں مہکتیں کستوری کے مثل اور بہت سی چڑیاں اُڑتی ہیں مگر نہیں اڑتیں باز کے مانند، یعنی علم فقہ کا اور علوم سے ایسا افضل ہے جیسے کستوری دیگر خوشبوؤں اور باز دوسرے پرندوں سے افضل ہیں وخیر علوم علم فقہ لانہ یکون الی کل العلوم توسلا
یعنی سب علموں سے علم فقہ کا بہتر ہے کیونکہ وہ تمام مراتبِ عالیہ کی طرف وسیلہ ہوتا ہے۔ شامی وغیرہ میں لکھا ہے کہ فقہ کی اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو گی کہ فقہ کی کتابوں کو صرف دیکھنا ہی نمازِ تہجد سے افضل ہے اور فقہ کا پڑھنا قرآن کے زائد حاجت کے پڑھنے سے بہتر ہے کیونکہ فقہ کا تعلم بقدر حاجت کے فرض عین ہے اور زائد از حاجت کفایہ اور قرآن کا تعلم بقدر حاجت فرض اور زائد از حاجت سنت ہے، اور فرض سنت سے افضل ہوتا ہے۔

ملتقط وغیرہ میں امام محمد بن حسن سے منقول ہے کہ مرد کو لائق نہیں کہ شعر گوئی اور نحو دانی میں مشہور ہو کیونکہ ان کا انجام گداگری اور لڑکوں کا پڑھانا ہے اور نہ حساب دانی میں معروف ہو کہ اس کا انجام کار پیمائش اراضی کی ہے اور نہ تفسیر دانی میں کیونکہ اس کا انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہے بلکہ لائق یہ ہے کہ اس کا علم حلال و حرام وغیرہ یعنی فقہ میں ثابت ہو جس سے چارہ نہیں۔ انتہیٰ

غایۃ الاذکار میں طحطاوی سے منقول ہے کہ علوم تین قسم ہیں، ایک وہ جو پختہ ہو گیا، اور محترق نہیں ہوا یعنی قواعد اس کے مقرر ہو کر ان پر جزئیات متفرع ہو چکے اور دفعِ اعتراضات اور تفصیلِ اقاویل اور توضیحِ مشکلات ہو گئی لیکن احتراق یعنی کمال اور غایت کو پہنچا نہیں ہوا سو وہ علمِ نحو و اصولِ فقہ ہے کیونکہ ان علوم کے اگرچہ قواعد مدون یعنی مرقوم ہو گئے لیکن ان کے فروع مستنبطہ ہنوز کمال کو نہیں پہنچے۔ اور ایک علم وہ ہے جو نہ پختہ ہوا نہ محترق اور وہ علم بیان و تفسیر ہے کیونکہ علمِ بیان جس میں بلاغت کے تینوں علم یعنی معانی، بیان، بدیع شامل ہیں، ذوق کی طرف راجع ہے جس کی کچھ نہایت نہیں اور آدمی اس میں مختلف ہیں اور علمِ تفسیر کے عدمِ کمال کی وجہ یہ ہے

کہ موضوع علم تفسیر کا باعتبار معانی و وجوہ اعجاز اور موضع مناسبات وغیرہ جن کا سوائے علام الغیوب کے کوئی محیط نہیں ہو سکتا، فہم مراد ربانی ہے پس اس کی نہایت کس طرح حاصل ہو سکے؟
اور ایک علم وہ ہے جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پہنچ گیا سو وہ علم حدیث اور علم فقہ کا ہے، علم حدیث کا نہایت رتبہ کو پہنچایا یہ کہ محدثین نے، جزاہم اللہ خیراً، اسماء الرجال اور ان کے نسب اور طبقات میں کتابیں تصنیف کیں اور قوی الحفظ وضعیف الحفظ اور صحیح الروایۃ وفاسد الروایۃ کو بیان کر دیا اور فنونِ احادیث میں طرح طرح کی کتابیں لکھیں اور مراد و احکامِ احادیث کو ہر مجتہد کے فہم کے موافق بیان کیا اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رکھی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہے کہ مجتہدین رحمہم اللہ نے قرآن اور حدیث میں امعانِ نظر کر کے بال کی کھال نکالی، قواعد مقرر کئے اور ان پر جزئیات متفرع کئے، اور خلائق کے حوادثات باوجود ان کے اختلاف مواقع کے بعینہا لکھ دیئے بلکہ فقہاء نے ان امور میں تکلم کیا ہے جو کبھی واقع نہیں ہوتے اس خیال سے کہ مبادا اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران نہ ہوں اور جو جزئی منصوص نہیں وہ نادر ہے، کمیاب ہے اور گاہے منصوص بھی ہوتی ہے مگر ناظر اس کے محل سے قاصر ہے اور فہم کا قصور ہے ورنہ ہر امر فقہ میں مذکور ہے خواہ بمفہوم (کنایۃً) خواہ بمنطوق (صراحتاً) انتہیٰ۔

میزان الشعرانی میں لکھا ہے کہ اگر مجتہدین، جزاہم اللہ خیر الجزاء، امت کے لئے قرآن و حدیث سے احکام کا استنباط نہ کرتے تو ان کے سوا کوئی شخص اس بات پر قادر نہ ہو سکتا اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر قرآن شریف کے اجمال کو ہمارے لئے بیان نہ کرتے تو کوئی ہم میں سے کیفیت طہارت وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ اور عدد رکعت نماز و ارکان صیام وبیع ونکاح وغیرہ احکامِ شرع کو قرآن سے استنباط نہ کر سکتا، اسی طرح اگر مجتہدین احادیث کے اجمال کو ہمارے لئے بیان نہ کرتے تو ضرور شریعت مجمل پڑی رہتی اور ایسی بات ہر ایک زمانے میں بہ نسبت زمانہ ماقبل کے قیامت تک رہے گی کیونکہ اجمال کلام علماء میں ہمیشہ قیامت تک ساری ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی کسی کتاب کی شرح وحواشی نہ لکھتا انتہیٰ ملخصاً۔

اسی وجہ سے استنباط واجتہاد کرنے کا خود شارع نے حکم دیا ہے اور خود بھی کیا ہے چنانچہ ترمذی وابوداؤد ودارمی میں حضرتِ معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قاضی بنا کر یمن کی طرف بھیجا تو ان سے پوچھا کہ جب کوئی مقدمہ تمہارے پاس آوے گا تو تم اس کا کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا بموجب کتاب اللہ کے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ پاؤ تو پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ بموجب سنت

رسول اللہ کے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر سنت رسول اللہ کی نہ پاؤ تو پھر کیا کرو گے؟ عرض کیا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس کے پانے کی کوشش میں کمی نہ کروں گا۔ معاذ کہتے ہیں کہ پھر حضرت نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر مار کر کہا کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے رسول کے رسول کو اس امر کی توفیق دی جس سے خدا کا رسول راضی ہوا، انتہیٰ۔

صحیح نسائی میں عبدالرحمٰن بن زید سے مروی ہے کہ نہیں تھا ہم کو کوئی حکم اور نہ ہم اس مقام میں تھے پس خدا نے ہم پر تقدیر کیا کہ ہم اس جگہ میں پہنچے جہاں تم دیکھتے ہو، پس جس شخص کو اس سے پیچھے کوئی امر لاحق ہو تو اس کو چاہیے کہ ایسا حکم کرے جو کتاب اللہ میں ہو اور اگر وہ ایسا امر ہے کہ کتاب اللہ میں نہیں ہے تو اس چیز کے ساتھ حکم کرے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کیا، اور اگر ایسا امر لاحق ہو جو نہ کتاب اللہ اور نہ حدیثِ رسول اللہ اور نہ قولِ صلحا میں ہے تو چاہیے کہ اپنی عقل و رائے سے حکم دے اور یہ نہ کہے کہ میں اپنی عقل و رائے سے حکم کرتے ڈرتا ہوں کیونکہ حلال و حرام ظاہر ہیں اور حلال و حرام کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں، پس ان چیزوں کو جو شک میں ڈالیں، چھوڑ دینا چاہیے اور اس طرف جانا چاہیے جو شک میں نہ ڈالیں، انتہیٰ۔

سننِ دارمی میں عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جب تم پوچھے جاؤ کسی چیز سے تو پہلے کتاب اللہ میں دیکھو اگر اس میں جواب نہ پاؤ تو سنتِ رسول اللہ کو دیکھو، اگر اس میں بھی جواب نہ پاؤ تو مسلمانوں کے اجماع کو دیکھو، اگر ان کا اجماع بھی نہ پایا جاوے پس اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور یہ نہ کہو کہ میں ڈرتا ہوں کیونکہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور درمیان ان کے امور مشتبہ ہیں، پس چھوڑ دے اس چیز کو جو شک میں ڈالے تجھ کو اس چیز کی طرف جو نہ شک میں ڈالے تجھ کو۔ اور عبداللہ بن ابی یزید سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن عباس سے کوئی امر پوچھا جاتا تو اگر قرآن میں ہوتا تو قرآن سے جواب دیتے، اگر قرآن میں نہ ہوتا تو حدیث سے جواب دیتے، اگر حدیث میں بھی نہ ہوتا تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے اگر ان کا قول بھی نہ ہوتا تھا تو اپنی رائے سے جواب دیتے تھے، انتہیٰ۔

ابوداؤد و ترمذی و نسائی اور ابن ماجہ نے طلق بن علی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے ہاتھ لگانے ذکر سے بعد وضو کے (یعنی اگر کوئی متوضی اپنے آلت کو چھوئے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟) آپ نے فرمایا کہ کیا ذکر مرد کے گوشت سے ایک ٹکڑا نہیں ہے یعنی اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، انتہیٰ۔ یہاں خود حضرت نے ذکر کو دیگر اعضا پر قیاس

کر کے فرمایا کہ جس طرح دیگر اعضاء کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح متوضی کے آلت کو ہاتھ لگانے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا اور مجتہدین کو قیاس کرنے کا طریقہ بتادیا۔

شرح سفر السعادت کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ صحابہ کو بسبب برکت صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نورانیت باطن اور صفائے عقیدت کے کوئی اختلاف و شبہ نہ تھا اور بباعث سطوع انوار کتاب و سنت اور حضور نورِ نبوت اور شہود موارد وحی و تنزیل کے قیاس و اجتہاد کی حاجت نہ تھی مگر چند مسئلوں میں جو بعد رحلت حضرت سرور کائنات کے گونہ اختلاف واقع ہوا ہر ایک ان میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے علم و چشمہ فضل اور بارانِ رحمت سے مثل نہر یا حوض یا جدول کے تھا چونکہ اوقات صحبت کے مختلف تھے اور تمام صحابہ ایک وقت ہمیشہ حضرت کی مجلس میں حاضر نہ رہتے تھے، و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بسبب زیادہ شفقت و توسعہ رحمتِ امت کے بجز فرائض و واجبات کے نوافل و مستحبات و فضائل اعمال میں ہمیشہ ایک طرز پر نہ تھا کہ مبادا واجب کی حد کو پہنچ کر امت پر فرض ہو جاوے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جس عمل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مداومت کرتے تھے، خدا کا حکم اس کی فرضیت و وجوب پر نازل ہو جاتا تھا اس لئے صحابہ میں سے ہر ایک نے وہ دیکھا اور پایا جو دوسرے نے نہ دیکھا اور نہ پایا چنانچہ اسی سبب سے صحابہ کے علوم میں مخالفت و مغایرت ظاہر ہوئی اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک ان میں سے مع بہت سے حصے فیوض علمی اور انوار سنت کے بلاد و امصار اسلام میں متفرق ہو کر نشرِ علوم و احکام میں مشغول ہوا اور دوسری جماعت عرب و عجم کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور نہ زمانۂ نبوت کو پایا صحابہ کی خدمت میں دوڑے اور ان کی صحبت میں رہ کر ان سے انوارِ علوم کا اقتباس کیا ان کو تابعین کہتے ہیں اور جس جماعت نے صحابہ سے ملاقات نہ کی اور تابعین کے پاس آکر ان سے استفادہ و استفاضہ کیا، ان کو تبع تابعین کہتے ہیں اور یہی تین گروہ یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین، مقتدایانِ دین و بہترینِ امت ہیں بحکم حدیث خیر امتی قرنی الذین انا فیہم ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم، پس تابعین و تبع تابعین میں بسبب اختلاف علوم و کثرت وقائع و حوادث اور استدلال حجاب بباعث بعد زمانِ نبوت اور ورود انوار وحی کے اجتہاد نے کثرت پائی اور اختلاف شائع ہوا اور حقیقت میں باعث توسیع امر و سعتِ دائرہ رحمت حق ہووے، انتہیٰ۔

علامہ کفوی نے اعلام الاخیار میں لکھا ہے کہ ہمارے پیغمبر نے جو ان پر نازل ہوا ہم کو پہنچایا اور دین سکھایا اور حکم کیا اور حدود کو قائم اور شرع کو بیان کیا اور اقامتِ امرِ دین میں جیسی کہ چاہیئے کوشش کی اور اس کو جاری و لازم کیا، پھر خلفاءِ راشدین اور وجوہ صحابہ نے اقامتِ دین اور اجراءِ شرع مبین اور تعیین قواعد موحدین اور توہین کید اعداء اللہ المبتدعین میں اپنی کوششوں کو خرچ کیا اور اسلام کو اس کی رگوں سے قائم کیا اور ہر ایک امر کو اپنے مستند سے مضبوط کیا دراں حالیکہ بسبب شرف صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طعن سے سالم اور بباعث برکت خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شائبہ عیب سے مصون تھے پس انکے نشان ان لوگوں کے واسطے جو ان کے پیچھے ہوئے، راہِ راست اور واسطے دفع تاریکی گمراہی کے چراغ روشن ہوئے، اسی طرح تابعین نے ان سے فتوے میں مزاحمت کی اور بغیر خلاف کے ان سے موافقت کی اور اخلاف دین کے واسطے ان سے احکام دین کو نقل کیا دراں حالیکہ وہ سننِ اسلاف کے محیی اور بزرگوں کے نشانوں کے حاوی تھے اور چونکہ حوادث ایام کی تعداد سے خارج اور معرفت ان کے احکام کی روزِ قیامت تک لازم تھی اور ظواہر نصوص ان کے بیان کو غیر مکتفی تھے اس لیئے وہ اپنی رائے کے ساتھ اجتہاد کرنے پر مجبور ہوئے، پس انہوں نے اجتہاد کیا اور قواعد اصول کی بنیاد قائم کی اور تعیینِ مذہب پر عزم بالجزم کر کے اس چیز سے مستفیض ہوئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے یعنی لما بعث معاذ الی الیمن قاضیا قال لہ بم تقضی یا معاذ؟ پھر علمائے دین اور ائمہ مجتہدین نے اپنی کوششیں تحقیقِ مسائلِ شرعیہ اور تدقیقِ نظائرِ فرعیہ میں خرچ کیں اور احکامِ فروع کو ادلہ اربعہ (قرآن - حدیث - اجماع - قیاس) سے استنباط کیا پس اتفاق ان کا حجتِ قاطعہ اور اختلاف ان کا رحمتِ واسعہ ہے، انتہیٰ۔

شامی میں لکھا ہے کہ فقیہوں نے کہا ہے کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود نے بویا اور علقمہ بن قیس نے اس کو سینچا اور ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا اور حماد بن مسلم نے اس کو مانڈا یعنی بھوسی سے اناج جدا کیا اور ابو حنیفہ نے اس کو پیسا اور ابو یوسف نے اس کو گوندھا اور محمد بن حسن نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی اس کے کھانے والے ہیں۔ یعنی اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام الائمہ سراج الامہ ابو حنیفہ نے کمال کو پہنچا کر مدون کیا اور بابوں میں مرتب کر کے کتاب الفرائض و کتاب الشروط تصنیف کیں اور آپ کی پیروی امامِ مالک نے موطا میں کی اور محمد بن حسن نے آپ کی روایات کو جمع کر کے فروع

کو تنقیح کیا اور جس قول سے آپ نے رجوع کیا اس کو بیان کر دیا اور جو حوادث ان کے وقت میں بکثرت ہوئے تو انہوں نے فقہ کو مدون کر کے اس قدر کتابیں تصنیف کیں کہ جس سے ایک عالم کو غیر محتاج کر دیا اور سب لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچ رہا ہے، انتہیٰ ملخصاً۔

مدارجِ فقہاء

علماء نے لکھا ہے کہ فقہاء سات طبقوں پر منقسم ہیں:

پہلا طبقہ مجتہدین کا ہے جیسے امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی و احمد بن حنبل اور ان کے مانند جنہوں نے اصول اور قواعد کو مؤسس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائلِ اربعہ یعنی کتاب و سنت و اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ اس میں کسی کے مقلد نہیں، یہ طبقہ اعلم و افضل علمائے اسلام سے ہے خصوصاً چاروں ائمہ کے برابر اب تک کسی کو علم اور فہم حاصل نہیں ہوا اور نیز چونکہ ان کا زمانہ حضرت کے بہت قریب تھا اس لئے حضرت کے وقت کی رسم و عادات اور اس وقت کی بول وچال کا طریق جو یہ سمجھتے تھے اِس وقت کے عالموں کو سمجھنا کہاں نصیب ہے؟ پس اسی واسطے تیسری یا چوتھی صدی میں چاروں ائمہ کے مذہب مقرر ہو گئے اور مسائل فروع میں سوا ان چار مذہبوں کے اور کوئی باقی نہیں رہا بلکہ جو شخص ان کی مخالفت کرے اس کے قول کے بطلان پر اجماع مرکب منعقد ہوا ہے لقولہ تعالیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا۔ جیسا کہ تفسیر مظہری میں مذکور ہے اور طحاوی نے شرح درمختار کی کتاب الذبح میں لکھا ہے کہ بعض مفسروں نے کہا ہے کہ فرقہ ناجیہ اہلِ سنت و جماعت کا چار مذاہب یعنی حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی پر جمع ہوا ہے اور جو شخص ان چار مذاہب سے خارج ہے وہ اہلِ بدعت و نار سے ہے، انتہیٰ۔

اور مجتہدین کا خدا کے نزدیک یہ رتبہ و منصب ہے کہ وہ خطاء فی الاجتہاد میں بھی مستحقِ ثواب ہیں یعنی وہ مسئلہ جو قرآن و حدیث اور اجماع امت میں صاف مذکور نہیں اور مجتہد اس کو اپنے قیاس سے قرآن و حدیث میں غور کر کے نکالتا ہے پس اگر اس نے وہ مسئلہ ٹھیک نکال لیا ہے تو اس کو دو ثواب ملیں گے یعنی ایک اس کی محنت اور دوسرا ٹھیک بات پا جانے کا، اور اگر وہ اس میں چوک گیا ہے تو اس کو صرف محنت کا ایک ثواب ملے گا جیسا کہ صحیحین میں بروایت عمرو بن العاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور یہ جو ائمہ اربعہ کے مقلدین اپنے ائمہ کی طرف منسوب ہو کر حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے نام سے مشہور ہوئے ہیں اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ ان کو ایک دوسرے

سے امتیاز حاصل ہو ورنہ واقع میں ہر ایک فرقہ مہدی ہے اور ان کا اپنے اپنے امام کے مسلک پر چلنا اور ان کی تقلید کرنا عین طریقہ نبویہ پر چلنا ہے جو شخص اس نسبت سے عار کرتا ہے اور اس کو شریعت کے مخالف سمجھتا ہے وہ خود گمراہ ہے اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔

دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذاہب کا ہے چنانچہ امام ابو یوسف و محمد و زفر وغیرہ اصحاب امام ابو حنیفہ جنہوں نے ادلۂ اربعہ سے ان قواعد کے بموجب احکام کو نکالا جو امام نے مقرر کئے اگرچہ صاحبین وغیرہ نے بعض احکام مر فروع میں امام کا خلاف کیا ہے لیکن قواعد اور اصول میں ان کے تابع ہیں اور اسی وجہ سے امام شافعی وغیرہ ائمہ سے ممتاز ہیں۔

تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا ہے چنانچہ ابی بکر خصاف اور طحاوی اور ابو الحسن کرخی و شمس الائمہ سرخسی و شمس الائمہ حلوائی و فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان و صاحب ذخیرہ و محیطِ برہانی اور شیخ طاہر احمد صاحب نصاب و خلاصۃ الفتاوے اور مثل ان کے اور علماء جو امام کی مخالفت نہ اصول نہ فروع میں کر سکتے ہیں لیکن امام کے قواعد سے ان مسائل کا استنباط کرتے ہیں جن میں امام سے کوئی روایت نہیں ہے۔

چوتھا طبقہ مقلدین سے اصحابِ تخریج کا ہے چنانچہ رازی وغیرہ جو اجتہاد پر اصلاً قادر نہیں لیکن احاطۂ اصول اور ضبطِ ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول مجمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین یعنی قول پہلو دار کی تفصیل پر اس کے امثال اور نظائر پر قیاس کر کے قادر ہیں، ہدایہ میں جو بعض مواقع پر تخریج رازی کا ذکر آیا ہے تو اس کا یہی مطلب ہے۔

پانچواں طبقہ مقلدین میں سے اصحاب ترجیح کا ہے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحبِ ہدایہ و ابنِ ہمام اور مثل ان کے جن کا یہ رتبہ ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر اس طرح پر ترجیح دیتے ہیں کہ یہ قول درایت کی راہ سے اولیٰ یا اصح ہے یا روایت کی رو سے اوضح ہے یا قیاس سے یہ زیادہ موافق ہے یا عوام کے لئے زیادہ سہل و آسان ہے۔

چھٹا طبقہ ان مقلدین کا ہے جو مابین اقوے و قوی اور ضعیف اور ظاہر مذہب اور ظاہر الروایت اور روایتِ نادرہ کے امتیاز کرنے پر قادر ہیں چنانچہ شمس الائمہ محمد کردری و جمال الدین حصیری و حافظ الدین النسفی وغیرہ مثل مصنفین متونِ اربعہ یعنی صاحبِ کنز الدقائق اور صاحب مختار اور صاحبِ وقایہ اور صاحب مجمع کے، ان کا رتبہ ہے کہ اپنی کتابوں میں اقوال مردودہ اور روایاتِ ضعیفہ کو نقل نہیں کرتے، اور یہ ادنیٰ طبقہ فقیہوں کا ہے۔

ساتواں طبقہ ان مقلدوں کا ہے جو تمیزِ روایات پر قادر نہیں، لاغر اور فربہ میں فرق نہیں کرتے، شمال کو یمین سے ممتاز نہیں کرتے بلکہ حاطب اللیل یعنی رات کی لکڑیاں جمع کرنے والے کے مانند جو روایات پاتے ہیں ان کو جمع کرتے ہیں، ان کو فتوے دینا جائز نہیں ہے مگر بطور حکایت کے، کذا فی غایۃ الاوطار نقلاً عن کتاب اعلام الاخیار۔

حدیقۂ اوّل

پہلا خیابان

امام ائمۃ المجتہدین سراج الامۃ ابوحنیفہ نعمان کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے تاریخی حالات میں

نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان بن ثابت بن قیس بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیروان بادشاہ۔ تاریخ ابنِ خلکان وغیرہ میں خطیب بغدادی سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ کے پوتے اسمٰعیل نے کہا کہ میں اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان فارس کے ابنائے احرار میں سے ہوں اور خدا کی قسم ہم پر کبھی رقّ واقع نہیں ہوئی۔ میرے دادا ابوحنیفہ ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور پردادا میرے یعنی ثابت، صغر سنی میں حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے گئے اور حضرتِ علی نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں برکت کی دعا کی اور ہم امید کرتے ہیں کہ تحقیق خدا تعالیٰ نے حضرتِ علی کی دعا ہمارے حق میں قبول کی اور نعمان بن مرزبان جو ثابت کا باپ ہے اس نے نوروز کے روز حضرتِ علی کو تحفہ کے طور پر فالودہ بھیجا تھا جس پر حضرت نے فرمایا کہ یہی طرح ہر روز ہم کو فالودہ دیا کر، انتہیٰ۔

شامی میں ابنِ حجر کی کتاب خیرات الحسان فی مناقب النعمان سے منقول ہے کہ اکثر علماء اس بات پر ہیں کہ ابوحنیفہ کا دادا اہلِ فارس سے تھا، انتہیٰ۔ ملا علی قاری نے رسالہ نسب نامۂ رسول اللہ بجواب قفال مروزی میں لکھا ہے کہ ہم کو سلاطینِ دنیا سے ابراہیم بن ادہم کفایت کرتا ہے جو علم اور عمل اور اعراض عن الدنیا اور عقبیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور مولیٰ کے ساتھ حاضر رہنے میں ہمارے امامِ ابوحنیفہ کا شاگرد ہے باوجودیکہ سلاطین ہر زمانہ اور ممالک کے مثل سلاطینِ روم و ماوراء النہر و ہند و سندھ، برّ اور بحر میں امامِ ابوحنیفہ کے مذہب پر ثابت رہے ہیں شاید اس میں یعنی بادشاہوں کے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر ہونے میں یہ حکمت ہے کہ ابوحنیفہ اولادِ نوشیرواں بادشاہ فارس سے ہیں، انتہیٰ۔ وہ جو ابنِ خلکان نے لکھا ہے کہ

امام ابو حنیفہ یعنی نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ کے بیٹے ہیں اور زوطی بن تیم اللہ بن ثعلبہ کا غلام تھا جس کو اس نے آزاد کر دیا تھا، اس سے امام پر رقیت واقع نہیں ہوتی کیونکہ یہ قول بلا سند ہے اور اس مستند روایت مذکورہ کا جس کو امام کے پوتے اسمٰعیل بن حماد نے قسمیہ بیان کیا ہے[1] بالکل مخالف ہے اس لئے قابل اعتبار نہیں اور نیز اس میں کچھ شک نہیں کہ صاحب گھر کا اس چیز سے جو گھر میں ہے، غیر سے زیادہ واقف ہوتا ہے پس اس معاملہ میں اسمٰعیل بن حماد کی روایت معتبر ہے نہ کہ غیر کی بے سند بات۔ اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ اس قول کی کچھ اصل ہو گی تو بقول صاحب مدار الحق ان قولوں کی تطبیق اس طرح پر ہو سکتی ہے کہ اسمٰعیل بن حماد بن ابو حنیفہ کا یہ قول کہ ہم احرار ابنائے فارس سے ہیں اور خدا کی قسم ہم پر ہرگز کبھی رقیت واقع نہیں ہوئی باعتبار جد صحیح کے ہے اور دوسرا قول یعنی نعمان بن ثابت بن زوطی باعتبار جد فاسد کے ہے اور رقیت والدہ کی طرف سے کوئی عیب نہیں ورنہ معاذ اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی رقیت لازم آئے گی کیونکہ ان کی والدہ حضرت ہاجرہ حضرت سارہ کی کنیز تھیں۔ ولادت آپ کی کوفہ میں ۸۰ھ ہجری اور بقول اصح غرہ ذی الحجہ ۷۰ھ ہجری میں ہوئی۔

مفتاح السعادۃ میں منقول ہے کہ جب حضرت ثابت آپ کے والد ماجد فوت ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ سے امام جعفر صادق نے نکاح کیا اور آپ اس وقت صغیر سن تھے، پس آپ نے امام جعفر صادق کی گود میں پرورش پائی اور یہ آپ کے لئے منقبت عظیمہ ہے۔ آپ بعد تحصیل علم ضروری کے ہوش سنبھالتے ہی خرید و فروخت میں مشغول ہوئے لیکن چونکہ امام شعبی کوفی نے آپ میں تیقظ اور ہونہاری دیکھی تو آپ کو کمال تحصیل علم کی رہبری کی۔ اس پر آپ خرید و فروخت کا کام چھوڑ کر علم میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ علم کلام میں مشار الیہ زمانہ ہوئے، پھر آپ کے جی میں آیا کہ اصحاب و تابعین ایسے نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے ایسے علوم سے ممانعت کی ہے اور بجز شریعت و فقہ کے اور کسی علم میں انہوں نے خوض نہیں کیا، اس پر آپ حدیث و فقہ میں مشغول ہوئے چنانچہ چار ہزار مشائخ، تابعین و کبار تبع تابعین سے فقہ و حدیث کو اخذ کیا جن میں سے

---

[1] وہ جو صاحب اتحاف النبلاء نے اس روایت پر بایں طور نیش زنی کی ہے کہ دریں نقل بعض اہل علم کلام کردہ اند، یہ محض ان کا تعصب اور سراسر دھوکہ دہی ہے، اگر اس دعوے میں سچے تھے تو بعض میں سے ایک دو کا نام کیوں نہ لکھ دیا؟ ۱۲ منہ

بعض کے نام حسب ذیل ہیں :

ابراہیم بن عبدالرحمٰن سکسکی ، ابراہیم بن محمد بن منتشر الاجدع الہمدانی الکوفی ، ابراہیم بن مسلم العبدی الہجری ، ابراہیم بن مہاجر بن جابر البجلی الکوفی ، ابراہیم بن یزید الخوزی المکی ، ابان بن ابی عیاش فیروز البصری ، ابی عبیدہ بن المعتب الضبی ، ابی یعفور ، ابی السوار قال ابو محمد البخاری الصواب ، ابی المالیۃ ، ابی خویلد بن طریق ، ابی ماجد ، آدم بن علی البجری ، اسحٰق بن ثابت بن عبیدۃ الانصاری ، اسمٰعیل بن بہلول بن عمرو الصیرفی المعروف بالمجنون ، اسمٰعیل بن عبدالملک ، اسمٰعیل بن ابی خالد الاحمصی ، اسمٰعیل ابن عیاش الحمصی ، اسمٰعیل بن امیۃ ، اسمٰعیل بن مسلم المکی ، ایوب بن عائذ کوفی ، ایوب بن تمیمہ کیسان السختیانی ، بشر بن قرۃ کوفی ، بشیر بن سلمان الکوفی ، بلال بن مرداس الفزائی ، بیان بن بشر الکوفی ، تمیم بن سلمہ کوفی ، ثابت بن اسلم البنانی ، جابر بن یزید الجوفی ، جامع بن ابی راشد کوفی ، جامع بن شداد المحاربی الکوفی ، جبلہ بن سحیم الکوفی ، جریر بن سعد الکوفی ، امام جعفر صادق بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ، حاتم بن دردان بصری ، حارث بن عبدالرحمٰن الہمدانی الکوفی ، حبیب بن ابی ثابت بن قیس ، حبیب بن ابی عمرہ الکوفی ، حجاج بن ارطاۃ الکوفی ، حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب حسن بن الحر بن الحکم الکوفی ، حسن بن سعد الکوفی مولیٰ امام حسن ، حسن بن عبداللہ الکوفی ، حسن بن عبید اللہ الکوفی ، حصین بن عبدالرحمٰن الکوفی ، حکم بن عتیبہ الکوفی ، حکیم بن جبیر الکوفی ، حماد بن ابراہیم ، حماد بن ابی سلیمان الکوفی ، حمید بن ابی حمید الطویل البصری ، حمید بن قیس الاعرج المکی ، خالد بن عبد الاعلیٰ خالد بن علقمہ ، خالد بن سعید الشعبی المدنی ، خارجہ بن عبداللہ الانصاری ، خیثم بن عراک بن مالک مدنی ، خصیب بن عبدالرحمٰن ، خلف بن یاسین ، خوات بن عبداللہ التیمی ، داؤد بن عبدالرحمٰن مکی ، ذر بن عبداللہ المرہبی ، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن الرائی ، زبید بن الحارث الکوفی ، زیاد بن ابی زیاد مدنی ، زیاد بن علاقہ کوفی ، زیاد بن کلیب الکوفی ، زید بن اسلم العدی المدنی ، زید بن ابی انیسہ ، زید بن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن المدنی ، زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ، زید بن الولید ، سالم بن عجلان الافطس الدموی ، سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب ، سعد بن طارق الکوفی ، سعید بن مسروق الثوری ، سعید بن یسار ، سعید بن مرزبان مولیٰ حذیفہ بن الیمان العبسی البقال الکوفی ، سعید بن ابی سعید بن مرزبان نعار ، سفیان بن سعید الثوری ، سلمہ بن نبیط الکوفی ، سلمہ بن کہیل الکوفی ، سلیمان بن سلیمان الکوفی ، سلیم سیبانی ، سلیمان بن یسار الہلالی ، سلیمان بن مہران الاعمش الکوفی ، سلیمان بن مغیرۃ القیسی ، سماک بن حرب الکوفی ، سہیل بن ابی صالح ، سیار بن سلامۃ الریاحی ،

شداد بن عبدالرحمٰن ، شرحبیل بن مسلم ، شعبہ بن دینار الکوفی ، شیبان بن عبدالملک ، شیبہ بن مساور بصری ، صالح بن حیان القرشی الکوفی ، صلت بن بہرام ، طاؤس بن کیسان الیمانی ، طریف بن شہاب ، طلحہ بن نافع ، طلحہ بن مصرف الیامی الکوفی ، عاصم بن ابی النجود الکوفی ، عاصم بن کلیب ، عامر بن السمط الکوفی ، عاصم بن الاحوص حکیم ، عامر بن شراحیل الشعبی ، عامر بن ابی موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری ، عبداللہ بن ابی زیاد القطوانی الکوفی ، عبداللہ بن دینار العدوی ، عبداللہ بن خثیمہ ، عبداللہ بن مواہب القرشی الشامی ، عبداللہ بن ابی حبیبۃ المدنی ، عبداللہ بن عمر العمری المدنی ، عبداللہ بن میسرۃ الکوفی ، عبداللہ بن ابی الجہم العدوی ، عبداللہ بن سعید بن ابی سعید المقبری ، عبداللہ بن حمید بن عبید الانصاری الکوفی ، عبداللہ بن داؤد الہمدانی الکوفی ، عبداللہ بن عثمان بن خثیم ، عبیداللہ بن عمر بن حفص المدنی ، عبدالرحمٰن بن حزام یعنی عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت بن منذر بن عمرو بن حزام الانصاری ، عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج المدنی ، عبدالرحمٰن بن شرجبیل ، عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی ، عبدالملک بن ایاس الشیبانی الکوفی ، عبدالملک بن عمیر الکوفی ، عبدالملک بن عمرو بن قیس الانصاری ، عبدالملک بن میسرۃ الہلالی الکوفی ، عبدالکریم بن ابی معقل ، عبدالکریم بن ابی المخارق ، عبدالاعلیٰ بن عامر ثعلبی کوفی ، عبدالعزیز بن رفیع المکی نزیل کوفہ ، عبدالعزیز بن ابی رواد ، عتبہ بن عبداللہ الکوفی ، عثمان بن راشد ، عثمان بن عبداللہ بن موہب التیمی ، عثمان بن عاصم الکوفی ، عدی بن ثابت الانصاری الکوفی ، عدی بن سعد ، عطاء بن ابی رباح ، عطاء بن یسار الہلالی ، عطاء بن العجلان البصری ، عطاء بن السائب الکوفی ، عطیہ العوفی الکوفی ، عطیہ بن الحارث الکوفی ، عکرمہ بن عبداللہ مولیٰ ابن عباس ، علقمہ بن مرثد الکوفی ، علی بن اقمر الکوفی ، علی بن الحسن الزراد المدنی ، علی بن بذیمہ ، علاء بن زہیر بن عبداللہ الکوفی ، عمرو بن عبداللہ الہمدانی ، عمرو بن مرۃ بن عبداللہ الکوفی ، عمرو بن شعیب بن عبداللہ ، عمرو بن ذر الہمدانی الکوفی ، عمار بن عبداللہ بن یسار الجہنی ، عون بن عبداللہ بن عتبہ الکوفی ، غالب بن الہذیل الکوفی ، فراس بن یحیی الہمدانی الکوفی ، فرات بن ابی عبدالرحمٰن الکوفی ، فلان بن داؤد ، قابوس بن ابی ظبیان الکوفی ، قتادہ بن دعامہ البصری ، قیس بن مسلم الجدلی الکوفی ، قیس بن مسلم المدحجی ، کثیر الرماح الاصم الکوفی ، کدام بن عبدالرحمٰن الاسلمی ، لاحق بن غیزار الیمانی ، لیث بن ابی سلیمان الاموی الکوفی[1] ، مبارک بن فضالۃ البصری ، مجالد بن ابی سعید بن عمیر الہمدانی الکوفی ، محارب بن دثار الکوفی ، محمد

---

[1] لیث بن ابی سلیمان الاموی مناقب

بن عبدالرحمٰن بن سعد زرارہ ، محمد بن بشر الکوفی ، محمد بن السائب الکلبی الکوفی ، محمد بن مسلم بن تدرس المکی ، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ، محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ، محمد بن یزید الحنفی الکوفی العطار ، محمد بن عبیداللہ بن سلیمان الکوفی ، محمد بن عمرو بن الحسن بن علی بن ابی طالب ، محمد بن المنکدر ، محمد بن مالک بن المنتصر الہمدانی ، محمد بن عبداللہ الثقفی ، محمد بن قیس بن مخرمۃ الہمدانی ، محمد بن الزبیر الحنظلی ، محمد بن سوقۃ الکوفی ، مخول بن راشد الکوفی ، مرزوق التیمی الکوفی ، مزاحم بن زفر بن الحارث الکوفی ، مسعر بن حبیب الجرمی البصری ، مسلم بن سالم الکوفی ، مسلم بن صبیح الہمدانی الکوفی ، مسلم بن کیسان[1] الضبی الکوفی ، مسلم بن عمران البطین الکوفی ، معاویہ بن اسحٰق بن طلحہ ، معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود الکوفی ، مقسم مولیٰ ابن عباس ، مکحول الشامی ، منصور بن المعتمر الکوفی ، منصور بن زادان ، منذر بن عبداللہ بن المنذر ، منصور بن دینار ، منہال بن الجراح الشامی الزہری ، منہال بن عمرو الکوفی ، منہال بن خلیفہ الکوفی ، موسیٰ بن ابی کثیر الانصاری ، موسیٰ بن ابی عائشۃ الہمدانی الکوفی ، موسیٰ بن مسلم الکوفی ، موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ التیمی ، میمون الاعور ، میمون بن سیاہ البصری ، نافع بن[2] عمر ، نافع بن درہم العبدی ابی الہیثم الکوفی ، ناصح بن عبداللہ ابوعبداللہ الحائک ، ناصح بن عجلان ، ناصح بن محمد ، نافذ مولیٰ بن عباس ، نمیر بن حکیم بن معاویہ ، نوبہ بن عبداللہ ، وائل بن داؤد التیمی الکوفی ، واصل بن حبان الاسدی الکوفی ، ولید بن سریع الکوفی ، ولید بن عبداللہ بن جمیع الزہری المکی ، ولید بن سریع مولیٰ عمرو بن الخطاب ، ہاشم بن ہاشم بن عتبہ ، ہیثم بن حبیب الصیرفی الکوفی ، ہیثم الصراف ، ہیثم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود ہشام بن عروہ بن الزبیر ، ہشام بن عائذ بن نصیر الاسدی الکوفی ، یزید بن صہیب الفقیر الکوفی ، یزید بن ابی یزید الرشک البصری ، یزید بن عبدالرحمٰن بن ابی مالک الہمدانی ، یزید بن ابی ربیعہ ، یزید بن عبید الاسلمی ، یعلیٰ بن عطاء الطائفی ، یونس بن محمد بن مسلم البغدادی ، یونس بن زہران ، یونس عبیداللہ بن ابی فروۃ ، یحییٰ بن عمرو بن سلمہ ، یحییٰ بن سعید بن عبداللہ ، قیس الانصاری ، یحییٰ بن عبداللہ جابر الکوفی ، یحییٰ بن عبدالحمید الکوفی ، یحییٰ بن عامر الکوفی الحمیری ، یحییٰ بن حبیب بن ثابت الاسدی الکابلی الکوفی ، یحییٰ بن ابی حیۃ ، یحییٰ بن عبداللہ بن معاویۃ المعروف بالاجلح ابی حجیۃ۔

الغرض جب آپ تمام علوم میں کامل مکمل ہو گئے تو آپ نے صوف پہن کر گوشہ نشینی کا قصد کیا۔ اس پر آپ نے ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ اے ابوحنیفہ! آپ کو خدا نے میری سنت زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، آپ

[1] مسلم بن کیسان الضبی [2] نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر "مناقب"

گوشہ نشینی وعزلت کا قصد ہرگز نہ کریں۔ یہ بشارت آپ پاتے ہی افادت وافاضتِ خلائق اور اجتہاد واستنباط مسائلِ شرعیہ میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ آپ کا مذہب نشرِ آفاق ہوا۔ آپ بیس صحابی سے زیادہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور کئی ایک کو دیکھا اور ان سے حدیث کو بھی سماعت کیا اس لئے آپ باقی ائمۂ ثلاثہ یعنی مالک وشافعی واحمد بن حنبل سے اس فضیلت میں منفرد ہو کر آیت " السابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار و الذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ " کے مصداق ہوئے چنانچہ اسی لئے[1] قسطلانی شافعی نے صحیح بخاری کی شرح کے باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب میں زیرِ حدیث سائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوٰۃ فی ثوب واحد کے امام موصوف کو تابعین کے زمرہ میں ذکر کیا ہے اور تعلیق المجد میں منقول ہے کہ فتاوے شیخ الاسلام ابنِ حجر میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے ایک جماعتِ صحابہ کو جو کوفہ میں تھی، پایا کیونکہ وہ کوفہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، پس وہ طبقۂ تابعین میں سے ہیں، انتہیٰ۔

تاریخ ابنِ خلکان میں خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد سے منقول ہے اور نیز امام یافعی محدث شافعی کی تاریخ مرأۃ الجنان میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے انس بن مالک کو دیکھا انتہیٰ۔ شامی میں لکھا ہے کہ ابنِ حجر مکی کہتے ہیں کہ ذہبی نے جو کہا ہے کہ ابو حنیفہ نے صغرسنی میں انس بن مالک کو دیکھا ہے، صحیح اور تحقیق ہے، انتہیٰ پھر دوسری جگہ شامی میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ کا حضرتِ انس کو دیکھنا اور ایک جماعت اصحاب کو عمر کے حساب سے پانا، یہ دونوں صحیح ہیں اور ان میں کچھ شک نہیں، انتہیٰ۔ پھر اور جگہ لکھا ہے کہ ابو حنیفہ بہرحال تابعین میں سے اور جنہوں نے ان کے تابعی ہونے کا یقین کیا ہے، ان میں سے حافظ ذہبی وحافظ عسقلانی وغیرہ ہیں اور عسقلانی نے کہا کہ تحقیق ابو حنیفہ نے ایک جماعت صحابہ کو جو کوفہ میں تھی بعد

---

[1] یہاں سے اور نقول مابعد سے صاحب ابجد العلوم کے اس قول کی بخوبی تکذیب ثابت ہوتی ہے جو انہوں نے کتاب مذکور کے صفحہ ۸۰۷ میں لکھا ہے کہ (امام ابو حنیفہ نے باتفاق اہلِ حدیث کسی اصحاب کو نہیں دیکھا) حالانکہ خطیب بغدادی وقسطلانی وامام یافعی وابنِ حجر عسقلانی ودارقطنی اور ابنِ حجر مکی جو ائمہ محدثین میں سے ہیں، سب کے سب امام ابو حنیفہ کے حضرت انس کو دیکھنے پر متفق ہیں ۱۲ منہ

اپنی ولادت کے جو ۸۰ھ میں واقع ہوئی، پایا اور یہ بات ائمۂ امصار میں سے جو ابو حنیفہ کے ہمعصر تھے یعنی اوزاعی جو شام میں اور حماد بن جو بصرہ میں اور ثوری جو کوفہ میں اور مالک جو مدینہ منورہ میں اور لیث بن سعد جو مصر میں تھے، کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ امامِ ابو حنیفہ نے صحابہ کو دیکھا اور تابعین سے فتویٰ میں مزاحمت کی، پس قول آپ کا اسدّ و اقویٰ ہے جب تک کہ عصر اور زمانے کا اختلاف نہ ہو کذا فی تصحیح علامہ قاسم انتہیٰ۔

شیخ محمد طاہر نے خاتمۂ مجمع البحار میں لکھا ہے کہ دارقطنی محدّث کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے کسی اصحاب سے ملاقات نہیں کی لیکن حضرتِ انس کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور ان سے کچھ نہیں سنا، انتہیٰ۔ قسطلانی محدثِ شافعی نے شرح صحیح بخاری کے باب میں لم یر الوضوء میں لکھا ہے کہ ابنِ ابی اوفیٰ کا نام عبد اللہ بن ابی اوفیٰ ہے، یہی کوفے میں سب صحابیوں سے پیچھے ۸۷ھ میں فوت ہوئے اور پہلے اس سے کہ آپ کو ابو حنیفہ نے دیکھا، آپ نابینا ہو گئے تھے انتہیٰ۔ ملا علی قاری نے شرح نخبۃ الفکر میں تابعی کی تعریف میں اس قول "وہو من لقی الصحابی ہذا ہو المختار" کے تحت میں لکھا ہے کہ عراقی نے کہا ہے کہ اکثر علمار کا اسی پر عمل ہے اور تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی اور تابعی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے طوبیٰ لمن رآنی ولمن رأیٰ من رآنی، پس آنحضرت نے تعریف صحابی و تابعی میں صرف روایت پر کفایت کی ہے، سو اسی سبب سے امامِ اعظم ابو حنیفہ تابعین کے مسلک میں درج کئے جاتے ہیں کیونکہ انھوں نے حضرتِ انس وغیرہ اصحاب کو دیکھا جیسا کہ شیخ جزری نے اسمار رجال القرار اور تورپشتی نے تحفۃ المسترشدین اور صاحبِ کشف الکشاف نے سورۃ المومنین میں اور صاحب مرآۃ الجنان وغیرہ علمائے متبحرین نے ذکر کیا ہے اور جو شخص ان کے تابعی ہونے کی نفی کرتا ہے پس وہ صرف تتبعِ قاصر یا تعصبِ فاتر سے کرتا ہے انتہیٰ۔

ابن حجر مکی محدث شافعی نے قلائد العقیان فی مناقب النعمان میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے صحابہ میں سے چار اصحاب کو بعض نے کہا اس سے کم اور بعض کے نزدیک ان سے زیادہ کو پایا جن میں سے ایک انس بن مالک، دوم عبد اللہ بن ابی اوفیٰ، سوم سہل بن سعد، چہارم ابو الطفیل ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ انھوں نے کسی کو نہیں دیکھا لیکن ان کا زمانہ پایا ہے مگر صحیح قول اول ہے انتہیٰ۔ ابن حجر کا قولِ اول کو صحیح قرار دے کر اس بات کو ثابت کرنا کہ امام

ابوحنیفہ نے چار اصحاب کو دیکھا ہے، بالکل صحیح ہے اور خلاف اس کا خلافِ عقل و نقل ہے کیونکہ
امام موصوف کا باعتبار سن کے فقط چار اصحاب کے زمانے کو پانے کی خصوصیت رکھتا ہے
حالانکہ آپ کی ولادت کے وقت اور اس کے بعد علاوہ اصحاب متذکرۂ بالا کے صحابہ کی ایک
جماعت کئی برس تک زندہ رہی چنانچہ مقدام بن معدیکرب مشہور صحابی سنہ ۸۷ھ میں اور ابوامامہ
باہلی مشہور صحابی سنہ ۸۶ھ میں اور عمرو بن حریث صحابی سنہ ۸۵ھ میں اور عبداللہ بن بسر سنہ ۸۶ھ یا سنہ ۹۶ھ
میں اور بسر بن ارطاۃ سنہ ۸۶ھ میں اور عبداللہ بن حارث بن جزء سنہ ۸۵ھ یا ۸۶ یا ۸۷ یا ۸۸ میں
اور عتبہ بن عبد السلمی سنہ ۸۷ھ یا سنہ ۹۰ھ میں، اسعد بن سہل بن حنیف انصاری ابوامامہ سنہ ۱۰۰ھ میں
سائب بن یزید الکندی سنہ ۹۱ھ یا اس سے پہلے، طارق بن شہاب بجلی کوفی سنہ ۸۲ھ یا ۸۳ میں،
عبداللہ بن ثعلبہ سنہ ۸۷ھ یا ۸۹ میں، عبداللہ بن الحارث بن نوفل ابومحمد سنہ ۹۹ھ میں، عمر بن ابی سلمہ
بقول صحیح سنہ ۸۳ھ میں، مالک بن حویرث سنہ ۹۴ھ میں، محمود بن لبید سنہ ۹۶ھ میں، مالک بن اوس
سنہ ۹۲ھ میں، واثلہ بن اسقع سنہ ۸۵ھ میں فوت ہوئے کذا فی التقریب۔

اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس صورت میں امام ابوحنیفہ نے اپنی عمر میں پچپن حج
کئے ہوں جیسا کہ در المختار میں لکھا ہے جن میں سے آپ نے کم از کم پندرہ حج حضرت ابی الطفیل
صحابی متوفی سنہ ۱۱۰ھ کے زمانہ میں، جو مکہ معظمہ میں مقیم تھے، کئے اور پندرہ بار کوفہ سے مکہ
میں آئے، تو پھر آپ نے ایک دفعہ بھی حضرت ابوالطفیل سے ملاقات نہ کی ہو، عقلِ سلیم اس کو
کبھی باور نہ کرے گی خصوصاً اس صورت میں جبکہ وجود صحابی کا ایک عزیز ترین بات ہو اور لوگ
حسبِ ارشادِ مخبرِ صادق طوبیٰ لمن رآنی ولمن رأی من رآنی کے تابعی ہونے کی ایک نعمتِ عظمیٰ
اور سعادتِ دارین سمجھ کر اطراف واکنافِ عالم سے بالرأس والعین صحابہ کی خدمتِ بابرکت میں
مشرف ہوتے ہوں، اور امام ابوحنیفہ باوجودیکہ پندرہ سال میں پندرہ دفعہ مکہ معظمہ میں حج
کے لئے آئے ہوں، یا یہ کہ یہ نعمتِ عظمیٰ یعنی وجودِ عمرو بن حریث اور عبداللہ بن ابی اوفی وغیرہ
کا پانچ سات سال تک خود انہیں کے شہر میں موجود رہا ہو اور آپ ایسی بے اعتنائی کریں کہ اس
عرصہ میں ایک دفعہ میں بھی ان کی خدمت میں مشرف نہ ہوں یا آپ کے والد ماجد ہی آپ کو ان
کی خدمت میں لے جا کر مشرف نہ کرائیں حالانکہ علاوہ نعمت تابعی حاصل ہونے کے قرنِ اول سے
آج تک لوگوں کا دستور ہے کہ اپنی اولاد کو واسطے دعائے برکت کے صلحاء کے پاس ضرور لے
جایا کرتے ہیں جیسا کہ امام کے والدِ ماجد ثابت کو ان کا باپ واسطے دعائے برکت کے

حضرت علی کی خدمت میں لے گیا تھا، پس ان حالات میں امام کی رؤیتِ صحابہ اور تابعیت کا منکر، بجز حاسد خاسر اور متعصب جاہل کے اور کوئی نہیں ہو سکتا لیکن یہ امر کہ آیا امام ابوحنیفہ نے صحابہ سے روایت کی ہے یا نہیں اس میں علمار کا ضرور اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ امام کی رویت صحابہ تو ثابت ہے لیکن بسبب صغر سنی کے آپ نے اصحاب سے روایت نہیں کی اور بعض کا یہ قول ہے کہ روایت و درایت دونوں ثابت ہیں اور یہی عندالتحقیق متحقق ہے چنانچہ ابومحمد بن احمد عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کے باب من لم یر الوضوء میں لکھا ہے کہ ابن ابی اوفی کا نام عبداللہ ہے اور یہی ہیں جو کوفہ میں سب اصحاب سے پیچھے ۸۷ھ میں فوت ہوئے اور یہ منجملہ ان اصحاب میں سے ہیں جن کو امام ابوحنیفہ نے دیکھا اور ان سے روایت کی اور قول منکر متعصب کی طرف ہرگز خیال نہ کرنا چاہیئے اس وقت عمر ابوحنیفہ کی سات سال کی تھی انتہیٰ۔ شامی میں ابنِ حجر مکی شافعی سے منقول ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفی سے امام نے یہ حدیث متواتر من بنی مسجدا ولو کمفحص قطاۃ بنی لہ بیتا فی الجنۃ روایت کی ہے۔ انتہیٰ۔

امام خوارزمی نے مسند امام میں لکھا ہے کہ علمار اس بات پر متفق ہیں کہ امام نے اصحاب رسول اللہ سے روایت کی لیکن ان کے عدد میں اختلاف ہے، بعضوں نے کہا کہ چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعض نے کہا کہ پانچ مرد اور ایک عورت سے اور بعضوں کا قول ہے کہ سات مرد اور ایک عورت سے روایت کی سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبداللہ بن انیس اور عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن ابی اوفی اور واثلہ بن اسقع اور عائشہ بنت عجرد ہیں اور تیسرے قول پر معقل بن یسار زائد ہیں اور قول ثانی پر جابر اور معقل داخل نہیں ہیں اور ابوالطفیل ہر ایک قول میں مذکور ہیں انتہیٰ۔

ملّا علی قاری نے طبقات الحنفیہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا بعض صحابہ کو دیکھنا بالتحقیق ثابت ہے اور اختلاف اس میں ہے کہ انہوں نے صحابہ سے روایت کی ہے یا نہیں لیکن معتبر یہ ہے کہ روایت کی ہے چنانچہ ہم نے اس بات کو سند الانام شرح مسند الامام میں بخوبی ثابت کیا ہے پس وہ تابعین اعلام میں سے ہیں جیسا کہ علمائے اعیان نے اس بات کی تصریح کی ہے انتہیٰ۔ درالمختار میں لکھا ہے کہ تحقیق یہ بات صحیح ہے کہ امام ابوحنیفہ نے سات صحابہ سے حدیث کو سُنا جیسا کہ منیۃ المفتی کے آخر میں مذکور ہے انتہیٰ۔

طحطاوی میں لکھا ہے کہ سیوطی نے تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ میں کہا کہ امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعی نے امام ابو حنیفہ کی روایت میں چار صحابیوں سے ایک جزء تالیف کی انتہیٰ۔ شامی میں لکھا ہے کہ بعض فضلاء نے کہا ہے کہ تحقیق علامہ طاش کبریٰ بہت سی روایات صحیحہ ایسی لایا ہے جن سے امام کا سماع حضرتِ انس بن مالک سے ثابت ہے اور مثبت نافی پر مقدم ہے انتہیٰ۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں لکھا ہے کہ صاحب جامع الاصول نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ کی اصحاب سے ملاقات و روایت اربابِ نقل کے نزدیک ثابت نہیں اور ابو حنیفہ کے اصحاب کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے چند اصحاب کو پایا اور ان سے روایت کی الخ میں کہتا ہوں کہ واقع میں یہ بات عقل سے بہت بعید ہے کہ امام کے زمانے میں اصحابِ رسول اللہ موجود ہوں اور آپ ان کی ملاقات کا قصد نہ کریں حالانکہ اصحاب کا موجود ہونا اور امام کا ان شہروں میں جانا جہاں اصحاب تھے، ثابت ہے اور امام کی زندگی سے ۲۰ سال کی مدت اصحاب کے زمانے میں گزری کیونکہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہ کا ثابت ہے۔ پس اصحابِ ابو حنیفہ کا قول حق ہے جو کہتے ہیں کہ امام نے ایک جماعت صحابہ کو پایا انتہیٰ۔ غایۃ الاوطار شرح درالمختار میں لکھا ہے کہ روایت اور درایت کی راہ سے حق بجانب حنفیہ ہے کیونکہ حنفیہ ملاقات اور روایت کے مثبت ہیں اور ایک جماعت نافی، حالانکہ یہ قاعدہ اہلِ اسلام میں مسلّم ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے اور اثبات بھی فقط حنفیہ میں منحصر نہیں بلکہ طبری شافعی اور ابنِ حجر شافعی بشہادت حافظ جلال الدین سیوطی شافعی بجانب اثبات یا تجویز کے ہیں نہ بجانب انکار واللہ اعلم۔

پس امام کا تابعی ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہے اور باعتبار ملاقات اور روایت کے عند التحقیق انتہیٰ۔ شامی میں لکھا ہے کہ امامِ ابو حنیفہ حدیث میں امام تھے کیونکہ آپ نے حدیث کو چار ہزار شیخ ائمہ تابعین وغیرہ سے اخذ کیا ہے اسی لئے آپ کو ذہبی وغیرہ نے طبقۂ حفاظ محدثین میں ذکر کیا انتہیٰ۔ ابن حجر نے خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ خطیب اسرائیل بن یوسف روایت کرتے ہیں کہ ابو حنیفہ نعمان اچھے آدمی تھے کوئی مثل ان کے حافظ ان احادیث کا جن میں فقاہت ہے اور ان کے منطوق و مفہوم کا اعلم نہ تھا۔ امام یوسف کہتے ہیں کہ میں نے کوئی شخص امام ابو حنیفہ سے تفسیر حدیث کا اعلم نہیں دیکھا اور نیز یہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی شخص حدیث کی تفسیر میں امام ابو حنیفہ سے اعلم نہیں دیکھا انتہیٰ۔

ابن حجر نے قلائد میں لکھا ہے کہ اعمش محدث نے ابوحنیفہ سے کچھ مسائل پوچھے، آپ نے احادیث سے ان کو جواب دیا، اس پر اعمش نے کہا کہ اے گروہِ فقہا، تم طبیب ہو اور ہم عطار ہیں یعنی صرف راویوں کے نام اور الفاظ پہچانتے ہیں اور تم ان کے معنے جانتے ہیں انتہیٰ۔ شیخ عبدالحق محدث نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ علماء کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے پاس کئی ایک صندوق تھے جن میں انہوں نے اپنی احادیثِ مسموعہ کو بند کیا تھا اور کہتے ہیں کہ آپ کے مشائخ جن سے آپ نے حدیث کو سماعت کیا، بجز صحابہ کے تین سو تابعین تھے اور جنہوں نے آپ سے آپ کی مسند کو روایت کیا، ان کی تعداد پانسو کی ہے اور کل استاد آپ کے علم میں چار ہزار آدمی ہیں اور ایک جماعت نے ان کو حروفِ تہجی کی ترتیب پر جمع کیا ہے انتہیٰ۔

مسند خوارزمی میں لکھا ہے کہ اخطب الخطباء خوارزم صدر الائمہ ابو المؤید موفق بن احمد مکی ابی حفص عمر بن امام ابی الحسن علی زنجری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے اصحاب میں دربارہ فضیلت تنازع برپا ہوا اور ایک شخص اپنے اپنے امام کی تعریف کرنے لگا۔ اس اثناء میں ابوعبداللہ بن ابی حفص کبیر نے جو منجملہ امام ائمہ حدیث اصحاب امام شافعی کے ہیں، فرمایا کہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے مشائخ کا شمار کرو، جن کے زیادہ ہونگے وہی افضل ہوگا، پس شمار کرنے پر امام شافعی کے اسی اور امام ابوحنیفہ کے چار ہزار مشائخ نکلے۔ ابن ابی اویس کہتے ہیں کہ میں نے ربیع بن یونس سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ امام ابوحنیفہ امیر المومنین ابوجعفر کے پاس گئے، اس وقت اس کے پاس عیسےٰ بن موسےٰ عباسی بیٹھا ہوا تھا، کسی نے منصور سے کہا کہ اے امیر المومنین یہ (یعنی ابوحنیفہ) اس وقت دنیا کے عالم ہیں۔ اس پر منصور نے کہا کہ اے نعمان تم نے کس سے علم پڑھا؟ آپ نے فرمایا کہ اصحاب حضرت عمر بن خطاب سے جو حضرتِ عمر سے روایت کرتے ہیں اور اصحاب حضرت علی سے جو حضرت علی سے روایت کرتے ہیں اور اصحاب عبداللہ بن مسعود اور اصحاب عبداللہ بن عباس سے جو اپنے اپنے صاحب سے روایت کرتے ہیں، اس پر منصور نے کہا کہ آپ نے بے شک نفس کے

ؔ یہاں سے صاحب اتحاف النبلاء کے اس اعتراض کی بخوبی تردید ہوتی ہے جو صفحہ ۲۴۴ پر لکھا ہے کہ و آنکہ گفتہ اند کہ مشائخ وے بہ چہار ہزار کس میرسند محتاج سند است انتہیٰ علاوہ اس کے کچھ حنفی ہی نہیں کہتے کہ امام ابوحنیفہ کے اس قدر مشائخ تھے بلکہ حافظ ذہبی وابن حجر وغیرہ ائمہ شافعیان کے چار ہزار مشائخ کی شہادت دے رہے ہیں ۱۲ منہ

واسطے خوب مضبوط کام کیا ہے۔ انتہیٰ۔
نافع الکبیر میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ سے عبداللہ بن مبارک و عبداللہ بن یزید المقری و فضل بن دکین و مکی بن ابراہیم بلخی و ابراہیم بن طہمان و شعیب بن اسحٰق دمشقی و ابو عاصم ضحاک بن مخلد و عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی و عبدالرزاق بن ہمام و عبدالعزیز بن ابی رواد و عبدالوارث بن سعید و علی بن ظبیان الکوفی و ابیض بن الاعز و عامر بن فرات و عبید اللہ بن یزید القرشی و عبید اللہ بن عمرو الرقی وغیرہم نے جو مروی عنہ اصحاب صحاح ستہ ہیں خصوصاً عبداللہ بن یزید المقریٰ اور فضل بن دکین جو امام بخاری کے شیوخ کبار میں سے ہیں، روایت کی۔ مسند خوارزمی میں لکھا ہے کہ امام بخاری لکھتے ہیں کہ امامِ ابو حنیفہ سے عباد بن العوام و ہیثم و وکیع بن الجراح و مسلم بن خالد و ابو معاویہ ضریر نے روایت کی ہے اور نیز عبداللہ بن مبارک و یزید بن ہارون و عبدالعزیز بن ابی رواد و عبدالحمید بن ابی رواد و سفیان بن عیینہ و فضیل بن عیاض و داؤد طائی و ابن جریح و عبداللہ بن مقری نے آپ سے نو سو احادیث روایت کی ہیں اور سفیان ثوری اور ابنِ ابی لیلیٰ و ابن شبرمہ نے ایک ایک حدیث روایت کی اور مسعر بن کدام و اسمٰعیل بن خالد و شریک بن عبداللہ اور حمزہ بن حبیب مقری نے بھی بہت احادیث آپ سے روایت کیں اور عاصم بن ابی النجود امام القراء جو شیخ امام ابو حنیفہ ہیں، اکثر مسائل آپ سے پوچھتے اور آپ کے قول پر عمل کرتے اور کہتے اے ابو حنیفہ! تم کو خدا نیک جزا دے، ہم نے آپ کو چھوٹی عمر میں دیا اور بڑی عمر میں آپ سے لیا اور خطیب خطباء خوارزم صدر الائمہ ابو المؤید موفق بن احمد مکی نے مناقب امام ابو حنیفہ میں لکھا ہے کہ مشائخ اسلام میں سے جو مختلف اطراف و اکناف میں رہتے تھے، سات سو مشائخ نے آپ سے روایت کی ہے انتہیٰ۔
عقود الجواہر المنیفہ میں لکھا ہے کہ محمد بن حسین موصلی محدث نے اپنی کتاب ضعفا کے اخیر میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین نے کہا کہ وکیع بن جراح امام ابو حنیفہ کے مذہب پر فتوے دیا کرتے تھے اور امام کی تمام حدیثوں کو یاد رکھتے تھے اور انہوں نے بہت سی حدیثیں ان سے سنی تھیں۔ ایک دفعہ یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ امام ابو حنیفہ حدیث کی روایت میں کیسے ہیں؟ فرمایا صدوق ہیں۔ ایک دفعہ پھر ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو ابو حنیفہ و شافعی و ابو یوسف میں سے کون دوست تر ہے؟ فرمایا کہ میں شافعی کی حدیث پسند نہیں کرتا اور ابو حنیفہ سے ایک گروہ صالحین نے حدیث کی روایت کی اور ابو یوسف اگرچہ صدوق ہیں مگر میں ان سے

روایت جائز نہیں دیکھتا انتہیٰ۔ تعلیق المجد میں بحوالہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی، لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے وکیع و یزید بن ہارون و سعد بن الصلت و ابوعاصم و عبدالرزاق و عبیداللہ بن موسیٰ و بشر کثیر نے روایت کی اور احمد بن محمد بن قاسم نے یحییٰ بن معین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کے حق میں لاباس بہ و لم یکن متّہما فرمایا اور یہ الفاظِ توثیق سے ہے اور خیرات الحسان میں ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی سے منقول ہے کہ جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے احادیث روایت کیں اور ان کی توثیق کی وہ بہت زائد ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے ان پر طعن کیا اور امام علی بن مدینی نے جو اکابر محدثین سے امامِ بخاری کے شیخ ہیں، کہا کہ ابوحنیفہ سے ثوری و ابنِ مبارک و حماد بن زید و ہشام و وکیع و عباد بن عوام اور جعفر بن عون نے روایت کی اور وہ ثقہ لاباس بہ ہیں اور شعبہ ان کے حق میں خوش عقیدہ تھے انتہیٰ۔

مغنی میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے عبداللہ بن مبارک و وکیع و یزید بن ہارون و علی بن عاصم و ابویوسف و محمد بن حسن وغیرہم نے روایت کی انتہیٰ۔ شامی میں لکھا ہے کہ ابن حجر نے بعض ائمہ سے روایت کی ہے کہ اسلام کے مشہور ائمہ میں سے کسی کے اتنے اصحاب اور شاگرد ظاہر نہیں ہوئے جتنے کہ امام ابوحنیفہ کے تھے اور جس قدر علماء وغیرہ نے آپ سے اور آپ کے صحاب سے تفسیرِ احادیثِ مشتبہ اور مسائل مستنبطہ اور نوازل و قضایا اور احکام وغیرہ میں فائدہ اٹھایا ہے اور کسی سے نہیں اٹھایا، اور بعض متحدثین نے آپ کے ترجمہ میں آپ کے آٹھ سو شاگرد مع اسم و نسب وطول ذکر کے بیان کئے ہیں انتہیٰ، علاوہ اس کے آپ کے پندرہ مسانید ہیں جن میں حفاظِ حدیث اور ائمہ دین نے آپ کی روایات کو جمع کیا ہے چنانچہ پہلی مسند کو امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی المعروف بہ عبداللہ استاذ، دوسری کو امام حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد جعفر شاہد عدل، تیسری کو امام حافظ ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسےٰ بن عیسےٰ، چوتھی کو امام حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی، پانچویں کو شیخ ثقہ العدل ابوبکر محمد عبدالباقی بن محمد انصاری، چھٹی کو امام حافظ صاحب جرح و تعدیل ابومحمد احمد بن عبداللہ بن عدی جرجانی، ساتویں کو امام حسن بن زیاد لولوئی، آٹھویں کو حافظ عمر بن حسن انصاری، نویں کو امام حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد کلاعی، دسویں کو حافظ ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی، گیارہویں کو امام ابویوسف، بارہویں کو امام محمد بن حسن شیبانی، تیرہویں کو امام حماد بن امام ابوحنیفہ، چودہویں کو نیز امام محمد بن حسن شیبانی، پندرہویں

کو حافظ ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن العوام سعدی نے جمع کیا اور ان سب کو بحذفِ اسانید و تکرار احادیث کے امام ابوالمؤید خوارزمی نے مسند خوارزمی المشہور بہ مسند امام اعظم میں جمع کیا۔ مسند خوارزمی میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے جن اصحاب نے آپ سے آپ کی مسانید کو روایت کیا ہے وہ پانسو یا اس سے کچھ زیادہ ہیں اور درمیان ان کے وہ مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام شافعی نے اپنی مسند میں جس کو ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نے جمع کیا ہے، روایت کی ہے اور اس میں ان کے کل مشائخ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے بیس شیخ ہیں اور نیز اس پانسو کی تعداد میں وہ مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام احمد بن حنبل اور بخاری و مسلم اور ان کے شیوخ نے امام ابو حنیفہ کے اصحاب سے روایت کی ہے انتہیٰ۔ زرقانی مالکی نے شرح موطا میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ سے پانسو یا سات سو یا ایک ہزار اور چند یا ایک ہزار سات سو یا چھ سو چھیاسٹھ احادیث مروی ہوئی ہیں انتہیٰ۔

اس بیان سے صاحبِ اتحاف النبلاء کا وہ تعصب بلکہ دروغ بے فروغ اظہر من الشمس ہے جو کتابِ مذکور میں کمال جرأت سے لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ سے سلسلۂ روایت حدیث کا برپا نہیں ہوا، عارف شعرانی مالکی نے اپنی میزان کی جلد اول میں لکھا ہے کہ تحقیق خدا نے مجھ پر احسان کیا ہے ساتھ معائنہ تین مسندوں امام ابو حنیفہ کے اور نسخے ان کے صحیح تھے، ان پر حفاظِ حدیث کی تحریرات موجود تھیں جن میں سے اخیر حافظ دمیاطی کی تھی پس ان میں میں نے کسی حدیث کو ایسا نہیں پایا جو بجز عمدہ تابعین عادل و ثقہ کے جیسے اسود و علقمہ و عطا و عکرمہ و مجاہد و مکحول اور حسن بصری وغیرہ ہیں، کسی اور سے انھوں نے اس کو روایت کیا ہو، پس تمام رُواۃ حدیث کے ابو حنیفہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عادل اور ثقہ ہیں اور کوئی ان میں کاذب یا متہم بکذب نہیں ہے انتہیٰ۔ اور وہ جو صاحبِ اتحاف النبلاء نے حسبِ عادتِ خود مسانیدِ امامِ ہمام کی نسبت بایں طور نیش زنی کی ہے کہ "وایں مروی قلیل کہ از وے جمع کردہ اند نیز متکلم علیہ است و در رتبہ مرویات دیگران نیست الخ" اس کا جواب خود ہی صاحبِ میزان نے مثل دیگر محققین کے جلد مذکور میں اس طرح پر لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ جب تم نے یہ کہا کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کی اَدِلّہ میں کوئی حدیث ضعیف نہیں ہے کیونکہ راوی جو امام موصوف اور رسول اللہ کے درمیان صحابہ و تابعین سے ہیں وہ جرح سے سالم ہیں پس اس قول کا تمہارے پاس کیا جواب ہے جو بعض حفاظِ حدیث کہتے ہیں کہ فلاں دلیل امام ابو حنیفہ کی ضعیف ہے، سو اس کا جواب یہ ہے

کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کو یقیناً ان راویوں پر محمول کریں جو امام سے اتر کر ان کی سندیں ان کی وفات کے بعد ہوئی ہیں جبکہ انہوں نے اس حدیث کو اور طریق سے سوائے طریق امام کے روایت کیا ہے کیونکہ ہر ایک حدیث جو ہم نے امام کی مسانید ثلاثہ میں پائی ہے ، ضرور وہ صحیح ہے اور اگر وہ ان کے نزدیک صحیح نہ ہوتی تو امام موصوف کبھی اس سے استدلال نہ کرتے اور امام کے بعد ان کی سند میں مثلاً کسی کاذب یا متہم بکذب کا وجود کوئی قباحت نہیں رکھتا اور کافی ہے ہم کو صحت حدیث کے لئے مجتہد کا استدلال پھر واجب ہے ہم پر اس کو عمل میں لانا اگرچہ بجز امام کے اور کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا انتہیٰ ۔

شامی میں جلد رابع کی فصل فیما یدخل فی البیع تبعاً و مالا یدخل میں لکھا ہے کہ مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا وہ استناد حدیث کی تصحیح کے لئے کافی ہوتا ہے انتہیٰ ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں و حاصل ایں سخن آں ست کہ اعتماد بر تصحیح و تنقید ائمہ مجتہدین و اکابر سلف ست و چوں ایشاں حدیثے را تلقی بقبول کردہ و عمل بداں نمودہ و انکار و اعتراض برایشاں بہ تقلید علماء محدثین کہ مشہور اند جائز نباشد و التزام ایشاں بحکم ایں جماعت تحکم و مکابرہ است انتہیٰ ۔

علاوہ اس کے اگر کوئی حدیث مسانید امام اعظم میں متکلم فیہ موجود بھی ہو تو اس سے کوئی قباحت لازم نہیں آتی کیونکہ کیا صحاح ستہ میں کوئی حدیث متکلم فیہ نہیں حالانکہ سنن ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں بہت سی حدیثیں ایسی بھی موجود ہیں جو متفق علیہ ضعیف ہیں چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ کتب ستہ کہ مشہور اند در اسلام عبارت اند از صحیح بخاری و مسلم و جامع ترمذی و سنن ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و نزد بعض مؤطا ست بدل ابن ماجہ دریں کتب ستہ اقسام احادیث از صحاح و حسان و ضعاف ہمہ موجود است و تسمیہ آں صحاح بطریق تغلیب است انتہیٰ ۔ اجوبہ فاضلہ للاسئلۃ العشرۃ الکاملہ میں لکھا ہے کہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ سنن اربعہ میں صحیح و حسن و ضعیف اور منکر حدیث موجود ہیں اور ذہبی نے اعلام سیر النبلاء میں ذکر کیا ہے کہ ابن ماجہ گو حافظ صدوق واسع العلم تھا مگر اس کے سنن میں مناکیر اور کچھ موضوعات حدیث ہیں اور مسند امام احمد کی احادیث ضعیفہ کا مجموعہ ہے اور ان کے ساتھ حجت پکڑنی واجب نہیں اور ان میں چند احادیث ہم شکل موضوعہ ہیں لیکن وہ دریا میں گویا قطرہ ہیں اور حافظ سیوطی سے منقول ہے کہ مؤطا میں کچھ اوپر ستر حدیث ایسی ہیں جو امام مالک نے خود ان پر عمل نہیں کیا اور

اس میں احادیث ضعیفہ ہیں اور محلّٰی شرح موطا سے منقول ہے کہ بہت سی احادیث جن کی ترمذی نے تصحیح وتحسین کی ہے اور محدثین نے ان کی تضعیف کی ہے بلکہ بعض نے یہ کلی حکم لگا دیا ہے کہ ترمذی سے تصحیح وتحسین میں گونہ تساہل ہوا ہے اور میزان میں لکھا ہے کہ ترمذی کی تحسین پر غرہ نہ ہونا چاہیئے اور زاد المعاد میں لکھا ہے کہ ترمذی سے تصحیح میں گونہ تساہل ہوا ہے انتہٰی۔ بلکہ دور کیوں جاتے ہو خود صحیحین خصوصاً صحیح بخاری کو جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے دیکھو کہ ان میں بھی بہت سی متکلم فیہ احادیث موجود ہیں چنانچہ نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر کی شرح میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ سخاوی نے شرح الفیہ میں ذکر کیا ہے کہ بخاری کے راویوں میں اسّی اور مسلم کے راویوں میں ایک سو ساٹھ رجال متکلم بالضعف موجود ہیں اور ان دونوں کتابوں میں کل دو سو دس احادیث ایسی ہیں جن پر نقاد حدیث نے نشان کیا ہے جن میں سے تقریباً اسّی حدیث تو بخاری سے مختص ہیں اور بتیس میں دونوں مشترک ہیں اور باقی مسلم سے مختص ہیں انتہٰی۔ شیخ الاسلام نے شرح بخاری کے مقدمہ میں لکھا ہے آنانکہ منفرد شدہ بخاری باخراج حدیث آنہا نہ مسلم چہار صد وسی وچند مرد اند کہ ازاں جملہ کسانیکہ سخن کردہ شدہ دراں ہشتاد کس اند و آنانکہ منفرد شدہ مسلم باخراج حدیث آنہا نہ بخاری شش صد وبست مرد اند کہ کلام کردہ شدہ بضعف ازاں دریک صد وشصت وشک نیست کہ تخریج ازاں کسے کہ سخن کردہ نشدہ دراں اصلاً بہتر است از تخریج از انکہ کلام کردہ شدہ دراں اگرچہ آں کلام قادح نباشد انتہٰی۔

اور قسطلانی شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ مضعف حدیث وہ ہے کہ جس کے ضعف پر اجماع نہ ہو بلکہ اس کے متن یا اس کی سند میں بعض نے تضعیف اور بعض نے تقویت کی ہو اور یہ قسم ضعیف سے اعلیٰ ہے اور بخاری میں اسی قسم سے ہیں انتہٰی۔ اور شرح سفر السعادت کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ بہ تحقیق اخراج کردہ است مسلم در کتاب خود از بسیارے از رواۃ کہ سالم نیستند از غوائل جرح وہمچنیں در کتاب بخاری جماعۃ اند کہ تکلم کردہ شدہ است در ایشاں انتہٰی۔ اور میزان الشعرانی میں لکھا ہے کہ تحقیق شیخین نے اثبات ادلۂ شرعیہ کے چگنے کے لئے بہت سی حدیثیں ان اشخاص سے نکالی ہیں جن پر لوگوں نے تکلم کیا ہے تاکہ لوگوں کو ان سے فضیلت عمل کی حاصل ہو، پس اس میں امت کے لئے فضل کثیر ان کی تجریح سے افضل ہے جیسے کہ امت کے واسطے ان کی احادیث کو ضعیف کرنے میں بسبب تخفیف امر کے رحمت ہے اگرچہ حفاظ حدیث نے اس کا قصد نہیں کیا، پس تحقیق اگر وہ کچھ احادیث ضعیف لکھتے اور سب کو صحیح قرار دیتے تو البتہ

ان کے ساتھ عمل کرنا واجب ہوتا حالانکہ اکثر آدمی ان پر عمل کرنے سے عاجز رہ جاتے انتہیٰ۔ پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ تحقیق ظاہر ہوا ہے تیرے لئے یہ کہ جائز نہیں ہے واسطے ہمارے چھوڑنا ہر ایک اس حدیث کا جس میں لوگوں نے کلام کیا ہے مجرد کلام کے کیونکہ اکثر حدیثیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو متابعات میں سے ہیں اور ان کے شواہد ظاہر ہوئے ہیں اور اصل ان کا موجود ہے اور سوا اس کے نہیں ہمارے لئے اس حدیث کا ترک کرنا جائز ہے جو منفرد ہے اور اس میں ثقات کی مخالفت ہے اور اس کا شواہد ظاہر نہیں ہوا اور اگر ہم مجرد کلام کے ہر ایک حدیث کے جس کے راوی میں بعض لوگوں نے کلام کیا ہے ترک کرنے کا دروازہ کھول دیں تو البتہ بڑے بڑے اہم احکام شریعت کے ضائع ہو جائیں انتہیٰ۔ اور وہ جو حجۃ اللہ البالغہ میں مسند خوارزمی کو کتب احادیث طبقۂ رابعہ میں سے شمار کیا گیا ہے، اس سے امام اعظم کی مرویات کی تضعیف کسی طرح لازم نہیں آتی کیونکہ مسند خوارزمی اس مجموعہ مسانید کا نام ہے جس میں قاضی القضاۃ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد خوارزمی نے ۶۶۵ھ میں بحذف اسناد و تکرار احادیث کے ان پندرہ مسانید کو جمع کیا ہے جن کو امام اعظم کے اصحاب نے بے واسطہ اور دیگر حفاظ حدیث نے بواسطہ امام کی مرویات سے جمع کیا تھا پس ظاہر ہے کہ بسبب حذف اسناد ماقبل امام اور نیز مجموعہ ہونے اور اس بات کو ظاہر کرنے کے کہ ہر ایک حدیث کس کس سند سے نقل کی گئی ہے۔ مسند خوارزمی کی وہ حیثیت نہیں رہی جو اصل مسانید کو ہے جیسے کہ مشکوٰۃ شریف بباعث حذف اسناد اور مجموعہ کتب احادیث ہونے کے وہ حیثیت نہیں رکھتی جو بذاتہ صحاح ستہ وغیرہ کو ہے گو احادیث مندرجۂ مشکوٰۃ صحیح اور قابل اعتبار کیوں نہ ہوں اسی طرح مسند مذکورہ کی بھی احادیث مندرجہ اگرچہ صحیح اور قابل اعتماد ہیں مگر وہ خود بحیثیت کذائی طبقۂ رابعہ میں شمار کی گئی ہے، اور اگر اس بات کو مسلم نہ رکھا جائے تو لازم آتا ہے کہ اس میں جو مرویات امام اعظم کی درج ہیں وہ سب کی سب معاذ اللہ ضعیف ہیں حالانکہ کوئی عاقل اس کو روا نہ رکھے گا کیونکہ صدہا احادیث مندرجۂ مسند مذکور لفظاً و معنًی صحاح ستہ خصوصاً صحیح بخاری و مسلم کے مطابق ہیں چنانچہ جس کو اس بات کی تحقیقات منظور ہو وہ کتاب عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ امام ابی حنیفہ کو جو خاص اس تطبیق کی غرض سے تالیف ہوئی ہے، دیکھ کر اپنی تسلی کر لے۔

اور وہ جو تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ (امام ابوحنیفہ سے سترہ حدیثیں مروی ہوئی ہیں) اور اس قول کو نواب صدیق حسن خاں نے ابجد العلوم میں بڑے فخر سے نقل کیا ہے اور

ان کے مقلد محض محی الدین تاجر کتب نے تو اسے ایک اعلیٰ دستاویز سمجھ کر ظفر المبین میں یہی دعویٰ کر لیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو کل سترہ حدیثیں پہنچی ہیں، سو وہ نقلاً و عقلاً مردود ہے اور بجز متعصب شخص کے جس کو دیانت و امانت سے کچھ سروکار نہ ہو، کوئی اس پر اعتماد نہیں کر سکتا کیونکہ اول اگر اس قول کو ابن خلدون یا کاتب کی غلطی یا زلّہ قرار نہ دیا جائے تو یہ قول ان تحریرات کے سراسر مخالف ٹھہر کر شاذ و مردود ثابت ہوتا ہے جو علمائے ثقات سے پیچھے مذکور ہوئی ہیں پس ممکن ہے کہ ابن خلدون نے سبعمائۃ یعنی سات سو لکھا ہو اور غلطی سے سبعۃ عشر یعنی سترہ ہو گیا ہو بلکہ ناسخ کی غلطی کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اس سے مابعد کی عبارت جو تاریخ مذکور میں ہے، اس بات پر بخوبی دال ہے چنانچہ لکھا ہے وقد یقول بعض المبغضین المتعصبین الیٰ ان منھم من کان قلیل البضاعۃ فی الحدیث فلھذا قلت روایتہ ولا سبیل الیٰ ھٰذا المعتقد فی کبار الائمۃ لان الشریعۃ انما توخذ من الکتاب و السنۃ یعنی بعض دشمن متعصبوں نے جو اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ائمہ میں سے جو حدیث میں قلیل البضاعت ہے اسی لئے اس سے قلیل روایت ہوئی ہے لیکن اس اعتقاد کی ائمہ کبار مجتہدین کے حق میں کوئی سبیل نہیں کیونکہ احکامِ شرعیہ قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں پس جب تک قرآن و حدیث میں معرفت تامہ حاصل نہ ہو احکامِ شرعیہ کا ان سے اخراج کیونکہ ہو سکتا ہے، اور پھر اس کے بعد لکھا ہے والامام ابو حنیفۃ انما قلت روایتہ لما شدد[1] فی شروط الروایۃ و التحمل وضعف روایۃ الحدیث الیقینی اذا عارضھا الفعل النفسی وقلت من اجلھا روایتہ فقل حدیثہ لانہ ترک روایۃ الحدیث متعمدا فحاشاہ من

---

[1] عبد الرشید کاشمیری نے حاشیہ ابجد العلوم کے صفحہ ۴۴۸ میں جو اس عبارت پر بایں طور جرح کی ہے کہ امام ابو حنیفہ اگر تابعی ہیں تو لا محالہ ان کی روایت اصحاب سے ہوگی پس اس صورت میں تشدید شروط کے کیا معنی ہیں حالانکہ سب اصحاب عدول ہیں اور اگر تابعی نہیں تو بھی تشدید شروط کی پائی نہیں جاتی کیونکہ جو احادیث امام ابو حنیفہ کے طریق سے مروی ہیں ان میں حفاظ متوسطین کی شروط جیسی بھی کوئی شرط نہیں پائی جاتی، جواب اس کا یہ ہے کہ آپ نے اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھا یونہی خون لگا کر شہداء میں داخل ہوئے اور نواب صاحب بہادر کو خوش کر کے امیدوار انعام و اکرام کے بنے ہیں، ابن خلدون کا تشدید شروط روایت سے اس تشدید کی طرف سے اشارہ ہے جو امام ابو حنیفہ روایت بالمعنی کو جائز نہیں رکھتے بلکہ اسی حدیث کی روایت جائز رکھتے ہیں جو روز سماعت سے روایت کے دن تک بعینہٖ لفظاً یاد ہو سوا اہل حدیث میں سے کسی نے ایسی شرط نہیں لگائی نہ یہ کہ راویوں کی عدالت و ثقاہت کی نسبت امام ہمام نے زیادہ تشدید کی ہو جیسا کہ آپ نے سمجھا ہے ۱۲ منہ

ذلك ويدل على انه من كبار المجتهدين فى علم الحديث اعتماد مذهبه بينهم والتعويل عليه واعتباره ردا وقبولا واما غيره من المحدثين وهم الجمهور فتوسعوا فى الشروط وكثر حديثهم والكل عن اجتهاد وقد توسع اصحابه من بعده فى الشروط وكثرت روايتهم وروى الطحاوى فاكثر و كتب مسنده۔ یعنی امام ابوحنیفہ سے اس لئے قلیل روایت ہوئی کہ انہوں نے روایت اور اس کے تحمل کے بارہ میں سخت قیدیں لگائیں اور حدیث یقینی کو جب کہ اس کو فعل نفسی معارض ہو ضعیف سمجھا نہ یہ کہ معاذ اللہ انہوں نے حدیث کی روایت کو عمداً چھوڑ دیا اور قوی دلیل ان کے علم حدیث میں بڑے مجتہد ہونے پر یہ ہے کہ جملہ مجتہدین و محدثین ان کے اقوال پر اعتماد کرتے ہیں اور مجتہدین کے اقوال سے بحث کرتے ہیں تو ان کے اقوال سے بھی خواہ بطور رد کے، خواہ بطور قبول کے بحث کرتے ہیں اور سوائے ان کے اور جمہور محدثین نے روایت کے بارہ میں وسعت دی ہے اور آسان قیدیں لگائی ہیں جس کے باعث ان سے حدیث کی زیادہ روایت ہوئی اور ہر ایک نے ایسی قیدیں و شرطیں اجتہاد سے مقرر کیں بلکہ خود تلامذہ امام ابوحنیفہ نے ان کے بعد شروط میں وسعت دی اور کثرت کے ساتھ ان سے روایت ہوئی چنانچہ امام طحاوی حنفی نے بہت روایتیں حدیث کی کیں اور ایک مسند روایت ابوحنیفہ کی لکھی۔ دیکھو اگر ابن خلدون کے نزدیک صرف سترہ حدیثیں امام اعظم کو پہنچی ہوتیں تو وہ اس شد و مد سے ان کے کبار مجتہدین فی الحدیث ہونے کی شہادت نہ دیتا اور ان کو حدیث میں قلیل البضاعت سمجھنے والوں کی مثل دیگر علماء کے اس زور و شور سے تردید نہ کرتا جیسا کہ شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ چونکہ مجتہد کو معانی قرآن و حدیث و اقوال سلف پر اطلاع اور معرفت ناسخ و منسوخ شرط ہے اس لئے وہ ہم فقیہ اور ہم محدث ہوتے ہیں جیسے کہ بیان کرتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے پاس کئی ایک صندوق صحائف حدیث سے بھرے ہوئے موجود تھے لیکن چونکہ آپ کا اور آپ کے یاروں کا اشتغال فقہ اور وضع مسائل اور ان کے اصول و فروع کے استنباط کی طرف کثرت سے تھا اس لئے سلسلہ روایت حدیث کا آپ سے کم برپا ہوا نہ یہ کہ معاذ اللہ تمسک اور استدلال آپ کا احادیث کے ساتھ نہ تھا بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ غالباً مذہب آپ کا عدم صحت نقل بالمعنی ہے اور اکثر احادیث ایسی ہی منقول و مروی ہیں پس انہوں نے اس میں عدم احتیاط کے سبب سے کمتر روایت

کی ہے انتہیٰ۔

میزان الشعرانی میں لکھا ہے کہ اصحاب سنن وہ ہیں جو حفاظ حدیث اور اس پر اطلاع رکھتے ہیں مثل ائمہ مجتہدین اور ان کے متبعین کے کیونکہ انہیں نے مشتمل بر احکام سنن کو سمجھا ہے انتہیٰ۔ پھر اسی میں لکھا ہے کہ ابوبکر بن عیاش کہتے تھے کہ اہل حدیث ہر ایک زمانہ میں مثل اہلِ اسلام کے ساتھ دوسرے اہل ادیان کے ہیں اور مراد اہلِ حدیث سے وہ لوگ ہیں جو فقہا ر اہل سنت سے ہیں اگرچہ وہ حفاظ نہیں انتہیٰ۔ ملّا علی قاری نے شرح مسند امام ابوحنیفہ میں لکھا ہے کہ چونکہ امام دلائل سے استخراج مسائل میں مشغول تھے، اس لئے ان سے قلیل روایت ظاہر ہوئی جیسے کہ اجل صحابہ مثل ابوبکر[1] وعمر جب امر اہم کی رعایت میں مشغول تھے تو نقل احادیث و روایت میں مقلین تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص علم کتاب اور سنت کا محیط نہ ہو وہ کیونکر امت کا امام و مقتدا مقصود ہو سکتا ہے اور کیونکر تمام فقہا ر اس کے عیال ہو سکتے ہیں خصوصًا صدر اول میں باوجود بہت سے ائمہ مجتہدین کے اور طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ کسی شخص کو لائق نہیں ہے کہ کسی حدیث کی روایت کرے مگر اس وقت کہ جب وہ اس کو روز سماعت سے لے کر روایت کے دن تک بعینہٖ یاد رکھے۔

حاصل کلام یہ کہ امام ابوحنیفہ جمہور محدثین کے برخلاف روایت بالمعنی کو جائز نہیں رکھتے پس اسی علت شریف سے ان سے خارج میں تھوڑی روایت ظاہر ہوئی انتہیٰ۔ شامی میں لکھا ہے کہ جو شخص حدیث میں امام ابوحنیفہ کو بے اعتبار سمجھتا ہے پس یا تو وہ تساہل کرتا ہے یا مرض حسد میں مبتلا ہے کیونکہ جو شخص ایسا ہو وہ کس طرح پر اس قدر مسائل کا استنباط کر سکتا ہے جس قدر کہ آپ نے کیا ہے حالانکہ آپ نے ہی پہلے پہل وجہ مخصوص پر جو آپ کے

---

[1] باوجودیکہ حضرت ابوبکر صدیق اعلم صحابہ تھے چنانچہ حافظ سیوطی کی تاریخ الخلفار کی فصل نے علمہ میں لکھا ہے و من الدال علی انہ اعلم الصحابۃ حدیث صلح الحدیبیۃ انتہیٰ پھر فصل فیما روی عنہ من الحدیث المسند میں لکھا ہے وقد ذکر عمر فی حدیث البیعۃ السابق ان ابابکر لم یترک شیئاً انزل فی الانصار ولا ذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شانہم الا ذکرہ وہذا اول دلیل علی کثرۃ محفوظۃ من السنۃ وسعۃ علمہ بالقرآن انتہیٰ ۱۲

اصحاب کی کتب میں مذکور ہے ادلّہ سے استنباطِ مسائل کیا ہے اور چونکہ آپ کا اشتغال اس امراہم
میں بہت زیادہ تھا اس لئے آپ سے احادیث کی روایت خارج میں چنداں ظاہر نہ ہوئی جس
طرح حضرت ابوبکر وعمر جب عام مصالحِ مسلمین میں مشغول ہوئے تو ان سے احادیث کی روایت
مثل صحابۂ صغار کے عام تام ظاہر نہ ہوئی ۔ اسی طرح امام مالک و شافعی سے اس قدر حدیث کی
روایت ظاہر نہیں ہوئی جتنی کہ ان لوگوں سے ہوئی ہے جو صرف واسطے روایت کے فارغ تھے
مثل ابی زرعہ و ابن معین وغیرہ کے کیونکہ یہ دونوں استنباطِ مسائل میں مشتغل رہتے تھے حالانکہ کثرتِ
روایت بدوں درایت میں چنداں خوبی نہیں ہے بلکہ ابن عبد البر نے اس کی مذمت میں ایک
باب منعقد کیا ہے اور کہا ہے کہ علماء و فقہاء اور جمہور مسلمین نے بجز تفقہ و تدبر کے اکثارِ
روایت حدیث کو مذموم کہا ہے اور ابن شبرمہ نے کہا ہے کہ حدیث کی روایت کم کر تاکہ تو فقیہ
ہو جائے انتہیٰ ۔ بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ امامِ مالک نے فرمایا ہے کہ کثرت سے روایت
کرنا کچھ علم نہیں ہے بلکہ علم وہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ آدمی کے سینہ میں رکھتا ہے انتہیٰ ۔

دوم کل سترہ حدیثیں امامِ ابوحنیفہ کو پہنچنا سراسر خلافِ نقل ہے کیونکہ اگر پندرہ
مسانید متذکرہ بالا سے قطع نظر کیا جائے اور صرف دیگر تصانیف تلامذۂ امام دیکھی جائیں جن
میں بذریعہ امام بسندِ مسلسل اخبار و آثار مروی ہیں مثل امام محمد کی مؤطا و کتاب الآثار و کتاب الحج
اور سیر کبیر اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج و امالی وغیرہ تو بھی صدہا روایاتِ امام کی نکلیں گی ،
علاوہ ان کے مصنف ابن ابی شیبہ و مصنف عبد الرزاق و تصانیف دار قطنی و تصانیف حاکم و
تصانیف بیہقی اور تصانیف طحاوی مثل شرح معانی الآثار اور مشکل الآثار وغیرہ کو دیکھو کہ ان میں
کس قدر امام ابوحنیفہ کے ذریعہ سے بسندِ متصل روایات موجود ہیں ۔

سوم ہر ایک شخص جانتا ہے کہ امام کا زمانہ آخر زمانہ اصحاب اور شروع زمانہ تابعین کا
تھا اور نیز دستور زبانی احادیث یاد رکھنے کا تھا جس سے اس زمانے میں ایک ایک طفلِ مکتب
کو بھی صدہا احادیث یاد تھیں پس باوجود اس کے یہ کہنا کہ امامِ اعظم کو صرف سترہ احادیث پہنچیں
سراسر حماقت ہے ۔

چہارم مسائل فرعیہ عبادات و معاملات میں جو امامِ ابوحنیفہ سے ان کے تلامذہ کی
کتابوں میں بسندِ متصل نقل ہوئے ہیں مثل کتب ستہ امام محمد جامع صغیر و جامع کبیر و سیر کبیر و سیر صغیر
و مبسوط و زیادات و نیز کتاب الآثار و کتاب الحج اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج و امالی اور ابن زیاد

کی کتاب مجرد وغیرہ میں وہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے حالانکہ وہ سب نہ قرآن میں منصوص ہیں اور نہ اجماع سے ثابت ہوئے ہیں اور اکثر ان کے ایسے ہیں کہ صرف قیاس ورائے میں نہیں آسکتے۔ پس اگر امام اعظم کو کثرت سے احادیث نہ پہنچتیں تو وہ کس طرح ان کے ساتھ فتوے دیتے اور کہاں سے ان مسائل کا استخراج کرتے اور جس شخص کو کل سترہ حدیثیں پہنچی ہوں وہ کس طرح سے ہزار ہا احکام کا صرف مطابق احادیث کے فتوے دے سکتا ہے اور یہ کسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ امام کی روایات مسموعہ فقط سترہ ہوں اور یوں ان کو احادیثِ کثیرہ اطلاع ہو جن سے انہوں نے احکامِ شرعیہ استخراج کئے کیونکہ اس زمانے میں حال کی طرح احادیث کی کتابیں تالیف نہیں تھیں بلکہ احادیث و احکام شرع کا مدار صرف سماع پر تھا۔

پنجم امامِ اعظم کے مشائخ علم میں حسبِ بیانِ ابنِ حجر وغیرہ محدثین کے چار ہزار ہیں جنہیں سے تین سو کے قریب تو ان کی مسانید ہی میں مذکور ہیں جن کے نام پیچھے درج ہو چکے، جن سے انہوں نے بلا واسطہ متعدد روایات کی ہیں، پس سترہ حدیث کے کیا معنیٰ؟

ششم امام ذہبی وغیرہ نقادِ رجال نے امام کو زمرۂ حفاظِ احادیث میں ذکر کیا ہے پس جس شخص کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہوں وہ زمرۂ حفاظ میں تو کجا، محدثین میں بھی شمار نہیں ہو سکتا۔

ہفتم خود ابنِ خلدون نے امام کو کل سترہ حدیثیں پہنچنے پر اعتبار نہیں کیا بلکہ بہ لفظ یُقال کہ جس سے اشارہ اس کے ضعف کی طرف ہے، تحریر کیا ہے پس بمقابلہ اقوال اہلِ ثقات کے صریح قول ضعیف پر اعتماد کرنا دانائی سے بالکل بعید ہے۔

ہشتم اگر فرض کیا جائے کہ ابن خلدون نے دیدہ و دانستہ اور معتبر خیال کر کے لکھا ہے کہ امامِ اعظم کو کل سترہ احادیث پہنچی ہیں تو بھی اس کا ایسا لکھنا امام موصوف کے لئے کچھ مضر نہیں کیونکہ ابنِ خلدون اگرچہ امورِ تاریخیہ میں بڑا ماہر تھا مگر اس کو علوم شرعیہ میں مہارت اور فنِ حدیث و رجال میں مداخلت نہ تھی جیسا کہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی نے جو شاگرد رشید حافظ ابنِ حجر عسقلانی ہیں۔ اپنی کتاب ضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع میں ترجمۂ ابنِ خلدون میں لکھا ہے: ولم یکن ماہرًا بالعلوم الشرعیۃ انتہیٰ، ہاں اگر کسی محدث معتبر سے جس کو علم روایات حدیث وغیرہ میں مہارت اور کتب حدیث سے واقفیت ہو ایسا قول صادر ہوتا تو البتہ اس کا کچھ لحاظ ہو سکتا تھا۔ بے چارہ ابنِ خلدون کہ جس نے تصانیفِ حدیث کو بنظرِ غور نہیں دیکھا، کیا جانے کہ امامِ اعظم کی کس قدر روایات کتبِ حدیث میں موجود ہیں بلکہ

وہ تو خود اپنی تاریخ کے ابتدا میں مقر ہے کہ امور تاریخیہ اور حکایاتِ منقولہ میں غلطیوں کا واقع ہونا اغلب ہے پس ان کو پہلے میزانِ عقل سے وزن کرنا چاہیئے اور جو بات براہینِ قطعیہ عقلیہ و نقلیہ کے مخالف ہو اس کو رد کرنا چاہیئے۔

مسند خوارزمی میں سیف الائمہ سائلی سے منقول ہے کہ یہ بات مشہور ہے کہ امام نے علمار تابعین سے چار ہزار استاد کی شاگردی کی اور علم فقہ و حدیث کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر اپنی زبان سے فتوے نہ دیا یہاں تک کہ جب انہوں نے اجازت دی تو آپ جامع مسجد کوفہ میں مجلس کے اندر بیٹھے اور ایک ہزار شاگرد آپ کے پاس جمع ہوئے جن میں سے فاضل تر و بزرگ تر چالیس شخص تھے جن کو اجتہاد کا رتبہ حاصل تھا سو ان کو آپ نے اپنا مقرب کر کے کہا کہ تم میرے رازدار و غمگسار ہو، میں نے اس فقہ کے گھوڑے کو تمہارے لئے لگام دیکر اور زین کس کر تیار کر دیا ہے، سو تم میری امداد کرو کیونکہ لوگوں نے مجھے جہنم کا پُل بنایا ہے، غیر لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجھ میری پیٹھ پر ہے یعنی لوگ تو تقلید سے نجات پالیں گے لیکن اگر عرق ریزی اجتہاد میں کچھ تساہل ہوگا تو اس کا مواخذہ مجھ سے ہوگا۔ پس امام کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ و گفتگو کرتے اور ان سے پوچھتے اور جو احادیث و آثار ان کے پاس ہوتے، ان کو سنتے اور جو آپ کو معلوم ہوتے وہ ان کے آگے بیان کرتے اور مہینہ مہینہ بھر بلکہ زیادہ عرصہ تک رد و بدل اور مناظرہ کرتے یہاں تک کہ جب آخر کو ایک بات ٹھہر جاتی تو اس قول محقق کو امام ابو یوسف ثبت کرتے، یہاں تک کہ تمام اصول فقہ کو اسی طرح شورے کر کے ثابت کیا، امامِ اعظم اور اماموں کی طرح بذاتِ خود متفرد نہیں ہوئے انتہیٰ، کذافی فتاوے سراجیہ۔

تاریخ خلکان میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ عالم، عابد، زاہد، ورع، تقی، کثیر الخشوع، دائم التضرع، خوش صورت، خوش سیرت، بڑے کریم، مسلمان بھائیوں کے عمدہ مددگار، میانہ قد، گندم گوں، خوش تقریر، شیریں زبان تھے۔ اور اسد بن عمرو نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ نے عشاء کے وضو کے ساتھ چالیس سال تک فجر کی نماز پڑھی اور عموماً رات کو تمام قرآن ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور رات کو ان کا رونا سن کر ہمسایہ بھی ان پر رحم کرتے تھے اور جہاں وہ فوت ہوئے وہاں انہوں نے سات ہزار قرآن شریف[1] کا ختم کیا انتہیٰ، کذافی تاریخ ابی الفداء۔

---

[1] یہاں سے صاحب اتحاف النبلاء کا صرف تعصب ہی نہیں بلکہ صریح جھوٹ ثابت ہوتا ہے جو اپنی کتاب مذکور امام ابو حنیفہ

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

میزان الشعرانی میں لکھا ہے کہ ابو نعیم وغیرہ نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے پچاس سال سے زیادہ تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور ہمیشہ رات کو اپنا پہلو زمین پر آرام کرنے کو نہ رکھا صرف بعد نماز ظہر کے جلوس کی حالت میں ایک گھڑی سوتے تھے اور کہتے تھے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامِ لیل پر ظہر کے بعد نیند سے امداد طلب کرو۔ انتہیٰ۔ قلائد میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ہے کہ چار ائمہ نے ایک رکعت میں قرآن ختم کیا، عثمان بن عفان و تمیم داری و سعید بن جبیر و ابوحنیفہ اور اس کے سوا ابوحنیفہ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی انتہیٰ۔

طحطاوی میں لکھا ہے کہ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں لکھا ہے کہ خطیب بغدادی نے حفص بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ میں نے مسعر بن کدام سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں ایک رات مسجد میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے، مجھ کو اس کی قرارت نہایت پسند آئی سو اس نے قرآن کا ساتواں حصہ پڑھا، میں نے سمجھا کہ اب رکوع کرے گا مگر نہیں پھر اُسنے تہائی قرآن پڑھا، میں نے سوچا کہ اب رکوع کرے گا مگر نہیں، پھر اس نے آدھا قرآن پڑھا سو اسی طرح پڑھتا رہا یہاں تک کہ تمام قرآن ایک رکعت میں ختم کیا، پھر جو میں نے اس کو اچھی طرح سے دیکھا تو وہ امام ابوحنیفہ تھے اور خطیب نے یحییٰ بن نصر سے روایت کی ہے کہ ابوحنیفہ رمضان میں اکثر ساٹھ دفعہ قرآن کا ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی ہے کہ میں نے اسد بن عمرؔ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ابوحنیفہ نے عشاء کے وضو سے چالیس برس تک فجر کی نماز پڑھی اور اکثر شب کو تمام قرآن ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے اور جس مکان میں ان کی وفات وقوع میں آئی ہے وہاں انہوں نے

کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ولیکن شک نیست کہ مقلدینِ مذہب او در مناقب وے سلوک بسبیل مبالغہ کردہ اند تا آنکہ بعضے نوشتہ اند کہ چہل سال بوضوئے عشاء نماز صبح گذاردہ و درعامہ لیالی تمام قرآن در یک رکعت ختم میکردہ و در موضع وفاتِ خود ہفت ہزار ختم قرآن نمودہ و سی سال افطار نمودہ و پنجاہ و پنج حج گذاردہ ایں ہمہ غلو قبیح است انتہیٰ۔ کیونکہ یہ مناقب مقلدینِ امام ابوحنیفہ نے نہیں لکھے بلکہ ابنِ خلکان وابوالفداء و ابونعیم صاحبِ حلیہ و خطیب بغدادی و حافظ جلال الدین سیوطی و ابنِ حجر مکی وغیرہ نے جو سب کے سب شافعی المذہب اور اپنے وقت کے امام گزرے ہیں، تحریر کئے ہیں بلکہ حافظ ذہبی شافعی نے تو ان میں سے بعض پر تواتر کی شہادت دی ہے ۱۲ منہ

سات ہزار دفعہ قرآن کا ختم کیا تھا انتہیٰ۔

غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار میں لکھا ہے کہ مسعر بن کدام نے کہا ہے کہ میں امام ابوحنیفہ کی مسجد میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ فجر کی نماز پڑھ کر لوگوں کو تعلیم علم کرتے رہے یہاں تک کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر تک تعلیم میں مشغول رہے پھر مغرب تک درس فرمایا پھر اسی طرح عشار تک پھر بعد نماز عشار کے گھر میں گئے پس میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ ان کی مشغولی و مصروفی کا تو یہ حال ہے، مطالعہ کتب کب ہوتا ہوگا، میں اس امر کی جستجو کروں گا۔ جب لوگوں کی آمد و رفت موقوف ہوئی تو امام مسجد میں آئے اور طلوع فجر تک نماز میں قائم رہے، جب صبح ہوئی تو گھر میں گئے اور کپڑے پہن کر مسجد میں آئے اور فجر کی نماز پڑھی اور اسی طرح عشار تک تعلیم میں مشغول رہے، پھر گھر میں گئے سو میں نے خیال کیا کہ آج رات ضرور آرام کریں گے، میں آج بھی ان کا تجسس کروں گا سو جب آمد و رفت موقوف ہوئی تو یہ مسجد میں آئے اور شب گذشتہ کی طرح طلوع صبح تک نماز میں مشغول رہے پھر گھر میں جا کر اور کپڑے پہن کر نماز کے واسطے مسجد میں آئے اور بعد نماز اسی طرح عشار تک تعلیم اور ارشاد میں مصروف رہے، پھر گھر میں گئے تو میں نے خیال کیا کہ آج ضرور ہی آرام کریں گے لیکن اس رات بھی صبح تک انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس پر میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں ان کا ساتھ نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ میرا یا ان کا دنیا سے انتقال نہ ہوگا سو میں نے ان کی مسجد میں ان کی ملازمت اختیار کی انتہیٰ۔

شامی میں لکھا ہے کہ حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قیام لیل اور تہجد و تعبد تواتر کے درجے کو پہنچ گیا ہے چنانچہ بسبب کثرت قیام لیل کے آپ کا نام وَتد یعنی میخ رکھا گیا اور صرف قیام لیل ہی بلکہ ان کا تیس سال تک ایک رکعت میں قرارت قرآن کے ساتھ زندہ رکھنا رات کو متواتر ہوا انتہیٰ۔ فتاوے برہنہ میں لکھا ہے کہ ایک لڑکے نے اپنے باپ سے پوچھا کہ بابا وہ ستون مسجد میں سے کہاں چلا گیا جو یہاں قائم تھا؟ اس نے کہا بیٹا! وہ ستون نہیں تھا بلکہ امام المسلمین ابوحنیفہ تھے انتہیٰ۔ درمختار میں لکھا ہے کہ امام نے اپنی عمر میں پچپن حج کئے اور اخیر حج کو کعبہ شریفہ کے خادموں سے ایک رات اجازت لے کر اندر داخل ہوئے اور بیت اللہ کے دو ستونوں کے درمیان داہنے پاؤں کی پشت پر بایاں پاؤں رکھ کر نماز میں کھڑے ہوئے یہاں تک کہ قرآن کو

ختم کیا، جب سلام کیا تو خوب روئے اور اپنے رب سے مناجات کی کہ یا الٰہ العلمین اس ضعیف بندہ نے تیری عبادت جیسی کہ تجھ کو لائق ہے، نہیں کی لیکن تجھ کو تیری صفات کبریائی سے جانا ہے جیسے کہ تیرے جاننے کا حق ہے تو اس کی خدمت کے نقصان کو اس کی کمال معرفت کے سبب سے بخش دے یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر، اس پر بیت اللہ کے ایک گوشے سے یہ آواز غیب آئی کہ اے ابوحنیفہ تو نے ہم کو جیسا کہ چاہیئے تھا ویسا جانا اور جو خدمت تو نے ہماری کی خوب ہی کی مقرر ہم نے تجھ کو اور ان لوگوں کو جو تیرے مذہب پر قیامت تک ہوں گے، بخشا انتہیٰ، کذا فی الطحطاوی۔ امام ابوحنیفہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اس مرتبے کو کس چیز کے سبب پہنچے ہیں؟ فرمایا کہ غیر کے بتانے سے میں نے بخل نہیں کیا اور نہ کسی سے پوچھنے میں کچھ عار کی ہے۔

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی شافعی نے جو امام ابوحنیفہ کے حق میں بڑے متعصب ہیں، آیۂ مالک یوم الدین کی تفسیر کی فصل رابع میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ کا ایک مجوسی پر کچھ قرضہ تھا۔ ایک دن آپ اس کے گھر میں مطالبہ کے لئے گئے، جب اس کے مکان کے دروازے کے پاس پہنچے تو آپ کی جوتی کو اتفاقاً کچھ نجاست لگ گئی، اس پر آپ نے جوتی کو جو جھاڑا تو اس سے کچھ نجاست اڑ کر مجوسی مذکور کی دیوار سے لگ گئی۔ اس سے آپ بڑے حیران ہوئے اور دل میں کہا کہ اگر میں اس نجاست کو اسی طرح رہنے دیتا ہوں تو یہ دیوار قبیح ہو جائے گی اور اگر اس کو چھیلتا ہوں تو اس سے دیوار کی مٹی گر پڑے گی اور اس سے مالک مکان کا نقصان ہے پس آپ نے مجوسی کے دروازہ کو کھٹکھٹایا جس پر ایک لونڈی باہر آئی، آپ نے اس کو کہا کہ اپنے مالک کو خبر کر کہ ابوحنیفہ دروازے پر کھڑا ہے، لونڈی کے کہنے پر مجوسی گھر سے باہر نکلا اور اس نے یہ خیال کر کے کہ شاید یہ مجھ سے مال کا مطالبہ کریں گے، عذر کرنا شروع کیا۔ آپ نے اس سے دیوار کی نجاست کا قضیہ بیان کر کے فرمایا کہ اب کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ تمہاری دیوار صاف ہو جائے۔ مجوسی نے امام کا یہ ورع و تقوےٰ دیکھ کر اسی وقت دین اسلام قبول کر لیا انتہیٰ۔

تفسیر حسینی میں زیر آیت والکاظمین الغیظ کے لکھا ہے کہ کسی نے امام اعظم کو طمانچہ مارا، آپ نے فرمایا کہ میں بھی تجھ کو طمانچہ مار سکتا ہوں لیکن نہیں مارتا اور خلیفہ سے تیری شکایت کرنے پر قادر ہوں مگر نہیں کرتا اور صبح کے وقت تیرے ظلم سے خدا کے آگے فریاد کر سکتا ہوں لیکن نہیں کرتا اور قیامت کو تجھ سے خصومت کر کے داد لے سکتا ہوں مگر یہ بھی نہیں کرتا

بلکہ اگر مجھ کو قیامت کے روز رستگاری حاصل ہو اور میری سفارش قبول ہو تو بغیر تیرے بہشت میں قدم نہ رکھوں گا انتہیٰ۔ معدن میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ جس قدر اپنے عیال کو نفقہ دیتے تھے اسی قدر حسبۃً للہ فقرا اور مساکین کو بھی دیتے تھے، اگر نیا کپڑا پہنتے تھے تو اسی قیمت اور اسی کے مانند اہل علم کو بھی دیتے تھے، اگر طعام کے وقت کوئی مسکین آجاتا تو دو چند اس کو اپنے سے دیتے تھے انتہیٰ۔

مرأۃ الجنان میں لکھا ہے کہ امامِ اعظم طفولیت ہی سے بڑے حاضر جواب اور ذکی و ذہین اور اعلیٰ درجہ کے بیدار مغز تھے چنانچہ نقل ہے کہ قیصرِ روم نے ایک دفعہ قاصد کو مع تحائف و ہدایا کے خلیفہ منصور کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے علمائے وقت کو جمع کر کے ان سے تین سوال کرے، اگر وہ ان کا جواب معقول دے دیں تو مال کو ان پر تقسیم کر دے ورنہ مسلمانوں سے خراج طلب کرے۔ خلیفہ نے اپنے زمانے کے تمام علماء و فضلاء اور حکماء کو جمع کیا چنانچہ لوگ کثرت سے واسطے دیکھنے مباحثہ کے جمع ہوئے امام ابو حنیفہ بھی اپنے والد ماجد کے ساتھ وہاں چلے گئے، جب قاصد نے منبر پر چڑھ کر سوال کیا تو علمائے حاضرین میں سے کوئی اس کے جواب دینے کی جرأت نہ کر سکا، اس پر امام ابو حنیفہ نے اپنے والد سے کہا کہ اگر مجھ کو اجازت ہو تو میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ اس نے اجازت نہ دی، آپ نے ناچار خلیفہ سے کہہ کر اجازت حاصل کی اور منبر کے پاس جا کر قاصد سے کہا کہ چونکہ مجیب کے آگے سائل بمنزلہ شاگرد کے ہوتا ہے اس لئے تو اُتر آ تاکہ میں منبر پر چڑھ کر تیرے سوالوں کا جواب دوں۔

الغرض قاصد منبر سے نیچے اتر آیا اور آپ نے منبر پر چڑھ کہ کہا کہ اب سوال کر، قاصد نے کہا کہ خدا سے پہلے کون تھا؟ آپ نے فرمایا کہ عددوں کو شمار کر کے بتا کہ ایک سے پہلے کون ساعدد ہے؟ قاصد نے کہا کہ کوئی نہیں، وہی ایک سب سے پہلے ہے۔ پس آپ نے فرمایا کہ جب واحد مجازی لفظی کے پہلے کوئی چیز متحقق نہیں ہو سکتی تو پھر واحد حقیقی معنوی کے پہلے کس طرح پر کوئی شئے متحقق ہو سکتی ہے۔ قاصد نے پھر سوال کیا کہ خدا کا منہ کس طرف ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب مشعل روشن ہوتی ہے تو اس کا منہ کس طرف ہوتا ہے؟ اس نے کہا کہ چاروں طرف برابر ہوتا ہے۔ پس آپ نے فرمایا کہ جب نور مجازی کو جانب متعین نہیں ہے تو نور حقیقی کو کس طرح پر ایک طرف

مقرر ہو سکتی ہے۔ پھر پوچھا کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کے کام تو بہت ہیں مگر ان میں سے ایک یہ ہے کہ تجھ کافر کو منبر سے اتار کر مجھ مومن کو بٹھا دیا ہے، انتہیٰ۔

روض الفائق میں لکھا ہے کہ ایک عورت مسجد میں آئی اور ایک سیب کو جس کا نصف سرخ اور نصف زرد تھا، امام ابوحنیفہ کے آگے رکھ دیا، امام نے اس کو دوپارہ کر کے اس کے حوالہ کر دیا، جب عورت چلی گئی تو امام سے آپ کے یاروں نے اس معمّا کا مطلب پوچھا، آپ نے فرمایا کہ اس عورت کو حیض کا خون کبھی سرخ، کبھی زرد آتا تھا اس لئے طہر کو مجھ سے پوچھتی تھی، میں نے اس کو سیب کی اندرونی سفیدی سے جواب دیا یعنی جب تک پانی سفید نہ آئے طہر نہیں ہوتا انتہیٰ۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک دن امام ابوحنیفہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک چند خارجی مسلح ظاہر ہوئے اور انہوں نے آپ سے کہا کہ ہم تم سے دو باتیں پوچھتے ہیں، اگر جواب نہ دو گے تو آپ کو دو ٹکڑے کر دیں گے، آپ نے فرمایا کہ تلواروں کو میان میں کر لو میں تم جواب دونگا، انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری گردن کے چمڑے سے میان بنانا ثواب عظیم جانتے ہیں، تلواروں کو میان میں کس طرح کریں؟ آپ نے فرمایا کہ خیر کہو کیا کہتے ہو؟ کہا کہ دو آدمی کے جنازہ کے حق میں جن میں سے ایک شراب کے نشہ میں اور دوسری عورت اسقاط حمل حرام کے وقت میں مر گئے ہیں اور ان کو توبہ نصیب نہیں ہوئی، کیا کہتے ہو؟ چونکہ خارجیوں کے مذہب میں تھوڑے سے گناہ پر بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے اور امام کے مذہب میں کافر نہیں ہوتا تھا اس لئے انہوں نے سوچا تھا کہ امام ابوحنیفہ ضرور اپنے مذہب کے مطابق ان کو مومن کہیں گے اور ہم اس حیلہ سے فساد کر دیں گے۔ امام نے فرمایا کہ وہ دونوں آدمی کس قوم سے تھے آیا یہود سے کہا نہیں فرمایا کیا نصارا و مجوس سے کہا نہیں فرمایا کیا بت پرستوں میں سے؟ کہا نہیں، فرمایا پھر کس قوم میں سے تھے؟ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں میں سے تھے، فرمایا پس تم نے خود ہی جواب دے دیا ہے، میں کیا کہوں؟ انہوں نے کہا کس طرح؟ فرمایا کہ جب تم نے خود اقرار کیا کہ وہ قوم مسلمانوں میں سے تھے تو پھر کافر کس طرح ہوں گے؟ اس پر تمام خارجی امام صاحب کی یہ کرامت دیکھ کر اپنے مذہب سے تائب ہوئے، انتہیٰ۔

تفسیر کشاف میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ قتادہ تابعی کوفہ میں تشریف لائے اور لوگ ہر طرف سے حلقہ باندھ کران سے کسی سوال کے جواب پوچھنے کے منتظر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ جو دل میں رکھتے ہو پوچھ لو اتفاقاً امام ابوحنیفہ بھی بحالت صغر سنی وہاں موجود تھے۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ جو مور حضرتِ سلیمان کے پاس آیا تھا، نر تھا یا مادہ؟ تو قتادہ تامل کرنے لگے، امام ابوحنیفہ نے جھٹ کہہ دیا کہ مادہ تھا، قتادہ نے فرمایا کہ آپ نے کس طرح معلوم کیا ہے کہ مادہ تھا، امام نے آیت۔ قالت نملۃ پڑھ کران کی تسلی کردی انتہیٰ۔

تاریخِ خلکان میں لکھا ہے کہ ربیع مصاحب خلیفہ منصور کو امام ابوحنیفہ سے خفیہ عداوت تھی، ایک دن امام کے سامنے منصور سے کہا کہ یہ ابوحنیفہ تمہارے چچا حضرت عبداللہ بن عباس کے ساتھ عداوت رکھتے اور ان کے قول کے برخلاف حکم دیتے ہیں یعنی اگر کوئی سوگند کھا کر دو تین روز کے بعد بھی انشاء اللہ تعالیٰ کہہ دے تو تیرے دادا کے نزدیک اس کا استثناء صحیح ہوتا ہے اور ابوحنیفہ اس کو نادرست کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ استثناء متصل چاہیئے ورنہ درست نہ ہوگا۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اے خلیفہ! ربیع کہتا ہے کہ بیعت لشکر کی تیرے ہاتھ پر درست نہیں ہوتی، پوچھا کس طرح؟ امام نے فرمایا کہ اس جگہ قسم کھا کر بیعت کرلی پھر گھر میں جاکر انشاء اللہ کہہ کر بیعت کو توڑ دیا۔ منصور نے یہ سن کر قہقہہ لگایا اور ربیع سے کہا کہ تو امام ابوحنیفہ سے متعرض مت ہو، جب دربار سے باہر نکلے تو راستہ میں ربیع نے امام سے کہا کہ آج تو آپ نے گویا مجھے قتل ہی کرا دیا تھا۔ امام نے فرمایا نہیں بلکہ تو نے میرے قتل کی سعی کی تھی مگر میں نے تجھ کو اور اپنے کو بچا لیا انتہیٰ۔

معدن میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے ایک عالم نے پوچھا کہ آپ کبھی اپنے اجتہاد پر پشیمان بھی ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں ایک دفعہ جب لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ ایک حاملہ عورت مرگئی ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے، کیا کیا جائے تو میں نے ان کو کہا کہ عورت کا شکم چاک کرکے بچہ نکال لو پھر میں نے افسوس کیا کہ میں نے مردہ کو ایسی تکلیف دینے کا کیوں حکم دیا اور میں نہیں جانتا کہ وہ بچہ زندہ باہر نکلا یا مردہ؟ عالم مذکور نے کہا کہ اے امام یہ جگہ افسوس کی نہیں ہے بلکہ فضل خدا تمہارے شاملِ حال ہے کہ وہ بچہ میں ہی ہوں اور آپ کے اجتہاد کی برکت سے زندہ نکل کر اس مرتبہ کو پہنچا ہوں انتہیٰ۔

دائرۃ المعارف میں لکھا ہے کہ علی بن جعد نے کہا کہ امام ابویوسف کہتے تھے کہ جب

میرا باپ فوت ہو گیا تو میں صغر سن تھا، میری والدہ مجھ کو ایک دھوبی کے پاس کام سیکھنے کے لیئے لے چلی، راستہ میں میں نے امام ابوحنیفہ کا حلقۂ مجلس دیکھا اور وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ ماں مجھ کو کھینچتی تھی اور میں وہاں سے نہ آتا تھا، آخر میری ماں نے امام سے کہا کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں اور یہ لڑکا یتیم ہے، سوت کات کر گزارہ کرتی ہوں، نہیں معلوم آپ نے اس سے کیا کہا ہے کہ اب جہاں اسے میں لے جاتی ہوں یہ نہیں جاتا! امام نے فرمایا کہ اسے یہاں ہی رہنے دے، یہ علم پڑھے گا اور عنقریب صحون فیروزج میں روغن فستق کے ساتھ فالودہ پیئے گا۔ امام ابویوسف نے کہا کہ جب مجھ کو قضا دی گئی تو میں ایک دن صحن فیروزج میں خلیفہ رشید کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ خلیفہ کے نوکر فالودہ لائے اور مجھ کو خلیفہ نے کہا کہ فالودہ پیو اور یہ فالودہ اس قسم کا ہے کہ ہر وقت ایسا تیار نہیں کیا جاتا، میں نے یہ بات سن کر تبسم کیا، خلیفہ نے مسکرانے کی وجہ دریافت کی، میں نے یہ تمام قصہ بیان کر کے امام کی کرامت ظاہر کی، اس پر خلیفہ نے کہا کہ علم بے شک فائدہ دیتا ہے اور دنیا و آخرت میں مرتبہ بڑھاتا ہے۔ پھر کہا کہ خدا امام ابوحنیفہ پر رحم کرے کہ وہ عقل کی آنکھوں سے وہ چیز دیکھتے تھے جو سر کی آنکھوں سے دیکھی نہیں جاتی انتہیٰ۔

تذکرۃ الاولیاء وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام شعبی جو امام ابوحنیفہ کے استاد اور قاضی خلیفہ منصور تھے، ایک دفعہ خلیفہ نے کچھ زمین ان کے غلاموں کو ہبہ اور وقف کی، کوتوال نے حکم دیا کہ دستاویز کو قاضی و مفتی اور علمائے وقت کے دستخط و مواہیر سے موثق اور مزین کرنا چاہیئے۔ چنانچہ تمام علماء نے اس پر مواہیر کر دیں اور شہادت لکھ دی، جب امام ابوحنیفہ کے پاس لائے اور شہادت لکھنے کو کہا گیا تو امام نے کہا کہ خلیفہ کہاں ہے کہا گھر میں کہا جب تک وہ میرے پاس نہ آئے یا میں اس کے پاس نہ جاؤں شہادت نہیں لکھ سکتا، کوتوال نے کہا تم عجیب آدمی ہو، تمام علماء نے تو اپنی اپنی شہادت لکھ دی ہے اور آپ تنہا ایسا عذر کرتے ہیں، امام نے فرمایا کہ ہر ایک کا معاملہ ہر کسی کے ساتھ ہے۔ جب خلیفہ کو معلوم ہوا تو اس نے امام شعبی سے پوچھا کہ کیا شہادت میں رؤیت شرط ہے، انہوں نے کہا ہاں، پس خلیفہ نے کہا کہ آپ نے کیوں بغیر میری رؤیت کے گواہی لکھ دی ہے؟ کہا میں جانتا تھا کہ حکم تیرا ہے اور مجھ کو تیرے بلانے کا اختیار نہیں، خلیفہ نے کہا یہ امر اچھا نہیں بلکہ موجب عذاب ہے انتہیٰ۔

ریاض الاخبار المنتخبۃ من ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ لوٹ کی ایک بکری اہلِ کوفہ کی بکریوں میں مل گئی، امام ابوحنیفہ نے لوگوں سے پوچھا کہ بکری کتنی مدت تک زندہ رہ سکتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ سات سال تک، پس آپ نے سات سال تک گوشت کھانا ترک کر دیا انتہیٰ۔ میزان الشعرانی میں لکھا ہے کہ ابوجعفر شیرامازی نے شفیق بلخی سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ امام ابوحنیفہ نے ریشمی کپڑوں کی بیع میں ایک شخص کو وکیل بنایا اتفاقاً ان کپڑوں میں ایک کپڑا عیب دار بھی تھا، آپ نے وکیل کو کہہ دیا کہ بغیر عیب دکھائے اس کو ہرگز فروخت نہ کرنا لیکن وکیل کو فروخت کرنے کے وقت عیب کا ظاہر کرنا یاد نہ رہا، پس اس کی قیمت اور کپڑوں کی قیمت میں مختلط ہو گئی۔ پس جب آپ کو اس حال سے خبر دی گئی تو آپ نے ان تمام کپڑوں کی قیمت کو فقراء و مساکین پر تقسیم کر دیا اور یہ بھی روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنے مقروض کی دیوار کے سایہ میں بھی دھوپ کے وقت آرام نہ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہر ایک قرض جو کسی طرح کے نفع کو کھینچے وہ سود ہے اور مقروض کی دیوار کے سایہ میں میرا بیٹھنا ایک طرح کا فائدہ حاصل کرنا ہے انتہیٰ۔

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ امام محمد لڑکپن میں بڑے صاحب جمال تھے، پس امام ابوحنیفہ نے ان کو صرف پہلی ہی دفعہ دیکھا ہے پھر نہیں دیکھا، اور جب ان کو سبق پڑھاتے تھے تو ستون کے پیچھے بٹھا کر پڑھاتے تھے، ایسا نہ ہو کہ ان پر نظر پڑ جائے۔ داؤد طائی کہتے ہیں کہ میں بیس سال تک امام ابوحنیفہ کی خدمت میں رہا پس اس مدت میں میں نے ان کو کبھی خلوت و جلوت میں سر برہنہ اور پاؤں لمبے کئے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ میں نے ان کو کہا کہ اے امام اگر آپ خلوت میں پاؤں دراز کر لیا کریں تو کیا مضائقہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خلوت میں ادب نگاہ رکھنا اولیٰ تر ہے انتہیٰ۔

تاریخ خلکان میں ابن ابی لیلیٰ کے بیان میں لکھا ہے کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ واسطے انفصال مقدمات اور فتوے کے کوفہ کی مسجد میں بیٹھا کرتے تھے، ایک دن جو وہ عدالت گاہ سے اٹھ کر کسی طرف کو چلے جاتے تھے تو انہوں نے راستہ میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ایک مرد کو یا ابن الزانیین کہہ رہی ہے، اس پر آپ وہیں سے واپس ہو گئے اور اس عورت کو آدمی بھیج کر بلوایا۔ جب وہ حاضر ہوئی تو اس کو کھڑا کر کے دو حد قذف مارنے کا حکم دیا۔ جب اس بات کی خبر امام ابوحنیفہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ابن ابی لیلیٰ نے اس واقعہ میں چھ جگہ خطا کی

ہے، اول ان کو عدالت سے برخاست ہو کر اسی وقت پھر واپس نہ ہونا چاہیے تھا۔ دوم مساجد میں حد مارنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کی ہے سوم عورت کو بٹھا کر کپڑے پہنے حد مارنا تھا۔ چہارم قاذف جماعہ بکلمۂ واحد پر صرف ایک حد واجب ہوتی ہے نہ دو۔ پنجم دو حد متواتر مارنا چاہیے تھا بلکہ دوسری حد جب ماری جاتی کہ جب قاذفہ پہلی حد کی ضرب سے تندرست ہو جاتی۔ ششم بغیر کسی مدعی کے حد ماری گئی ہے۔ جب ان اعتراضوں کی ابن ابی لیلیٰ کو خبر ہوئی تو انہوں نے خلیفہ کے پاس جا کر شکایت کی کہ ایک جوان ابوحنیفہ نامی میرے احکام میں معارضہ کرتا اور میرے حکم کے خلاف فتوے دیتا ہے، اس سے اس کو ممانعت کر دینی چاہیے، اس پر خلیفہ نے آدمی بھیج کر امام ابوحنیفہ کو فتوے دینے سے ممانعت کر دی۔ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد ایک دن امام ابوحنیفہ مع اپنی بیوی در پسر حماد و ایک لڑکی کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ لڑکی نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں اور میرے دانتوں سے خون نکلا ہے اور میں نے یہاں تک تھوکا ہے کہ اب تھوک بالکل سفید ہو گیا ہے سو اب تھوک کے نگلنے سے روزہ تو زائل نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی حماد سے پوچھ لے کہ مجھ کو خلیفہ نے فتوے دینے سے ممانعت کی ہے انتہیٰ۔ سبحان اللہ! آپ نے حاکم کے حکم کی یہاں تک اطاعت کی تنہائی کی حالت میں بھی اس سے سر مُو تجاوز نہ کیا۔

خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ حماد بن ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ ایک دن امام مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک ایک بڑا سانپ سقف سے گر کر ان کی گود میں آ پڑا مگر قسم خدا کی کہ آپ نے اس جگہ سے ذرا بھی حرکت نہ کی اور لَنْ يُّصِيْبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا کہہ کر سانپ کو ہاتھ سے پکڑ کر ہٹا دیا انتہیٰ۔ دائرۃ المعارف میں لکھا ہے کہ کوفہ میں امام ابوحنیفہ کا ایک موچی ہمسایہ تھا جو دن کو کام کرتا تھا اور جب رات ہوتی تھی تو گھر میں آکر گوشت یا مچھلی جو لاتا تھا اس کو پکاتا یا تلتا تھا پھر شراب پیتا تھا یہاں تک کہ جب شراب اثر کرتی تھی تو بہادرانہ آواز کے ساتھ گرجتا تھا اور کہتا تھا یہ

اضاعونی وای فتی اضاعوا　　لیوم کریھۃ وسداد ثغر

پس ہمیشہ شراب پیتا اور اسی بیت کو بار بار پڑھتا تھا یہاں تک نیند اس کو آ جاتی تھی اور امام ابوحنیفہ چونکہ تمام رات نماز پڑھتے تھے اس لئے اس کی آواز جب تک کہ وہ گاتا رہتا تھا سنتے رہتے تھے، پس ایک رات اس کی آواز نہ آئی، آپ نے لوگوں سے اس کا سبب پوچھا، انہوں نے کہا کہ اس کو کوتوال پکڑ لے گیا ہے اور وہ محبوس ہے، پس آپ فجر کی نماز پڑھ کر خچر پر سوار ہو کے

اور امیر کے پاس آنے کی اجازت چاہی۔ امیر نے نوکروں کو حکم دیا کہ امام کو بحالت سواری ہمارے فرش تک آنے دو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب امام امیر کے پاس پہنچے تو وہ بڑا خوش ہوا اور تشریف آوری کا سبب پوچھا، آپ نے فرمایا کہ ہمارے ایک ہمسایہ موچی کو آپ کے حکم سے کوتوال نے پکڑ لیا ہے، اس کے چھڑانے کے لئے آیا ہوں۔ امیر نے حکم دیا کہ جتنے لوگ اس رات گرفتار ہوئے ہیں سب کو چھوڑ دو۔ پس امام امیر سے رخصت ہو کر موچی کو ساتھ لئے گھر میں آئے اور اس سے کہا کہ اے جوان کیا ہم نے تجھ کو ضائع کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ آپ نے خوب ہی نگاہ رکھا ہے اور خدا آپ کو حرمت جوار اور رعایت حق پر جزائے خیر دے۔ پس اس شخص نے اس روز سے شراب نوشی سے توبہ کی انتہیٰ۔

شامی میں لکھا ہے کہ حافظ نجم نے روایت کی ہے کہ میں نے ننانوے مرتبہ خدا کو خواب میں دیکھا اور دل میں سوچا کہ اگر ایک دفعہ اور خدا کو خواب میں دیکھوں تو اس سے پوچھوں کہ قیامت کو خلقت تیرے عذاب سے کس چیز کے کرنے سے نجات پا سکے گی سو میں نے خدا کو پھر خواب میں دیکھا اور اس سے سوال مذکور کیا۔ اس نے فرمایا کہ جو شخص صبح و شام سبحان الابدی الابد سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغیر عمد سبحان من بسط الارض علی ماءجمد سبحان من خلق الخلق فاحصاھم عدد سبحان من قسم الورق ولم ینس احد سبحان الذی لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد پڑھے، اس نے میرے عذاب سے نجات پائی۔ انتہیٰ۔

مسند خوارزمی میں لکھا ہے کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کر کے ابواب پر مرتب کیا اور آپ کی دیکھا دیکھی امام مالک نے موطا میں یہی طرز اختیار کیا سو اس امر میں آپ سے کسی نے سبقت نہیں کی کیونکہ صحابہ و تابعین نے علم شریعت میں ابواب کر کے کوئی تصنیف نہیں کی، ان کو اپنی یاد پر اعتماد تھا لیکن جب امام نے علم کو منتشر دیکھا تو متاخرین کے سوء حفظ سے ڈر کر کہ مبادا علم ضائع ہو جائے اس کی تدوین مستحسن سمجھی، پس اس تدوین میں طہارت سے ابتدا کی پھر صلوٰۃ و سلام و باقی عبادات پھر معاملات و مواریث پر خاتمہ کیا انتہیٰ۔

شامی میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کا اشتہار یہاں تک ہوا ہے کہ عام بلاد

اسلام بلکہ بہت سی ولایات اور شہروں مثل روم و ہند و سندھ و ماوراء النہر اور سمرقند میں بجز آپ کے مذہب کے اور کوئی مذہب مشہور نہیں ہے اور تحقیقی طور پر منقول ہے کہ سمرقند کے قبرستان میں چار سو ایسی قبریں ہیں کہ ان میں محمد نام شخص جنہوں نے تصنیفات کی اور فتویٰ دیا اور ایک جم غفیر نے ان سے علم اخذ کیا، مدفون ہیں چنانچہ جب صاحب ہدایہ فوت ہوئے تو ان کو وہاں دفن کرنا چاہا گیا مگر لوگوں نے ان کو وہاں دفن کرنے نہ دیا اس لئے یہ قبرستان مذکور کے حوالی میں دفن کیئے گئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے مذہب کو چار ہزار شخصوں نے نقل کیا ہے اور ضرور ہے کہ ان اشخاص میں سے ہر ایک کے لئے اصحاب ہوں اور اسی طرح ان کے لئے انتہا۔

ملا علی قاری نے اس رسالے میں جو انہوں نے قفال مروزی کے جواب میں لکھا ہے، بیان کیا ہے کہ مقلدین امام ابوحنیفہ کے قدیماً وجدیداً تمام شہروں خصوصاً روم کے شہروں اور ماوراء النہر اور ہند و سندھ اور اکثر خراسان و عراق و بلاد عرب میں بالاتفاق زیادتی پر ہیں اور میں گمان کرتا ہوں کہ بلاشبہ دو تہائی مسلمان حنفی ہوں گے بلکہ مہندسین کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ہوں گے، علاوہ اس کے ہر ایک زمان و مکان اور عصر و دہر اور بر و بحر میں سلاطین روم و ماوراء النہر اور ہند و سندھ مذہب نعمان پر ثابت ہیں انتہیٰ۔

وفات آپ کی بغداد میں ماہ رجب یا شعبان یا نصف شوال یا شب جمعہ یکم تاریخ ماہ رمضان ۱۵۰ھ میں ہوئی جس کا یہ سبب بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ ابو جعفر منصور نے آپ کو بغداد کی قضا کے منظور کرنے کے لئے کہا تھا مگر آپ نے اس سے انکار کرکے عدم قبول پر قسم کھالی، اس پر خلیفہ نے آپ کو قید کرکے قضا کے منظور کرنے کے لئے مجبور کیا مگر آپ نے قبول نہ کی، آخر الامر خلیفہ نے حکم دیا کہ ہر روز آپ کو دس تازیانہ مارا کریں، اگرچہ آپ نے ایک سو تازیانے کھائے لیکن جب بھی وہی انکار جاری رکھا، اس کے بعد آپ پر دس روز تک کھانے پینے کی طرف سے تنگی کی گئی جس سے آپ نے رو کر خدا سے دعا کی اور اس کے پانچ روز بعد آپ نے وفات پائی۔

ایک روایت اس طرح پر ہے کہ آپ کو پینے کے لئے پیالہ زہر آلود دیا گیا آپ نے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ میں جانتا ہوں جو اس میں ہے مگر میں اپنے آپ کو ہلاک نہیں کرتا، ابن جبراً آپ کے منہ میں ڈالا گیا، جب موت کا وقت قریب آیا تو آپ سجدہ میں گئے اور سجدہ

میں گئے اور سجدہ ہی میں جان خدا کو سپرد کی، اس کے بعد آپ کو پانچ شخص اٹھا کر غسل کی جگہ میں لے گئے، حسن بن عمارہ قاضی بغداد نے آپ کو غسل دیا اور ابو رجا عبداللہ نے آپ پر پانی ڈالا۔ ابن سماک کہتے ہیں کہ جب غسل کے بعد آپ کو میں نے دیکھا تو آپ کی پیشانی پر ایک سطر میں آیہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اور دائیں ہاتھ پر آیہ فادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون اور بائیں ہاتھ پر آیہ انا لا نضیع اجر من احسن عملا اور شکم پر یبشرکم ربکم برحمۃ منہ ورضوان لکھا ہوا تھا، جب جنازہ اٹھایا گیا تو یہ آواز آئی یا قائم اللیل یا طویل القیام یا صائم الیوم یا کثیر الصیام اباحک السید مایستغنی من جنۃ الخلد ودار السلام جب قبر میں آپ کو رکھا گیا تو یہ ندا آئی فروح وریحان وجنۃ نعیم۔

روایت ہے کہ جب امام کا جنازہ اٹھایا گیا تو اس قدر خلقت کا ہجوم تھا کہ کندھا دینے والوں کی کثرت سے جنازہ کی لکڑیاں ٹوٹ گئیں۔ خلیفہ منصور بھی جنازہ پر حاضر ہوا اور اس نے آپ کی وفات وایذا دہی پر بڑا افسوس کیا اور کہا افسوس میں نے ایسے مظلوم مرحوم کو قتل کیا جس نے دنیا سے بالکل کنارہ کیا اور جب میں نے طرح طرح کے عذاب سے اذیت دی تو بڑے تحمل سے صبر کیا، کاش کہ اگر یہ اپنے پیچھے کوئی ایسا شخص چھوڑ جاتے جو ان کے قائم مقام ہوتا تو اس وقت ہم ان پر اس قدر افسوس سے گریہ وزاری نہ کرتے۔ آپ پر جنازے کی نماز قاضی حسن بن عمارہ نے پچاس ہزار آدمیوں کے ساتھ پڑھائی اور باقی لوگ بیس روز تک آپ کی قبر مبارک پر نماز پڑھتے رہے اور آپ کو گورستان خیزران میں دفن کیا گیا۔

کہتے ہیں کہ آپ کے دفن کے بعد تین رات تک یہ آواز آتی رہی ذھب الفقہ فلا فقیہ ؛ لکم فاتقوا اللہ وکونوا خلفا ؛ مات نعمان فمن ھذا الذی یحی اللیل اذا ما استجفا۔ یعنی چلی گئی فقہ اور کوئی فقیہ تمہارے لئے نہیں، پس تقوے کرو اللہ کے لئے اور ہو خلیفے، نعمان مر گئے پس کون شخص ہے جو رات کو زندہ رکھے جب تاریک ہوتی ہے۔ شرف الملک ابو سعد محمد بن منصور خوارزمی مستوفی مملکت سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں آپ کی قبر پر ایک گنبد کلاں بنوا کر اس کے پاس ایک بڑا

مدرسہ حنفیوں کے لئے تعمیر کرایا۔ جب آپ کے مقبرے کی عمارت ختم ہو چکی تو ابو سعد بڑی شان و شوکت سے مع اعیان و ارکان کے اس کے دیکھنے کے لیے گیا۔ اس وقت ابو جعفر مسعود بیاضی نے یہ قطعہ تصنیف کیا، قطعہ ؎

الم تر ان العلم کان مبددا ۔۔۔ فجمعہ ھذا المغیب فی اللحد
کذلک کانت ھذہ الارض میتۃ ۔۔۔ فانشرھا فعل العمید ابی سعد

آپکی تاریخ وفات یہ ہے ؎

آں امام اعظم کوفی کہ بود ۔۔۔ تکیہ گاہ و حامی دین مبیں
از پئے وصل حبیب کردگار ۔۔۔ کرد چوں رحلت سوئے خلد بریں
در فراق آں امام دیں پناہ ۔۔۔ اہل دیں گشتند غمناک و حزیں
ماتم دیں بود در ہجرش ازاں ۔۔۔ سال وصلش یافتم از سوگ دیں
۱۵۰ھ

دوسرا خیابان

ان احادیث صحیحہ اور آثار قویہ میں جو امام ابو حنیفہ کی بشارت اور مناقب میں وارد ہوئی ہیں۔

علامہ طحطاوی اور علامہ شامی نے شرح درالمختار میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نعمان معجزات مصطفویہ میں سے بعد قرآن کے بیشک ایک بڑا معجزہ یعنی کرامت ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیدا ہونے سے پہلے ان کی خبر احادیث صحیحہ میں دی ہے چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی شافعی نے تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ اور علامہ ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ نے خیرات الحسان فی ترجمۃ النعمان میں لکھا ہے کہ تحقیق ایسی احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں جو امام ابو حنیفہ کی بشارت و فضیلت پر مشیر ہیں جن میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے جس کو بخاری و مسلم نے ابوہریرہ اور طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایمان نزدیک ثریا کے بھی ہوگا تو اس کو ابنائے فارس میں سے چند شخص لے آئیں گے اور ابونعیم نے ابوہریرہ اور شیرازی و طبرانی نے قیس بن سعد سے بایں لفظ روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم اگر ثریا کے ساتھ بھی معلق ہوگا تو اس کو ابنائے فارس سے چند شخص لے آئیں گے اور لفظ طبرانی کی روایت کا قیس سے اس طرح پر ہے کہ نہ پائیں گے اس کو اہل عرب البتہ چند شخص ابنائے فارس سے اس کو پائیں گے اور مسلم کی ایک روایت ابوہریرہ میں یوں آیا ہے کہ اگر ایمان نزدیک ثریا کے بھی ہوگا تو ضرور

اس کی طرف ابنائے فارس میں سے ایک شخص جائے گا یہاں تک کہ اس کو لے آئے گا اور ایک روایت متفق علیہ میں ابوہریرہ سے اس طرح پر مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ دین اگر ثریا کے ساتھ بھی معلق ہو جائے گا تو اس کو ضرور ایک شخص ابنائے فارس سے لے آئے گا، اس کے بعد حافظ جلال الدین سیوطی نے کہا کہ روایات مذکورہ بالا جن کو شیخین وغیرہ نے روایت کیا، اس بات کی اصل صحیح ہیں کہ ان کو امام ابوحنیفہ کی بشارت و فضیلت پر محمول کیا جائے انتہیٰ۔

اس کے بعد شامی نے لکھا ہے کہ مواہبِ لدنیہ کے حاشیہ (یعنی شیخ ابی الضیا علی بن علی شبر الملسی متوفی ۱۰۸۷ھ میں علامہ شامی تلمیذ حافظ جلال الدین سیوطی سے منقول ہے کہ وہ جو ہمارے شیخ سیوطی نے اس بات کا یقین کیا ہے کہ احادیث مذکورہ بالا میں صرف ابوحنیفہ ہی مراد ہیں یہ ظاہر ہے اور اس میں کسی طرح کا کچھ شک نہیں کیونکہ ابنائے فارس سے علم میں کوئی امام ابوحنیفہ کے مبلغ کو نہیں پہنچا انتہیٰ۔ اور امام حافظ محمد بن یوسف شامی شافعی نے کتاب سبیل الہدیٰ والرشاد فی احوال خیر العباد المشہور بسیرۃ شامی کے باب پچپن میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کے بیان میں ہے بعد ذکر کرنے احادیث مذکورہ بالا کے لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ کی بشارت و فضیلت میں یہ اصل ایسا صحیح معتمد ہے کہ ان کی بشارت میں خبر موضوع سے بالکل مستغنی کر دیتا ہے پس ہمارے شیخ کا یہ یقین کرنا کہ احادیث متذکرہ بالا سے فقط ابوحنیفہ ہی مراد ہیں، ظاہر تر ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کیونکہ ابنائے فارس میں سے کوئی شخص علم میں امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے مبلغ کو نہیں پہنچا، انتہیٰ کلام الشامی شارح درمختار۔

ملا علی قاری نے رسالۂ مذکور میں لکھا ہے کہ تحقیق روایت کیا بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دین اگر ثریا کے نزدیک بھی ہو گا تو ضرور اس کو ابنائے فارس سے ایک یا چند شخص لے آئیں گے اور یہ اہلِ عرب و عجم کو معلوم ہے کہ گروہ ابنائے فارس میں سے کوئی شخص بجز امام ابوحنیفہ کے یہاں تک مرتبہ اجتہاد کو نہیں پہنچا کہ امامِ ائمہ ہوا ہو، پس اسی واسطے حافظ محقق شیخ جلال الدین سیوطی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اصل صحیح اس بات کا ہے کہ واسطے بشارت اور فضیلت تامہ ابوحنیفہ کے اس پر اعتماد کیا جائے انتہیٰ۔

شامی میں لکھا ہے کہ جو احادیث علم ثریا کی ابھی مذکور ہو چکی ہیں وہ امام اعظم پر قطعاً محمول ہیں جیسا کہ شامی صاحب سیرت اور ان کے شیخ حافظ سیوطی نے تصریح کی ہے بخلاف حدیث لا تسبوا قریشا فان عالمھا یملأ الارض علما کے جو امام شافعی پر محمول کی گئی ہے کیونکہ بعض نے اسے ابن عباس پر محمول کیا ہے بلکہ وہ اس حدیث کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ حبر الامہ اور ترجمان القرآن ہیں اور حدیث یوشك ان یضرب اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون اعلم من عالم المدینة کی جو امام مالک پر محمول کی گئی ہے کیونکہ اس کو اور علمائے مدینہ پر جو اپنے زمانے میں منفرد تھے، محمول کیا گیا ہے بخلاف ان احادیث مذکورہ بالا کے کہ سوائے ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے ان کا اور کوئی محمل واقعی صحیح نہیں اور سلمان فارسی اگرچہ من حیث الصحبة امام ابو حنیفہ سے افضل ہیں لیکن علم اور اجتہاد اور نشر دین اور تدوین احکام میں مثل ابو حنیفہ کے نہیں ہوئے اور کبھی مفضول میں کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہے جو فاضل میں نہیں ہوتی اور فارس سے بلاد معروفہ مراد نہیں ہے بلکہ جنس عجم سے ہے اور فرس ہے جیسا کہ دیلمی کی حدیث میں ہے کہ بہتر عجم کا فارس ہے انتہیٰ۔

نیل الاوطار شرح در المختار میں مولوی خرم علی جو فرقہ غیر مقلدہ کے بھی نہایت معتمد ہیں بعد نقل فضائل ابو حنیفہ کے لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبد اللہ بن داؤد اور رشدا بن حکیم اور یحییٰ بن سعید اور مکی بن ابراہیم وغیرہ جو اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے استاد ہیں ان کے اقوال مستندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا امام ابو حنیفہ کا اپنے وقت میں تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ صحیحین کی یہ حدیث لو کان العلم عند الثریا لنالہ رجال من ابناء فارس کا صحیح محمل امام اعظم اور ان کے اصحاب ہیں کیونکہ اہل فارس میں ان سے زیادہ تر اور کوئی عالم عالی فہم دقیقہ رس نہیں ہوا، پس امام کے واسطے یہ بشارت وفضیلت عظیم الشان ہے انتہیٰ۔

حاصل کلام یہ کہ احادیث مذکورہ بالا اس بات پر دال ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صیغہ جمع یعنی رجال فرمانا باعتبار اتباع کے ہے جو امام ابو حنیفہ کے اصحاب ہیں اور صیغہ واحد یعنی رجل فرمانا باعتبار متبوع کے ہے جو خود امام ابو حنیفہ ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح فرمانا اس بات کا اشارہ ہے کہ اس شخص کے اتباع مثل اس کے فضل اصابت مسائل دین میں بحسب قواعد واصول اس شخص کے غیروں پر فائق ہوں گے اسی واسطے امام شافعی نے فرمایا ہے کہ جو شخص

فقہ حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کا ساتھ نہ چھوڑے کیونکہ معانی علم دین کے خاص انہیں کو آسان ہوئے ہیں اور خدا کی قسم میں فقیہ کامل نہیں ہوا مگر مطالعہ کتب محمد بن حسن سے۔

ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ بعض ائمہ نے کہا ہے کہ مشہور ائمہ اسلام ہیں سے کسی کے لئے وہ بات حاصل نہیں جو ابوحنیفہ کو اصحاب اور تلامیذ سے حاصل ہوئی ہے اور علماء وغیرہ لوگوں نے کسی شخص سے ایسا فائدہ نہیں اٹھایا جیسا کہ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے تفسیر احادیث مشتبہ اور مسائل فقہ اور حوادثات واقعہ اور قضایا اور احکام شرعیہ میں فائدہ حاصل کیا ہے، خدا ان کو جزائے خیر تام دے کذا فی الشامی نقلاً عن الخیرات الحسان۔

ابن خلکان میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے امام محمد سے ایک بوجھ اونٹ کا علم اخذ کیا انتہیٰ۔ اعلام الاخیار میں منقول ہے کہ امام احمد سے جب پوچھا گیا کہ آپ کو یہ مسائل دقیقہ کہاں سے حاصل ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ امام محمد کی کتابوں سے حاصل ہوئے ہیں انتہیٰ۔ تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ بعد امام مالک کے امام شافعی عراق میں پہنچے اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے ملے اور ان سے اخذ کیا اور امام احمد بن حنبل جو بڑے محدثین سے تھے ان کے اصحاب نے باوجود بڑی بضاعت علم حدیث کے امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے پڑھا انتہیٰ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا کہ اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ امام محمد بن حسن کی تصانیف کو دیکھ لیں تو بے اختیار ایمان لے آئیں انتہیٰ۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ طلحہ بن محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ امام ابویوسف مشہور الامر ظاہر الفضل افقہ اہل عصر تھے، ان کے زمانے میں کوئی شخص ان پر مقدم نہیں ہو سکتا تھا اور وہ علم اور حلم اور حکم اور قدر میں نیابت پر تھے اور انہیں نے پہلے پہل اصول فقہ میں کتابوں کو امام ابوحنیفہ کے مذہب پر وضع کیا اور اقطار زمین میں ابوحنیفہ کے علم کو پھیلایا اور نشر کیا انتہیٰ۔

پس واقع میں اور نیز بجسب اتفاق شہادت ائمہ شافعیہ وغیرہ ثابت ہوا کہ احادیث مذکورہ بالا کے مصداق اتم و محل اکمل صرف امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ہیں جن کے مبلغ علم کو ابنائے فارس و عجم میں سے کوئی شخص نہیں پہنچ سکا، پس وہ جو صاحب اتحاف النبلاء نے امام ابوحنیفہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اگر حدیث

لوکان الدین عند الثریا کو مخصوص بما ورد فی حقہٖ نہ رکھیں اور عام پکڑیں تو جہابذہ محدثین مثل بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ اس کے مصداق ہونے میں اولیٰ تر اور احق تر ہیں کیونکہ یہ تمام عجم اور سرزمین فرس سے تھے اور مرتبہ علم وعمل وصدق وورع ونشر وتدوین وتفقہ میں فائق بر اقران وسابق بر متقدمان تھے چنانچہ ان کی کتب مؤلفہ اس بات پر دال ہیں اور صحبتِ نبویہ اور روایت احادیثِ محمدیہ میں سلمان فارسی کے شریک تھے اگرچہ صحبت سلمان کی ظاہری تھی مگر ان کو صحبت معنوی حاصل تھی بقول شخصے اہل الحدیث ہم اہل النبی وان لم یصحبوا انفسہ انفاسہ صحبوا بخلاف ابو حنیفہ کے کہ سلسلہ روایت حدیث کا ان سے برپا نہیں ہوا اور جل وکل ان کے اقران اور ان کے بعد کی ثنا اُن پر تبحر فقہ اور امامت قیاس میں ہے اور مرتبہ قیاس کا مرتبہ علم کتاب وسنت سے کسی پر پوشیدہ نہیں بلکہ کوئی تالیف بھی ان سے بسند صحیح ماثور نہیں) کسی وجہ سے مردود و باطل اور سراسر تعصبات سے ہے۔

اوّل یہ کہ جس صورت میں شیخ جلال الدین جیسے امام حدیث وفقہ واجتہاد اور مصنف چار سو ساٹھ کتاب اور ان کے تلمیذ حافظ محمد بن یوسف شامی امام وحافظ حدیث و فقہ اور شیخ ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ نے جو حدیث وفقہ میں اپنے زمانہ کے اعظم علماء وفقہاء تھے، باوجود شافعیت کے محض انصاف کی راہ سے احادیث مذکورہ بالا کا مصداق امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو قرار دیا ہے اور علی الاعلان کہا ہے کہ ابنائے فارس میں سے کوئی شخص ان کے مبلغ علم کو نہیں پہنچا جو احادیث مذکورہ کا مصداق ٹھہر سکے تو اب ان کی شہادتِ کاملہ کے مقابلہ میں صاحب اتحاف یا ان جیسوں کے توہماتِ باطلہ اور تعصباتِ کاذبہ کی کیا حیثیت اور کیا منزلت ہے حالانکہ اگر امام بخاری وغیرہ پر ان کے نزدیک احادیث مذکورہ بالا کا کچھ بھی انطباق معلوم ہوسکتا تو وہ ضرور ہی کھینچ کھانچ کر احادیثِ مذکورہ کو ان پر منطبق کرتے کیونکہ امام بخاری کو امام ابو عاصم نے طبقاتِ شافعیہ میں ذکر کیا ہے اور نسائی بالاتفاق شافعی المذہب تھے اور امام احمد خود امامِ شافعی کے شاگرد تھے پس وہ اپنے مذہب کی افضلیت ثابت کرنے کی غرض سے ضرور ان احادیث کو ان پر منطبق کرتے اور کہتے دیکھو مذہب شافعی ایسا مقبول ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے متبعین مذہب مذکور تک کی بشارت دیدی ہے۔

دوم - قطع نظر اس سے اگر نفسِ حدیث کی طرف دیکھا جائے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان احادیث کا وہ شخص مصداق ہے جس پر حسبِ ذیل امور صادق آئیں۔

پہلا یہ کہ وہ ابنائے فارس سے ہو، پس ظاہر ہے کہ نہ تو ائمہ اربعہ اور نہ ائمہ حدیث میں سے کوئی شخص بجز امام ابوحنیفہ کے صرف ابنائے فارس بلکہ اولاد شاہ فارس یعنی نوشیرواں سے ہوا ہے کیونکہ امام مالک و شافعی تو بالاتفاق عربی تھے اور امام احمد کا اصل مرو تھا جو ملک خراسان میں واقع ہے اور امام بخاری بخارا کے اور ترمذی ترمذ کے رہنے والے تھے جو دونوں توران میں واقع ہیں اور امام مسلم نیشاپور واقع خراسان اور ابوداؤد ملک سیستان کے باشندے تھے جو سندھ و ہرات کے درمیان متصل قندھار کے واقع ہے اور نسائی شہر نسا واقع خراسان اور ابن ماجہ شہر قزوین واقع عراق وعجم کے رہنے والے تھے پس جس صورت میں خود ابنائے فارس میں سے جیسا کہ حدیث کا مفہوم ہے ہر طرح سے امام ابوحنیفہ بوجہ اتم و اکمل مصداق ٹھہرتے ہیں تو کوئی ضرورت نہیں کہ برخلاف صریح نص کے فارس کی تاویل کر کے اس سے عام عجم مراد لی جائے۔

دوسرا یہ کہ تمام حدیث مذکورہ بالا اس طرح پر ہے عن ابی هريرة قال كنا جلوسا عند النبي صلى الله عليه وسلم اذ نزلت سورة الجمعة فلما نزلت وآخرين منهم لما يلحقوا بهم قالوا من هٰؤلاء يا رسول الله قال وفينا سلمان الفارسي قال وضع النبي صلى الله عليه وسلم يده على سلمان ثم قال لو كان الايمان عند الثريا لناله رجل او رجال من هٰؤلاء - یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورہ جمعہ کی یہ آیت اتری وآخرين منهم لما يلحقوا بهم یعنی پاک ہے وہ خدا جس نے ان پڑھوں اور ان لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجا جو ان میں سے ابھی ساتھ ان کے نہیں ملاقی ہوئے۔ اس پر اصحاب نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جو ابھی ہم سے ملاقی نہیں ہوئے؟ ابوہریرہ کہتے ہیں سلمان فارسی ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ پس حضرت نے اپنا ہاتھ مبارک ان پر رکھ کر فرمایا کہ ایمان اگر ثریا کے نزدیک بھی ہوگا تو اس کو ضرور ایک آدمی یا چند آدمی اس گروہ یعنی قوم فارسی سے پا لیں گے مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو ابھی تم سے نہیں ملے، اولاد فارس میں سے ہیں اور وہ ضرور تم

سے ملاقی ہوں گے اور ان میں یہ صفت ہو گی کہ اگر دین ثریا کے پاس یعنی نہایت دور چلا جائیگا جہاں نظر کام نہ کر سکے گی اور اس کا واپس لانا مجال انسانی سے ناممکن ہو جائے گا تو بھی اس کو ایک یا چند شخص لے آئیں گے، پس بحسب مفہوم اس حدیث کے حدیث کا مصداق وہ شخص ٹھہر سکتا ہے کہ جو منجملہ دیگر قیود کے اصحاب سے ملا ہو پس ظاہر ہے کہ اہل فارس میں سے بعد سلمان فارسی کے کوئی ایسا شخص جو اس حدیث کا مصداق ہو سکے بجز امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کے جو اپنے وقت میں اعلم اور فائق بر اقران تھے، اصحاب یا تابعین سے نہیں ملا پس اس صورت میں بھی اس حدیث کے مصداق میں نہ امام احمد و بخاری وغیرہ محدثین صحاح ستہ کہ ان کو اصحاب کا دیکھنا تو کجا تابعین کا دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوا، اور اگر بالفرض والتقدیر اس حدیث کو برخلاف صریح مفہوم کے تابعین و تبع تابعین کے حق میں مخصوص نہ سمجھا جائے بلکہ عام لیا جائے تو بھی والفضل للمتقدم ہے۔

تیسرا یہ کہ صحیح مسلم کی حدیث لو کان الدین عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء فارس حتی تناولہ میں جو تناولہ کا لفظ ہے وہ اس بات پر دال ہے کہ وہ رجل مجتہد ہو اور مجتہد بھی ایسا ہو کہ تمام امور دینیہ اور مسائل شرعیہ کا محیط ہو اور کوئی حالت منتظرہ اس میں باقی نہ ہو کیونکہ جملہ جزئیات کا حاوی ہونا بغیر مجتہد کے اور کسی کا منصب نہیں پس ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے یہ منصب کسی کو حاصل نہیں ہوا جن پر جمہور نے ان کو بہمہ وجوہ اعلم و اولی دیکھ کر اجماع کیا ہو اور ان کے مذاہب قرآن و حدیث و اجماع سے مستنبط اور مدون ہو کر نشر آفاق اور مسلم ہوئے ہوں اور ان کے مذاہب سے ان کے مقلد کو ہر ایک طرح کے حوادث و وقائع و نوازل میں مسئلہ کا جواب مل سکتا ہو، پس امام ابو حنیفہ جو ائمہ اربعہ میں سے زماناً و اجتہاداً و تدویناً اول ہیں اور صرف وہی ابناء فارس سے ہیں مع اصحاب خود حدیث مذکورہ بالا کے مصداق ہیں نہ امام بخاری وغیرہ کیونکہ نہ تو وہ حسب مفہوم حدیث کے ایسے مجتہد ہی ہوئے ہیں جو انہوں نے وہ مسائل جو صریحاً قرآن و حدیث سے نہ مل سکتے تھے، اپنے اجتہاد سے نکالے ہیں اور نہ انہوں نے کل احادیث ہی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا بطور استیعاب و احاطہ کے بیان کی ہیں بلکہ ہزارہا صحیح احادیث بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت نہیں کیں جس کی تلافی ان کے بعد دیگر محدثین نے کی چنانچہ مستدرک، حاکم، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن عوانہ، صحیح ابن السکین، سنن دار قطنی، مسند دارمی، کتب بیہقی، کتب طحاوی، مصنف عبد الرزاق،

مسند ابی داؤد طیالسی، مسند ابی یعلیٰ موصلی، مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، معاجم ثلاثہ طبرانی وغیرہ اس بات کی شاہد ہیں اور ان کتابوں میں صحیح و حسن و ضعیف مثل بعض کتب صحاح ستہ کے سب قسم کی احادیث مندرج ہیں، امام بخاری جو ائمہ حدیث کے امام خیال کئے جاتے ہیں گو ان کو بے شمار احادیث یاد تھیں لیکن ان سے ان کی صحیح میں صرف سات ہزار دو سو پچھتّر احادیث ہی مروی ہوئی ہیں اور اگر مکرر کو حذف کر دیا جاتے تو کُل چار ہزار احادیث رہ جاتی ہیں اور اس صحیح کے سوا اور بہت تھوڑی احادیث ہیں جو انہوں نے کتاب ادب المفرد وغیرہ میں بیان کی ہیں اور جو احادیث انہوں نے روایت نہیں کیں ان کا تمسک کرنا بعینہ المعنی فی بطن الشاعر کا قائل ہونا ہے۔ اسی طرح امام مسلم نے مع متفق علیہ اور مکررات کے کل بارہ ہزار احادیث اپنی صحیح میں بیان کی ہیں، اگر مکررات و متفق علیہا احادیث کو چھوڑ دیا جائے تو بہت تھوڑی احادیث رہ جاتی ہیں جو بالانفراد انہوں نے اس صحیح میں روایت کی ہیں، علیٰ ہذا القیاس دیگر اصحاب صحاح ستہ کا حال ہے۔

چوتھا یہ کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کو باوجود ان کے واحد ہونے کے بارادہ جنسیت ہؤلاء صیغہ اسم اشارہ جمع سے مشار الیہ کیا ہے اسی طرح بعض احادیث میں رجال کا صیغہ جمع فرمایا ہے پس بہ لحاظ اس مشابہت لفظی کے اس حدیث کا وہ شخص صحیح محمل ہو سکتا ہے جو سلمان کی طرح اس پر بھی کسی وجہ سے صیغہ جمع کا اطلاق کر سکیں پس ظاہر ہے کہ یہ مشابہت بجز امام ابوحنیفہ کے اور کسی میں پائی نہیں جاتی کیونکہ باعتبار متبوع ہونے کے تو وہ رجل ہیں اور باعتبار اصحاب مجتہدین کے جن کا مذہب ان کے مذہب کے ساتھ شامل ہو کر واحد تصور کیا جاتا ہے، رجال ہیں۔

پانچواں حضرت سلمان طبقۂ خیر القرون یعنی اصحاب میں سے تھے اسی طرح امام ابوحنیفہ بھی طبقۂ خیر القرون یعنی تابعین میں سے تھے بخلاف امام بخاری وغیرہ محدثین کے کہ وہ اس زمانے سے تھے جس کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثم یظہر الکذب کا کلمہ فرمایا ہے۔

چھٹا ظاہر ہے کہ سلمان فارسی نے کوئی تصنیف نہیں کی، صرف زبانی ہی بعض احادیث کی روایت کی ہے اسی طرح گو امام ابوحنیفہ نے کتاب فقہ اکبر و کتاب الوصیہ وغیرہ تصنیف کی ہیں مگر احادیث و مسائل فقہیہ میں مستقلاً کوئی کتاب نہیں لکھی بلکہ مسائل فقہیہ کو قرآن و

حدیث سے استنباط کرکے زبانی اپنے شاگردوں کو بتلایا جن کو انھوں نے فوراً قلمبند کر لیا، ایسا ہی جو احادیث ان سے مروی ہیں ان کو ان کے تلامیذ وغیرہ نے جمع کیا۔

ساتواں جس طرح حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بسبب صحابیت کے ہر ایک قول و فعل بعض محدثین کے نزدیک حدیث شمار کیا جاتا ہے اسی طرح امام ابو حنیفہ کا بھی بسبب تابعیت کے قول و فعل حدیث شمار کیا جاتا ہے اور امامِ ابو حنیفہ اصحابِ سنن اور اہلِ حدیث سے خارج نہیں ہیں چنانچہ امامِ شعرانی مالکی نے میزان میں لکھا ہے واصحاب السنن هم حفاظ الحديث والمطلعون عليه كالائمة المجتهدين وكمل تباعهم فانهم هم الذين يفهمون ما تضمنه السنن من الاحكام وكان ابوبكر ابن عباس يقول اهل الحديث فى كل زمان كاهل الاسلام مع اهل الاديان والمراد باهل الحديث فى كلامه ما يشمل اهل السنة من الفقهاء وان لم يكونوا حفاظا انتهى۔

غرض جب دلائل مذکورہ بالا سے مثل آفتاب نصف النہار کے ثابت ہو گیا کہ احادیث مذکورۃ الصدر کے من کل الوجوہ لفظاً و معنًی فقط امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب ہی مصداقِ اتم و محل اکمل ہیں تو اب معترض متعصب کے اس دعوے کو (اصحاب صحاح ستہ مرتبۂ علم و عمل و صدق و ورع و نشر و تدوین و تفقہ میں فائق بر اقران و سابق بر متقدماں تھے) بلا دلیل کون تسلیم کر سکے گا؟ غایت درجہ اگر کسی نے ان کا فائق بر اقران شاید مان بھی لیا مگر سابق بر متقدماں ہونا ان کا کوئی ذی شعور تسلیم نہ کرے گا کیونکہ اس کے بموجب لازم آتا ہے کہ وہ علم و عمل و صدق و ورع میں تبع تابعین و تابعین کیا بلکہ معاذ اللہ کہیں اصحاب سے بھی بڑھ کر تھے حالانکہ جو شخص خیر القرون کی خیریت اور اصحاب کی افضلیت کا قائل ہوگا تو وہ ایسی غلو فی المدح کو کبھی صراحۃً یا کنایۃً استعمال میں نہ لائے گا جن کو ذرا بھی تابعین و تبع تابعین کے حالات سے آگاہی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ کیا کچھ روایات احادیث و نشر علم و تدوین و تفقہ میں مساعی جمیلہ عمل میں لائے ہیں کہ علاوہ والفضل للمتقدم کے جن کا عشر عشیر بھی اصحاب صحاح ستہ سے وقوع میں نہیں آیا بجز اس کے کہ انھوں نے صرف ان کی خوشہ چینی کی اور ان کی ہی کتب سے انتخاب کر کے اپنی اپنی صحاح کو مرتب کیا نہ ترتیب اور نہ تبویب میں کوئی نئی بات نکالی چنانچہ شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں ترجمہ امام بخاری میں شیخ عبد الحق اور شرح بخاری کے مقدمہ میں احمد قسطلانی نے لکھا ہے

کہ تدوین احادیث و اخبار اور تصنیف سنن و آثار کا آغاز آخر زمانہ تابعین میں پیدا ہوا پس ایک جماعت محدثین کی مثل زہری اور ربیع بن صبیح اور سعد بن ابی عروہ وغیرہم اس شریف کام کے مقتدی ہوئے اور ہر ایک باب کی تصنیف علیحدہ علیحدہ کی یہاں تک کہ کبار اہل طبقہ ثالثہ پیدا ہوئے اور انہوں نے حدیث کی تدوین و تالیف ابواب فقہ کی ترتیب پر کی چنانچہ امام مالک جو اہل مدینہ کے پیشوا تھے، انہوں نے مؤطا تصنیف کی اور ان کو اہل حجاز کی جس قدر احادیث صحیح و قوی معلوم ہوئیں ان کو اس میں جمع کیا اور اقوال صحابہ و فتاویٰ تابعین و تبع تابعین اس میں درج فرمائے اور مکہ میں ابو محمد عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج اور شام میں ابو عمرو عبد الرحمٰن اوزاعی اور کوفہ میں سفیان ثوری اور بصرہ میں حماد بن سلمہ نے ایک ایک کتاب تصنیف کی بعد ازاں ہر ایک نے علمائے مجتہدین میں سے تالیف کی اور کبرائے محدثین میں سے مثل احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ وغیرہم نے مسانید لکھیں اور بعض تصانیف میں ابواب فقہ کی ترتیب کی لیکن ان مولفات میں سے کسی صحیح حدیث کو ضعیف سے جُدا نہ کیا گیا سو پہلے پہل صرف صحیح احادیث میں امام بخاری نے تصنیف کی اور ان کو صحیح احادیث کے جمع کرنے پر تصانیف مذکورہ بالا کی اطلاع باعث ہوئی انتھےٰ۔

پس اس بیان سے ظاہر ہے کہ امام بخاری کو احادیث کے جمع کرنے میں اگر کچھ فضیلت ہے تو صرف اتنی ہے کہ انہوں نے بر خلاف پہلی حدیث کی کتابوں کے فقط صحیح احادیث میں کتاب لکھی سو یہ بات چنداں مشکل نہیں کیونکہ جس شخص کے سامنے اس قدر تصنیفات موجود ہوں وہ بآسانی ان میں سے صحیح احادیث انتخاب کر سکتا ہے اور یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے اس سے کوئی کتاب صرف صحیح احادیث میں جمع نہ ہوئی تھی حالانکہ امام مالک کے مؤطا کی صحت پر جو اعتبار و اعتماد ہے ایسا کسی اور کتاب پر نہیں چنانچہ ابو زرعہ رازی نے جو رئیس محدثین ہیں، کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کی طلاق پر سوگند کھائے کہ جو کچھ مؤطا میں لکھا ہے بلا شک و شبہ صحیح ہے وہ حانث نہیں ہوتا انتھیٰ، پس ایسا اعتماد اور وثوق تو صحیح بخاری و مسلم پر بھی کسی نے نہیں کیا بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو صحیح بخاری و صحیح مسلم کا ماخذ ہی مؤطا امام مالک ہے چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رسالہ عجالہ نافعہ میں لکھتے ہیں کہ نسبت دریں ہر سہ کتب (یعنی مؤطا و صحیح بخاری و صحیح مسلم) آنست کہ مؤطا گویا اصل و اُم صحیحین است و صحیح بخاری و مسلم ہر چند در ربط و کثرت احادیث دہ چند مؤطا باشند لیکن

طرق روایت احادیث و تمیز رجال و راہ اعتبار و استنباط از موطا آموختہ اند و اگر بنظر تفحص دیدہ شود احادیث مرفوعہ موطا غالباً در صحیح بخاری موجود اند پس صحیح بخاری مشتمل است بر موطا باعتبار احادیث مرفوعہ، آرے آثار صحابہ و تابعین در موطا زیادہ است انتہیٰ ملخصاً۔ اور باقی اصحاب صحاح ستہ نے جو صحیح بخاری و مسلم کے بعد اپنی کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے بعض نے صرف اتنی بات زیادہ کی کہ اکثر جگہ بتا دیا کہ یہ حدیث اس قسم کی ہے یعنی صحیح ہے یا حسن یا ضعیف وغیرہ۔

تفقہ کا یہ حال ہے کہ امام بخاری جو اصحاب صحاح ستہ میں اعلم و اقدم شمار کیے جاتے ہیں ان کے سامنے باوجودیکہ اس قدر تصنیفات مبوب بر ترتیب فقہ و استنباط مجتہدین اور کتب فقہ ائمہ اربعہ موجود تھیں مگر تاہم انہوں نے اپنی صحیح میں بعض احادیث کو ایسے ابواب میں داخل کیا ہے کہ ان ابواب سے ان احادیث کو کچھ بھی مناسبت نہیں چنانچہ شیخ الاسلام محی الدین نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم کی فصل ۶ میں صحیح مسلم کی ترجیح کے وجوہ میں انہیں باتوں کی طرف اشارہ کر کے لکھا ہے کہ بخلاف بخاری کے کہ اس نے ان وجوہ مختلفہ کو ابواب متفرقہ متباعدہ میں ذکر کیا ہے اور بہت سی باتیں غیر اس باب میں بیان کی ہیں کہ جس میں ان کا بیان کرنا قریب الفہم اور اولیٰ تھا انتہیٰ۔ شاید نووی کی اس قدر تصریح ان ابنائے زمانہ کو جو فنافی البخاری ہو رہے ہیں، کفایت نہ کرے اس لئے راقم اس جگہ صحیح بخاری کی چند احادیث بطور نمونہ پیش کرتا ہے جن کو ترجمۃ الابواب سے جو بخاری کی فقہ و استنباط کی صرف یہی بضاعت ہے، کچھ بھی مناسبت نہیں اور اس غیر مناسبت کو ہر ایک شخص جس کو علم سے ذرا بھی مس ہے، ادنیٰ غور سے سمجھ سکتا ہے۔

اول :- باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان (یعنی یہ باب اس پانی کی طہارت کے حکم میں ہے جس کے ساتھ آدمی کے بال دھوئے جائیں) لکھ کر اس کے نیچے یہ دو حدیثیں اس باب کے مضمون کی تطبیق میں لکھی ہیں: عن ابن سیرین قال قلت لعبیدۃ عندنا من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصبناہ من قبل انس او من قبل اھل انس فقال لان یکون عندی شعرۃ منہ احب الی من الدنیا وما فیھا یعنی ابن سیرین نے کہا کہ میں نے عبیدہ کو کہا کہ ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک میں سے کچھ بال ہیں جو انس یا اہل انس سے ہم کو ملے ہیں، پس عبیدہ

نے کہا کہ ہر آئینہ آنحضرت کے بال مبارک میں سے ایک تار کا بھی ہونا میرے نزدیک محبوب تر ہے ساری دنیا اور اس سے جو اس میں ہے عن انس ان رسول اللہ لما حلق راسہ کان ابوطلحۃ اول من اخذ من شعرہ یعنی انس نے کہا ہے کہ جب رسولِ خدا نے اپنے سر مبارک کو منڈوایا تو سب سے پہلے ابوطلحہ ہی نے آپ کے بال مبارک میں سے بال لئے۔ دیکھو دونوں حدیثوں کو باب مندرجہ عنوان کے مضمون سے کوئی کسی طرح کی مناسبت نہیں ہے چنانچہ تیسیر القاری فارسی شرح صحیح بخاری میں ان حدیثوں کے ذیل میں لکھا ہے کہ پوشیدہ نماند کہ در ترجمہ مطلق موئے مراد است و بایں تقریر ے کہ کہ دہ آمد علت آں شرافت تبرک گرفتہ قیاس مطلق موئے راست نمی آید انتہیٰ۔

دوم : باب التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء وخاف فوت الصلوٰۃ یعنی یہ باب جواز تیمم غیر سفر میں ہے جبکہ نمازی پانی کو نہ پائے اور نماز کے فوت ہو جانے کا اس کو اندیشہ ہو عن الاعرج قال سمعت عمیرا مولی ابن عباس قال اقبلت انا وعبد اللہ بن یسار مولیٰ میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی دخلنا علیٰ ابی جھیم بن الحارث ابن الصمۃ الانصاری فقال ابوجھیم اقبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من نحو بیر جمل فلقیہ رجل فسلم علیہ فلم یرد علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اقبل علی الجدار فمسح وجھہ ویدیہ ثم رد علیہ السلام یعنی عمیر نے کہا کہ میں اور عبداللہ بن یسار مولیٰ میمونہ ام المومنین ابی جہیم کے پاس آئے پس ابوجہیم نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہ جمل کی طرف سے تشریف لائے اور ان سے ایک مرد نے ملاقات کی اور سلام کیا پس آنحضرت نے سلام کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ آئے دیوار کی طرف اور مسح کیا اپنے منہ اور ہاتھوں کو اور سلام کا جواب دیا۔

دیکھو اس حدیث کو باب کے مضمون سے کسی طرح کی مطابقت نہیں کیونکہ باب میں تیمم کو واسطے نماز کے ذکر کیا ہے اور حدیث میں آنحضرت کا تیمم واسطے جواب سلام کے مذکور ہے چنانچہ اسی لئے تیسیر القاری میں اس حدیث کے نیچے لکھا ہے کہ استدلال بایں حدیث خالی از تکلف نیست در ترجمہ تیمم برائے نماز اخذ کردہ گویا قیاس کردہ نماز را بر سلام چنانکہ شراح گفتہ اند کہ آں ہم از مستحبات است وایں قیاس مع الفارق است انتہیٰ۔

سوم : باب الصلوٰة فی القمیص والسراویل والتنبان و القباء
یعنی یہ باب جائز ہونے نماز کے پیراہن و ازار دوختہ اور چھوٹی ازار میں ہے عن ابن عمر
قال سئل رجل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال ما یلبس
المحرم فقال لا یلبس القمیص ولا السراویل ولا البرنس
ولا ثوبا مسہ زعفران ولا ورس فمن لم یجد النعلین فیلبس
الخفین ولیقطعہما حتی یکونا اسفل من الکعبین یعنی ابن عمر نے کہا
کہ ایک شخص نے پیغمبر خدا سے پوچھا کہ محرم (جس نے حج کا احرام باندھا ہو) کیا پہنے؟ فرمایا
کہ نہ پہنے پیراہن اور نہ سراویل اور نہ لمبی کلاہ اور نہ وہ کپڑا جو زعفران اور ورس سے رنگا
گیا ہو اور جو شخص نہ پائے نعلین پس پہنے موزے اور چاہیئے کہ کاٹ ڈالے ان دونوں کو
تاکہ وہ بہت نیچے ٹخنوں سے ہو جائیں۔ دیکھو باب کا مضمون تو کچھ اور ہے اور اس حدیث
کا کچھ اور، اور ان دونوں میں کوئی صورت مطابقت کی نہیں چنانچہ تیسیر القاری میں لکھا ہے
کہ مطابقت ایں حدیث بہ ترجمہ باب ظاہر نیست فلیتدبر انتہیٰ۔

چہارم : باب فضل صلوٰۃ الفجر فی الجماعۃ یعنی یہ باب بیچ زیادتی
ثواب نماز فجر کے ہے جو جماعت سے گزاری جائے عن ابی موسی قال النبی صلی
اللّٰہ علیہ وسلم اعظم الناس اجرا فی الصلوٰۃ ابعدھم فابعدھم
فمشی والذی ینتظر الصلوٰۃ حتی یصلیہا مع الامام اعظم اجرا
من الذی یصلی ثم ینام یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت بڑے
آدمیوں کے ثواب کی رو سے وہ نمازی ہیں جو دور سے چل کر مسجد میں آتے ہیں اور جو شخص
انتظار کرتا ہے اس بات کی کہ امام کے ساتھ نماز پڑھے وہ بہت بڑا ہے ثواب میں اس سے
جو پڑھتا ہے پھر سو رہتا ہے انتہیٰ۔ دیکھو اس حدیث میں کہیں نماز فجر کی جماعت کا ذکر نہیں
ہوا بلکہ ظاہراً یہ حدیث عشاء کی نماز میں ہے پس اس سے نماز فجر کی جماعت کی فضیلت کا استدلال
غلط ہے۔

پنجم : باب امر النبی الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ یعنی باب حکم کرنے
آنحضرت کے اس شخص کو اعادہ نماز کا جو رکوع تمام نہ کرے عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی
اللّٰہ علیہ وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرد علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارجع فصل فانك لم تصل ثلثا فقال والذی بعثك بالحق ما احسن غیرہ فعلمنی فقال اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معك من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم افعل ذلك فی صلوٰۃ کلها ۔ یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسجد میں آئے پس ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر حضرت کو سلام کیا کہ حضرت نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ پھر نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہیں پڑھی پس اس نے پھر نماز پڑھ کر حضرت کو سلام کیا پس حضرت نے پھر فرمایا کہ تو پھر نماز پڑھ چنانچہ تین دفعہ اسی طرح فرمایا، آخر کو اس نے کہا کہ آپکو اس کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں اس سے اچھی نماز پڑھنی نہیں جانتا پس آپ مجھ کو سکھائیں پس آپ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر تحریمہ کہو پھر قرآن سے جو پڑھ سکتا ہو پڑھ پھر رکوع کر یہاں تک کہ آرام پکڑے پھر سر کو اٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر سجدہ کر یہاں تک کہ آرام پکڑے پھر سر کو اٹھا یہاں تک کہ جلسہ میں آرام پکڑے پھر سجدہ کر یہاں تک کہ آرام پکڑے پھر اسی طرح اپنی تمام نماز میں کر انتہی۔

دیکھو باب میں تو یہ کہا کہ آنحضرت نے اس کو اعادہ نماز کا حکم اس لئے دیا تھا کہ اس نے رکوع ناتمام کیا تھا اور حدیث میں اس بات کا کہیں پتہ نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اس نے تمام ارکان نماز کو ناتمام کیا تھا اور اعادہ نماز کا حکم مجموع پر مترتب ہے نہ صرف رکوع پر پس حدیث کو باب کے مضمون سے کوئی کسی طرح کی مطابقت نہیں ہے۔

ششم: باب وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس یعنی ابتداء وقت جمعہ کا اس وقت ہے جبکہ آفتاب کا زوال ہو عن انس بن مالك قال کنا نبکر بالجمعۃ ونقیل بعد الجمعۃ یعنی ہم پیش دستی کرتے تھے جمعہ کے ساتھ اور قیلولہ کرتے تھے بعد جمعہ کے۔ دیکھو اس حدیث کے کسی لفظ سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جمعہ کا وقت اس وقت ہوتا ہے کہ جب سورج ڈھل جائے بلکہ ظاہر حدیث کا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نماز جمعہ دوپہر سے پہلے جائز ہے جیسا کہ امام احمد کا مذہب ہے کیونکہ قیلولہ معتادہ مسنونہ دوپہر سے پہلے ہے پس

حدیث کو باب کے مضمون سے کوئی مناسبت نہیں۔

ہفتم : باب اذا فاته العید یصلی رکعتین وکذلک النساء ومن کان فی البیوت والقریٰ یعنی باب اس امر کے بیان میں کہ جب کسی سے عید کی نماز فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نفل پڑھے اور اسی طرح عورتیں اور جو گھروں اور دیہات میں ہیں، دو رکعت پڑھیں عن عائشۃ ان ابا بکر دخل علیھا وعندھا جاریتان فی ایام منی تدففان و تضربان والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متغش بثوبہ فانتھرھما ابوبکر فکشف النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن وجھہ فقال دعھما یا ابا بکر فانھا ایام عید و تلک الایام ایام منی۔ یعنی حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ عید کے روز میرے گھر میں حضرت ابوبکر آئے اور اس وقت دو لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور رسول خدا نے اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا پس ابوبکر نے ان لڑکیوں کو منع کیا اس پر آنحضرت نے اپنے منہ سے کپڑا اٹھا کر فرمایا کہ اے ابوبکر ان سے کچھ نہ کہو کیونکہ یہ دن عید کا ہے، وقالت عائشۃ رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسترنی وانا انظر الی الحبشۃ وھم یلعبون فی المسجد فزجرھم عمر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعھم امنا بنی ارفدۃ یعنی عائشہ نے کہا کہ دیکھا میں نے پیغمبر خدا کو کہ چھپاتے تھے مجھ کو اور میں دیکھتی تھی حبشیوں کو جو کھیل رہے تھے مسجد میں پس عمر بن خطاب نے ان کو جھڑکا، اس پر آنحضرت نے فرمایا کہ چھوڑ دو ان کو در حالیکہ امن میں ہو اسے بنی ارفدۃ۔ دیکھو ان دونوں حدیثوں کو باب کے مضمون سے کوئی کسی طرح کی مناسبت نہیں ہے۔

ہشتم : باب فی کم تقصر الصلوٰۃ یعنی یہ باب اس امر کے بیان میں ہے کہ کتنے روز کے سفر میں نماز کو قصر کیا جائے عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسافر المرأۃ ثلاثۃ ایام الا مع ذی محرم یعنی ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ عورت تین روز کا سفر بغیر ہمراہی ذی محرم کے نہ کرے۔ دیکھو اس حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں بلکہ دو اور حدیثیں اس حدیث کے بعد بخاری میں لکھی ہیں، ان کو بھی باب کے مضمون سے کسی طرح کا تعلق نہیں۔

نہم : باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد یعنی یہ باب

اس بیان میں ہے کہ جنازہ کی نماز کا مصلےٰ اور مسجد میں پڑھنا جائز ہے عن عبد اللہ بن عمران الیهود جاء والی النبی صلی اللہ علیہ وسلم برجل منهم و امرأة زنیا فامر بهما فرجما قریبا من موضع الجنائز عند المسجد یعنی ابن عمر سے مروی ہے کہ یہود آنحضرت کے پاس اپنی قوم سے ایک مرد اور ایک عورت لائے جنہوں نے زنا کیا تھا پس حکم دیا آپ نے سنگسار کا پس وہ سنگسار کئے گئے اس جگہ کے پاس جو جنازہ کے لئے نزدیک مسجد کے مقرر تھی۔ دیکھو اس حدیث کے کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جنازہ کی نماز مسجد میں جائز ہو جیسا کہ باب میں دعوےٰ کیا گیا ہے بلکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جنازوں کے لئے مسجد کے باہر جگہ مقرر تھی۔

دہم : باب الصدقة قبل العید یعنی صدقہ فطر کا دینا پہلے نماز عید کے عن ابی سعید الخدری قال کنا نخرج فی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفطر صاعا من طعام قال ابو سعید و کان طعامنا الشعیر و الزبیب والاقط و التمر یعنی ابی سعید خدری سے مروی ہے کہ ہم نکالتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عید کے روز ایک صاع طعام سے اور طعام ہمارا جَو و انگور و اقط اور کھجور سے تھا۔ دیکھو باب میں تو صدقہ قبل نماز عید باندھا ہے اور یہ حدیث صدقہ قبل نماز عید پر کوئی کسی طرح سے دلالت نہیں کرتی بلکہ اس میں مطلق صدقہ کا حکم ہے جس وقت چاہے اس دن دے، فتدبر۔

یازدہم : باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین القبل والدبر یعنی یہ باب اس شخص کے حکم میں ہے جو وضو کے وجوب کا اعتقاد نہیں رکھتا بجز اس چیز کے جو دونوں راستوں سے نکلے یعنی فصد، قے اور حجامت وغیرہ سے وضو نہیں ٹوٹتا عن محمد بن الحنفیة قال علی کنت رجلا مذاء فاستحییت ان اسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامرت المقداد بن الاسود فسأله فقال فیه الوضوء یعنی محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو مذی آیا کرتی تھی اور میں شرم کے مارے رسول خدا سے نہ پوچھ سکتا تھا پس میں نے مقداد بن اسود کو پوچھنے کے لئے کہا، اس نے آنحضرت سے پوچھا پس آپ نے فرمایا کہ مذی میں وضو ہے۔ دیکھو اس حدیث سے اتنا تو ظاہر ہے کہ جو اگلے راستہ سے نکلے اس سے وضو ٹوٹ جاتا

ہے مگر یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ غیر سبیلین کے سوا فصد، حجامت، قے وغیرہ سے وضو نہیں ٹوٹتا جس کے اثبات کے لئے مؤلف نے استدلالاً واستنباطاً اس حدیث کو اس باب میں بیان کیا تھا۔

دوازدہم : باب الوضوء من غیر حدث یعنی بغیر ٹوٹنے وضو کے وضو کے مسنون ہونے میں عن سوید بن النعمان قال خرجنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عام خیبر حتی اذا کنا بالصهباء صلی لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم العصر فلما صلی دعا بالاطعمة فلم یؤت الا بالسویق فاکلنا و شربنا ثم قام النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی المغرب فمضمض ثم صلی لنا المغرب و لم یتوضأ یعنی سوید بن نعمان کہتے ہیں کہ ہم رسول خدا کے ساتھ سال فتح خیبر میں نکلے یہاں تک کہ موضع صہبار میں تھے کہ حضرت نے عصر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر طعام مانگا پس بجز تلخان کے اور کچھ نہ لایا گیا، پس کھایا ہم نے اور پانی پیا پھر مغرب کے لئے آنحضرت اٹھے اور کلی فرمائی پھر جماعت کرائی اور وضو نہ کیا۔ دیکھو باب تو اس مضمون کا باندھا تھا کہ وضو کے ہوتے مکرر وضو کرنا مسنون ہے اور اس کے استدلال میں یہ حدیث ایسی بیان کی جس کو باب کے مضمون سے کوئی کسی طرح کی مناسبت نہیں چنانچہ تیسیر القاری شرح بخاری میں اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ مناسبت ایں حدیث بہ ترجمہ باب کہ وضو کردن بدون حدث مسنون است ظاہر نمی شود فتدبر انتہی۔

سیزدہم : باب من ادرک رکعة من العصر قبل الغروب یعنی یہ باب اس شخص کے حکم میں ہے جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت کو آفتاب کے غروب ہونے سے پالیا عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثل المسلمین و الیهود و النصاریٰ کمثل رجل استاجر قوما یعملون له عملا الی اللیل فعملوا الی نصف النهار فقالوا لاحاجة لنا الی اجرک فاستاجر آخرین فقال اکملوا بقیة یومکم و لکم الذی شرطت فعملوا حتی اذا کان حین صلوة العصر قالوا لک ما عملنا فاستاجر قوما فعملوا بقیة یومهم حتی غابت الشمس و استکملوا اجر الفریقین ۔ یعنی ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص کے مثل ہے جس نے ایک قوم کو اس

بات پر مزدور پکڑا کہ وہ رات تک کام کرتے رہیں پس انہوں نے دوپہر
تک کام کر کے کہا کہ ہم کو تیری مزدوری کی کوئی حاجت نہیں، پس اس نے اور لوگوں کو مزدور
پکڑا اور کہا کہ تمام کرو اپنے دن کو اور تمہارے لئے وہ مزدوری ہے جو میں نے مقرر کی ہے
پس انہوں نے کام کیا یہاں تک کہ جب نمازِ عصر کا وقت ہوا تو انہوں نے کہا کہ تیرے لئے
ہے جو ہم نے کیا ہے اور ہم تجھ سے طلب نہیں کرتے پس اس پر اس نے اور لوگوں کو
مزدور پکڑا انہوں نے باقی کا دن کام کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہوا اور دونوں اول گروہوں
کی مزدوری انہوں نے حاصل کی۔ دیکھو اس حدیث کو باب کے مضمون سے کچھ بھی علاقہ نہیں
جس کے استدلال میں صاحب صحیح بخاری نے اس کو درج کیا تھا غایت درجہ اس حدیث کے
بجز اس کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا کہ نمازِ عصر کا وقت اخیر دن کو ہوتا ہے۔

چہاردہم: باب وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوٰۃ
کلها فی الحضر والسفر وما یجهر فیها وما یخافت یعنی یہ باب ہے بیچ بیان
وجوب قرارت قرآن کے امام اور مقتدی دونوں کے لئے تمام نمازوں میں حضر اور سفر میں اور
وہ نماز جس میں اونچے پڑھا جاتا ہے اور وہ نماز جس میں آہستہ پڑھا جاتا ہے، عن جابر
بن سمرة قال شکی اهل الکوفة سعدا الیٰ عمر فعزله فاستعمل علیهم
عمارا فشکوا حتی ذکروا انه لا یحسن یصلی فارسل الیه فقال یا ابا اسحٰق
ان هؤلاء یزعمون انك لا تحسن تصلی فقال اما انا واللّٰه فانی کنت اصلی
بهم صلوٰة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما احرم عنها اصلی صلوٰة العشاء
فارکد فی الاولیین واخف فی الاخریین قال ذٰلك الظن بك یا ابا اسحٰق
الیٰ اخر الحدیث۔ یعنی جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ عمر خطاب کے پاس
کوفہ کے لوگوں نے سعد کی شکایت کی پس عمر نے سعد کو معزول کر کے ان پر عمار بن یاسر کو حاکم کیا
شکایت یہ تھی کہ سعد اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے، پس عمر نے آدمی بھیج کر سعد کو بلوایا اور فرمایا کہ
اے ابا اسحٰق! یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے پس سعد نے کہا کہ کس طرح
ہوتا ہے؟ قسم خدا کی کہ میں ان کے ساتھ اسی طرح نماز پڑھتا تھا جیسے رسول اللہ نماز پڑھتے تھے
اور کوئی چیز اس میں سے ترک نہ کرتا تھا چنانچہ جب نماز عشاء کی پڑھتا تھا تو پہلی دو رکعت کو لمبا
اور اخیر کی دو کو چھوٹا کرتا تھا۔ پس عمر نے کہا کہ مجھ کو تجھ سے یہی گمان ہے۔ دیکھو اس حدیث سے

کوئی بات بھی ان امور سے ثابت نہیں ہوتی جن کا ذکر باب کے مضمون میں کیا نفاخصوصاً قرارت قرآن کا امام ومقتدی کے لئے واجب ہونا چنانچہ اسی لئے تیسیر القاری میں لکھا ہے کہ پوشیدہ نماند کہ حدیث دلالت برقرارت مقتدی ندارد بلکہ بروجوب قرارت امام نیز دلالت ندارد انتہیٰ۔

پانزدہم : باب اتمام التکبیر فی الرکوع یعنی یہ باب بیچ بیان تمام کرنے تکبیر کے رکوع میں ہے چنانچہ بعض حروف اللہ اکبر کے رکوع میں واقع ہوں عن عمران بن حصین قال صلی مع علی بالبصرۃ فقال ذکرنا ھٰذا الرجل صلوٰۃ کنا نصلیھا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر انہ کان یکبر کل ما رفع وکل ما وضع۔ یعنی عمران بن حصین سے مروی ہے کہ کہا میں نے نماز پڑھی ساتھ علی کے بصرہ میں پس یاد دلائی ہم کو علی نے وہ نماز جو ہم پڑھتے تھے ساتھ رسولِ خدا کے پس ذکر کیا کہ آنحضرت تکبیر کہا کرتے تھے، جب سر اٹھاتے تھے اور جب رکھتے تھے۔ دیکھو اس حدیث سے یہ تو ثابت ہے کہ تمام انتقالات نماز میں تکبیر کہنا چاہیئے لیکن یہ کسی لفظ سے ثابت نہیں ہوتا کہ تکبیر کو اس طرح پر ادا کرنا چاہیئے کہ اس کے بعض حروف رکوع میں واقع ہوں جس کے اثبات کے لئے اس حدیث کو مؤلف نے ذکر کیا ہے چنانچہ اسی لئے تیسیر القاری میں اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ پوشیدہ نماند کہ در حدیث اتمام تکبیر در رکوع ذکر نکردہ تا مطابق شود بہ ترجمہ فتدبر انتہیٰ۔

شانزدہم : باب ھل یوذن او یقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء یعنی نمازی آیا اذان کہے یا صرف تکبیر ہی کہے جبکہ نماز مغرب اور عشاء کو جمع کرے عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یجمع بین ھاتین فی السفر یعنی المغرب والعشاء یعنی انس بن مالک سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا جمع کرتے تھے درمیان سفر کے ان دو نماز یعنی مغرب وعشاء میں۔ دیکھو اس حدیث کو باب کے مضمون سے کوئی مطابقت نہیں اور اس میں ایسا کوئی لفظ کنایۃً بھی وارد نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں شام وعشاء کو جمع کرتے تھے تو اذان کہتے تھے یا صرف تکبیر پر ہی اکتفاء کرتے تھے۔

ہفتدہم : باب صلوٰۃ القاعد بالایماء یعنی باب بیچ بیان جائز ہونے نماز بیٹھے ہوئے کے ساتھ اشارہ کے عن عمران بن حصین قال سألت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوٰۃ الرجل وھو قاعد فقال من صلی قائما فھوا فضل ومن صلی قاعدا فلہ نصف اجر القائم ومن صلی نائما فلہ نصف اجر قاعد یعنی عمران بن حصین کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا کہ جو شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھے پس وہ بہتر ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے پس اس کیلئے آدھا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے والے کا ہے اور جو لیٹ کر پڑھے پس اس کیلئے آدھا ثواب بیٹھ کر پڑھنے والے کا ہے دیکھو اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ کنایۃً بھی وارد نہیں جس میں بیٹھ کر اشارہ کے ساتھ نماز پڑھنے کا ذکر ہو اور طرفہ یہ کہ مؤلف نے اس سے پہلے اپنی صحیح میں صرف باب صلوٰۃ القاعد میں بھی اس حدیث کو وارد کیا ہے۔

ہژدہم : باب طول القیام فی صلوٰۃ اللیل باب بیچ بیان درازی قیام کے رات کی نماز میں عن حذیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام للتھجد من اللیل یشوص فاہ بالسواک حذیفہ سے مروی ہے کہ آنحضرت جب ارادہ کرتے نماز تہجد کا تو صاف کر لیتے اپنے منہ کو مسواک سے۔ دیکھو اس حدیث کو باب کے مضمون سے کوئی کسی طرح کا تعلق نہیں۔

نوزدہم : باب الخطأ والنسیان فی العتاقۃ والطلاق ونحوہ یعنی یہ باب بیچ بیان حکم خطا و فراموشی کے ہے آزاد کرنے اور طلاق دینے میں۔ عن ابی ھریرۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز لی عن امتی ما وسوست بہ صدورھا ما لم تعمل او تکلم یعنی ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ خدا نے میرے لئے معاف کیا میری امت سے اس چیز کو جو دل میں گزرے جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے یا اس کو نہ بولے۔ دیکھو اس حدیث کو باب کے مضمون سے کوئی نسبت نہیں کیونکہ باب میں خطا و نسیان کا ذکر ہے اور حدیث میں صرف وسوسہ کا لفظ آیا ہے سو وسوسہ اور بات ہے اور خطا و نسیان امر دیگر اور نیز لفظ طلاق و عتاق بالکل ندارد۔

بستم : باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور یعنی باب بیچ بیان اس چیز کے جو مکروہ ہے قبروں پر مساجد کا بنانا ولما مات الحسن بن الحسن بن علی ضربت امرأتہ القبۃ علی قبرہ سنۃ ثم رفعت فسمعت صائحا یقول الا ھل وجدوا ما فقدوا فاجابہ آخر بل یئسوا فانقلبوا یعنی جب حسن

بن حسن بن علی فوت ہوئے تو ان کی عورت نے ان کی قبر پر ایک سال تک خیمہ لگایا، پھر اٹھا لیا پس کسی آواز کرنے والے کو سنا جو دوسرے سے کہتا تھا کہ کیا پا لیا ہے اس چیز کو جو گم کیا تھا، پس اس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ناامید ہوئے اور پھر گئے۔ دیکھو اس حدیث سے مسجد کے قبر پر بنانے کی کراہیت کہیں سے ثابت نہیں ہوتی جس کا باب میں دعوٰے کیا تھا چنانچہ تیسیر القاری میں لکھا ہے کہ پوشیدہ نماند کہ کراہیت مسجد گرفتن از ینجا معلوم نشد انتہیٰ۔

اب میں کہاں تک امام بخاری کے اجتہاد و استنباط کی قلعی ان کی کتاب سے کھولوں ناظرین اس سے خیال کرلیں کہ جب ان کی فقاہت کا یہ حال ہے تو اور محدثین تو ان کے ہی خوشہ چین ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ امام بخاری بالکل فقیہ نہ تھے بلکہ فقیہ کیا صاحب اجتہاد بھی تھے مگر ایسے ہی کہ دس مسائل میں جو اجتہاد کیا تو ایک آدھ میں اصابت ہوگئی، چنانچہ ہدایہ کی شروح نہایہ و کفایہ و فتح القدیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ زمانہ امام ابوحفص کبیر میں جب امام بخاری بخارا میں آکر فتوے دینے لگے تو ان کو امام ابوحفص کبیر نے ممانعت کی کہ آپ فتوے دینے کے لائق نہیں ہیں مگر انہوں نے نہ مانا، یہاں تک کہ ایک دن لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اگر دو لڑکوں نے ایک بکری یا گائے کا دودھ پی لیا تو ان کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ان میں حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے جب لوگوں نے آپ کا یہ اجتہاد سنا تو ہجوم کرکے آپ کو بخارا سے نکال دیا۔ صاحب فتح القدیر اس روایت کے بعد لکھتے ہیں کہ فی الواقع یہ بات ٹھیک ہے کہ اگر محدث فقاہت کا خیال کرے تو ممکن نہیں کہ وہ کثرت سے حدیث کی روایت کر سکے کیونکہ وہ الفاظ احادیث یاد کرے یا ان میں تفکر و تدبر کرکے ان سے مسائل کا استنباط کرے انتہیٰ۔

قسطلانی نے شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا کہ جو شخص اس بات کا ارادہ کرے کہ میں فقہ و حدیث کو جمع کروں یعنی بکثرت روایت کروں اور استنباط مسائل بھی کروں تو یہ بات بعید ہے اور خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ واقع میں حدیث کا علم اسی شخص سے متعلق ہوتا ہے جو اپنے آپ کو اسی پر موقوف رکھے اور کوئی فن اس کے ساتھ ضم نہ کرے یعنی صرف اسی پر ہو رہے اور دیگر علوم و فنون سے کچھ واسطہ نہ رکھے۔ انتہیٰ۔

عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ مذہب الاسلام ابوحنیفہ میں لکھا ہے کہ علی بن معبد بن شداد عبیداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ میں اعمش محدث کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر ان سے مسئلہ پوچھا جس کا وہ کچھ جواب نہ دے سکے، اتنے میں وہاں امام ابوحنیفہ بھی

آ گئے، اعمش نے کہا کہ اے نعمان آپ اس مسئلہ کا جواب دیں، اس پر امام نے جیسا کہ چاہیئے تھا، اس کا جواب دیا۔ اعمش نے کہا کہ یہ جواب آپ نے کہاں سے نکالا؟ امام نے فرمایا کہ اس فلاں حدیث سے جو تم نے ہم سے بیان کی۔ اس پر اعمش نے کہا کہ اے گروہِ فقہا رتم بے شک طبیب ہو اور ہم صرف دوا فروش ہیں انتہیٰ۔

ابجد العلوم میں جامع الاصول سے منقول ہے کہ معرفت تواتر و آحاد اور ناسخ منسوخ کی اگرچہ علم حدیث سے تعلق رکھتی ہے مگر یہ وظیفہ فقیہ کا ہے کیونکہ وہ احادیث سے چونکہ احکام شرعیہ کو استنباط کرتا ہے اس لئے معرفت تواتر و آحاد اور ناسخ منسوخ کی طرف محتاج ہے لیکن محدث کا وظیفہ یہ ہے کہ جیسے اس نے حدیث کو سنا ہے ویسے نقل و روایت کر دے انتہیٰ۔ باقی رہا متعصب صاحب کا یہ قول کہ ابو حنیفہ سے سلسلہ روایت حدیث کا برپا نہیں ہوا اور لوگوں کی تعریف ان کی نسبت محض فقہ و امامت قیاس کے سبب سے ہے سو اس کا بطلان پہلے خیابان میں کما ینبغی ظاہر کیا گیا ہے جس کا اعادہ لاحاصل ہے۔

متعصب صاحب کا یہ قول کہ (امام ابو حنیفہ سے کوئی تالیف بھی بسند صحیح ماثور نہیں اور ایک جماعت علماء نے ان سے انکار کیا ہے) پایۂ اعتبار سے بالکل عاری ہے کیونکہ اہل سنت و جماعت میں سے کوئی ان کی تالیف سے منکر نہیں ہوا صرف بعض معتزلہ لوگوں نے انکار کیا ہے سو ان کا انکار قابل اعتبار نہیں۔ امام ابو حنیفہ کی تالیفات میں سے کتاب فقہ اکبر و کتاب العالم والمتعلم و کتاب الاوسط و کتاب الوصیۃ و کتاب المقصود وغیرہ ایسی مشہور و معروف ہیں کہ محتاج سند نہیں اور اگر ان کی سند ہی دیکھنی ہو تو قاضی ابو زید الدبوسی کی کتاب الزکوٰۃ کے باب زکوٰۃ الخارج اور ابو سہل الغزالی کی کتاب الطہارۃ کے باب الحیض اور ابو علی الدقاق کی کتاب النکاح کے باب العدۃ اور ابو منصور ماتریدی کی کتاب الزکوٰۃ کے باب زکوٰۃ السوائم اور کتاب الوکالۃ کے باب الوکالۃ بالبیع والشراء اور ابو اللیث سمرقندی کی کتاب النکاح کے باب المہر کو دیکھو۔ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ انہوں نے کوئی تصنیف نہیں کی تب بھی کچھ مضائقہ نہیں اور ان کی افضلیت و اکملیت میں ذرا بھی نقص عائد نہیں ہو سکتا ورنہ کبار تابعین خصوصاً اصحاب رسول خدا کی افضلیت میں بطریقۂ اولیٰ نقص لاحق ہوگا جن سے کوئی تصنیف وقوع میں نہیں آئی چنانچہ ملا علی قاری نے رسالہ تبعید العلماء عن تقریب الامراء میں لکھا ہے کہ کتب اور تصانیف ایک نئی بات ہے، زمانہ صحابہ و تابعین میں کچھ بھی وقوع میں نہ آئی تھی بلکہ بعد ۱۲۰ھ کے جب تمام صحابہ و تابعین فوت ہو گئے تب اس کا رواج شروع ہوا انتہیٰ۔

دوسری حدیث

شامی میں لکھا ہے کہ علامہ ابنِ حجر مکی نے خیرات الحسان فی ترجمۃ النعمان میں لکھا ہے کہ بعض ان احادیث میں سے جن سے ابو حنیفہ کی عظم شان پر عمدہ استدلال ہو سکتا ہے ایک وہ حدیث ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا اہلِ دنیا کی زینت سنہ ۱۵۰ھ میں اٹھ جائے گی شمس الائمہ کردری نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہ پر محمول ہے کیونکہ سنہ ۱۵۰ھ میں وہی فوت ہوئے ہیں انتہیٰ۔ ابنِ حجر اور کردری کا اس حدیث کو امام ابو حنیفہ کی فضیلت پر محمول کرنا اظہر من الشمس ہے کیونکہ سنہ ۱۵۰ھ سے بہت پہلے اصحاب رسولِ خدا فوت ہو چکے تھے اور اسی طرح وہ تابعین بھی جو فضیلتِ اجتہاد سے متصف تھے مثل زہری و شعبی و ابنِ سیرین اور مکحول اور فقہاء سبعہ وغیرہ کے سب کے سب اس سنہ سے پیشتر فوت ہو چکے تھے، اسی طرح وہ تبع تابعین جو اجتہاد اور فتوے کے ساتھ مشہور و معروف تھے مثل اوزاعی اور ثوری اور مالک بن انس وغیرہ سب کے سب اس سنہ سے پیچھے فوت ہوئے، غرضیکہ اہلِ اسلام کے ائمہ مجتہدین مشہورین بالفضل والفتوےٰ میں سے بجز امام ابو حنیفہ کے اور کوئی اس سنہ میں فوت نہیں ہوا اس لئے وہی اس حدیث کے مصداق اور اہلِ دنیا کی زینت ہیں کیونکہ جس طرح دنیا کا آسمان حسب فحوائے آیہ کریمہ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ کے ستاروں کے نور سے مزین ہوتا ہے اسی طرح اہلِ دنیا فقہاء و علماء کے زیور احکام کے ساتھ مزین ہوتے ہیں چنانچہ اسی[1] ابنِ حجر عسقلانی نے تقریب میں محمد بن اسمٰعیل بخاری کی نسبت کہا ہے کہ وہ مضبوطی حدیث میں دنیا کے امام ہیں پس اسی لئے امام اہل حدیث مروی عنہ اصحاب صحاح ستہ عبداللہ بن مبارک نے امام ابو حنیفہ کے حق میں فرمایا ہے ؎

لقد زان البلاد ومن علیہا — امام المسلمین ابو حنیفہ

باثار و فقہ فی حدیث — کآیات الزبور علی الصحیفہ

مسند خوارزمی میں لکھا ہے کہ امام محمد بن حسن نے اپنی اسناد ضحاک کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تحقیق اچھا رائے اپنے صاحب کو بے پرواہ کر دیتا ہے اور تحقیق قریب ہے کہ ہمارے پیچھے ابو حنیفہ کا رائے ہو جس کے ساتھ باقی رہنے اسلام تک احکام جاری ہوں اور ضرور وہ رائے مثل ہمارے اور احکام کے ہوگا ایک مرد جس کا نام نعمان بن ثابت اور کنیت ابو حنیفہ ہوگی

---

[1] ھکذا فی دائرۃ المعارف ۱۲

کوفہ میں پیدا ہوگا جو علم اور فقہ میں کوشش کر کے احکام کو ان کی اصلیت پر لائے گا انتہیٰ۔

اسی مسند میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارک ابن لیہعہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے ایک رات خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقدِ مبارک کو کھود کر حضرت کے استخوان مبارک کو سینہ تک اکٹھا کیا ہے۔ اس پر آپ دہشت کھا کر اٹھ بیٹھے اور صبح کو بصرہ کی طرف روانہ ہو کر وہاں محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر پوچھی انہوں نے جواب دیا کہ تو اس خواب کا صاحب نہیں ہے بلکہ اس کا صاحب ابوحنیفہ ہے۔ امام نے کہا کہ ابوحنیفہ میں ہی ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اپنی پیٹھ اور جانب چپ دکھلاؤ۔ امام نے اپنی پیٹھ اور جانب چپ کو آپ کے سامنے ننگا کر دیا۔ آپ نے شانہ یا بائیں بازو پر خال دیکھ کر فرمایا کہ تحقیق تم ہی وہ ابوحنیفہ ہو جن کے حق میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو ابوحنیفہ کہیں گے اور اس کے شانوں کے درمیان اور ایک روایت میں اس کے بائیں بازو پر خال ہوگا۔ خدا میری سنت کو اس کے سبب زندہ کرے گا انتہیٰ۔ اسی روایت کا وہ اثر ہے جس کی طرف امام جعفر صادق نے اشارہ کیا ہے اور جس کو مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ کے باب گیارہ کے خاتمہ میں لکھا ہے کہ اگر اہلِ تشیع اس بارے میں اہلِ سنت کی روایت پر اعتبار نہ کریں تو روایات امامیہ ان کو ضرور قبول کرنی چاہئیں جیسا کہ ابوالحسن بن علی نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک دن ابوحنیفہ امام ابوعبداللہ جعفر صادق کے پاس آئے، امام نے ان کی طرف نظر کر کے فرمایا کہ میں تم کو ایسا دیکھتا ہوں کہ تم میرے دادا کی سنت کو، جبکہ گم ہو گئی ہوگی، زندہ کرو گے اور ہر ایک مغموم و مہموم کے مددگار فریادرس ہو گے اور متحیر لوگ جبکہ ٹھہریں گے تو تمہارے ساتھ چلیں گے اور جب وہ متحیر ہوں گے تو تم ان کو واضح راستہ کی ہدایت کرو گے، پس واسطے تمہارے اللہ سے مدد اور توفیق ہوگی یہاں تک کہ علمائے ربانی تمہارے سبب سے راستہ پائیں گے انتہیٰ۔

پس یہ مضمون بعینہٖ وہ ہے جو عروس العارفین علی بن عثمان الجلالی المعروف بہ ہجویری نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ معاذ رازی نے آنحضرت کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو کونسی جگہ جستجو کروں؟ آپ نے فرمایا کہ ابوحنیفہ کی فقہ کے پاس انتہیٰ۔ اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے رسالہ فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ مجھ کو رسولِ خدا نے معلوم کرایا ہے کہ تحقیق مذہب حنفی میں ایسا طریقہ پسندیدہ ہے جو اور مذاہب سے اس سنت معروفہ کو جو بخاری اور اس کے

اصحاب کے زمانے میں جمع اور پختہ ہوئی ہے، موافق تر ہے انتہیٰ۔

اور مفتاح السعادۃ و مدینۃ العلوم میں لکھا ہے کہ مذاہب مشہورہ جن کو امتِ محمدیہ نے قبول کیا اور اہلِ اسلام نے صحت کے ساتھ ان کو تسلیم کیا ہے وہ چار مذہب چار ائمہ ابوحنیفہ مالک، شافعی، احمد بن حنبل کے ہیں پھر ان میں سے احق اور اولیٰ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کیونکہ وہ ان میں سے مضبوطی احکام و تیزی طبیعت و استنباط احکام میں قوت رائے اور قرآن و حدیث کی زیادہ معرفت اور علم احکام میں صحت رائے کے ساتھ متمیز ہے لیکن ہر ایک مقلد مذہب معین کو فروعات میں لائق ہے کہ اس بات کا حکم کرے کہ مذہب اس کا صواب محتمل الخطأ اور مذہب مخالف کا خطا محتمل الصواب ہے اور اعتقادیات میں اس بات کا حکم کرے کہ مذہب اس کا حق جزم اور مذہب مخالف کا خطا قطعی ہے انتہیٰ۔

تیسرا خیابان

امام ابوحنیفہ کے ان فضائل و مناقب کے بیان میں جن پر ان کے معاصرین اور دیگر علمائے کرام نے شہادت دی ہے

اگرچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل اس قدر ہیں کہ زبان و قلم میں یارا نہیں کہ ان کو بیان کر سکے یا معرضِ تحریر میں لا سکے چنانچہ علامہ اخطب خطباء الشرق والغرب ابو المؤید موفق بن احمد مکی خوارزمی فرماتے ہیں کہ ؎

اَیَا جَبَلَیْ نُعْمَانَ اِنَّ حَصَاکُمَا ... لَیُحْصیٰ وَلَا یُحْصیٰ فَضَائِلُ نُعْمَانٖ[1]

لیکن بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے آپ کے ہمعصروں اور دیگر علمائے کرام و فضلائے عظام کے وہ اقوال جو آپ کے اعلم وافقہ واورع وازہد واعبد واعقل واحوط ہونے پر شاہد ناطق ہیں بطور انموذج بیان کئے جاتے ہیں۔

طحطاوی میں لکھا ہے کہ خطیب بغدادی نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی ہے کہ میں نے شداد بن حکیم سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ تر کوئی عالم نہیں دیکھا

---

[1] یعنی اے دونوں پہاڑ نعمان تحقیق یہ سنگریزے تمہارے گنے جا سکتے ہیں لیکن فضائل نعمان بن ثابت شمار نہیں ہو سکتے ۱۲

اور اسمٰعیل بن محمد فارسی سے روایت کی ہے کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابوحنیفہ اپنے اہلِ زمانہ میں سب سے زیادہ عالم تھے، اور روح بن عبادہ سے روایت ہے کہ میں ۱۵۰ھ میں ابن جریج کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابوحنیفہ کی وفات کی خبر آئی جس کو سنکر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ اس شخص کے فوت ہونے سے بہت بڑا حصہ علم کا جاتا رہا، اور ابن الوزیر مروزی سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ہے کہ جب سفیان ثوری اور ابوحنیفہ ایک جگہ ہوں تو ان کے سامنے کون شخص فتوے دے سکتا ہے اور جب یہ دونوں ایک بات پر اتفاق کریں تو وہی حق ہے اور عبداللہ بن داؤد نے کہا ہے کہ جب کوئی آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہے اور جب آثار یا حدیث کے دقائق یا موشگافیوں کو معلوم کرنا ہو تو ابوحنیفہ ہیں۔ اور محمد بن سعید کاتب سے روایت کی ہے کہ میں نے عبداللہ بن داؤد سے سنا، کہتے تھے کہ اہلِ اسلام پر اپنی نماز میں ابوحنیفہ کے واسطے دعا کرنا واجب ہے کیونکہ انہوں نے لوگوں کے واسطے سنن اور آثار کو محفوظ کر دیا ہے انتہیٰ۔

شامی میں ابنِ حجر سے نقل کر کے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ ابوحنیفہ علم اور تقوے اور زہد اور اختیار آخرت میں اس جگہ میں تھے کہ کوئی ان کو نہیں پہنچا اور عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے کہ بجز امام ابوحنیفہ کے کوئی زیادہ حقدار نہیں کہ اس کا اقتدا کیا جائے کیونکہ وہ امام و متقی و پاک و پرہیزگار اور عالم فقیہ تھے، علم کو انہوں نے ایسا کھولا کہ کوئی نہیں کھول سکا، اور خلف بن ایوب نے کہا ہے کہ خدا سے محمد رسول اللہ کو علم پہنچا اور ان سے اصحاب کو اور اصحاب سے تابعین کو اور تابعین سے ابوحنیفہ کو پس جو چاہے راضی رہے یا غصہ ہو انتہیٰ۔

قلائد العقیان میں لکھا ہے کہ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ جیسے باز کے سامنے چڑیوں کی حالت ہوتی ہے ویسی ہی ابوحنیفہ کے سامنے ہماری حالت تھی اور تحقیق ابوحنیفہ علماء کے سردار ہیں، انتہےٰ۔

تاریخ خلکان میں لکھا ہے کہ خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہیں کہ جب ابوحنیفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھودنے کی خواب دیکھ کر ایک آدمی کو ابن سیرین کے پاس تعبیر پوچھنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کا دیکھنے والا اس حد تک

علم کو روشن اور واضح کرے گا کہ پہلے اس سے کسی نے سبقت نہ کی ہوگی انتہیٰ۔

نافع الکبیر میں لکھا ہے کہ خطیب نے محمد بن حفص سے اور انہوں نے حسن سے روایت کی ہے کہ سلیمان نے حدیث لا تقوم الساعۃ حتی یظھر العلم کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہاں علم سے امام ابوحنیفہ کا علم مراد ہے انتہیٰ۔

امام شعرانی مالکی نے میزان کبریٰ میں لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی کثرت علم و ورع و عبادت و دقت مدارک و استنباط پر سلف و خلف نے اجماع کیا ہے اور ابراہیم بن عکرمہ مخزومی نے کہا ہے کہ میں نے اپنی تمام عمر میں کوئی عالم اور ورع وازہد اور اعبد اور اعلم امام ابوحنیفہ سے نہیں دیکھا۔

امام ابوجعفر شیرازی نے شقیق بلخی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ اعلم الناس اور اورع الناس اور اعبد الناس اور اکرم الناس اور دین میں بڑی احتیاط کرنے والے تھے اور عبداللہ بن مبارک سے اس طرح پر روایت کی ہے کہ میں نے کوفہ میں داخل ہو کر وہاں کے علماء سے سوال کیا کہ تمہارے شہر میں کون شخص سب سے اعلم ہے، سب نے یہی کہا کہ امام ابوحنیفہ پھر میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ پرہیزگار کون ہے سب نے یہی کہا کہ امام ابوحنیفہ، پھر میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ زاہد کون ہے، سب نے یہی کہا کہ امام ابوحنیفہ پھر میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ عابد اور علم کا شغل رکھنے والا کون ہے سب نے یہی کہا کہ امام ابوحنیفہ، پس میں نے اخلاق حسنہ و محمودہ میں سے ایسی کوئی صفت نہیں پوچھی مگر سب نے یہی کہا کہ بجز امام ابوحنیفہ کے ہم کوئی نہیں جانتے کہ اس وصف کے ساتھ پیدا ہوا ہو انتہیٰ۔

امام نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ ابوبکر بن عیاش سے مروی ہے کہ جب امام ثوری کے والد ماجد فوت ہوئے تو لوگ تعزیت کے واسطے ان کے پاس جمع ہوئے پس جب ابوحنیفہ آئے تو سفیان ثوری اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور ان کو اپنی جگہ بٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئے، جب لوگ چلے گئے تو سفیان کو ان کے اصحاب نے کہا کہ آج ہم نے آپ کو عجیب بات کرتے دیکھا، اس پر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اہل علم میں سے ایک شخص آیا پس اگر میں اس کے علم کے لئے نہ اٹھتا تو اس کی عمر کے لئے اٹھتا اور اگر اس کی عمر کے لئے نہ اٹھتا تو اس کی فقاہت کے لئے اٹھتا اور اگر اس کی فقاہت کے لئے نہ اٹھتا تو اس کی پرہیزگاری کے لئے اٹھتا انتہیٰ۔

عقد الجید کی فصل منبحر فی المذہب میں شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنے

زمانے بھر سب سے اعلم تھے یہاں تک کہ امامِ شافعی نے کہا ہے کہ سب لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں انتہیٰ۔

عقود الجواہر المنیفہ کے مقدمۃ الکتاب میں لکھا ہے کہ ابنِ عبدالبر نے اپنی کتاب العلم میں محمد بن بکر بن داسہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے ابا داؤد سلیمان بن الاشعث سجستانی سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ رحم اللہ مالکاً کان اماماً رحم اللہ الشافعی کان اماماً رحم اللہ اباحنیفۃ کان اماماً۔ اور عبید بن دہب سے روایت ہے کہ امام مالک سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا آپ نے اس کا جواب دیا، اس پر سائل نے کہا کہ اہلِ شام آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور ایسا کہتے ہیں امام نے فرمایا کہ اہلِ شام کو ایسا مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا حالانکہ یہ مرتبہ صرف اہل مدینہ و اہل کوفہ پر موقوف ہے (یعنی مدینہ میں ہم لوگوں کو اور کوفہ میں امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو) اور امام شمس الدین محمد بن العلا باہلی شافعی سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جب ہم سے پوچھا جائے کہ ائمہ سے کون افضل ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ ابوحنیفہ! انتہیٰ۔

شامی میں ابنِ حجر مکی سے منقول ہے کہ ربیع نے روایت کی ہے کہ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں کیونکہ میں نے ان سے کوئی زیادہ فقیہ نہیں دیکھا اور یہ بھی امامِ شافعی سے روایت ہے کہ جو شخص ابوحنیفہ کی کتب کو نہ دیکھے وہ نہ تو علم میں متبحر ہوگا اور نہ فقیہ ہوگا انتہیٰ۔

قلائد العقیان میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے کہ میں نے ابوحنیفہ کے مثل کوئی شخص فقہ میں نہیں دیکھا اور میں نے مسعر بن کدام کو ابوحنیفہ کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے اور ان سے پوچھتے اور مستفید ہوتے دیکھا ہے اور میں نے ہرگز ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس نے ابوحنیفہ سے فقہ میں احسن کلام کیا ہو اور کہا کہ ابوحنیفہ اپنے زمانے کے لوگوں سے افقہ تھے۔ اور معمر بن راشد نے جو صحاح ستہ کے مروی عنہ اور رئیس اہل حدیث ہیں، کہا ہے کہ میں ان شخصوں سے جنہوں نے فقہ میں کلام اور کوشش کی ہے کسی کو ابوحنیفہ سے احسن معرفت میں نہیں جانتا اور وکیع نے کہا ہے کہ میں نے کسی شخص سے جو ابوحنیفہ سے افقہ اور اچھی طرح نماز پڑھنے والا ہو، ملاقات نہیں کی انتہیٰ۔

حموی نے شرح اشباہ میں لکھا ہے کہ حافظ ذہبی نے اپنی کتاب صحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ہے کہ حدیث تو مشہور و معروف ہوگئی

اب اگر اجتہاد کی ضرورت پڑے تو اجتہاد مالک اور سفیان ثوری اور ابو حنیفہ کا ہے لیکن ان میں سے ابو حنیفہ از روئے اجتہاد کے احسن اور از روئے رسائی کے ادق اور دونوں سے افقہ ہیں انتہیٰ۔

طحطاوی میں لکھا ہے کہ خطیب نے یحییٰ بن معین سے روایت کی ہے کہ میں نے یحییٰ سعید القطان سے سنا کہ کہتے تھے کہ ہم جھوٹ نہیں بولتے ہم نے ابو حنیفہ سے کوئی احسن رائے نہیں دیکھا اور ہم اکثر ابو حنیفہ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں انتہیٰ۔

تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ میرے نزدیک قرائتوں میں سے حمزہ کی قرات اور فقہ میں سے ابو حنیفہ کی فقہ عمدہ ہے انتہیٰ۔

مجد الدین فیروز آبادی نے قاموس کے باب الفاء میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ بیس فقہاء کی کنیت ہے لیکن بہت مشہور ان میں امام الفقہاء نعمان ہیں انتہیٰ۔

نافع الکبیر میں لکھا ہے کہ خطیب بغدادی سے روایت ہے کہ محمد بن بشر کہتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے پاس جایا کرتا تھا پس جب ابو حنیفہ کے پاس آتا اور وہ مجھ سے پوچھتے کہ کہاں سے آیا ہے تو میں کہتا کہ سفیان کے پاس سے آیا ہوں وہ فرماتے کہ البتہ تو اس شخص کے پاس سے آیا ہے کہ اگر علقمہ اور اسود موجود ہوتے تو اس کے ضرور محتاج ہوتے اور جب میں سفیان کے پاس آتا اور وہ مجھ سے پوچھتے کہ کہاں سے آیا ہے تو میں کہتا کہ ابو حنیفہ کے پاس سے آیا ہوں وہ یوں کہتے کہ تو افقہ اہل ارض کے پاس سے آیا ہے انتہیٰ۔

درمختار میں لکھا ہے کہ جرجانی نے مناقب نعمانیہ میں اپنی سند کے ساتھ سہل بن عبداللہ تستری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی امت میں امام ابو حنیفہ جیسا کوئی شخص عزیز العلم ثاقب الفہم قائم بالصدق اور عارف بالحق ہوتا تو ان کی امت یہودی ونصرانی نہ ہوتی انتہیٰ۔

اردو ترجمہ مشارق الانوار میں زیر حدیث لو کان الایمان معلقا بالثریا کے لکھا ہے کہ علمائے دین نے فرمایا ہے کہ اگر امام اعظم نہ ہوتے تو دین کا بھید لوگوں کو سمجھنا مشکل ہوتا، عبداللہ تستری نے کہا اگر بنی اسرائیل میں ابو حنیفہ کے برابر کوئی عالم ہوتا تو وے لوگ گمراہ نہ ہوتے انتہیٰ۔

طحطاوی میں لکھا ہے کہ خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی ہے کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ اگر خدا ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے سبب سے میری فریادرسی نہ کرتا تو میں بھی اور عام آدمیوں کے مانند ہوتا انتہیٰ۔

درمختار میں لکھا ہے کہ مسعر بن کدام نے جو صحاح ستہ کے مروی عنہ اور سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ کے استاد ہیں فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان امام ابوحنیفہ کو وسیلہ کرے اور ان کے مذہب پر چلا چلے، میں امید کرتا ہوں کہ اس کو کچھ خوف نہ ہوگا اور یہ بھی فرمایا ہے

حسبی من الخیرات ما اعددته — یوم القیمة فی رضی الرحمان

دین النبی محمد خیر الوریٰ — ثم اعتقادی مذهب النعمان

قلائد العقیان میں ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ علی بن عاصم نے کہا ہے کہ اگر ابوحنیفہ کی عقل کو نصف اہل ارض کی عقل کے ساتھ وزن کیا جائے تو البتہ ان پر غالب آجائے، اور یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے ہزار شیوخ سے پڑھا اور علم اخذ کیا ہے لیکن خدا کی قسم میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کوئی اورع و احفظ انسان اور اعقل نہیں دیکھا انتہیٰ۔

خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ امام شافعی کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ سے زیادہ کوئی عقیل آدمی پیدا نہیں ہوا انتہیٰ۔

تاریخ خلکان میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ مالک سے امام شافعی نے امام ابوحنیفہ کا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ وہ ایسے مرد ہیں کہ اگر تم ان سے اس ستون کی نسبت بات چیت کرو اور وہ چاہیں کہ اس کو سونے کا ثابت کریں تو البتہ وہ دلائل سے ثابت کردیں گے۔ جعفر بن ربیع کہتے ہیں کہ میں پانچ برس تک ابوحنیفہ کی خدمت میں رہا، اس عرصہ میں میں نے ان سے کوئی زیادہ خاموش نہیں پایا اور جب ان سے کوئی سوال فقہ کا کیا جاتا تو مثل نہر کے جاری ہوجاتے اور بات کہنے میں بلند آواز اور قیاس میں امام تھے۔ ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ سفیان ثوری سے کہا کہ ابوحنیفہ غیبت کرنے سے اس قدر متنفر ہیں کہ میں نے اپنے دشمن کی بھی غیبت کرتے نہیں سنا، اس پر سفیان نے فرمایا کہ وہ اس بات سے اعقل ہیں کہ اپنے حسنات پر کسی کو مسلط کریں کہ وہ لے جائے انتہیٰ۔

مسند خوارزمی میں اپنی اسناد کے ساتھ لکھا ہے کہ اعمش نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ مواضع فقہ دقیقہ اور غوامض علم خفیہ کو بخوبی جانتے ہیں اور ان کو اندھیرے مقام میں اپنے چراغ قلب کی وسیع روشنی سے اچھی طرح دیکھتے ہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ میری امت کے چراغ ہیں انتہیٰ۔

---

[1] کفایت کرتی ہے مجھ کو قیامت کے دن نیکیوں سے وہ چیز جو میں نے خدا کی رضامندی کے لئے تیار رکھی ہے سو وہ دین پیغمبر محمد کا ہے جو تمام خلقت سے بہتر ہیں پھر اس کے بعد میرا اعتقاد مذہب ابوحنیفہ نعمان کا ہے ۱۲

شامی میں ابن حجر سے منقول ہے کہ فضل بن دکین نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ بڑے خدا ترس اور بغیر جواب کے کلام نہ کرتے تھے اور نہ لا یعنی باتوں میں خوض کرتے اور ان کو سنتے تھے اور حسن بن صالح نے کہا ہے کہ وہ بڑے پرہیزگار اور حرام سے بچنے والے اور شبہ کے خوف میں بہت سی حلال چیزوں کو ترک کر دیتے تھے۔ میں نے کوئی فقیہ صیانت نفس میں ان سے زیادہ نہیں دیکھا انتہیٰ۔

خطیب بغدادی نے ابن عیینہ سے جو اجلہ محدثین سے ہیں روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ نہیں دیکھا میری آنکھ نے مثل امام ابو حنیفہ کے اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ابو حنیفہ علم و خیر کے ایک نشان تھے اور وکیع سے روایت ہے کہ ابو حنیفہ بڑے امانت دار تھے اور مقدم رکھتے تھے خوشنودی پروردگار کو ہر چیز پر اگرچہ راہِ خدا اور اجرائے شریعت میں ان پر تلواریں پڑیں اس کے متحمل ہوتے تھے انتہیٰ۔

طحطاوی میں لکھا ہے کہ خطیب نے سلیمان بن ربیع سے روایت کی ہے کہ مکی بن ابراہیم کہتے تھے کہ میں مدت تک علمائے کوفہ کی مجلس میں بیٹھا سو ان میں سے میں نے کسی کو ابو حنیفہ سے زیادہ اورع نہیں دیکھا انتہیٰ۔

شامی میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کیونکر مخصوص بہ امرِ عظیم نہ ہوں حالانکہ وہ ابوبکر صدیق کی طرح ہیں کہ جس طرح انہوں نے حضرتِ عمر کے مشورہ سے قرآن کے جمع کرنے میں سبقت کی ہے اسی طرح ابو حنیفہ نے سب سے اول تدوین فقہ اور استخراج مسائل کی راہ نکالی پس بموجب اس حدیث کے من سن سنۃ حسنۃ کان لہ اجرھا و اجر من عمل بھا الی یوم القیمۃ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے عمل یعنی جمع قرآن کا ثواب اور ان کے بعد جو حضرتِ عثمان نے قرآن کو جمع کیا اس کا ثواب ملے گا اسی طرح امام ابو حنیفہ کو تدوینِ فقہ اور استخراج فروع کا ثواب ملے گا اور باقی مجتہدوں کے برابر ثواب حاصل ہوگا انتہیٰ۔

میزان الشعرانی میں لکھا ہے کہ شقیق بلخی امام ابو حنیفہ کی کثرت سے مدح و تعریف کیا کرتے تھے اور علی رؤس الاشہاد گروہ عظیم میں کہا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کے مثل ورع میں کون شخص ہے کیونکہ ان کا ورع یہاں تک تھا کہ جب کوئی شخص ان سے کچھ کپڑا خرید کرتا اور زرِ قیمت اس کی دیگر نقدی میں مختلط ہو جاتی اور پھر اتفاقاً مشتری کپڑا واپس کرنا چاہتا تو آپ اس کو وہ تمام نقدی دے دیتے اور فرماتے کہ اے بھائی تیری قیمت میری اور نقدی میں مل گئی ہے پس تو یہ تمام نقدی لے لے اور میں تجھ سے اس کی بابت دنیا و اخریٰ میں اغماض کروں گا اور یہ ایسا ورع ہے کہ ایسا کوئی دوسرے سے سرزد ہونا ہم نے نہیں سنا انتہیٰ۔

درمختار وغیرہ میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے مندرجہ ذیل اشعار امام ابوحنیفہ کی مدح میں تصنیف فرمائے ؎

لقد زان البلاد ومن علیہا — امام المسلمین ابو حنیفہ

باثار وفقہ فی حدیث — کاٰیات الزبور علی صحیفہ

فما فی المشرقین لہ نظیر — ولا فی المغربین ولا بکوفہ

یبیت مشمرا سہر اللیالی — وصام نہارہ للہ خیفہ

فمن کابی حنیفۃ فی علاہ — امام للخلیقۃ والخلیفہ

رأیت العائبین لہ سفاہا — خلاف الحق مع حجج ضعیفہ

وکیف یحل ان یوذی فقیہ — لہ فی الارض اٰثار شریفہ

فقد قال ابن ادریس مقالا — صحیح النقل فی حکم لطیفہ

بان الناس فی فقہ عیال — علیٰ فقہ الامام ابی حنیفہ

فلعنۃ ربنا اعداد رمل — علیٰ من رد قول ابی حنیفہ انتہیٰ۔

علاوہ اس کے امام ابوحنیفہ کے مناقب میں علمائے کرام وفضلائے عظام نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں:

عقود المرجان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان، قلائد عقود الدرر والمرجان فی مناقب النعمان، الروضۃ العالیۃ المنیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ، ہر سہ مؤلفہ ابوجعفر طحاوی، بستان فی مناقب النعمان، مؤلفہ شیخ محی الدین قرشی صاحب الجواہر المضیہ۔ شقائق النعمان فی مناقب النعمان مؤلفہ علامہ زمخشری، کتاب شیخ محمد بن احمد الشعبی بقدر ۲۰ جزو۔ کتاب موفق الدین بن احمد مکی خوارزمی متوفی ۵۶۸ھ، کشف الآثار مؤلفہ عبداللہ بن محمد حارثی، کتاب شیخ ظہیر الدین مرغینانی، الانتصار لامام ائمۃ الامصار مؤلفہ مؤرخ یوسف بن فرغلی سبط ابن جوزی، جس میں امام کے مذہب کو دیگر مذاہب پر ترجیح دے کر مخالفوں کی خوب تردید کی ہے۔ کتاب ابوعبداللہ حسین بن علی ضیمری متوفی ۴۳۶ھ۔ کتاب ابوالعباس احمد بن الصلت حمانی متوفی ۳۰۸ھ۔ کتاب محمد بن محمد الکردری البزازی متوفی ۸۲۷ھ، کتاب ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن احمد السعدی المعروف بابن العوام، کتاب مواہب الشریفہ اور اس کا ترجمہ مسمیٰ بہ

---

[1] کذا فی دائرۃ المعارف ۱۲ [2] ای علی من رد ما قالہ من الاحکام الشرعیۃ محتقرا لہا فانہ موجب للطرد والا ۱۲ شامی

تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان مؤلفہ ابن کاس۔ تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ مؤلفہ خاتم الحفاظ شیخ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ۔ عقود الجمان فی مناقب النعمان مؤلفہ امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی جس کی تصنیف سے مقام برقوقیہ واقع قاہرہ میں ۹۳۹ھ میں فارغ ہوئے۔ کتاب ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری۔ کتاب ابواحمد محمد بن احمد شعبی نیشاپوری متوفی ۳۵۷ھ۔ الحیاض من صوب غمام الفیاض مؤلفہ شمس الدین احمد سیواسی۔ الابانۃ فی رد المشنّعین علی ابی حنیفہ مؤلفہ قاضی امام ابوجعفر احمد بن عبداللہ شیرابازی بلخی۔ قلائد العقیان فی مناقب النعمان اور خیرات الحسان فی ترجمۃ ابی حنیفۃ النعمان مؤلفہ شیخ ابن حجر مکی شافعی۔ تنویر الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ مؤلفہ علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی۔ فتح المنان فی مناقب النعمان مؤلفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ صحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ مؤلفہ امام حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، کتاب شیخ ابی یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری۔ رسالہ حافظ ابی عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی متوفی ۸۴۸ھ یہ رسالہ بقدر ایک جزو مناقب امام ابوحنیفہ میں ہے جیسا کہ انہوں نے کتاب کاشف فی اسماء الرجال میں امام ابوحنیفہ کے ترجمہ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔

اور جن علمائے کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کے مناقب کو ذکر کیا ہے وہ تو اس قدر ہیں کہ ان کا شمار موجبِ طوالت ہے صرف بطور نمونہ کے ان میں سے بعض کا ذکر حسبِ ذیل کیا جاتا ہے:

ابوالحسین بن احمد قدوری نے شرح مختصر کرخی کے اوائل میں، محمد بن عبدالرحمن غزنوی تلمیذ سغناقی نے کتاب جامع الانوار میں، احمد بن سلیمان بن سعید نے آخر کتاب درر میں، شمس الدین یوسف بن عمر صوفی کمار دری نے اوائل کتاب جامع مضمرات شرح مختصر قدوری میں، امام ابوعمر بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۲ھ نے کتاب انتصار اور کتاب جامع العلم میں۔ شیخ یوسف بن سعید سجستانی نے اواخر منیۃ المفتی میں، شیخ اسمٰعیل بن عیسیٰ اوغانی مکی متوفی ۸۹۲ھ نے مختصر مسند میں، شیخ محمد بن خسرو بلخی نے اول کتاب مسند میں۔ شیخ ابوالبقاء احمد بن ابی الضیاء قرشی مکی نے مختصر مسند میں۔ ابوالعباس احمد بن محمد غزنوی نے مقدمہ میں۔ عثمان بن علی بن محمد شیرازی نے اپنی کتاب الایضاح لعلوم النکاح میں۔ ابواسحٰق شیرازی نے طبقات شافعیہ میں۔ امام نووی شافعی نے تہذیب الاسماء و اللغات میں۔ حسام الدین صدر شہید نے فتاویٰ الکبریٰ کے اواخر میں۔ ابن خلکان شافعی نے تاریخ خلکان میں۔ ابوالفداء شافعی نے تاریخ ابوالفداء میں۔ سمعانی شافعی نے انساب میں تقی الدین

تمیمی نے اول طبقات میں - امام محمد غزالی شافعی نے اوائل کتاب احیاء میں شیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب شافعی صاحب مشکوٰۃ شریف نے اسماء الرجال میں - امام مجدالدین مشہور بابن الاثیر نے جامع الاصول میں - قاضی القضاۃ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد خوارزمی نے مسند میں شیخ عبدالوہاب شعرانی مالکی نے میزان کبریٰ میں شیخ محمد طاہر نے مجمع البحار اور مغنی میں - شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح اسماء الرجال بخاری میں - شیخ محمد بن علی حصکفی نے در مختار میں - سید احمد طحطاوی اور محقق ابن عابدین نے شرح در مختار میں - صاحب فتاوے برہنہ نے اواخر برہنہ میں - شیخ فرید الدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں - صاحب مختار الاختیار نے مختار الاختیار میں - حافظ دراز پشاوری نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں - احمد بن سلیمان معروف بابن کمال پاشا نے طبقات میں - امام یافعی نے مرأۃ الجنان میں - صاحب ہدایہ نے مختارات النوازل میں - امام ذہبی نے العبر باخبار من غبر میں - امام حافظ محمد بن یوسف شامی شافعی نے سبیل الہدے والرشاد فی احوال خیر العباد مشہور بسیرۃ شامی میں حافظ ابوالحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں - صاحب سراجیہ نے سراجیہ میں - ملا علی قاری نے اپنے رسائل و طبقات میں -

چوتھا خیابان

ان مطاعن کی تردید میں جو بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہ پر کئے ہیں

شامی میں لکھا ہے کہ جب امام ابوحنیفہ کے فضائل مشہور آفاق ہوتے اور چاروں طرف مشرق و مغرب میں آپ کے کمالات کا چرچا شروع ہوا تو عادت قدیمہ کے بموجب حسادنے آپ کے حق میں طرح طرح کے طعن کرنے شروع کئے اور آپ کے اجتہاد و اعتقاد کی نسبت ایسی ایسی باتیں بنانے لگے کہ جن سے آپ بالکل منزہ تھے اور اس سے ان کی غرض حسب فحوائے آیت یریدون ان یطفئوا نور اللہ ویابی اللہ الا ان یتم نورہ کے محض اطفائے نور شریعت تھی اور اس قسم کے طعن صرف امام ابوحنیفہ کے حق میں ہی نہیں کئے گئے بلکہ بعض نے امام مالک اور بعض نے امام شافعی اور بعض نے امام احمد کے حق میں کئے ہیں اور اس سے بڑھ کر ایک فرقہ نے حضرت ابوبکر و عمر اور ایک گروہ نے حضرت عثمان و علی کے حق میں بھی ایسی ہی زبان درازی کی ہے بلکہ ایک فرقہ نے نعوذ باللہ من ذلک تمام صحابہ کرام کو کفر کی تہمت دی ہے ولنعم ما قیل ؎

ومن ذا الذی ینجو من الناس سالما ولناس قال بالظنون وقیل انتہی -

خیرات الحسان میں ابن حجر مکی نے چھتیس فصلوں میں امام ابو حنیفہ کے محامد و محاسن بیان کرنے کے بعد فصل سینتیس میں لکھا ہے کہ حافظ ابن عبدالبر نے کہا جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض اصحاب حدیث نے امام ابو حنیفہ کی ذم میں افراط کیا ہے اور حدیث پر قیاس کو مقدم کرنے کے سبب سے ان پر حد سے زیادہ مذمت کا تجاوز کیا ہے حالانکہ اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ جس وقت صحیح ہو جائے حدیث تو باطل ہو جاتا ہے رائے و قیاس لیکن حال یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے بجز تاویل محتمل کے بعض اخبار آحاد کو رد نہیں کیا بلکہ بہت سی ان میں سے ایسی ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے سوا اوروں نے بھی ان کا رد کیا ہے اور ان کے امثال نے اس پر پیروی کی ہے مثل ابراہیم نخعی اور اصحاب ابن مسعود کے مگر یہ کہ شاید امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے زیادتی کی ہو اور اوروں سے قلت پائی گئی ہو چنانچہ جب امام احمد سے پوچھا گیا کہ امام ابو حنیفہ پر کس بات کا عیب لگایا گیا ہے تو انہوں نے کہا کہ رائے کا جب اس پر ان سے کہا گیا کہ کیا امام مالک نے رائے کے ساتھ کلام نہیں کیا کہا کہ ہاں کیا ہے لیکن امام ابو حنیفہ نے زیادہ کیا ہے لیکن اس پر جب کہا گیا کہ کیا آپ ان کے اس حصہ میں کلام کر سکتے ہیں (یعنی اس دعویٰ کو ثابت کر سکتے ہیں) تو امام احمد چپ ہو گئے اور لیث بن سعد نے کہا کہ میں نے امام مالک کے ستر مسائل ایسے شمار کئے ہیں جن میں انہوں نے صرف اپنی رائے کے ساتھ کہا ہے اور ان سب میں سنت رسول اللہ کی مخالفت کی ہے اور ہم علمائے امت میں سے کسی کو ایسا نہیں پاتے کہ وہ پہلے رسول اللہ کی حدیث کو ثابت کرے پھر اس کو رد کرے مگر ساتھ حجت کے مثل دعوے النسخ یا اجماع یا سند میں طعن کے اگر بغیر حجت کے کوئی اس کو رد کرے تو عدالت تک اس کی ساقط ہو جاتی ہے کجا یہ کہ وہ امام بنایا جائے اور فسق کا نام اس پر لازم ہو جاتا ہے اور خدا اس سے معاف رکھے اور تحقیق اصحاب سے اصول شرع پر اجتہاد ساتھ رائے کے اور قول ساتھ قیاس کے بایں طور واقع ہوا ہے کہ ذکر اس کا طویل ہے اور اسی طرح تابعین سے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ صرف امام ابو حنیفہ ہی قول بالقیاس کے ساتھ منفرد نہیں ہوئے بلکہ اسی پر عام فقہائے امصار کا عمل ہے انتہیٰ۔

پھر اسی کتاب کی فصل انتالیس میں خطیب بغدادی کے ان اقوال کی تردید میں جو ان سے اپنی تاریخ میں قادحین امام ابو حنیفہ سے نقل کئے ہیں لکھا ہے کہ تحقیق خطیب نے نہیں ارادہ کیا ساتھ اس کے مگر جمع کرنا ان اقوال کا جو ایک مرد کے حق میں کہے گئے ہیں جیسے کہ مورخین کی عادت ہے اور نہیں ارادہ کیا ساتھ ان کے امام ابو حنیفہ کے مرتبہ گھٹانے کا کیونکہ پہلے اس نے

کلام قادحین کو کثرت سے بیان کر کے ان کے مآثرات کو نقل کیا ہے پھر قادحین کے کلام کو ذکر کیا ہے چنانچہ اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ جو اسناد قادحین کی ذکر کی ہیں وہ متکلم فیہ اور مجہول اشخاص سے خالی نہیں اور اس طرح کی قدح سے اجماع کسی عام مسلمان میں رخنہ اندازی جائز نہیں رکھ سکتا پس کجا ایسے امام ائمۃ المسلمین کے حق میں رخنہ اندازی جائز تصور کرے اور اگر فرض بھی کر لیں کہ خطیب کی قدح صحیح ہیں تاہم ان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ اس بات سے خالی نہیں کہ قائل قدح مذکور کا یا تو اقران یا غیر اقران امام ابو حنیفہ سے ہے اگر وہ غیر اقران سے ہے تو وہ مقلد اس قول کا ہے جس کو امام ابو حنیفہ کے دشمن نے کہا یا لکھا ہے اور اگر اقران سے ہے پس بعض اقران کا قول بعض کے حق میں غیر مقبول ہے چنانچہ حافظ ذہبی و حافظ ابن حجر نے اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ یہ بات خصوصاً اس وقت میں ہے کہ جب ظاہر ہو کوئی عداوت یا مذہبی حسد، کیونکہ حسد ایسی بری بلا ہے کہ اس سے سوا اس شخص کے جس کو خدا نے بچایا، کوئی محفوظ نہیں رہا اور ذہبی نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ بجز انبیاء و صدیقوں کے زمانہ کے ایسا کوئی زمانہ ہوا ہو کہ اس کے اہل طعن سے سلامت رہے ہوں اور تاج سبکی نے کہا کہ اے مسترشد تجھے لائق ہے کہ طریقہ ادب کا تمام ائمہ ماضیین کے ساتھ استعمال کرے اور مت نظر کر طرف کلام بعض کے بعض کے حق میں مگر جب کہ آئے ساتھ دلیل واضح کے، پھر اگر تاویل اور حسن ظن پر قادر ہو تو اس کو اختیار کر ورنہ ان باتوں سے روگردانی کر جو ان کے باہم گزری ہیں اور پرہیز کر پھر پرہیز کر ان باتوں کے سننے سے جو واقع ہوئی ہیں درمیان ابو حنیفہ و سفیان ثوری یا مالک و ابن ابی ذئب یا نسائی و احمد بن صالح یا احمد و حارث بن اسد محاسبی کے اور اسی طرح چلے آؤ زمانہ عز بن عبد السلام و تقی بن الصلاح تک پس جب تو نے اس بات کا شغل کیا تو ہلاکت پر واقع ہوا کیونکہ لوگ ائمہ اعلام اور ان کے اقوال کے بارگیر ہیں اور اکثر اوقات ہم ان کے اقوال کو نہیں سمجھتے پس ہمارے لئے بجز رضامندی اور سکوت کے جو ان کے درمیان واقع ہوا اور کچھ مناسب نہیں جیسا کہ ہم ان باتوں کے لئے سکوت مناسب سمجھتے ہیں جو اصحابوں کے درمیان واقع ہوا ہے انتہیٰ۔

نافع الکبیر میں بحوالہ تبییض الصحیفہ مؤلفہ حافظ جلال الدین سیوطی لکھا ہے کہ عبد العزیز بن رواد کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے باب میں کلام کرنے والے دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جو ان کے حال سے ناواقف ہیں، دوسرے وہ جو حاسد ہیں یعنی یا تو بسبب عدم معرفت مدارک امام کے یا بسبب حسد کے ان پر اعتراض کرتے ہیں انتہیٰ۔

میزان الشعرانی میں لکھا ہے کہ سلف وخلف نے امام ابوحنیفہ کے کثرت علم وورع وعبادت ودقت مدارک واستنباطات پر جمع کیا ہے اور میں نے سیدی علی الخواص سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مدارک امام ابوحنیفہ کے بڑے باریک ہیں بجز اکابر اولیا ءاور اہل کشف کے کوئی ان سے واقف نہیں ہو سکتا، پس اس قرارداد سے معلوم ہوا کہ جس شخص مثلاً فخر الدین رازی نے جو امام ابوحنیفہ کے اقوال میں سے کسی قول پر اعتراض کیا ہے تو محض خفاء مدارک امام سے کیا ہے انتہیٰ۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے مکتوب ۵۵ میں لکھا ہے کہ مثال حضرت عیسےٰ کی مثال امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جنہوں نے ورع وتقویٰ و دولت متابعت سنت نبوی کی برکت سے اجتہاد واستنباط میں ایسا درجہ عُلیا حاصل کیا ہے کہ جس کے سمجھنے سے دوسرے لوگ عاجز ہیں اور ان کے مجتہدات کو بسبب دقت معانی کے کتاب وسنت کے مخالف جان کران کو اصحاب رائے میں سے گمان کرتے ہیں سو یہ ایک ایسی بات ان کے علم اور درایت کی حقیقت کے طرف نہ پہنچنے اور عدم اطلاع ان کے فہم وفراست کے سبب سے ہے لیکن امام شافعی نے تھوڑا سا ان کی فقاہت سے معلوم کیا جو کہا کہ تمام فقہاء فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں اور اسی مناسبت سے جو امام ابوحنیفہ کو حضرت عیسےٰ سے ہے وہ بات بھی ممکن ہے جو حضرت خواجہ محمد پارسا نے فصول ستہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ جب آسمان سے نزول فرمائیں گے تو امام ابوحنیفہ کے مذہب پر حکم اور عمل کریں گے اور بغیر شائبۂ تکلف وتعصب کے کہا جاتا ہے کہ کشف کی نظر میں مذہب حنفی کی نورانیت مثل دریائے عظیم کے دکھائی دیتی ہے اور دیگر مذاہب مثل حیاض وجداول کے معلوم ہوتے ہیں ناقص آدمی چند احادیث یاد کر کے اور احکام شرعیہ کو ان میں منحصر سمجھ کر جو معلوم نہیں اسکی نفی کرتے ہیں بقول ؎

ہر آں کرمے کہ در سنگی نہان ست　　　زمین وآسمانِ او ہماں است

ہزار افسوس ان کے باریک تعصب اور نظر فاسد پر کہ بانی فقہ تو ابوحنیفہ ہے اور تین حصص فقہ کے ان کو مسلم رکھے گئے ہیں اور باقی ربع میں تمام لوگ شریک ہیں، فقہ میں صاحب خانہ وہ ہے اور باقی تمام لوگ اس کے عیال ہیں انتہیٰ۔

تفسیر کبیر کی جلد دوم میں آیہ وعلم آدم الاسماء کلھا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حلف کھا کر اپنی عورت کو کہا کہ میں تجھ سے ہرگز کلام نہ کروں گا جب تک کہ تو مجھ سے

بات نہ کرے گی۔ اس پر عورت نے بھی حلف کھائی کہ اگر تو مجھ سے کلام کرے یا میں تجھ سے کلام کروں تو میرا تمام مال صدقہ ہے، پس فقہاء اس معاملہ میں بڑے حیران ہوئے اور سفیان ثوری نے فتویٰ دیا کہ جو شخص کلام کرے گا وہ حانث ہو جائے گا، اس کے بعد اس شخص نے امام ابوحنیفہ کی خدمت میں جا کر اس مسئلہ کو دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو اپنی عورت سے جا کر بات چیت کر تم میں سے کسی پر قسم واقع نہیں ہوتی اس پر شخص مذکور نے سفیان ثوری کے پاس جا کر خبر دی کہ امام ابوحنیفہ نے مجھ کو اس طرح پر فتویٰ دیا ہے جس کے سنتے ہی سفیان ثوری آگ بگولا بن گئے اور حالت طیش میں امام ابوحنیفہ کے پاس دوڑے آئے اور فرمایا کہ کیا تم فروج کو مباح کرتے ہو؟ امام نے کہا کہ یہ کیا بات ہے؟ اس پر سفیان نے اس شخص کو کہا کہ تو پھر مسئلہ مذکورہ بیان کر۔ چنانچہ اس نے پھر وہی تقریر کی اور امام نے بھی اس کا وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔ سفیان نے کہا کہ اس پر کون سی دلیل قائم ہوتی ہے؟ امام نے فرمایا کہ جب عورت نے بعد حلف خاوند کے اس کے روبرو قسم کھائی تو وہ اس سے کلام کرنے والی ہو گئی اور اس کی قسم ساقط ہو گئی، پس اگر اب خاوند اس سے کوئی کلام کرے تو کوئی حنث اس پر واقع نہیں ہوتی اور نہ عورت پر پڑتی ہے کیونکہ اس نے خاوند سے بعد اس کی حلف کے گفتگو کر لی۔ یہ رمز سن کر سفیان نے کہا کہ آپ کو بے شک علم سے ایسی ایسی باتیں کشف ہوتی ہیں جن سے ہم سب ناواقف ہیں انتہیٰ۔

میزان الشعرانی میں لکھا ہے کہ ابومطیع کہتے ہیں کہ میں ایک دن جامع کوفہ میں امام ابوحنیفہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سفیان ثوری و مقاتل بن حیان و حماد بن سلمہ اور امام جعفر صادق وغیرہ فقہاء ان کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ دین کے معاملے میں بہت قیاس کرتے ہیں اور ہم اس بات سے آپ کی نسبت ڈرتے ہیں کیونکہ پہلے پہل ابلیس نے قیاس کیا تھا اس پر امام نے ان سے چاشت جمعہ سے لے کر زوال آفتاب تک مناظرہ کیا اور اپنا مذہب ان پر ظاہر کر کے فرمایا کہ میں پہلے قرآن پر عمل کرتا ہوں پھر حدیث پھر متفق علیہ قضایائے صحابہ پھر مختلف فیہ قضایائے صحابہ پر اس کے بعد قیاس کرتا ہوں پس یہ بات سن کر فقہائے موصوفہ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ہاتھ اور گھٹنے چوم کر کہا کہ آپ سید العلماء ہیں ہم سے غلطی کی حالت میں جو اعتراض آپ کے حق میں واقع ہوا ہے اس کو آپ بخش دیں انتہیٰ۔

خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت محمد بن حسن بن علی سے امام ابوحنیفہ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے امام کو فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ میرے جد امجد کی حدیث کی قیاس

کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں۔ امام نے کہا کہ معاذاللہ! یہ بات اس طرح پر نہیں ہے آپ بیٹھ جائیں کہ آپ کی عزت مثل آپ کے جد امجد کے ہے۔ اس پر آپ بیٹھ گئے اور امام نے آپ کے سامنے بڑے ادب سے دوزانو بیٹھ کر کہا کہ مرد بہت ضعیف ہے یا عورت؟ آپ نے فرمایا کہ عورت، پھر پوچھا کہ ورثہ میں اس کا کتنا حصہ ہے آپ نے فرمایا کہ مرد سے نصف ہے۔ امام نے کہا کہ اگر میں قیاس کرتا تو اس کے برعکس حکم دیتا، پھر پوچھا کہ نماز فاضل تر ہے یا روزہ؟ آپ نے فرمایا کہ نماز، امام نے کہا کہ اگر میں قیاس کرتا تو عورت پر نماز کی قضا کے وجوب کا حکم دیتا نہ روزہ کا، پھر پوچھا کہ بول بہت پلید ہے یا منی؟ آپ نے فرمایا کہ بول بہت پلید ہے۔ امام نے کہا کہ اگر میں قیاس کرتا تو غسل کا بول سے حکم دیتا نہ منی سے، معاذاللہ! میں کون ہوں جو حدیث کی مخالفت کروں بلکہ میں تو خادم حدیث رسول مقبول ہوں۔ اس وقت آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور امام کو بغل میں لے کر ان کے منہ پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ میں نے آپ کو ابتدا میں اس لئے ملامت کی تھی کہ آپ کے دشمنوں نے مجھ کو ایسا ہی سنایا تھا انتہیٰ۔

مسند خوارزمی میں ابن کدامہ سے روایت ہے کہ ہم ایک روز وکیع بن جراح کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے فلاں مسئلہ میں خطا کی ہے وکیع نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کیونکر خطا کر سکتے تھے حالانکہ ان کے پاس قیاس واجتہاد میں امام ابویوسف وامام محمد وامام زفر جیسے اور معرفت وحفظ وحدیث میں یحییٰ بن زکریا وحفص بن غیاث اور حبان اور مندل علی کے دونوں بیٹوں جیسے اور لغت وعربیت میں قاسم بن معن یعنی ابن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود جیسے اور زہد وورع میں داؤد طائی وفضیل بن عیاض جیسے موجود تھے پس جس کے اصحاب وشاگرد اس قسم کے ہوں وہ ہرگز خطا نہیں کر سکتا کیونکہ اگر وہ خطا کرے تو اسی وقت وہی لوگ تردید کر کے حق کی طرف اس کو پھیر لاتے ہیں۔ پھر وکیع نے کہا کہ جو شخص امام کے حق میں اس طرح پر کہتا ہے وہ چارپایہ بلکہ اس سے بھی سخت گمراہ ہے اور جو یہ گمان کرے کہ حق بات امام ابوحنیفہ کی مخالفت میں ہے پس اس نے تنہا ایک اور مذہب نکالا اور میں اس کے حق میں وہ شعر کہتا ہوں جو فرزدق نے جریر کے حق میں کہا تھا

اولئك آبائی فجئنا بمثلهم　　　اذا جمعتنا یا جریر المجامع　انتہیٰ۔

عقود الجواہر المنیفہ میں لکھا ہے کہ حماد بن زید سے مروی ہے کہ ایوب سختیانی کے پاس آکر کسی نے امام ابوحنیفہ کا نقص بیان کیا پس آپ نے فرمایا یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواہهم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ انتہیٰ۔

کمال پاشا نے طبقات میں اور امام خوارزمی نے مسند میں لکھا ہے کہ ابن شریح نے جو اصحاب شافعیہ میں سے بڑے متقی تھے، ایک مرتبہ ایک جاہل کو امام ابوحنیفہ کے حق میں کچھ طعن کرتے سن کر فرمایا کہ او جاہل! تو اس امام کے حق میں طعن کرتا ہے جس کے لئے تمام امت نے تین ربع علم مسلم کیا ہے اور وہ ایک ربع علم بھی ان کے لئے تسلیم نہیں کرتے۔ اس نے کہا کہ یہ بات کیونکر ہے؟ ابن شریح نے فرمایا کہ علم سوال و جواب ہے اور وہ ان اشخاص میں سے جنہوں نے سوال بنائے ہیں، اول ہیں، پس نصف علم تو ان کو اس طرح پر ہوا، پھر ان اسئلہ کے خود ہی جواب دیئے جن میں بعض نے صواب پر اور بعض نے خطا پر کہا پس جس وقت ہم ان کے صواب کو خطا سے مقابل کرتے ہیں تو اور نصف علم بھی ان کے لئے پاتے ہیں پس تین ربع آپ کو مسلم ہوئے اور باقی ایک ربع رہا جس میں وہ بھی دعوے کرتے ہیں اور ان کے مخالف بھی مدعی ہیں اور آپ وہ بھی ان کو تسلیم و تفویض کرنا نہیں چاہتے ہیں انتہٰی۔

شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادۃ میں لکھا ہے کہ امام اعظم بسبب غایت امتیاز اور کثرت فضل و کمال کے محسود و مغبوط عالم تھے، متاخرین شافعیہ کو کیا کہئے بلکہ بعض متقدمین کو بھی اس جناب سے ایک طرح کا حسد تھا اور حقیقت میں جو فاضل تر ہوتا ہے وہ محسود تر ہوتا ہے شافعیوں کا تو یہ حال ہے لیکن ان کے امام شافعی کو دیکھو کہ وہ کس قدر امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی تعریف کرتے ہیں انتہٰی۔

مسند خوارزمی میں لکھا ہے کہ جب عبداللہ بن مبارک نے امام ابوحنیفہ کے حاسدوں کو ان کے حق میں طعن کرتے سنا تو آپ نے اس وقت یہ قطعہ تصنیف فرمایا ؎

حسدوا الفتیٰ اذ لم ینالوا سعیہ　　فالقوم اعداء لہ و خصوم
کضرائر الحسناء قلن لوجھھا　　حسدا و بغضا انہ لذمیم

یحییٰ بن معین جو ائمہ حدیث ہیں جب کسی کو امام ابوحنیفہ کے حق میں نکتہ چینی کرتے دیکھتے تو آپ عبداللہ بن مبارک کے قطعۂ مذکورہ بالا کو تمثیلاً پڑھا کرتے انتہیٰ۔ پھر اسی مسند میں لکھا ہے کہ بعض ان اعتراضوں سے جو خطیب وغیرہ نے امام ابوحنیفہ پر کئے ہیں، ایک یہ ہے کہ وہ حدیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ رائے کے پیرو ہیں تو یہ قول اس شخص کا ہے جو فقہ سے کچھ بھی نہیں جانتا ورنہ جو فقہ سے کچھ بھی خوشبو سونگھ سکتا ہے اور جو منصف ہے وہ اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اعلم الناس اور بڑے متبع احادیث کے ہیں اور ہمارے اس بیان پر تین وجوہ شاہد و ناطق ہیں،

اوّل یہ کہ امام ابو حنیفہ برخلاف امام شافعی کے احادیث مراسیل کو بھی حجت جانکہ قیاس پر مقدم سمجھتے ہیں دوم قیاس چار قسم ہے ایک قیاس مؤثر اور وہ وہ ہے جو درمیان اصل و فرع کے معنی مشترک مؤثر ہو۔ دوسرا قیاس مناسب اور وہ یہ کہ درمیان اصل و فرع کے معنی مناسب ہو۔ تیسرا قیاس شبہ اور وہ یہ کہ درمیان اصل و فرع کے ظاہری مشابہت احکام شرعیہ میں ہو۔ چوتھا قیاس طرد اور وہ یہ کہ درمیان اصل و فرع کے معنی مطرد ہو، پس امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ قیاس شبہ اور احالہ باطل ہے اور قیاس طرد میں آپ کے اصحاب کو اختلاف ہے بعض نے اس سے انکار کیا ہے اور ابو زید کبیر نے کہا ہے کہ صرف قیاس مؤثر ہی حجت ہے اور باقی تین قسم حجت نہیں اور امام شافعی کہتے ہیں کہ چاروں قسم قیاس کی حجت ہیں اور بہت جگہ انہوں نے قیاس شبہ کو استعمال کیا ہے پس بڑے تعجب کی بات ہے کہ باوجود اس بات کے خطیب اور اس کے امثال کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ احادیث کو چھوڑ کر قیاس کا استعمال کرتے ہیں سو یہ غلبہ ہوا اور قلت وقوف فقہ پر دال ہے لیکن جو شخص امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے ماخذ کو پہچانتا ہے وہ خطیب کے قول کے بطلان کو بخوبی جانتا ہے اور بیان اس کا من حیث التفصیل اس طرح پر ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے اس حدیث کی رو سے کہ ایک اندھا کنوئیں میں گر پڑا تھا، اس پر بعض لوگ جو نماز پڑھ رہے تھے، ہنس پڑے، حضرت نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے ہنسا ہے وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے، حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن امام ابو حنیفہ نے اس سے قیاس غیر حالت صلوٰۃ کے قہقہہ کو چھوڑ دیا اور امام شافعی نے صرف قیاس پر عمل کیا اور اس حدیث کو چھوڑ دیا۔ امام ابو حنیفہ بموجب حدیث ابن مسعود کے نبیذ تمر سے وضو جائز سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ضعیف ہے مگر اس کی رُو سے تمام اشربہ پر قیاس کرنے کو ترک کرتے ہیں اور امام شافعی نے صرف قیاس پر عمل کر کے حدیث مذکور کو چھوڑ دیا ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ احادیث ضعیفہ کو بھی قیاس پر مقدم جانتے ہیں لیکن خطیب وغیرہ نے جب دیکھا کہ امام ابو حنیفہ نے ان بعض احادیث پر عمل نہیں کیا جن کو امام شافعی نے اخذ کیا تھا تو ان کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ امام ابو حنیفہ نے ان احادیث کو قیاس کے ساتھ ترک کیا ہے حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ امام ابو حنیفہ نے ان کو دوسری احادیث کے سبب سے چھوڑا ہے، انتہی ملخصاً۔

ل چنانچہ صاحب مسند نے چند امثلہ بھی بطور نمونہ کے لکھے ہیں جن کا ترجمہ بسبب طوالت چھوڑ دیا گیا ہے ۱۲ منہ

اس کے بعد امام خوارزمی نے بطور نمونہ کے ۱۳۱ سے زیادہ ایسی احادیث بیان کی ہیں جو اکثر صحیح بخاری ومسلم کی ہیں جن پر امامِ اعظم نے عمل کیا ہے اور امام شافعی نے ان سے ادنیٰ درجہ کی احادیث پر عمل کیا ہے چنانچہ اسی لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے رسالہ فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ مجھ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرایا کہ تحقیق مذہبِ حنفی میں ایسا طریقہ پسندیدہ ہے جو بہ نسبت دیگر مذاہب کے اس سنتِ معروفہ سے جو بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانے میں جمع اور پختہ ہوئے، موافق تر ہے انتہیٰ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفرالسعادۃ میں لکھا ہے کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ امام شافعی کا مذہب موافق حدیث کے ہے اور ان کے مذہب میں حدیث کی پیروی زیادہ ہے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کا مدار رائے اور اجتہاد پر ہے سو یہ کلام محض غلط اور صریح نادانی ہے کیونکہ کتاب اللہ اور احادیثِ رسول اللہ اور اقوالِ صحابہ کا جاننا اور یاد رکھنا اجتہاد میں شرط ہے اور بغیر ان کے اجتہاد درست نہیں پس جس صورت میں امام ابوحنیفہ کا اجتہاد تمام مجتہدین سے اجتہاد پر مقدم اور سابق اور سب علماء و مجتہدین کے نزدیک ثابت اور تمام امت کا مقبول ہے تو پھر اس گمان فاسد کا کوئی محل نہیں، شاید اس زعم باطل کا یہ سبب ہے کہ بعض محدثین شافعی المذہب نے جو حدیث کی کتابیں مثل مصابیح اور مشکوٰۃ وغیرہ کے تصنیف کی ہیں تو ان میں اپنے مذہب کی دلیلیں اور حدیثیں ڈھونڈھ کر اور چن کر جمع کی ہیں اور اس حدیث پر جو امام ابوحنیفہ کے مذہب کے موافق ہے جرح و قدح کی ہے اور حقیقت میں یہ بالکل تعصب ہے اور [illegible] نفی تعصب و بغض سے خالی نہ تھے پس اس صورت میں حنفی مذہب کی کتابوں کو جو ملک عرب میں مشہور ہیں دیکھنا چاہئے تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے کہ حنفی مذہب کا ہر ایک مسئلہ قرآن وحدیث کے موافق ہے جیساکہ مواہب الرحمٰن حنفی مذہب میں ایک کتاب ہے جس کے شارح نے التزام کر کے ہر ایک مسئلہ کی دلیل کو قرآن واحادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے اور جب ایسا ہوا کہ جن حدیثوں سے امامِ شافعی نے دلیل پکڑی ہے امام ابوحنیفہ نے ان سے استناد نہیں پکڑا تو لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب حدیث کے مخالف ہے حالانکہ یہاں بہ نسبت ان کے صحیح تر و قوی تر دیگر احادیث ہیں کہ جن سے امام ابوحنیفہ نے اخذ اور تمسک کیا ہے اور ان کی رو سے احادیث متمسک امام شافعی کو ترک کیا ہے اور امام ابوحنیفہ کی متمسک احادیث اکثر صحیحین میں ہیں اور اس بات کو علماء نے بالتفصیل بیان کیا ہے، اگر ہم ان سب کو ذکر کریں تو کلام طول ہوتا ہے اور اس بیان کی اقویٰ دلیل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کا

مذہب اکثر امام احمد کے مذہب کے (جس کی بنیاد بتمامہ احادیث اور اخذ ظواہر پر ہے) موافق ہے تمام مذہب میں صرف معدود مواضع میں خلاف ہوگا اور جہاں خلاف بھی ہے تو روایت بھی اس طرف ہے اور امام شافعی کا اختلاف امام احمد کے ساتھ امام ابوحنیفہ کے اختلاف سے بہت زیادہ ہے چنانچہ علماء نے اصول مسائل میں سے ایک سو پچیس مسائل ایسے بیان کئے ہیں کہ جن میں امام احمد امام ابوحنیفہ کے ساتھ موافق ہیں اور امام شافعی کے ساتھ مخالف انتہیٰ۔

میزان الشعرانی میں لکھا ہے کہ یہ کلام کہ امام ابوحنیفہ قیاس کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم کرتے ہیں اس شخص سے صادر ہوئی ہے جو امام سے تعصب کرتا ہے اور ان کے دین میں متہور اور ان کی بات میں غیر متورع ہے اور اللہ جل شانہ کے اس قول ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا اور ما یلفظوا من قول الا لدیہ رقیب عتید اور اس حدیث رسول اللہ سے جو آپ نے معاذ کو فرمایا وھل یکب الناس فی النار علیٰ وجوھم الاحصائد السنتھم بالکل غافل ہے اور تحقیق روایت کی ہے امام ابوجعفر شیرامازی نے ساتھ سند متصل کے امام ابوحنیفہ سے کہ وہ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم اس شخص نے جھوٹ بولا اور ہم پر افترا کیا ہے جس نے یہ کہا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہیں حالانکہ بعد نص کے قیاس کی کچھ حاجت نہیں رہتی اور کہتے تھے کہ ہم قیاس اسی وقت کرتے ہیں کہ جب اس کی سخت ضرورت ہوتی ہے اور یہ بات اس طرح پر ہے کہ پہلے ہم مسئلہ کی دلیل میں قرآن و حدیث اور اقضیہ صحابہ کو دیکھتے ہیں پس جب ہم کوئی دلیل نہیں پاتے تو اس وقت ہم مسکوت عنہ کو منطوق بہ پر قیاس کرتے ہیں جبکہ ان دونوں میں ایک ہی علت جامع ہو اور دوسری روایت میں اس طرح پر آیا ہے کہ ہم پہلے کتاب اللہ پھر احادیث رسول اللہ پھر اس کے اقضیہ صحابہ سے اخذ کرتے اور عمل کرتے ہیں جس پر صحابہ نے اتفاق کیا ہے اور اگر اختلاف کیا ہے تو ہم ایک حکم کو دوسرے حکم پر ساتھ علت جامع کے جو درمیان دو مسئلوں کے ہے، قیاس کرتے ہیں یہاں تک کہ معنے واضح ہو جاتے ہیں۔ اور ایک روایت میں اس طرح پر آیا ہے کہ ہم پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں پھر سنت رسول اللہ پھر احادیث ابی بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم پر، اور ایک روایت میں اس طرح پر آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آئے وہ ہمارے سر آنکھوں پر ہے، میرے ماں باپ قربان ہوا اور نہیں ہے ہمارے لئے اس سے مخالفت اور جو صحابہ سے آئے اس میں سے ہم ایک قول کو اختیار کرتے ہیں اور جو غیر صحابہ سے آئے پس وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی ہیں۔

ایک دفعہ خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہ کی طرف لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ

حدیث پر قیاس کو مقدم کرتے ہیں۔ آپ نے جواب میں کہا کہ اے امیر المومنین یہ بات اس طرح پر نہیں ہے بلکہ ہم پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں پھر سنت رسول اللہ پر پھر اقضیۂ ابی بکر و عمر و عثمان و علی پھر اقضیۂ بقیہ صحابہ پر، پھر اس کے بعد جب وہ اختلاف کریں تو ہم قیاس کرتے ہیں اور دینی امور میں کسی کے لئے کوئی رعایت نہیں ہے انتہیٰ۔

پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ لیکن ائمۂ اربعہ سے جو رائے کی ذم میں منقول ہوا ہے ان میں امام اعظم ابوحنیفہ ہر ایک رائے مخالف ظاہر شریعت کے تبریہ میں اول ہیں برخلاف اس بات کے جو بعض متعصبین نے ان کی طرف منسوب کی ہے اور جب قیامت کو سامنا پڑے گا تو ان کو امام کی طرف سے بڑی فضیحت حاصل ہوگی پس جس شخص کے دل میں کچھ نور ہے وہ کسی امام کو برائی کے ساتھ ذکر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ ائمہ آسمان کے ستاروں کی طرح اور دوسرے لوگ مثل اہلِ ارض کے ہیں جو ستاروں سے بجز ان کے خیال کے اور کچھ نہیں پہچان سکتے اور شیخ محی الدین نے فتوحات مکیہ میں امام ابوحنیفہ سے بہ سند متصل روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ تم دینِ خدا میں قول بالرائی سے پرہیز کرو اور اس رائے کو لازم پکڑو جو سنت رسول اللہ کا تابع ہو اور جو خارج ہو اس سے وہ گمراہ ہوا اور فرماتے تھے کہ جو شخص میری دلیل کو نہ پہچانے اس کو میرے کلام کے ساتھ فتوے دینا حرام ہے اور امام موصوف جس وقت کوئی فتوے دیتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ ابوحنیفہ کی رائے ہے جو اپنی دانست میں اچھا مقرر کیا گیا ہے لیکن جو شخص اس سے احسن لائے پس وہ صواب کے ساتھ اولیٰ ہے اور کہتے تھے کہ مردوں کی آراء سے پرہیز کرو۔

ایک دفعہ ایک شخص کوفہ کا آپ کے پاس آیا اس وقت آپ کے پاس لوگ حدیث پڑھ رہے تھے، اس شخص نے کہا کہ ہم نے ان احادیث کو چھوڑ دیا ہے۔ اس پر امام نے اس کو سخت زجر و تنبیہ کر کے فرمایا کہ اگر حدیث نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی شخص قرآن نہ سمجھ سکتا، پھر کہا کہ بندر کے گوشت کھانے میں تو کیا کہتا ہے اور تیرے پاس قرآن سے کونسی دلیل ہے؟ اس پر وہ شخص ساکت ہو گیا اور امام سے کہا کہ آپ اس کے حق میں کیا کہتے ہیں؟ امام نے کہا کہ وہ چگنے والے چارپایوں میں سے نہیں ہے۔ یہاں دیکھنا چاہئے کہ امام نے حدیث کی روگردانی سے اس شخص کو کیسی زجر و ملامت کی پس اس صورت میں کسی کو کیونکر لائق ہے کہ امام کو خدا کے دین میں اس قول بالرائی کی طرف منسوب کرے جس کی نہ ظاہر کتاب نہ سنت شہادت دے سکے اور امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ اپنے اوپر آثار سلف کے لازم پکڑو اور آراء رجال سے بچو اگرچہ ان کو کسی قول کے ساتھ آراستہ کریں کیونکہ

امرِ حق وقت ظاہر ہونے کے ظاہر ہو جاتا ہے اور تم صراطِ مستقیم پر ہو اور فرماتے تھے کہ تم بدعت اور مبتدع سے بچو اور اپنے اوپر امرِ اول عتیق کو لازم پکڑو۔ ایک دفعہ ایک شخص کوفہ میں کتاب دانیال پیغمبر کی لایا اس سے امام موصوف ایسے خفا ہوئے کہ قریب تھا کہ اس کو قتل کر ڈالتے اور اس سے کہا کہ کیا سوا قرآن اور حدیث کے بھی کوئی اور کتاب ہے۔ ایک دفعہ امام سے کسی نے پوچھا کہ آپ اس چیز میں جو لوگوں نے عرض وجوہر وجسم میں کلام سے نو پیدا کیا ہے، کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایسی باتیں فلسفہ کی ہیں پس نہیں چاہیئے کہ آثار اور طریقۂ سلف کو لازم پکڑو اور ہر ایک نو پیدا سے بچو کیونکہ وہ بدعت ہے۔ ایک دفعہ آپ کو کہا گیا کہ لوگوں نے حدیث کا عمل تو چھوڑ دیا ہے اور اس کے سماع پر متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کا نفس حدیث کو سماعت کرنا گویا اس پر عمل ہی کرنا ہے اور کہتے تھے کہ لوگ ہمیشہ بہتری میں ہیں جب تک کہ ان میں کوئی ایسا شخص ہے جو حدیث کو طلب کرتا ہے اور جب انہوں نے علم کو بغیر حدیث کے طلب کیا تو تباہ ہوں گے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ خدا عمرو بن عبید کو قتل کرے جس نے لوگوں کے لئے کلام میں لایعنی دروازہ خوض کا کھول دیا اور یہ بھی فرماتے تھے کہ کسی کو لائق نہیں کہ کوئی قول کہے مگر جب کہ جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اس کو قبول کرتی ہے اور آپ کا دستور تھا کہ جس مسئلہ میں کوئی صراحت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے نہ پائی جاتی تھی تو علماء کو جمع کر کے اس قول پر عمل کرتے جس پر سب کا اتفاق ہوتا اور ایسا ہی جب کسی حکم کا استنباط کرتے تو کاروائی کرتے اور جب تک اپنے ہمعصر کے علماء کو جمع نہ کرتے اس حکم کو قلمبند نہ کرتے اور جب وہ راضی ہوتے تو امام ابو یوسف کو اس مسئلہ کے لکھنے کا حکم دیتے۔ پس جو شخص کہ اتباع سنت رسول اللہ میں اس قدم پر ہو معاذ اللہ اس کو عمل بالرائی کی طرف منسوب کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے انتہٰی۔

پھر اسی میزان میں لکھا ہے کہ پھر اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حدیث آحاد کے ہوتے بھی امام ابو حنیفہ سے قیاس واقع ہوا ہے تو بھی ان کے حق میں کچھ قادح نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک جماعت علماء نے کہا ہے کہ قیاس صحیح اصولِ صحیحہ پر بہت قوی ہے حدیث آحاد صحیح سے پس کیونکر حدیث احاد ضعیفہ سے اقویٰ نہ ہوگا انتہٰی۔

عقود جواہر المنیفہ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ مجھ کو آرائے رجال سے ضعیف حدیث بہت پیاری ہے انتہٰی۔

شیخ عبد الحق نے شرح سفر السعادۃ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو جس قدر تابعداری

اور پیروی احادیث اور اقوال صحابہ کی نفی اور کسی کو نہ تھی اور امام ابوحنیفہ کے سب اصحاب اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث ہر چند ضعیف ہو مگر قیاس و اجتہاد پر مقدم ہے اور امام کا یہ دستور تھا کہ حتی الامکان حدیث کو ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے اور ضرورت کے وقت جب کوئی حدیث کسی قسم کی نہ ملتی تھی تو ناچار قیاس پر عمل کرتے تھے حالانکہ امام شافعی بہت سے اقسام حدیث پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں، پھر امام ابوحنیفہ اقسام قیاس سے بھی بجز قیاس مؤثر کے عمل نہیں کرتے اور قیاس تناسب و قیاس شبہ و قیاس طرد سب ان کے نزدیک متروک وغیر معمول ہیں اور چند مقام پر قیاس کو بسبب ضعیف احادیث کے چھوڑ دیا ہے اور امام شافعی نے قیاس پر عمل کیا ہے اور امام ابوحنیفہ صحابی کی تقلید کو جس بات میں صحابی نے اپنے اجتہاد سے کہا ہو، واجب جانتے ہیں اور امام شافعی کہتے ہیں کہ ہم اور صحابی برابر ہیں وہ بھی مجتہد تھے ہم بھی مجتہد ہیں، مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید کرنی جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو ان لوگوں سے بڑا تعجب ہے جو کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے سے فتوے دیتا ہوں حالانکہ میں بجز اس بات کے جو ماثور و مروی ہے، ہرگز فتوے نہیں دیتا اور امام حجہ عبداللہ بن مبارک نے امام اعظم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جو کچھ حدیث میں آیا اس کو ہم بسر و چشم قبول کرتے اور جو کچھ صحابہ سے مروی ہوا ہے اس کو بھی ہم پسند کرتے ہیں اور اس سے باہر نہیں ہوتے لیکن جو کچھ تابعین سے منقول ہے تو اس میں وہ اور ہم برابر ہیں، ہم بھی تحقیق کر کے حق کو تلاش کریں گے انتہیٰ۔

تفسیر مظہری میں زیر آیہ ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ کے لکھا ہے کہ بیہقی نے مدخل میں بسند صحیح عبداللہ بن مبارک سے روایت کی کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جس وقت آئے پیغمبر خدا سے تو وہ سر آنکھوں پر ہے اور جس وقت صحابہ سے ہو تو ان میں سے قول اشبہ بالصواب کو ہم اختیار کرتے ہیں اور جس وقت تابعین سے آئے تو اس کی مزاحمت کرتے ہیں یعنی اس میں کلام کرتے ہیں اور قیاس کو دخل دیتے ہیں، اور روضۃ العلماء سے مذکور ہے کہ فرمایا امام ابوحنیفہ نے کہ ترک کرو میرا قول ساتھ حدیث رسول اللہ کے اور فرمایا کہ جب صحیح ہو جائے حدیث تو وہی میرا مذہب ہے انتہیٰ۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ میں نے جب کتاب ادلۃ المذاہب تالیف کی تو میں نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے اقوال کا تتبع کیا، پس میں نے ان کے

اور ان کے اصحاب کے کسی قول کو نہ پایا مگر یہ کہ وہ ضرور کسی آیت یا حدیث یا اثر یا مفہوم اثر یا حدیث
ضعیف کثیر الطرق یا قیاس صحیح اصل صحیح پر مستند تھا پس جو شخص اس بات پر واقف ہونا چاہے
اس کو میری کتاب مذکور کا مطالعہ کرنا چاہیئے انتہیٰ۔

اسی میزان میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر مالکی و شافعی انصاف کو کام فرمائیں تو ان میں سے کوئی
امام ابوحنیفہ کے کسی قول کو ضعیف بتانے کی مبادرت نہ کرے جبکہ انھوں نے اپنے اپنے امام کو امام ابوحنیفہ
کی مدح کرتے سنا یا بہ روایت معلوم کیا ہے انتہیٰ۔ وہ جو اسی میزان میں لکھا ہے کہ ہمارا اور ہر ایک
منصف شخص کا امامِ ابوحنیفہ کے حق میں بہ قرینہ اس چیز کے جو ابھی ہم نے ان سے رائے کی مذمت
بیزاری اور نص کو قیاس پر مقدم کرنے میں روایت کیا ہے، یہ ہے کہ اگر وہ اس وقت تک زندہ
رہتے کہ جب کہ حفاظِ احادیث نے سفر دراز اختیار کر کے احادیث کے جمع کرنے میں مشقت اٹھائی
ہے اور آپ ان کی احادیثِ مجتمعہ پر واقف ہو جاتے تو یقین تھا کہ ضرور آپ ان احادیث سے
اخذ کرتے اور تمام قیاس کو جو پہلے کیا ہوا تھا، چھوڑ دیتے اور قیاس ان کے مذہب میں
تھوڑا ہے جیسا کہ بہ نسبت ان کے غیر مذہب میں تھوڑا ہے الخ مخدوش ہے۔ اول یہ کہ امام
امامِ ائمہ حدیث عبداللہ بن مبارک کا یہ قول جو حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ "حدیث تو معروف
ہو گئی، اب اگر قیاس کی حاجت ہو تو قیاس مالک و سفیان ثوری اور ابوحنیفہ کا ہے اور
ابوحنیفہ قیاس میں ان سے احسن اور رسائی میں ادق اور تینوں سے افقہ ہیں "، صاف اس
اس بات پر دال ہے کہ ان کے وقت میں کل احادیث مشہور ہو گئی تھیں اور ایسی کوئی حدیث نہ
تھی جو ان سے یا ان کے معاصرین سے مخفی رہی ہو اور صریح تردید اس شخص کی ہے جو خیال کرتا ہے
کہ مثلاً فلاں حدیث امام ابوحنیفہ یا مالک یا شافعی یا احمد بن حنبل کو معاذ اللہ نہیں پہنچی اور اگر وہ
صرف اکیلے اس امر اہم کے متصدی ہوتے تو شاید ان میں سے کسی کے حق میں ایسا خیال
کیا بھی جا سکتا لیکن جب ان کے ساتھ بہت سے اصحاب و تلامیذ و اعوان و انصار تھے
خصوصاً امامِ ابوحنیفہ کہ جن کے ہمراہ ایک ہزار شاگرد جن میں سے چالیس تو مجتہد ہی تھے تو اس بات
کا کہنا کہ ان کو فلاں حدیث نہیں ملی، بالکل بے معنی ہے۔

تفسیر مظہری میں آیت ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ کی تفسیر میں لکھا
ہے کہ اس بات کا کوئی احتمال نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی حدیث ائمہ اربعہ اور ان کے تلامذہ علمائے کبار
سے پوشیدہ رہی ہو، پس ان کا کسی حدیث کو متروک العمل کرنا اس کے منسوخ یا ماؤل ہونے پر دلیل ہے انتہیٰ

دوم دراسات اللبیب اور خود اتحاف النبلاء میں لکھا ہے کہ بعض کبراء نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے اتباع کا خلاف امام ابوحنیفہ کے ساتھ اس خلاف سے زیادہ ہے جو امام شافعی کو امامِ ابوحنیفہ سے ہے اور جب یہ حکم امامِ شافعی کی نسبت باوجود کثرت خلاف امام ابوحنیفہ کے ہے پس امام ابوحنیفہ کا حکم امام مالک و امام احمد کی نسبت بسبب قلت خلاف کے اظہر ہے یہاں تک کہ امام احمد کا خلاف امام ابوحنیفہ کے ساتھ فقط بیس مسائل میں ہے اور اس سے زیادہ نہیں انتہیٰ - اس سے ظاہر ہے کہ اگر بسبب عدم تدوین علم حدیث کے کمیابی حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے مذہب میں قیاس کا زیادہ دخل ہوا ہوتا تو معاملہ قلت و کثرت اختلاف کا اس کے برعکس ہوتا یعنی اتباع امام ابوحنیفہ کا اختلاف امام کے ساتھ بہت کم اور امام مالک کے ساتھ ان سے کچھ زیادہ اور امامِ شافعی کے ساتھ اس سے زیادہ اور امام احمد کے ساتھ بہت ہی زیادہ کیونکہ امامِ احمد کا مذہب بتمامہ ظاہر حدیث کے مطابق ہے چنانچہ اسی لئے بعض علمائے دین نے ان کو صرف طبقۂ محدثین میں داخل کیا ہے اور فقہاء میں شمار نہیں کیا پس جتنا حنفی مذہب حنبلی مذہب سے مطابق ہے ایسا اور کوئی نہیں۔

سوم جب حنفی مذہب کی ان کتابوں کو دیکھا جاتا ہے جن میں مسائل فرعیہ کا ماخذ بیان کیا گیا ہے مثلاً فتح القدیر ابن ہمام اور عینی شرح ہدایہ اور شمسی شرح مختصر وقایہ اور مواہب الرحمٰن اور اس کی شرح وغیرہ تو کوئی ایسا مسئلہ نہیں پایا جاتا جو مستند بہ آیت یا حدیث صحیح یا حسن یا اثر یا مفہوم اثر یا حدیث ضعیف کثیر الطرق نہ ہو اور قیاس اسی جگہ عمل میں آیا ہے کہ جہاں استناد متذکرہ بالا میں سے بر اُسہ کوئی موجود نہیں چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے زاد المتقین میں اپنے شیخ عبدالوہاب متقی سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ان حنفی کتب میں جو ولایت ماوراء النہر اور ہندوستان میں مشہور ہیں اکثر احکام کا اثبات قیاس اور دلائلِ عقلیہ سے کیا گیا ہے لیکن جو کتابیں مصر و شام میں تصنیف ہوئی ہیں ان میں ہر ایک قول حنفی پر حدیث صحیح کو وارد کر کے اس کا اثبات کیا گیا ہے بعض علمائے حنفیہ نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر ایک مطلب پر آیت اور حدیث کو معاً لاتے ہیں یہاں تک کہ اس بات کے کہنے کا موقع مل جاتا ہے کہ شافعی ہی اصحاب رائی میں سے ہیں نہ حنفی انتہیٰ۔

حاوی فقہ میں لکھا ہے کہ نوح نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اے نعمان ابوحنیفہ! ہر ایک مسئلہ جو آپ نے کہا ہے اس کی نسبت حدیث باسناد صحیح میرے

پاس موجود ہے، آپ کو خدا تعالیٰ نے امتِ محمدیہ پر بسبب رحمت کے پیدا کیا ہے۔ وکیع اور علی بن المدنی کہتے تھے کہ اگر ہم چاہیں تو ہر ایک مسئلہ پر جو امام ابوحنیفہ نے کہا ہے۔ حدیث نکال سکتے ہیں انتہٰی۔ شاید صاحب میزان کے ایسا خیال کرنے کی وجہ وہی ہوگی جو شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادۃ میں لکھی ہے کہ حقیقت میں مذہب حنفی جامع دلیل عقلی و نقلی ہے اور اکثر اوقات امام ابوحنیفہ کی عادت تھی کہ اپنے مذہب کے بیان میں صرف دلیل عقلی بیان فرماتے کیونکہ اکثر آدمی اس بات کے خوگر ہیں کہ نقلی بات کو عقلی دلیل سے تطبیق دیتے ہیں اور کوئی امر نقلی جب تک ان کی عقل کے مطابق نہ ہو تو اس پر اچھی طرح اعتقاد نہیں لاتے اس لئے امام موصوف بھی لوگوں کی تسلی کے لئے اکثر مسائل کو عقلی دلائل سے ثابت کرتے تھے ورنہ واقع میں ان کی دلیل تو قرآن و حدیث و قول صحابہ سے ہوتی تھی اور یہ کب ہو سکتا تھا کہ بغیر رجوع قرآن و حدیث و اجماع کے قیاس کے ساتھ تمسک کرتے حالانکہ مجتہد پر واجب ہے کہ جب تک کسی مسئلہ کا حکم قرآن و حدیث اور اجماع میں پایا جائے تب تک اس کو قیاس کی طرف رجوع کرنا درست نہیں ہے اور جب ان تینوں میں سے کسی ایک میں بھی نہ ملے تو پھر بالضرور قیاس سے حکم کرے اور دوسری یہ بات ہے کہ امام کی عقلی دلیل حقیقت میں واسطے ترجیح دینے بعض حدیث کے بعض پر تھی یعنی جب دو حدیث میں اختلاف ہوتا تھا اور ایک کی ترجیح دوسری پر کسی طرح نہ ہو سکتی تھی تو تب امام موصوف جس حدیث کو دلیل عقلی کے ساتھ موافق پاتے اس کو غلبہ دیتے تھے اور ضرور جو حدیث قیاس کے موافق ہو وہ ارجح ہوتی ہے جیسا کہ اصولِ فقہ میں قرار پایا ہے اور یہ نہ تھا کہ حدیث کے مقابل میں ۔ ۔ ۔ پر عمل کرنے انتہٰی ملخصاً۔

وہ جو اتحاف النبلاء میں لکھا ہے کہ اہلِ حدیث کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی بضاعت حدیث میں کھوٹی ہے چنانچہ نسائی نے کتاب الضعفاء میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ حدیث میں قوی نہیں ہیں اور امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں لکھا ہے کہ نعمان بن ثابت کوفی، روایت کی ان سے عباد بن عوام اور ابن مبارک اور ہیثم اور وکیع اور مسلم بن خالد اور ابومعاویہ اور مقری نے اور وہ مرجیہ تھے، لوگ ان کی رائے اور ان کی حدیث سے ساکت ہوئے بالکل تعصبانہ بلکہ سراسر حاسدانہ ہے۔ چونکہ اس کا جواب عمدۃ المحققین ابن ہمام اور زبدۃ المحدثین عینی شارح صحیح بخاری اور مولانا شاہ ولی اللہ اور صاحب دراسات اللبیب وغیرہم نے اپنی اپنی جگہ بہ شرح و بسط لکھ دیا ہے اس لئے میں یہاں صرف اتنا کہتا ہوں کہ نسائی کی جرح تو

مبہم غیر مفسر ہے اس لئے وہ مقبول نہیں باقی رہا امام بخاری کا قول کہ وہ مرجیہ تھے بالکل ساقط عن الاعتبار ہے کیونکہ حنفیہ کا عقیدہ مرجیہ کے بالکل برخلاف ہے بلکہ وہ فرقہ مرجیہ کو ناری جان کر مرجیہ کے پیچھے نماز تک ناجائز سمجھتے ہیں پس اگر امام ابوحنیفہ یا ان کے اصحاب کا ذرا بھی ارجاء کی طرف میلان ہوتا تو حنفیوں کا عقیدہ مرجیہ کے کبھی ایسا برخلاف نہ ہوتا اس لئے امام موصوف کو ارجاء کی نسبت دینا محض ایک تہمت اور دروغ گویم برروئے تو کا سا معاملہ ہے اور یہ قول سکتوا عن رأیہ وعن حدیثہ بالکل خلاف واقع ہے چنانچہ جملہ ثانیہ کی تکذیب تو خود معترض کے ہی اس بیان سے ثابت ہوتی ہے کہ عباد بن عوام اور ابن مبارک وہشیم ووکیع ومسلم بن خالد وابو معاویہ اور مقری (یعنی عبد اللہ بن مقری جو بخاری کے مشائخ کبار میں سے ہیں) نے ابوحنیفہ سے روایت کی پس جس صورت میں اس قدر جہابذیہ محدثین اہل ثقات کا امام ابوحنیفہ سے روایت کرنا اپنی زبان سے تسلیم کیا جائے تو پھر اپنی ہی زبان سے کہنا کہ لوگ ان کی حدیث سے ساکت ہوئے، عجب دلیری بلکہ خلاف بیانی ہے خصوصاً ایسے شخص کی طرف سے کہ جس کی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ تصور کی جائے ایسی بات کا سرزد ہونا ان ہذا لشیئٌ عجاب کے قول کو یاد دلاتا ہے اور جملہ اول یعنی سکتوا عن رأیہ تو صریح البطلان ہے کیونکہ جس کو ذرا بھی شعور ہے اس کو بخوبی معلوم ہے کہ بجز ما ذکرنا کے بڑے بڑے ائمہ مجتہدین ومحدثین واولیائے کبار نے امام ابوحنیفہ کی رائے وقیاس تسلیم کیا اور اس پر کاربند ہوئے اور آپ کے مذہب کے لوگ بجسب تواریخ ہر ایک زمانے میں اب تک بہ نسبت دیگر مذاہب کے دو چند سہ چند رہے ہیں یہاں تک کہ بعض ملکوں میں بجز آپ کے مذہب کے دوسرا مذہب کوئی جانتا ہی نہیں پس میں نہیں جانتا کہ جو لوگ امام ابوحنیفہ کی رائے و حدیث سے ساکت ہوئے ہیں، وہ بہ نسبت آخذین کے کیا تعداد رکھتے ہیں، اگر غور سے دیکھا جائے تو ان کی اس قدر بھی حیثیت نہیں جو قطرہ کو سمندر سے ہے اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب امام بخاری نے دیکھا کہ امام اعظم کے ورع واتقاء وکثرت علم وعبادت وزہد پر سلف و خلف نے اجماع کیا ہے اور ان میں فضل الٰہی سے کوئی بات مثل فسق ورذالت قادحہ وسوء حفظ وقلت ضبط اور نکارت کی ایسی نہیں جو موجب عدم قبولیت ان کی روایت اور رائے کے ہو سکے تو یہ بہتان باندھ دیا کہ وہ مرجی تھے حالانکہ اکثر محدثین کے نزدیک ارجاء مانع قبولیت حدیث نہیں ہے خصوصاً جبکہ دعوے اس کا نہ کیا جائے بلکہ محض انکار ہو چنانچہ اصحاب

صحاح ستہ نے اہلِ بدعت مثل مرجیہ وجہمیہ وشیعیہ سے برابر روایت کی ہے بلکہ خود امامِ بخاری نے اپنی صحیح میں جس کی نسبت ان کا دعوےٰ ہے کہ میں اس کتاب میں ایسی کوئی حدیث نہیں لایا جو صحیح نہ ہو، اہلِ بدعت سے روایت کی ہے چنانچہ ابوسعید عباد بن یعقوب الرواجنی کوفی متوفی ۲۵۰ھ سے روایت کی ہے جو رافضی تھا جس کی نسبت ابن حبان کا قول ہے کہ وہ مستحق الترک ہے اسی طرح عبدالملک بن اعین کوفی مولیٰ بنی شیبان شیعہ اور محمد بن خازم ابومعاویہ متوفی ۲۲۷ھ مرجیہ تھا، علاوہ اس کے خود امام نسائی جن کی سنن صحاح ستہ میں داخل ہے، صرف منسوب بہ تشیع ہی نہ تھے بلکہ صاحب تاریخ خلکان نے ان الفاظِ کانَ یَتَشَیَّع سے ذکر کیا ہے اور تشیع کی طرف ان کی نسبت صرف خیالی بات نہیں بلکہ ان کی موت ہی تشیع کے سبب سے ہوئی تھی۔ ابوالحسن علی بن عمر صاحب سنن دارقطنی جن کی کتاب مشہور ومعروف ہے، منسوب بہ تشیع تھے چنانچہ اس بات پر ان کا دیوان سید الحمیری شاہدِ ناطق ہے۔

شیخ الاسلام بدرالدین محمود عینی نے بنایہ شرح ہدایہ کی بحث قراءۃ الفاتحہ میں دارقطنی کے حق میں لکھا ہے کہ اس کو امام ابوحنیفہ کی تضعیف کا کہاں سے استحقاق حاصل ہے حالانکہ وہ خود ہی تضعیف کا مستحق ہے کیونکہ اس نے اپنی مسند میں احادیث سقیمہ، معلولہ، منکرہ، غریبہ، موضوعہ روایت کی ہیں انتہیٰ۔ پھر بحث اجارہ ارض مکہ میں لکھا ہے کہ ابن القطان کا امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہنا اس کی طرف سے بڑی بے ادبی اور بے حیائی ہے کیونکہ جس صورت میں امام ثوری وابن مبارک اور ان کے ہم عصر اعلام نے امامِ ابوحنیفہ کی توثیق وتعریف کی ہے تو وہاں اس شخص کی جو امامِ ابوحنیفہ کو ضعیف بیان کرے، کیا حیثیت ہے انتہیٰ۔

صاحب دراسات اللبیب نے گیارہویں دراسہ میں لکھا ہے کہ یہ وہی دارقطنی ہے جس نے امامِ ائمہ ابوحنیفہ کے حق میں طعن کیا ہے اور ان کی جس جس حدیث مروی پر پھرا ہے اس کو بہ سبب ان کے ضعیف کہا ہے، اسی طرح خطیب بغدادی نے امامِ ابوحنیفہ کے حق میں طعن کی افراط کی ہے حالانکہ ان دونوں اور مثل ان کا کچھ اعتبار نہیں باوجود اس اتفاق کے جو امام ابوحنیفہ کی توثیق اور ان کی جلالتِ قدر پر ہے اور ان کی اس منقبت عظیم کی جس کے سبب سے انہوں نے علم کو ثریا کے پاس سے پایا جیسا کہ ان کی طرف آنحضرت کا قول لو کان العلم عند الثریا لنالہ رجل من ابناء فارس مشیر ہے انتہیٰ۔

خیرات الحسان کی فصل اڑتیس میں لکھا ہے کہ ابو عمر و یوسف بن عبد البر مالکی نے کہا کہ جن لوگوں نے امامِ ابو حنیفہ سے روایت لی اور ان کی توثیق و تعریف کی ہے وہ ان لوگوں سے زیادہ ہیں جنھوں نے ان میں جرح کی ہے اور جنھوں نے اہلِ حدیث سے ان میں جرح کی ہے ان سے اکثر وہ ہیں جنھوں نے رائے و قیاس کے سبب سے ان پر عیب لگایا ہے حالانکہ پیچھے گزرا ہے کہ یہ بات کوئی عیب نہیں اور تحقیق امام علی بن مدینی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ سے ثوری و ابن مبارک و حماد بن زید و ہشام و وکیع و عباد بن العوام و جعفر بن عون نے روایت کی اور وہ ثقہ لا بأس بہ ہیں اور شعبہ ان کے حق میں خوش عقیدہ تھے اور کہا یحییٰ بن معین نے کہ ہمارے اصحاب ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے حق میں تفریط کرتے ہیں یعنی ان کا مرتبہ گھٹاتے ہیں، پس ان سے کہا گیا کہ کیا وہ حدیث میں جھوٹ بولتے تھے؟ کہا نہیں۔ اور شیخ الاسلام تاج سبکی کے طبقات میں ہے کہ محدثین کے اس قاعدے کو کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے، مطلق طور پر سمجھنے سے بالکل پرہیز کرنا چاہیئے بلکہ صواب یہ ہے کہ جس شخص کی امامت و عدالت ثابت ہو اور بہت لوگ اس کی تعریف کرنے والے ہوں اور جرح کرنے والا اکیلا ہو اور جرح کے سبب پر وہاں کوئی قرینہ تعصب مذہب وغیرہ کا دال ہو تو اس کی جرح کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے۔

پھر تاج سبکی نے بعد طویل کلام کے کہا ہے کہ ابھی ہم نے ظاہر کیا ہے کہ تحقیق جارح کی جرح اس شخص کے حق میں قبول نہیں کی جاتی جس کی طاعات معصیت پر اور تعریف کرنے والے مذمت کرنے والوں پر اور پاک کرنے والے جرح کرنے والوں پر غالب ہوں خصوصًا جبکہ وہاں کوئی ایسا قرینہ ہو جو اس بات کی شہادت دے کہ جرح کرنے والا تعصبِ مذہبی اور منافسۂ دنیاوی سے جرح کرتا ہے اور اس وقت نہ دیکھا جائے گا ثوری کے کلام کو ابو حنیفہ اور ابنِ ذہب وغیرہ کو مالک اور ابن معین کو شافعی اور نسائی کو احمد بن صالح کے حق میں اور کہا کہ اگر ہم تقدیم الجرح کو مطلق سمجھیں تو کوئی ائمہ میں سے سلامت نہ رہے گا کیونکہ ایسا کوئی امام نہیں ہوا جس پر طعن کرنیوالوں نے طعن نہ کیا ہو اور اس میں ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں انتہیٰ۔

فتح القدیر وغیرہ شروح ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ جب بغداد میں داخل ہوئے اور وہاں کے لوگ امام موصوف پر بسبب مخالفت ظاہری حدیث کے رطب کی بیع تمر سے جائز کہنے میں طعن کرتے تھے پس اہلِ حدیث نے جمع ہو کر سوال کیا کہ آپ رطب کی بیع تمر سے کس طرح جائز کہتے ہیں؟ امام نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہیں، یا رطب تمر ہے یا تمر نہیں ہے

گر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر کے اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل آخر حدیث کے اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف ماشئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث سعد کی پیش کی، امامِ اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں تو سب حیران ہو گئے اور ان سے اس طعن کو اہلِ حدیث نے پسند کیا یہاں تک کہ ابن مبارک نے کہا کہ کس طرح کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ حدیث کو نہیں پہچانتے حالانکہ وہ کہتے ہیں کہ زید بن عیاش ان لوگوں سے ہے جن کی حدیث مقبول نہیں انتہٰی۔

عقود الجواہر المنیفہ میں باب الربا میں لکھا ہے کہ ابن عبد البر مالکی نے کتاب جامع العلم میں ایک باب اس مضمون میں باندھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول جرح و تعدیل میں قبول کیا جائے انتہٰی۔

افسوس امام بخاری نے محض اس رنجش کے سبب سے جو ان امام ابوحنیفہ کے متبعین سے پہنچی تھی بلا سوچے و سمجھے امامِ اعظم پر مرجیہ ہونے کی تہمت لگا دی اور اپنے مشیخ حضرت عبد اللہ بن مبارک کے اس شعر پر جو انہوں نے امامِ ابوحنیفہ کے ابرار میں کہا ہے کچھ خیال نہ کیا ؎

رأیت العائبین لہ سفاہا ۔۔۔۔۔ خلاف الحق مع حجج ضعیفہ

اگر خدانخواستہ امام موصوف میں ظاہری یا باطنی کوئی عیب ہوتا تو ابتدا سے آج تک ہر زمانے میں اہلِ باطن اور اولیاءِ کرام آپ کے مذہب کو پسند کر کے آپ کی تقلید اپنے اوپر کیوں لازم سمجھتے چنانچہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء دہلوی کتاب راحۃ القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ سید العابدین زبدۃ العارفین فرید الحق والشرع شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے بتاریخ ۱۱ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ فرمایا کہ ہر چہار مذہب برحق ہیں لیکن بالیقین جاننا چاہیئے کہ مذہب امامِ اعظم کا سب سے فاضل تر ہے اور دوسرے مذاہب ان کے پس رو ہیں اور امام ابوحنیفہ افضل المتقدمین ہیں اور الحمد للہ کہ ہم ان کے مذہب میں ہیں اور میں اس لائق نہیں کہ امامِ اعظم کا نام زبان پر لا سکوں لیکن امام ممدوح کے شاگرد امام محمد شیبانی کا وہ درجہ تھا کہ جب وہ سوار ہو کر کہیں جاتے تھے تو امامِ شافعی ان کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے، یہاں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان دونوں مذاہب میں کس قدر فرق ہے انتہٰی ملخصاً۔

پس اگر کسی نے از راہِ تعصّب یا کسی ذاتی حسد و عداوت سے امامِ اعظم کی شان میں کوئی کلمہ ان کے برخلاف کہا تو اس پر درصورتیکہ وہ واقع اور نفس الامر کے مطابق نہ ہو اعتبار کر لینا سراسر جہالت و ضلالت ہے۔ اگر تواریخ و واقعات کو دیکھا جائے تو ایسا کوئی شخص جو کسی فن میں کامل ہو، نہیں گزرا کہ جس کے کلام میں کسی نے رد و قدح نہ کیا ہو اور اس کی شان میں کچھ نہ کہا ہو یہاں تک حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ جو باتفاق مشائخ طریقت و علمائے شریعت، اولیائے کبار کے سردار ہیں اور اہلِ حق میں سے کسی کو ان کی ولایت اور علوِ درجہ میں کلام نہیں لیکن ابن جوزی محدث کو دیکھو کہ اس نے باوجود علم و فضل کے کیا کیا ان کی شان میں کہا ہے اور یحییٰ بن معین جن کے حق میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ جانیں وہ حدیث ہی نہیں ہے، خیال کرنا چاہیئے کہ انہوں نے امام شافعی کے حق میں کیا کیا نکتہ چینیاں کی ہیں، یہاں تک کہ کہا ہے کہ میں شافعی کی حدیث پسند نہیں کرتا اور ایک جگہ کہا ہے کہ میں شافعی اور ان کی حدیث کو نہیں پہچانتا اور تنزیہ الشریعہ میں لکھا ہے کہ لوگوں نے یہ حدیث امامِ شافعی کے حق میں وضعی بنائی ہے عن انس یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس اضر علیٰ امتی من ابلیس علاوہ اس کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشاجرات و منازعات و محاربات کو دیکھنا چاہیئے کہ باوجود افضلیت و اکملیت کے کیسے کیسے امور ان میں ایک دوسرے کی نسبت وقوع میں آئے ہیں اور تاہم ان سب کی بزرگی مسلم ہمگناں ہے اور وہ سب کے سب نورٌ علیٰ نور ہیں۔ شیخ محمد طاہر نے مغنی اور خاتمہ مجمع البحار میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ عالم عامل عابد ورع و تقی علومِ شریعت کے امام تھے، تحقیق بعض باتیں مثل خلقِ قرآن و قدر و ارجاء وغیرہ کے ایسی ان کیطرف منسوب کی گئی ہیں جو ان کی قدر کے لائق نہیں اور وہ صریحًا ان سے منزہ ہیں چنانچہ ان کی تنزیہ پر ان کے ذکر کا منتشر فی الآفاق ہونا اور ان کے علم سے زمین کے طبق کا پُر ہونا اور ان کے مذہب و فقہ کو لوگوں کا قبول کرنا ایک بڑی بھاری دلیل ہے پس اگر خدا کا امام ابوحنیفہ میں پوشیدہ بھید نہ ہوتا تو نصف یا اس کے قریب اہلِ اسلام کو ان کی تقلید پر جمع نہ کرتا حالانکہ وہ آج کے دن تقریبًا ساڑھے چار سو برس تک ان کی فقہ اور رائے کے ساتھ معبود ہو رہا ہے انتہٰی۔

ایسے ہی صاحبِ مشکوٰۃ نے اسماء الرجال اور ابنِ اثیر نے جامع الاصول میں تصریح کی ہے

بلکہ جن لوگوں نے کسی غرض نفسانی سے ان کے حق میں کلام کیا ہے وہ دنیا ہی میں خدا کی برکت سے محروم ہو گئے چنانچہ جواہر المنیفہ میں لکھا ہے کہ ہم نے تحقیق دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے امام ابو حنیفہ کے حق میں کلام کیا ہے ان کے مذہب مضمحل ہو کر نابود ہو گئے یہاں تک کہ کوئی نہیں جانتا حالانکہ مذہب امام ابو حنیفہ کا قیامت تک باقی ہے اور جس قدر پرانا ہوتا ہے نور و برکت میں زیادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ شرق سے غرب تک زمین ان کے مذہب سے پُر ہو رہی ہے اور اکثر آدمی ان کے ہی مذہب پر ہیں انتہیٰ۔

شامی شرح در المختار میں شیخ یوسف بن عبد الہادی حنبلی کی کتاب تنویر الصحیفہ سے منقول ہے کہ خطیب کے کلام پر مغرور نہ ہونا چاہئے کیونکہ وہ ایک جماعت علماء مثل امام ابو حنیفہ و امام احمد اور ان کے اصحاب سے سخت تعصب رکھتا ہے اور کئی وجہ سے اس نے ان کے حق میں سخت و سست لکھا ہے اس لئے بعضوں نے خطیب کے جواب میں السہم المصیب فی کبد الخطیب نام رسالہ تصنیف کیا ہے اور ابن جوزی نے خطیب کا اتباع کیا ہے چنانچہ ابن جوزی کے سبط نے اپنی تاریخ مرآۃ الزمان میں لکھا ہے کہ خطیب پر چنداں تعجب نہیں کیونکہ اس نے ایک جماعت علماء پر طعن کیا ہے لیکن نہایت تعجب ابن جوزی پر ہے جو خطیب کے طرز کا پیرو ہوا ہے اور وہ کام کیا ہے جو بہت بڑا تھا، پھر کہا کہ امام ابو حنیفہ کے متعصبوں میں سے دار قطنی اور ابو نعیم ہیں چنانچہ ابو نعیم نے اپنے حلیہ میں آپ کا ذکر تک نہیں کیا اور ان کا ذکر کیا ہے کہ جو آپ سے علم و زہد میں کمتر تھے (ترمذی نے بھی ایسا ہی اپنے جامع میں مسلک اختیار کیا ہے)۔

خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ اگر خطیب کا کہنا صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی وہ غیر معتدبہ ہے کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ غیر اقران امام سے ہے پس اس صورت میں وہ اس بات کا مقلد ہے جس کو امام صاحب کے کسی دشمن نے لکھا یا کہا یا وہ امام کے اقران میں سے ہے پس اس صورت میں بھی غیر معتدبہ ہے کیونکہ بعض ہمسر کا قول بعض ہمسر کے حق میں غیر مقبول ہے جیسا کہ حافظ ذہبی و حافظ عسقلانی نے اس کی تصریح کی ہے خصوصاً اس وقت کہ جب ظاہر ہو جائے کہ بسبب عداوت یا تعصب مذہبی کے ایسا کہا گیا ہے کیونکہ حسد ایک ایسی سخت آفت ہے کہ اس سے بجز اس کے جس کو خدا نے محفوظ رکھا ہو، کوئی نہیں بچا۔

ذہبی نے کہا ہے کہ شاید ہی کوئی اہل عصر بجز انبیاء و صدیقین کے اس بلا سے بچا ہو اور تاج سبکی نے کہا ہے کہ اے مسترشد تجھ کو یہ لائق ہے کہ ائمہ ماضیین کے حق میں ادب برتے

اور ان میں سے بعض کے کلام پر بعض کے حق میں خیال نہ کرتا وقتیکہ کوئی دلیل واضح نہ ہو، پھر اگر تاویل کر سکتا ہے تو حسنِ ظن کا خیال کرو ورنہ اس سے اعراض کر اور حاشا وکلا ان باتوں کی طرف ہرگز خیال نہ کر جو درمیان ابو حنیفہ وسفیان ثوری یا مالک و ابن ابی ذئب یا احمد بن صالح ونسائی یا احمد وحارث محاسبی کے وقوع میں آئی ہیں، اسی طرح ایک جماعت معاصرین مالک نے ان کے حق میں بہت کچھ کلام کیا ہے اور ابن معین نے شافعی کے حق میں بہت کچھ کہا ہے اور ایسے شخص کی نسبت جو ان کے اور ان کے ہم مثلوں کے حق میں کلام کرتا ہے، حسن بن ہانی کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

یا ناطح الجبل العالی لیکلمہ　　　اشفق علی الرأس لا تشفق علی الجبل

اگر سلف نے بعض کے حق میں کلام کیا ہو جیسا کہ صحابہ کے درمیان بھی واقع ہوا ہے تو اس سے کچھ تعجب نہیں کیونکہ وہ مجتہد تھے اور اپنے مخالف کے قول سے انکار کرتے تھے خصوصاً ایسے حال میں کہ جب کہ ان کے پاس کوئی ایسی دلیل ہوتی تھی جو قول غیر کے خطا ہونے پر دلالت کرتی تھی اور اس سے ان کا قصد محض نصرت دینی تھا نہ غرض نفسانی لیکن ان لوگوں پر بڑا تعجب ہے جو اس زمانے میں علمیت کا دعوے کرتے ہیں اور ماکل و مشرب و ملبس اور بیع و شرا، اور نکاح وغیرہ عبادات میں امامِ اعظم کی تقلید کرتے ہیں پھر ان پر اور ان کے اصحاب پر طرح طرح کے طعن کرتے ہیں، پس ان لوگوں کی مثال اس مکھی کی ہے جو اسپ راہوار تیز رفتار کی دُم کے نیچے بیٹھی ہو اور وہ اپنی تیز رفتار سے دوڑ رہا ہو اور میں بڑا حیران ہوں کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں ایسی باتیں کیوں مانتے ہیں اور جس امام کے مقلد ہیں اس کے حق میں وہ باتیں کیوں روا نہیں رکھتے اور اپنے امام کی تقلید ادب میں کیوں نہیں کرتے جب کہ ان کو بخوبی معلوم ہے کہ ان کا امام اس امامِ اجل کی تکریم و تعظیم میں سرِ مو تفاوت نہ کرتا تھا چنانچہ علمائے کرام نے تینوں ائمہ خصوصاً امامِ شافعی کی تعریف و توصیف امامِ اعظم کی نسبت اپنی اپنی تالیف میں نقل کی ہے۔ الغرض کامل سے کمال ہی صادر ہوتا ہے اور ناقص سے بجز نقصان کے اور کچھ وقوع میں نہیں آتا اور معترض کے لئے حرمان برکت معترض علیہ کافی ہے اعاذنا اللہ من ذلک اور منجملہ اس تادب کے جو امامِ شافعی نے امام ابو حنیفہ کی نسبت کیا ہے ایک یہ ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں امام ابو حنیفہ سے برکت چاہتا ہوں اور جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ان کی قبر پر جا کر اور دوگانہ پڑھ کر دعا مانگتا ہوں تو میری وہ حاجت روا ہو جاتی

ہے اور بعض ان علماء نے جنہوں نے منہاج پر حواشی لکھے ہیں، ذکر کیا ہے کہ ایک دن امام شافعی نے صبح کی نماز امامِ ابوحنیفہ کی قبر کے پاس پڑھی اور اس میں دعائے قنوت نہ پڑھی، لوگوں نے اس کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں نے تأدب صاحب اس قبر سے نہیں پڑھی، بعض نے یہ لفظ بھی زیادہ کیا ہے کہ آپ نے اونچی بسم اللہ بھی نہ پڑھی۔ یہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ امامِ شافعی نے امامِ ابوحنیفہ کی خاطر فعل مسنون کو کس لئے چھوڑا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی سنت کو ایسی بات عارض ہو جاتی ہے کہ عند الضرورۃ اس کا چھوڑ دینا ترجیح رکھتا ہے چنانچہ جب امامِ شافعی نے دیکھا کہ امامِ ابوحنیفہ کے بہت سے حاسد ہیں اور حسد کرنے سے باز نہیں آتے تو انہوں نے ان کی ناک میں خاک ڈالنے اور تعلیم جاہل کے لئے ایسا عمدہ کام لینے تأدب امام کو دکھایا جو دعا قنوت اور بسم اللہ کے اونچے پڑھنے سے افضل ہے انتہیٰ۔

حدیقۂ دوم

دوسری صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں

ابراہیم صائغ

ابراہیم بن میمون صائغ مروزی۔ فقیہ فاضل محدث صدوق تھے، امامِ ابوحنیفہ اور عطاء سے روایت کرتے تھے اور آپ سے حسان بن ابراہیم نے روایت کی۔ شہر مرو میں ۱۳۱ھ میں ابومسلم خراسانی نے آپ کو شہید کیا۔ ابنِ مبارک کہتے ہیں کہ جب آپ کے مقتول ہونے کی خبر امامِ ابوحنیفہ کو پہنچی تو وہ اس قدر روئے کہ ہم نے گمان کیا کہ روتے روتے مر جائیں گے آپ کے مقتول ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ابومسلم خراسانی سے آپ نے کچھ سخت کلامی کی تھی جس پر اس نے آپ کو پکڑ لیا۔ یہ خبر سنتے ہی خراسان کے تمام فقہاء و عابد جمع ہوئے اور آپ کو چھڑا لے گئے لیکن آپ نے مکرر، سہ کرر حاکمِ مذکور کو بُری باتوں سے سرزنش کی۔ اس پر اس نے آپ کو قتل کرا دیا۔ امامِ بخاری نے معلق اور ابوداؤد نے اپنی اپنی صحیح میں آپ سے تخریج کی۔ صائغ زرگر کو کہتے ہیں، شاید آپ زرگری کا کام کرتے ہوں گے جس سے صائغ کہلاتے تھے "ولیِ پاک باطن"

آپ کی تاریخ وفات ہے۔

مسعر بن کدام

مسعر بن کدام ہلالی کوفی۔ ابو سلمہ کنیت تھی۔ طبقہ کبار تبع تابعین سے حافظ احادیث، ثقہ، فاضل، معتمد تھے۔ امام ابو حنیفہ و عطاء اور قتادہ سے روایت کرتے تھے اور آپ سے سفیان ثوری نے روایت کی، آپ کہتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے اور خدا کے درمیان امام ابو حنیفہ کو گردان لیا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بے خوف ہوگیا اور اس کو اپنے لئے احتیاط میں نقصان نہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ جب سفیان ثوری اور شعبہ کسی بات میں اختلاف کرتے تھے تو کہتے تھے کہ آؤ ہم مسعر بن کدام کی طرف چلیں جو ہمارے فیصلہ کے لئے ترازو ہیں۔ نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ آپ سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے جو مجتہد اور استاد المحدثین ہیں، استاد ہیں آپ کی جلالت اور حفظ و اتقان متفق علیہ ہے۔ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی۔ وفات آپ کی ۱۵۳ھ یا ۱۵۵ھ میں ہوئی۔ "نجم جہاں" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حمزہ بن حبیب زیات قاری کوفی

ابو عمارہ آپ کی کنیت تھی، محدث، صدوق، زاہد، پرہیزگار، قراءِ سبعہ میں سے ایک قاری تھے، ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، امامِ ابو حنیفہ سے بہت سی روایات رکھتے تھے، جامع القرارۃ میں لکھا ہے کہ آپ سے دن کو آدمی اور رات کو جن پڑھا کرتے تھے۔ وفات آپ کی ۱۵۶ھ یا ۱۵۸ھ میں ہوئی، امام مسلم وغیرہ نے آپ سے تخریج کی۔ "محبوبِ زماں" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

امام زفر بن ہذیل بن قیس بن سلیم العنبری البصری

آپ کا والد ماجد اصفہان کا رہنے والا تھا، آپ ۱۱۰ھ میں[1] پیدا ہوئے، امامِ ابو حنیفہ کے ان دس اصحاب میں سے تھے جنہوں نے امام کو کتبِ فقہ کی تدوین میں مدد دی۔ امامِ ابو حنیفہ آپ کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے اصحاب میں سے یہ اقیس ہیں۔ حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ آپ امام کی مجلس میں سے سے مقدم بیٹھا کرتے تھے۔ سلیمان عطار سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے نکاح کی تقریب پر امامِ ابو حنیفہ کو بلایا اور امام کو خطبہ پڑھنے کے لئے کہا۔ امام نے خطبہ میں فرمایا: ہٰذا زفر امام من ائمۃ المسلمین و علم من اعلامہم فی شرفہ و حسبہ و نسبہ۔ حماد بن امام

---

[1] ابو ہذیل کنیت تھی "دستور الاعلام" (مرتب)

ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ امامِ ابو حنیفہ کے اصحاب میں بعد امامِ ابو یوسف کے ان جیسا اور کوئی فقیہ نہ تھا۔ داؤد طائی سے روایت ہے کہ ابو یوسف اور زفر اکثر فقہ میں مناظرہ کیا کرتے تھے مگر زفر جلید اللسان تھے اس لئے ابو یوسف بسا اوقات مناظرہ میں مضطرب ہو جاتے تھے جس سے زفر ان کو کہتے کہ آپ کہاں بھاگتے ہیں، یہ دروازے کھلے ہیں جس کو چاہو اختیار کر لو۔ شداد کہتے ہیں کہ میں نے اسد بن عمرو سے پوچھا کہ ابو یوسف افقہ ہیں یا زفر؟ انہوں نے جواب دیا کہ زفر اورع ہیں، میں نے کہا میرا سوال فقاہت سے ہے، انہوں نے فرمایا کہ آدمی ورع ہی سے بزرگ ہوتا ہے۔ عبد اللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ میں نے زفر کو یہ کہتے سنا ہے کہ حدیث کے ہوتے ہم قیاس پر ہرگز کاربند نہیں ہوتے اور جب حدیث مل جائے تو قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حسن بن زیاد کا قول ہے کہ زفر اور داؤد آپس میں بھائی بنے ہوئے تھے، پس داؤد نے تو فقہ کو چھوڑ کر عبادت اختیار کر لی اور زفر نے دونوں کو جمع کیا۔ یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ میں نے وکیع کو اخیر عمر میں دیکھا کہ وہ صبح کو زفر اور شام کو ابو یوسف کے پاس آتے تھے مگر پھر انہوں نے ابو یوسف کے پاس جانا چھوڑ دیا اور دونوں وقت زفر کے پاس آنا شروع کیا۔

محمد بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ زفر کو قضا کے لئے کہا گیا تھا مگر انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہیں چھپ رہے جب آپ کا مکان گرا دیا گیا تو اس وقت آپ نکلے اور اپنے مکان کو درست کرایا پھر آپ کو قضا کے لئے کہا گیا اور دوبارہ آپ کا مکان گرا دیا گیا مگر پھر بھی آپ نے قضا کو ہرگز قبول نہ کیا۔ آپ امامِ ابو حنیفہ کے اصحاب حدیث میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ امامِ ابو حنیفہ کی شاگردی سے پہلے ایک دفعہ آپ کو اور آپ کے یاروں کو کوئی مسئلہ پیش آیا جس کے استکشاف کے لئے آپ امامِ ابو حنیفہ کے پاس گئے اور جواب باصواب پا کر امام موصوف سے پوچھا کہ تم نے یہ جواب کہاں سے دیا ہے؟ امام نے فرمایا کہ فلاں حدیث اور اس قیاس سے پھر امام نے زفر سے اس جواب کے متعلق چند سوال کئے جن کے جواب سے یہ بالکل نابلد تھے اس لئے امام نے ان کی بھی توضیح کر دی پس زفر نے اپنے اصحاب کے پاس آ کر بطور امتحان کے وہ سوالات پوچھے وہ زفر سے بھی زیادہ تر نابلد تھے اس لئے زفر نے جو امام ابو حنیفہ سے سنا تھا بعینہ با دلیل ان کے سامنے پیش کیا بعد ازاں آپ نے امام ابو حنیفہ کی خدمت میں آ کر ان کی صحبت اختیار کی، یہاں تک کہ اپنے زمانہ کے افقہ ہوئے۔

ابو نعیم نے کہا ہے کہ زفر ثقہ مامون ہیں، بصرہ میں اپنے بھائی کا ورثہ لینے آئے مگر لوگوں نے

آپ کو یہاں سے واپس جانے نہ دیا اس لیے بصرہ ہی میں آپ ۱۵۸ھ میں فوت ہوئے۔
دمیاطی نے تعالیق الانوار علی الدر المختار میں لکھا ہے کہ آپ بصرہ کی دار القضاء کے متولی بھی رہے ہیں۔ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ معافا بن زکریا نے کتاب جلیس الانیس میں عبدالرحمٰن بن معتز سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ میں نے رات کو شراب پی تھی، مجھ کو احتمال ہے کہ شاید میں نے نشہ میں اپنی عورت کو طلاق دے دی ہو، امام نے فرمایا کہ جب تک تجھ کو طلاق کا یقین نہ ہو تب تک عورت تیری ہی ہے اور مطلقہ نہیں ہوئی، پھر اس نے سفیان ثوری سے جاکر پوچھا، انہوں نے کہا کہ تو اپنی عورت سے رجوع کرے۔ پس اگر تو نے اس کو طلاق دی ہوگی تو اس رجوع سے طلاق کی تلافی ہو جائے گی ورنہ اس رجوع سے کچھ مضائقہ نہیں۔ پھر اس نے شریک بن عبداللہ سے جاکر پوچھا، انہوں نے یہ کہا کہ تو پہلے اپنی عورت کو طلاق دے دے اور پھر اس سے رجوع کرے۔ ان تینوں کے بعد یہ شخص زفر کے پاس آیا اور سوال مذکور کیا، آپ نے فرمایا کہ تو نے میرے سوا کسی اور سے بھی یہ مسئلہ پوچھا ہے؟ اس نے کہا کہ امام ابوحنیفہ سے، فرمایا کہ پھر انہوں نے کیا جواب دیا؟ اس نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ جب تک تجھ کو اپنی عورت کی طلاق کا یقین نہ ہو تب تک وہ عورت تیری ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ امام نے ٹھیک فرمایا ہے، پھر کہا کہ کسی اور سے بھی پوچھا ہے؟ اس نے کہا کہ سفیان ثوری سے۔ آپ نے کہا کہ انہوں نے کیا جواب دیا؟ کہا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ تو عورت سے رجوع کرے کیونکہ اگر طلاق دی ہوگی تو اس سے طلاق کی تلافی ہو جائے گی، نہیں تو اس رجعت سے کچھ حرج نہیں۔ آپ نے کہا کہ یہ جواب اچھا نہیں، پھر پوچھا کہ کیا کسی اور سے بھی پوچھا ہے؟ اس نے کہا شریک سے، فرمایا کہ انہوں نے کیا جواب دیا؟ کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ پہلے اپنی عورت کو طلاق دے اور پھر اس سے رجوع کرے۔ آپ یہ جواب سن کر بڑے ہنسے اور کہا کہ اس مسئلہ کی مثال اس طرح پر ہے کہ ایک شخص پانی کے بدرو کے پاس سے گزرا اور اس کے کپڑوں پر چھینٹیں پڑنے کا احتمال ہو، پس امام ابوحنیفہ نے تو کہا کہ جب تک چھینٹیں پڑنے کا یقین نہ ہو، کپڑے پاک ہیں اور سفیان نے کہا کہ ان کو دھو ڈالنا چاہیے اگر پلید ہوئے تو دھونے سے پاک ہو جائیں گے ورنہ زیادہ تر پاک ہو جائیں گے اور شریک نے کہا کہ پہلے اس پر پیشاب کر پھر اس کو دھو ڈال! بعد اس مثال کے صاحب کتاب مذکور زفر کی تعریف کرتے ہیں کہ انہوں نے تینوں ائمہ کے فتوے میں کیسی عمدہ مثال دے کر تفصیل کی! "اصحاب دانا" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

داؤد طائی

داؤد بن نصیر الطائی کوفی : کنیت آپ کی ابوسلیمان تھی، محدث، ثقہ، زاہد، اعلم، افضل و اورع زمانہ تھے۔ ضروری علوم حاصل کر کے امام اعمش اور ابن ابی لیلےٰ سے حدیث کو سنا اور بہت سی احادیث ان سے کتابت کیں، پھر امام ابوحنیفہ کی صحبت میں داخل ہوئے اور بیس برس تک ان کی شاگردی میں صرف کر کے فقہ کو اخذ کیا اور اس درجہ کو فائز ہوئے کہ امام موصوف کے اصحاب میں سے کسی کو آپ پر تقدم کا رتبہ حاصل نہ تھا، یہاں تک کہ جب صاحبین کو کسی مسئلہ میں باہم اختلاف ہوتا تو وہ آپ کو اپنا منصف مقرر کرتے۔ آپ کا دستور تھا کہ جب صاحبین آپ کے پاس تشریف لاتے تو آپ امام محمد کی طرف منہ اور امام ابویوسف کی طرف پیٹھ کر لیتے اور فرماتے کہ ہمارے استاد نے تازیانے کھا کھا اپنے آپ کو ہلاک کرالیا مگر قضا کو قبول نہ کیا اور امام ابویوسف نے ان کا خلاف کر کے قضاء کو اپنی عزت و افتخار کا باعث سمجھا، پس جو شخص اپنے استاد کے طریقہ کی مخالفت کرے میں اس سے بات تک کرنی نہیں چاہتا، چنانچہ ایسا ہی کرتے کہ اگر قول امام محمد کا قول درست تر ہوتا تو فرماتے کہ امام محمد کا قول ٹھیک ہے اور اگر امام ابویوسف کا قول ٹھیک ہوتا تو اس طرح پر فرماتے کہ ان کا قول درست ہے اور نام ان کا ہرگز زبان پر نہ لاتے۔ آپ سے ابن عیینہ نے روایت کی اور یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین نے آپ کی ثقاہت کی شہادت دی اور صاحب صحیح نسائی نے آپ سے تخریج کی۔

شامی میں لکھا ہے کہ محارب بن دثار کہتے ہیں کہ اگر آپ امم ماضیہ میں ہوتے تو خدا تعالیٰ ضرور ہم کو قرآن میں آپ کی خبر دیتا۔ آپ دنیا سے تو پہلے بھی دل برداشتہ اور خلائق سے متنفر سے رہتے تھے مگر ایک دن کسی مغنی سے یہ شعر سن بیٹھے ؎

بای خدیک تبدی البلا　　وای عینیک اذا سالا

جس سے آپ پر ایک حالت عظیم گزری اور نہایت بے قراری میں امام اعظم کے درس میں آئے۔ امام نے آپ سے بے قراری اور سراسیمگی کا سبب پوچھا، آپ نے سب حقیقت حال بیان کر دی، امام نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے منہ پھیرلیں، چنانچہ آپ دنیا کو چھوڑ کر ایک گوشہ میں جا بیٹھے۔ جب کچھ مدت ہوئی تو ایک دن امام اعظم آپ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہ کام کی بات نہیں ہے جو آپ نے کی ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ آپ ائمہ کے درمیان بیٹھیں اور ان کی گفتگو سنیں اور منہ سے کچھ نہ کہیں، آپ نے ایک برس تک ایسا ہی کیا اور کہا کہ اس ایک سالہ صبر نے تیس برس کا کام کیا ہے، پھر حبیب راعی کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کشائش حال پائی اور یہاں تک ریاضت میں قدم رکھا کہ روٹی پانی میں بھگو دیتے، جب وہ گھل جاتی تو اسے شربت کی طرح پی لیتے اور فرماتے کہ جب تک میں روٹی کو لقمہ بہ لقمہ کھاؤں اتنے عرصہ میں پچاس آیات قرآن کی پڑھی جاتی ہیں، پس میں روٹی کھانے میں کیوں اپنی اوقات ضائع کروں۔ آپ کو اپنے باپ کے ورثہ سے کچھ روپیہ ملا تھا، پس آپ اسی میں سے تھوڑا تھوڑا اپنے خرچ میں لاتے اور دعا کرتے تھے کہ الٰہی! جب یہ روپیہ تمام ہو جائے تو میری جان لے لیجو۔ کہتے ہیں کہ جب آپ کے پاس دس درہم باقی رہ گئے تھے تو امام ابو یوسف نے آپ کی والدہ سے پوچھا کہ آپ کس قدر روز خرچ کرتی ہیں؟ اس نے کہا کہ ایک دانگ، پس امام نے اس سب کا حساب کر لیا اور جس روز وہ روپیہ تمام ہوا تو آپ نے بعد نماز فجر کے اپنے یاروں سے فرمایا کہ داؤد کی خبر لاؤ۔ ایک آدمی گیا اور یہ خبر لایا کہ وہ آج صبح کو فوت ہو گئے۔ وفات آپ کی ۱۶۰ھ اور بقول بعض ۱۶۵ھ میں وقوع میں آئی۔ "زیبِ عالم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

اسرائیل بن یونس

اسرائیل بن یونس بن اسحٰق کوفی: کنیت آپ کی ابو یوسف تھی اور عالم، فاضل، محدث، ثقہ، فقیہ کامل تھے، ۱۰۰ھ میں شہر کوفہ میں پیدا ہوئے، امامِ اعظم و امامِ ابو یوسف سے حدیث کو سُنا اور فقہ حاصل کی اور آپ سے وکیع اور ابن مہدی نے روایت کی۔ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے آپ کی ثقاہت کی شہادت دی۔ امامِ بخاری و مسلم نے آپ سے تخریج کی اور ۱۶۰ھ میں آپ فوت ہوئے، سالِ وفات آپکا لفظ "حمید زمان" ہے۔

مندل بن علی

مندل بن علی عنزی کوفی: کنیت آپ کی ابو عبد اللہ تھی بقول بعض آپ کا نام عمرو اور مندل لقب تھا۔ آپ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے فقیہ فاضل، محدث صدوق طبقہ کبار تبع تابعین میں سے تھے۔ معاذ نے کہا ہے کہ میں نے کوفہ میں داخل ہو کر کسی کو آپ سے زیادہ اورع نہیں دیکھا۔ آپ ۱۰۳ھ میں پیدا ہوئے اور اعمش و ہشام سے روایت کی اور حدیث میں اپنے بھائی حبان بن علی سے اقوی تھے اور کوفہ میں ۱۶۷ھ یا ۱۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ ابو داؤد و ابنِ ماجہ نے آپ سے تخریج کی، آپ کے بھائی ابو علی حبان بن[1] علی بھی فقیہ فاضل اور صاحب حدیث تھے جو ساٹھ سال کی عمر میں ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے اور ابنِ ماجہ نے ان سے تخریج کی۔ "امامِ پاک باطن" اور "امامِ ہمام" آپ کی تاریخ وفات ہیں۔

---

[1] حبان بن علی "جواہر المضیۃ" (المرتب)

عمرو بن میمون

عمرو بن میمون بن بحر بن سعد رباح بلخی : ابو علی کنیت تھی۔ محدث، ثقہ، فقیہ، عالم، صاحب حلم و فہم اور صلاح تھے۔ بغداد میں آکر امامِ ابوحنیفہ کی صحبت میں داخل ہو کر اُن سے فقہ اخذ کی۔ مدت تک قاضی رہے اور قضا کی حالت میں آپ کا رویہ قابلِ تحسین رہا۔ اخیر عمر میں نابینا ہو کر ۱۷۱ھ میں وفات پائی۔ ترمذی نے آپ سے تخریج کی۔ "کوہِ علم" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

زہیر بن معاویہ

زہیر بن معاویہ[۱] بن خدیج کوفی : ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے، امامِ ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے محدث، ثقہ، فقیہ فاضل تھے اور کنیت ابوخثیمہ رکھتے تھے۔ حدیث کو امامِ اعمش اور ان کے طبقہ سے سُنا اور آپ سے یحییٰ بن قطان نے روایت کی۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ آپ کے زمانے میں آپ جیسا کوفہ میں اور کوئی نہ تھا۔ یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین نے آپ کی توثیق کی اور ۱۷۳ھ یا ۱۷۴ھ میں آپ فوت ہوئے۔ اصحابِ صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی۔ "زیبِ مسند" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

نوح بن ابی مریم

نوح بن ابی مریم ابوعصمہ مروزی الشہیر بالجامع : فقہ امامِ ابوحنیفہ اور ابنِ ابی لیلیٰ سے اخذ کی اور حدیث کو حجاج بن ارطاۃ اور نیز زہری و مقاتل سے سنا اور تفسیر کو کلبی وغیرہ اور مغازی کو محمد بن اسحٰق سے اخذ کیا۔ جامع آپ کو اس لئے کہتے تھے کہ آپ جامع علوم تھے اور آپ کی چار مجلسیں ہوا کرتی تھیں، ایک حدیث و آثار، دوم اقاویل امام ابوحنیفہ، سوم نحو، چہارم اشعار و ادب۔ بعض کہتے ہیں کہ جامع آپ کو اس لئے کہتے تھے کہ آپ نے سب سے پہلے امام ابوحنیفہ کی فقہ کو جمع کرنا شروع کیا۔ اگرچہ آپ فقیہ جلیل القدر تھے مگر محدثین کے نزدیک حدیث میں آپ مجروح ہیں، یہاں تک کہ آپ کو وضّاع کہا گیا ہے اور بہت سی احادیث فضائلِ قرآن میں آپ نے وضع کیں اور جب آپ سے اس کا باعث پوچھا گیا تو آپ نے بیان کیا کہ میں نے اس لئے فضائلِ قرآن میں حدیثیں وضع کی ہیں کہ بہت لوگ قرآن کو چھوڑ کر امامِ ابوحنیفہ کی فقہ اور ابن اسحٰق کی مغازی میں مشغول ہو گئے ہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ آپ نے سوا صدق کے سب چیز کو جمع کیا، مدت تک مرو کی قضا پر مقرر رہے اور اہلِ مرو اور عراقیوں نے آپ سے استفادہ کیا اور ابنِ ماجہ نے تفسیر میں آپ سے تخریج کی۔ وفات آپ کی ۱۷۳ھ میں ہوئی۔

---

[۱] حدیج "جواہر المضیۃ" (مرتب)

لیث بن سعد

لیث بن سعد بن عبد الرحمٰن فہمی : ابو الحارث کنیت تھی، فقہ وحدیث میں امامِ اہلِ مصر ثقہ سری تھے۔ اصل میں اصفہان کے باشندہ اور قیس بن رفاعہ مولےٰ عبد الرحمٰن بن خالد بن مسافر فہمی کے مولےٰ تھے۔ آپ کا قول ہے کہ میں نے محمد بن شہاب زہری کے علم سے علم کثیر لکھا۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ آپ امام مالک سے افقہ تھے مگر اصحاب آپ کے ساتھ قائم نہ ہوتے۔ آپ عطار و خلف اور ابن ملیکہ اور نافع ابن مولےٰ عمر سے روایت کرتے تھے اور آپ سے شعیب اور ابن مبارک نے روایت کی۔ بڑے سخی وکریم تھے یہاں تک کہ سال بھر میں آپ کو پانچ ہزار دینار کی آمدنی تھی مگر زکوٰۃ آپ پر واجب نہ ہوتی تھی کیونکہ آپ کا دستور تھا کہ ہر روز جب تک آپ تین سو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا نہیں لیتے تھے تو آپ روٹی نہیں کھاتے تھے۔

تاریخ خلکان میں لکھا ہے کہ میں نے بعض مجامیع میں لکھا دیکھا ہے کہ آپ حنفی المذہب تھے اور مصر کی قضا آپ کو تفویض تھی، امام مالک نے آپ کو چینی کا ایک پیالہ کھجوروں کا بھرا ہوا بھیجا، آپ نے اس کے عوض میں اس کو سونے سے بھر کر امام مالک کے پاس بھیج دیا۔ آپ اپنے یاروں کے لئے فالودہ بنایا کرتے تھے اور اس میں دینار رکھ کر ان کو پینے کے لئے بھیجدیا کرتے تھے۔ منصور بن عمار کہتے ہیں کہ میں آپکے پاس آیا اور آپ نے مجھ کو ایک ہزار دینار عطا کر کے فرمایا کہ جو حکمت خدا نے تم کو دی ہے وہ ان کے ذریعہ سے محفوظ رکھو۔ یحییٰ بن کبیر کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ کوئی اکمل نہیں دیکھا، آپ فقیہ النفس، حافظ حدیث و شعر، عربی لسان، حسن مذاکرہ قرآن و نحو کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ذہبی نے عبر میں لکھا ہے کہ مصر کا نائب اور قاضی آپ کے ماتحت تھے، جب ان میں سے کسی کی نسبت آپ کو شک ہوتا تو آپ کی تحریر سے وہ معزول ہو جاتا، ہر چند منصور نے آپ کو مصر کا حاکم بنانا چاہا مگر آپ نے منظور نہ کیا۔ بیس سال کی عمر میں آپ نے حج کیا۔

ولادت آپ کی ۹۲ھ میں ہوئی اور ۱۵ شعبان ۱۷۵ھ کو جمعرات یا جمعہ کے روز وفات پائی اور مصر میں قرافہ صغریٰ میں مدفون ہوئے۔ قبر آپ کی زیارت گاہِ عام ہے۔ آپ کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ جب ہم نے آپ کو دفن کیا تو یہ آواز سنائی دی ؎

ذهب الليث فلا ليث لكم ومضى العلم قريبا و قبر

جب ہم نے دیکھا تو کہنے والا کوئی نظر نہ آیا۔ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی "عابدِ زماں" تاریخ وفات ہے۔

قاسم بن معن

قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ مسعود الصحابی الہذلی کوفی - کنیت آپ کی ابوعبداللہ تھی - آپ حدیث میں ثقہ فاضل اور فقہ وعربیت ولغت وشعر میں امام کامل اور سخاوت و مروت و زہد میں بے نظیر تھے اور امام ابوحنیفہ کے ان اصحاب میں سے تھے جن کے حق میں امام موصوف انتم مسار قلبی وجلاء حزنی کے کلمات فرمایا کرتے تھے - ابوحاتم کہتے ہیں کہ آپ ثقہ صدوق اور کثیر الروایت تھے - حدیث کو اعمش و عاصم بن احول و عبدالملک بن عمیر و منصور بن معتمر و طلحہ بن یحییٰ و داؤد بن ابی ہند و محمد بن عمرو بن علقمہ و ہشام بن عروہ اور یحییٰ بن سعید وغیرہم سے روایت کیا اور آپ سے ابن مہدی اور علی بن نصر جہضمی کبیر و عبداللہ بن ولید عدنی و ابوغسان نہندی و ابونعیم بن دکین اور اصحاب سنن نے روایت کی اور لیث بن مظفر نے نحو ولغت آپ سے پڑھی، بعد شریک بن عبداللہ کے آپ کوفہ کے قاضی بنے اور بسبب تقوے کے بغیر تنخواہ کے قضا کا کام انجام دیتے رہے - لغت میں کتاب نوادر اور غریب مصنف تصنیف کیں اور نیز نحو میں کئی ایک کتابیں لکھیں اور ۱۷۵ھ میں وفات پائی - "کانِ عدل" آپ کی تاریخ وفات ہے -

حماد بن امامِ اعظم

حماد بن امامِ ابوحنیفہ : آپ کی کنیت ابواسمٰعیل تھی اور بڑے زاہد و عابد و پرہیزگار تھے - حدیث و فقہ کو اپنے والدِ ماجد سے سُنا اور اخذ کیا بلکہ فقہ میں یہاں تک کمال مہارت پیدا کر لی تھی کہ اپنے والدِ ماجد ہی کے زمانے میں فتوے دیا کرتے اور امام ابویوسف و امامِ محمد و زفر و حسن بن زیاد وغیرہ کے طبقہ میں سے تھے اور تدوینِ کتبِ فقہ میں ان کے معاون تھے - جب امام ابوحنیفہ فوت ہوئے تو آپ کے قبضہ میں سونے چاندی کے بہت سے ودائع اور امانتیں ترکہ میں آئیں جن کے مالک مفقود تھے، آپ نے ان سب کو قاضی کے پاس لے جا کر سپرد کر دیا - ہر چند قاضی نے بہت دفعہ کہا کہ آپ بڑے امین ہیں، اسپنے ہی پاس رہنے دیں مگر آپ نے ایک نہ مانی - آپ سے آپ کے بیٹے اسمٰعیل نے تفقہ کیا اور ابنِ عدی نے آپ کو حافظہ کی رو سے ضعیف قرار دیا - بعد وفات قاسم بن معن کے آپ کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے اور ماہِ ذی قعدہ ۱۷۶ھ میں انتقال فرمایا - "قطبِ دنیا" آپ کی تاریخ وفات ہے -

شریک

شریک بن عبداللہ کوفی - کنیت آپ کی ابوعبداللہ تھی اور ان علمائے کرام میں سے تھے

جنہوں نے امام ابوحنیفہ کی صحبت اختیار کی اور ان سے روایت کی، امامِ موصوف آپ کو کثیر العقل سے موصوف کیا کرتے تھے۔ آپ نے امام اعمش اور ابنِ شیبہ سے بھی حدیث کو سُنا اور آپ سے عبداللہ بن مبارک اور یحییٰ بن سعید نے روایت کی۔ تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ آپ پہلے شہر واسط کے قاضی تھے، پھر کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ آپ عادل و فاضل و عابد و صدوق اور اہلِ ہوا و بدعت پر بڑے سخت گیر تھے۔ جب کوفہ کی قضا کے متولی ہوئے تو آپ کا حافظہ متغیر ہوگیا اور اکثر خطا کرنے لگے۔ وفات آپ کی ۱۷۷ھ یا ۱۷۸ھ میں ہوئی اور امام مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں آپ سے تخریج کی۔ "کوہِ علوم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

امامِ عافیت

عافیت بن یزید بن قیس[1] الازدی کوفی : امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے آپ بڑے فقیہ دانا اور محدث صدوق تھے یہاں تک کہ امامِ موصوف آپ کے وجود سے بڑے نازاں تھے اور آپ کی تعظیم و تکریم میں بڑا مبالغہ کیا کرتے تھے اور جب تک آپ سے مشورہ نہ لیتے کوئی بات اپنی کتابوں میں ملحق نہ کرتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے کہ جب تک عافیت بن یزید نہ آلیں، تم کسی مسئلہ میں جلدی نہ کرو اور جب آپ آتے اور اپنی رائے کو ان سے متفق کرتے تو امامِ موصوف اپنے اصحاب کو حکم دیتے کہ اب اس مسئلہ کو لکھ لو۔ آپ نے امام اعمش اور ہشام بن عروہ سے بھی حدیث کی روایت کی، مدت تک کوفہ میں قاضی مقرر رہے اور ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ نسائی نے آپ سے تخریج کی۔ "امامِ زماں" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

قاضی عبدالکریم

عبدالکریم بن محمد جرجانی : فقیہ جید محدث مقبول تھے، مدت تک قضا کا کام انجام دیا اور روایت امامِ ابوحنیفہ سے کی اور حدود ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ ترمذی نے آپ سے تخریج کی۔ "کوکبِ اسلام" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

امامِ ابویوسف

یعقوب بن ابراہیم[2] بن حبیب بن خنیس بن سعد بن عتبہ انصاری صحابی : کوفہ میں عہد ہشام بن عبدالملک میں ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ابویوسف کنیت تھی۔ امام اجل، فقیہ اکمل، عالم ماہر، فاضل متبحر، حافظ سنن، صاحب حدیث، ثقہ، مجتہد فی المذہب اور امام ابوحنیفہ کے

---

[1] اودی [2] سعد بن عتبہ۔ "جواہر المضیئہ" (مرتب)

اصحاب میں سب سے متقدم تھے۔ آپ ہی نے پہلے پہل امام ابوحنیفہ کے مذہب پر کتابیں لکھیں اور مسائل کو املار و نشر کیا اور ان کے مذہب کو اقطارِ عالم میں پھیلایا، آپ ہی سب سے پہلے قاضی القضاۃ اور افقہ العلمار و سید العلمار کے لقب سے ملقب ہوئے اور آپ نے ہی اس ہیئت کا لباس علمار کا جو آجکل مروج ہے، ایجاد کیا۔

طلحہ بن محمد کہتے ہیں کہ آپ مشہور الامر ظاہر الفضل اپنے زمانے کے افقہ تھے، کوئی آپ کے زمانہ میں آپ سے متقدم نہ تھا اور علم و حکم و ریاست و قدر میں نہایت سر آمد تھے، حدیث کو امام ابوحنیفہ و ابا اسحٰق شیبانی و سلیمان تیمی و یحیٰے ابن سعد و سلیمان اعمش و ہشام بن عروہ و عبیداللہ بن عمر عمری و عطار بن سائب و محمد بن اسحٰق بن یسار و لیث بن سعد وغیرہم سے سماعت کیا اور فقہ کو پہلے ابن لیلےٰ پھر امام ابوحنیفہ سے اخذ کیا۔ آپ سے امام محمد بن حسن شیبانی اور بشر بن ولید کندی اور امام احمد بن حنبل اور یحیےٰ بن معین و احمد بن منیع و علی بن جعد وغیرہ نے روایت کی۔ امام احمد بن حنبل و یحیےٰ بن معین اور علی بن مدینی نے آپ کی ثقاہت نقل فی الحدیث میں کچھ اختلاف نہیں کیا بلکہ امام غزالی نے کہا ہے کہ حدیث میں آپ کی متابعت سب سے اولیٰ ہے۔ آپ کے تلامذہ میں سے محمد بن سماعہ، معلی بن منصور، بشر بن ولید کندی، بشر بن غیاث مریسی، خلف بن ایوب، عصام بن یوسف، ہشام بن عبداللہ، حسن بن ابی مالک، ابو علی رازی، ہلال رازی، علی بن جعد وغیرہم ہیں۔

آپ کا قول ہے کہ میں امام ابوحنیفہ کی خدمت میں ۲۹ سال جاتا رہا اور میری صبح کی نماز فوت نہیں ہوئی۔ آپ بغداد میں ساکن ہوئے اور وہاں کی قضا خلفائے ثلاثہ یعنی مہدی اور اس کے بیٹے ہادی اور ہارون رشید کے زمانے میں آپ کے سپرد ہوئی۔ ہارون رشید آپ کی بڑی عزت و توقیر کرتا تھا۔ ابن عبدالبر نے کتاب الانتہار فی فضائل ثلاثۃ الخلفار میں لکھا ہے کہ ابو یوسف حافظِ احادیث تھے اور محدث کے پاس جاکر اور بیٹھ کر احادیث روز یاد کر کے لوگوں سے املار کراتے تھے کہتے ہیں کہ امامِ ابو یوسف کو چالیس ہزار احادیثِ موضوعہ یاد تھیں، پس یہاں سے قیاس کرنا چاہیے کہ احادیثِ صحیحہ کس قدر یاد ہوں گی۔

عمار بن ابی مالک کہتے ہیں کہ امامِ ابوحنیفہ کے اصحاب میں آپ جیسا کوئی نہ تھا۔ ہلال بن یحیےٰ کہتے ہیں کہ آپ تفسیر و مغازی اور ایامِ عرب کے حافظ تھے اور اجل علوم آپ کا فقہ تھی، آپکا قول ہے کہ اعمش نے ایک مسئلہ مجھ سے پوچھا، میں نے اس کا جواب دے دیا، اس پر انہوں نے مجھ سے استفسار کیا کہ یہ مسئلہ تم نے کہاں سے نکالا؟ میں نے کہا اس فلاں حدیث سے جو تم نے

میرے آگے بیان کی تھی، انہوں نے کہا کہ وہ حدیث تو مجھ کو اس وقت سے یاد ہے کہ ابھی تمہارے والدین مجتمع نہ ہوئے تھے مگر اس کا مطلب اب معلوم ہوا۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کلام کرتے تو لوگ آپ کے دقیق کلام سے متحیر ہو جاتے تھے۔ امام ابو حنیفہ نے آپ کے حق میں کہا ہے کہ آپ داناتر ہیں۔ حماد بن امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ایک دن امام ابو حنیفہ یاروں میں بیٹھے ہوئے تھے جن کے دائیں امام ابو یوسف اور بائیں امام زفر بیٹھے ہوئے ایک مسئلہ میں بحث کر رہے تھے، جو امام ابو یوسف کہتے اس پر امام زفر اور جو امام زفر کہتے اس پر امام ابو یوسف نقض کرتے تھے کہ اتنے میں بانگ نماز ہوئی۔ اس وقت امام ابو حنیفہ نے امام زفر کے زانو پر ہاتھ مار کر اور امام ابو یوسف کی رائے کو ترجیح دے کر فرمایا کہ تم اس شہر کی ریاست کی طمع نہ کرو جس کے ابو یوسف حاکم ہوں۔

کہتے ہیں کہ ایک دن آپ کا ماموں ابو طالب نامی ابو حنیفہ کے حلقہ میں آیا، کیا دیکھتا ہے کہ امام ابو یوسف مذاکرہ میں اونچے بول رہے ہیں، یہ چپکا کھڑا رہا، امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ آپ کیوں کھڑے ہیں، آگے آئیے! اس نے کہا کہ میں مذاکرہ میں ابو یوسف کی بلند آواز سے تعجب کر رہا ہوں کہ آج تین روز سے انہوں نے اور ان کے عیال و اطفال نے کچھ نہیں کھایا۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون اور ایک یہودی کا مقدمہ آپ کے پاس آیا اور یہودی خلیفہ سے ذرا پیچھے ہٹ کر آپ کے سامنے بیٹھا۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ ورے آکر خلیفہ کے برابر بیٹھ، عدالت میں کسی کو تقدم نہیں، یہاں شاہ و گدا برابر ہیں۔

آپ نے کتاب الخراج، کتاب الامالی، کتاب النوادر تصنیف فرمائیں۔ وفات آپ کی بغداد میں بحالت عہدہ قضا پنجشنبہ کے روز ۵ ماہ ربیع الآخر ۱۸۱ھ یا ۱۸۲ھ کو واقع ہوئی۔ تاریخ خلکان میں لکھا ہے کہ جب موت آپ کو حاضر ہوئی تو آپ نے مناجات کی، الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے ہر ایک حادثہ و واقعہ میں تیری کتاب میں نظر کی۔ اگر اس میں اس کا جواب نہیں پایا تو تیرے پیغمبر کی حدیث میں غور کی ہے، اگر اس میں بھی نہیں پایا تو حضرت کے صحابہ کے اقوال و افعال کو دیکھا ہے، اگر ان میں بھی جواب نہیں ملا تو میں نے اپنے اور تیرے درمیان امامِ ابو حنیفہ کو پل گردانا ہے اور تو جانتا ہے کہ کسی قوی یا ضعیف کا مخاصمہ میرے پاس نہیں آیا کہ جس میں میں نے عدالت و برابری نہ کی ہو اور میرا دل قوی کی طرف مائل نہیں ہوا۔ اگر ایسا ہوا ہو تو مجھے بخش دے۔

کہتے ہیں کہ آپ کے دشمنوں میں سے ایک شخص کو آپ کی وفات کے دوسرے روز

نہایت غمگین پایا گیا، لوگوں نے اس کا سبب پوچھا، اس نے کہا کہ میں نے کل رات خواب میں امام ابویوسف کو بڑی زینت وتجمل کے ساتھ خلدِ بریں میں دیکھا ہے، جب میں نے دربانوں سے پوچھا کہ انہوں نے ایسا کونسا کام کیا ہے کہ جس سے یہ اس درجے کے مستحق ہوئے ہیں تو یہ جواب ملا کہ بسبب اس صبر وتحمل کے جو مشقت تعلم علم میں آپ اٹھاتے تھے، آپ کو یہ درجہ حاصل ہوا ہے۔ روایت ہے کہ آپ کی وفات کے روز شیخ معروف کرخی نے ایک آدمی کو آپ کے گھر میں آپ کے جنازہ کی خبر لانے کے لئے بھیجا، جب وہ آپ کے گھر میں پہنچا تو وہاں ایک شورِ عظیم برپا تھا اور جنازہ لے گئے ہوئے تھے اس لئے وہ جلدی واپس نہ ہوسکا اور نمازِ جنازہ ادا کرلی گئی۔ جب شیخ کو خبر پہنچی تو انہوں نے نہایت افسوس کیا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ کیا آپ اس شخص کے جنازے کی نماز کے فوت ہونے سے افسوس کرتے ہیں جو بادشاہ کے اصحاب میں سے تھا اور دنیا کی طرف رغبت کرکے قاضی بنا تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ بہشت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اس کے اندر ایک نہایت عمدہ بارگاہ آراستہ ہے اور حوریں اور غلمان منتظر کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ مکان کس کے لئے آراستہ ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ کل امام ابویوسف قاضی اس جگہ آئیں گے۔ میں نے ان سے استفسار کیا کہ یہ مرتبہ ان کو کس سبب سے حاصل ہوا ہے؟ کہا کہ بسبب اس صبر وتحمل کے جو مشقت تعلیم علم پر آپ برداشت کرتے تھے۔

مناقبِ ضمیری میں لکھا ہے کہ امام ابویوسف کہا کرتے تھے کہ ہمارے جدِّ اعلیٰ سعد بن عتبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں دیکھا کہ باوجود حداثت سن کے بڑی سرگرمی سے جنگ میں مشغول ہیں، آپ نے ان کو بلا کر پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ سعد بن عتبہ! آپ نے ان کے حق میں دعا کی کہ خدا تمہاری کوشش اسعد کرے! پھر ان کے سر اور پیشانی پر ہاتھ پھیرا جس مسح کا اثر قیامت تک ہمارے خاندان میں رہے گا، چنانچہ امام ابویوسف کا یہ حال تھا کہ جب کبھی کوئی شخص آپ کے چہرہ کی طرف دیکھتا تو آپ کی پیشانی ایسی لامع دکھائی دیتی کہ گویا تیل ملا ہوا ہے۔ خطیب بغدادی وغیرہ نے حسب فحوائے ہر کہ فاضل تر محسود تر آپ کے حق میں بھی سخت وسست باتیں لکھی ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ آپ کی توصیف وتعظیم میں بہت سے علماء وفضلاء نے اکثار کیا ہے اور آپ کے ذکر خیر سے کتب معتبرہ مملو ہیں۔ تاریخ وفات آپ کی یہ ہے ؎

ابویوسف آں زیبِ علم وعمل فقیہِ معظّم امامِ اجل

سعیدِ ازل بود بیشک ازاں — شدہ سالِ فوتش "سعیدِ ازل" (۱۸۲)

امام عبداللہ بن مبارک

عبداللہ بن مبارک بن واضح الحنظلی المروزی : شہر مرو میں ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے۔ کنیت ابو عبدالرحمٰن رکھتے تھے۔ باپ آپ کا بڑا پرہیزگار و متقی تھا اور ہمدان کے ایک سوداگر کا جو قبیلہ بنی حنظلہ میں سے تھا، غلام تھا اس لئے آپ کو حنظلی کہتے ہیں اور والدہ آپ کی خوارزمی تھی۔ آپ ابتدا میں شراب خوری اور اس کے لوازمات لہو و لعب میں بڑے مصروف رہتے تھے۔ آپ کی توبہ کا یہ سبب ہوا کہ آپ نے موسم بہار میں ایک دن مع اپنے یاروں و دوستوں کے ایک باغ میں بڑا جلسہ کیا جس میں دن بھر آپ سرود و غنا میں مشغول رہے اور رات کو شراب کے نشہ میں مخمور ہو کر بیہوش ہو گئے۔ صبح کو آپ نے خواب میں کیا دیکھا کہ ایک جانور آپ کے سر پہ درخت پر بیٹھا ہوا آیت الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق پڑھ رہا ہے جس کو آپ سُن کر چونک پڑے اور اسی وقت اسباب سرود و غنا کو توڑ کر اور شیشہ ہائے مے کو پھوڑ کر اور پارچات نفیس کو پھاڑ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ بعض مورخوں نے آپ کی توبہ کے اور کئی ایک سبب بیان کئے ہیں۔ سو بہر حال آپ کو یہاں تک درجہ حاصل ہوا کہ ایک روز آپ کی والدۂ ماجدہ باغ میں آپ کے دیکھنے کے لئے گئیں۔ کیا دیکھتی ہیں کہ آپ سوئے ہوئے ہیں اور ایک سانپ نرگس کی شاخ منہ میں پکڑے آپ سے مکھیاں دور کر رہا ہے۔ پھر آپ مرو سے بغداد میں آ کر امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدت تک ان سے ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا اور بعد وفات امام موصوف کے مدینہ میں آ کر امام مالک سے استفادہ کیا اور سوا ان کے اور بھی بہت سے مشائخ مثل سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و ہشام بن عروہ و عاصم احول و سلیمان تیمی و حمید طویل و خالد حذار و اسمٰعیل بن خالد وغیرہ تابعین و تبع تابعین سے علم حدیث کو اخذ کیا۔ آپ کا قول ہے کہ میں نے چار ہزار مشائخ سے علم حاصل کیا ہے مگر روایت صرف ایک ہزار سے کرتا ہوں اور سائر طبقات عمدہ محدثین مثل عبدالرحمٰن بن اسدی و یحییٰ بن معین و ابوبکر و عثمان پسران ابی شیبہ و امام احمد و حسن بن عرفہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، طرفہ یہ کہ سفیان ثوری نے جو آپ کے شیوخ اجلّہ میں سے ہیں، آپ سے اخذ کیا ہے۔

سفیان ثوری باوجودیکہ حیرت دہ اہل کمال ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سعی کی کہ سال بھر میں تین رات دن ابن مبارک کی وضع پر بسر کروں مگر نہ ہو سکا، کبھی یہ کہتے تھے کہ کاشکے میری

تمام عمر میں رات دن ابنِ مبارک کے برابر ہوتی - ابواسامہ کہتے ہیں کہ میں نے ابنِ مبارک سے زیادہ کوئی آدمی طالبِ علم نہیں دیکھا - ابنِ مہدی کا مقولہ ہے کہ امام چار ہیں ثوری، حماد بن زید، ابنِ مبارک، مالک شعبہ نے کہا ہے کہ آپ جیسا کوئی ہمارے پاس نہیں آیا - ابنِ عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے ہر چند اصحابِ رسولِ خدا کے امر میں غور سے نظر کی ہے مگر ابنِ مبارک پر ان کی فضیلت کی بجز صحبت رسولِ خدا اور غزا کے اور کوئی وجہ نہیں دیکھی - سلام بن ابی مطیع کا قول ہے کہ آپ جیسا کوئی ہمارے پاس نہیں آیا - قواریری کہتے ہیں کہ ابنِ مہدی کسی کو ابنِ مبارک اور امامِ مالک پر حدیث میں مقدم نہیں سمجھتے تھے - عباس بن مصعب کا مقولہ ہے کہ ابنِ مبارک نے حدیث، فقہ، عربی، شجاعت، تجارت، سخاوت، محبت کو جمع کیا - ابن الجنید ابنِ معین سے روایت کرتے ہیں کہ ابنِ مبارک بڑے زیرک، ثقہ، عالمِ احادیثِ صحیحہ تھے - اسمٰعیل بن عیاش کہتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص مثل ابنِ مبارک کے نہیں اور میں ایسی کوئی خصلتِ حسنہ نہیں جانتا جو خدا نے آپ میں پیدا نہ کی ہو - جواہرِ مضیہ میں لکھا ہے کہ ایک دن ابنِ مبارک کے اصحاب مثل فضل بن موسےٰ و محمد بن حسن و محمد بن نصر جمع ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آؤ ہم ابن مبارک کے فضائل شمار کریں - پس انہوں نے کہا کہ آپ میں حسبِ ذیل چیزیں موجود تھیں: علم، فقہ، ادب، نحو، لغت، شعر، زہد، فصاحت، ورع، قیامِ لیل، عبادت، حج، جہاد، سداد فی الروایت، ترک مالایعنی، حسنِ صحبت بہ اصحابِ خود اور عدمِ مخالفت ان کی -

حاکم نے کہا ہے کہ آپ دنیا میں امامِ زمانہ تھے - ابن جریج کہتے ہیں کہ ہم نے کوئی عراقی آپ سے فصیح تر نہیں دیکھا - ابن حبان نے کہا ہے کہ ابنِ مبارک میں ایسی خصلتیں موجود ہیں کہ آپ کے زمانے میں تمام روئے زمین پر کسی اہل میں جمع نہیں کی گئیں - یحییٰ اندلسی کہتے ہیں کہ ہم امام مالک کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابنِ مبارک وہاں آئے جن کو امام نے دیکھتے ہی یکسو ہو کر ان کو اپنی مجلس میں اپنے پاس بٹھایا حالانکہ میں نے اپنی تمام عمر میں ایک مالک کو بجز ابنِ مبارک کے اور کسی کے لئے مجلس میں یکسو ہوتے ہوئے نہیں دیکھا - حسن بن شقیق بلخی کہتے ہیں کہ میں ایک دن نمازِ عشاء کی پڑھ کر ابنِ مبارک کے ساتھ گھر میں آنے لگا - جب دروازۂ مسجد پر پہنچے تو میں نے ان سے ایک حدیث کا تذکرہ کیا، آپ نے اس کا جواب دینا شروع کیا یہاں تک کہ ہم اسی جگہ کھڑے رہے کہ صبح ہوگئی اور مؤذن نے فجر کی بانگ نماز کہہ دی - پرہیزگاری آپ کی اس درجہ کی تھی کہ ایک دفعہ آپ بغداد سے مرو کو جو آپ کا وطنِ مالوف تھا، محض واسطے پہنچانے

اس قلم کے تشریف لے گئے جو وہاں سے کسی سے واسطے لکھنے کے عاریۃً لیا تھا اور آتی دفعہ مھول سے اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔ آپ کا مقولہ ہے کہ جس درم کی حلت میں کچھ شبہہ ہو میرے نزدیک اس کا پھیر دینا اس سے بہتر ہے کہ ایک لاکھ درم خدا کی راہ میں صدقہ دوں۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ نے کسی دکاندار سے انگور خریدنا چاہا اور ایک دانہ اس کے انگوروں میں سے نمونہ کے طور پر چکھنے کے لئے اٹھا لیا۔ جب آپ انگور خرید کر گھر میں آئے تو آپ کے دل میں گذرا کہ میں نے بغیر اجازت فروشندہ انگور کا دانہ اٹھا کر کھا لیا تھا۔ اس پر آپ نے واپس جا کر فروشندہ انگور سے اس دانہ کو بخشوانا چاہا، اس نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ دس درم لے کر بخش دے، اس نے پھر انکار کیا، یہاں تک کہ نوسو درم وصول کرنے پر اس نے بخشا۔ اس پر فروشندہ نے ہنس کر کہا کہ میں نے کیسے فریب سے اس قدر آپ سے روپیہ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کچھ بڑی بات نہ تھی، اگر پھر بھی تو انکار کرتا تو میں پانچہزار روپیہ تک دینے کو راضی تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کا گھوڑا چھوٹ کر کسی کی زراعت میں جا پڑا۔ پس آپ نے اس گھوڑے کو وہیں چھوڑ دیا اور آئندہ اس پر کبھی سوار نہ ہوئے۔

آپ کی عادت تھی کہ جب حج کو جاتے تو بہت لوگ آپ کے ہمراہ حج کا ارادہ کرتے اور ہر ایک حسب حیثیت خود نقد و جنس آپ کے پاس جمع کر دیتا کہ بہ شرکت خرچ کریں گے۔ آپ ایک فہرست میں ہر ایک کا نام مع مقدار و قسم مال لکھ لیتے۔ جب حج سے واپس آتے تو تمام مال ان کو واپس کر دیتے۔ جب لوگ اس نکتہ کا سبب پوچھتے تو آپ فرماتے کہ اگر پہلے ہی ان کا مال پھیر دیا جاتا تو یہ لوگ حج کا ارادہ چھوڑ کر اس سعادت سے محروم رہتے اور میں بھی ان کو ہمراہ لے جانے کے ثواب سے محروم رہتا کیونکہ یہ لوگ بہ گمان اس بات کے کہ ہم اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور کسی کے دل کا بوجھ نہیں ہیں، میرے ہمراہ جاتے ہیں۔ ابتدا میں آپ کے والد ماجد نے آپ کو پچاس ہزار درم واسطے تجارت کے دئے تھے جس کو آپ نے تحصیل علم حدیث میں صرف کر دیا۔ جب اپنے وطن میں واپس آئے تو باپ نے آپ سے پوچھا کہ آپ اس روپیہ سے کیا جنس لائے ہیں؟ اور کیا نفع حاصل کیا ہے؟ آپ نے اس دفتر علم کو جو جمع کیا تھا، باپ کے آگے رکھ دیا اور کہا کہ یہ جنس لایا ہوں اور دو جہان کا نفع اٹھایا ہے۔ باپ آپ کا بڑا خوش ہوا اور گھر میں لیجا کر چھ ہزار روپیہ اور آپ کو دیا کہ اس کو خرچ کر کے اپنی تجارت کو پورا کرو۔

ابو وہب کہتے ہیں کہ میرے دیکھنے کی بات ہے کہ ایک دفعہ آپ ایک اندھے کے پاس سے

گئے، اس نے آپ سے سوال کیا کہ میرے لئے دعا کرو۔ آپ نے اس کے حق میں دعا کی، پس خدا نے اسی وقت اس کی آنکھیں روشن کر دیں۔ حسن بن عیسٰے کہتے ہیں کہ آپ مجاب الدعوات تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور ماہ رمضان ۱۸۱ھ میں جہاد سے واپس آتے ہوئے مقام سوس میں بیمار ہو کر وفات پائی۔ قبر آپ کی موضع ہیت واقعہ فرات میں زیارت گاہِ عام ہے۔ "حبیبِ زمانیاں" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو آپ نے اپنے غلام نصر نام سے جو معتبر راوۃ حدیث میں سے ہے، فرمایا کہ مجھ کو فرش سے اتار کر خاک پر رکھ دو۔ غلام رونے لگا، آپ نے فرمایا کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھ کو آپ کی ثروت و نعمت یاد آئی ہے اور یہ حالت غربت و مسکنت دیکھ کر بے تاب ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ غم نہ کرو، میں ہمیشہ خدا سے یہی چاہتا تھا کہ میری زیست دولت مندوں کی طرح اور وفات عاجزوں کے مانند ہو سو الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔ مروزی شہر مرو کی طرف منسوب ہے جو خراسان میں واقع ہے اور جس کو مرو شاہجہان بھی کہتے ہیں، یائے نسبت کے اول زائے معجمہ کو اس لئے زائد کیا گیا ہے کہ اس مرو اور اس شہر مروی میں فرق ہو جائے جو عراق میں کوفہ کے پاس واقع ہے جہاں ایک مشہور کپڑا ہوتا ہے۔

نوح

نوح بن دراج نخعی کوفی : کنیت ابو محمد تھی، فقہ میں امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے اور امام زفر و ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلٰے سے بھی فقہ کو اخذ کیا۔ حدیث کی روایت امامِ زفر و امامِ اعمش اور سعید بن منصور سے کرتے تھے اگرچہ حدیث میں آپ کو ابنِ معین نے مکذب بیان کیا ہے مگر امام ابنِ ماجہ نے تفسیر میں آپ سے تخریج کی ہے۔ ابتدا میں آپ کوفہ کے قاضی تھے پھر بغداد کے قاضی ہوئے اور ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔

امام یحیٰے بن زکریا

یحیٰے بن زکریا بن ابی زائدہ ہمدانی الکوفی : کنیت آپ کی ابو سعید تھی۔ آپ حافظِ احادیث اور فقیہ ثقہ، متدین، متورع، متقن اور ان فضلاء میں شمار کئے جاتے تھے جنہوں نے فقہ و حدیث کو جمع کیا امام ابو حنیفہ کے جو چالیس اصحاب تدوینِ کتب میں مشغول تھے، ان میں سے آپ عشرۂ متقدمین میں داخل تھے۔ یحیٰے بن معین کہتے ہیں کہ ابن عباس کے زمانے میں علم ابنِ عباس پر منتہی ہوا، پھر نخعی پھر ثوری پھر یحیٰے بن ابی زائدہ پر ان کے عہد پر منتہیٰ ہوا۔

ابن حجر نے ہدی ساری مقدمۂ فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن مدینی کہتے ہیں کہ کوفہ میں بعد ثوری کے کوئی آپ سے زیادہ اثبت نہ تھا اور نسائی نے آپ کو ثقہ حجت کہا ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے آپ بیس سال تک برابر یومیہ دن رات قرآن شریف کا ختم کرتے رہے۔ آپ نے بغداد میں آکر مدت تک تحدیث کی اور آپ سے امام احمد اور ابن معین اور قتیبہ اور حسن بن عرفہ اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کی۔ عبدالرحمٰن رازی سے روایت ہے کہ آپ ہی نے کوفہ میں پہلے کتب تصنیف کیں۔ ہارون رشید نے آپ کو مدینہ منورہ کا قاضی مقرر کیا۔ علاوہ دیگر کتب کے ایک مسند بھی آپ نے جمع کی اور ترانوے سال کی عمر میں ۱۸۹ھ میں شہر مدائن میں وفات پائی۔ سال وفات آپ کا لفظ "یگانۂ زمان" ہے۔

فضیل بن عیاض

فضیل بن عیاض بن مسعود تمیمی خراسانی : عالم ربانی امام یزدانی، زاہد، عابد، صالح، ثقہ، صاحب کرامت تھے، کنیت ابو علی تھی۔ آپ کا مولد ابی وردا اور بقول بعض سمرقند تھا، جو خراسان میں ہے۔ ابتدا میں آپ قطاع الطریق تھے۔ ایک دن ایک لونڈی کے عشق میں کسی دیوار پر چڑھ رہے تھے کہ کسی نے آیت الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم پڑھی جس کے سننے سے آپ کو ایسی تاثیر ہوئی کہ اسی وقت توبہ کی اور کوفہ میں آکر مدت تک امام اعظم کی صحبت کی اور ان سے فقہ کو اخذ کیا اور حدیث کو سنا اور آپ سے امام شافعی اور قطان اور ابن مہدی نے روایت کی۔ ابو علی رازی کہتے ہیں کہ میں تیس سال تک آپ کی صحبت میں رہا مگر اس عرصہ میں آپ کو کبھی ہنستے اور تبسم کرتے نہیں دیکھا مگر اس روز کہ جب آپ کا فرزند علی نام فوت ہوا، میں نے ہنسی کا سبب پوچھا، آپ نے فرمایا کہ خدا نے ایک بات کو پسند فرمایا پس میں نے بھی اس کو پسند کیا۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ جب آپ نے توبہ کی تو آپ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ کسی طرح ان لوگوں کو راضی کیا جائے جن کو ہم نے لوٹا اور اذیت دی ہے، چنانچہ آپ رو رو کر اپنے مدعیوں کو راضی کرتے تھے مگر ایک یہودی تھا وہ کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا۔ آخر اس نے کہا کہ میں تب راضی ہونگا کہ جب آپ یہ تودہ ریت کا یہاں سے اٹھا کر جگہ صاف کر دیں گے۔ اتفاقاً وہ تودہ اس قدر بڑا تھا کہ اس کا اٹھانا طاقت بشری سے دشوار تھا مگر آپ نے اس کو تھوڑا تھوڑا اٹھانا شروع کیا، یہاں تک کہ کچھ مدت اس میں مشغول رہے، جب نہایت تھک گئے تو ایک رات کو ہوا نے وہ تودہ وہاں سے پراگندہ کر کے ناپید کر دیا۔ یہ معاملہ دیکھ کر یہودی حیران رہ گیا اور آپ کو کہا کہ

میرے سرہانے کے نیچے سے کچھ اٹھا لاؤ تاکہ میں تم کو تمہارا قصور بخش دوں۔ آپ نے اس کے سرہانے کے نیچے سے ایک مٹھی سونے کی اٹھا کر اس کو دی جسے دیکھتے ہی کہا کہ مجھ کو اسی وقت مسلمان کر دو، آپ نے اس کا سبب پوچھا، اس نے کہا کہ میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ جس شخص کی توبہ قبول ہوتی ہے، اس کے ہاتھ کی برکت سے مٹی بھی سونا ہو جاتی ہے سو میرے سرہانے کے نیچے خاک تھی جو سونا ہو گئی ہے پس اس سے مجھ کو ثابت ہو گیا کہ تمہاری توبہ قبول ہو گئی اور تمہارا دین سچا ہے۔ آپ نے کوفہ سے مکہ معظمہ میں ہجرت کر کے وہیں مجاورت کی یہاں تک کہ ماہِ محرم ۱۸۷ھ میں وفات پائی آپ سے اصحاب صحاح ستہ نے تخریج کی اور آپ کے خوارق عادات و کرامات کے حالات کتب مبسوطہ و معتبرہ میں بتفصیل مذکور ہیں۔ " امامِ عادل " آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

عیسٰے بن یونس

عیسٰے بن یونس بن ابو یوسف کوفی : محدث، ثقہ، فقیہ جید تھے۔ حدیث کو امام اعمش اور امام مالک سے سنا اور فقہ کو امام ابو حنیفہ کے اصحاب سے اخذ کیا۔ خلیفہ مامون نے آپ کو دس ہزار درم بطور ہدیہ بھیجا مگر آپ نے واپس کر دیا، اس نے یہ خیال کر کے کہ شاید آپ نے ان کو قلیل سمجھ کر نہیں لیا اور دس ہزار دینا کیا مگر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلہ میں حلیہ اور پانی بھی نہیں ہے۔ آپ نے پینتالیس غزوے اور پینتالیس ہی حج کئے اور ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے آپ سے تخریج کی۔ سال وفات آپ کا " ماہِ عالم " ہے۔

اسد بن عمرو

اسد بن عمرو بن عامر بن اسلم بن مغیث البجلی الکوفی : امام اعظم کے ان چالیس اصحاب میں سے تھے جو کتب اور قواعد فقہ کی تدوین میں مشغول اور عشرہ متقدمین مثل امام ابو یوسف و محمد و زفر و داؤد طائی وغیرہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ نے تیس سال تک امام ابو حنیفہ کے لئے کتابت کی اور انہوں ہی سے حدیث کو سنا اور فقہ کو اخذ کیا۔ جب امام ابو یوسف فوت ہوئے تو رشید نے بغداد اور واسط کی قضا آپ کے سپرد کی اور اپنی بیٹی کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا، کچھ مدت بعد آپ نے مع عورت خود حج کیا اور جب آپ آنکھوں سے معذور ہو گئے تو قضا کو چھوڑ دیا آپ سے امام احمد بن حنبل اور محمد بن بکار اور احمد بن منیع نے حدیث کو روایت کیا اور آپ کو صدوق بتلایا، یحیے بن معین نے بھی آپ کی توثیق کی، پس اس صورت میں بقول کفوی جو شخص

آپ کو ضعیف تصور کرے، اس کا منہ بند کرنے کے لئے امام احمد کا آپ سے روایت کرنا اور صدق بتلانا کافی ہے کیونکہ محدثین کے نزدیک یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ امام احمد بجز ثقہ راویوں کے اور کسی سے روایت نہیں کرتے۔

فتاوے برہنہ میں لکھا ہے کہ ایک دن امام ابو حنیفہ نے اپنے اصحاب پر ایک ایسا مسئلہ القاء کیا جس کو بجز آپ کے اور کسی نے نہ نکالا، امام صاحب آپ پر بڑے خوش ہوئے اور آپ کی تعریف کی۔ وفات آپ کی ۱۸۸ھ یا ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ بُجلی بفتحتین جریر بن عبداللہ بجلی صحابی کی طرف منسوب ہے۔ "صالح جہاں" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

امامِ محمد

محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی: امامِ ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے آپ فقہ و حدیث و لغت کے امام اور فصیح بلیغ وادیب بے نظیر تھے، باپ آپ کا قبیلۂ شیبان سے شہر حرستا کا رہنے والا تھا جو دمشق میں وسط غوطہ کے اندر واقع ہے اور عراق میں آکر واسط میں اقامت گزیں ہوا تھا جہاں آپ ۱۳۲ھ یا ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشو و نما پایا اور امامِ ابو حنیفہ کی شاگردی کی اور مدت تک ان کی صحبت میں رہ کر فقہ حاصل کی اور حدیث کو امامِ ابو حنیفہ و امامِ ابو یوسف و مسعر بن کدام و سفیان ثوری و امامِ مالک و مالک بن دینار و امامِ اوزاعی و ربیعہ اور مالک بن مغول وغیرہ سے سُنا اور آپ سے امامِ شافعی اور ابو عبید القاسم بن سلام و ابو حفص کبیر احمد بن حفص و ابو سلیمان جوزجانی و موسےٰ بن نصیر رازی و اسمٰعیل بن تُوبہ و علی بن مسلم و محمد بن سماعہ و معلی بن منصور و ابراہیم بن رستم و ہشام بن عبید اللہ و عیسےٰ بن ابان و محمد بن مقاتل اور شداد بن حکیم وغیرہ نے روایت کی اور تفقہ کیا۔

ابو عبید کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے سوا کوئی اعلم کتاب اللہ کا نہیں دیکھا۔ آپ عربیت و نحو و حساب میں بڑے ماہر تھے۔ قاسم بن سلام محدث متوفی ۲۲۳ھ نے غریب الحدیث میں آپ سے استناد کیا۔ تاریخ خلکان میں لکھا ہے کہ امامِ شافعی کہتے ہیں کہ میں نے امامِ محمد سے ایک بوجھ اونٹ کا علم اخذ کیا ہے اور میں نے ان سے زیادہ کوئی عقیل نہیں دیکھا اور میں نے آپ کے سوا کوئی فربہ اندام ذکی نہیں دیکھا۔ امامِ شافعی نے آپ کی کتابوں کو منگا کر ان کی نقل کی۔ امامِ احمد سے جب پوچھا گیا کہ آپ کو یہ مسائل دقیقہ کہاں سے حاصل ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ امامِ محمد کی کتابوں سے حاصل ہوئے ہیں۔ امامِ شافعی سے ابن عبدالحکم نے روایت کی ہے کہ امامِ محمد نے

کہا ہے کہ میں نے تین برس تک امام مالک کے دروازے پر اقامت کر کے کچھ اوپر سات سو احادیث ان سے سماعت کی ہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر یہود و نصاریٰ امام محمد کی تصانیف دیکھ لیں تو بے اختیار ایمان لے آئیں۔ عیسےٰ بن ابان سے جب پوچھا گیا کہ امام ابو یوسف افقہ ہیں یا امام محمد؟ تو انہوں نے کہا کہ ان دونوں کی کتابوں پر اعتبار کرنا چاہیے یعنی امام محمد افقہ ہیں۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک فقہ میں بہت امانتدار لوگوں کے امام محمد ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص فقہ کا ارادہ کرے اس کو امام ابو حنیفہ کے اصحاب کی صحبت کرنی چاہیے کیونکہ معانی قرآن وحدیث کے انہیں کو میسر ہوئے ہیں اور خدا کی قسم میں امام محمد کی ہی کتابوں سے فقیہ ہوا ہوں۔ کہتے ہیں کہ بعد وفات آپ کے کسی نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ کا نزع کے وقت کیسا حال ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت مکاتب کے مسائل میں سے ایک مسئلہ میں تامل کر رہا تھا، مجھ کو روح کے نکلنے کی کچھ خبر نہیں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام شافعی نے آپ کے پاس رات بسر کی اور صبح تک نماز میں کھڑے رہے اور آپ بستر پر لیٹ گئے۔ امام شافعی کو یہ بات ناگوار گزری۔ جب فجر ہوئی تو آپ اُٹھ بیٹھے اور بغیر تجدید وضو کے نماز پڑھ لی۔ امام شافعی نے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے نفس کے لئے عمل کر کے صبح کر دی اور میں نے امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے عمل کر کے کچھ اوپر ہزار مسئلہ کتاب اللہ سے نکالا۔ محمد بن سماعہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے گھر کے لوگوں کو کہہ دیا تھا کہ مجھ سے کوئی ایسی دنیاوی حاجت طلب نہ کریں جس سے میرا دل اس طرف لگ جائے اور جس چیز کی حاجت ہو میرے وکیل سے مانگ لیا کریں۔ کہتے ہیں کہ آپ اس قدر علم میں مشغول تھے کہ پارچات آپ کے میلے ہو جاتے اور آپ کو ان کے اتارنے کی فرصت نہ ہوتی تھی اس لئے آپ کے گھر کے لوگ اور کپڑے آپ پر ڈال دیتے تھے اور میلے اتروا کر دھونے کو دے دیا کرتے تھے۔ آپ کے گھر میں ایک مرغ تھا جو وقت بے وقت بانگ دے دیا کرتا تھا، آپ نے اس کو ذبح کرا دیا کہ یہ مجھ کو ناحق علم کے شغل میں خارج ہے۔

اسمٰعیل بن ابی رجا کہتے ہیں کہ میں نے بعد وفات آپ کے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا نے بخش دیا اور فرمایا

کہ اگر تجھ کو عذاب دینا ہوتا تو تجھ کو یہ علم نہ دیتا۔ پھر میں نے پوچھا کہ امام ابو یوسف کہاں ہیں؟ فرمایا کہ وہ مجھ سے دو درجہ اوپر ہیں۔ پھر میں نے امام ابو حنیفہ کا حال پوچھا، فرمایا کہ وہ بہت دور اعلیٰ علیین میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ نے امام شافعی کی والدہ سے، جو بیوہ تھیں، نکاح کیا اور جب آپ سوار ہو کر کہیں جایا کرتے تو امام شافعی اکثر پاپیادہ آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ آپ بڑے افصح الناس تھے۔ جب کلام کرتے تھے تو سننے والا یہی خیال کرتا تھا کہ قرآن شریف آپ کی بولی میں نازل ہوا ہے اور جب امام شافعی بغداد میں تشریف لائے تو آپ کے اور امام شافعی کے درمیان کئی ایک مجالس ہارون رشید کے سامنے واقع ہوئیں اور امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے بجز امام محمد کے اور کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا کہ جب اس سے کوئی مشکل مسئلہ پوچھا گیا ہو تو اس کے چہرہ میں کراہیت ظاہر نہ ہوئی ہو انتہیٰ۔

شامی میں لکھا ہے کہ امام محمد، فرا نحوی و لغوی کی خالہ کے بیٹے ہیں اور لغت میں بھی مثل ابی عبید اور اصمعی اور خلیل و کسائی وغیرہ کے امام ہیں اور آپ کی تقلید لغت میں واجب ہے چنانچہ ابو عبید نے باوجود جلالت قدر کے آپ کی تقلید کی اور آپ کے قول سے حجت پکڑی اسی طرح ابو العباس نے لغت میں آپ کی تقلید کی اور ثعلب کہتے تھے کہ ہمارے نزدیک امام محمد سیبویہ کے اقران میں سے ہیں اور آپ کا قول لغت میں حجت ہے۔ آپ کہتے تھے کہ ہمارا باپ تیس ہزار درم چھوڑ کر فوت ہوا تھا، جن میں سے پندرہ ہزار درم تو ہم نے نحو و شعر اور باقی فقہ و حدیث کے حصول میں خرچ کئے۔ یہ بھی آپ کا قول تھا کہ جب میں پہلی دفعہ امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو امام نے مجھ سے پوچھا تھا کہ قرآن تجھ کو یاد ہے یا نہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ امام نے کہا کہ اول قرآن جا کر یاد کر و پھر فقہ میں مشغول ہونا! اس پر میں پھر گیا اور سات روز میں قرآن شریف حفظ کر کے پھر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ہم نے تم کو نہیں کہا کہ قرآن شریف یاد کر کے ہمارے پاس آؤ؟ میں نے کہا کہ قرآن حفظ کر آیا ہوں۔ خطیب بغدادی نے اسمٰعیل بن حماد بن ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ امام محمد اس وقت سے کوفہ کی مسجد میں فارغ التحصیل ہو کر بیٹھے کہ جب آپ کی بیس سال کی عمر تھی۔ روایت ہے کہ جب آپ رات کو اجتہاد سے اٹھاتے تو اکثر یہ مقولہ فرمایا کرتے "لذات الافکار خیر من لذات الابکار"

کہتے ہیں کہ ایک احبار نصاریٰ نے بہت سے علماء اسلام سے ملاقات کی تھی اور مسلمان نہ ہوا تھا۔ جب امام محمد نے جامع کبیر کو تصنیف کیا تو وہ اس کو مطالعہ کر کے فوراً مسلمان ہو گیا اور کہا کہ اگر یہ پیغمبری کا دعوے کرتے اور معجزہ اپنا اس کتاب کو پیش کرتے تو کوئی آپ کا مقابلہ نہ کر سکتا اور سب پر

ایمان لانا لازم ہوتا۔ پس گویا وہ شخص جس کی امت میں سے یہ ایک شخص ہیں۔ جس قدر آپ نے امام ابوحنیفہ کے علم کو اپنی تصنیفات کے ذریعہ سے پھیلایا ایسا کسی سے ظہور میں نہیں آیا چنانچہ آپ نے نوسو ننانوے تصنیفات دینی علوم میں کیں اور دس لاکھ ستر ہزار تیس اور ایک روایت میں دس لاکھ ستر ہزار ایک سو مسئلہ نکالا لیکن آپ کی تصنیفات میں سے اشہر یہ کتابیں ہیں: مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، نوادر، نوازل، رقیات، ہارونیات، کیسانیات، جرجانیات، کتاب الآثار، مؤطا، طبقاتِ تمیمی میں امامِ سرخسی کی شرح سیر الکبیر سے منقول ہے کہ سیر الکبیر امامِ محمد کی آخر تصنیفات فقہ میں سے ہے جس کی تصنیف کا یہ سبب ہوا تھا کہ آپ کی سیر صغیر ایک مرتبہ امام اوزاعی اہلِ شام کے ہاتھ میں آگئی جنھوں نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ عراق والوں کو، باوجودیکہ اس باب میں یہ ایک تصنیف ان کے پاس موجود ہے، کیا ہوا؟ کیا ان کو سیر صغیر کا علم نہیں ہے؟ جب اس بات کی خبر امامِ محمد کو پہنچی تو آپ نے سیر کبیر کو تصنیف کیا، پس جب اس کو امام اوزاعی نے دیکھا تو فرمایا کہ اگر اس کتاب کو احادیث سے شامل نہ کیا جاتا تو البتہ میں کہتا کہ تحقیق انھوں نے اس میں علم رکھا ہے اور تحقیق اللہ تعالےٰ نے ان کی فکر میں جہت اصابت جواب کی معین کی ہے اور سچ کہا خدا نے کہ اوپر ہر ذی علم کے علیم ہے۔ اس کے بعد امامِ محمد نے اس کتاب کو ساٹھ دفاتر میں لکھوا کر خلیفہ ہارون رشید کے پاس بھیجا جس نے اس کو دیکھ کر نہایت پسند کیا اور اس کو آپ کے تفاخر ایام میں سے شمار کیا۔ میر اتقانی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ آپ کی کتاب مبسوط کو علماء نے اصل ٹھہرایا ہے کیونکہ آپ نے پہلے اسی کو تصنیف کیا ہے پھر جامع صغیر و جامع کبیر و زیادات کو تصنیف فرمایا۔

ہارون رشید نے پہلے آپ کو مقام رقہ کا قاضی مقرر کیا تھا جہاں آپ نے کتاب رقیات تصنیف کی پھر معزول ہو کر بغداد میں تشریف لائے۔ جب ہارون رشید رے میں آیا تو آپ کو بھی اپنے ساتھ لایا جہاں آپ نے ۱۸۹ھ میں وفات پائی، اتفاق سے اسی روز امام ابوالحسن علی معروف کسائی نحوی نے بھی وفات پائی، اس لئے ہارون رشید کہا کرتا تھا کہ میں نے فقہ و نحو کو رے میں دفن کیا۔" امامِ زین" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

علی بن مسہر

علی بن مسہر قرشی کوفی[1]: امام ابوحنیفہ کے ان اصحاب میں سے تھے جنھوں نے فقہ و حدیث کو جمع کیا۔ ابوالحسن کنیت تھی۔ اپنے زمانہ کے عالم عامل صاحب روایت و درایت اور ثقہ تھے۔ حدیث کو اعمش اور ہشام بن عروہ سے سنا اور آپ سے سفیان ثوری نے امام ابوحنیفہ کا علم اور

[1] علی بن مسہر در "جواہر المضیہ" (مرتب)

ان کی کتب کو اخذ و نقل کیا ، مدت تک آپ موصل کے قاضی رہے اور ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی۔ " عالمِ بے بدل" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

یوسف بن خالد

یوسف بن خالد بن عمیر[1] سمتی بصری مولیٰ بنی لیث : امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے عالم فاضل، فقیہ کامل، رائے و فتوے میں بصیرت تمام رکھتے تھے۔ ابو خالد کنیت تھی۔ مدت تک امام ابو حنیفہ کی صحبت میں بیٹھے اور ان سے بہت کچھ اخذ کیا۔ اوائل میں عثمان فقیہ بصرہ کے شاگرد تھے جو بعد تعلیم فقہ و حدیث کے امام ابو حنیفہ کی خدمت سے مشرف ہوئے اور چالیس ہزار مسائل مشکلہ جو آپ کے خیال میں متمکن تھے، امام سے حل کئے۔ بسبب نیک روش اور ہیئت کے سمتی کی نسبت سے مشہور ہوئے، اگرچہ صاحب تقریب کے نزدیک آپ متروک ہیں لیکن تاہم ابن ماجہ نے اپنی سنن میں آپ سے تخریج کی اور ہلال بن یحییٰ اور اس کے باپ خالد نے آپ سے روایت کی۔ طحاوی نے کہا ہے کہ میں نے مزنی سے سُنا کہ یوسف بن خالد اہلِ خیار میں سے ہیں۔ وفات آپ کی ماہِ رجب ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ "کوکبِ عالم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

عبد اللہ

عبد اللہ بن ادریس بن یزید بن عبد الرحمٰن اودی کوفی : فقیہ عابد، محدث ثقہ تھے۔ کنیت ابو محمد تھی۔ ہر ایک چیز میں امامِ ابو حنیفہ سے روایت کی اور نیز اپنے باپ و ابن سعید و اعمش و ابن جریج و ثوری اور شعبہ سے سُنا اور آپ سے امام مالک و ابن مبارک و امامِ احمد نے روایت کی، کہتے ہیں کہ جب آپ مرنے لگے تو آپ کی لڑکی نے رونا شروع کیا، آپ نے فرمایا کہ مت رو کیونکہ میں نے اس مکان میں چار ہزار بار قرآن کا ختم کیا ہے۔ آپ نے کچھ اوپر ستر سال کی عمر میں ۱۹۲ھ میں وفات پائی۔ آپ سے اصحابِ صحاح ستہ نے تخریج کی۔ "عزیز زماں" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

یوسف بن امام ابو یوسف

یوسف بن امام ابو یوسف بن ابراہیم بن حبیب بن خنیس بن سعد بن عتبہ انصاری : بڑے فقیہ و محدث تھے۔ فقہ و حدیث کو اپنے والدِ ماجد اور نیز یونس بن ابی اسحٰق سبیعی اور سری بن یحییٰ وغیرہم سے اخذ کیا اور سُنا اور اپنے والد کی ہی حیات میں غربی جانب بغداد کے قاضی مقرر ہوئے اور ہارون رشید کے حکم سے مدینہ منورہ میں جمعہ کی نماز پڑھائی اور تا وفات قاضی رہے اور

[1] یوسف بن خالد بن عمر سمتی " دستور الاعلام"۔ (مرتب)

بغداد میں ماہِ رجب ۱۹۳ھ میں وفات پائی۔ "صاحبِ کمال" تاریخ وفات ہے۔

علی بن ظبیان

علی بن ظبیان بن ہلال عبسی کوفی : فقیہ، محدث، عالم، عارف، ورع تھے، کنیت ابوالحسن تھی۔ ابتداء میں آپ شرقی بغداد کے قاضی مقرر ہوئے، جب ہارون رشید کی خلافت کا دور دورہ ہوا تو آپ قاضی القضاۃ بنے، آپ ہمیشہ بوریئے پر بیٹھا کرتے تھے، لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ کیوں بوریئے پر بیٹھا کرتے ہیں حالانکہ آپ سے پہلے جو قاضی تھے وہ مسند پر بیٹھا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ دو مسلمان بھائی میرے آگے بوریئے پر بیٹھیں اور میں مسند پر اجلاس کروں۔ وفات آپ کی ۱۹۳ھ میں ہوئی اور ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی۔

شقیق بلخی

شقیق بن ابراہیم بلخی : امامِ ابو یوسف کے اصحاب میں سے عالم، زاہد، عارف، متوکل تھے اور ان سے کتاب الصلوٰۃ پڑھی اور امامِ ابوحنیفہ و اسرائیل اور عباد بن کثیر سے بھی روایت کی، کنیت ابوعلی رکھتے تھے۔ مدت تک ابراہیم بن ادہم کی صحبت میں رہے اور ان سے طریقت کا علم حاصل کیا، آپ کا قول تھا کہ میں نے ایک ہزار سات سو استاد کی شاگردی کی اور چند اونٹ کتابوں کے پڑھے لیکن خدا کی رضامندی چار چیزوں میں پائی، اول امن روزی میں، دوم کام میں اخلاص، سوم شیطان سے عداوت، چہارم موت سے موافقت۔

کہتے ہیں کہ جب آپ نے توکل کے میدان میں قدم رکھا تو آپ کے پاس تین سو گاؤں جائیداد میں تھے، سب کو آپ نے فقراء پر ایثار کر دیا یہاں تک کہ مرنے کے وقت کفن کے لئے بھی آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ حاتم اصم اور محمد بن ابان بلخی اور ابنِ مردویہ نے آپ سے روایت کی اور ۱۹۴ھ میں آپ ولایت ختلان میں شہید ہوئے چنانچہ قبر آپ کی اسی جگہ واقع ہے۔ "نجمِ اہلِ دنیا" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حفص بن غیاث

حفص بن غیاث بن[1] طلق بن معٰویہ النخعی الکوفی : اپنے زمانہ کے عالم، محدث، ثقہ، زاہد، پرہیزگار تھے اور امام ابوحنیفہ کے ان اصحاب میں سے تھے جن کے حق میں امامِ موصوف "انتم مسار قلبی و[2]

---

[1] طلق بن عمر، جواہر المضیہ ۱۲ مرتب

[2] تم لوگ میرے دل کی خوشی اور غم کو دور کرنے والے ہو ۱۲

جلا رحزنی" کا جملہ فرمایا کرتے تھے، کنیت ابو عمر مخفی - فقہ امامِ ابو حنیفہ سے حاصل کی اور حدیث کو امام ابو یوسف اور سفیان ثوری اور اعمش اور ابن جریج بن سعید انصاری اور اسمٰعیل بن ابی خالد اور عاصم الاحول اور ہشام بن عروہ وغیرہم سے سنا اور روایت کیا اور آپ سے آپ کے بیٹے عمرو اور امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی اور ابن معتق اور یحییٰ القطان وغیرہ اہلِ عراق نے سُنا اور روایت کیا اور اصحاب صحاح ستہ نے اپنی اپنی صحاح میں آپ سے تخریج کی - ابنِ ابی شیبہ سے روایت ہے کہ آپ کوفہ میں تیرہ سال اور بغداد میں دو برس تک دار القضاء کے متولی رہے لیکن اخیر عمر میں آپ کا حافظہ کچھ تھوڑا سا متغیر ہو گیا۔ وفات آپ کی بقول صحیح ۱۹۴ھ میں ہوئی - نخعی آپ کو اس لئے کہتے ہیں کہ آپ عرب کے قبیلہ نخع میں سے ہیں ۔" زبدۂ اہلِ علم " آپ کی تاریخ وفات ہے۔

امامِ وکیع

وکیع بن جراح بن ملیح بن عدی کوفی : فقہ و حدیث کے امام اور حافظ و ثقہ، زاہد عابد، اکابر تبع تابعین میں سے امام شافعی و امامِ احمد کے شیخ تھے، ابو سفیان کنیت تھی، اصل کے نیسا پور اور بقول بعض سندھ کے باشندہ تھے، فقہ کا علم امامِ ابو حنیفہ سے حاصل کیا اور حدیث کو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف و زفر و ابن جریج و سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و اوزاعی و اعمش وغیرہم سے سُنا اور آپ سے عبد اللہ بن مبارک و یحییٰ بن اکثم و امام احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و علی بن مدینی و ابن راہویہ و احمد بن منیع اور آپ کے بیٹے سفیان وغیرہ محدثین نے سُنا اور اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی -

ابن اکثم کہتے ہیں کہ میں نے حضر و سفر میں آپ کی صحبت کی - آپ ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہر رات قرآن کا ختم کرتے تھے اور جب تک تیسرا حصہ قرآن کا نہ پڑھ لیتے نہ سوتے پھر اخیر رات کو اٹھ کھڑے ہوتے - یحییٰ ابن معین کہتے ہیں کہ میں نے وکیع سے کوئی افضل نہیں دیکھا - اس پر لوگوں نے کہا کہ کیا ابن مبارک کو بھی نہیں فرمایا کہ ابنِ مبارک کو بے شک فضل ہے لیکن میں نے وکیع سے کوئی افضل نہیں دیکھا - آپ کا دستور تھا کہ قبلہ کے سامنے بیٹھ کر حدیث کو یاد کرتے اور رات کو کھڑے ہوتے اور پے در پے حدیث کو لاتے اور امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے اور یحییٰ بن سعید قطان آپ کے قول پر فتوے دیتے تھے - امامِ احمد کہتے ہیں میں نے علم کا دعوے کرنیوالا زیادہ تر آپ سے کوئی نہیں دیکھا - آپ ہی کو کسی نے اس شعر میں مشار الیہ کیا ہے ؎

شکوت الی وکیع سوء حفظی فادصانی الیٰ ترک المعاصی
وعلّله بان الفضل علم وفضل اللّٰہ لا یحویہ عاصی

آپ نے ستر سال کی عمر میں ۱۹۷ھ میں وفات پائی۔ "کعبۂ اہلِ دین" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

شعیب

شعیب بن اسحاق بن عبد الرحمٰن قرشی الدمشقی : امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے محدث ثقہ فقیہ جید متہم بالارجاء تھے۔ ابنِ عروبہ سے آپ نے اخیر عمر میں حدیث کو سماعت کیا اور آپ سے لیث نے روایت کی۔ آپ امامِ اوزاعی و امامِ شافعی اور ولید بن مسلم کے طبقے میں سے تھے، شیخین اور ابو داؤد و نسائی اور ابنِ ماجہ نے آپ سے حدیث کی تخریج کی اور ۱۹۸ھ اور بقول بعض ۱۸۹ھ میں آپ فوت ہوئے۔

یحییٰ قطان

یحییٰ بن سعید القطان بن فروخ تمیمی بصری : ابوسعید کنیت تھی۔ حدیث کے امام حافظ، ثقہ، متقن، قدوہ تھے۔ امامِ مالک و ابن عیینہ اور شعبہ سے حدیث کو سنا اور آپ سے امام احمد و ابن المدینی اور ابن معین نے روایت کی، بیس سال تک ہر روز قرآن شریف کا ختم کرتے رہے اور چالیس سال تک آپ سے مسجد میں زوال فوت نہ ہوا۔ آپ کا دستور تھا کہ بعد نماز عصر کے آپ منارۂ مسجد میں تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے اور آپ کے روبرو امام احمد و ابن مدینی اور ابنِ خالد کھڑے ہو کر حدیث پوچھتے اور مغرب تک کسی کو نہ کہتے کہ بیٹھ جاؤ اور نہ آپ کی ہیبت و جلال سے کوئی بیٹھ سکتا تھا، فتوے امامِ ابوحنیفہ کے قول پر دیا کرتے تھے۔ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور اٹھتر سال کی عمر میں ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ آپ سے صحاح ستہ والوں نے تخریج کی "امامِ قوی" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

سفیان بن عیینہ

سفیان بن عیینہ بن ابی عمران میمون الہلالی الکوفی : محدث، ثقہ، حافظ، فقیہ، امام حجت اور آٹھویں طبقہ کے روس میں سے تھے، ابو محمد کنیت تھی، کوفہ میں ۱۵ شعبان ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کا باپ آپ کو مکہ معظمہ میں لے گیا۔ ابھی بیس سال کی عمر کو نہ پہنچے تھے کہ پھر کوفہ میں آئے اور امامِ ابوحنیفہ کے پاس تحصیل علمِ حدیث کے لئے بیٹھے اور ان سے روایت کی، آپ کا قول

ہے کہ پہلے پہل امام ابو حنیفہ ہی نے مجھ کو محدث بنایا ہے، پھر عمرو بن دینار اور ضمرہ بن سعید کی مصاحبت کی اور ان سے اور زہری و ابی اسحٰق سبیعی و محمد بن المنکدر و ابی زیاد و عاصم بن ابی النجود المقری و اعمش اور عبدالملک بن عمیر وغیرہم سے حدیث کو سُنا اور آپ سے امام شافعی و شعبہ بن حجاج و محمد بن اسحٰق و ابن جریح و زبیر بن بکار اور آپ کے چچا مصعب اور عبدالرزاق بن ہمام صنعانی و یحییٰ بن اکثم نے روایت کی اور نیز اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے بکثرت تخریج کی۔ امام شافعی کا قول ہے کہ اگر آپ اور امام مالک نہ ہوتے تو حجاز سے علم چلا جاتا اور یہ بھی انہوں نے کہا ہے کہ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا کہ جس میں مثل آپ کے فتوے دینے کا مادہ موجود ہو اور پھر وہ مثل آپ کے فتوے دینے سے زیادہ پرہیز کرے۔ آپ نے ستر مرتبہ حج کیا اور شنبہ کے روز اخیر تاریخ جمادی الاخریٰ اور بقول بعض یکم رجب ۱۹۸ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی اور کوہ حجون کے پاس مدفون ہوئے۔ "کعبۂ اہلِ دنیا" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حکم بن عبداللہ

حکم بن عبداللہ بن سلمہ بن عبدالرحمٰن بلخی : امامِ ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے علامۂ کبیر اور فہامۂ بصیر تھے۔ ابو مطیع کنیت تھی، امام سے ان کی فقہ اکبر کے آپ ہی راوی ہیں، حدیث کو امامِ ابو حنیفہ و امامِ مالک و ابن عون و ہشام بن حسان وغیرہ سے سُنا اور روایت کیا اور آپ سے احمد بن منیع اور خلاد بن اسلم وغیرہ نے روایت کی اور بلخ کے لوگوں نے تفقہ کیا۔ عبداللہ بن مبارک آپ کے علم اور دیانت کے سبب آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے، آپ مدت تک بلخ کے قاضی رہے اور امر معروف و نہی منکر میں بڑا خیال کرتے تھے لیکن حدیث کے معاملے میں محدثین نے آپ کو ضعفاء میں سے شمار کیا ہے۔ آپ رکوع و سجود میں تین دفعہ تسبیح کہنے کی فرضیت کے قائل ہوئے۔

محمد بن فضل کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ کی طرف سے والی بلخ کے پاس ایک کتابت آئی جس میں ولیعہد کی نسبت لکھا تھا وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا جب آپ نے اس بات کو سُنا تو والی بلخ کے پاس آکر کہا کہ دنیاوی منفعت میں تم اس حد کو پہنچ گئے ہو کہ کفر تک نوبت پہنچی ہے، آپ نے اس کلمہ کو کئی دفعہ کہا، یہاں تک کہ امیر رو پڑا اس کا سبب بیان کرنے کی التجا کی، آپ جمعہ کے روز منبر پر چڑھ کر اپنی ڈاڑھی پکڑ کر رونے لگے اور فرمایا کہ جو شخص بغیر حضرت یحییٰ پیغمبر کے ایسا کلمہ کہے وہ کافر ہے۔ تمام لوگ یہ حال دیکھ کر رو پڑے اور جو آدمی وہ

کتابت لاتے تھے، بھاگ گئے۔ وفات آپ کی ۱۹۹ھ میں ہوئی۔ "پسندیدہ دین" آپ کی تاریخِ وصال ہے۔

حفص بن عبد الرحمٰن

حفص بن عبد الرحمٰن بلخی: امامِ ابو حنیفہ کے اصحاب میں محدث صدوق وافقہ تھے، کنیت ابو عمر وتھی اور نیساپوری کے لقب سے معروف تھے۔ اسرائیل اور حجاج بن ارطاۃ اور ثوری سے روایت کی، پہلے بغداد کے قاضی مقرر ہوئے پھر قضا کو چھوڑ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوگئے کہتے ہیں کہ جب کبھی عبداللہ بن مبارک نیساپور میں آتے تو آپ کی ضرور زیارت کرتے۔ وفات آپ کی ۱۹۹ھ میں ہوئی۔ نسائی نے اپنی صحیح میں آپ سے تخریج کی۔ سالِ وفات آپ کا لفظ "محبوبِ عالم" ہے۔

خالد بن سلیمان

خالد بن سلیمان بلخی: امامِ اعظم کے تلامذہ میں سے اہلِ بلخ کے امام اور منجملہ ان اصحاب کے تھے جن کو امامِ موصوف نے فتوے دینے کے لئے معدود کیا ہوا تھا۔ کنیت آپ کی ابو معاذ تھی۔ روایت امامِ ابو حنیفہ وغیرہ سے کرتے تھے، چوراسی سال کے ہو کر جمعہ کے روز ۲۶ ماہِ محرم ۱۹۹ھ میں فوت ہوئے "زینِ اسلام" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

معروف کرخی

معروف کرخی بن فیروز: اپنے زمانہ کے مقتدائے صدرِ طریقت رہنمائے راہِ حقیقت عارفِ اسرارِ الٰہی قطبِ وقت اور مجاب الدعوات تھے۔ آپ کا باپ جو نصرانی تھا۔ جب اس نے آپ کو معلم کے پاس بھیجا اور معلم نے آپ کو کہا کہ ثالث ثلاثہ کہو، تو آپ نے اس وقت انکار کر کے کہا کہ میں ہو اللہ احد کہتا ہوں، ہر چند اس نے آپ کو بڑی فہمائش کی مگر بے سود اور آپ اس کے پاس سے بھاگ کر امام علی بن موسےٰ رضا کے پاس آگئے اور ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، چند روز کے بعد جب اپنے گھر میں واپس آئے تو باپ نے پوچھا کہ تم نے کونسا دین اختیار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ آپ کے والدین بھی یہ بات سنتے ہی مسلمان ہوگئے بعد ازاں آپ داؤد طائی شاگردِ امام ابو حنیفہ کے پاس بیٹھے اور ان سے ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کی اور ریاضت وعبادت کا طریقہ سیکھ کر صدق وصفا میں مشار الیہ اور مقامِ علیا میں فائز المرام ہوئے۔ شامی میں لکھا ہے کہ آپ سے سری سقطی نے ظاہری و باطنی علوم پڑھے اور مشائخ کبار

میں سے آپ مستجاب الدعوات ہیں، اکثر لوگ آپ کی خانقاہ کے پاس استسقاء کی نماز پڑھتے اور بارش باراں پاتے ہیں۔ وفات آپ کی ۲۰۲ھ میں ہوئی۔ "مقبولِ ایزد" تاریخ وفات ہے۔

حماد بن دلیل

حماد بن دلیل: اپنے زمانہ کے امام و فقیہ اور محدث صدوق تھے اور امام ابو حنیفہ کے ان بارہ اصحاب میں سے تھے جن کی طرف امام نے اشارہ فرمایا تھا کہ یہ قضا کی صلاحیت رکھتے ہیں، کنیت ابو زید تھی اور طبقہ صغار تبع تابعین میں سے تھے، حدیث کو امام ابو حنیفہ و ثوری اور حسن بن عمارہ سے روایت کیا اور آپ سے احمد بن ابی الجوزی و اسحٰق اور اسد نے روایت کی، مدت تک مدائن کے قاضی رہے۔ جب کوئی شخص شیخ فضیل بن عیاض سے مسئلہ پوچھتا تو وہ فرماتے کہ ابو زید سے پوچھ لو۔ ابو داؤد نے اپنی سنن میں آپ سے تخریج کی۔

عمرو بن دار

عمرو بن دار: اپنے وقت کے امام، عالم، ناصح، واعظ، فقیہ جید محدث مقبول تھے، فقہ، امام ابو حنیفہ سے اخذ کی اور آپ سے امام نے بھی حدیث روایت کی، آپ اکثر وعظ کیا کرتے تھے اور گاہے گاہے امام بھی آپ کی مجلس میں تشریف لاتے تھے۔ ایک دن جب بعد وعظ کے آپ نے یہ مناجات پڑھی اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنَّا عَفَیْنَاکَ فَقَدْ تَرَکْنَا مِنْ مَعَاصِیْکَ اَبْغَضَھَا وَھُوَ الْاِشْرَاکُ بِکَ وَاِنْ قَصَّرْنَا فِیْ بَعْضِ طَاعَتِکَ فَقَدْ مِنْھَا اَحَبَّھَا اِلَیْکَ وَھُوَ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، تو اس وقت امام بھی حاضر تھے جنھوں نے اس مناجات سے خوش ہو کر فرمایا کہ اے عمر وعظ کہنا آپ پر ختم ہے۔

خلقہ سوم

تیسری صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں

حسن بن زیاد

حسن بن زیاد لؤلؤی کوفی: امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے بڑے بیدار مغز دانشمند

فقیہ تھے یہاں تک کہ یحییٰ ابن آدم کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ تر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ عمر بن حذار سے جب لوگوں نے پوچھا کہ حسن بن زیاد زیادہ تر فقیہ ہیں یا محمد بن حسن؟ تو انہوں نے کہا کہ بخدا میں نے حسن بن زیاد کو ایسا دیکھا ہے کہ جب وہ محمد بن حسن سے کچھ سوال کرتے تھے تو یہاں تک ان کو مضطرب کر دیتے تھے کہ وہ رونے کے قریب ہو جاتے تھے۔ آپ سنتِ نبوی کے بڑے محب و متبع تھے یہاں تک کہ حسب اتباع حدیث البسوھم مما یلبسون کے جو کپڑا آپ پہنتے وہی اپنے غلاموں کو بھی پہناتے تھے۔

آپ کا قول ہے کہ ہم نے ابن جریج سے بارہ ہزار احادیث ایسی لکھی ہیں جن کی فقیہوں کو نہایت حاجت ہے۔ آپ نے امامِ ابوحنیفہ سے بکثرت روایات حفظ کیں۔ ۱۹۴ھ میں جب حفص بن غیاث فوت ہوئے تو آپ کوفہ کی قضا کے متولی ہوئے مگر پھر مستعفی ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ کی عمر تیس سال گذری تو آپ نے فقہ کا علم پڑھنا شروع کیا اور چالیسویں سال تک اس میں مشغول رہے چنانچہ اس عرصہ میں آپ نے اچھی طرح بستر پر اپنی پیٹھ نہ رکھی۔ پھر چالیس سال آپ نے فتوے دینے میں صرف کئے۔ محمد بن احمد بن حسن جو آپ کے پوتے ہیں، کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے کسی مسئلہ میں خطا کیا اور مستفتی چلا گیا تھا، آپ اس کو نہیں جانتے تھے کہ کہاں رہتا ہے تاکہ اس کو صحیح مسئلہ سمجھا دیں، پس آپ نے منادی کرائی کہ میں نے فلاں روز فلاں مسئلہ کے جواب میں غلطی کی ہے، پوچھنے والے کو چاہئے کہ میرے پاس آکر اپنا مسئلہ صحیح کر جائے۔ آپ علمِ قرارت اور اس کے طرق میں بھی بڑے عالم تھے اور قرارت کا وہ طریقہ جو امامِ ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے وہ آپ پر منتہی ہوا۔

سمعانی نے لکھا ہے کہ جب آپ قضا کے لئے اجلاس کرتے تو خدا کی قدرت سے اپنا علم سب بھول جاتے یہاں تک کہ اپنے اصحاب سے مسئلہ پوچھ کر حکم دیتے اور جب مجلسِ قضا سے برخاست ہوتے تو تمام علمی طاقت آپ کی اپنی جگہ پر واپس آجاتی پس اس عیب کی وجہ سے بکالی نے ناراض ہو کر آپ سے استعفا لے لیا۔ احمد بن عبد الحمید خازمی کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ کوئی نیک خلق نہیں دیکھا۔ طبقاتِ قاری میں لکھا ہے کہ ابن اثیر کی کتاب مختصر غریب احادیث الکتب الستۃ میں آپ کو ان علماء میں سے شمار کیا گیا ہے کہ جو تیسری صدی کی ابتداء میں مجددین امت محمدیہ سے ہوئے ہیں انتہی۔ لیکن باوجود اس فضیلت کے محدثین کو آپ کی نسبت تکلم ہے اور حدیث میں آپ کو ضعیف اور متروک الحدیث بتایا ہے۔ آپ کی تصنیفات میں سے کتاب مجرد اور امالی مشہور ہیں۔ محمد بن سماعہ اور محمد بن شجاع الثلجی اور علی الرازی اور عمرو بن مہیر والدخصاف نے آپ سے تلمذ کیا۔ وفات آپ کی

سنہ ۲۰۴ھ میں واقع ہوئی، اسی سال امامِ شافعی بھی فوت ہوئے۔ لولوئی آپ کو اس لئے کہتے تھے کہ آپ کے بزرگوں میں سے کوئی لولو یعنی مروارید بیچا کرتا تھا۔ کنیت آپ کی ابو علی تھی، "جلالِ علم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حسن بن ابی مالک

حسن بن ابی مالک : اپنے زمانہ کے امام فاضل فقیہ کامل تھے۔ ضمیری سے روایت ہے کہ آپ بڑے عزیز العلم اور کثیر الروایت ثقہ تھے اور اسی لئے امام ابو یوسف آپ کو چارپایہ سے جو اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے، تشبیہ دیا کرتے تھے۔ فقہ آپ نے امام ابو یوسف سے اخذ کی اور آپ سے محمد بن شجاع نے تفقہ کیا۔ وفات آپ کی سنہ ۲۰۴ھ میں ہوئی، "علامہ اوان" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

موسیٰ بن سلیمان

موسیٰ بن سلیمان جوزجانی : ابو سلیمان کنیت تھی۔ عالم فاضل، عارف مذہب، فقیہ متبحر، محدث حافظ اور معلی بن منصور کے مشارک تھے۔ فقہ تو امام محمد سے اخذ کی اور مسائل اصول و امالی کو لکھا اور حدیث کو عبد اللہ بن مبارک و امام ابو یوسف و نیز امام محمد سے سُنا۔ خلیفہ مامون نے آپ کو قضا کے لئے کہا تھا مگر آپ نے انکار کیا اور اسی سال کے ہو کر بعد سنہ ۲۰۰ھ کے وفات پائی آپ کی تصنیفات سے کتاب سیر صغیر اور نوادر یادگار ہیں۔

زید بن ہارون

زید بن ہارون الواسطی : ابو خالد کنیت تھی، اپنے زمانہ کے امام کبیر اور محدث ثقہ تھے۔ حدیث کو امام ابو حنیفہ اور مالک اور سفیان ثوری اور دونوں حمادوں سے سنا اور روایت کیا اور آپ سے یحییٰ بن معین اور ابن مدینی نے روایت کی۔ آپ نماز بڑی آہستگی اور طویل قراءت سے پڑھا کرتے تھے۔ وفات آپ کی سنہ ۲۰۶ھ میں ہوئی۔ واسطی آپ کو اس لئے کہتے ہیں کہ آپ شہر واسط کے رہنے والے تھے جو درمیان بغداد اور بصرہ کے واقع ہے اور جہاں کے جنگل کی قلمیں خوبی میں مشہور و معروف ہیں۔ "علامہ جہاں" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

عصام بن یوسف

عصام بن یوسف بن میمون بن قدامہ بلخی : بلخ میں اپنے وقت کے شیخ اور صاحبِ حدیث تھے۔ ابو عصمہ کنیت تھی اور ابراہیم بن یوسف بلخی کے بھائی تھے۔ ابو حاتم بن حبان نے آپ کو ثقات میں لکھا۔ ابنِ مبارک و ثوری اور شعبہ سے روایت کی، امام ابو یوسف کے بھی ہم صحبت رہے،

لیکن رفع الیدین کیا کرتے تھے اور روایت میں ثبت تھے اور اکثر خطا بھی کر جاتے تھے۔ ۲۱۲ھ[1] میں فوت ہوئے۔ "قدوۂ اہلِ جہاں" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

حسین بن حفص

حسین بن حفص بن فضل بن یحییٰ ہمدانی الاصفہانی : فقیہ جید اور محدثین کے طبقہ کبار عاشرہ میں سے صدوق تھے۔ مسلم و ابن ماجہ نے آپ سے روایت کی۔ ابو محمد کنیت تھی۔ فقہ امامِ ابو یوسف سے حاصل کی۔ چونکہ آپ امام ابو حنیفہ کے مذہب ہی پر فتوے دیا کرتے تھے اس لئے امام موصوف کی فقہ اصفہان کے ملک میں انہیں کے ذریعہ سے شائع ہوئی۔ مدت تک آپ اصفہان کے قاضی رہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو ایک لاکھ درم سالانہ کی آمدنی تھی مگر زکوٰۃ آپ پر بالکل واجب نہ ہوتی تھی کیونکہ آپ کل آمدنی کو فقہاء و محدثین پر ایثار کر دیتے تھے۔ وفات آپ کی ۲۱۰ھ یا ۲۱۱ھ میں ہوئی۔

ابراہیم بن رستم

ابراہیم بن رستم مروزی : علامہ و فقیہ اور محدث ثقہ تھے۔ ابوبکر کنیت اور نجم الدین لقب تھا۔ فقہ کو امامِ محمد سے اخذ کیا اور ان سے نوادر کو لکھا اور حدیث کو اسد عمرو بجلی اور ابی علمہ نوح بن مریم مروزی شاگردان امامِ ابو حنیفہ اور نیز امامِ مالک و ثوری و سعید و حماد بن سلمہ اور اسمٰعیل بن عیاش سے سُنا اور روایت کیا۔ کئی دفعہ بغداد میں آئے اور آپ سے امام احمد بن حنبل اور ابو خثیمہ زہیر بن حرب نے روایت کی اور ایک جمِ غفیر نے تفقہ کیا۔ ہر چند خلیفہ مامون نے آپ کو قضا کے لئے کہا مگر آپ نے اس کو قبول نہ کیا اور اپنے وطن کو چلے گئے اور دس ہزار درم صدقہ دیا۔ ۲۱۱ھ میں جب حج کر کے نیسا پور میں پہنچے تو وفات پائی۔ "امام الزمان" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

معلّٰی بن منصور

معلّٰی بن منصور رازی : امامِ ابو یوسف و امام محمد کے اصحاب کبار میں سے بڑے حافظ حدیث ثقہ، فقیہ نبیل، صاحب ورع و دین و سنت تھے۔ کنیت ابو یحییٰ تھی۔ حدیث کو مالک و لیث و حماد اور ابنِ عیینہ سے روایت کیا اور آپ سے ابنِ مدینی و ابوبکر شیبہ اور امامِ بخاری نے غیر جامع میں اور ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں روایت کی۔ آپ نے امام ابو یوسف و محمد کی کتب و امالی اور نوادر کو روایت کیا اور ۲۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ "قطب اہل دین"

---

[1] بقول ذہبی ۲۱۵ھ میں بلخ میں وفات پائی (مرتب)

آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

ضحاک بن مخلد

ضحاک بن مخلد بن ضحاک بن مسلم الشیبانی البصری : امامِ ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے محدث ثقہ فاضل معتمد فقیہ کامل تھے، ابوعاصم کنیت اور نبیل کے لقب سے معروف تھے اصحابِ صحاح ستہ نے اپنی اپنی صحاح میں آپ سے تخریج حدیث کی اور بصرہ میں نوّے برس کی عمر میں ۲۱۲ھ میں فوت ہوئے۔ "میزانِ عدل" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

اسمٰعیل بن حمّاد

اسمٰعیل بن حماد بن امام ابی حنیفہ کوفی : عالم فاضل، عابد، زاہد، صالح، متدین اپنے وقت کے امامِ بلامدافعہ تھے۔ آپ نے اپنے جدامجد امام ابوحنیفہ کو نہیں دیکھا۔ کنیت ابوعبداللہ تھی۔ فقہ اپنے والدِ ماجد امامِ حماد اور حسن بن زیاد سے اخذ کی اور حدیث کو اپنے والد اور نیز عمرو بن ذر و مالک بن مغول و ابن ابی ذئب و قاسم بن معن وغیرہم سے سُنا اور آپ سے سہل بن عثمان عسکری و عبدالمومن بن علی الرازی اور ایک جماعت نے روایت کی اور ابوسعید بردعی نے فقہ پڑھی، پہلے بغداد پھر بصرہ پھر رقّہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ آپ احکام قضا اور وقائع و نوازل میں ماہر باہر اور عارف بصیر تھے۔

محمد بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرتِ عمر کے زمانے سے آج تک کوئی قاضی آپ سے زیادہ اعلم نہیں ہوا، لوگوں نے کہا کہ کیا حسن بصری بھی نہیں ہوتے؟ کہا کہ نہیں۔ شمس الائمہ حلوائی سے روایت ہے کہ آپ پہلے امامِ ابویوسف کے پاس فقہ حاصل کرنے کے لئے جایا کرتے تھے اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایسی ترقی کر لی کہ خود ان پر اعتراض کرنے لگ گئے۔ افسوس آپ جوان عمر میں ہی بعہد خلیفہ مامون ۲۱۲ھ میں فوت ہو گئے۔ اگر آپ کی زندگی وفا کرتی اور آپ بڑی عمر کے ہوتے تو لوگوں میں البتہ آپ کا ایک شانِ عظیم اور رتبہ فخیم ظاہر ہوتا۔ آپ نے ایک کتاب جامع فقہ اور ایک کتاب قدریہ کے رد میں اور ایک کتاب ارجاء میں تصنیف فرمائی۔

تاریخِ خلکان میں لکھا ہے کہ آپ کا ایک ہمسایہ خراسی فرقہ رافضیہ میں سے تھا، اس کے دو خچر تھے جن میں سے ایک کا اس نے بسبب تعصب کے ابوبکر اور دوسرے کا عمر نام رکھا ہوا تھا، اتفاقاً ایک رات ان میں سے ایک خچر نے اس کو ایسی لات ماری کہ وہ مر گیا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ ہمارے جدِ امجد امامِ اعظم نے پیشین گوئی کی تھی کہ اس کو عمر ہلاک کرے گا پس اب تم جا کر دریافت کرو کہ

کس چیز نے اس کو ہلاک کیا ہے، جب لوگوں نے دریافت کیا تو اس کا قاتل عمر ہی نکلا۔ "حصنِ دین" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

بشر بن ابی ازہر

بشر بن ابی ازہر یزید نیساپوری : کوفہ کے مشہورین فقہاء میں سے عالم فاضل فقیہ محدث تھے، فقہ امام ابو یوسف سے حاصل کی اور حدیث کو عبد اللہ بن مبارک و ابن عیینہ اور شریک سے سماعت کیا اور آپ سے علی بن مدینی و محمد بن یحیےٰ ذہلی نے روایت کی، مدت تک نیساپور کے قاضی رہے اور ۲۱۳ھ میں فوت ہوئے۔

خلف بن ایوب

خلف بن ایوب بلخی : امام زفر و امام محمد کے اصحاب میں سے فقیہ محدث، عابد، زاہد صالح تھے۔ کنیت ابو سعید تھی۔ فقہ امام ابو یوسف سے اخذ کی اور حدیث کو اسرائیل بن یوسف سے سُنا اور اسد بن عمرو عوف اور معمر سے روایت کیا اور آپ سے امام احمد اور ابو کریب وغیرہ نے روایت کی اور صحیح ترمذی میں یہ حدیث آپ سے روایت ہوئی خصلتان لا یجتمعان فی منافق حسن سمت و فقہ فی الدین۔ مدت تک آپ ابراہیم بن ادہم کی صحبت میں رہے اور ان سے طریق زہد اخذ کیا۔ ضمیری سے روایت ہے کہ اگر خلف بن ایوب کا علم جمع کیا جائے تو البتہ علی رازی کے علم کے برابر ہو مگر یہ کہ آپ نے اپنے علم کو زہد و صلاحیت میں ظاہر کیا۔ آپ سے بہت سے مسائل ظاہر ہوئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ میں اس شخص کی شہادت قبول نہیں کرتا جو مسجد میں فقیر کو خیرات دے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے، جب نماز کا وقت آتا تو اپنے اصحاب کو کہتے کہ مجھ کو کھڑا کر و اور تکبیر کے کہنے تک مدد دو، پھر چھوڑ دو چنانچہ آپ کے اصحاب ایسا ہی کرتے پس آپ تندرستوں کی طرح نماز ادا کر لیتے اور جب سلام پھیرتے تو مارے ضعف کے زمین پر گر پڑتے لوگوں نے اس کا سبب پوچھا، آپ نے فرمایا کہ مرض امور الٰہی سے برابری نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ نماز کی حالت میں آپ کو زنبور نے کاٹا اور خون نکلا، آپ کے بیٹے نے شور مچایا کہ آپ کا وضو ٹوٹ گیا، آپ نے فرمایا کہ بخدا مجھ کو زنبور کے کاٹنے کی کچھ خبر نہیں ہوئی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بیمار ہوئے اور امیر داؤد آپ کی عیادت کو آیا، آپ نے اس سے منہ پھیر کر دیوار کی طرف کر لیا۔ آپ کے صاحبزادے نے عذر کیا کہ آپ تمام رات نہیں سوئے اب آرام کیا ہے۔ آپ بولے کہ اے لڑکے

جھوٹ بولنا حرام ہے، میں سوتا نہیں ہوں لیکن میں نے حدیث میں دیکھا ہے کہ امیروں سے بات کرنی حرام ہے، اب میں اس شک میں ہوں کہ آیا ان کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے یا نہیں۔ پس میں نہیں چاہتا کہ مشتبہ امر کا مرتکب ہوں۔ جب داؤد نے یہ بات سنی تو وہ خدا کی درگاہ میں بڑا رویا اور دعا کی کہ یا الٰہی! خلف بن ایوب مجھ سے نفرت کرتے ہیں اور میں ان کی زیارت سے تیرا تقرب چاہتا ہوں پس مجھ کو بخش دے۔ کہتے ہیں کہ جب داؤد فوت ہوا تو لوگوں نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا نے تجھ سے کیا سلوک کیا؟ اس نے جواب دیا کہ بسبب اس دعا کے جو میں نے کی تھی خدا نے مجھ کو بخش دیا۔ وفات آپ کی بقول صحیح ۲۱۵ھ میں ہوئی۔

محمد بن عبد اللہ

محمد بن عبد اللہ بن مثنی بن عبد اللہ بن انس بن مالک الانصاری البصری: امام زفر کے اصحاب میں سے محدث ثقہ فقیہ جید تھے۔ امام احمد و ابن معین اور ائمہ صحاح ستہ نے آپ سے حدیث کی روایت کی، بعد ابن معاذ کے بصرہ کی قضا آپ کو دی گئی، پھر بغداد میں عسکر کی قضا پر مقرر ہوئے اور کچھ عرصہ کے بعد پھر بصرہ کے قاضی ہوتے جہاں ۲۱۵ھ میں وفات پائی[1]۔ "قطب عدل" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ابراہیم بن جراح

ابراہیم بن جراح کوفی نزیل مصر عالم فاضل فقیہ محدث تھے۔ فقہ و حدیث کو امام ابو یوسف سے اخذ کیا اور رشدا او ران سے اور ابی جعد وغیرہ سے امالی کو لکھا۔ امالی جمع املار کی ہے اور املاء اس کو کہتے ہیں کہ ایک عالم کے ارد گرد اس کے شاگرد کاغذ و قلم لے کر بیٹھ جائیں اور جو تقریر وہ کرے اس کو لکھتے جائیں یہاں تک کہ ایک کتاب بن جاتے چنانچہ علمائے سلف اہل حدیث و فقہ و عربی کا افادۂ علوم میں ایسا ہی دستور تھا۔ آپ مدت تک کوفہ کے قاضی رہے اور ماہ محرم ۲۱۷ھ میں وفات پائی۔ "آئینۂ عالم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

علی بن معبد

علی بن معبد بن شداد الرقی: امام محمد کے اصحاب میں سے محدث اجل، فقیہ کامل، شیخ ثقہ، مستقیم الحدیث، حنفی المذہب امام احمد کے طبقہ میں سے تھے۔ آپ کی ابو الحسن اور ابو محمد دو کنیتیں تھیں، مرو سے اپنے باپ کے ساتھ مصر میں آئے اور وہیں سکونت اختیار کی حدیث کو امام محمد اور عبد اللہ بن عمرو الرقی و ابن مبارک و عتاب بن بشیر و مالک ولیث و ابن عیینہ و

---

[1] ولادت ۱۱۸ھ۔ "جواہر المضیۂ" (مرتب)

عباد بن عباد و ابن وہب و عبد الوہاب ثقفی و جریر و اسمٰعیل بن عیاش و ابی الاحوص کوفی و عیسیٰ بن یونس و امام شافعی و موسےٰ بن اعین و ہشیم اور وکیع وغیرہم سے سُنا اور روایت کیا اور نیز امام محمد سے ان کی جامع کبیر اور جامع صغیر کو روایت کیا اور آپ سے اسحاق بن منصور و خشیش بن اصرم و عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکیم و عبدالعزیز بن یحیےٰ مدینی و یحیےٰ بن معین و یونس بن عبدالاعلیٰ و محمد بن اسحٰق و محمد بن عبدالملک بن زنجویہ و یحیےٰ بن سلیمان جعفی و یعقوب بن سفیان و دحیم و ابو عبید القاسم بن سلام و بحر بن نصر و علی بن معبد بن نوح و اسمٰعیل سمویہ و مقدام بن داوٗد و ہارون بن کامل مصری نے روایت کی اور نیز صاحب ترمذی اور نسائی نے اپنی اپنی صحیح میں آپ سے تخریج کی۔ وفات آپ کی ۲۰ ر رمضان ۲۱۸ھ میں ہوئی۔ "قطبِ زمین" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ابو حفص کبیر

احمد بن حفص المعروف بہ ابو حفص کبیر بخاری : مجتہدِ عصر امامِ دہر فاضل بے عدیل فقیہِ بے تمثیل تھے، فقہ و حدیث امام محمد سے حاصل کی۔ آپ کے اصحاب اس قدر تھے کہ شمار میں نہ آسکتے تھے چنانچہ سمعانی شافعی نے لکھا ہے کہ بخارا کے پاس ایک گاؤں آباد ہے جہاں فقہاء کی ایک جماعت آپ کے اصحاب میں سے رہتی تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ اور خلف بن ایوب اور ابو سلیمان تینوں امام محمد سے تحصیلِ علم کیا کرتے تھے۔ خلف بن ایوب اور ابو سلیمان جس قدر ایک برس میں یاد کیا کرتے تھے، آپ ایک مہینہ میں یاد کر لیا کرتے تھے اور جو وہ ایک مہینہ میں حفظ کرتے تھے آپ ایک ہفتہ میں ازبر کر لیتے تھے اور نیز وہ دونوں جو کچھ پڑھتے تھے وہ لکھ لیا کرتے تھے مگر آپ کچھ نہیں لکھتے تھے۔ انہوں نے اس کا سبب پوچھا، آپ نے فرمایا کہ میں اپنے سینہ میں لکھتا جاتا ہوں انہوں نے کہا کہ یہ بات ہم نے مانی لیکن اگر آپ لکھتے جائیں تو بعد وفات کے آپ کی نشانی باقی رہے آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو درست ہے لیکن میں کیا کروں کہ میرے راستہ وطن میں دریا حائل ہے، مبادا جب میں واپس جاؤں تو کشتی میں پانی آجائے اور کتابوں کو بھگو دے جس سے میری محنت کتابت برباد جائے مگر وہ بضد ہوئے پس آپ نے بھی لکھنا شروع کیا یہاں تک کہ جب تینوں نے علم تحصیل کر کے فتوے دینے کی اجازت امام محمد سے حاصل کی تو خلف اور ابو سلیمان سمرقند کو گئے اور آپ کشتی میں بیٹھ کر بخارا کی طرف آئے، اتفاقاً جیسا آپ نے کہا تھا ویسا ہی ہوا کہ آپ کی کشتی میں پانی بھر گیا اور تمام کتابیں بھیگ گئیں، آخر آپ جان بچا کر بمشکل کنارہ پر پہنچے اور کسی آدمی کو بخارا میں بھیج کر کتابت کا سامان منگوایا اور جس قدر پڑھا تھا اس کو یاد پر لکھنا شروع کیا اور ایسا

لکھا کہ بجز تین یا پانچ مسئلوں کے الف اور واؤ تک مقدم و مؤخر نہ ہونے پایا۔ کفایہ و غایہ شروح ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں امام بخاری صاحب صحیح، بخارا میں تشریف لائے اور فتوے دینا شروع کیا۔ جب آپ کو اس حال سے خبر ہوئی تو آپ نے اس سے منع کر کے فرمایا کہ آپ فتوے دینے کے لائق نہیں ہیں مگر امام بخاری باز نہ آئے۔ آخر الامر ایک دن لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اگر دو لڑکوں نے ایک بکری یا گائے کا دودھ پیا ہو تو ان کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے کہا کہ ان میں حرمت رضاع کی ثابت ہو جاتی ہے! جب لوگوں نے ان کی فقاہت کی یہ لیاقت دیکھی تو ہجوم کر کے ان کو بخارا سے نکال دیا۔

کہتے ہیں کہ بخارا میں ایک دفعہ ایسا قحط نازل ہوا کہ گیہوں کا ایک بوجھ جس کو ایک گدھا اٹھا سکے ایک سو دینار کو میسر آتا تھا۔ آپ نے یہ حال دیکھ کر اپنے خزانچی کو فرمایا کہ جس قدر خزانہ ہے اس کے گیہوں خرید کر لوگوں کو ارزاں دینے شروع کر دو، چنانچہ ایک خروار گیہوں کا سو دینار کو خرید کر اسی کو بیچنا شروع کیا یہاں تک کہ دس دینار تک پہنچ گئے تھے کہ خزانہ خالی ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ ہم نے آخرت کا خزانہ پُر کیا۔ ایک پیر مرد آپ کی خدمت میں آیا کرتا تھا مگر پوچھتا کچھ نہیں تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کس لئے اس کثرت سے ہمارے پاس آتے ہو؟ پیر مرد نے عرض کیا کہ میں تین باتوں کے لئے آتا ہوں جو آپ سے میں نے سنی ہیں، اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ العالم و المتعلم فی الاجر سواء، دوم ان مجلس العالم ینزل فیہ رحمۃ من السماء و ینادی منادی اللہ یقول انی قد غفرت ذنوبکم و بدلت بسیاتکم حسنات ارجعوا مغفورین۔ سوم النظر الیٰ وجہ العالم عبادۃ۔ آپ یہ بات سن کر رو پڑے اور فرمایا کہ یہ بات صحیح ہے مگر نہ مجھ جیسے عالم کے دیکھنے میں ثواب ہے بلکہ یہ منصب خلف بن ایوب جیسے عالم کو حاصل ہے۔ یہ بات سن کر شخص مذکور بخارا سے بلخ میں آیا اور خلف بن ایوب کی مجلس میں کثرت سے آنا شروع کیا۔ آخر الامر خلف نے ایک دن اس سے اس بات کا سبب پوچھا۔ اس نے وہی جواب دیا جو آپ کو دیا تھا۔ خلف اس بات سے زار زار روئے اور فرمایا کہ بات اسی طرح ہے مگر نہ مجھ جیسے عالم کے دیکھنے میں بلکہ ابو حفص کبیر جیسے عالم کی زیارت میں ثواب ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے ایک دفعہ چاہا کہ مکان بنوا کر وقف کر دیں، معماروں سے آپ نے لاگت کی نسبت پوچھا، انہوں نے کہا کہ اسی ہزار درم اس مکان پر لاگت آئے گی پس آپ نے

اسی ہزار درہم نقد صدقہ کر دیا اور فرمایا کہ چونکہ میری نیت ثواب کی ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اس کام کا سر انجام کار شاید شرائط کی مخالفت سے عذاب اخروی کا مستحق ٹھہرے۔ محمد بن طالوت والی بخارا نے چاہا کہ آپ کی زیارت کرے۔ لوگوں نے اس کو ممانعت کر کے کہا کہ تو ان کے سامنے ان کے دبدبہ کے سبب سے بات بھی نہ کر سکے گا لیکن اس نے نہ مانا اور ملاقات کے لئے گیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ آپ نے اس سے ہر چند پوچھا کہ تیرا مطلب کیا ہے؟ مگر آپ کی ہیبت سے کچھ نہ کہہ سکا۔ جب وہاں سے رخصت ہو کر مکان پر آیا تو لوگوں سے اس نے کہا کہ جیسا تم کہتے تھے وہی ہوا کہ جب امام نے میری طرف دیکھا تو میں بیہوش ہو گیا تھا۔ آپ نے ۲۱۳ھ میں فرمایا تھا کہ اگر میں ان سات سال آئندہ میں نہ مروں تو خدا کے نزدیک میری کچھ بھی قدر نہیں سو ایسا ہی ہوا کہ ابھی سات برس نہ گزرنے پائے تھے کہ آپ ۲۱۹ھ میں اس دارِ فانی سے رہگزرائے عالمِ جاودانی ہوئے۔ "عابد عالم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

بشر مریسی

بشر بن غیاث بن عبد الرحمٰن مریسی معتزلی : عالم فاضل، فلسفی، متکلمی، صاحب ورع و زہد لیکن مرجی تھے۔ امام اعظم کی صحبت حاصل کی اور ان سے تھوڑا سا اخذ بھی کیا پھر امام ابو یوسف کی صحبت اختیار کر کے ان سے تفقہ کیا اور حدیث کو سنا اور نیز حماد بن سلمہ اور سفیان بن عیینہ وغیرہ سے حدیث کو سماعت کیا یہاں تک کہ فائق ہو کر امام ابو یوسف کے اخص اصحاب میں سے ہوئے، کہتے تھے کہ مشائخ صوفیہ کی باتوں سے کسی بات نے میرے دل میں قرار نہیں پکڑا یہاں تک کہ میں نے دو گواہ اعدل کتاب و سنت سے اس پر ناطق نہیں پائے مگر چونکہ اخیر میں آپ علمِ کلام اور فلسفہ میں مصروف ہو گئے تھے اس لئے لوگ آپ سے پھر گئے، اور امام ابو یوسف اکثر آپ کی مذمت کرتے اور جب سامنے آتے تو منہ پھیر لیتے تھے۔ آپ نے امام ابو یوسف سے بہت سی روایات اور مذہب میں اقوال بیان کئے جن میں سے غریب قول یہ ہے کہ گدھے کا کھانا جائز ہے۔

تاریخ خلکان میں لکھا ہے کہ آپ مرجی تھے چنانچہ فرقہ مرجیہ مریسیہ آپ کی ہی طرف منسوب ہے اور آپ کثرت شغل علم کلام و فلسفہ کے سبب سے خلقِ قرآن کے قائل ہوئے اور کہا کہ آفتاب و ماہتاب کو سجدہ کرنا کفر نہیں بلکہ کفر کی علامت ہے، اسی طرح اور بہت سے اقوالِ شنیع آپ سے صادر ہوتے جن کے سبب سے عہد خلیفہ رشید میں سزایاب بھی ہوئے۔ امام شافعی کے ساتھ اکثر مناظرہ رکھتے تھے، نحو کا علم نہیں جانتے تھے، آواز بہت بڑی تھی، باپ آپ کا

یہودی انگریز تھا جو کوفہ میں رہتا تھا۔ وفات آپ کی ۲۱۸ھ یا ۲۱۹ھ میں ہوئی۔ مرلیس جس کی طرف آپ منسوب ہیں ایک قصبہ ہے جو ملکِ مصر میں واقع ہے۔

شداد بن حکیم

شداد بن حکیم بلخی : امامِ زفر کے اصحاب میں سے بڑے فقیہ محدث اور احمد بن عمران استاذ طحاوی کے شیخ تھے، ابو عاصم ضحاک ملقب بہ نبیل نے امامِ ابو حنیفہ کی وفات کے بعد آپ کی صحبت کی اور فقہ کو اخذ کیا۔ پہلے آپ کو بلخ کی قضا کے لئے کہا گیا تھا مگر آپ نے انکار کیا پھر کسی قدر مدت کے بعد آپ نے خود قضا کو طلب کیا، لوگوں نے آپ کو ملامت کی، آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرے سوا اور بہت سے عالم قضا کی صلاحیت رکھتے تھے اور اب کوئی نہیں رہا، اس لئے میں نے ڈر کر اس کو اب طلب کیا ہے کہ ایسا نہ ہو کل کو مجھ سے مواخذہ کیا جائے۔

خلف بن ایوب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کی زوجہ نے آپ کے پاس خادم کے ہاتھ سحری کا طعام بھیجا۔ خادم نے واپس آنے میں دیر کی، اس پر آپ کی زوجہ نے خادم کو متہم کیا، آپ نے فرمایا کچھ بات نہیں جانے دو مگر اس نے نہ مانا اور یہاں تک گفتگو نے طوالت کھینچی کہ آپ نے عورت کو فرمایا کہ کیا تو غیب کا علم جانتی ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں اس پر آپ کے دل میں کچھ بات آگئی اور امام محمد کے پاس صورت حال لکھ کر بھیجدی انہوں نے تجدید نکاح کا حکم دیا کیونکہ عورت کافر ہوگئی تھی۔ وفات آپ کی ۲۲۰ھ میں ہوئی۔[1] "کامل الزمان" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

عیسےٰ بن ابان

عیسیٰ بن ابان بن صدقہ : حفاظِ حدیث میں سے فقیہ تھے۔ کنیت ابو موسےٰ تھی، فقہ امامِ محمد سے حاصل کی اور حدیث کو اسمٰعیل بن جعفر و ہاشم بن بشر و یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ و امام محمد وغیرہ سے سُنا اور روایت کیا۔ طحاوی نے بکار بن قتیبہ سے روایت کی ہے کہ میں نے ہلال بن یحیےٰ کو سُنا کہ وہ کہتے تھے کہ اہلِ اسلام میں عیسےٰ بن ابان سے کوئی افقہ قاضی نہیں ہوا۔ ابو حازم کا قول ہے کہ میں نے اہلِ بغداد سے بجز عیسےٰ بن ابان اور بشر بن الولید کے کوئی ملتہ حدیث نہیں دیکھا۔ محمد بن سماعہ کہتے ہیں کہ عیسےٰ بن ابان ایک خوبصورت جوان تھے اور ہمارے ساتھ اکثر نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ کو امامِ محمد کی مجلس کے حاضر ہونے کے لئے اکثر کہا کرتا تھا جس کا آپ یہ جواب دیا کرتے تھے کہ ہم حافظِ حدیث ہو کر ایسی قوم کی صحبت میں حاضر نہیں ہوتے جو حدیث کی مخالفت کرتی ہو۔ پس ایک دن جب ہم نے صبح کی نماز پڑھی تو آپ کو میں نے طوعاً و کرہاً امام محمد کی مجلس میں لے جا کر بٹھا دیا

[1] آخر سنہ ۲۱۰ھ "جواہر المضیۃ" (مرتب)

جب امام محمد تقریر سے فارغ ہوئے تو میں نے امام محمدؒ سے کہا کہ یہ آپ کے برادر زادے عیسیٰ بن ابان جو بڑے حافظ و عارفِ حدیث ہیں، میں نے ان کو آپ کی مجلس میں حاضر ہونے کے لئے کہا تھا جس پر انہوں نے انکار کر کے کہا کہ وہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں، میں ان کی مجلس میں نہیں جاتا۔ اس پر امام محمدؒ نے عیسٰے بن ابان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے! کون سی ہماری مخالفت حدیث میں آپ نے دیکھی ہے؟ اس پر آپ نے ۲۵ باب حدیث سے پوچھے، پس امام محمد جواب کے لئے بیٹھ گئے اور ہر ایک کا جواب دلائل و شواہد مع ناسخ و منسوخ کے ایسی شرح و بسط سے دیا کہ آپ قائل ہو گئے اور امام محمدؒ کی صحبت لازمی و ضروری سمجھ کر چھ ماہ تک ان سے فقہ پڑھتے رہے اور آپ سے قاضی ابوحازم عبدالحمید استاد طحاوی نے تفقہ کیا۔ جب قاضی یحییٰ بن اکثم خلیفہ مامون کے ساتھ شہر قُم کی طرف تشریف لے گئے تو وہ آپ کو عسکر کی قضا پر مقرر کر گئے اور جب وہ واپس آئے تو آپ بصرہ کی قضا پر مقرر ہوئے یہاں تک کہ ماہِ محرم ۲۲۱ھ میں بمقام بصرہ وفات پائی۔ کتاب حج آپ کی تصنیف سے یادگار ہے۔ "کوکبِ اہلِ قبلہ" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

خزاعی

نعیم بن حماد بن معاویہ بن حارث خزاعی مروزی : محدث صدوق فقیہ فاضل اور عارف فرائض مخلص کثیر تھے، جن احادیث میں آپ نے خطا کی ہے ان کو ابن عدی نے تلاش کر کے کہا ہے کہ باقی حدیث آپ کی مستقیم ہے۔ کنیت ابوعبداللہ تھی۔ مرو سے آکر مصر میں اقامت اختیار کی تھی لیکن فتنہ قول بخلق قرآن میں مصر سے نکالے گئے۔ آپ ہی نے پہلے پہل مسند جمع کی اور امام ابوحنیفہ سے فرضیت وتر کی روایت کی۔ آپ وہی خزاعی ہیں جو امام بخاری اور ابن معین کے شیخ ہیں۔ آپ نے مقام سامرہ میں بحالتِ حبس ۲۲۸ھ یا ۲۲۹ھ میں وفات پائی۔ "زیبِ دہر" اور "ہادیٔ دہر" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

فرخ موالی

فرخ[1] مولیٰ امام ابویوسف : محدث ثقہ، فقیہ فاضل تھے، امام احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و امام بخاری و مسلم و ابوداؤد و ابوزرعہ و ابراہیم حرانی اور بغوی نے آپ سے حدیث لی اور آپ کی توثیق کی۔ آپ صغر سن ہی تھے۔ جب آپ نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا تھا اور ان کے جنازے پر حاضر ہوئے تھے، فقہ امام ابویوسف سے اخذ کی اور آپ سے احمد بن ابی عمران نے تفقہ کیا۔ طحاوی نے احمد بن ابی عمران سے روایت کی ہے کہ فرخ مولیٰ کہتے تھے کہ امام ابویوسف کے

---

[1] فرج "جواہر المضیہ" (مرتب)

پاس جب کوئی ایسا شخص آنے کی اجازت طلب کرتا جس کا داخل ہونا وہ مکروہ سمجھتے تو سرہانے پر
سر رکھ دیتے اور ہم سے کہتے کہ کہدو کہ ابھی انھوں نے سرہانے پر سر رکھا ہے تاکہ وہ یہ ظن کرکے
کہ شاید وہ سو گئے ہیں، واپس چلا جائے۔ آپ ۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۲۳۰ھ کو بغداد
میں وفات پائی۔ سال وفات آپ کا "ہادی دور" ہے۔

اسمٰعیل جرجانی

اسمٰعیل بن[1] ابی سعید الطبری الاصل الجرجانی : امام محمد کے اصحاب میں سے اپنے
زمانے کے امام فاضل فقیہ محدث تھے۔ ابو اسحٰق کنیت اور شالنجی کے نام سے معروف تھے، فقہ
امام محمد سے اخذ کی اور حدیث کو ابی عیینہ و یحییٰ قطان اور امام محمد سے سُنا اور روایت کیا اور آپ
سے ضحاک بن حسین استرآبادی اور ابو العباس احمد بن عباس مسعودی نے روایت کی۔ حضرت
ابا بکر صدیق و عمر خطاب و عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل میں ایک کتاب بنہایت
عمدہ لکھی۔ سمعانی نے لکھا ہے کہ آپ نے کئی کتابیں فقہ میں تصنیف کیں اور ایک کتاب المسمّٰی
بہ بیان تصنیف کی جس میں امام محمد سے مسائل حکایت کرکے ان پر اعتراض کیا ہے اس کتاب
کو آپ سے لے کر امام احمد بن حنبل لکھا کرتے تھے اور امام احمد نے کہا ہے کہ آپ فقیہ عالم تھے،
وفات آپ کی ۲۳۰ھ اور بقول بعض ۲۴۰ھ میں ہوئی۔

علی بن جعد

علی بن جعد بن عبید جوہری بغدادی : امام ابو یوسف کے اصحاب میں سے حافظ
حدیث ثقہ معتمد متقن صدوق تھے۔ ابو الحسن کنیت تھی۔ بنی ہاشم کے غلام آزاد کردہ تھے، امام
ابو حنیفہ کو دیکھا اور ان کے جنازے پر حاضر ہوئے۔ آپ نے حدیث کو جریر بن عثمان و شعبہ و
ثوری و امام مالک و ابن ابی ذئب و معرف بن واصل و شبان بن عبد الرحمٰن و صخر بن جویریہ
و عبد الرحمٰن بن ثابت بن ثوبان و قیس بن الربیع و یزید بن عمر التستری و ابی اسحٰق الفزاری و محمد
بن راشد مکحولی اور مبارک بن فضالہ وغیرہم سے سُنا اور روایت کیا اور آپ سے امام بخاری
و ابو داؤد و یحییٰ بن معین و ابو بکر بن ابی شیبہ و ابو قلابہ زیاد بن الیوب و خلف بن سالم و اسحٰق
بن ابی اسرائیل و ابو زرعہ و یعقوب بن شیبہ و موسےٰ بن ہارون و صالح بن محمد اسدی و ابن ابی الدنیار
و ابراہیم الحزلی و ابو یعلیٰ و ابو القاسم عبد اللہ بن محمد البغوی وغیرہم نے روایت کی۔
جعفر طیالسی ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ آپ بغداد کے لوگوں میں سے

---

[1] اسمٰعیل بن سعید شالنجی "جواہر المضیئہ" (مرتب)

شعبہ کی روایت میں اثبت ہیں۔ ابو حاتم نے کہا ہے کہ میں نے محدثین میں سے آپ کے سوا کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ ایک لفظ پر حدیث بیان کرتا ہو اور اس کو متغیر نہ کرتا ہو، عبدوس کہتے ہیں کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ کسی حافظ سے ملاقات کی ہو، اس پر محاملی نے کہا کہ وہ تو عقیدہ جہم کے ساتھ متہم ہیں، عبدوس نے جواب دیا کہ ایسا ہی کہا گیا ہے لیکن اصل میں ایسا نہیں بلکہ آپ کا بیٹا حسن جو بغداد کا قاضی ہے، جہم کے قول کا قائل ہے۔ آپ ۱۳۶ھ میں پیدا اور ۲۳۲ھ میں فوت ہوئے۔ "کعبۂ دین و دنیا" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

نصر بن زیاد

نصر بن زیاد نیسا پوری : فقیہ محدث آمر بالمعروف ناہی عن المنکر اور قاضی تھے، ابو محمد کنیت تھی، فقہ امام محمد سے اخذ کی اور حدیث کو عبد اللہ بن مبارک سے سنا۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ ہمیشہ رات کو قائم رکھتے اور ہفتہ میں دوشنبہ و پنجشنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھا کرتے تھے، چھیاسٹھ سال کے ہو کر ۲۳۳ھ میں وفات پائی۔ "نجم علم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

محمد بن سماعہ

محمد بن سماعہ بن عبد اللہ بن ہلال بن وکیع تمیمی کوفی : ۱۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔ فقیہ کامل محدث حافظ ثقہ صدوق تھے یہاں تک کہ ابن معین کہتے ہیں کہ اگر اہلِ حدیث ایسی تصدیق کرنے والے حدیث میں ہوتے جیسے کہ محمد بن سماعہ رائے میں ہیں تو البتہ نہایت عمدہ بات ہوتی کنیت ابو عبد اللہ رکھتے تھے، آپ نے فقہ کو امام ابو یوسف و امام محمد اور حسن بن زیاد سے اخذ کیا اور حدیث کو لیث بن سعد اور نیز امام ابو یوسف و محمد سے سنا اور روایت کیا اور آپ سے ابو جعفر احمد بن ابی عمران بغدادی شیخ طحاوی و ابو بکر بن محمد قمی اور عبد اللہ بن جعفر ابو علی رازی وغیرہم نے تفقہ و روایت کیا۔ ۱۹۲ھ میں جب امام ابو یوسف کے بیٹے قاضی یوسف فوت ہوئے تو خلیفہ مامون نے بغداد کی قضا آپ کے سپرد کی مگر جب آپ کو ضعفِ بصر لاحق ہوا تو آپ نے استعفا دے دیا۔ آپ نے امامِ ابو یوسف و امام محمد سے کتاب نوادر کو لکھا اور کتاب ادب القاضی اور کتاب محاضر اور سجلات وغیرہ تصنیف کیں، باوجودیکہ آپ بڑے مسن ہو گئے تھے مگر اس قدر توانا تھے کہ گھوڑے پر بخوبی چڑھتے اور بکر شکنی کر سکتے اور دن رات میں دو سو رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے چنانچہ نوے سال کی عمر میں آپ نے ایک دفعہ وصال کا روزہ رکھا، پھر رات کو دو رکعت نماز نفل میں قرآن ختم کیا اور سحر کے وقت ایک باکرہ لڑکی سے جماع کر کے اس کی

بکارت زائل کی۔ آپ خود کہتے تھے کہ ہماری چالیس سال میں جماعت کے ساتھ تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی مگر صرف ایک اس روز جب کہ ہماری والدہ ماجدہ فوت ہوئی تھیں اور یہ بھی کہتے تھے کہ ایک دن ہم جماعت کے ساتھ نماز میں حاضر نہیں ہو سکے تھے پس ہم نے اس کی تلافی کے ارادہ سے پچیس دفعہ نماز پڑھی، اتنے میں غنودگی آگئی۔ کسی نے کہا کہ اے محمد اگرچہ آپ نے پچیس دفعہ نماز پڑھی مگر یہ تامین الملائکہ کے ساتھ کب برابری کر سکتی ہے، جب آپ ۲۳۳ھ میں فوت ہوئے تو یحییٰ بن معین نے آپ کے حق میں کہا کہ قدمات ریحانۃ العلم من اہل الرأی۔ یعنی تحقیق خوشبو علم کی اہل رائے میں سے فوت ہو گئی۔ "امامِ دو عالم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حاتم اصم

حاتم بن اسمٰعیل[۱] بلخی المعروف بحاتم اصم: مشائخ بلخ میں سے زاہد زمانہ عابد یگانہ معرض عن الدنیا و مقبل عقبےٰ ریاضت و ورع و صدق و احتیاط میں بے بدل تھے حتیٰ کہ آپ کے حق میں شیخ جنید فرماتے تھے کہ آپ ہمارے زمانہ کے صدیق ہیں۔ ابو عبد الرحمٰن کنیت تھی۔ امامِ ابو حنیفہ کے اتباع میں سے تھے۔ آپ نے شریعت و طریقت کو شقیق بلخی اصحاب امام ابو یوسف سے حاصل کیا۔ آپ کا قول ہے کہ جو شخص بغیر فقہ کے عبادت کرے وہ مثل خراس کے گدھے کے ہے۔ ایک دفعہ امامِ احمد نے آپ سے پوچھا کہ لوگوں سے کس طرح خلاصی ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تین چیزوں سے ایک یہ کہ ان کو چیز دے کر پھر ان سے طلب نہ کی جائے، دوسرے ان کا حق ادا کر کے اپنا حق ان سے طلب نہ کیا جائے، تیسرے ان سے مکروہات کا تحمل کیا جائے اور خود کسی کو رنج نہ پہنچایا جائے۔ امام نے فرمایا کہ ان باتوں پر عمل کرنا بغیر توفیق الٰہی کے نہایت مشکل بلکہ محال ہے۔ تشدد نفس اور دقائق مکر نفس میں آپ کے کلمات عجیب ہیں اور تصانیف معتبر رکھتے ہیں۔ تاریخ ابو الفدا میں لکھا ہے کہ آپ اصل میں بہرے نہیں تھے بلکہ اس لئے اصم سے ملقب ہوئے تھے کہ ایک روز ایک عورت آپ سے مسئلہ پوچھنے آئی تھی، اتفاقاً اس سے ہوا سر گئی جس سے وہ نہایت شرمسار ہوئی۔ آپ نے بایں خیال کہ یہ جان لے کہ انہوں نے آواز نہیں سنی، اس سے فرمایا کہ اونچی بیان کر، اس پر عورت یہ خیال کر کے کہ یہ بہرے ہیں اور انہوں نے میری ہوا سر ہونے کی آواز کو نہیں سنا خوش ہو گئی اور آپ پر یہ نام غالب آگیا۔ وفات آپ کی ۲۳۷ھ میں ہوئی "قبلہ اہل دین" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

---

[۱] حاتم بن علوان بن یوسف زاہد الاصم۔ ابو محمد کنیت "جواہر المضیہ" (مرتب)

بشر کندی

بشر بن الولید بن خالد کندی : امام ابو یوسف کے اصحاب میں سے بڑے فقیہ محدث ثقہ دیندار صالح عابد تھے۔ فقہ امام ابو یوسف سے حاصل کی اور ان سے کتب و امالی کو روایت کیا۔ حدیث کو آپ نے امام مالک و حماد بن زید وغیرہ سے سُنا اور آپ سے حافظ ابو نعیم موصلی اور بغوی اور ابو یعلیٰ اور حامد بن شعیب وغیرہ نے روایت کی اور نیز ابو داؤد نے اپنی سنن میں آپ سے روایت لی۔ عبدالرحمٰن سلمی کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی نسبت دار قطنی سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ ثقہ تھے آپ معتصم باللہ کے زمانہ میں بغداد کے قاضی مقرر ہوئے، حکم کے باب میں سخت تھے۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ آپ منصور کے عہد میں مدین کی قضا کے ۲۱۳ھ تک متولی رہے، بڑے عابد تھے یہاں تک کہ جب پیری کی حالت میں فالج کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو رات دن میں دو سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ ہر چند کوشش کی گئی کہ آپ خلق قرآن کے قائل ہوں مگر نہ ہوئے، اس لئے معتصم باللہ نے آپ کو قید کر دیا۔ جب متوکل مسندِ خلافت پر بیٹھا تو آپ کی رہائی ہوئی۔

صالح بن محمد نے آپ کو صدوق بتلایا۔ آجری نے کہا ہے کہ میں نے آپ کے باب میں ابو داؤد سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ ثقہ تھے۔ فتاوٰے برہنہ میں منقول ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم اکثر ابن عیینہ کے پاس رہا کرتے تھے، جب کوئی مشکل مسئلہ ان کے پاس آتا تو وہ پکار کر کہتے کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے کوئی شخص یہاں موجود ہے؟ سب حاضرین میری ہی طرف اشارہ کرتے تھے۔ خلیفہ مامون کے عہد میں آپ کو مکہ معظمہ کی قضا دی گئی۔ آپ عمدہ مذہب اور نیک رویہ رکھتے تھے، لوگوں نے آپ سے فقہ و نوادر اور مسائل کا یہاں تک استفادہ کیا کہ جن کا جمع کرنا ناممکن ہے۔ آپ نے نہایت بوڑھے ہو کر ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔ کند ایک مشہور قبیلہ کا نام ملک یمن میں ہے جس کی طرف آپ منسوب تھے۔ "قبلہ اہلِ دنیا" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

داؤد خوارزمی

داؤد بن رشید خوارزمی : امام محمد و حفص بن غیاث کے اصحاب میں سے محدث ثقہ فقیہ کامل تھے جو بغداد میں آکر ٹھہرے۔ یحییٰ بن معین نے آپ کی توثیق کی، امام مسلم و ابو داؤد و ابن ماجہ اور نسائی نے آپ سے روایت لی اور امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں ایک حدیث بالواسطہ آپ سے بیان کی۔ آپ نے ایک کتاب نوادر تصنیف کی اور ۲۳۹ھ میں وفات پائی۔ "عالمِ زمان" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ابراہیم بلخی

ابراہیم بن یوسف بن میمون بن قدامہ بلخی : اپنے وقت کے شیخ اجل امام اکمل محدث ثقہ صدوق تھے۔ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں آپ کو بڑی عزت و حرمت حاصل تھی، مدت تک امام ابو یوسف کی صحبت میں رہے یہاں تک کہ اپنے ہمسروں پر فائق ہو گئے۔ حدیث کو آپ نے سفیان بن عیینہ و وکیع و اسمٰعیل بن علیہ اور حماد بن یزید سے سنا اور امام مالک سے صرف یہ ایک حدیث روایت کی، عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کل مسکر خمر و کل مسکر حرام۔ سبب یہ ہوا کہ جب آپ امام مالک کے پاس حدیث سننے کے لئے آئے تو وہاں قتیبہ بن سعید موجود تھے جنہوں نے امام مالک سے کہہ دیا کہ یہ شخص ارجا ظاہر کرتا ہے، پس انہوں نے آپ کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا جس سے آپ ان سے صرف یہی ایک حدیث سماعت کر سکے۔ آپ نے حدیث کو بعد فقہ کے حاصل کیا تھا۔ آپ نے امام ابو یوسف سے اس قول کو روایت کیا کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ کسی کو ہمارے قول کے ساتھ فتوے دینا جائز نہیں ہے تا وقتیکہ وہ اس ماخذ کو نہ جانے جہاں سے ہم نے وہ قول لیا ہے۔ آپ کا دستور تھا کہ روزمرہ بعد نماز فجر کے بلخ کے آس پاس گشت کرتے اور جو قبر گری ہوئی دیکھتے اس کو اپنے ہاتھ سے مرمت کرتے اور راستوں و پلوں کو صاف و درست کرتے۔ ویرانہ میں ایک مسجد تھی وہاں آپ ہمیشہ ظہر کے وقت جا کر بانگ نماز کہتے اور شہر کے فقیہ و عابد وہاں جمع ہو کر آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

ایک دفعہ بلخ کے امیر نے فقہا سے کہا کہ میں تمہارے شیخ سے چند امور دریافت کرنا چاہتا ہوں مگر کیا کروں کہ وہ میرے پاس نہیں آتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ تیرے پاس کیا بلکہ کسی کے پاس بھی نہیں جاتے۔ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کے پاس خود جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ یوں تو وہ تجھ سے بات بھی نہیں کرینگے، اگر تو ظہر کے وقت اس ویران مسجد میں آئے اور بعد نماز کے ان سے رحمک اللہ کہے تو امید ہے کہ شاید تیری طرف متوجہ ہوں۔ اس نے ایسا ہی کیا اور بعد حاصل کرنے اجوبہ اپنی مشکلات کے عرض کیا کہ میں بلخ کا حاکم ہوں، اگر آپ کو مجھ سے کچھ حاجت ہو تو آپ بلا تامل ارشاد فرمائیں۔ شیخ یہ سن کر رو پڑے اور کہا کہ میرا اندرونی پانی تمام خون ہو گیا ہے کہ میں نے تیرے ایک سپاہی کو دیکھا ہے کہ اس نے اپنے باز کو ایک کبوتر پر چھوڑا تھا جس کے چنگل کے صدمہ سے وہ بیچارہ خاک میں لوٹتا تھا اور وہ رحم نہیں کرتا تھا، امیر نے یہ سن کر اپنی قلمرو میں عام حکم دے دیا کہ آئندہ کوئی شخص باز یا کتا وغیرہ جانور شکاری اپنے پاس نہ رکھے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ واسطے نماز کے

باہر تشریف لاتے تو کاغذ و قلم اپنے ساتھ اس خیال سے اٹھالاتے کہ مبادا کوئی مسئلہ پوچھ بیٹھے اور اس کو جواب حاصل کرنے میں دیری ہو۔ امامِ نسائی نے اپنی صحیح میں آپ سے روایت کی اور آپ کو ثقہ بتلایا۔ وفات آپ کی ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ "قلزم دین" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

یحییٰ ابن اکثم

یحییٰ بن اکثم بن محمد بن قطن بن سمعان مروزی : بڑے علّامہ فقیہ محدث صدوق عارف مذہب بصیر احکام تھے، ابو محمد کنیت تھی۔ آپ نے حدیث کو امامِ محمد و ابنِ مبارک و سفیان بن عیینہ وغیرہ سے سنا اور روایت کیا اور آپ سے بخاری نے غیر جامع میں اور ترمذی نے روایت کی۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ آپ بدعت سے بالکل سلیم اور بڑے مضبوط اہلِ سنت وجماعت تھے۔ طلحہ بن محمد نے کہا ہے کہ آپ دنیا کے اعلام میں سے تھے، امر آپ کا مشہور اور شیخ معروف تھی۔ آپ کا فضل و علم و ریاست و سیاست کسی پر پوشیدہ نہ تھا۔ بیس سال کی عمر میں بعد وفات اسمٰعیل بن حماد بن امامِ ابو حنیفہ کے بصرہ کے قاضی ہوئے۔ کہتے ہیں کہ اہلِ بصرہ نے آپ کو بسبب صغر سنی کے صغیر سمجھا۔ آپ نے یہ حال معلوم کر کے فرمایا کہ میں عتاب بن اسید سے عمر میں بڑا ہوں جن کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا قاضی بنایا تھا اور نیز معاذ بن جبل سے بڑا ہوں جن کو آنحضرت نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا۔

خطیبِ بغدادی نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ لوگ یحییٰ ابن اکثم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ، آپ نے فرمایا کہ خدا کو پاکی ہے کون ایسا کہتا ہے؟ پھر اس تہمت سے سخت انکار کیا۔ آپ نے فقہ میں ایک بہت بڑی کتاب لکھی تھی مگر لوگوں نے بسبب طوالت کے اس کو ترک کیا اور ایک کتاب اصولِ فقہ میں اور ایک تنبیہ نام عراقیوں کے لئے تصنیف فرمائی اور تراسی سال کی عمر میں ۲۴۲ھ یا ۲۴۳ھ میں وفات پائی۔ تاریخ ابنِ خلکان میں لکھا ہے کہ حسین بن عبداللہ بن سعید کہتے ہیں کہ میں اور آپ باہم بڑے دوست تھے۔ جب آپ فوت ہوئے تو میں نے چاہا کہ کسی طرح آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھوں کہ تمہارا کیا حال گزرا؟ پس ایسا ہی ہوا کہ ایک رات میں نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا نے آپ سے کیا سلوک کیا؟ آپ نے کہا کہ بخش دیا مگر زجر کر کے فرمایا کہ اے یحییٰ! دنیا کو تو نے اپنے اوپر خلط کیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے آنحضرت کی اس حدیث پر تکیہ کیا تھا کہ خدا تعالیٰ بوڑھے کو دوزخ میں عذاب کرنے سے شرم کرتا ہے۔ خدا نے فرمایا کہ میرے پیغمبر نے سچ کہا ہے لیکن تو نے دنیا میں اپنی جان پر تخلیط کی تھی،

پس میں نے تجھ کو بخش دیا۔ اکثم مرد عظیم البطن کو کہتے ہیں اور یہی معنٰی اکثم کے ہیں۔ "امینِ عالم" تاریخ وفات ہے۔

ھلال رائی

ہلال بن یحییٰ بن مسلم الرائی البصری : فقیہ محدث تھے اور لوگ بسبب کثرت علم و فہم کے آپ کو رائی کہتے تھے۔ آپ نے فقہ کو امام ابو یوسف و امام زفر سے حاصل کیا اور حدیث کو ابی عوانہ وغیرہ سے سُنا۔ آپ سے بکار بن قتیبہ نے اخذ کیا۔ آپ نے ایک کتاب شروط میں اور ایک احکامِ وقف میں تصنیف کی۔ وفات آپ کی ۲۴۵ھ میں ہوئی۔ "قطب الزمانہ" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔ ("احکام الوقف" ۱۳۵۵ھ میں حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔) (مرتب)

خالد بن یوسف

خالد بن یوسف بن خالد بن عمیر السمتی : عالم ماہر فقیہ متبحر محدث معتبر تھے لیکن ابو حاتم نے کہا ہے کہ جو احادیث آپ نے اپنے والدِ ماجد کے سوا اور لوگوں سے روایت کی ہیں وہ ضرور لائقِ اعتبار ہیں۔ کنیت آپ کی ابو الربیع تھی، ۲۴۹ھ میں فوت ہوئے۔ "قدوۂ اہلِ زمان" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

ایوب نیساپوری

ایوب بن حسن نیساپوری : بڑے فقیہ اور زاہد مستجاب الدعوات تھے، کنیت ابوالحسن تھی۔ فقہ امام محمد سے اخذ کی اور ۲۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ سید ابراہیم بن محمد بن سفیان آپ کے اخص اصحاب میں سے تھے۔ "قدوۂ دین و دنیا" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

اسحٰق بن بہلول

اسحٰق بن بہلول بن مورق : فقیہ محدث حافظ حدیث تھے۔ ۱۶۴ھ میں شہر انبار میں پیدا ہوئے۔ فقہ حسن بن زیاد اور ہیثم بن موسٰے اصحاب امامِ ابو یوسف سے اخذ کی اور حدیث کو اپنے باپ اور سفیان بن عیینہ اور وکیع بن جراح اور اسمٰعیل بن عیینہ سے سُنا اور روایت کیا۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ آپ نے ایک کتاب فقہ میں متضاد نام اور ایک کتاب علم قراءۃ میں اور ایک مسند تصنیف فرمائی اور ۲۵۲ھ میں وفات پائی۔ "امینِ[1] ذوعالم" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

احمد خصاف

احمد بن عمر بن مہیر خصاف[2] : ابو بکر کنیت تھی۔ بڑے عالم فاضل محدث فقیہ زاہد پرہیز گار۔

---

[1] آپ کے بیٹے ابو جعفر احمد بن اسحٰق تنوخی انباری ۲۳۱، ۳۱۹ مشہور قاضی اور نحوی تھے ۱۲ [2] احمد بن عمرو بن مہران شیبانی شیخ الحنفیہ فی العراق "دستور الاعلام" (مرتب)

عارف مذہب حاسب فرضی تھے۔ علم اپنے باپ شاگرد امامِ محمد و حسن تلمیذ امامِ ابوحنیفہ سے پڑھا اور حدیث کو اپنے باپ اور عاصم و ابوداؤد طیالسی و مسدد بن مسرہد و یحییٰ بن عبدالحمید حمانی و علی بن مدینی و ابی نعیم الفضل بن دکین وغیرہ سے روایت کیا۔ شمس الائمہ حلوائی کہتے ہیں کہ آپ ان علمائے کبار میں سے ہیں کہ جن کا مذہب کے معاملہ میں اقتدار کرنا صحیح ہے۔ خصاف آپ کو اس لئے کہا کرتے تھے کہ آپ اپنے ہاتھ کی کمائی نعلین دوزی سے اپنا گزارہ کرتے تھے۔ آپ کی تصنیفات سے یہ کتابیں ہیں:۔ کتاب الخراج، کتاب الحیل، کتاب الوصایا، کتاب الشروط الکبیر والصغیر، کتاب مناسک الحج، کتاب الرضاع، کتاب المحاضر والسجلات، کتاب ادب القاضی، کتاب النفقات علی الاقارب، کتاب احکام العصیر، کتاب ذرع الکعبۃ، کتاب احکام الوقف، کتاب اقرار الورثۃ بعضہم لبعض۔ کتاب الفقر واحکامہ، کتاب المسجد والقبر۔

کہتے ہیں کہ جب خلیفہ مہتدی باللہ مقتول ہوا تو آپ کا مکان بھی لوٹا گیا جس سے آپ کی بعض کتابیں ضائع ہوگئیں۔ اسّی سال کی عمر میں ۲۶۱ھ میں بغداد کے اندر آپ نے وفات پائی۔ "سید مومناں" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ابراہیم بن ادہم

ابراہیم بن ادہم منصور بلخی: محدث صدوق، زاہد، عابد، عارف، ولی، "تارک الدنیا، مقرب درگاہ الٰہی، صاحبِ کرامت تھے۔ ابو اسحٰق کنیت تھی، بادشاہی چھوڑ کر فقر کو اختیار کیا۔ بہت سے مشائخ کو دیکھا اور مدت تک امامِ ابوحنیفہ کی صحبت میں رہ کر ان سے علم حاصل کیا، پھر خواجہ فضیل بن عیاض سے خرقہ فقر وارادت کا پہنا۔ حضرت جنید بغدادی آپ کو مفاتیح العلوم کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ امامِ ابوحنیفہ کی خدمت میں جو آئے تو امام کے بعض اصحاب نے چشمِ حقارت سے آپ کو دیکھا۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ سیدنا ابراہیم، اصحاب نے عرض کیا کہ یہ سیادت کہاں سے حاصل کی ہے؟ امام نے فرمایا کہ یہ ہمیشہ خدا کے کام میں مشغول رہتے ہیں اور ہم اور کاموں میں مصروف ہیں۔

کہتے ہیں کہ آپ اخیر عمر میں لوگوں سے ایسے غائب ہوگئے کہ کوئی نہ معلوم کر سکا کہ آپ کہاں ہیں، جب بقول اصح ۱۶۲ھ میں آپ نے وفات پائی تو ہاتف نے آواز دی کہ الا ان امان الارض قدمات، لوگ اس آواز کو سن کر بڑے متحیر ہوئے کہ یہ کیا بات ہے؟ اتنے میں خبر آئی کہ ابراہیم ادہم فوت ہوگئے۔ امام بخاری و مسلم نے غیر صحیح میں آپ سے روایت کی ہے "صدیق آوان"

آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

ابوحفص صغیر

محمد بن احمد بن حفص بن الزبرقان المعروف بہ ابوحفص صغیر : ماوراء النہر کے ملک میں شیخِ حنفیہ امامِ ربانی، عالم فاضل، فقیہ محدث ثقہ، زاہد، متورع، صاحبِ سنت واتباع تھے۔ ابوعبداللہ کنیت تھی۔ فقہ اپنے والد امام ابوحفص کبیر تلمیذ امام محمد سے اخذ کی اور حدیث کو ابی الولید طیالسی اور حمیدی اور یحییٰ بن معین وغیرہ سے سنا اور روایت کیا اور مدت تک طلبِ علم میں امامِ بخاری کے رفیق رہے یہاں تک کہ بخارا میں ریاست مذہب حنفیہ کی آپ پر منتہی ہوئی اور ائمہ دیار وامصار نے آپ سے تفقہ کیا۔ کتاب اہوا اور کتاب اختلاف اور کتاب رد لفظیہ تصنیف کیں اور ماہِ رمضان ۲۶۴ھ میں وفات پائی۔

احمد بن سلمہ سے منقول ہے کہ جب امامِ بخاری سے قرآن کے معاملہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا وہ خدا کا کلام ہے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ کسی طرح اس میں تصرف بھی ہو سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ زبانوں کے ساتھ متصرف ہو سکتا ہے۔ جب اس بات کی خبر محمد بن یحییٰ ذہلی کو جو نیشاپور میں بڑے محدث ثقہ حافظ جلیل تھے، ہوئی تو انہوں نے نہایت خفا ہو کر حکم دیا کہ جو شخص امامِ بخاری کی مجلس میں جائے وہ ہمارے پاس ہرگز نہ آئے، پس امامِ بخاری ناچار ہو کر بخارا کی طرف چلے گئے۔ اس پر ذہلی نے امیر بخارا اور وہاں کے شیوخ کو امامِ بخاری کی نسبت تحریر کیا جس پر امیر بخارا نے امامِ بخاری کی تکلیف دہی کا قصد کیا یہاں تک کہ ان کو آپ یعنی ابوحفص صغیر نے بعض سرحداتِ بخارا کی طرف نکالدیا۔ "امام اقالیم" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

ابن ثلجی

محمد بن شجاع ثلجی بغدادی المعروف بہ ابن الثلجی : ماہِ رمضان ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے، اپنے وقت کے فقیہ اہلِ عراق محدث متورع عابد قاری اور بحور العلم تھے۔ کنیت ابوعبداللہ تھی، فقہ حسن بن مالک اور حسن بن زیاد سے حاصل کی اور حدیث کو یحییٰ بن آدم اور اسمٰعیل بن علیہ اور وکیع اور ابی اسامہ اور محمد بن عمر واقدی سے سنا اور روایت کیا اور آپ سے یعقوب بن شیبہ اور اس کے پوتے محمد بن احمد بن یعقوب نے روایت کی لیکن چونکہ آپ متہم بہ مذہب مشتبہ تھے اس لئے محدثین کے نزدیک آپ متروک ہیں، گو بذاتہ کاملین میں سے تھے۔ بدر الدین عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ ثلجی آپ کو اس لئے کہتے ہیں کہ آپ ثلج بن عمر بن مالک بن عبد مناف کی طرف

منسوب تھے اور اہلِ حدیث نے جو آپ پر بڑی تشنیع کی ہے اور ابنِ عدی سے ابن جوزی نے نقل کیا
ہے کہ آپ تشبیہ میں حدیثیں وضع کر کے اہلِ حدیث کی طرف منسوب کیا کرتے تھے۔ پیرایہ صدق سے
یہ بات عاری معلوم ہوتی ہے کیونکہ جس صورت میں آپ نے فرقہ مشبہہ کی تردید میں کتاب تصنیف کی
ہے تو یہ الزام آپ پر کس طرح صحیح آسکتا ہے حالانکہ آپ متدین صالح عابد اپنے وقت میں فقیہ اہلِ
حنفیہ تھے، مدت تک آپ بغداد کے قاضی رہے۔ آپ نے کتاب تصحیح الآثار، کتاب النوادر، کتاب المضاربہ،
کتاب الرد علی المشبہ، کتاب المناسک کچھ اوپر ساٹھ جزو کبیر میں تصنیف کی اور پچاسی سال کی عمر میں
بتاریخ ۳ ماہ ذی الحجہ ۲۶۶ھ نماز عصر کی پڑھتے ہوئے سجدہ میں جان بحق تسلیم ہوئے۔
ابوالحسن بن علی بن صالح اپنے دادا سے حکایت کرتے ہیں کہ آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھ
کو اسی مکان میں دفن کرنا کیونکہ اس مکان کی ایسی کوئی اینٹ نہیں کہ جس پر میں نے بیٹھ کر قرآن شریف کا
ختم نہ کیا ہو۔ "زیب الوریٰ" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

نصیر شاداں

نصیر بن یحییٰ البلخی المدعو بہ شاداں : عالم فاضل فقیہ کامل تھے۔ فقہ ابی سلیمان جوزجانی تلمیذ
امامِ محمد سے حاصل کی اور آپ سے ابو غیاث بلخی نے روایت کی، ۲۶۷ھ یا ۲۶۸ھ میں فوت ہوئے" امامِ
فقہ" تاریخ وفات ہے۔

محمد بن بیان

محمد بن بیان سمرقندی : اپنے زمانہ کے امام کبیر فقیہ بے نظیر طبقہ ابی منصور ماتریدی میں سے
تھے، کتاب معالم الدین اور کتاب رد کرامیہ تصنیف کی اور ۲۶۸ھ میں فوت ہوئے۔

امامِ بکار

بکار بن قتیبہ بن اسد بصری : بصرہ میں ۱۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ فقیہ عادل امام فاضل
محدث ثقہ متورع زاہد تھے۔ فقہ یحییٰ بن ہلال رازی اصحاب امام ابو یوسف اور نیز امام زفر سے حاصل
کی اور انہیں سے علم شروط کو اخذ کیا اور حدیث کو ابا داؤد طیالسی اور ان کے معاصرین سے سنا اور روایت
کیا اور آپ سے ابو عوانہ اور ابنِ خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کی اور طحاوی نے فائدہ کثیر اٹھایا اور
تخریج کی۔ کتاب الشروط، کتاب المحاضر والسجلات، کتاب الوثائق والعہود تصنیف کیں اور ایک کتاب
امامِ شافعی کے ان اعتراضوں کی تردید میں لکھی جو انہوں نے امامِ ابو حنیفہ کے بعض مسائل پر کئے تھے، تاریخِ
خلکان وغیرہ میں لکھا ہے کہ احمد طولون حاکم مصر آپ کو علاوہ تنخواہ کے ہزار دینار سالانہ دیا کرتا تھا اور

اور آپ بجنسہ سر بمہر بند اس کو رکھ چھوڑا کرتے تھے اور اس میں سے کچھ خرچ نہ کرتے تھے چند مدت کے بعد اس نے آپ کو واسطے مشورہ خلع موفق بن متوکل کے طلب کیا۔ آپ نے اس کو کہا کہ موفق کو حکومت سے برطرف نہ کرنا چاہیئے، اس سے احمد طولون نے خفا ہو کر آپ کو قید کر دیا اور جو اس نے آپ کو علاوہ تنخواہ کے بطور ہدیہ کے دیا ہوا تھا، واپس طلب کیا، آپ نے بجنسہ سر بمہر بند اس کے پاس بھجوا دیا جو کل اٹھارہ تھیلیاں تھیں۔ پس احمد ان کو دیکھ کر نہایت شرمندہ ہوا اور حکم دیا کہ آپ قضا کا کام محمد بن شادان جوہری کو تفویض کر دیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا، پس محمد بن شادان بطور خلیفہ کے مقرر ہوا اور آپ کئی برس تک قید رہے اور قید ہی میں جمعرات کے روز ۲۴ ماہ ذی الحجہ ۲۷۰ھ کو فوت ہوئے اور اس کثرت سے لوگ آپ کے جنازہ پر آئے کہ ہجوم کے سبب سے آپ جمعہ کی عصر سے پہلے دفن نہ ہو سکے چنانچہ قبر آپ کی مصلا بنی مسکین میں ابن طباطبائی کی قبر کے پاس واقع ہے اور زیارت گاہِ اہل حاجات و مستجاب الدعوات ہے۔ آپ کا دستور تھا کہ جب مسند قضا سے فارغ ہو کر گھر میں آتے تو خلوت میں بیٹھ کر روتے اور جو کچھ دن کے اقضیہ و معاملات ہوتے، ان کو یاد کر کے اپنے نفس سے مخاطب ہوتے اور کہتے کہ اے مکّار! آج دو آدمی فلاں خصومت میں تیرے پاس آئے اور تو نے اس طرح پر حکم دیا، پس کل کے روز تو خدا کو کیا جواب دے گا۔ یہ بھی آپ کا طریقہ تھا کہ جب کسی مقدمہ والے کو حلف دینے کا ارادہ کرتے تو بڑی نصیحت سے یہ آیہ کریمہ پڑھ کر اس کے معانی سمجھاتے تھے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِہِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۔ اور گواہوں سے ہر وقت حساب لیا کرتے اور سوال کیا کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ آپ کی محبوسی کے زمانہ میں اصحاب حدیث نے ابن طولون سے انقطاع حدیث کا شکوہ کیا، اس پر اس نے ان کو اجازت دے دی کہ جیل خانہ کی کھڑکی کے باہر بیٹھ کر آپ سے حدیث سن لیا کریں، پس آپ کھڑکی کے پاس بیٹھ کر تحدیث کرتے اور لوگ کھڑکی کے باہر بیٹھ کر آپ سے حدیث سنتے تھے۔ جب آپ فوت ہوئے تو مصر کا شہر تین برس تک بغیر قاضی کے رہا۔ "امام فصیح" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

محمد بن سلمہ

محمد بن سلمہ بلخی: فقیہ کامل عالم متبحر تھے، ۱۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ کنیت ابو عبد اللہ تھی، فقہ شداد بن حکیم پھر ابی سلیمان جوزجانی سے پڑھی اور بغداد میں محمد بن شجاع سے تعلم کیا اور

سات برس تک ان کی صحبت میں رہے۔ جب آپ نے محمد بن شجاع سے اپنے وطن کو واپس جانے کی اجازت مانگی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تم خراسان میں گئے اور وہاں کے لوگوں نے آپ سے یہ مسائل پوچھے تو ان کا آپ کیا جواب دیں گے۔ پس آپ حیران ہو گئے اور سات سال اور ان کے پاس ٹھہرے پھر اپنے وطن کو واپس آئے۔

آپ کا قول ہے کہ علم فقہ کا اس شخص سے پڑھنا چاہیے جو اپنی دکان کو تلف اور باغ کو برباد کر کے یہاں تک علم میں مصروف ہو کہ اگر اس کا کوئی قریبی بھی مر جائے تو اس کے جنازہ تک کے ساتھ نہ جائے۔ آپ سے ابو بکر محمد اسکاف نے تفقہ کیا اور ستاسی سال کی عمر میں ۲۷۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات سے ایک روز پیشتر ابو نصر محمد بن سلام آپ کی عیادت کو آئے اور کہا کہ آپ مجھ کو وصیت کر جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم کو تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں، اول یہ کہ اپنی زبان کو اہلِ قبلہ کے حق میں برا کہنے سے بند رکھیں گو وہ بدی ہی کیوں نہ کریں۔ دوم بادشاہوں کے دروازوں پر مت جائیں اور فقہ کو لازم پکڑیں۔ سوم اگر دنیا چاہتے ہو تو خدا اور آخرت کو نہ پاؤ گے اور اگر خدا و آخرت چاہتے ہو تو اس کو پا لو گے اور خدا بھی تم پر راضی ہو گا۔ "قبلۂ عالم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

محمد بن ازہر

محمد بن ازہر خراسانی : ائمہ کبار میں سے صاحب طبقۂ عالیہ اور اپنے وقت کے خراسان میں مرجع فتاوے و نوازل تھے۔ ستاسی سال کی عمر میں شنبہ کے روز بعد عشرۂ اولیٰ ماہ شوال ۲۷۸ھ میں فوت ہوئے[1]

سلیمان بن شعیب

سلیمان بن شعیب : امامِ محمد کے اصحاب میں سے عالم فاضل فقیہ متبحر تھے جنہوں نے ان سے نوادر کو لکھا اور آپ سے حافظ ابو جعفر طحاوی نے روایت کی۔ وفات آپ کی ۲۷۸ھ میں ہوئی۔ "فصیحِ ملک" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

احمد بن ابی عمران

احمد بن ابی عمران بن عیسیٰ بغدادی : مخزن علوم فقیہ فاضل محدث کامل حاوی فروع و اصول تھے۔ ابو جعفر کنیت تھی، فقہ کو محمد بن سماعہ تلمیذ امام ابو یوسف و محمد اور بشر بن ولید سے حاصل کیا اور حدیث کو علی بن عاصم و شعیب بن سلیمان و علی بن جعد اور محمد بن صباح وغیرہ سے

---

[1] بعمر ۸۰ سال ۲۵۱ھ میں فوت ہوئے "جواہر المضیئہ" (مرتب)

روایت کیا۔ امام ابوجعفر طحاوی نے آپ سے تلمذ کیا اور کثرت سے روایت کی۔ بغداد سے آپ ابوب صاحب خراج مصر کے ہمراہ مصر میں آئے اور یہیں سکونت اختیار کی، اخیر عمر میں مصر کے قاضی مقرر ہوئے ایک کتاب حج نام تصنیف فرمائی۔ ابن یونس نے اپنی تاریخ میں آپ کی توثیق کی۔ وفات آپ کی ۲۸۰ھ میں ہوئی۔ "محبِ مسلمین" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

احمد برتی

احمد بن محمد بن عیسٰے بن ازہر برتی: فقیہ کامل محدث ثقہ حجت عابد اور قصبہ برت کے جو بغداد کے پاس واقع ہے، رہنے والے تھے۔ کنیت ابو العباس تھی۔ فقہ ابی سلیمان موسٰے جوزجانی تلمیذ امام محمد سے پڑھی اور انہیں سے ان کی کتابوں کو روایت کیا۔ قاضی یحیٰے بن اکثم شاگرد وکیع بن جراح سے بھی استفادہ کیا اور حدیث کو بکثرت بیان کیا مگر تصنیف کم کی، خطیب بغدادی سے روایت ہے کہ آپ ثقہ حجت تھے، آپ کو نیکی سے یاد کرنا چاہیئے، آپ سے یحیٰے بن صباحہ نے روایت کی۔ شہر واسط کی قضا آپ کے اختیار کی تھی مگر ایام خلیفہ مقتدر میں آپ نے استعفار دیدیا اور ۲۸۰ھ میں وفات پائی۔ "زیبِ دوراں" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

محمد برکدی

محمد بن احمد بن موسٰے بن سلام بخاری برکدی: فقیہ محدث عالم متبحر تھے۔ ابوجعفر کنیت تھی۔ حدیث کو اپنے شہر برکد (علاقہ بخارا) کے علماء و فضلاء سے سُنا اور اپنے باپ اور ولید بن اسمٰعیل اور ابی عبداللہ بن ابی حفص کبیر وغیرہ سے روایت کی اور آپ سے ابوحفص احمد بن احمد بن حمدان وغیرہ نے روایت کی۔ بخارا کی اس عدالت کے جہاں ظالموں کو سزا دی جاتی تھی، مدت تک قاضی رہے اور امیر ابی ابراہیم اسمٰعیل بن احمد کے عہد میں ۲۸۹ھ میں فوت ہوئے۔

عبدالحمید بغدادی

عبدالحمید بن عبدالعزیز بصری بغدادی: عالم فاضل ثقہ پرہیزگار فنون حساب و فرائض میں ماہر کامل اور عمل محاضر و سجلات میں حاذق اور قاضی القضاۃ تھے، ابوحازم کنیت تھی۔ علم عیسٰے بن ابان تلمیذ امام محمد اور نیز بکر بن محمد عمی اور ہلال بن یحیٰے بصری سے پڑھا اور اخذ کیا اور آپ سے امام طحاوی اور ابوطاہر دباس نے تفقہ کیا اور ابوالحسن کرخی نے آپ سے مصاحبت کی۔ آپ اصل میں بصرہ کے رہنے والے تھے جو بغداد میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ کتاب

محاضر السجلات، کتاب ادب القاضی، کتاب الفرائض، تصنیف فرمائیں اور بغداد ہی میں ماہ جمادی الاولیٰ ۲۹۲ھ میں فوت ہوئے۔ "قدوۂ اہلِ عالم" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

محمد بن مقاتل

محمد بن مقاتل رازی : امامِ محمد کے اصحاب میں سے فقیہ محدث تھے۔ حدیث کو مطیع اور وکیع اور ان کے طبقہ سے سُنا اور روایت کیا، مدت تک شہر رَے کے قاضی رہے۔ تقریب میں آپ کو ضعفاء میں بیان کیا گیا ہے لیکن کوئی وجہ ضعف کی نہیں[1] بتائی۔

موسیٰ رازی

موسیٰ بن نصر رازی : امامِ محمد کے اصحاب میں سے صاحب حدیث و فقہ اور عارف مذہب تھے۔ کنیت ابوسہل تھی۔ حدیث کو عبد الرحمٰن ابی زہیر سے روایت کیا اور آپ سے ابوسعید بروعی اور ابو علی دقاق نے تفقہ کیا۔[2]

ہشام رازی

ہشام بن عبید اللہ رازی : فقیہ فاضل محدث کامل عارف مذہب تھے۔ فقہ امام ابو یوسف و امام محمد سے حاصل کی اور حدیث کو مالک سے روایت کیا اور آپ سے ابو حاتم نے روایت کی۔ ابن حبان نے آپ کو ثقہ بتلایا۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ آپ صدوق تھے اور میں نے کوئی آپ سے زیادہ بلند قدر نہیں دیکھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ نے خود کہا ہے کہ ہم نے ایک ہزار سات سو مشائخ سے ملاقات کی اور تحصیلِ علم میں سات لاکھ درہم خرچ کیے۔ کتاب نوادر اور کتاب صلوٰۃ الاثر تصنیف کیں۔ کہتے ہیں کہ امامِ محمد نے شہر رَے میں آپ ہی کے گھر میں وفات پائی اور آپ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔[3]

علی رازی

علی رازی : مذہب حنفیہ کے عارف اور مسائل اصول کے ماہر صاحب زہد و ورع و سخا اور محمد بن شجاع کے معاصرین میں سے تھے، فقہ حسن بن زیاد سے پڑھی اور امام ابو یوسف و امام محمد سے روایت کی اور کتاب الصلوٰۃ تصنیف کی۔ صاحب ہدایہ نے آپ کو پہلے طبقات مقلدین میں سے جو مثل ابی الحسن قدوری وغیرہ کے اصحاب ترجیح میں سے ہیں، شمار کیا ہے گو آپ خصاف و طحاوی و کرخی و سرخسی و حلوائی و قاضی خاں و صاحب ذخیرہ اور صاحبِ خلاصہ سے جو طبقہ اصحاب مجتہدین سے ہیں، پہلے ہوتے ہیں کیونکہ مردوں کی فضیلت و کمالیت کے درجے

---

[1] صاحب کتاب "مجمع مدعا علیہ" وفات ۲۴۲ھ [2] ۱۸۹ھ سے قبل زندہ تھے "معجم المؤلفین" [3] وفات ۲۲۱ھ شذرات الذہب (مرتب)

کچھ زمانہ پر موقوف نہیں ہیں پس اسی خیال سے مولیٰ شمس الدین احمد بن کمال پاشا بلکہ مولیٰ فاضل ابو السعود عمادی بھی اصحاب ترجیح میں سے ہیں۔

ابو علی دقاق

ابو علی دقاق[1] : اپنے زمانہ کے عالم فاضل فقیہ کامل زاہد متورع تھے، علم موسےٰ بن نصر رازی تلمیذ امامِ محمد سے حاصل کیا اور آپ سے ابی سعید بردعی نے تفقہ کیا۔ آپ کی تصنیف سے کتاب الحیض یادگار ہے۔ دقاق آپ کو اس لئے کہا کرتے تھے کہ آپ آٹا فروخت کیا کرتے تھے۔

احمد جوزجانی

احمد بن اسحٰق بن صبیح جوزجانی بڑے عالم فاضل فقیہ کامل فروع واصول کے جامع تھے، کنیت ابو بکر تھی، علم ابی سلیمان جوزجانی تلمیذ امامِ محمد سے حاصل کیا، شہر جوزجان جو بلخ کے پاس واقع ہے، آپ کا مولد اور وطن تھا۔ آپ کی تصنیفات سے کتاب الفرق والتمیز اور کتاب التوبہ یادگار ہیں۔

حدیقۂ چہارم

چوتھی صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں

محمد بن سلام بلخی

محمد بن سلام بلخی[2] : فقیہ فاضل عالم متبحر ابی حفص کبیر کے معاصرین میں سے صاحب طبقہ عالیہ تھے، ابو نصر کنیت تھی، اکثر فتاوے آپ کے نام سے پُر ہیں جن میں کہیں نام اور کہیں کنیت سے آپ مذکور ہوئے ہیں۔ وفات آپ کی ٣٠٥ھ میں ہوئی۔ آپ کا سالِ وفات لفظ " نورِ بزم " ہے۔

محمد قلانسی

محمد بن خزیمہ بلخی قلانسی : مشائخ بلخ میں سے فقیہ متبحر صاحب اختیارات فی المذہب تھے، کنیت ابو عبد اللہ تھی، قلانس آپ کو اس لئے کہا کرتے تھے کہ آپ قلس یعنی وہ رسی بٹوایا کرتے تھے جن سے کشتیاں باندھی جاتی ہیں۔ وفات آپ کی ٣١٢ھ میں ہوئی۔ " نادر

---

[1] ابو علی رازی [2] محمد بن محمد بن سلام " جواہر المضیۃ " (مرتب)

جہان" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ابوسعید بردعی

احمد بن حسین بردعی : فقہائے کبار اور مشائخ نامدار میں سے بڑے عالم فاضل امامِ وقت مجتہدِ عصر تھے اور شہر بردع میں جو آذر بائیجان متعلقہ حد غربی ایران میں ہے، رہتے تھے، کنیت آپ کی ابوسعید تھی، علم آپ نے اسمٰعیل بن حماد اور ابی علی دقاق سے حاصل کیا اور آپ سے ابوالحسن کرخی اور ابوطاہر دباسی اور ابوعمر والطبری نے تفقہ کیا۔ حافظ الدین نسفی نے کتاب کافی کے باب الیمین فی الطلاق والعتاق میں مسئلہ بردعیہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ آپ (ابوسعید) کہتے ہیں کہ ہم کو یہ مسئلہ نہایت ادق معلوم ہوتا تھا اور بردع میں اس کا حل کرنے والا کوئی عالم و فاضل نظر نہ آتا تھا، ناچار بغداد میں آئے اور قاضی ابوحازم سے اس مسئلہ کو حل کیا اور ہم ان کے پاس چار سال تک ٹھہرے رہے۔ بغداد میں آنے سے پہلے ہم نے جامع کبیر تین یا چار سو دفعہ پڑھی تھی، کفایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ آپ ایک مرتبہ حج کے لئے جمعہ کے روز بغداد میں تشریف لائے، اور بعد نماز جمعہ کے آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ واسطے مناظرہ کے بیٹھے ہیں اور ان میں داؤد ظاہری بھی ہیں، اتنے میں ایک حنفی نے داؤد سے بیع امِ ولد کے باب میں سوال کیا۔ داؤد نے جواب دیا کہ ام ولد کی بیع جائز ہے کیونکہ ہم نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ علوق سے پہلے اس کی بیع جائز ہے پس ایسا اجماع بغیر کسی ایسے ہی دوسرے اجماع کے زائل نہیں ہو سکتا کیونکہ جو بات یقیناً ثابت ہو جائے وہ بغیر کسی ایسے ہی یقین کے مرتفع نہیں ہو سکتی۔

حنفی اس امر میں حیران ہوا کہ کیونکہ داؤد قیاس کو نہیں مانتے تھے اور خبر واحد یقین کا فائدہ نہیں دیتی۔ اس پر آپ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ ہم نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ علوق کے بعد اس کی بیع جائز نہیں، پس یہ اجماع بغیر دوسرے ہم مثل اس اجماع کے دور نہیں ہوتا، داؤد یہ سنکر ساکت ہو گئے۔ آپ نے جب دیکھا کہ داؤد اور ان کے اصحاب فقہ میں ایسے سست ہیں تو آپ مکہ معظمہ کا ارادہ ملتوی کر کے تدریس کے لئے بغداد میں ٹھہر گئے اور داؤد کے اصحاب بغرض استفادہ آپ کے پاس جمع ہوئے یہاں تک کہ ایک رات آپ نے خواب میں یہ سنا کہ کوئی کہتا ہے کہ دولت تو جھاگ کی طرح فوراً دور ہو جاتی ہے لیکن جو فائدہ لوگوں کو پہنچایا جائے، وہ باقی رہتا ہے۔ پس آپ یہ بات سن کر جاگ اٹھے، اتنے میں کسی نے آپ کا دروازہ کھٹکھٹا کر کہا کہ داؤد ظاہری فوت ہو گئے ہیں، اگر آپ کو نماز جنازہ پڑھنی ہے تو آجائیں

کچھ مدت بعد آپ مکہ معظمہ کو تشریف لے گئے اور وہاں عشرۂ اولیٰ ماہِ ذی الحجہ ۳۱۷ھ میں قرامطہ کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ "انوارِ جہاں" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

مکحول النسفی

مکحول بن فضل نسفی: اپنے زمانہ کے امام فاضل فقیہ کامل عارفِ مذہب تھے، فقہ کو موسیٰ بن سلیمان جوزجانی تلمیذ امام محمد سے حاصل کیا اور کتاب لؤلؤیات و کتاب الشعاع تصنیف کیں، آپ ہی نے امامِ ابو حنیفہ سے کتاب شعاع میں یہ روایت کی ہے کہ جو شخص رفع الیدین کرے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن یہ روایت اکثر محققین کے نزدیک شذوذات سے ہے جس پر اعتبار نہیں کیا گیا۔ وفات آپ کی ۳۱۸ھ میں ہوئی۔

احمد طحاوی

احمد بن محمد بن سلامہ بن عبد الملک الازدی الطحاوی: اپنے زمانہ کی فقہ و حدیث میں جلیل القدر عظیم الشان امام ثقہ معتمد تھے۔ مصر میں امامِ ابو حنیفہ کے مذہب کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی حافظ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ آپ ثقہ ثبت فقیہ تھے، یہاں تک کہ آپ جیسا آپ کے بعد کوئی نہیں ہوا۔ انساب میں سمعانی شافعی نے لکھا ہے کہ آپ ایسے امام ثقہ اور فقیہ عقیل تھے کہ آپ جیسا کوئی پیچھے آپ کے نہیں ہوا۔ ابنِ عبد البر سے منقول ہے کہ آپ کوفی المذہب اور جمیع مذاہب علماء کے عالم تھے۔ بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ آپ کی کتاب مختصر اس بات پر دال ہے کہ آپ مجتہد منتسب تھے اور مقلد حنفی نہ تھے۔

امیر کاتب اتقانی نے غایۃ البیان شرح ہدایہ کی کتاب الصوم میں لکھا ہے کہ آپ مؤتمن ہیں، متہم باوجود کثرت علم و اجتہاد و ورع اور معرفت مذاہب وغیرہ میں مقدم ہونے کے اگر آپ کی نسبت کسی کو شک ہو تو آپ کی شرح معانی الآثار دیکھ کر اپنی تسلی کر لے، کیا ہمارے مذہب کے سوا کسی دوسرے مذہب میں آپ کی نظیر مل سکتی ہے؟ نافع الکبیر میں لکھا ہے کہ اگر آپ کو شروع چوتھی صدی کا مجدد امتِ محمدیہ اور مصداق حدیث ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا قرار دیا جائے تو بلحاظ آپ کی شہرت اور رفعت ذکر اور تصانیف مفیدہ کے کچھ بعید نہیں۔

آپ یکشنبہ کی رات ماہِ ربیع الاول ۲۲۹ھ[1] اور بقول بعض ۲۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابو جعفر کنیت تھی۔ ابتداء میں آپ شافعی المذہب تھے اور اپنے ماموں مُزنی شافعی سے پڑھا کرتے تھے

---

[1] بقول ابن جوزی ۲۳۱ھ اور بقول ابن الاثیر ۲۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔ (مرتب)

لیکن چونکہ آپ کو اکثر کتب مذہب حنفیہ کے دیکھنے کا شوق تھا اس لئے آپ کے ماموں نے ایک دن آپ سے خفا ہو کر دفعۃً کہہ دیا کہ بخدا تجھ سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ یہ کلمہ آپ کو نہایت ناگوار گذرا جس سے آپ ناراض ہو کر ابو جعفر احمد بن عمران حنفی کے پاس چلے گئے اور ان سے پڑھنا شروع کیا، پھر ۲۶۸ھ میں شام میں جا کر قاضی القضاۃ ابا حازم عبد الحمید تلمیذ عیسٰی بن ابان سے استفادہ کیا اور حدیث کو ہارون بن سعید ایلی و یونس بن عبد الاعلیٰ و محمد بن عبد الحکم و بحیر بن نصر وغیرہ ایک جم غفیر تلامیذ ابن وہب اور نیز اپنے والد محمد بن سلام وغیرہ مصریوں سے سُنا اور روایت کیا اور آپ سے احمد بن قاسم خشاب و ابو بکر مقری و طبرانی اور محمد بن بکر بن مطروح وغیرہ محدثین نے روایت کی، اور ابو بکر بن محمد بن منصور دامغانی وغیرہ نے تفقہ کیا۔

فتاوٰے برہنہ میں آپ کے انتقالِ مذہب کا سبب یہ لکھا ہے کہ آپ ایک دن اپنے ماموں سے پڑھ رہے تھے کہ آپ کے سبق میں یہ مسئلہ آیا کہ اگر کوئی حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو برخلاف مذہب امام ابو حنیفہ کے امام شافعی کے نزدیک عورت کا پیٹ چیر کر بچہ نکالنا جائز نہیں۔ آپ اس مسئلہ کے پڑھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اس شخص کی ہرگز پیروی نہیں کرتا جو مجھ جیسے آدمی کی ہلاکت کی کچھ پروا نہ کرے کیونکہ آپ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ فوت ہو گئی تھیں اور آپ پیٹ چیر کر نکالے گئے تھے۔ یہ حال دیکھ کر آپ کے ماموں نے آپ سے کہا کہ خدا کی قسم تو ہرگز فقیہ نہیں ہوگا۔ پس جب آپ خدا کے فضل سے فقہ و حدیث میں امامِ بے عدیل اور فاضلِ بے مثیل ہوئے تو اکثر کہا کرتے تھے کہ میرے ماموں پر خدا کی رحمت نازل ہو اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنے مذہب شافعی کے بموجب ضرور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔

ابو یعلیٰ خلیلی نے اپنی کتاب ارشاد میں لکھا ہے کہ محمد بن احمد شروطی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے کس لئے اپنے ماموں کا مذہب شافعی چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھا کرتا تھا کہ وہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور فائدہ اٹھاتے تھے۔ وفات آپ کی غرۂ ذیقعد ۳۲۱ھ میں ہوئی۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:-

معانی الآثار، مشکل الآثار، احکام القرآن، مختصر فقہ، (اس پر بہت سے علماء نے شرحیں لکھی ہیں) شرح جامع کبیر، شرح جامع صغیر، کتاب شروط الکبیر، کتاب شروط الاوسط، کتاب السجلات، کتاب الوصایا، کتاب الفرائض، تاریخ کبیر، کتاب مناقب امام ابی حنیفہ، کتاب نوادر الفقہیہ،

کتاب نوادر الحکایات (کچھ اوپر بیس جزو)، کتاب اختلاف الروایات علیٰ مذہب الکوفیین۔ کتاب مختصر صغیر، کتاب مختصر کبیر، کتاب الرد علیٰ ابی عبید فی ما اخطأ فی اختلاف النسب، کتاب الرد علیٰ عیسےٰ بن ابان۔ کتاب حکم اراضی مکہ، کتاب قسم الفیئ والغنائم وغیر ذلک،

طحاوی طحا کی طرف منسوب ہے جو ملک مصر میں ایک قصبہ ہے اور ازد قبائل یمن میں سے ایک قبیلہ کا نام ہے "نور دنیا" اور "فقیہ بے عدیل" آپ کی تاریخ وفات ہیں۔

اسحٰق شاشی

اسحٰق بن ابراہیم الشاشی السمرقندی الخطیبی : اپنے زمانہ کے عالم فاضل شیخ ثقہ تھے مولد آپ کا شہر شاش تھا جو نہر سیحون کے پاس سرحدات ترک پر واقع ہے۔ کنیت ابو ابراہیم تھی آپ نے امام محمد کی جامع کبیر کو زید بن اسامہ راوی ابی سلیمان جوزجانی سے روایت کیا اور ۳۲۵ھ میں وفات پائی۔

احمد سرخکی

احمد بن عبد الرحمٰن سرخکی : فقیہ اجل عالم اکمل تھے۔ کنیت ابو حامد تھی، قصبہ سرخک میں جو نیشاپور کے پاس واقع ہے، رہا کرتے تھے۔ آپ نے ابا ازہر العبدی اور محمد بن یزید سلمی سے سنا اور محمد بن یزید سے حفص بن عبد الرحمٰن کی کتابوں کو روایت کیا اور آپ سے ابو العباس احمد بن ہارون نے روایت کی، وفات آپ کی ماہ رمضان ۳۲۶ھ[1] میں ہوئی۔

احمد بن ولاد نحوی

احمد بن محمد بن ولاد نحوی : ابو العباس کنیت تھی، فقیہ فاضل جامع معقول و منقول اور نحوی تھے، سیبویہ کی مبرد پر کتاب انتصار اور کتاب المقصود و الممدود بطور حروف معجم تصنیف کیں، ۳۳۲ھ میں وفات پائی۔

ابو بکر الاسکاف

محمد بن احمد ابو بکر الاسکاف البلخی : اپنے وقت کے امام اور فقیہ جلیل القدر تھے۔ فقہ کو آپ نے محمد بن سلمہ تلمیذ ابی سلیمان جوزجانی سے پڑھا اور آپ سے ابو بکر اعمش محمد بن سعید متوفی ۳۴۸ھ اور ابو جعفر ہندوانی نے تفقہ کیا۔ وفات آپ کی ۳۳۳ھ میں ہوئی۔ نفحات الانس میں لکھا ہے کہ آپ تیس سال سے روزمرہ روزہ رکھا کرتے تھے، جب نزع کا وقت آیا تو لوگ پانی سے پنبہ تر کر کے آپ کے منہ کے آگے لے گئے مگر آپ نے اس کو پھینک دیا اور روزے سے

---

[1] وفات ۳۱۶ھ "جواہر المضیئہ" (مرتب)

انتقال کیا۔ آپ کا سالِ وفات لفظِ "نور آگین" ہے۔

احمد عیاضی

احمد بن عباس بن حسین بن عیاض سمرقندی : بڑے فقیہ اور عالم فاضل تھے، علمائے ہمعصر میں سے کسی کی یہ جرأت نہ تھی کہ علم و کیاست اور تیزی طبع و پرہیزگاری میں آپ سے ہمسری کرسکتا۔ ابونصر کنیت تھی۔ آپ کی نسل سعد بن عبادہ انصاری خزرجی صحابی سے ملتی ہے اور عیاض آپ کے اجداد میں سے کسی کا نام ہے جس کی طرف آپ منسوب ہیں۔

آپ سمرقند میں رہتے تھے، فقہ آپ نے ابی بکر احمد بن اسحٰق جوزجانی تلمیذ ابی سلیمان موسےٰ جوزجانی سے اور آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں ابو احمد نصر عیاضی اور ابو بکر محمد عیاضی اور جماعتِ کثیرہ نے استفادہ کیا۔ آپ کے چالیس سے زیادہ اصحاب تھے جو آپ کے حکم سے ہر جمعہ کو مع جملہ مشائخ و علماء و قاریوں کے بہ ہیئت مجموعی بازاروں وغیرہ میں گشت کیا کرتے تھے، کسی نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب خلقت ان کو مجتمع دیکھے گی تو مارے خوف کے سلطان ظلم اور اہلِ بدعت برائی سے پرہیز کریں گے۔

وفات آپ کی اس طرح پر وقوع میں آئی کہ آپ اپنے بیٹے ابو احمد نصر کو جو ابھی مراہق تھے، ہمراہ لے کر کافروں کے ساتھ لڑائی کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ جب شہر اسبیجاب سے جو اہلِ اسلام کی حد تھی، آگے بڑھے تو کفار نے پکڑ کر آپ کو قتل کر دیا۔

امام ماتریدی

محمد بن محمد بن محمود ماتریدی : مشائخ کبار میں سے بڑے محقق و مدقق، متکلمین کے امام اور عقائد مسلمین کے مصحح عابد زاہد متحمل صاحبِ کرامات تھے۔ آپ کے زمانہ میں ریاست مذہب امام ابوحنیفہ کی آپ پر منتہی ہوئی۔ ابو منصور کنیت تھی۔ فقہ ابی بکر احمد جوزجانی تلمیذ ابو سلیمان جوزجانی سے حاصل کی اور آپ سے حکیم قاضی اسحٰق بن محمد سمرقندی اور علی رستغفنی اور ابو محمد عبدالکریم بن موسیٰ بزدوی نے تفقہ کیا، آپ نے تصانیفِ جلیلہ تصنیف کیں اور اہلِ عقائد باطلہ کے اقوال کا ذبہ کو رد کیا، چنانچہ کتاب التوحید، کتاب المقالات، کتاب اوہام المعتزلہ، کتاب رد الاصول الخمسہ ابی محمد باہلی، کتاب رد الامامۃ لبعض روافض۔ کتاب رد قرامطہ، کتاب ماخذ الشرائع (فقہ میں) کتاب الجدل، (اصولِ فقہ میں) آپ کی تصنیفات سے مشہور ہیں، علاوہ ان کے کتاب تاویلات[1] القرآن ایسی تصنیف کی کہ اپنا نظیر نہیں رکھتی بلکہ اس فن میں جو تصانیف پہلے ہو چکی ہیں، کوئی اس کی برابری نہیں کر سکتی۔

---

[1] قرآن پاک کی اس معرکۃ الآراء تفسیر کا نام "تاویلات اہل السنۃ" ہے چند سال قبل مصر سے شائع ہو چکی ہے اس میں سے سورہ فاتحہ کا اردو ترجمہ ۱۹۷ء میں اسلام آباد سے شائع ہو گیا ہے۔ (مرتب)

کہتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں ایک بادشاہ بڑا ظالم تھا اور مخلوقات اس سے نہایت تنگ تھی یہاں تک کہ زمینداروں کا ایک گروہ اس کے ہاتھ سے تنگ ہو کر واسطے شکایت کے آپ کے پاس آیا۔ آپ اس وقت گھر میں نہ تھے، آپ کی عورت نہایت بد خلق تھی، وہ زمینداروں کو مہمان سمجھ کر نہایت سختی سے پیش آئی، زمیندار یہ معلوم کر کے کہ آپ باغ میں ہیں، باغ میں پہنچے، دیکھا کہ آپ کسّی سے باغ کی زمین درست کر رہے ہیں، آپ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ شاید آپ کو ہمارے گھر کے کتّے نے کاٹا ہوگا۔ پھر آپ باغ میں گئے اور وہاں سے زرد آلو کا طبق بھر لائے اور زمینداروں کے آگے رکھ دیا چونکہ موسم سرما کا تھا، زمیندار غیر موسم میں زرد آلو دیکھ کر حیران ہو گئے اور آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے کوئی گناہ نہیں کیا اس لئے جو چیز اس کے ذریعہ سے چاہتا ہوں وہ حاصل ہو جاتی ہے، پھر آپ نے گھاس سے کمان اور تنکے سے تیر بنا کر اس ظالم بادشاہ کی طرف پھینکا، زمینداروں نے وہ تاریخ لکھ لی، پیچھے ثابت ہوا کہ وہ بادشاہ اسی روز مقتول ہوا۔ پھر آپ کچھ تازہ شلغم اٹھا کر مہمانوں کی ضیافت کے لئے گھر میں تشریف لائے، آپ سے عورت نہایت سختی کے ساتھ پیش آئی، آخر جب اس نے دیکھا کہ آپ ناچار ہیں تو آپ کو کہا کہ آگ روشن کرو۔ پس آپ آگ روشن کرنے لگے۔ چونکہ ہوا بڑی تیز تھی، آگ روشن نہ ہوئی، عورت نے غصہ میں آکر چھ سات لاتیں آپ کو ماریں چنانچہ ہر لات کے ساتھ حجاب مرتفع ہوتا گیا، آپ نے فرمایا کہ اگر ایک لات اور مارتی تو تمام حجاب مرتفع ہو جاتا، سو کہتے ہیں کہ باقیماندہ حجاب کچھ دیر میں بعد سخت مجاہدہ کے مرتفع ہوا، وفات آپ کی ۳۳۳ھ میں ہوئی اور سمرقند میں دفن کیے گئے۔

کہتے ہیں کہ جس روز آپ کا انتقال ہوا اس روز ستر دفعہ آپ کو قضائے حاجت ہوئی، آپ ہر دفعہ وضو کرتے تھے، لوگوں نے کہا کہ آپ ایسی تکلیف مالا یطاق اپنے اوپر کیوں گوارا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ آج میری وفات کا دن ہے، پس میں نہیں چاہتا کہ بے وضو دنیا سے انتقال کروں کیونکہ رسول خدا کا قول ہے کہ جو شخص وضو دار ہوتا ہے وہ مومن ہے اور بے وضو منافق ہے، پس میں اس وعدہ کی امید اور اس وعید کے خوف سے وضو کرتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ بعد وفات کے آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ سبز براق آپ کے سامنے کھڑے ہیں اور آپ کبھی ایک کبھی دوسرے پر سوار ہوتے ہیں اس نے پوچھا، آپ نے فرمایا کہ یہ جزاء اس طہارت کی ہے جو میں نے کل کے روز کی تھی اور ہر ایک طہارت کے بدلے مجھ کو ایک ایک براق ملا ہے، ابھی دیگر اعمال کی جزاء مجھے نہیں ملی۔ ماترید، سمرقند میں ایک محلہ کا نام ہے جس میں آپ رہا کرتے

تھے، بعض کہتے ہیں کہ سمر قند کے شہروں میں سے مازید بھی ایک شہر کا نام ہے۔ "داورِ دیں پناہ" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حاکم شہید

محمد بن محمد بن احمد بن عبد اللہ بن عبد المجید بن اسمٰعیل بن حاکم مروزی بلخی الشہیر بہ حاکم الشہید : ابو الفضل کنیت تھی۔ حافظ احادیث رسول اللہ اور اپنے وقت کے امام فاضل فقیہ متبحر صاحبِ تصانیفِ عالیہ تھے، ساٹھ ہزار حدیث آپ کو نوکِ زباں یاد تھیں، پہلے بخارا کے قاضی مقرر ہوئے، پھر امیرِ خراسان نے اپنی وزارت آپ کو دی لیکن اسم وزارت سے کراہیت کرتے تھے، آپ نے حدیث کو مرو میں محمد بن حمدویہ شاگرد امام احمد بن حنبل اور محمد بن عصام اور رَے میں ابراہیم بن یوسف اور بغداد میں ہیثم بن خلف اور کوفہ میں ابی العباس بجلی اور مکہ میں مفضل بن محمد اور مصر میں احمد بن سلیمان مصری اور بخارا میں محمد بن سعید نوحا بازی اور ان کے طبقہ سے سماعت کیا اور آپ سے ابا عبد اللہ حاکم صاحب مستدرک نے تلمذ کیا اور ائمہ و حفاظ خراسان نے حدیث سماعت کی۔ کتاب منتقی اور کافی اور مختصر تصنیف کیں چنانچہ کافی اور منتقی تو بعد کتب امام محمد کے اصول مذاہب کی اصل ہیں لیکن کتاب منتقیٰ اس زمانہ میں نایاب ہے۔

جب آپ بخارا کے قاضی تھے تو ہر روز امیر حمید کے پاس جاتے اور اس کو فقہ پڑھاتے تھے۔ جب وزارت کے عہدے پر مقرر ہوئے تو کل امورات و مہمات آپ کو تفویض کی گئیں۔ آپ ہر نماز کے بعد خدا سے دعا مانگا کرتے تھے کہ مجھ کو شہادت نصیب ہو یہاں تک کہ جس رات کی صبح کو آپ شہید ہوئے۔ آپ نے بڑا شور و غوغا اور ہتھیاروں کی آواز سن کر پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے لوگوں نے کہا کہ لشکر اکٹھا ہوا ہے اور آپ پر ایک گناہ کا الزام دیتا ہے جو ان میں سے ازرق چشموں نے آپ پر باندھا ہے۔ آپ نے کہا کہ اے بارِ خدایا بخش دے، پھر نائی کو بلوا کر سر منڈوایا اور غسل کیا اور اچھے کپڑے پہن کر صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ اس عرصہ میں گو بادشاہ نے لشکر مذکور کی ممانعت کے لئے اپنا لشکر بھیجا مگر اس نے غلبہ پا کر ماہِ ربیع الآخر ۳۳۴ھ میں بحالت سجدہ آپ کو شہید کر دیا۔ اتحاف النبلاء میں آپ کی شہادت کی یہ وجہ لکھی ہے کہ آپ نے امام محمد کی مبسوط اور جامع صغیر و کبیر کو بحذف مکرر و مطول اپنی کتاب کافی میں جمع کیا تھا اس لئے امام محمد نے خواب میں آپ کو کہا کہ آپ نے میری کتابوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟ آپ نے کہا کہ میں نے فقہا کو کسلمند دیکھا تھا، اس لئے ذکر مکرر و مطول کو حذف کر دیا، اس پر امام محمد نے غصہ ہو کر کہا کہ جلیا تم نے میری کتابوں کو

قطع کیا ہے خدا تمہیں بھی قطع کرے، پس ایسا ہی ہوا کہ شہر مرو میں لشکر نے آپ کو قتل کر ادر دو پارہ کر کے درخت پر لٹکا دیا۔ "علامہ فصیح" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

احمد صفار بلخی

احمد بن عصمۃ صفار بلخی: اپنے عہد کے امام کبیر فاضل بے نظیر تھے، دور دور سے لوگ واسطے استفادہ کے آیا کرتے تھے، ابو القاسم کنیت تھی اور کانسی کے برتنوں کی تجارت کرتے تھے، شاگرد آپ کے آپ کی دوکان ہی میں آپ سے پڑھا کرتے تھے اور جب کوئی خریدار آتا تو آپ ہی بذاتِ خود اٹھ کر برتن دکھاتے اور شاگردوں سے ہرگز امداد نہ لیتے۔ علوم آپ نے نصیر بن یحییٰ شاگرد محمد بن سماعہ سے جو امام ابو یوسف کے شاگرد تھے، حاصل کئے اور آپ سے ابو حامد احمد بن حسین مروزی نے تفقہ کیا اور ۳۳۶ھ[1] میں وفات پائی۔ "فقیہِ عالم" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

احمد بن سہل

احمد بن سہل بلخی: بڑے عالم فاضل اور نزیلِ سمرقند تھے۔ ابو حامد کنیت تھی۔ آپ نے ابی سلیم محمد بن فضل بلخی اور ابی عبد اللہ محمد بن اسلم قاضی سمرقند سے روایت کی اور آپ سے آپ کے پوتے عبد اللہ بن محمد فقیہ سمرقندی نے روایت کی، وفات آپ کی ۳۴۰ھ میں ہوئی۔

امام کرخی

عبید اللہ بن حسین بن دلال بن دلہم کرخی: اپنے زمانہ کے امام عالم فقیہ فاضل شیخ ثقہ طبقہ مجتہدین فی المسائل میں سے نزیلِ بغداد تھے، بعد ابی خازم اور ابو سعید بردعی کے ریاست مذہب کی آپ پر منتہی ہوئی، علاوہ فضیلت علم کے آپ بڑے صاحب قدر، عابد، قانع، زاہد، متورع، کثیر الصوم والصلوٰۃ تھے۔ ابو الحسن کنیت تھی، ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے، فقہ کو ابو سعید بردعی تلمیذ اسمٰعیل بن حماد سے اخذ کیا اور حدیث کو اسمٰعیل بن قاضی اسحٰق اور محمد بن عبد اللہ حضرمی سے سنا اور روایت کیا اور آپ سے ابو حفص بن شاہین وغیرہ محدثوں نے روایت کی، اور آپ کے تلامذہ میں سے مثل ابو بکر الرازی احمد جصاص و ابو علی احمد بن محمد الشاشی و ابو حامد احمد الطبری و ابو القاسم علی التنوخی و ابو عبد اللہ الدامغانی اور ابو الحسن قدوری وغیرہم کے بہت سے ائمہ دین ہوئے۔ آپ کی عادت تھی کہ خود جا کر بازار سے سودا خرید کرتے اور اس دوکاندار سے لیتے جو آپ کو نہ جانتا اور اس سے غرض یہ تھی کہ اگر کسی واقف کار سے خریدا تو وہ ضرور رعایت کرے گا۔

---

[1] بقول سمعانی لیعر ۸۰ سال ۳۳۶ھ میں وفات پائی (مرتب)

آپ کی تصنیفات میں سے کتاب مختصر و کتاب شرح جامع صغیر اور کتاب شرح جامع کبیر وغیرہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب آپ کو اخیر عمر میں فالج ہو گیا تو آپ کے اصحاب نے سیف الدولہ بن حمدان کو آپ کے معالجہ کے اخراجات کے لئے لکھا، جب آپ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ رونے لگے اور خدا سے دعا مانگی کہ الٰہا! میرا رزق اس جگہ کے سوا کہ جہاں پھر مجھ کو لے جائے، اور کہیں سے نصیب نہ کر۔ پس سیف الدولہ کا صلہ جو اس نے دس ہزار درم کا بھیجا تھا، ابھی پہنچنے نہیں پایا تھا کہ ۱۵ شعبان ۳۴۰ھ کی رات میں فوت ہو گئے۔ کرخی، شہر کرخ کی طرف منسوب ہے جو عراق کے علاقہ میں واقع ہے۔ "فقیہ یگانۂ جہاں" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حارثی

عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث سبذمونی المعروف بہ استاذ: اپنے زمانہ کے امام فاضل محدث کثیر الحدیث فقیہ بے نظیر مرجع فقہائے حنفیہ تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے رسالہ انتباہ میں آپ کو اصحاب وجوہ میں سے جن کا درجہ مجتہد منتسب اور مجتہد مذہب کے درمیان میں ہے، شمار کیا ہے۔ ماہ ربیع الآخر ۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور شہر مون میں جو بخارا سے نصف فرسنگ کے فاصلہ پر ہے، رہتے تھے، خراسان و عراق اور حجاز میں سفر کر کے وہاں کے علماء و فضلاء سے استفادہ کیا چنانچہ فقہ تو ابی عبد اللہ بن ابی حفص کبیر وغیرہ سے حاصل کی اور حدیث کو محمد بن فضل بلخی اور فضل بن محمد اور حسین بن فضل بلخی اور محمد بن یزید کلاباذی اور عبد اللہ بن واصل اور سہل بن متوکل اور علی بن حسین بن جنید الرازی اور حافظ موسےٰ بن ہارون وغیرہ سے سُنا اور روایت کیا اور آپ سے ابن مندہ نے کثرت سے روایت کی لیکن بعض محدثین نے آپ کو نقل روایت میں ضعیف بتلایا ہے۔ آپ نے کتاب کشف الآثار الشریفہ فی مناقب ابی حنیفہ اور مسند ابی حنیفہ تالیف کی۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جب آپ نے امام ابو حنیفہ کے مناقب کو تالیف کیا تو اس وقت آپ کی مجلس املاء میں چار سو مستملی حاضر رہتے تھے۔ وفات آپ کی ماہ شوال ۳۴۰ھ میں ہوئی۔ "عالمِ زینِ اسلام" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

احمد طبری

احمد بن محمد بن عبد الرحمٰن[1] طبری: بغداد کے فقہاء کبار میں سے تھے۔ کنیت ابو عمرو تھی، فقہ آپ نے ابی سعید بردعی سے حاصل کی اور امام ابی الحسن کرخی کے زمانہ میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ علی قاری نے طبقاتِ حنفیہ میں لکھا ہے کہ آپ امام ابی جعفر طحاوی اور ابی الحسن

---

[1] ابن داکا کے نام سے مشہور تھے (مرتب)

کرخی کے طبقہ میں سے تھے۔ آپ نے امام محمد کی جامع صغیر و جامع کبیر کی شرحیں لکھیں اور سنہ ۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ طبری طبرستان کی طرف منسوب ہے جو بلادِ عجم میں خراسان کے پاس ایک ملک کا نام ہے۔

اسحٰق حکیم سمرقندی

اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن زید الحکیم السمرقندی : بسبب کثرت حکمت و موعظت کے آپ حکیم کے لقب سے ملقب ہوئے۔ کنیت ابو القاسم تھی۔ سمعانی نے لکھا ہے کہ آپ بڑے نیکوکار بندوں میں سے حکمت و حسن المعاشرت میں ضرب المثل تھے اور اخلاقِ حمیدہ و افعالِ پسندیدہ کے سبب مشرق سے مغرب تک مشہور ہوئے۔ فقہ و علمِ کلام کو آپ نے ابی منصور ماتریدی سے اخذ کیا اور ابابکر وراق اور دیگر مشائخ کی مصاحبت کی اور ان سے تصوف کا علم حاصل کیا۔ مدت تک سمرقند کی دار القضاء کے متولی رہے اور عشرہ محرم الحرام سنہ ۳۴۲ھ میں وفات پائی۔ صاحبِ مناہج لکھتے ہیں کہ شہر سمرقند شمرکند کا معرب ہے جس کو ایک بادشاہ شمر نام نے ویران کیا تھا پھر اس کو سلطان سکندر نے آباد کرایا۔ "عالمِ عاقل" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

علی تنوخی

علی بن محمد بن داؤد بن ابراہیم تنوخی : امام کرخی کے اصحاب میں سے بڑے ذکی عالم اور عارف علم کلام و نحو اور شعر و عربی میں مقدم اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کے دقائق میں خوب ماہر اور علم لغت و ہیئت و عروض و ادب میں استاذِ کامل تھے۔ حافظہ کا یہ حال تھا کہ آپ نے ایک دن رات میں سات سو شعر یاد کر لئے تھے اور سوائے قصائد شعرای جاہلیین و مخضرین اور محدثین کے سات سو قصائد آپ کو باہر کے لوگوں کے یاد تھے۔ آپ مدت تک اہواز و واسطہ و کوفہ و حمص کے قاضی رہے اور سنہ ۳۴۲ھ میں وفات پائی۔ تنوخی تنوخ کی طرف منسوب ہے جو ان چند قبائل کا نام ہے جو شہر بحرین واقع اقلیم دوم میں رہتے ہیں، کنیت آپ کی ابو القاسم تھی، "ماہِ منور" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

احمد طواویسی

احمد بن محمد بن حامد طواویسی : فقیہ فاضل پرہیزگار کامل زاہد ثقہ اور نیکوکار بندوں میں سے تھے، کنیت ابو بکر تھی۔ ابو سعید ادریسی نے اپنی کتاب کمال میں آپ کی بڑی تعریف لکھی ہے۔ علوم آپ نے محمد بن نصر مروزی اور محمد بن فضل بلخی سے پڑھے اور انہیں سے روایت کی، سمرقند میں سنہ ۳۴۴ھ میں حمام کے اندر فوت ہوئے۔ طواویسی طرف طواویس کے منسوب ہے، جو بخارا سے آٹھ فرسنگ کے فاصلہ پر، ایک شہر کا نام ہے۔

ابو علی شاشی

احمد بن محمد بن اسحٰق شاشی : ابو علی کنیت تھی ، شہر شاش میں جس کو اب تاشقند کہتے ہیں، پیدا ہوئے اور بغداد میں آکر امام ابی الحسن کرخی سے فقہ پڑھی اور ایسے عالم فاضل تھے کہ امام کرخی آپ کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پاس ابو علی سے کوئی زیادہ حافظ نہیں آیا اس لئے جب امام کرخی فالج کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے ابو بکر دامغانی کو تو فتویٰ دینے کا کام سپرد کیا اور آپ کو تدریس کی خدمت پر مامور کیا ۔ قاضی ابو محمد نعمان کہتے ہیں کہ میں آپ کی مجلس املا میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس ابو جعفر ہندوانی آئے اور سلام کرکے بیٹھ گئے ، پھر انہوں نے مسائل اصولیہ میں امتحان لیا سو آپ ان میں ماہر کامل نکلے ، پھر آپ نے ابو جعفر کا مسائل نوادر میں امتحان لینا شروع کیا مگر وہ اچھی طرح بیان نہ کرسکے اور آپ سے کہا کہ میں آپ کی زیارت کرنے آیا ہوں ، کچھ بحث کے لئے نہیں آیا لیکن دل میں ابو بکر کو بڑی غیرت آئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے کتاب نوادر کو خوب یاد کرلیا ۔ وفات آپ کی ۳۴۴ھ میں واقع ہوئی ۔ " فہیم دہر " آپ کی تاریخِ وفات ہے ۔

ابراہیم عزری

ابراہیم بن حسین[1] عزری : ابو اسحٰق کنیت تھی ۔ فقیہ فاضل محدث ثقہ تھے ، ابا سعید عبد الرحمٰن بن حسن وغیرہ محدثین سے حدیث کو سماعت کیا اور آپ سے ابو عبد اللہ حاکم صاحب مستدرک نے روایت کی اور ۳۴۴ھ میں وفات پائی ، عزری عزرہ کی طرف منسوب ہے جو شہر نیشاپور میں ایک محلہ کا نام ہے ۔ " بدر عالم " آپ کی تاریخ وفات ہے ۔

علی بن امام طحاوی

علی بن ابو جعفر طحاوی : بڑے فقیہ محدث ، عالم فاضل ، جامع فروع و اصول اور امام طحاوی کے خلفِ ارشد تھے ، کنیت ابو الحسن تھی ، بڑے بڑے محدثین مثل ابی عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی وغیرہ سے حدیث کو سماعت کیا اور روایت کی اور ماہِ ربیع الاول ۳۵۱ھ میں وفات پائی ۔ " سالارِ جہاں " آپ کی تاریخِ وفات ہے ۔

قاضی الحرمین

احمد بن محمد بن عبد اللہ نیشاپوری المعروف بہ قاضی الحرمین : اپنے زمانہ کے امام

---

[1] ابو الحسن ابراہیم بن حسن " جواہر المضیئہ " (مرتب)

فاضل فقیہ، کامل متفق علیہ شیخ حنفیہ تھے۔ کنیت ابوالحسن تھی، علوم قاضی ابی طاہر محمد دباس شاگرد ابی خازم تلمیذ عیسےٰ بن ابان اور نیز امام کرخی سے حاصل کئے۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے کہ آپ نیشاپور سے کچھ اوپر چالیس سال غیر حاضر رہے اور اس عرصہ میں آپ نے موصل و رملہ اور حرمین کی قضا کی اور صرف حرمین میں تقریباً دس برس تک ٹھہرے رہے پھر نیشاپور میں آئے اور ۳۵۱ھ میں وفات پائی۔

علی قاری نے طبقاتِ حنفیہ میں لکھا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ میں ایک دن علی بن عیسےٰ وزیر کی مجلس مناظرہ میں گیا۔ اتنے میں ایک ترک کی عورت فریاد کرتی ہوئی آئی۔ وزیر نے اس کو کہا کہ کل کو آنا کیونکہ آج مناظرہ کا دن ہے۔ اس پر وہ چلی گئی اور فقہاء حنفی و شافعی آنے شروع ہوئے جب سب آ چکے تو وزیر نے کہا کہ آج ہم مسئلہ توریث ذوی الارحام میں ہی گفتگو کرتے ہیں پس میں نے مسئلہ مذکورہ میں بعض فقہاء شافعیہ کے ساتھ گفتگو کی۔ اخیر میں مجھ کو وزیر نے کہا کہ تم اس مسئلہ کو لکھ کر کل صبح میرے پاس لاؤ، پس میں نے ایسا ہی کیا اور دوسرے روز وہ مسئلہ لکھا ہوا وزیر کو دے کر چلا آیا، تھوڑی دیر کے بعد پھر وزیر نے مجھ کو بلا کر کہا کہ میں نے تمہارا مسئلہ خلیفہ کو دکھایا تھا، اس نے دیکھ کر آپ کی نسبت یہ کہا ہے کہ اگر آپ کی ہمارے نزدیک اس قدر عزت و حرمت نہ ہوتی تو ابھی میں آپ کو مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں سے کسی ایک جگہ کا قاضی مقرر کرتا لیکن چونکہ آپ ایسے صاحبِ لیاقت و حرمت ہیں کہ میری عملداری میں آپ سے زیادہ کوئی عالم اجل نہیں اس لیے میں آپ کو حرمین کا قاضی بناتا ہوں۔ پس مجھ کو حرمین کی قضاء کا عہدہ مل گیا۔ "صاحبِ عقلِ کل" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ابنِ فقیہ

محمد بن حسن المعروف[۱] بہ ابنِ فقیہ ۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے، کنیت ابوعبداللہ تھی، امام کرخی سے تفقہ کیا اور فقہ وغیرہ علوم میں مبلغ عظیم کو پہنچے یہاں تک کہ تنوخی نے کہا ہے کہ میں نے دین و علم و فقہ و عمل و اجتہاد و ورع و کثرتِ صلوٰۃ میں کوئی آپ سے زیادہ نہیں دیکھا اور جب تک میں آپ کی مصاحبت میں رہا ہوں، رات و دن میں نے آپ کو نماز و قرآن اور تدریسِ علم میں مشغول دیکھا ہے، وفات آپ کی ۳۵۹ھ میں ہوئی۔ "نائب رسول" آپکی تاریخ وفات ہے۔

حسن بن علی

حسن بن علی بن ابوجعفر طحاوی : آپ امام طحاوی کے پوتے تھے، علم و فضیلت میں

[۱] محمد بن حسن بن ابی قاسم بن حسن بن علی بن عبد الرحمن المعروف بشجری ابن القاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب" جواہر المضیۃ" (مرتب)

یگانۂ زمانہ تھے، کنیت ابو علی تھی۔ وفات آپ کی ماہ ربیع الآخر سنہ ۳۶۰ھ میں ہوئی۔

محمد بن سہل

محمد بن سہل المعروف بہ تاجر: اپنے زمانہ کے امام کبیر فقیہ بے نظیر تھے، کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ مدت تک ابی العباس احمد بن ہارون فقیہ حنفی حاکم مرزی متوفی سنہ ۳۴۹ھ کی مجالس میں بیٹھے اور ان سے استفادہ کرتے رہے۔ وفات آپ کی سنہ ۳۶۰ھ میں ہوئی۔

محمد بن جعفر

محمد بن جعفر بن طرخان استرآبادی: بڑے عالم فاضل فقیہ متبحر ثقہ فی الروایۃ تھے، کنیت ابو بکر تھی، آپ کے والد ماجد ابو جعفر بھی فقہائے اَجِلّہ میں سے ثقہ فی الحدیث تھے جنہوں نے علمِ حدیث میں تصانیف بھی کیں۔ وفات آپ کی سنہ ۳۶۰ھ کے بعد وقوع میں آئی۔

محمد بن احمد عیاضی

محمد بن احمد عباس[1] بن حسین عیاضی: سمرقند میں فقیہ جلیل القدر اپنے شہر کے رؤسائے عظیم الشان میں سے تھے، باوجود حافظ علوم دینیہ اور عارف فنون مذہبیہ ہونے کے علوم حساب و زیچ و عمل اشکال اقلیدس کے استادِ زمانہ تھے۔ کنیت ابو بکر تھی۔ فقہ آپ نے ابی احمد محمد بن فقیہ اور ابو سلمہ اور صاحب کتاب جمل اصول الدین سے پڑھی اور آپ سے ایک جم غفیر نے اخذ کیا۔ ضمیری کہتے ہیں کہ اسمٰعیل زاہد نے مجھ سے کہا کہ میں نے ایک دن ابا بکر محمد بن فضل کو دیکھا کہ وہ ایک جزو مشکلات کتب کا آپ کے پاس لایا اور آپ نے ایک گھڑی میں اس کو لکھ لیا۔ اس پر میں نے کہا کہ فضل خدا کی طرف سے ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ آپ جیسا روئے زمین پر اور کوئی شخص نہ ہوگا۔

ایک دفعہ آپ کو عضد الدولہ نے ایک گروہ فقہاء کے ساتھ سفیر بنا کر بخارا کو بھیجا تھا، کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ موسم بہار میں اپنے شاگردوں کے ہمراہ سمرقند سے باہر نکلے اور راستہ میں ایک سپاہی کی حویلی پر آپ کا گزر ہوا، وہاں کیا دیکھا کہ چند نوجوان شراب پی رہے ہیں۔ اس پر آپ نے یہ خیال کر کے کہ انہوں نے مجھ کو دیکھ کر کیوں اپنے پیالوں کو نہیں توڑا اور مجھ سے روپوش نہیں ہوئے ان پر گھوڑا دوڑایا، انہوں نے آگے سے تلواریں کھینچ لیں، آپ واپس بھاگ آئے، پھر نیت خالص کر کے ان کی طرف گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آپ کا رعب و داب دیکھ کر بھاگ گئے۔ وفات آپ کی سنہ ۳۶۱ھ میں ہوئی۔ "نورِ میدان" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

---

[1] محمد بن احمد بن عباس بن حسن بن جبیلہ بن غالب بن جابر بن نوفل بن عیاض بن یحییٰ بن قیس بن سعد بن عبادہ انصاری "جواہر المضیئہ" (مرتب)

محمد میدانی

محمد بن ابراہیم الضریر المیدانی : اپنے وقت کے شیخ کبیر اور عارف مذہب ابوبکر محمد بن احمد عیاضی کے ہمعصروں میں سے تھے، آپ کے زمانہ میں آپ کے مثل اور کوئی کم پایا جاتا تھا۔ وفات آپ کی ۳۶۲ھ میں ہوئی۔

امام ہندوانی

محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بلخی ہندوانی : بلخ میں اپنے زمانہ کے شیخ جلیل القدر، امام کبیر، فقیہ بے نظیر محدثِ عدیم التمثیل صاحب ذکا و زہد و ورع اور موضح مشکلات و معضلات تھے، ابوجعفر کنیت تھی اور بسبب کثرت فقاہت کے ابوحنیفہ صغیر کے لقب سے ملقب تھے، فقہ آپ نے ابی بکر اعمش شاگرد ابی بکر اسکاف تلمیذ محمد بن سلمہ صاحب ابی سلیمان سے حاصل کی اور نیز علی بن احمد فارسی تلمیذ امام نصیر بن یحییٰ سے اخذ کیا اور آپ سے نصر بن محمد ابوالیلیث فقیہ اور جماعت کثیرہ نے تفقہ کیا۔ مدت تک بلخ وماوراء النہر میں تحدیث کرتے اور بڑے بڑے مشکل مسائل کے فتوے دیتے رہے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جب فجر کی نماز پڑھتے تو پہلے گھر میں داخل ہوتے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے جاتے۔ جب آپ کی والدہ ماجدہ نے وفات پائی تب آپ نے گھر میں جانا چھوڑ دیا، لوگوں نے اس کا سبب پوچھا، آپ نے فرمایا میں گھر میں جاکر اپنی والدہ کے قدم چوما کرتا تھا کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے کہ اِنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ چونکہ اب وہ فوت ہوگئی ہیں اس لئے حسب معمول میرا گھر میں جانا فضول ہے۔

روایت ہے کہ جب آپ اپنی والدہ کو کہتے کہ مجھ کو اپنا پاؤں دکھلاؤ کہ میں اس کو چوموں تو وہ کہتی تھیں کہ اے میرے بیٹے اگر تم میری خوشی کے لئے ایسا کام کرتے ہو تو میں بغیر چومانے پاؤں کے خوش ہوں، آپ فرماتے کہ میں یہ کام امتثالاً للامر سبحنہ وتعالیٰ کرتا ہوں جیسا اس نے فرمایا ہے وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا الآیۃ۔ وفات آپ کی ۳۶۲ھ میں ہوئی اور نعش آپ کی بلخ میں لیجاکر دفن کی گئی۔ "سراج زمان" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حسن سیرافی

حسن بن عبداللہ[1] بن المرزبان المعروف بہ القاضی ابوسعید السیرافی النحوی : شہر سیراف میں جو بلادِ فارس سے ہے ۲۷۰ھ سے پہلے پیدا ہوئے۔ معرفت نحو، فقہ لغت، شعر، عروض، قوافی، قرآن۔

---

[1] ان کے دادا ورد داہیلے مجوسی تھے پھر مسلمان ہوگئے (مرتب)

حدیث، کلام، حساب، ہندسہ میں شیخ الشیوخ و امام الائمہ احفظ نظم و نثر تھے اور باوجود اس کے زاہد، عابد، خاشع، متدین، متورع، متقی، عفیف، جمیل الامر، حسن الاخلاق تھے، علم لغت کو ابن درید سے اور نحو کو ابن السراج سے حاصل کیا۔ فقہ کو عمان میں اخذ کیا۔ مدت تک بغداد میں علوم قرآن و نحو و لغت و فقہ و فرائض کا درس دیتے رہے، پچاس سال تک جامع رصافہ میں امام ابو حنیفہ کے مذہب پر فتوے دیا اور کوئی خطا نہ پائی گئی، چالیس سال یا اس سے زیادہ ثقاہت و دیانت و امانت کے ساتھ بغداد میں قضا کرتے رہے اور اپنے ہاتھ کے کسب سے روزی کھاتے تھے اور جب تک دس ورق جن کی اجرت دس درم ہوتی تھی، نہ لکھ لیتے تھے، باہر مجلس میں نہ آتے تھے، ابو علی فارسی اور اس کے اصحاب آپ سے بڑا حسد کرتے تھے اور نیز آپ کے اور ابی الفرج اصبہانی صاحب کتاب آغانی کے میان ہمیشہ نوک ٹوک رہتی تھی۔ آپ نے دن میں خشوع کے ساتھ قرأت قرآن اور رات کو خضوع کے ساتھ قیام کا وظیفہ مقرر کیا تھا اور جب آپ کے پاس کوئی ایسے کلام پڑھے جاتے تھے جس میں موت و بعث وغیرہ کا ذکر ہوتا تھا تو آپ ضرور بے اختیار رو پڑا کرتے تھے اور ایک رات دن مغموم رہا کرتے اور کھانا پینا موقوف ہو جاتا تھا اور جب کسی کو دیکھتے کہ اس کو جلد بڑھاپا آگیا ہے تو اس کو تسلی دیتے۔

کتاب امتاع میں لکھا ہے کہ آپ پراگندہ علم کے اجمع تھے اور مذاہب عرب کو منظم کیا اور ہر ایک بات میں دخل حاصل کیا اور ہر ایک طریق سے اخراج کیا اور خلقت و دین میں جادۂ وسطے کو لازم پکڑا اور حدیث کی بہت روایت کی اور بنہایت درجہ احکام کو پہنچے اور افقہ فی الفتویٰ ہوئے۔ ملوک عدل نے بڑی تعظیم سے آپ کو مراسلے لکھے اور ان میں مسائل فقہ و عربی و لغت کو پوچھا اور مدت تک آپ بغداد میں مقام عسکر میں رہے یہاں تک کہ خلافت طائع میں دوم رجب یوم دوشنبہ ۳۶۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں شرح کتاب سیبویہ ایسی ہے کہ مثل اس کے کوئی تصنیف نہیں ہوئی، "بندۂ ایماندار" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

جصّاص

احمد بن علی بن حسین رازی المعروف بہ جصاص: امام زمانہ، مجتہد وقت، علامۂ عصر، حافظ حدیث، صاحب عفت و دیانت و زہد تھے۔ ۳۰۵ھ کو شہر بغداد میں پیدا ہوئے۔ ابو بکر کنیت تھی، فقہ کو ابو سہل زجاج تلمیذ امام کرخی سے اخذ کیا اور حدیث کو ابا حاتم اور عثمان دارمی اور عبد الباقی بن قانع وغیرہ محدثین سے سنا اور روایت کی یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کی

ریاست آپ پر منتہی ہوئی اور دور دور سے لوگ واسطے استفادہ کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے چنانچہ ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ جرجانی شیخ قدوری والو الحسن محمد بن احمد زعفرانی والو الفرج احمد بن محمد بن عمر المعروف بہ ابن مسلمہ وابو حفص محمد بن احمد نسفی اور ابو الحسن محمد بن محمد کازنی وغیرہ فقہائے بغداد نے آپ سے بڑا فیض حاصل کیا اور ابو علی وابو احمد حاکم نے آپ سے حدیث کو سنا۔ قضاء و خطاب کے لئے آپ کو کہا گیا تھا مگر آپ نے منظور نہ کیا اور تدریس و تعلیم میں مشغول رہنا پسند کیا۔

کہتے ہیں کہ جب آپ مناظرہ کی مجلس میں داخل ہوتے تھے تو آپ کے نفس کی قوت اور حسنِ کلام کے سبب سے مخالفین کو بات تک کی جرأت نہ رہتی تھی۔ چونکہ آپ چونہ بنایا کرتے تھے اور جَصّ چونہ کو کہتے ہیں اس لئے جصاص کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ نے حسبِ ذیل کتابیں تصنیف کیں جو نہایت مفید و عمدہ ہیں، مختصر کرخی، مختصر طحاوی، شرح جامع امام محمد، شرح اسماء الحسنیٰ، کتاب احکام القرآن، کتاب ادب القضاء، کتاب اصولِ فقہ، واقعات فرہ جلیبی۔ علاوہ ان کے بہت سے مسائل پر جو آپ سے استفسار کئے گئے، آپ نے جوابات لکھے۔ بعض علماء نے آپ کو طبقۂ اصحابِ تخریج میں شمار کیا ہے لیکن بعض فضلاء کہتے ہیں کہ آپ کو اصحابِ تخریج میں شمار کرنا سراسر آپ پر ظلم کرنا ہے اور اس سے بالکل آپ کی کسرِ شان ہے کیونکہ اگر آپ کی تصانیف اور تبحر فی العلوم کا خیال کیا جائے تو شمس الائمہ وغیرہ فقہاء جن کو اصحاب مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا گیا ہے، آپ کے آگے بمنزلہ شاگردوں کے ٹھہرتے ہیں پس اس صورت میں آپ کیونکہ طبقہ مجتہدین فی المسائل میں نہ شمار کئے جائیں۔ وفات آپکی پینسٹھ سال کی عمر میں یوم شنبہ ۷ یا ۷ ماہِ ذی الحجہ ۳۷۰ھ میں بمقام نیشاپور واقع ہوئی۔ "رہنمائے دین" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

محمد بن فضل کماری

محمد بن فضل بن جعفر بن رجا بن زرعہ فضلی کماری بخاری : اپنے زمانہ کے امامِ کبیر اور شیخ اجل معتمد فی الروایت والدرایت تھے۔ ائمہ بلاد نے آپ کی طرف رجوع کیا۔ مشاہیر کتب فتاوےٰ آپ کی روایات و فتاوےٰ سے مملو ہیں۔ ابو بکر کنیت تھی، فقہ آپ نے استاد عبداللہ سبذمونی تلمیذ ابو حفص صغیر سے حاصل کی اور آپ سے قاضی ابو علی حسین بن خضر نسفی اور امام حاکم عبدالرحمن بن محمد کاتب اور امام زاہد ابو محمد خیزاخزی اور امام اسمٰعیل زاہد نے تفقہ کیا اور آپ نے واسطے املاء حدیث کے مجلس منعقد کی۔ کہتے ہیں کہ جب آپ کو فتوےٰ دینے کی اجازت دی گئی تو بلخ میں فقیہ ہندوانی نے اس خبر کو سن کر یہ خیال کیا کہ یہ لڑکا جو اس قدر حافظہ نہیں رکھتا اس کو فتوےٰ دینے کی اجازت کیونکر دی گئی، پس وہ اس خبر کی تصدیق

کیلئے بذاتِ خود بخارا میں تشریف لائے اور رات کو اپنے مکان میں اترے اور رات بھر آپ کا یہ حال دیکھا کہ آپ مطالعۂ کتب میں مشغول ہیں اور جب نیند آتی ہے تو وضو کر کے پھر مطالعہ کتب میں مشغول ہو جاتے ہیں اسیطرح صبح کر دی۔ ہندوانی نے کہا اس لڑکے کو جو فتوے دینے کی اجازت دی گئی ہے تو یہ فی الواقع اس منصب کا مستحق تھا۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی مہمان آپ کے پاس آتا تو آپ طباق اٹھا کر اس میں سے موسم سرما میں تازے زردآلو اس کے آگے رکھ دیتے اور کہتے کہ چالیس سال سے میں نے کوئی حرام چیز ہاتھ میں نہیں پکڑی اور نہ حرام کے راستہ گیا ہوں اور نہ حرام چیز کھائی ہے پس جو شخص چاہے کہ ایسی کرامت پائے وہ میری طرح کرے۔

کہتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں ابوبکر اسحٰق بخاری کلاباذی صاحب تعریف و تصوف نے وفات پائی۔ جب ان کو ایک قبرستان میں دفن کیا تو ہزاروں سانپ و بچھو اس قبرستان سے نکل کر دوسرے گورستان میں چلے گئے۔ جب اس بات کی خبر آپ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ مردی نہیں ہے کہ اپنے سے بلا دور کر کے دوسروں پر ڈال دی جائے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھ کو اسی گورستان میں جس میں ہزاروں سانپ و بچھو آ گئے ہیں، دفن کرنا اور عجائب دیکھنا۔ پس جب آپ فوت ہوئے تو آپ کو اسی گورستان میں دفن کیا گیا، بمجرد آپ کے مدفون ہونے کے ہزارہا سانپ و کژدم وہاں سے نکل گئے اور راستہ میں مر گئے۔ آپ کے تذکرہ میں علی قاری نے طبقاتِ حنفیہ میں نقل کیا ہے کہ آپ کے والد نے آپ سے اور آپ کے بھائی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر تم مبسوط کو یاد کر لو تو میں تم کو ایک ایک ہزار دینار انعام دوں گا۔ پس جب آپ نے اس کو یاد کر لیا تو آپ کے باپ نے کہا کہ اب تم کو مبسوط کا حفظ کرنا ہی کافی ہے۔ اس پر آپ خفا ہو کر گھر سے نکل گئے اور بلاد فرغانہ میں آ کر کیا دیکھتے ہیں کہ قاضیخاں منبر پر جلوس فرما ہیں اور ان کے روبرو علماء و فضلاء بیٹھے ہوئے جو کچھ وہ بتاتے ہیں، لکھ رہے ہیں۔ اس اثناء میں قاضی خان نے مابین امام ابو یوسف اور امام محمد کے ایک اختلافی مسئلہ بیان کیا اور اس میں امام محمد کے قول کو امام ابو یوسف اور امام ابو یوسف کے قول کو امام محمد کا کر دیا۔ آپ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ ان اقوال کو الٹا دو۔ قاضی خاں نے کہا کہ اگر نہ الٹائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر نہ الٹائیں تو امام ابو یوسف کے قول پر یہ اور امام محمد کے قول پر یہ اعتراض وارد ہوتے ہیں، پھر چند مسائل بیان کئے جس پر قاضیخان منبر سے اتر آئے اور کہا کہ یاسیدی! شاید آپ محمد بن فضل کماری ہیں، آپ نے کہا ہاں، اس پر قاضی خاں نے کہا کہ آپ مجھ سے زیادہ اس مجلس کے مستحق ہیں انتہیٰ۔ لیکن چونکہ آپ کی وفات ۳۷۱ھ یا ۳۸۱ھ میں ہوئی اور قاضی خان ۵۹۲ھ میں فوت ہوتے اس لئے آپ کی طرف اس قصہ کو منسوب کرنا صریح غلطی ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ شاید قاضیخان کی ملاقات آپ کی اولاد میں سے ابوبکر محمد بن محمد بن

ابراہیم بن احمد بن محمد بن فضل کماری سے جو بڑے عالم فاضل اور بخارا کے خطیب تھے اور ۵۴۹ھ میں فوت ہوتے تھے، ہوئی ہو گی۔ کماری بخارا کے علاقہ میں ایک قصبہ کا نام ہے جس کی طرف آپ منسوب ہیں، آپ کی اولاد میں سے بہت سے علماء و فضلاء ہوتے ہیں جو فضلی سے مشہور ہوئے جن کا ذکر آگے آئے گا۔ "صدق وصفا" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ابو اللیث فقیہ

نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم ابو اللیث فقیہ سمرقندی المشہور بہ امام الہدیٰ: علمائے بلخ میں سے امام کبیر فاضل بے نظیر فقیہ جلیل القدر محدث وحید العصر زاہد متورع ایک لاکھ حدیث یاد رکھتے تھے۔ کتب امام محمد و امام وکیع و عبد اللہ بن مبارک اور امالی امام ابو یوسف وغیرہ آپ کو حفظ تھیں۔ فقہ وغیرہ علوم ابی جعفر ہندوانی شاگرد ابی القاسم صفار تلمیذ نصیر بن یحییٰ سے حاصل کئے اور آپ سے ایک جم غفیر نے تفقہ کیا۔ آپ نے قرآن شریف کی تفسیر چار جلدوں میں اور کتاب نوادر الفقہ و خزانۃ الفقہ و تنبیہ الغافلین و بستان العارفین و شرح جامع صغیر و تاسیس النظائر و مختلف الروایۃ و نوازل و عیون اور مختلف فتاویٰ وغیرہ تصنیف کئے۔

آپ کا قول تھا کہ قیامت کو میرے اعمالنامہ میں سے بعث کی کوئی چیز نہ نکلے گی اور میں نے جب سے دائیں ہاتھ کو بائیں سے پہچانا ہے، جھوٹ نہیں بولا اور نہ کسی کے ساتھ برائی کا اس قدر بھی ارادہ کیا ہے کہ جس قدر جانور اپنے سر کو پانی میں مارتا ہے اور پھر اٹھا لیتا ہے، آپ کہتے تھے کہ جو شخص علم کلام کے ساتھ مشغول ہوا اس کا نام زمرہ علماء سے محو کر دینا چاہئے، قاضیخان نے اپنے فتاویٰ میں آپ سے نقل کی ہے کہ معلم کو تعلیم قرآن کی اجرت لینی جائز نہیں ہے اور نہ عالم کو لائق ہے کہ بادشاہوں و امراء کے پاس آمد و رفت رکھے اور طالب علم کو نہیں چاہئے کہ دیہات و قصبات میں دورہ کر کے اس نیت سے وعظ و نصائح کرے کہ لوگ اس کے لئے کچھ جمع کر دیں" کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ واسطے تجارت کے روانہ ہوئے، راستہ میں رہزنوں نے آپ کے قافلہ کو لوٹ لیا۔ جب انہوں نے بوجھ کھولے تو کوئی ایک بوجھ ایسے پائے جن میں صرف ڈھیلے بھرے ہوئے تھے، رہزن اس بات بڑے حیران ہوئے اور اہلِ قافلہ سے اس امر کو دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ ابو اللیث سے پوچھو کیونکہ ڈھیلے انہوں نے ہی لادے تھے، جب چوروں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ڈھیلے ہم نے واسطے استنجاء کے اپنی مملوکہ زمین سے لادے ہیں تاکہ غیر کی زمین سے استنجاء کے لئے ڈھیلا اٹھانے کی نوبت نہ پہنچے، رہزنوں کو یہ بات سن کر بڑا خوف

پیدا ہوا اور سب سے تائب ہو کر قافلہ کا مال واپس کر دیا۔ وفات آپ کی بقول مختار نواح بلخ میں منگل کی رات ۱۱ ر ماہ جمادی الاخریٰ ۳۷۳ھ میں[1] ہوئی۔ کہتے ہیں کہ سمرقند کے لوگوں نے آپ کی وفات کے افسوس میں ایک ماہ تک دکانیں نہ کھولیں اور ان کا ارادہ تھا کہ اور ایک ماہ نہ کھولیں گے مگر حاکم نے ان کو سمجھا کر کھلوا دیں۔ " نورِ حدقہ " آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

ابنِ طبری

احمد بن حسن[2] بن علی فقیہ مروزی : کنیت آپ کی ابو حامد تھی اور ابن طبری کے نام سے معروف تھے، بڑے حافظِ حدیث اور عالمِ تفسیر زاہد متورع ماہر اصول و فروع اور عارفِ مذہب امامِ اعظم تھے، خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ علمائے مجتہدین اور متقین میں سے آپ جیسا کوئی حافظِ احادیث اور ماہرِ ماثورات نہیں ہوا۔ روایات اور حدیث میں بڑے متقن اور مضبوط سمجھے گئے ہیں۔ فقہ آپ نے بغداد میں امام ابی الحسن کرخی اور بلخ میں ابی القاسم صفار شاگرد نصیر بن یحییٰ تلمیذ محمد بن سماعہ سے حاصل کی اور حدیث کو احمد بن حصیر مروزی اور ابا العباس احمد بن عبد الرحمٰن برغزی سے سماعت و روایت کیا۔ بغداد سے تحصیل علم کر کے خراسان میں آئے اور وہاں مدت تک قاضی القضاۃ رہے اور کثرت سے تصنیفات کیں جن میں سے تاریخِ بدیع مشہور و معروف ہے۔ وفات آپ کی ماہ صفر ۳۷۶ھ میں ہوئی۔ " دار العلم " آپ کی تاریخ وفات ہے۔

احمد بن محمد مکحولی

احمد بن محمد بن مکحول بن فضل نسفی مکحولی : فقیہ فاضل محدث عالم عارفِ مذہب تھے، کنیت ابو البدیع تھی اور اپنے دادا کے نام پر منسوب تھے۔ علم اپنے باپ محمد بن مکحول شاگرد ابی المعین مکحول سے حاصل کیا اور حدیث کو ابا سہل ہارون بن احمد الاسفرائنی اور احمد بن حمدان المقرائی سے سُنا۔ ۳۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۷۹ھ میں بمقام بخارا فوت ہوئے مگر آپ کا جنازہ لوگوں نے بخارا سے لا کر نسف میں دفن کیا۔ " امام نامور " تاریخ وفات ہے۔

محمد بن محمد نیشاپوری

محمد بن محمد بن سہل بن ابراہیم بن سہل نیشاپوری : خراسان میں اپنے وقت کے امام حنفیہ تھے، کنیت ابو نصر تھی، ۳۶۳ھ میں امام حرمین نے آپ کے لئے مجلسِ تدریس منعقد کی جس پر آپ مدت العمر قائم رہے اور نیشاپور میں ۳۸۹ھ[3] میں فوت ہوئے۔

---

[1] ۳۷۳ھ اور ۳۹۳ھ کے درمیان وفات پائی "معجم المؤلفین"۔ [2] احمد بن حسین بن علی۔ (جواہر المضیہ) [3] ولادت ۳۱۸ھ وفات ۳۸۸ھ۔ جواہر المضیہ۔ (مرتب)

عبدالکریم منغی

عبدالکریم بن محمد بن موسےٰ منغی : قصبہ منغ میں جو بخارا کے پاس واقع ہے رہتے تھے، ابو محمد کنیت تھی۔ اپنے عہد کے امام بے نظیر زاہد و پرہیز گار تھے، فقہ استاذ عبداللہ سبزمونی شاگرد ابی حفص صغیر سے پڑھی اور مدت تک تدریس وافتار میں مصروف رہ کر ۳۹۰ھ[1] میں وفات پائی۔

احمد ابی نصر العراقی

احمد بن عمرو بن موسےٰ[2] بن عبداللہ بخاری المعروف بہ ابی نصر العراقی : اصحاب مذہب امام ابو حنیفہ میں سے امام اجل محدث اکمل تھے۔ حدیث کو ابی نعیم عبدالملک بن محمد بن عدی سے سنا اور روایت کیا اور مدت تک سمرقند کے قاضی رہے اور ۳۹۰ھ میں شہر بخارا میں وفات پائی۔

عبدالکریم بزدوی

عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بزدوی : آپ فخر الاسلام بزدوی کے جدِ امجد ہیں اور قلعہ بزدہ میں جو نسف سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے، رہا کرتے تھے، علوم امام الہدیٰ ابی منصور ماتریدی تلمیذ ابی بکر جوزجانی سے حاصل کئے اور ۳۹۰ھ میں وفات پائی۔

زعفرانی

محمد بن احمد بن محمد[3] عبدوس بن کامل الدلائل المعروف بہ زعفرانی : فقیہ صالح ثقہ تھے، کنیت ابوالحسن تھی، صاحبِ ہدایہ نے آپ کا ذکر ہدایہ میں کیا، فقہ آپ نے ابی بکر رازی سے پڑھی اور ۳۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ زعفرانی زعفران کی طرف منسوب ہے جو علاقۂ بغداد میں ایک شہر کا نام ہے، بعض نے کہا ہے کہ زعفران مابین ہمدان و رسد آباد کے واقع ہے، بعض کا یہ قول ہے کہ آپ زعفران بیچا کرتے تھے اس لئے زعفرانی کے نام سے مشہور ہوئے۔

حسن بن داؤد سمرقندی

حسن بن داؤد بن رضوان سمرقندی : فقہار متقدمین میں سے مناظرہ و مباحثہ میں یگانۂ زمانہ تھے، ابو علی کنیت تھی، علم نیشاپور میں ابی سہل زجاج تلمیذ امام کرخی سے پڑھا اور انہیں سے فقہ کو اخذ کیا اور ۳۹۵ھ میں وفات پائی۔

محمد فقیہ جرجانی

محمد بن یحییٰ بن مہدی فقیہ جرجانی : امام فاضل فقیہ کامل علامۂ زماں فہامۂ دوراں تھے،

---

[1] جمادی الآخرہ ۳۹۸ھ [2] احمد بن عمرو بن محمد بن موسیٰ [3] محمد بن عبدوس۔ "جواہر المضیۂ" (مرتب)

صاحبِ ہدایہ نے آپ کو اصحاب تخریج میں سے شمار کیا ہے، کنیت ابو عبد اللہ تھی، فقہ آپ نے ابی بکر رازی سے حاصل کی اور آپ سے ابو الحسین احمد قدوری واحمد بن محمد ناطفی نے تفقہ کیا۔ فالج کی بیماری سے ۳۹۸ھ میں وفات پائی اور بغداد میں امام ابو حنیفہ کی قبر کے پاس دفن کیے گئے۔ "مکرم زمان" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

صاحب خزانۃ الاکمل

یوسف بن محمد جرجانی : فقیہ اجل عالمِ اکمل اور حل واقعات و نوازل میں مرجع فضلاء تھے۔ ابو عبد اللہ کنیت تھی۔ فقہ آپ نے ابی الحسن کرخی سے پڑھی۔ کتاب خزانۃ الاکمل (چھ جلدیں) شرح زیادات، شرح جامع کبیر، شرح مختصر کرخی تصنیف کیں۔ آپ نے خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے کہ میری کتاب بڑے بڑے مصنفات اصحاب کو مثل کافی حاکم اور جامع صغیر و کبیر و زیادات و مجرد و منتقی و مختصر کرخی و شرح طحاوی اور عیون المسائل کو محیط ہے۔ وفات آپ کی ۳۹۸ھ میں ہوئی "قبلہ کرام" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

حسین بصری

حسین بن علی بصری : صیمری نے کہا ہے کہ علم فقہ و کلام میں کوئی آپ کے مبلغ کو نہیں پہنچا۔ ابو عبد اللہ کنیت تھی، علوم امام کرخی وغیرہ سے پڑھے لیکن اخیر عمر میں اصول معتزلہ کی طرف اغب ہو گئے اور ۳۹۹ھ میں وفات پائی۔

محمد دباس

محمد بن محمد بن سفیان دباس : عراق میں اپنے زمانہ کے فقیہ اہلِ سنت وجماعت اور امامِ حنفیہ صحیح الاعتقاد حافظ و عارف روایات تھے، ابو طاہر کنیت تھی، علم اپنے قاضی ابی خازم عبد الحمید شاگرد عیسٰے بن ابان سے اخذ کیا۔ شام کی قضاء آپ کو دی گئی اور وہاں سے مکہ معظمہ کو تشریف لے گئے اور مکہ معظمہ میں ہی وفات پائی۔ چونکہ آپ شیرہ انگور کا بیچا کرتے تھے اس لئے دباس کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ امامِ محمد کی جامع صغیر کے مرتبین اور ابی الحسن کرخی کے اقران میں سے تھے۔ صاحب اشباہ و نظائر نے آپ کی ایک حکایت قواعد میں ضبط کرنے فروع کی تحریر کی ہے جو آپ کی نہایت ہی ذکاوت و فطانت پر دلالت کرتی ہے۔

سعید بردعی

سعید بن محمد بردعی : امامِ طحاوی کے اصحاب میں سے بڑے محدث و فقیہ تھے جنہوں نے

---

[1] جل فقیہ۔ ولادت ۳۰۸ھ "تاریخ بغداد" "فوائد بہیہ" ولادت ۲۹۳ھ وفات ۳۶۹ھ "دستور الاعلام" (مرتب)

بغداد میں امامِ موصوف سے تحدیث کی اور درس دیا، ابوطالب کنیت تھی۔

نصر عیاضی

نصر بن احمد بن عباس عیاضی : امامِ وہر فقیہ متبحر وحیدِ عصر عارفِ مذہب تھے، دور دور سے فقہاء و فضلاء وغیرہ واقعات و نوازل میں حلِ مشکلات اور فتوے کے لئے آپ کے پاس آتے تھے یہاں تک کہ ابی حفص بجلی نواسۂ ابی حفص کبیر سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے صحیح ہونے کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ آپ ان کے مذہب پر تھے، اگر یہ مذہب مختار نہ ہوتا تو آپ اس کے ہرگز پیرو نہ ہوتے۔ حکیم ابی القاسم سمرقندی کہتے ہیں کہ سو برس کے عرصہ سے آپ جیسا علم و فقہ و تدین میں کوئی عالم فاضل خراسان سے ماوراء النہر میں نہیں آیا۔ کنیت آپ کی ابواحمد تھی۔ فقہ آپ نے اپنے باپ ابی نصر احمد تلمیذ ابی بکر جوزجانی وغیرہ سے حاصل کی اور آپ سے ایک جمِ غفیر نے اخذ کیا۔

علی رستغفنی

علی بن سعید رستغفنی سمرقندی : سمرقند کے مشائخ کبار میں سے فقیہ اصولی جامع معقول و معقول حاوی فروع و اصول تھے، ابوالحسن کنیت تھی، مدت تک ابومنصور ماتریدی کی صحبت میں رہے اور ان سے کمالیت و فضیلت حاصل کی۔ کتاب ارشاد المہتدی اور کتاب الزوائد و فوائد الواع علوم میں، اور ایک کتاب خلاف میں تصنیف کی۔ آپ کے اور ابومنصور ماتریدی کے درمیان ایک مسئلہ میں اختلاف تھا کہ ابومنصور فرماتے تھے کہ مجتہد نے جس وقت اصابتِ حق میں خطا کی تو وہ مخطی فی الاجتہاد ہوا اور آپ کہتے تھے کہ وہ اجتہاد میں مصیب ہے خواہ حق کو پائے خواہ نہ پائے۔ اور امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ ہر ایک مجتہد مصیب ہے اور حق نزدیک خدا کے ایک ہی ہے اور وہ مصیب ہے طلب میں اگرچہ اس نے مطلوب کو نہیں پایا۔ رستغفنی رستغفن کی طرف منسوب ہے جو سمرقند میں ایک قصبہ کا نام ہے۔[1]

دامغانی

احمد بن محمد بن منصور القاضی دامغانی : فقیہ محدث شیخ کبیر عالمِ بے نظیر امامِ یگانہ ورع و زہد میں مشارالیہ زمانہ تھے، ابوبکر کنیت تھی، فقہ وغیرہ کو امامِ طحاوی و ابی سعید بردعی و امام کرخی سے اخذ کیا۔ سمعانی نے انساب میں لکھا ہے کہ آپ فقہائے کبار میں سے تھے۔ مصر میں علم ابوجعفر طحاوی سے پڑھا پھر بغداد میں آکر کرخی سے تحصیل کی اور جب امام کرخی فالج کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو انھوں نے اپنے اصحاب میں سے صرف آپ کو ہی فتویٰ دینے کے لئے مقرر کیا، پس آپ مدت دراز

---

[1] ۳۳۳ھ سے قبل زندہ تھے 'معجم المولفین' (مرتب)

تک بغداد میں ٹھہر کر فتوے دیتے اور امام طحاوی سے حدیث بیان کرتے رہے۔ دامغانی شہر دامغان کی طرف منسوب ہے جو خراسان میں کہستان کے پاس واقع ہے۔

ابو سہل زجاجی

ابو سہل زجاجی : بڑے فقیہ اور عالم جید تھے، کبھی ابو سہل غزالی، کبھی ابو سہل فرضی اور اکثر ابو سہل زجاجی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ زجاج آپ کو اس لئے کہتے تھے کہ آپ شیشہ گری کا کام کرتے تھے۔ علم آپ نے کرخی تلمیذ ابی سعید بردعی سے پڑھا پھر نیشاپور میں آکر اخیر دم تک یہاں ہی رہے، کہتے ہیں کہ جب آپ مناظرہ کی مجلس میں تشریف لاتے تو بسبب آپ کی علمیت اور برجستہ تقریر کے مخالفین کے رنگ فق ہو جاتے۔ آپ سے ابو بکر احمد بن علی رازی وغیرہ فقہائے نیشاپور نے تفقہ کیا۔ آپ کی تصنیفات سے کتاب الریاض یادگار ہے۔

عتبہ نیشاپوری

عتبہ بن خیثمہ بن محمد نیشاپوری : فقہ و تدریس و فتوے میں عدیم النظیر تھے۔ ابو الہیثم کنیت تھی۔ خراسان میں امام ابو حنیفہ کے مذہب پر قاضیوں میں سے آپ ہی باقی رہے تھے۔ فقہ آپ نے قاضی حرمین احمد بن محمد نیشاپوری شاگرد محمد بن محمد ابی طاہر دباس تلمیذ ابی خازم عبد الحمید سے حاصل کی اور آپ سے عماد الاسلام صاعد بن محمد بن احمد اور ہیثم بن ابی الہیثم وغیرہم[1] نے تفقہ کیا۔

عبد الرحمٰن حاکم

عبد الرحمٰن بن محمد الکاتب الحاکم : عالم فقیہ فاضل نبیہ جامع علوم مختلفہ تھے اور دور دور سے علماء و فضلاء آپ کے پاس حل واقعات و نوازل کے لئے آتے تھے۔ علوم ابی بکر محمد بن فضل شاگرد سبذ مونی سے حاصل کئے۔

ابو حفص سفکردی

ابو حفص سفکردی : اپنے زمانہ کے شیخ کبیر فاضل بے نظیر زاہد متورع معتمد تھے۔ آپ سے شیخ زندویستی وغیرہ علماء و فضلاء نے تفقہ و استفادہ کیا۔

عبد اللہ خزاخزی

عبد اللہ بن فضل خزاخزی : اپنے وقت کے امام کبیر فقیہ بے نظیر بڑے پرہیز گار تھے۔ ابو محمد کنیت تھی اور شہر خیزاخزہ میں، جو مضافات بخارا سے ہے، رہتے تھے، علوم ابی بکر محمد بن فضل تلمیذ عبد اللہ سبذ مونی سے اخذ کئے۔ بعض مورخین نے آپ کو عبد الرحمٰن بن فضل کے نام سے موسوم

---

[1] وفات ۰۰۰ھ «دستور الاعلام» (مرتب)

کیا ہے لیکن سمعانی و سغنانی اور علی قاری نے عبداللہ کے نام پر اعتماد کیا ہے۔

ابو جعفر اسروشنی

ابو جعفر بن عبداللہ اسروشنی : شہر اسروشنہ میں جو نواح سمرقند میں واقع ہے پیدا ہوئے اور ابی بکر محمد بن فضل تلمیذ عبداللہ سبذموفی اور ابی بکر جصاص رازی شاگرد امام کرخی سے تفقہ اور اخذ کیا اور آپ سے قاضی عبیداللہ ابو زید دبوسی مصنف کتاب اسرار نے تفقہ کیا۔

یحییٰ زندویستی

یحییٰ ابن علی بن عبداللہ زاہد بخاری زندویستی : اپنے زمانہ کے امام فقیہ متورع زاہد تھے، علوم ابی حفص سفکردی اور محمد بن ابراہیم میدانی اور عبداللہ بن فضل خیزاخزی سے پڑھے اور کتاب روضۃ العلماء اور کتاب نظم تصنیف کی۔ آپ نے روضۃ العلماء کے ابتداء میں لکھا ہے کہ پہلے میں نے اس کتاب کو بغیر مسائل کے جمع کیا تھا اور اس کا نام روضۃ الذاکرین رکھا تھا مگر لوگوں کی استدعا پر میں نے پھر اس کو دوبارہ تصنیف کیا اور ہر ایک باب کے اوائل میں پندرہ پندرہ مسائل بیان کئے پھران پر اخبار اور حکایات کو مبنی کر کے نام اس کا روضۃ العلماء رکھا۔

محمد کلاباذی

محمد بن اسحاق بخاری کلاباذی: اپنے وقت کے امام اصول و فروع تھے، کنیت ابو بکر تھی۔ فقہ شیخ محمد بن فضل سے پڑھی اور ایک کتاب تعرف نام تصنیف فرمائی جس میں توحید کے معاملہ میں اصحاب حنفیہ کے اقوال کو جمع کیا[1]

حسن زعفرانی

حسن بن احمد بن مالک زعفرانی : اپنے زمانہ کے شیخ فاضل فقیہ کامل امام ثقہ تھے، اور کنیت ابو عبداللہ تھی۔ آپ ہی نے امام محمد کی جامع صغیر کو جو پہلے غیر مبوب اور بے ترتیب تھی، اچھی طرح مرتب کیا اور مبوب بنایا اور امام محمد کے ان خاص مسائل کو جو انہوں نے امام ابو یوسف سے روایت کئے ہیں، ممیز کیا اور نیز کتاب زیادات امام محمد کو مرتب کیا اور کتاب اضاحی تصنیف فرمائی۔

---

[1] تاج الاسلام ابو بکر محمد بن ابی اسحاق ابراہیم بن یعقوب کلاباذی بخاری محدث فقیہ اور صوفی تھے۔ کلاباذی بخارا کا ایک محلہ ہے آپ کی کتاب "تعرف لمذہب اہل تصوف" کا انگریزی ترجمہ پروفیسر آربری نے ۱۹۳۵ء میں شائع کیا اور اردو ترجمہ ایک محققانہ مقدمے کے ساتھ ڈاکٹر پیر محمد حسن نے ۱۳۹۱ھ میں لاہور میں شائع کیا۔ انکی دوسری کتاب "بحر الفوائد فی معانی الاخبار" ہے ۳۸۵ھ میں بخارا میں وفات پائی (اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) کے علاوہ "اربعون حدیث" اور "الاستفاع والاتاد" بھی آپکی تصانیف ہیں (مرتب)

حدیقۂ پنجم

پانچویں صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں

اسمٰعیل بن حسن

اسمٰعیل[1] بن حسن بن علی : فقیہ زاہد امام فروع و اصول تھے۔ کنیت ابو محمد تھی علوم ابی بکر محمد بن فضل تلمیذ عبداللہ سبذمونی سے حاصل کئے اور ماہ شعبان ۴۰۲ھ میں وفات پائی۔ "قبلۂ دارین" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

محمد بن موسیٰ خوارزمی

محمد بن موسےٰ خوارزمی : محدث ثقہ، فقیہ متبحر جامع فروع و اصول تھے، صیمری نے کہا ہے کہ میں نے تقوےٰ و اصابت اور حسن تدریس میں آپ جیسا کوئی فاضل نہیں دیکھا۔ کنیت ابوبکر تھی، فقہ آپ نے جصاص شاگرد امام کرخی سے حاصل کی اور آپ سے آپ کے بیٹے مسعود بن محمد فقیہ خوارزمی اور ابو عبداللہ حسین بن علی صیمری نے اخذ کیا۔ علی قاری نے ابن اثیر کی مختصر غریب الاحادیث کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ ان مجددین امت محمدیہ میں سے ہیں جو پانچویں صدی کے سرے پر شمار کئے گئے ہیں آپ عند الخاص و عام بڑے معظم و مکرم تھے اور کسی کا ہدیہ وصلہ قبول نہ کرتے تھے۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ آپ سے ابوبکر برقانی نے ہمارے لئے تحدیث کی اور ابوبکر برقانی اکثر آپ کو نیکی سے یاد کیا کرتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ ان سے آپ کے مذہب فی الاصول سے سوال کیا، کہا کہ آپ یہ کہا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا دین بوڑھی عورتوں کا سا دین ہے اور ہم کسی بات میں کلام کرنے کے لائق نہیں، کئی دفعہ آپ کو حکومت کے لئے کہا گیا مگر آپ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ وفات آپ کی ۴۰۳ھ میں ہوئی "شاہ زمن" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

محمد بن عبد الجبار

محمد بن عبد الجبار بن احمد بن محمد سمعانی تمیمی مروزی : بڑے عالم فاضل متورع متقن لغت و عربیت میں مضبوط تھے۔ کنیت ابو منصور تھی۔ فقہ آپ نے جعفر بن محمد مستغفری شاگرد ابی علی نسفی تلمیذ ابی بکر محمد بن فضل سے حاصل کی اور لغت و عربی میں تصنیفات مفیدہ کیں اور ۴۵۰ھ میں وفات پائی، آپ کا بیٹا منصور پہلے حنفی المذہب تھا پھر شافعی ہو گیا الخ اس کی اولاد کلہم شافعی المذہب ہوئے۔

---

[1] شمس الائمہ ابو القاسم اسمٰعیل بن حسن بن علی بیہقی بلغ نہایۃ الفقہا۔ محمود بسط الثریا او نفقص الاصطلاح اسکی تصانیف میں ہے ۵۰۲ھ میں وفات پائی۔ دستور الاعلام، جواہر المضیئہ (مرتب)

محمد نسفی

محمد بن احمد بن محمود نسفی : اکابر فقہاء میں سے زاہد متورع متعفف فقیر قانع تھے، ابو جعفر کنیت تھی، فقہ آپ نے ابی بکر رازی شاگرد امام کرخی سے حاصل کی اور علم خلاف میں ایک تعلیقات لکھی اور ۴۱۴ھ میں تنگدستی اور کثرت عیال سے مغموم و مہموم ہو کر وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ جس رات آپ نے انتقال کیا تھا۔ ایک مسئلہ منجملہ مسائل مذہب آپ کے دل میں واقع ہو کر حل ہوا جس کی خوشی میں اٹھ کر اپنے گھر میں رقص کرنے لگے اور کہا این الملوک وابناء الملوک یعنے کہاں ہیں بادشاہ اور شہزادے جو میری خوشی کو پہنچ سکیں؟ آپ کی عورت نے آپ سے اس خوشی کا سبب پوچھا۔ آپ نے اصل حال سے اس کو مطلع کیا جس سے اس نے بڑا تعجب کیا، "رہنمائے حق" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

احمد بن محمد

احمد بن محمد بن عمر : ۳۳۷ھ میں پیدا ہوئے، ابو الفرج کنیت تھی لیکن ابن مسلمہ کے نام سے معروف تھے۔ بغداد آپ کا مسکن تھا۔ فقہ آپ نے ابو بکر جصاص سے اخذ کی اور حدیث کو اُن کے باپ سے سماعت کیا اور آپ کا خاندان مرجع اہلِ علم ہوا۔ آپ بڑے عقیل اور نیکوکار تھے، دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے اور رات کو ایک منزل قرآن کی اپنے ورد میں پڑھتے تھے۔ وفات آپ کی ۴۱۵ھ میں ہوئی۔

محمد بن احمد کماری

محمد بن احمد بن طیب بن جعفر واسطی کماری : فقیہ عارف محدث عادل تھے۔ ابو الحسین کنیت تھی۔ فقہ آپ نے ابی بکر رازی تلمیذ امام کرخی سے پڑھی اور حدیث کو بکر بن احمد سے روایت کیا اور آپ سے آپ کے بیٹے اسمٰعیل قاضی واسط نے اخذ کیا اور ۴۱۷ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کے والد احمد بن طیب بھی بڑے فاضل تھے جنہوں نے ابا محمد عبد اللہ بن عمر بن احمد بن علی بن شوذب سے حدیث کو سُنا اور ابو بکر محمد بن احمد بن نصر بن علان نے ان سے روایت کی۔ کمار آپ کے اجداد میں سے کسی کا نام ہے اس لئے آپ نسبت کماری کی طرف منسوب ہوئے۔

ابراہیم شکابی

ابراہیم بن اسلم[1] شکابی : عالم فاضل فقیہ محدث تھے، ابو اسحٰق کنیت تھی۔ فقہ آپ نے ابی بکر محمد بن فضل بخاری سے حاصل کی اور حدیث کو ابی عبد اللہ رازی اور ابی محمد بن عبد اللہ مزنی سے سنا

---

[1] ابراہیم بن مسلم شکانی۔ شکان بخارا کے قریب قصبہ ہے "جواہر المضیہ" (مرتب)

اور روایت کیا۔ آپ کہتے ہیں کہ جب دونوں ہم تحصیل علم سے فارغ ہو کر امام ابی بکر محمد بن فضل کی محفل میں صدر نشین ہوتے تو ان دنوں بلخ سے فقیہ ابوجعفر ہندوانی تشریف لائے پس امام موصوف نے ہم کو ان کے پاس بھیج کر فرمایا کہ تم ان سے مشکل مسائل کا تذکرہ کرو تاکہ وہ تم سے دوستی اختیار کریں اور وحدت کی وحشت ان سے دور ہو جائے۔ وفات آپ کی ۴۲۳ھ میں ہوئی۔

مسعود خوارزمی

مسعود بن محمد بن موسےٰ خوارزمی: عالم فاضل وحید عصر تھے۔ ابوالقاسم کنیت تھی، فقہ آپ نے اپنے باپ ابی بکر محمد تلمیذ جصاص رازی سے پڑھی اور تمام عمر درس و افادۂ عوام اور افتاء میں مشغول رہ کر ۴۲۳ھ میں وفات پائی۔

حسین نسفی

حسین بن خضر بن محمد بن یوسف نسفی[1]: اپنے زمانہ کے امام فاضل، فقیہ جید محدث ثقہ تھے۔ کنیت آپ کی ابوعلی تھی۔ بخارا میں آپ نے امام ابی بکر محمد بن فضل اور اباعمرو محمد بن محمد بن صابر اور اباسعید بن خلیل بن احمد سجزی اور بغداد میں ابا الفضل عبیداللہ بن عبدالرحمٰن الزہری اور ابا الحسن علی بن عمر بن محمد اور کوفہ میں اباعبداللہ محمد بن عبداللہ بن حسین الہروی اور مکہ معظمہ میں ابا الحسن احمد بن ابراہیم اور ہمدان میں امام ابابکر احمد بن علی بن دلال اور رَے میں ابا القاسم جعفر بن عبداللہ بن یعقوب رازی اور مرو میں اباعلی محمد بن عمر و مروزی اور ان کے طبقہ سے حدیث کو سُنا اور تفقہ کیا، اور آپ سے ایک جم غفیر اور جماعت کثیرہ نے حدیث کی روایت کی اور فقہ کو پڑھا اور اخیر میں آپ سے ابوالحسن علی بن محمد بخاری نے حدیث کو سنا اور روایت کیا۔ مدت تک بغداد میں تعلیم و تدریس اور مناظرہ میں مصروف رہے، جب جعفر اسروشنی فوت ہوئے تو آپ کو بخارا کی قضا تفویض ہوئی۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کا اہل تشیع کے پیشوا مرتضیٰ نام سے مسئلہ توریث انبیاء میں مباحثہ ہوا۔ آپ نے اپنے دعویٰ میں حدیث لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ کو پیش کیا جس پر مرتضیٰ نے یہ اعتراض کیا کہ صدقہ کا اعراب رفع سے پڑھنا درست نہیں بلکہ یہ نصب سے پڑھنا درست ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بقول آپ کے حدیث کا فائدہ باطل ہو جاتا ہے کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے ترکہ کے اس کے قریبی لوگ وارث ہوتے ہیں اور وہ صدقہ نہیں ہوتا اور اس میں کسی طرح کا کوئی اشکال واقع نہیں ہو سکتا پس مرتضیٰ لاجواب ہو گیا۔ آپ نے کتاب فوائد اور کتاب فتاویٰ تصنیف کیں اور اسی برس کی عمر میں منگل کے روز ۲۳ ماہ شعبان ۴۲۴ھ میں فوت ہوئے اور بخارا کے

---

[1] نسفیہ تیرجی "جواہر المضیہ" (مرتب)

مقبرۂ کلاباذ میں دفن کیئے گئے۔ "امامِ والا قدر" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

قدوری

احمد بن محمد بن احمد بن جعفر المعروف بہ قدوری: ۳۶۲ھ میں پیدا ہوئے، ابوالحسن کنیت تھی اور چوتھے طبقہ کے فقہائے کبار اور فضلائے نامدار میں سے فقیہ فاضل محدث صدوق اور عالی قدر و منزلت تھے۔ عراق میں ریاست مذہب حنفیہ کی آپ کی طرف منتہی ہوئی۔ سمعانی نے کہا ہے کہ آپ فقیہ صدوق تھے اور عمدہ عبارات لکھتے اور ہمیشہ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ فقہ و حدیث آپ نے ابی عبداللہ محمد بن یحییٰ جرجانی شاگرد احمد جصاص سے پڑھی اور روایت کی اور آپ سے خطیب بغدادی اور قاضی القضاۃ ابوعبداللہ دامغانی نے روایت کی اور ابو نصر احمد بن محمد فقیہ نے آپ سے فقہ پڑھی اور نیز آپ کی کتاب مختصر کی شرح لکھی۔ آپ شیخ ابا حامد اسفرائنی فقیہ شافعی سے اکثر مناظرہ کیا کرتے تھے تصانیف بھی آپ نے نہایت مفید کیں جو مقبول و مروج بین الانام ہوئیں چنانچہ مختصر مبارک جس کو قدوری کہتے ہیں، نہایت ہی متداول ہے، علاوہ اس کے شرح مختصر کرخی، کتاب تجرید در بارہ اختلاف امام ابو حنیفہ و امام شافعی سات جلدوں میں تصنیف کی نیز ایک کتاب تقریب ان مسائل اختلافیہ میں بغیر دلائل کے لکھی جو امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے باہم وقوع میں آئے ہیں، پھر دوسری تقریب تصنیف کی جس میں ان مسائل اختلافیہ کو با دلائل لکھا۔

آپ کا ایک بیٹا محمد نام تھا جس کو آپ نے فقہ پڑھائی اور اکثر اسے کہا کرتے تھے کہ کوئی دن اپنی زندگی کے آرام سے بسر کرلے، پس وہ جوانی میں مرگیا۔ وفات آپ کی بغداد میں یوم یکشنبہ پنجم ماہ رجب ۴۲۸ھ میں ہوئی اور اسی روز اپنے گھر میں جو درب ابی خلف میں تھا، دفن کیئے گئے پھر آپ کو وہاں سے نکال کر تربت شارع منصور میں ابی بکر خوارزمی حنفی کے پاس دفن کیا گیا۔ قدوری آپ کو اس لیے کہا کرتے تھے کہ آپ قصبہ قدور کے رہنے والے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ بسبب تجارت یا بنانے ہانڈیوں کے اس نام سے مشہور ہوئے۔ "لامع النور" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ابو علی سینا

حسن بن عبداللہ بن سینا الملقب بہ رئیس، حکمائے مسلمین میں سے علم و ذکاء فہم و فراست میں یگانۂ زمانہ تھے یہاں تک کہ رئیس الحکماء آپ کا لقب تھا، کنیت ابوعلی تھی، باپ آپ کا بلخ کا رہنے والا تھا جو بخارا میں ہجرت کرکے مقیم ہوا جہاں آپ ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور امام ابی بکر احمد بن عبداللہ زاہد سے علم پڑھا پھر اسمٰعیل زاہد تلمیذ محمد بن فضل بخاری کے پاس جاتے رہے اور ان سے علوم پڑھے و مناظرے

کیے۔ آپ ایام اشتغال علم میں تمام رات کو کبھی نہ سوئے اور نہ دن کو سوائے مطالعۂ کتب کے اور کام میں مشغول ہوئے، جب کوئی مشکل مسئلہ واقع ہوتا تو وضو کر کے جامع مسجد میں نماز پڑھتے اور اس کے آسان ہونے کے لیے خدا سے دعا مانگتے۔ ابھی اٹھارہ سال کی عمر کو نہ پہنچے تھے کہ علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور طب میں شفاء وغیرہ کتابیں تصنیف کیں اور ۴۲۸ھ میں وفات پائی۔

اسحٰق بن ابراہیم

اسحٰق بن ابراہیم بن مخلد بن جعفر بن مخلد : فقیہ فاضل محدث صدوق تھے۔ ابو الفضل کنیت تھی۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے بھی کچھ تھوڑا سا لکھا، وفات آپ کی ماہ ربیع الاول ۴۲۹ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد ابو اسحٰق ابراہیم بن مخلد متوفی ۴۱۰ھ بھی فاضل ادیب محدث صدوق صحیح الکتابت حسن النقل جید الضبط تھے لیکن فقہ میں محمد بن جریر طبری کا مذہب رکھتے تھے اور حدیث کو حسین بن یحییٰ قطان و ابا عبد اللہ الحکیمی اور قاضی احمد بن کامل سے روایت کرتے تھے۔

ابو زید دبوسی

عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ القاضی ابو زید الدبوسی : اکابرین فقہائے حنفیہ میں سے گزرے ہیں، پہلے پہل علم خلاف کا آپ ہی نے وضع کیا اور اس کا اجراء فرمایا، علم مناظرہ اور استخراج حجج میں ضرب مثل تھے۔ مدت تک بخارا و سمرقند میں علمائے فحول سے مناظرے کرتے رہے۔ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ نے ایک فقیہ سے مناظرہ کیا، پس جب آپ اس کو الزام دیتے تو وہ مسکراتا یا ہنس دیتا اس پر آپ نے فی البدیہہ یہ شعر تصنیف کیے ؎

مالی اذا الزمتہ حجۃ قابلنی بالضحک والقہقہہ

ان کان ضحک المرء من فقہہ فالدب فی الصحراء ما افقہہ

آپ نے کتاب الاسرار و کتاب تقویم الادلہ اور کتاب امد الاقصیٰ وغیرہ تصنیف کیں اور ایک کتاب فتاویٰ نظم میں لکھی اور بخارا میں ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔ دبوسی شہر دبوس کی طرف منسوب ہے جو درمیان بخارا و سمرقند کے واقع ہے۔ "رہبر پاک" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

معتمد نسفی مکحولی

معتمد بن محمد بن مکحول بن فضل نسفی مکحولی : فقیہ محدث عالم فاضل تھے۔ ابو المعالی کنیت تھی۔ روایت اپنے جد امجد ابی المعین سے کرتے تھے اور نیز ابا سہل ہارون بن احمد استر آبادی سے سنا اور ان سے کتاب اخبار مکہ وغیرہ کی روایت کی۔ ماہ ذی الحجہ ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور کچھ اوپر ۴۳۰ھ

ؔ ۳۴۶ھ "جواہر المضیۃ" (مرتب)

میں وفات پائی۔

ہیثم نیشاپوری

ہیثم بن قاضی ابی الہیثم عتبہ نیشاپوری : فقیہ فاضل عالم کامل محدث ثقہ تھے، حدیث کو اپنے باپ سے سنا اور نیز اور علوم حاصل کیے اور ۴۳۱ھ میں وفات پائی۔

جعفر بن محمد نسفی

جعفر بن محمد بن معتز بن محمد بن مستغفر بن فتح بن ادریس نسفی : ۳۵۰ھ میں شہر نسف میں جس کو اب نخشب کہتے ہیں، پیدا ہوئے۔ ابو العباس کنیت تھی اور مستغفری کی نسبت سے جو آپ کے بعض اجداد کی طرف منسوب ہے، مشہور تھے۔ آپ فقیہ فاضل محدث صدوق تھے، آپ کے زمانہ میں ملک ماوراء النہر میں ایسا کوئی فاضل نہ تھا جس نے آپ جیسی تصنیفات کی ہو اور معرفت وفہم حدیث میں مرجع انام ہوا ہو۔ علم آپ نے قاضی ابی علی حسین نسفی تلمیذ ابی بکر محمد بن فضل سے حاصل کیا اور حدیث کو کثرت سے روایت کیا۔ سمعانی نے لکھا ہے کہ آپ خراسان کی طرف تشریف لے گئے اور مرو وسرخس میں مدت تک مقیم رہے جہاں ابی علی زاہد بن احمد سرخسی سے بہت کچھ سماعت کیا۔ نسف میں ابا سہل ہارون بن احمد استرابادی وابا محمد رازی اور بخارا میں حافظ ابا عبداللہ محمد بن احمد غنجار اور مرو میں ابا ہیثم محمد وغیرہ محدثین کثیر سے سنا اور آپ سے میرے جد اعلیٰ قاضی ابو منصور محمد بن عبد الجبار سمعانی و ابو محمد حسن بن احمد اور ابو علی حسن بن عبد الملک وغیرہم نے روایت کی۔ آپ نے ایک کتاب حدیث میں مجموع نام اور کتاب معرفۃ الصحابہ تصنیف کی، علاوہ ان کے اور بہت مفید کتابیں لکھیں اور ۴۳۲ھ میں وفات پائی۔ ”دار المؤمنین“ آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ کے والد ماجد ابو علی محمد بن معتز ۳۱۸ھ میں پیدا اور ماہ ربیع الآخر ۳۷۲ھ میں فوت ہوئے تھے۔

صاعد استوائی

صاعد بن محمد بن احمد بن عبداللہ استوائی : شہر استوار میں جو نیشاپور کے پاس واقع ہے، ۳۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔ کنیت ابو العلاء تھی۔ اپنے زمانہ کے عالم صدوق فقیہ فاضل تھے، خراسان میں ریاست مذہب حنفیہ کی آپ پر منتہی ہوئی۔ ابتدا میں آپ نے علم ادب ابی بکر محمد خوارزمی اور فقہ قاضی ابی نصر سہل اپنے نانا سے پڑھی پھر قاضی ابی ہیثم عتبہ سے تفقہ کیا اور حدیث کو ابا محمد عبداللہ بن محمد بن زیاد وابا عمرو اسمٰعیل وابا سہل بشر بن احمد الاسفرائنی اور ابا الحسن علی بن عبد الرحمٰن کوفی سے سنا، مدت تک نیشاپور کی قضا کے متولی رہے پھر قضا کا عہدہ ابو الہیثم عتبہ اپنے استاد کو دے دیا۔ آپ سے

آپ کے بیٹے ابوسعد محمد بن صاعد اور پوتے ابومنصور احمد بن محمد نے تفقہ کیا اور ایک جم غفیر نے روایت کی۔ آپ نے[1] عقائد میں ایک کتاب اعتقاد نام تصنیف فرمائی اور ۴۳۲ھ میں بمقام نیشاپور وفات پائی۔ آپ کی اولاد و احفاد کے سب لوگ فقیہ و قاضی اور اہلِ فتوے ہوئے ہیں۔

محمد بن منصور نوقدی

محمد بن منصور بن مخلص بن اسمٰعیل نوقدی : امامِ زاہد صائم الدہر مشتغل بالتدریس والفتوے تھے۔ کنیت ابواسحٰق[2] تھی۔ فقہ آپ نے ابی جعفر ہندوانی شاگردِ ابی بکر اعمش تلمیذ ابی بکر اسکاف سے حاصل کی اور حدیث کو قاضی محمد بن حسین یزدی سے روایت کیا۔ مدت تک سمرقند کے مفتی رہے اور سمرقند ہی میں ماہِ رمضان ۴۳۴ھ میں فوت ہوئے، نوقد شہر نسف کے قصبات میں سے ایک قصبہ کا نام ہے۔ "بحر المناقب" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

حسین صیمری

حسین[3] بن علی بن محمد بن جعفر صیمری : فقہائے کبار اور فضلائے نامدار میں سے بڑے عقیل جید النظر حسن العبارت محدث صدوق تھے۔ ۳۵۱ھ میں پیدا ہوئے، شہر صیمر کے پہاڑ میں جو خوزستان کے ملک میں نہر بصرہ پر واقع ہے رہتے تھے۔ فقہ آپ نے ابی نصر محمد بن سہل بن ابراہیم اور ابی بکر محمد خوارزمی سے حاصل کی اور حدیث کو دمشق میں ابی الحسن دار قطنی و ابی بکر محمد بن احمد جرجانی سے سنا اور روایت کیا اور آپ سے قاضی القضاۃ ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن حسین دامغانی و ابوالحسن علی بن حسین صندلی نیشاپوری نے تفقہ کیا اور ابوبکر احمد بن خطیب بغدادی نے حدیث کی روایت کی۔ آپ نے ایک بہت بڑی کتاب امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے اخبار میں تصنیف کی اور مدت تک مدائن وغیرہ کی دار القضاء کے متولی رہے اور بغداد میں ۲۱ شوال ۴۳۶ھ میں وفات پائی۔ "مرجع الانام" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

محمد مایمرغی

محمد بن احمد بن محمود بن محمد بن نصر بن موسےٰ بن احمد مایمرغی نسفی : امامِ فاضل محدث کامل تھے۔ حدیث کو حجاز وغیرہ میں سنا اور مقری محمد بن منصور امام مدینہ سے روایت کی، آپ سے نجم الدین عمر بن محمد نسفی نے روایت کی اور ماہ ربیع الاول ۴۳۲ھ میں شہر مایمرغ میں جو نخشب کے علاقہ میں بخارا کے راستہ پر واقع ہے، فوت ہوئے[4]۔

---

[1] آپ کا لقب عماد الاسلام تھا [2] لقب حاکم تھا "جواہر المضیۃ" [3] ابوعبداللہ کنیت تھی "دستور الاعلام" [4] انکے بیٹے احمد بن محمد مایمرغی متوفی ۴۸۱ھ بھی مشہور عالم اور فقیہ تھے "جواہر المضیۃ" (مرتب)

محمد سمنانی

محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن محمود سمنانی : بڑے عالم فاضل شیخ فقیہ محدث ثقہ متکلم حسن الکلام حنفی المذہب اشعری الاعتقاد تھے۔ ۳۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ابو جعفر کنیت تھی۔ حدیث کو موصل میں نصر بن احمد بن خلیل اور بغداد میں ابا الحسن علی بن عمر دار قطنی اور ابا القاسم عبید اللہ بن محمد رازی وغیرہم سے سنا اور روایت کیا اور آپ سے خطیب بغدادی نے سنا اور لکھا اور آپ کا ذکر اپنی تاریخ میں کیا۔ مدت تک آپ موصل کے قاضی رہے اور فقہ میں تصنیفات کی اور تعلیقات لکھیں اور قضا کی حالت میں ماہِ ربیع الاول ۴۴۴ھ میں فوت ہوئے۔ سمنانی شہر سمنان کی طرف منسوب ہے جو درمیان دامغان اور خوارزمی کے واقع ہے۔ "ملجائے عصر" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

احمد ناطفی

احمد بن محمد بن عمر و ناطفی طبری : عراق کے علمائے کبار و فقہائے نامدار اور اصحاب واقعات و نوازل میں سے فقیہ محدث تھے، کنیت ابو العباس تھی۔ فقہ ابی عبد اللہ جرجانی تلمیذ ابی بکر جصاص رازی سے حاصل کی اور حدیث ابی حفص بن شاہین وغیرہ سے روایت کی۔ آپ کی تصانیف میں سے کتاب اجناس و فروق و کتاب واقعات و کتاب ہدایت معروف و مشہور ہیں۔ وفات آپ کی شہر رے میں ۴۴۶ھ میں ہوئی، چونکہ آپ حلوا بنا کر بیچا کرتے تھے اس لئے آپ کو ناطفی کہا کرتے تھے اور ناطف عربی میں حلوائی کو کہتے ہیں۔

عبد اللہ ناصحی

عبد اللہ بن حسین ناصحی : امامِ کبیر فقیہِ بے نظیر شیخ حنفیہ ثقہ تھے۔ فقہ قاضی ابی الہیثم عتبہ تلمیذ قاضی الحرمین سے پڑھی اور آپ سے آپ کے بیٹے محمد ناصحی نے تفقہ کیا۔ آپ بغداد میں حج کر کے ۴۱۲ھ میں تشریف لائے اور مدت تک تدریس و افتاء میں مصروف رہے اور بخارا میں سلطان محمود سبکتگین کے عہد میں قاضی القضاۃ مقرر ہوئے اور ۴۴۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں سے کتاب تہذیب ادب القضاء معروف ہے۔ ناصح آپ کے اجداد میں سے کسی کا نام تھا۔

شیخ محمد اسمٰعیل

شیخ محمد اسمٰعیل محدث لاہوری : بخارا کے ساداتِ عظام میں سے تھے جو سلطان مسعود غزنوی کے وقت اواخر ۳۹۵ھ میں شہر لاہور میں آکر سکونت پذیر ہوئے، اپنے وقت کے علوم فقہ و حدیث و تفسیر میں امام اور جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ واعظان اہلِ اسلام میں سے آپ ہی سب سے پہلے لاہور میں تشریف

لائے اور آپ کے وعظ و نصائح کی تاثیر سے ہزاروں کفار مشرف بہ اسلام ہوئے یہاں تک کہ جو شخص آپ کی مجلسِ وعظ میں حاضر ہوتا، بغیر پڑھے کلمۂ توحید کے واپس نہ جاتا تھا چنانچہ پہلے جمعہ کو جو آپ منبرِ وعظ پر بیٹھے تو اڑھائی سو اور دوسرے کو ساڑھے پانچسو، تیسرے کو ایک ہزار کفار حلقۂ اہلِ توحید میں داخل ہوئے۔ وفات آپ کی ۴۳۸ھ میں ہوئی اور لاہور کے باہر جنوب کی طرف مدفون ہوئے[1]۔ سالِ وفات آپ کا لفظ "تہتاب" ہے۔

شمس الائمہ حلوائی

عبد العزیز بن احمد بن نصر بن صالح بخاری : شمس الائمہ لقب تھا، چونکہ آپ حلوا بیچا کرتے تھے اس لئے حلوائی کی نسبت سے معروف تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کو حلوانی کہنا چاہئے کیونکہ آپ قصبۂ حلوان کے باشندہ تھے۔ بہر حال اپنے زمانہ کے امامِ کبیر فاضلِ بے نظیر فقیہ محدث ثقہ تھے، حدیث اور اہلِ حدیث کی بڑی توقیر کیا کرتے تھے۔ ابن کمال پاشا نے آپ کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔ فقہ آپ نے حسین ابی علی نسفی شاگرد ابی بکر محمد بن فضل تلمیذ عبد اللہ سبذمونی سے حاصل کی اور حدیث کو ابی شعیب صالح بن محمد بن صالح بن شعیب اور مجازی اور ابی سہل احمد بن محمد بن مکی الانماطی اور ابا اسحٰق رازی اور اسمٰعیل بن محمد زاہد اور عبد اللہ بن محمد کلاباذی اور عبد اللہ بن حسین کتاب اور حافظ محمد بن احمد غنجار وغیرہ سے سنا اور روایت کیا اور امام طحاوی کی شرح معانی الآثار کو ابی بکر محمد بن عمر بن حمدان سے روایت کیا اور آپ سے شمس الائمہ بکر زنجری اور محمد بن علی والد شمس الائمہ بکر زنجری اور شمس الائمہ محمد سرخسی اور ابی بکر محمد بن حسین اور فخر الاسلام علی بن محمد بن حسین بزدوی اور ان کے بھائی صدر الاسلام ابو الیسر محمد بن محمد اور قاضی جمال الدین ابو نصر احمد بن عبد الرحمٰن وغیرہ نے تفقہ اور روایت کیا، حافظ الحدیث ابو محمد عبد العزیز بن محمد نخشبی اپنی معجم شیوخ میں آپ کو اپنے شیوخ میں بیان کر کے کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے آپ کی تمام امالی سنی ہیں۔ آپ ہمیشہ فقہاء کو حلوا کھلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ دعا کرو ہمیں خدا لڑکا عطا کرے، پس خدا نے آپ کو بسبب بخشش اور اعتقاد اور تضرع کے جیسا کہ آپ چاہتے تھے ولیا لڑکا عطا کیا۔

آپ کی تصانیف میں سے کتاب مبسوط اور نوادر مشہور و معروف ہیں، اخیر عمر میں آپ بخارا سے شہر کش میں تشریف لے گئے اور وہیں ماہ شعبان ۴۴۸ھ یا ۴۵۲ھ میں وفات پائی اور آپ کی نعش کو بخارا میں لا کر قبرستان کلاباذ میں دفن کر دیا گیا جو اب زیارت گاہِ عام و خاص ہے۔ سالِ وفات آپ کا "صدرِ مسند" ہے۔

عبد الواحد عکبری

عبد الواحد بن علی بن برہان الدین عکبری[2] : بڑے فقیہ نحوی متکلم لغوی مؤرخ ادیب تھے،

(مرتب)

[1] مزار راوی رود پر ہے۔ [2] عبد الواحد بن علی بن عمر بن اسحاق بن ابراہیم اسدی کا "عکبری" اصول اللغت آپکی تصنیف ہے عمر ۸۰ سال وفات ۴۵۶ھ جواہر المضیہ

ابوالقاسم کنیت تھی، پہلے نجومی تھے پھر نحوی ہوئے اور حنبلی مذہب سے حنفی مذہب اختیار کیا، فقہ احمد قدوری شاگرد ابی عبداللہ محمد بن یحییٰ جرجانی سے حاصل کی اور حدیث کو ابن بطہ وغیرہ سے سماعت کیا، آپ امام ابوحنیفہ کے بڑے حمایتی اور اپنے اصحاب میں ذی عزت تھے، کبھی شلوار نہ باندھی اور نہ اپنے سر کو چادر سے ڈھکا۔ وفات آپ کی چہارشنبہ کے روز ماہ جمادی الاخریٰ ۴۵۶ھ میں ہوئی، عکبری شہر عکبر کی طرف منسوب ہے جو دریائے دجلہ پر بغداد سے دس فرسنگ کے فاصلہ پر مشرق کی طرف واقع ہے۔ "عالی مقدار" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

عبدالعزیز نسفی

عبدالعزیز بن محمد بن محمد بن عاصم نسفی: حافظ حدیث، محدث ثقہ، فقیہ متقن، عالم کبیر المحل فاضل عظیم الشان تھے، ابومحمد کنیت تھی، سلفی نے کہا ہے کہ میں نے آپ کی بابت موتمن ساجی سے پوچھا، انھوں نے کہا کہ آپ مثل ابی بکر خطیب اور محمد بن علی الصوری کے حافظ حدیث پسندیدہ اخلاق وفہم تھے۔ ابن مندہ کہتے ہیں کہ آپ حفظ و اتقان میں یگانۂ زمانہ تھے اور میں نے اپنے زمانہ میں کوئی آپ کے دقیق الخط سریع الکتابۃ اور قرارۃ نہیں دیکھا۔ مدت تک آپ نے حافظ جعفر مستغفری کی صحبت میں رہ کر کثرت سے سماعت و اخذ کیا اور بغداد میں محمد بن محمد بن غیلان کو پاکر اُن سے بھی استفادہ کیا اور نسف میں ۴۵۶ھ یا ۴۵۷ھ میں وفات پائی۔

اسمٰعیل صفار

اسمٰعیل بن احمد بن اسحٰق بن شیث صفار: ابوابراہیم کنیت تھی۔ فقہ آپ نے باپ سے پڑھی اور امام اعظم کی کتاب عالم و متعلم کو اپنے والد ماجد کے ساتھ ابی یعقوب یوسف بن منصور سیاری سے سماعت کیا، چونکہ آپ بڑے صادق القول و حق گو تھے اور سچ کہنے میں کسی سے نہ ڈرتے تھے، اس لیے ۴۶۱ھ میں خاقان نے آپ کو قتل کرادیا۔

علی سغدی

علی بن حسین سغدی: اپنے زمانہ کے امام فاضل فقیہ مناظر تھے، رکن الاسلام لقب اور ابوالحسن کنیت تھی، فقہ شمس الائمہ سرخسی سے اخذ کی اور شرح سیر الکبیر کو روایت کیا۔ حدیث کو ایک جماعت محدثین سے سنا یہاں تک کہ بخارا میں ساکن ہوکر افتاء کے لئے صدر نشین ہوئے اور وہاں کی قضا آپ کے سپرد ہوکر ریاست مذہب حنفیہ کی آپ پر منتہی ہوئی، واقعات و نوازل میں لوگ آپ کی طرف رجوع لانے لگے۔ فتاوے قاضی خان وغیرہ مشاہیر فتاوے میں آپ کا کثرہ تذکرہ ہوا ہے۔ آپ کی

تصانیف میں سے فتاوے نسفت اور شرح جامع کبیر مشہور و معروف ہیں۔

کہتے ہیں کہ جن دنوں آپ بغداد میں پڑھا کرتے تھے ان ایام میں خلیفہ بغداد کا بیٹا بھی پڑھا کرتا تھا، ایک دن اور خلیفہ کے بیٹے نے اول سبق پڑھنے کے لئے قرعہ ڈالا تو آپ کا قرعہ نکلا، خلیفہ کے بیٹے نے کہا کہ پہلے مجھ کو آپ سبق پڑھ لینے دو آپ نے فرمایا کہ نہیں میں پڑھوں گا، خلیفہ کے بیٹے نے کہا کہ تم مجھ کو پہلے سبق پڑھ لینے دو تو میں تم کو اس کے عوض میں پچاس دینار دوں، آپ نے نہ مانا اور سبق پڑھ لیا جب آپ سبق پڑھ کر علیحدہ ہوئے تو آپ کے ہم سبق اور یار دوستوں نے آپ کو ملامت کرنی شروع کی اور گھاس آپ کی طرف پھینک کر کہنے لگے کہ اگر تم خلیفہ کے بیٹے کو اول سبق پڑھ لینے دیتے تو تم کو پچاس دینار مل جاتے اور پھر اپنا سبق بھی پڑھ لیتے۔

آپ کے پاس صرف ایک گودڑی کھجور کے پوست سے بنی ہوئی تھی اور وہ بھی کئی جگہ سے پھٹی ہوئی، اس وقت وہاں ایک متمول شخص حاضر تھا، اس نے آپ کا یہ شوقِ علم دیکھ کر کہا کہ چونکہ آپ نے فقط ایک سبق کو پچاس دینار پر مقدم سمجھا ہے اس لئے مجھ کو واجب ہے کہ آپ کے نان و نفقہ کی خبر گیری رکھا کروں، پس اس نے آپ کی بڑی عزت کی اور آپ کو رہنے کے لئے ایک مکان دیکر لباس و خوراک کی طرف سے آپ کا خبر گیراں رہا جس سے اپنے وجہ معیشت سے فارغ البال ہو کر تحصیلِ علم کی، وفات آپ کی سنہ ۵۶۱ھ میں ہوئی سُغد سمرقند کی نواح میں ایک علاقہ کا نام ہے۔

داتا گنج بخش

علی مخدوم جلابی غزنوی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری : آپ کا شجرہ نسب امام حسن بن حضرت علی تک منتہی ہوتا ہے۔ آپ اولیائے متقدمین میں سے جامع علوم ظاہری و باطنی، عابد زاہد متقی مظہر خوارق و کرامت اور حنفی المذہب تھے۔ آپ نے اپنے مرشد شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی جنیدی کے سوا بڑے بڑے مشائخ مثل شیخ ابوالقاسم گورگانی و ابوسعید ابوالخیر اور ابوالقاسم قشیری محدث سے صحبت کرکے فوائدِ کثیرہ حاصل کئے، اخیر کو اپنے مرشد کے اشارت سے غزنی سے ہندوستان میں آکر لاہور میں فضیلت و مشیخت کا ہنگامہ گرم کیا، دن کو تدریس و تعلیم اور رات کو تلقین میں مصروف رہ کر ہزارہا جہلاء کو عالم فاضل اور صدہا گم گردگانِ راہِ حق کو راہِ راست بتائی اور دور دور سے علماء و فضلاء نے آپ کی خدمت میں آکر سعادتِ دارین حاصل کی۔

سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ جب آپ نے لاہور میں قیام کیا تو آپ نے رہنے کا مکان اور مسجد تعمیر کی لیکن اس وقت محراب مسجد کا بہ نسبت دیگر مساجد کے کچھ تھوڑا سا ٹیڑھا مائل بہ سمت جنوب معلوم ہوتا

تھا، علماءِ وقت نے اس پر اعتراض کرنا شروع کیا، آپ خاموش رہے، جب مسجد تیار ہو گئی تو آپ نے کل علماء و فضلائے شہر کی دعوت کی اور خود امام ہو کر نماز پڑھائی، بعد نماز کے سب کو رو بقبلہ استادہ کر کے فرمایا کہ دیکھو قبلہ کس طرف ہے یہ کہنا ہی تھا کہ خدا کے حکم سے فوراً تمام حجاب اٹھ گئے اور کعبہ سامنے سے نمودار ہوا اور سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اپنے اعتراض سے نہایت نادم ہوئے۔

آپ کی تصنیفات تو بہت ہیں لیکن اس میں سے کشف المحجوب نہایت مشہور و مقبولِ عالم ہے جس میں آپ نے امام ابو حنیفہ کی نسبت لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ ملک شام میں حضرت بلال مؤذن کی قبر کے سرہانے سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا، اتنے میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بابِ بنی شیبہ سے تشریف لائے اور آپ نے ایک بوڑھے شخص کو مثل اطفال کے گود میں لیا ہوا ہے اور نہایت شفقت اس پر فرما رہے ہیں، میں نے سلام کر کے آپ کے پائے مبارک پر بوسہ دیا اور تعجب سے اپنے دل میں خیال کیا کہ آیا یہ پیرِ روشن بخت کون ہے جس پر حضرت اس قدر مہربانی مبذول فرما رہے ہیں حضرت نے معجزے سے میرے رازِ دل کو معلوم کر کے فرمایا کہ یہ امامِ ابو حنیفہ ہیں جو مسلمانانِ اہل سنت کے امام ہیں، انتہیٰ۔ وفات آپ کی ۴۶۵ھ میں ہوئی اور اپنی تعمیر کردہ خانقاہ میں مدفون ہوئے۔ لاہور میں جس قدر آپ کے مزار پر اہلِ حاجات وغیرہ کا رجوع ہے اس قدر اور کہیں نہیں ہے۔ جلاب و ہجویر، غزنی میں دو محلوں کا نام ہے جہاں آپ ابتدا میں رہا کرتے تھے۔ سالِ وفات آپ کا "جلوۂ نور الصمد" ہے۔

احمد بن محمد سمنانی

احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن محمود سمنانی : آپ بھی اپنے باپ ابو جعفر محمد بن احمد مکی طرح حنفی المذہب اشعری الاعتقاد تھے اور عقیدۂ اشعریہ میں بڑا غلو کرتے تھے۔ کنیت ابو الحسین تھی ۳۸۴ھ میں بمقام سمنان پیدا ہوئے، فقہ و حدیث اپنے باپ سے پڑھی اور سنی یہاں تک کہ اپنے وقت فقیہ محدث ثقہ صدوق حسن الاخلاق کبیر القدر ہوئے۔ خطیب بغدادی نے آپ سے بھی حدیث کو لکھا، ۴۰۷ھ میں آپ حلب کے قاضی مقرر ہوئے اور قاضی ابی عبد اللہ دامغانی کی دختر سے نکاح کیا اور بغداد میں ماہِ جمادی الاولیٰ ۴۶۶ھ میں وفات پائی۔

علی بن عبد اللہ خطیبی

علی بن عبد اللہ خطیبی : بڑے عالم فاضل زاہد اور اختلاطِ سلاطین سے متنفر تھے اور اپنے آپ کو تدریس و تعلیم پر مجبور کر رکھا تھا۔ جب کوئی قرآن شریف پڑھتا تو آپ کے آنسو ٹپک آتے، کنیت ابو الحسن

تھی۔ فقہ آپ نے شمس الائمہ عبد العزیز حلوائی اور ابی محمد عبد اللہ ناصحی سے پڑھی اور نوجوانی میں حج کیا۔ جب اصفہان میں آئے تو وہاں کی قضا آپ کو دی گئی۔ کہتے ہیں کہ آپ سترہ برس تک قائم اللیل رہے اور اس عرصہ تک آپ نے رات کو اپنی کروٹ زمین پر نہ رکھی۔ نقل ہے کہ ۴۶۶ھ میں آپ اصفہان میں ایک دن صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے کہ ایک نیک بخت عورت نے آپ کے پاس آکر بیان کیا کہ میں سحر کے وقت سوئی ہوئی تھی اور بحالت خواب یہ گمان کرتی تھی کہ گویا میں مدینہ منورہ کی مسجد میں ہوں کہ ایک شخص نے اگر بانگ نماز دے کر تکبیر کہی اور لوگ صفیں باندھ کر اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اس کو کہا گیا کہ تکبیر تحریمہ کہو مگر اس نے جواب دیا کہ جب تک ابو الحسن خطیبی حاضر نہ ہوں گے میں تکبیر نہیں کہوں گا آپ عورت مذکورہ کی زبان سے یہ بات سنتے ہی مصلے پر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ننگے پاؤں شہر علوی کو جو عراق کی طرف تھا، چلدئے۔ جب اس بات کی خبر حاکم اصفہان کو ہوئی تو وہ آپ کے پیچھے دوڑا آیا اور بہت التماس کی کہ آپ یہیں رہیں مگر آپ نے ایک نہ سُنی اور چل دئے یہاں تک کہ شہر مذکور میں بڑی تھکن کے ساتھ پہنچ گئے اور مقام جحفہ میں جو مدینہ کے راستہ میں ہے، پہنچکر ۴۶۷ھ میں فوت ہو گئے۔

اسمٰعیل بن محمد کماری

اسمٰعیل بن محمد بن احمد بن طیب بن جعفر واسطی کماری : عید الفطر کے روز ۳۸۳ھ میں پیدا ہوئے، کنیت ابو علی تھی، فاضل دہر فقیہ متبحر تھے۔ فقہ اپنے باپ محمد بن احمد سے پڑھی اور حدیث کو عبید اللہ بن اسد اور ابا بحر احمد بن عبید اللہ اور ابا عبد اللہ بن مہدی سے سنا اور شہر واسط کے قاضی مقرر ہوئے۔ وفات آپ کی ماہ جمادی الاولی ۴۶۸ھ میں ہوئی۔

اسعد کرابیس نیشاپوری

اسعد بن محمد بن حسین[1] کرابیس نیشاپوری : ابو المظفر کنیت اور جمال الاسلام لقب تھا۔ عالم فاضل فقیہ ادیب حسن الطریقہ تھے۔ فروع واصول میں آپ کو معرفت تامہ اور مہارت کاملہ حاصل تھی۔ فقہ آپ نے علاء الدین اسمندی تلمیذ سید الاشرف سے حاصل کی اور علم ادب ابی منصور موہوب بن احمد جوالیقی سے پڑھا۔ ایک کتاب موجز نام فقہ وفروق میں تصنیف[2] فرمائی اور ۵۷۰ھ میں فوت ہوئے۔ کرابیس جمع کرباس کی ہے اور کرباس کپڑے کو کہتے ہیں پس آپ کا کرباس کی طرف منسوب ہونا یا تو اس کی خرید و فروخت یا اس کے عمل کی جہت سے ہے۔

---

[1] کرابیسی [2] الفروق فی مسائل الفرقیہ بھی انکی تصنیف ہے۔ ۵۷۰ھ میں وفات پائی جواہر المضیۂ کشف الظنون ۱۲ مترجم

احمد اقطع

احمد بن محمد بن محمد[1] بن نصر الفقیہ المعروف بالاقطع: فقیہ کامل جامع علوم و فنون اور بڑے حساب داں تھے، فقہ آپ نے ابی الحسین قدوری سے پڑھی، سکونت آپ کی بغداد کے محلہ درب ابی یزید میں تھی لیکن ۴۳۰ھ میں ہواز کی طرف تشریف لیجا کر مقام رامہرز میں مقیم ہوئے۔ اقطع آپ کو اس لئے کہا کرتے تھے کہ لڑائی تتار میں جو اہلِ اسلام سے ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ آپ کا کٹ گیا تھا۔ آپ نے مختصر قدوری کی شرح تصنیف کی اور ۴۷۴ھ میں وفات پائی۔

عبد العزیز مرغینانی

عبد العزیز بن عبد الرزاق مرغینانی: جامع فروع و اصول تھے، خدا کے فضل سے آپ کے چھ بیٹے تھے جو سب کے سب تدریس و افتاء کی لیاقت رکھتے تھے جب آپ اپنے بیٹوں کے ہمراہ گھر سے نکلتے تھے تو لوگ کہتے تھے کہ سات مفتی ایک گھر سے نکلے ہیں مگر آپ کے بیٹوں میں سے ابو الحسن ظہیر الدین علی بن عبد العزیز اور شمس الائمہ محمود اوزجندی اشہر ہیں، وفات آپ کی ۴۷۷ھ میں ہوئی۔

محمد بن علی دامغانی

محمد بن علی بن محمد بن حسین بن عبد الملک بن عبد الوہاب بن حسویہ الدامغانی: دامغان میں ۳۹۸ھ میں پیدا ہوئے۔ کنیت ابو عبد اللہ تھی، اپنے زمانہ کے امام فاضل فقیہ کامل محدث جید وافر الفضل سدید الرائے اور قاضی القضاۃ کے خطاب سے مشہور تھے۔ عقیلی نے کہا ہے کہ مشائخین میں آپ کوہِ بلند اور جبلِ محکم تھے۔ آپ کے وقت میں امامِ ابو حنیفہ کے مذہب کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی، فقہ آپ نے حسن بن علی صیمری شاگرد ابی بکر خوارزمی تلمیذ ابی بکر احمد جصاص سے حاصل کی اور حدیث کو صیمری اور ابی عبد اللہ محمد بن علی صوری وغیرہ سے سُنا اور روایت کیا اور آپ سے سمعانی کے مشائخ عبد الوہاب بن مبارک انماطی اور حسین بن حسن مقدس وغیرہ نے حدیث کو سُنا اور روایت کیا۔ آپ کا قول ہے کہ میں نے دامغان میں ابی صالح فقیہ سے فقہ پڑھی، پھر نیشاپور میں آیا اور چودہ مہینے وہاں رہ کر قاضی ابو العلاصاعد بن محمد کی صحبت کی پھر بغداد میں جوانی کی حالت میں آکر قدوری سے پڑھا اور صیمری کی ملازمت اختیار کی، پچاس سال کی عمر میں ۴۴۷ھ میں بعد وفات قاضی ابن ماکول کے آپ کو بغداد کی قضا ملی جس پر آپ کچھ اوپر تیس سال مقرر رہے۔

ابو الطیب کہتے ہیں کہ آپ ہمارے مذہب شافعی کے بہت اعرف تھے اور نہایت خوبصورت

---

[1] ابو نصر کنیت تھی ۳ے بعمر ۶۸ سال "جواہر المضیۃ" (مرتب)

اور دین و علم کے خوب دقائق و معانی دان صاحبِ عقل و حلم و مروت اور منصف تھے، اکثر آپ کے درس میں شیخ ابو اسحٰق شیرازی کے ملاعبات و نوادر وارد ہوا کرتے تھے جن کے اجتماع سے نزہت خاطر حاصل ہوتی تھی، آپ کو بہ سبب جلالت و حشمت و پیشوائی کے امامِ ابو یوسف سے مشابہت دی جاتی تھی۔ آپکی اولاد میں مدت تک مسلسل ائمہ و قاضی ہوتے رہے، وفات آپ کی ماہِ رجب ۴۷۸ھ میں ہوئی[1] اور بغداد میں امام ابو حنیفہ کے قبر کے پاس مدفون ہوئے۔ "امیر المؤمنین" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

اسمٰعیل فقیہ حجاجی

اسمٰعیل بن محمد بن احمد بن الطیب بن جعفر الفقیہ الحجاجی الکماری : بقول ابو الفضل مقدسی کے آپ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر حنفیوں میں کوئی احسن طریقہ نہ تھا جو امامِ اعظم کے مذہب پر ثقہ و فقیہ ہو، ابو سعد کنیت تھی، حجاجی آپ کو اس لئے کہتے تھے کہ آپ شہر بیہق کے، جس کو لوگ حجاج بولتے ہیں، رہنے والے تھے اور کمار آپ کے اجداد میں سے کسی شخص کا نام تھا۔ وفات آپ کی ۴۷۹ھ میں ہوئی۔[2]

احمد اسبیجابی

احمد بن منصور اسبیجابی : شہر اسبیجاب میں جو سرحداتِ ترک سے ہے، رہا کرتے تھے، ابو نصر کنیت تھی، اپنے زمانہ کے امامِ فاضل فقیہ متبحر تھے، فقہ اپنے ملک کے علماء سے پڑھی، پھر سمرقند کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں کے ائمہ سے خوب مناظرے کئے اور فقہاء و طلباء کو درس دیا یہاں تک کہ بعد وفات سید ابی شجاع کے آپ ہی کی طرف لوگوں نے امورِ دینیہ میں رجوع کیا اور آپ سے آثارِ جمیلہ ظہور میں آئے، مختصر طحاوی کی شرح نہایت عمدہ لکھی اور ۴۸۰ھ میں اس دارِ فانی سے رحلت کی۔ "گرامیٔ دہر" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

احمد باقرحی

احمد بن اسحٰق بن ابراہیم بن مخلد بن جعفر بن مخلد باقرحی : ماہِ شعبان ۳۹۷ھ کو شہر باقرح میں جو بغداد کے علاقہ میں واقع ہے، پیدا ہوئے، ابو الحسن کنیت تھی اور بیت علم و قضا و حدیث و عدالت سے تھے، حدیث کو ابا الحسین احمد بن محمد واعظ اور ابا الحسن محمد اور ابا علی حسن بن احمد بن شاذان وغیرہم سے سنا اور ماہِ رمضان ۴۸۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کے والد ماجد اسحٰق بن ابراہیم متوفی ۴۲۹ھ بھی بڑے عالم فاضل محدث صدوق تھے جن سے خطیب بغدادی نے کچھ احادیث لکھی ہیں۔

---

[1] "تنزیل حیلان وطرق" "زوائد و نظائر فی غریب القرآن" اور "مختصر حکم" آپکی تصنیف ہیں ۔ [2] ولادت ۳۹۷ھ "جواہر المضیئہ" (مرتب)

عبدالکریم اندقی

عبدالکریم بن ابی حنیفہ بن عباس بن مظفر اندقی : چوتھی صدی کے بعد پیدا ہوئے قصبۂ اندق کے جو بخارا کے پاس واقع ہے، رہنے والے تھے، اپنے زمانہ کے امام فاضل زاہد پرہیزگار متواضع نیک سیرت تھے، فقہ ابی محمد بن احمد حلوائی اور ابی طاہر محمد بن علی بن احمد اسمٰعیل اور ابی نصر احمد بن علی بن منصور سے حاصل کی اور انہیں سے حدیث کو سُنا، آپ سے ابو عمرو عثمان بن علی البیکندی نے روایت کی اور شعبان کے مہینے ۴۸۱ھ میں فوت ہوئے۔ "قمر عالم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

امامِ بزدوی

علی بن محمد بن حسین بن عبدالکریم بن موسےٰ بزدوی : ۴۰۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے، فروع و اصول میں اپنے زمانہ کے امامِ ائمہ شیخ حنفیہ مرجع انام جامع علوم مختلفہ فقیہ کامل محدثِ جید حفظِ مذہب میں ضرب المثل تھے۔ آپ نے تصنیفات عجیبہ سے زمانہ کو پُر کیا چنانچہ کتاب مبسوط گیارہ جلدوں میں تصنیف کی اور جامع کبیر و جامع صغیر کی شرحیں لکھیں اور ایک بڑی کتاب نہایت معتبر و معتمد اصولِ فقہ میں اصول بزدوی کے نام سے تصنیف کی اور ایک تفسیر قرآن شریف کی ایک سو بیس جزء میں، جو ہر ایک جزء قرآن شریف کے حجم کے برابر ہے، تصنیف کی۔ غناء الفقہاء فقہ میں اور کتاب امالی حدیث میں جمع کی۔ فخر الاسلام لقب اور ابو الحسن و ابو العسر کنیت تھی۔ سمرقند کی تدریس و قضا آپ کے سپرد کی گئی۔ ۵ تاریخ ماہ رجب ۴۸۲ھ کو مقام کش میں فوت ہوئے اور جنازہ آپ کا سمرقند میں لیجا کر دفن کیا گیا۔ بزدوی قلعہ بزدہ کی طرف منسوب ہے جو نسف سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں ایک بڑا متبحر عالم شافعی المذہب آپ کی ولایت میں آیا جس سے وہ مناظرہ کرتا تھا اس پر غالب آتا تھا یہاں تک کہ بعض حنفی المذہب بھی مذہب امام شافعی کی طرف مائل ہو گئے، علماء و فضلاء نے متفق ہو کر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اس طرف متوجہ ہوں ورنہ ہم سب لوگ شافعی ہو جائیں گے۔ آپ نے کہا کہ میں ایک گوشہ نشین آدمی ہوں، مجھ کو مناظرہ و مباحثہ سے کیا کام ہے مگر جب ان لوگوں نے نہایت اصرار کیا تو آپ نے ان کی التجا کو قبول کیا اور اس کی مجلس میں تشریف لے گئے۔ عالم مذکور نے امام شافعی کے مناقب کو شمار کرنا شروع کیا اور کہا کہ ہمارے امام نے ایک مہینے میں قرآن شریف حفظ کیا اور ہر روز ایک بار ختم کرتے تھے اور رات کو تراویح میں سارا قرآن پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو آسان کام ہے کیونکہ قرآن شریف بتمامہ علم ہے اور ہم اس کو یاد رکھا کرتے

میں، پھر فرمایا کہ سرکاری دفتر کا حساب کتاب لاؤ اور دخل وخرچ دو سال کا پڑھ کر مجھے کو سناؤ، لوگوں نے ایسا ہی کیا، امام نے دفتر مذکور پر اس غرض سے کہ کوئی اس میں تغیر و تبدل نہ کر سکے، بادشاہ کی مہر کرا کر اس کو ایک مکان مقفل میں بند کرا دیا اور آپ حج کو تشریف لے گئے۔ جب چھ مہینے کو واپس آئے تو ایک بڑی مجلس کی اور دفاتر کو کھلوا کر عالم مذکور کے ہاتھ میں دیا اور آپ نے تمام یاد اس کو پڑھ کر سنا دیا یہاں تک کہ ایک حرف کی بھی غلطی نہ کی جس سے مدعی بسبب خجالت و ندامت کے پانی پانی ہو گیا۔ "محقق پاک رائے" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

احمد استوائی

احمد بن محمد بن صاعد[1] بن محمد استوائی: ۳۴۱ھ میں پیدا ہوئے، ابو منصور کنیت اور شیخ الاسلام خطاب رکھتے تھے۔ علم اپنے دادا ابی العلا صاعد سے حاصل کیا اور حدیث کو ابی سعید صیرفی اور اپنے دادا سے سماعت کیا اور آپ سے زاہر اور وجیہ اور عبد الخالق بن زاہر وغیرہ نے روایت کی، اخیر کو نیشاپور کے قاضی القضاۃ ہوئے اور شیخ الاسلام کے لقب سے پکارے گئے۔ سمعانی نے لکھا ہے کہ آپ اخیر عمر میں مذہب کے معاملہ میں بڑے متعصب ہو گئے تھے جس سے نظام الملک نے آپ کو قضا سے موقوف کر دیا اور ۴۸۲ھ کو شعبان کے مہینے میں فوت ہوئے۔

خواہر زادہ

محمد بن حسین بن محمد[2] بن حسین بخاری المعروف بہ بکر خواہر زادہ: امام فاضل، فقیہ محدث، مذہب امام ابو حنیفہ میں متبحر تھے، آپ کا طریقہ حسنہ معتبرہ تھا اور عظماء و کبراء ماوراء النہر میں سے بحور العلم تھے، بہت سے اصحاب وائمہ آپ سے ظاہر ہوئے۔ خواہر زادہ آپ کو اس لئے کہتے تھے کہ آپ قاضی ابی ثابت محمد بن احمد بخاری کی ہمشیرہ کے بیٹے تھے اور اس نسبت سے اور علماء و فضلاء بھی ملقب ہیں۔ حدیث آپ نے اپنے باپ اور ابا نصر احمد بن علی حازمی اور حاکم ابا عمر محمد بن عبد العزیز قنطری اور ابا سعید بن احمد اصبہانی اور ابا فضل منصور بن عبد[3] الرحیم کاغذی وغیرہم سے سماعت کی اور بخارا میں کئی ایک مجالس میں حدیث کو لکھوایا اور آپ سے عثمان بن علی بیکندی اور عمر بن محمد بن لقمان نسفی وغیرہم نے حدیث کو روایت کیا۔ سمعانی شافعی لکھتے ہیں کہ آپ سے ہم کو صرف ابو عمرو عثمان بن علی بن محمد بیکندی کے ذریعہ سے حدیث پہنچی، کتاب مختصر کتاب تجنیس، کتاب مبسوط تصنیف کیں اور بوڑھے ہو کر بخارا میں جمعہ کی رات ۲۵ ماہ جمادی الاولیٰ ۴۳۳ھ یا ۴۸۳ھ میں وفات پائی[4]

---

[1] ابو نصر زینبی [2] نعمان ابو الفتح محمد بن حسین قدیدی [3] منصور بن نصر کاغذی۔ "جواہر المضیہ" [4] جمادی الاول ۴۸۳ھ میں وفات پائی "معجم المؤلفین" و "دستور الاعلام" (مترجم)

محمد ناصحی نیشاپوری

محمد بن عبد اللہ ناصحی نیشاپوری : ابو الحسین کنیت اور قاضی القضاۃ خطاب تھا، اپنے وقت کے امام فقیہ محدث مناظر جدلی، ادیب شاعر طبیب اعرف مذہب عالم و فاضل تھے۔ فقہ اپنے باپ ابی محمد عبد اللہ ناصحی سے، انہوں نے قاضی ابی ہیثم، انہوں نے قاضی حرمین، انہوں نے ابی طاہر دباس، انہوں نے ابی حازم، انہوں نے عیسےٰ بن ابان، انہوں نے امام محمد سے پڑھی اور حدیث کو ابا سعید صیرفی وغیرہ محدثین سے سنا اور بغداد و خراسان میں تحدیث کی اور آپ سے محمد بن عبد الواحد دقاق اور عبد الوہاب بن الانماطی وغیرہ نے روایت کی، آپ اپنی باپ کی حیات میں ہی مدرسہ سلطانیہ کے مدرس بنے اور عہد الپ ارسلان میں نیشاپور کی قضا کے متولی ہوئے اور دس سال تک قاضی رہے اور حشمت و درجہ کو حاصل کیا۔ آپ ایسے فقیہ النفس تھے کہ جب امام حرمین سے مسائل میں گفتگو کرتے تو امام آپ کی تعریف کرتے۔ عبد الغافر فارسی کہتے ہیں کہ میں نے کئی دفعہ آپ کو ابی المعالی جوینی شافعی کے ساتھ مسائل میں گفتگو کرتے دیکھا اور ابو المعالی آپ کے کلام پر بسبب حسن ایراد اور قوت فہم کے تعریف کرتے تھے۔ جب آپ حج سے پھر کر اصفہان کے قریب پہنچے تو ماہِ رجب ۴۸۴ھ میں وفات پائی، سالِ وفات آپ کا لفظِ "آفتاب" ہے۔

صاحب تفسیر نیشاپوری

علی بن حسین[1] بن علی نیشاپوری : ابو الحسن کنیت تھی، اپنے زمانہ کے امام عالم تھے، ملابس میں سنت نبویہ کا بڑا لحاظ رکھتے تھے اور جمعہ کی نماز کے لئے دوڑتے جایا کرتے تھے اور جو شخص راستہ میں ملتا تھا اس کو سلام کرتے تھے۔ علم آپ نے حسین بن علی صیمری سے، انہوں نے ابی بکر محمد خوارزمی، انہوں نے جصاص، انہوں نے بردعی، انہوں نے موسیٰ بن نصر، انہوں نے امام محمد سے حاصل کیا، آپ کی کلام کو معتزلہ کے مذہب پر بڑا غلبہ تھا اور اہلِ خراسان کی بولی میں وعظ کیا کرتے تھے۔ بغداد میں سلطان طغرل کے ہمراہ آتے۔ جب نیشاپور میں واپس گئے تو زہد اختیار کر لیا اور سلاطین کے پاس آمد و رفت چھوڑ دی۔ ایک دن سلطان ملک شاہ نے جامع نیشاپور میں کہا کہ اب آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آیا کرتے، آپ نے فرمایا اس لئے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تو بسبب زیارت علماء کے بادشاہوں میں سے بہتر ہو اور میں بباعث زیارت بادشاہوں کے علماء میں سے اشر ہوں، آپ اور شیخ ابی محمد جوینی شافعی اور ان کے بیٹے ابی المعالی کے درمیان فروع و اصول میں بڑی مخالفت رہی اور طرفین کی طرف لوگوں کے

[1] علی بن حسن صندلی نیشاپوری ہے جواہر المضیۂ۔ (مرتب)

گروہ ہوگئے، آپ نے قرآن شریف کی ایک عمدہ تفسیر تصنیف کی اور ۴۸۴ھ میں وفات پائی۔ "چشمِ عالم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

محمد سمرقندی اسمندی

محمد بن عبد الحمید یا عبد الرشید بن حسن بن حسین سمرقندی اسمندی : ابوحامد کنیت، علاؤ الدین لقب تھا، شہر اسمند کے، جو سمرقند کے علاقہ میں واقع ہے، رہنے والے تھے اور علمائے عالم سے مشہور و معروف تھے فقیہ فاضل اور عالم مناظر تھے، فقہ اشرف علوی سے پڑھی اور علم خلاف و تفسیر میں تصنیفات کیں، ابوالمظفر جمال الاسلام سعد کرابیسی مصنف فروق اور شیخ الاسلام نظام الدین عمر بن صاحب ہدایہ نے آپ سے اخذ کیا، کئی ایک مجلد میں ایک تعلیق لکھی اور تفسیر کو املا کیا۔ اصولِ فقہ میں بذل النظر اور اصول اعتقاد میں ہدایہ نام کتاب تصنیف کی۔ اخیر کو مناظرے اور مباحثے ترک کر کے عبادت میں مشغول ہوگئے اور ۵۵۲ھ میں وفات پائی۔[1]

شمس الائمہ سرخسی

محمد بن احمد بن ابی سہل[2] سرخسی : ابوبکر کنیت اور شمس الائمہ سرخسی سے ملقب تھے، ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے، اپنے زمانہ کے امام، علامہ، حجت، متکلم، مناظر، اصولی، فقیہ، محدث، مجتہد تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو طبقۂ مجتہدین فی المسائل میں سے شمار کیا ہے۔ پہلے اپنے باپ کے ساتھ واسطے تجارت کے بغداد میں آئے پھر شمس الائمہ حلوائی کی صحبت اختیار کی اور ان سے علوم پڑھے اور یہاں تک ان سے اخراج کیا کہ یگانۂ زمانہ ہوئے۔ آپ سے برہان الائمہ عبد العزیز بن عمر بن مازہ و محمود بن عبد العزیز اوزجندی اور رکن الدین مسعود بن حسن اور عثمان بن علی بن محمد بیکندی نے تفقہ کیا، چونکہ آپ بڑے حق گو تھے اس لئے آپ نے ایک کلمہ حق کا بادشاہ کو کہا جس سے وہ ناراض ہوگیا اور آپ کو شہر اوزجند میں ایک کنوئیں کے اندر قید کر دیا جس میں آپ مدت تک قید رہے اور آپ کے شاگرد کنوئیں پر بیٹھ کر آپ سے سبق پڑھتے اور جو آپ کنوئیں کے اندر سے کہتے وہ لکھ لیتے تھے چنانچہ محبوسی کی حالت میں کتاب مبسوط کو پندرہ جلد میں محض اپنی لکھر رسا و طبع ذکا سے بغیر مطالعہ کسی کتاب کے اپنے تلامذہ سے لکھوایا اور نیز شرح کتاب عبادات اور شرح کتاب الاقرار کو محبس میں تصنیف کر کے شاگردوں سے لکھوایا چنانچہ جب وہ شرح عبادات سے فارغ ہوئے تو اس کے اخیر میں یہ لکھوایا : ھذا آخر شرح العبادات باوضح المعانی واوجز العبارات املاء المحبوس فی محبس الاشرار۔

علاوہ ان کے محبس میں ایک کتاب اصول و فقہ میں اور سیر الکبیر کی شرح بھی املاء کرائی، اور جب باب الشروط تک پہنچے تو آپ کو قید سے رہائی حاصل ہوگئی، پس آپ آخر عمر میں فرغانہ کی طرف

---

[1] ولادت ۴۸۸ھ وفات ۵۵۲ھ جواہر المضیئہ [2] محمد بن ابی سہل احمد "سائیکلوپیڈیا آف اسلام" (مترجم)

تشریف لے گئے جہاں آپ کو امیر حسن نے اپنے مکان میں اتارا اور طلبار آپ کے پاس پہنچ گئے، پس وہاں آپ نے شرح سیر الکبیر کا املار کامل کرایا۔ علاوہ ان کے مختصر طحاوی اور امام محمد کی کتابوں کی بھی شرحیں لکھیں۔ کسی نے آپ کے سامنے امام شافعی کا ذکر کر کے کہا کہ ان کو تین سو جزو کتابوں کے یاد تھے، اس پر جب آپ نے اپنے محفوظ جزو کو شمار کیا تو وہ بارہ ہزار جزو نکلے۔

وفات آپ کی بقول بعض سنہ ۴۹۰ھ[1] اور بقول بعض سنہ ۵۰۰ھ کے قریب ہوئی، "شمسِ ملک" اور "مجتہدِ اولیاء" آپ کی تاریخ وفات ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کو ظالم نے قید کر کے اوزجند کی طرف بھیجا تو راستہ میں جب نماز کا وقت آتا تو آپ کے ہاتھ پاؤں سے خود بخود بند کھل جاتے اور آپ وضو یا تیمم کر کے پہلے بانگ نماز پھر تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دیتے، اس وقت سپاہی پہرے والے دیکھتے کہ ایک جماعت سبز پوشوں کی آپ کے پیچھے کھڑی ہو کر آپ کے ساتھ نماز ادا کرتی ہے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو سپاہیوں کو کہتے کہ آؤ تم مجھے باندھ لو! سپاہی کہتے کہ اے خواجہ ہم نے تمہاری کرامت دیکھ لی ہے، اب ہم تم سے ایسا معاملہ نہیں کرتے۔ اس پر خواجہ یہ جواب دیتے کہ میں مامور حکم خدا کا ہوں، پس میں اس کا حکم بجالایا تاکہ قیامت کو شرمندہ نہ ہوں اور تم اس ظالم کے تابعدار ہو پس چاہیئے کہ تم اس کا حکم بجالاؤ تاکہ اس کے ظلم سے خلاصی پاؤ۔

جب آپ شہر اوزجند میں پہنچے تو ایک مسجد میں موذن نے تکبیر کہی، آپ بھی نماز پڑھنے کو مسجد میں داخل ہوئے، امام نے آستین کے اندر ہی ہاتھ رکھ کر تکبیر تحریمہ کہی، آپ نے پچھلی صف سے آواز دی کہ پھر تکبیر کہنی چاہیئے۔ امام نے پھر اسی طرح آستین میں ہاتھ رکھ کر تکبیر کہی، پس اسی طرح تین دفعہ ردو بدل ہوا۔ چوتھی دفعہ امام نے منہ پھیر کر پوچھا کہ شاید آپ امام اجل سرخسی ہیں؟ آپ نے کہا کہ ہاں۔ امام نے کہا کہ کیا تکبیر میں کچھ خلل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں لیکن مردوں کے لئے ہاتھ آستین سے باہر نکال کر تکبیر کہنی سنت ہے، پس مجھ کو اس شخص کے ساتھ اقتدار کرنے سے عار ہے جو عورتوں کی سنت کے ساتھ نماز میں داخل ہو۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ طالب علم آپ سے اس کنوئیں پر جس میں آپ قید تھے، سبق پڑھ رہے تھے، ایک طالب علم کی آواز آپ نے نہ سنی، اس پر آپ نے پوچھا کہ وہ کہاں گیا ہے، ایک طالب علم نے کہا کہ وضو کرنے گیا ہے اور میں بہ سبب سردی کے وضو نہیں کر سکا۔ امام نے فرمایا کہ عافاک اللہ تجھے شرم نہیں آتی کہ اس قدر سردی میں تو وضو نہیں کر سکتا حالانکہ مجھ کو طالب علمی کے وقت بجارا میں

[1] ولادت ۴۰۰ھ وفات ۴۸۳ھ "اردو سائیکلو پیڈیا آف اسلام" (مرتب)

ایک دفعہ عارضہ شکم کا لاحق ہوا تھا جس سے مجھ کو چالیس دفعہ قضائے حاجت ہوئی، پس میں ہر دفعہ نالہ سے وضو کرتا تھا جب مکان پر آتا تھا تو میری دوات بسبب سردی کے جم گئی ہوئی تھی پس میں اس کو اپنے سینہ پر رکھ لیتا، جب وہ سینہ کی گرمی سے حل ہو جاتی تو اس سے تعلیقات لکھتا تھا۔

قاضی احمد ریغذمونی

قاضی احمد بن عبد الرحمٰن بن اسحٰق ریغذمونی : جمال الدین لقب، ابو نصر کنیت تھی، بخارا کے علاقہ میں ریغذمون ایک قریہ ہے، وہاں شوال کے مہینے سنہ ۴۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بڑے عقیل اور اپنے وقت کے امام فاضل تھے۔ علم اپنے باپ اور قاضی ابی زید دبوسی اور ابی نصر احمد بن عبد اللہ خیزاخزی سے حاصل کیا۔ آپ سے آپ کے بیٹے اور پوتے محمد بن احمد اور حامد بن محمد نے فقہ پڑھی، بخارا کی قضا آپ کے سپرد ہوئی اور لوگوں نے آپ سے امالی کو لکھا۔ رمضان کے مہینے سنہ ۴۹۳ھ میں فوت ہوئے۔[۱]

محمد بزدوی

محمد بن محمد بن حسین بن عبد الکریم بن موسےٰ بن مجاہد بزدوی : ابو الیسر کنیت، صدر الاسلام لقب تھا، اپنے وقت کے امام ائمہ علی الاطلاق جامع فروع و اصول صاحبِ تصنیفات تھے، ماوراء النہر میں ریاست مذہب حنفیہ کی آپ پر منتہی ہوئی۔ فقہ وغیرہ اسمٰعیل بن عبد الصادق سے، انہوں نے ابی الیسر عبد الکریم، انہوں نے ابی منصور ماتریدی محمد بن محمد بن محمود، انہوں نے ابی بکر جوزجانی، انہوں نے ابی سلیمان، انہوں نے امام محمد سے حاصل کی اور نیز ابی یعقوب یوسف سیاری سے اخذ کیا اور آپ سے نجم الدین نسفی اور علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی صاحب تحفۃ الفقہاء اور ابن ابی الیسر ابو المعالی احمد اور ان کے بھائی کے بیٹے حسن بن علی نے اخذ کیا اور بخارا میں سنہ ۴۹۳ھ میں وفات پائی، "بحرِ بے کنار" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

خواہر زادہ

محمد بن عبد الحمید بن عبد الرحیم بن احمد بن عبد اللہ بن عبد الوہاب المعروف بخواہر زادہ بڑے عالم فاضل فقیہ محدث تھے اور مرو میں آپ کے وقت میں امام ابو حنیفہ کے اصحاب سے آپ سے زیادہ کوئی متوغل فی الحدیث اور کتابت فی الحدیث میں نہ تھا اور اہلِ حدیث کے بڑے محب تھے، آپ نے حدیث کو بکثرت سنا اور اپنے ہاتھ سے لکھا، چونکہ آپ قاضی ابی الحسن علی بن حسین دہقان کے بھانجے تھے اس لئے خواہر زادہ کے لقب سے ملقب ہوئے اور ابو سعید کنیت تھی، مرو میں ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۴۹۴ھ میں وفات پائی۔ "بزرگِ دارین" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

---

۱ "عز الشرع" آپکی تصنیف ہے۔ جواہر مضیہ

یحییٰ ناصحی

یحییٰ بن عبداللہ بن حسین ناصحی : ابو صالح کنیت اور قاضی القضاۃ خطاب تھا، اپنے زمانہ کے عالم فاضل فقیہ متبحر عارف مذہب تھے، فقہ اپنے باپ سے اخذ کی اور تدریس و افتاء میں مشغول رہے، وفات آپ کی ۴۹۵ھ[1] میں ہوئی، سالِ وفات آپ کا لفظِ "فہیم عصر" ہے۔

علی سمنانی

علی بن محمد بن احمد سمنانی : اپنے زمانہ کے امامِ فاضل تھے، کنیت ابو القاسم تھی۔ فقہ کو قاضی القضاۃ ابو عبداللہ محمد بن علی دامغانی کبیر سے اخذ کیا اور اصول و کلام کو ابی علی محمد بن احمد بن ولید سے پڑھا۔ فقہ، شروط، تواریخ میں تصنیفات کیں اور کتاب روضۃ القضاء فی ادب القضاء ایک مجلد کبیر اور نہایت لطیف فروع حنفیہ میں ۴۷۸ھ میں تصنیف کی اور ۴۹۹ھ یا بقول ملا علی قاری ۴۹۳ھ میں وفات پائی۔ سمنانی سمنان کی طرف منسوب ہے جو بلادِ قومس سے دامغان اور خوارزمی کے درمیان ایک شہر کا نام ہے۔

احمد ترمذی

احمد بن علی ترمذی : آپ کی کنیت ابو بکر وراق تھی اور وراق اس شخص کو کہتے ہیں جو قرآنؔ حدیث وغیرہ لکھا کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اکثر کتابت کیا کرتے تھے۔ آپ نے مختصر طحاوی کی شرح بڑے بسط کے ساتھ چار جلدوں میں تصنیف کی اور اس میں پہلے متن کے مسئلہ کو بیان کر کے اس کی شرح یوں شروع کی کہ احمد نے کہا الخ قنیہ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ حج کے لئے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ جب پہلی ہی منزل پر پہنچے تو اپنے اصحاب کو فرمایا کہ مجھ کو واپس پھیر لیجاؤ کیونکہ میں نے صرف ایک ہی منزل میں سات سو گناہ کبیرہ کیا ہے، پس وہ آپ کو پھیر لے گئے۔

محمد بن جعفر نسفی

محمد بن جعفر بن محمد بن معتز بن محمد بن مستغفر نسفی : فقیہ کامل محدث فاضل صاحب خیر و صلاح تھے۔ ابو ذر کنیت تھی، آپ کے والد جعفر بن محمد نے آپ کو ایک جماعت شیوخ سے حدیث سماعت کرائی۔ جب آپ کے والد فوت ہوتے تو آپ بجائے ان کے نسف کے خطیب مقرر ہوئے، ابو محمد عبدالعزیز بن محمد نخشبی نے اپنی معجم شیوخ میں آپ کا ذکر کیا اور لکھا کہ آپ نے ابا الفضل یعقوب بن اسحٰق اسلامی اور ابا محمد عبدالملک بن مروان بن ابراہیم بن رافع وغیرہ سے حدیث کو سنا اور روایت کیا۔

---

[1] ولادت ۴۱۵ھ "جواہر المضیہ" (مرتب)

سیّدابی شجاع

محمد بن احمد بن حمزہ بن حسین بن علی بن عبداللہ بن حسن بن علی المعروف بسید ابی شجاع، عالم فاضل فقیہ کامل تھے[1]۔ سمرقند میں رکن الاسلام علی بن حسین سغدی اور امام حسن ماتریدی کے معاصر تھے اور آپ کے زمانہ میں جس فتاوے پر ان تینوں کے دستخط ہوتے تھے وہ بڑا معتبر خیال کیا جاتا تھا۔

ہبۃ اللہ بن احمد

ہبۃ اللہ بن احمد بن یحیےٰ بن زہیر بن ہارون بن موسےٰ بن ابی جرادہ صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ : بڑے عالم فاضل فقیہ کامل تھے۔ فقہ قاضی ابی جعفر محمد بن احمد عراقی فقیہ متکلم متوفی ۴۴۴ھ سے پڑھی، آپ ہی ہیں جن کے خاندان سے سب سے پہلے حلب کے قاضی مقرر ہوئے، آپ نے ایک کتاب ان اختلاف کے باب میں تصنیف کی جو مابین امام ابوحنیفہ وصاحبین کے واقع ہوئے۔

میمون مکحولی

میمون بن محمد بن محمد بن معتمد بن محمد بن مکحول بن فضل مکحولی نسفی : ابوالمعین کنیت تھی۔ امامِ فاضل جامع فروع واصول تھے، کتاب تبصرۃ الدولہ اور تمہید قواعد التوحید اور کتاب المناہج اور شرح جامع کبیر وغیرہ تصنیف کیں اور علاءالدین ابوبکر محمد سمرقندی صاحب تحفۃ الفقہاء نے آپ سے تفقہ کیا۔

علی بندار یزدی

علی بن بندار یزدی : ابوالقاسم کنیت تھی اور قاضی القضاۃ کے خطاب سے پکارے جاتے تھے۔ مسکن آپ کا شہر یزد تھا جو علاقہ شیراز میں مابین اصفہان وکرمان کے واقع ہے، آپ جمال الدین مطہر یزدی صاحب تہذیب شرح جامع صغیر کے پڑدادا تھے۔ علوم، ابی جعفر قاضی نسفی شاگرد جصاص احمد رازی سے حاصل کئے اور جامع صغیر کی شرح تصنیف کی جس سے اکثر صاحب تہذیب نے نقل کی۔

علی بن محمد واسطی

علی بن محمد واسطی : عالم فاضل اور فقیہ مقبول مخالف وموافق تھے، مدت تک ابی عبداللہ

---

[1] آپ حضرت عباس بن علیؓ کی اولاد میں سے تھے۔ آپکے بیٹے ابوالوضاع محمد بن محمد (ولادت ۴۷۰ھ وفات سوال ۴۹۱ھ) نے آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی "جواہر المضیہ"۔ (مرتب)

بصری تلمیذ امام ابی الحسن کرخی کی صحبت میں رہے اور ان سے علوم حاصل کئے اور آپ سے ابو عبداللہ حسین بن علی صیمری نے پڑھا اور روایت کی۔ واسطی شہر واسط کی طرف منسوب ہے جو مابین بصرہ وبغداد کے واقع ہے جس کے صحرا میں خوب قلمیں پیدا ہوتی ہیں۔

اسحٰق بن شیث

اسحٰق بن شیث المعروف بالصفار[1]: بڑے عالم فاضل ثقہ تھے، ۴۰۵ھ میں حج کے ارادہ سے بغداد میں آئے جہاں نصر بن احمد بن اسمٰعیل کیسانی سے حدیث کو سُنا اور روایت کیا اور آپ سے آپ کے بیٹے ابو نصر احمد بن اسحٰق نے علم حاصل کیا، آپ وجہ معیشت کے لئے کانسی کے برتنوں کی تجارت کیا کرتے تھے اس لئے صفار کی نسبت سے معروف ہوئے۔

اسمٰعیل بن عبد الصادق

اسمٰعیل بن عبد الصادق بن عبداللہ الخطیب[2] البناری: بڑے فقیہ پرہیزگار تھے، اور قومس کے علاقہ میں بسطام سے لے کر سمنان تک کاردار تھے، علوم عبد الکریم بن موسےٰ بزدوی جد فخر الاسلام بزدوی سے حاصل کئے اور آپ سے صدر الاسلام ابو الیسیر محمد بن محمد بن عبد الکریم بزدوی نے تفقہ کیا۔

احمد بن اسحٰق

احمد بن اسحٰق بن شیث صفار[3]: ابو نصر کنیت تھی، اصل میں بخارا سے آکر مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی چنانچہ آپ کی تصانیف اور علم نے کثرت سے شیوع پایا، بخارا میں آپ جیسا حفظ فقہ وحدیث وادب میں اور کوئی عالم نہ تھا، حافظ ابو عبداللہ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے کہ آپ حج کے لئے ہماری طرف آئے اور حدیث کو ہر ایک قسم کے علم میں جستجو کیا اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی جہاں آپ کی تصانیف اور علم نے کثرت سے شیوع پایا اور طائف میں فوت ہوئے۔

محمد بن علی زرنجری

محمد بن علی بن فضل بن حسن بن احمد بن ابراہیم بن اسحٰق بن عثمان بن جعفر بن عبداللہ زرنجری: بڑے عالم فاضل فقیہ بے بدل تھے۔ فقہ شمس الائمہ عبد العزیز حلوائی سے پڑھی اور آپ کے بیٹے بکر زرنجری کے سوائے اور کسی نے آپ سے تفقہ نہیں کیا جس کا سبب برہان الاسلام زرنوجی نے اپنی کتاب تعلیم المتعلم کے فصل رعایۃ الاستاذ میں یہ تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ آپ کے استاذ شمس الائمہ حلوائی بخارا سے نکل کر بعض دیہات میں سکونت پذیر ہوئے جہاں ان کی زیارت کو ان کے

۱؎ اسحٰق بن احمد بن شبیب بن نصر بن شبیب بن الحکم الصفار بخاری صاحب تصانیف ۲؎ العبادی وفات ذی الحج ۹۲ھ ۳؎ جواہر المضیئہ ۴؎ شبیب صفار وفات ۶۱ھ

تمام شاگرد دبجز آپ کے حاضر ہوئے، اخیر کو جب آپ کی ملاقات ان سے ہوئی تو انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ میری زیارت کے لئے کیوں نہیں آئے؟ آپ نے کہا کہ میں اپنی والدہ کی خدمت میں مشغول تھا، اس پر شمس الائمہ نے کہا کہ آپ کی عمر تو بڑی ہو مگر درس میں رونق نصیب نہ ہو پس ایسا ہی ہوا کہ باوجودیکہ آپ نے اکثر اوقات شہروں میں سکونت پذیر ہو کر بڑی عمر پائی لیکن آپ کے لئے درس نصیب نہ ہوا۔ زرنجری شہر زرنجر کی طرف جو زرنگر کا معرب ہے، منسوب ہے جو بخارا کے علاقہ میں واقع ہے۔

شرف الرؤسا خوارزمی

محمد بن محمد بن احمد بن یوسف بن اسمٰعیل الملقب بہ شرف الرؤسا خوارزمی، فقہ حدیث اور ادب کے امام اور شہر بخارا کے قاضی تھے، بہت لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔ از انجملہ برہان الدین کبیر عبدالعزیز بن عمر بن مازہ نے آپ سے فقہ پڑھی۔

عطاء سغدی

عطاء بن حمزہ سغدی : فروع واصول میں امام کامل اور معرفت مذہب میں عارف فاضل بڑے متبحر تھے، آپ کے وقت میں اطراف واکناف سے آپ ہی کے پاس فتاوے آیا کرتے تھے، آپ سے ایک جماعت نے جن میں سے ایک نجم الدین عمر نسفی متوفی ۵۳۷ھ میں علم اخذ کیا۔

حدیقۂ ششم

چھٹی صدی کے فقہاء وعلماء کے بیان میں

ابراہیم دہستانی

ابراہیم بن محمد بن اسحٰق دہستانی : امام فاضل فقیہ کامل اور شہر دہستان کے رہنے والے تھے جو مازندران کے پاس واقع ہے اور جس کو عبداللہ بن طاہر نے بنایا تھا، کچھ اوپر ۴۲۰ھ میں نیشاپور میں آئے اور فقہ کو علی بن حسین صندلی شاگرد حسین صیمری تلمیذ ابی بکر محمد خوارزمی شاگرد جصاص رازی سے پڑھا اور آپ سے عبدالملک بن ابراہیم ہمدانی صاحب طبقات حنفیہ وشافعیہ نے تفقہ کیا اور ۵۰۳ھ میں وفات پائی۔ "دہرافروز" تاریخ وفات ہے۔

ظہیر الدین علی مرغینانی

علی بن عبد العزیز بن عبد الرزاق مرغینانی : ظہیر الدین کبیر لقب تھا، بڑے عالم فاضل اور صاحب خلاصہ کے نانا تھے، فقہ اپنے باپ عبد العزیز اور سید ابی شجاع محمد بن احمد بن حمزہ اور برہان الدین کبیر عبد العزیز وغیرہم سے اخذ کی اور آپ سے آپ کے بیٹے ابو المحاسن حسن بن علی اور قوام الدین احمد بن عبد الرشید والد صاحب خلاصہ نے تفقہ کیا۔ کتاب اقضیۃ الرسول تصنیف کی اور سنہ ۵۰۶ھ میں وفات پائی، اور وہ جو بعض مؤرخین نے فتاوے ظہیریہ کو آپ کی طرف منسوب کیا ہے، یہ ان کا سہو ہے بلکہ اس کے مصنف ظہیر الدین محمد بن احمد بن عمر بخاری ہیں۔

محمد قطوانی

محمد بن محمد بن ایوب قطوانی : امامِ جلیل القدر، شیخ کبیر، مفتی، واعظ، مفسر تھے، ابو محمد کنیت تھی، سنہ ۵۰۶ھ کو جب جمعہ کی نماز پڑھ کر گھر کو آتے تھے تو گھوڑے سے گر کر مر گئے۔ "علامۂ عصر" تاریخِ وفات ہے۔ قطوان ایک بڑا قصبہ ہے جو سمرقند سے پانچ فرسنگ پر واقع ہے۔

عثمان فضلی

عثمان فضلی بن ابراہیم بن محمد بن احمد بن ابی بکر محمد بن فضل بن جعفر بن رجا بن زرعہ بخاری المعروف بہ فضلی : عالم صالح فقیہ محدث تھے۔ سنہ ۴۲۶ھ میں پیدا ہوئے، حدیث کو بکثرت بیان کیا اور عمر بھر افادہ واضافہ میں مشغول رہے اور بخارا میں سنہ ۵۰۸ھ کو وفات پائی۔ "زینتِ بلدہ" تاریخِ وفات ہے۔

محمد ارسابندی

محمد بن حسین بن محمد ارسابندی : ابو بکر کنیت، فخر الدین لقب تھا مگر فخر القضاۃ کے لقب سے مشہور تھے، امامِ فاضل، عالم مناظر، فقیہ محدث، حسن الاخلاق، متواضع تھے، آپ کے وقت میں شہر مرو میں ریاست مذہب امامِ ابو حنیفہ کی آپ پر منتہی ہوئی۔ فقہ علاؤ الدین مروزی صاحب ابی زید دبوسی سے پڑھی اور املا کیا اور حدیث کو سنا، بعد سنہ ۴۸۰ھ کے حج کر کے بغداد میں وارد ہوئے اور کتاب مختصر تقویم الادلہ تصنیف کی۔ سمعانی شافعی نے لکھا ہے کہ ہمارے لئے شہر مرو میں ابو الفضل عبد الرحمٰن بن محمد کرمانی نے آپ سے روایت کی اور میں صغیر سن تھا کہ آپ نے ماہِ ربیع الاول سنہ ۵۱۲ھ میں[1] وفات پائی، "مہرِ سپہر" تاریخِ وفات ہے۔ ارسابند ایک قریہ مرو کی طرف

---

[1] سنہ ۵۱۲ھ جواہر المضیئہ (مترجم)

آپ منسوب ہیں، علاقہ مرو میں ایک بڑا شہر ہے۔

بکر بن محمد زرنجری

بکر بن محمد بن علی بن فضل بن حسن زرنجری : ۴۲۷ھ میں بخارا کے متصل قصبہ زرنجر میں جو معرب بزرنجر ہے، پیدا ہوئے۔ فقہ شمس الائمہ عبدالعزیز حلوائی شاگرد ابی علی نسفی سے حاصل کی اور حدیث کو ابا محمد عبدالعزیز بن محمد حلوائی اور ابا سہل احمد بن علی ابیوردی اور حافظ ابا حفص عمر بن منصور اور حافظ ابا مسعود احمد بن محمد بن عبداللہ بجلی اور ابا القاسم میمون بن علی بن میمون اور ابا عبداللہ ابراہیم بن علی طبری اور حافظ ابا یعقوب یوسف بن منصور اور ابا عمرو محمد بن عبدالعزیز قنطری وغیرہ محدثین کثیر سے سماعت کیا، یہاں تک کہ فقہ و حدیث میں امام متقن اور مذہب حنفیہ کے عارف اور اس کے حفظ میں ضرب المثل ہو کر شمس الائمہ کے لقب سے ملقب اور ابی حنیفہ اصغر کے نام سے پکارے جاتے تھے، فتاوے اور جواب وقائع میں بڑے مصیب تھے۔ فقہاء کو جب کسی مسئلہ میں اشکال واقع ہوتا تو آپ کی طرف رجوع لاتے اور آپ سے حکم کے خواستگار ہوتے۔ حفظ روایات میں آپ کا حافظہ اس درجہ کا تھا کہ جب کوئی متفقہ کسی جگہ سے پڑھتا یا سوال کرنا چاہتا تو آپ بغیر رجوع کتاب کے فوراً بتا دیتے، بسبب آپ کی عمر زیادہ ہونے کے بہت علم آپ سے پھیلا اور تحدیث و املا کثیر آپ سے وقوع میں آیا۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن احمد نے بلخ میں اور ابو عبداللہ محمد بن یعقوب کاشانی نے سرخس میں اور ابو الفضل محمد بن علی نے سمرقند میں اور ابو محمد عبدالحلیم بن محمد نے بخارا میں آپ سے روایت کی، علاوہ اس کے حساب اور تواریخ میں آپ کو معرفت تامہ حاصل تھی اور پنجشنبہ کی صبح ۱۹ ربیع الاول یا شعبان ۵۱۲ھ کو فوت ہوئے اور بخارا میں مقام کلاباذ میں دفن کیے گئے۔ قبر آپ کی زیارتگاہ عام ہے۔ "عالی نشان" تاریخ وفات ہے۔

محمد بن طاہر سمرقندی

محمد بن طاہر بن عبدالرحمٰن بن حسن سغدی سمرقندی : فقیہ جید فاضل متبحر تھے، سکونت آپ کی سمرقند کے محلہ لیادی میں تھی، فقہ آپ نے صدر الاسلام ابی الیسیر محمد بزدوی شاگرد اسمٰعیل بن عبدالصادق تلمیذ عبدالکریم بزدوی شاگرد رشید ابی منصور ماتریدی سے پڑھی اور نصف ماہ صفر ۵۱۵ھ میں وفات پائی۔ "شمع دودمان" تاریخ وفات ہے۔

خلف بن احمد

خلف بن احمد[1] : کنیت آپ کی ابو القاسم تھی، علم عبدالعزیز بلخی سے پڑھا یہاں تک

---

[1] ابو القاسم خضر بلخی "جواہر المضیہ" (مرتب)

میں معاملات مذہب اور خلاف اور علم اصول و فقہ میں لائق فائق اور عالم فاضل ہوئے۔ مدت تک مشہد امام ابوحنیفہ میں مدرس رہے اور ۵۱۵ھ میں وفات پائی۔ "شاہِ دہر" تاریخ وفات ہے۔

احمد خیزاخزی

احمد بن عبداللہ بن فضل خیزاخزی: ابونصر کنیت تھی، فقیہ فاضل محدثِ کامل تھے اور جامع مسجد بخارا کی امامت آپ کے سپرد تھی، علوم اپنے باپ شاگرد ابی بکر محمد بن فضل تمیذ سبذمونی سے حاصل کیے، آپ اکثر مجلس املار کی منعقد کرتے اور روایت کو اپنے والد ماجد و ابی الحسن مکی اور ابی بکر بن زنبور بغدادی سے بیان کرتے تھے، آپ سے آپ کے بیٹے ابوبکر محمد بن ابونصر نے تحدیث کی، وفات آپ کی ۵۱۶ھ میں ہوئی۔ "پیشرو" تاریخ وفات ہے۔ خیزاخیز ایک قصبہ کا نام ہے جو بخارا سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔

محمد بن احمد ریغذمونی

محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن ریغذمونی: بڑے عالم فاضل فقیہ محدث اور ان لوگوں میں سے تھے جو اپنے زمانہ میں سکون و وقار اور محافظت صیانت و دیانت میں متفرد ہوئے ہیں، فقہ اپنے والد ماجد احمد بن عبدالرحمٰن سے اخذ کی اور حدیث کو اپنے جدِ امجد عبدالرحمٰن بن اسحٰق اور ابا سعد سلیمان بن ابراہیم بن احمد سرخسی وغیرہ سے سُنا، بخارا کی امامت و خطابت آپ کے تفویض ہوئی اور وہیں ماہ جمادی الاولیٰ ۵۱۶ھ میں فوت ہوئے۔ "متبوع" تاریخ وفات ہے۔

مجد الائمہ محمد سرخکتی

محمد بن عبداللہ بن فاعل سرخکتی: ابوبکر کنیت مجد الائمہ لقب تھا۔ امام فاضل مرجع العلماء صاحب طریقۂ حسنہ تھے، آپ کو قوت نظری اور دستگاہ کامل حاصل تھی اور شہر سرخکت کے جو علاقہ سمرقند میں واقع ہے، رہنے والے تھے، پہلے سمرقند میں فقہ پڑھی پھر بخارا میں امامت اختیار کی اور وہاں کے علماء و فضلاء سے تحصیل علوم کی اور ابا المعالی محمد بن محمد بن زید سے حدیث کو سُنا اور آپ سے ایک جماعتِ کثیرہ نے روایت کی اور ضیاء الدین محمود بندنیجی نے فقہ پڑھی۔ جمعہ کے روز یکم ماہِ ذی الحجہ ۵۱۸ھ کو سمرقند میں وفات پائی اور بخارا میں دفن کیے گئے۔ "سیادت مآب" تاریخِ وفات ہے۔

مسعود مصنف مختصر مسعودی

مسعود بن حسین بن حسن بن محمد بن ابراہیم کشانی: ابوسعید یا ابوالمعالی کنیت اور رکن الدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے امام فاضل فقیہ کامل، شیخ کبیر محدثِ بے نظیر مرجع نوازل و نوادر حسن السیرۃ

جمیل الامر تھے۔ فقہ شمس الائمہ سرخسی سے پڑھی اور حدیث کو ابی القاسم عبید اللہ بن عمر خطیب اور ابی نصر محمد بن حسین بابلی کشانیں سے روایت کرتے تھے، آپ سے امام صدر شہید اور حسام الدین عمر بن عبدالعزیز نے روایت کی، مدت تک سمرقند کے خطیب رہے اور تحدیث و املا اور تدریس میں مشغول رہے۔ کتاب مختصر مسعودی تصنیف کی اور تہتر سال کی عمر میں ۵۲۰ھ میں وفات پائی۔ "عزت مآب" تاریخ وفات ہے، اور سمرقند میں دفن کیے گئے۔ کشانی کشانیہ کی طرف منسوب ہے جو چمنستان سمرقند کی نواح میں ایک شہر ہے۔

عبدالملک ہمدانی

عبدالملک بن ابراہیم بن احمد ابوالحسن بن ابی الفضل ہمدانی : علوم ابراہیم بن محمد دہستانی شاگرد علی سندلی تلمیذ حسین صیمری سے حاصل کیے اور طبقات حنفیہ و شافعیہ تصنیف کیا۔ ماہ شوال ۵۲۱ھ میں وفات پائی۔ "نور دارین" تاریخ وفات ہے۔

خسرو بلخی صاحب مسند

حسین بن محمد بن خسرو بلخی : ابی عبداللہ کنیت تھی، اپنے زمانہ کے امام اور حافظ حدیث صاحب فضل و کمالیت جامع علوم و فنون عارف فروع و اصول تھے۔ امام ابو حنیفہ کے لیے ایک مسند دو جلدوں میں تخریج حسنہ کے ساتھ تالیف کی اور ۵۲۳ھ میں وفات پائی۔ "امام امت" تاریخ وفات ہے۔

عبدالعزیز فضلی

عبدالعزیز[1] بن عثمان بن ابراہیم بن محمد بن احمد بن ابوبکر محمد بن فضل المعروف بہ فضلی ابو محمد کنیت تھی۔ بڑے عالم فاضل فقیہ متبحر عارف مذہب تھے۔ مدت تک بخارا کے قاضی رہے اور لوگوں نے معاملہ قضاء میں آپ کی سیرت کی نہایت تعریف کی بخارا میں ۵۳۳ھ میں فوت ہوئے۔ "سیادت پناہ" تاریخ وفات ہے۔

عبدالعزیز نسفی

عبدالعزیز بن عثمان[2] بن ابراہیم بن محمد بن ابی بکر محمد نسفی : بخارا میں اپنے وقت کے امام اور مرجع انام تھے، قضاء و افتاء کا کام آپ ہی کے سپرد تھا۔ فقہ برہان الدین کبیر عبدالعزیز تلمیذ سرخسی سے حاصل کی اور حدیث کو نیشاپور میں ابا الحسن نصر بن امام حسن مرغینانی سے سنا اور بڑی عمر پائی یہاں تک کہ آپ کے ہم عمر لوگ سب مر گئے تھے۔ کتاب المنقذ من الزلل فی مسائل الجدل اور کفایۃ الفحول

---

[1] [2] ایک ہی شخص کے حالات غلطی سے لکھ دیے گئے ہیں (مرتب)

فی الاصول اور الفصول فی الفتاوے اور تعلیق الخلاف چار جلد میں تصنیف فرمائیں اور ۵۳۲ھ یا بقول کفوی ۵۶۳ھ میں وفات پائی۔

محمد بن ہبۃ اللہ حلبی

محمد بن ہبۃ اللہ بن احمد بن یحییٰ افضل حلبی[1]: بڑے فقیہ زاہد تھے، ۴۸۸ھ میں حلب کے قاضی ہوئے اور ۵۳۴ھ میں وفات پائی۔

امام صفار

ابراہیم بن اسمٰعیل بن احمد بن اسحٰق بن شیث بن حکم المعروف بہ زاہد صفار: ابو اسحٰق کنیت اور رکن الاسلام لقب تھا، آپ اور آپ کے آبا و اجداد افاضل علمائے حنفیہ سے تھے اور اپنے وقت کے امام گزرے ہیں، آپ بڑے زاہد و پرہیزگار اور دین کے معاملہ میں کسی سے کچھ خوف نہ کرتے تھے، آپ کے باپ کو سلطان سنجر بن ملک شاہ نے شہر مرو میں لاکر بسایا۔ آپ نے فقہ اپنے والد سے پڑھی اور نیز ان سے کتاب آثار الطحاوی اور کتاب کشف کو جو امام اعظم کے مناقب میں عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی نے لکھی ہے، سُنا اور امام اعظم کی کتاب عالم و متعلم کو ابی یعقوب سیاری سے اور امام محمد کی کتاب سیر الکبیر کو ابی حفص سے سماعت کیا۔ حدیث کو اپنے والد اور حافظ ابی حفص عمر بن منصور بن حبیب اور ابی محمد بن عبد الملک بن عبد الرحمٰن وغیرہ سے حاصل کیا۔ صفار آپ کو اس لئے کہا کرتے تھے کہ آپ کانسی کے برتن بیچا کرتے تھے۔ آپ نے کتاب تخلیص الزاہد اور کتاب السنۃ والجماعۃ وغیرہ تصنیف کیں اور فخر الدین قاضیخان حسن بن منصور وغیرہ بڑے بڑے فضلاء نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۲۶ ربیع الاول ۵۳۴ھ کو بخارا میں فوت ہوئے۔ تاریخ وفات آپ کی فرید الدہر ہے۔

آپ کے ایک بیٹے ابو المحامد حماد بن ابراہیم صفار تھے جو بخارا کی جامع مسجد میں جمعہ کے روز امامت کرتے تھے اور علم ادب و اصول و حدیث میں بڑے ماہر تھے جنھوں نے حدیث کو اپنے والد ماجد اور ابی علی اسمٰعیل بن احمد بن حسین بیہقی سے سُنا اور روایت کیا اور سمعانی شافعی نے کہا کہ میں نے بخارا میں آپ سے ملاقات تو کی ہے مگر کچھ نہیں سُنا۔

اسبیجابی

علی بن محمد بن اسمٰعیل بن علی بن احمد بن محمد بن اسحٰق سمرقندی اسبیجابی[2]: ۶ ماہ جمادی الاولیٰ ۴۵۴ھ میں پیدا ہوئے، امام فاضل عالم کامل تھے۔ آپ کے زمانہ میں معرفت اور حفظ مذہب امام

---

[1] ابن عدیم عقیلی: ابو غانم کنیت تھی "جواہر المضیۂ" (مرتب) [2] ولادت ۵۰۰ھ، ۴۰۶ھ "جواہر المضیۂ" (مرتب)

ابو حنیفہ میں آپ جیسا کوئی نہ تھا، شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور تھے، مدت تک آپ نشر علم میں مصروف رہے اور آپ سے ایک جماعت نے مثل علی بن ابی بکر صاحب ہدایہ وغیرہ کے تفقہ کیا، مختصر طحاوی اور کتاب مبسوط کی شرحیں لکھیں اور سمرقند میں ۵۳۵ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات آپ کی "معدن صدق و صفا" ہے۔ اسبیجابی منسوب طرف شہر اسبیجاب کے ہے جو درمیان تاشکند و سیرام کے واقع ہے۔

سید ابراہیم

سید ابراہیم : آپ کے والد ماجد سادات عجم اور اولیاء اللہ میں سے تھے جو اپنا وطن چھوڑ کر شہر اماسیہ علاقہ روم میں سکونت پذیر ہوئے اور اسی جگہ سید ابراہیم پیدا ہوئے۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو پہلے سنان الدین پھر حسن بن عبد الصمد سامسونی سے علم تحصیل کیا اور مدارس مرزیفون اور حصار و قسطنطنیہ میں مدرس مقرر ہوئے پھر سلطان بایزید خان نے آپ کو مدرسہ اماسیہ کا مدرس بنایا اور وہاں کا مفتی قرار دیا۔ آپ بڑے پرہیزگار اور دیانتدار تھے، کبھی کسی نے آپ کو کروٹ پر سویا ہوا نہیں دیکھا۔ جب آپ کو نیند غلبہ کرتی تو آپ گھٹنوں پر سر رکھ کر سو جایا کرتے تھے اور آپ کا خط بہت نمکین تھا اس لئے آپ نے اپنے ہاتھ سے بہت سی کتابیں لکھیں اور نوے برس سے کچھ اوپر ہو کر ۹۲۵ھ میں انتقال کیا۔

منہاج الشریعہ

محمد بن محمد بن حسین : منہاج الشریعہ لقب تھا، اپنے وقت کے امام ائمہ علی الاطلاق تھے۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ میں نے آپ جیسا عزت و کثرت علم و فضل و برکت میں کوئی نہیں دیکھا اور ایسے کسی شخص نے آپ سے تلمذ نہیں کیا جو اپنے اقران پر غالب نہیں آیا اور یگانۂ زماں نہیں ہوا، میں نے بھی آپ سے ابتداء اور نوجوانی میں پڑھا اور ہمیشہ آپ کے بحر علم سے چلّو اٹھاتا اور آپ کے انوار سے اقتباس کرتا رہا یہاں تک کہ ۵۳۵ھ میں وفات پائی۔ "عالم نامور زمن" تاریخ وفات ہے۔

صدر الشہید

عمر بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ المعروف بصدر الشہید : ابو محمد کنیت اور حسام الدین لقب تھا، ۴۸۳ھ میں پیدا ہوئے، اپنے زمانہ کے ائمہ کبار میں سے فقیہ محدث اصول و فروع میں امام اور منقول و معقول کے بڑے عالم تھے۔ خلاف و مذہب میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، مناظرہ میں مخالف کے مسکت کرنے میں یگانۂ زمانہ تھے، فقہ وغیرہ علوم اپنے باپ برہان الدین کبیر عبد العزیز سے پڑھے اور اس قدر تحصیل علوم میں کوشش کی کہ خراسان کے علماء و فضلاء پر علم و فضل و حسن کلام میں فوقیت لے گئے اور

آپ کی فضیلت کا موافق و مخالف نے اقرار کیا۔ ماوراء النہر میں یہاں تک آپ کا رعب داب ہوا کہ بادشاہ وامراء وغیرہ آپ کی بڑی تعظیم کرتے اور آپ کے اشارات کو بہ دل و جاں قبول کرتے تھے چنانچہ اس عزت و توقیر سے مدت تک آپ تدریس و تصنیف میں مشغول رہے صاحب محیط اور صاحب ہدایہ اور عمر بن محمد عقیلی نے آپ سے فقہ پڑھی۔ صاحب ہدایہ نے اپنی معجم شیوخ میں لکھا ہے کہ میں نے آپ سے علم نظر و فقہ کو پڑھا اور آپ میری بڑی عزت کیا کرتے تھے اور مجھ کو اپنے خاص تلامذہ میں رکھا ہوا تھا لیکن افسوس مجھ کو آپ سے روایت کی اجازت حاصل کرنے کا اتفاق نہ ہوا اور اب مجھ کو بذریعہ ایک شیخ کے آپ سے روایت حاصل ہے۔ کتاب فتادے کبریٰ و صغریٰ، شرح ادب القضاء خصاف، شرح جامع صغیر، کتاب واقعات، کتاب منتقی وغیرہ آپ کی اشہر تصنیفات سے یادگار ہیں۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ نے جامع صغیر کی تین شرحیں، ایک مطول، دوم متوسط سوم مختصر تصنیف کیں، سمرقند میں بعد واقعۂ قطوان کے ماہ صفر ۵۳۶ھ میں ایک کافر کے ہاتھ سے شہادت پائی اور نعش آپ کی بخارا میں لے جا کر دفن کی گئی۔ تاریخ وفات آپ کی "علامۂ بلند قدر" سے نکلتی ہے۔

عبد المجید قیسی ہروی

عبد المجید بن اسمٰعیل بن محمد ابو سعد قیسی ہروی: آپ اصل میں ہرات کے رہنے والے تھے، ماوراء النہر کے علماء و فضلاء مثل فخر الاسلام بزدوی وغیرہ سے فقہ حاصل کی اور مدت تک بغداد، بصرہ، ہمدان و بلادِ روم میں درس و تدریس میں مشغول رہے، اخیر کو بلادِ روم کے قاضی مقرر ہوئے۔ فروع و اصول میں کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کے دونوں بیٹوں اسمٰعیل و احمد نے آپ سے اخذ کیا اور علم پڑھا۔ ۵۳۴ھ میں دمشق میں آئے اور مقام قیساریہ میں ۵۳۷ھ کو وفات پائی[1]، "تاجِ مجلس" تاریخ وفات ہے۔

عبد الغافر

عبد الغافر[2]: اپنے زمانہ کے امام فاضل شیخ کامل فقیہ جید محدث ثقہ جامع علوم و فنونِ ظاہریہ و رسمیہ تھے۔ کتاب مجمع الغرائب فی غریب الحدیث نہایت نفیس بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ تصنیف کی اور ۵۳۷ھ میں وفات پائی، تاریخ وفات آپ کی "زیبِ ادبستان" ہے۔

مفتی ثقلین

عمر بن محمد بن احمد بن اسمٰعیل بن محمد بن لقمان نسفی المعروف بہ مفتی ثقلین: نجم الدین لقب

---

[1] بعمر ۸۰ سال۔ ابو سعید لقب ہے، جواہر مضیئہ۔ [2] عبد الغافر بن اسمٰعیل فارسی امام قشیری کے نواسے شافعی المذہب تھے، معجم المولفین (مرتب)

اور ابو حفص کنیت تھی۔ شہر نسف میں ۴۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ امام فاضل، اصولی، متکلم، مفسر، محدث فقیہ، حافظ، متقن، لغوی، نحوی، ادیب، عارف مذہب تھے اور بسبب کثرت حفظ اور قبولیت خواص وعوام کے ائمہ مشہورین میں سے ہوئے ہیں۔ فقہ صدر الاسلام ابی الیسر محمد بزدوی شاگرد ابی یعقوب یوسف سیاری تلمیذ ابی الحاکم نوقدی شاگرد ہندوانی سے حاصل کی اور آپ سے آپ کے بیٹے ابو اللیث احمد بن عمر المعروف بہ مجد نسفی نے تفقہ کیا اور آپ کی بعض تصانیف صاحب ہدایہ اور ابو بکر احمد بلخی المعروف بہ ظہیر نے آپ سے پڑھیں اور عمر بن محمد عقیلی نے روایت کی۔ چونکہ آپ انس وجن کو جانتے تھے اس لئے لوگ آپ کو مفتی ثقلین کہتے تھے، مشائخ بھی آپ کے بہت تھے اس لئے ایک کتاب آپ نے اپنے مشائخ کے اسمار میں جمع کی اور نام اس کا تعداد الشیوخ العمر رکھا۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں آپ نے جار اللہ زمخشری صاحب کشاف کی زیارت کا ارادہ کیا، جب ان کے مکان پر پہنچے تو آپ نے دروازہ کو کھڑکایا کہ کھولو، علامہ زمخشری نے اندر سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ عمر ہے، زمخشری نے کہا کہ اِنْصَرِفْ یعنی پھر جا۔ آپ نے کہا کہ یا سیدی! عمر لا ینصرف، اس پر علامہ نے جواب دیا کہ جب "عمر" نکرہ ہو تو متصرف ہو جاتا ہے۔ آپ نے فقہ وحدیث وتفسیر وشروط ولغت وغیرہ میں بہت سی تصانیف کیں یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ تقریباً ایک سو کتاب آپ نے تصنیف کی لیکن اجل واشہر ان سے یہ ہیں۔ التیسیر فی التفسیر، شرح صحیح بخاری المسمی بہ کتاب النجاح فی شرح الاخبار الصحاح اور اس کے اول میں اپنی اسانید کو مصنف تک پچاس طرق کے ساتھ بیان کیا، منظومۃ الفقہ (کہتے ہیں کہ پہلے پہل آپ نے ہی فقہ میں نظم کی)، کتاب المواقیت، کتاب طلبۃ الطلبہ فی شرح الفاظ کتب اصحاب الحنفیہ، کتاب الاشعار بالمختار من الاشعار (بیس مجلد میں) کتاب المشارع وقند فی علماء سمرقند (بیس جلد میں)، تاریخ بخارا، منظومہ جامع صغیر، آپ نے سمرقند میں ۵۳۷ھ یا بقول بعض ۵۳۸ھ میں وفات پائی، تاریخ وفات آپ کی "فقیہ والاقدر" اور "مقبول عصر" ہیں۔

علّامہ زمخشری

محمود بن عمر بن محمد بن عمر زمخشری: ابو القاسم کنیت تھی، چونکہ مدت تک آپ نے مکہ معظمہ کی مجاورت کی تھی اس لئے آپ جار اللہ اور نیز فخر خوارزم کے لقب سے ملقب ہوئے، اپنے وقت کے امام بلا مدافع، علامہ، نحوی، لغوی، فقیہ جید، محدث متقن، مفسر کامل، فاضل مناظر، ادیب، متکلم، بیانی، شاعر، ذکی، تیز طبع، حنفی الفروع، معتزلی الاصول تھے۔ شہر زمخشر علاقہ خوارزم میں ۲۷ ماہ رجب ۴۶۷ھ کو پیدا ہوئے۔ علم ادب ابی الحسن علی بن مظفر نیشاپوری اور ابی نعیم اصفہانی سے حاصل کیا اور آپ

سے زین بقالی محمد بن ابی القاسم وغیرہ لوگوں نے اخذ کیا اور آپ کو اصحاب پیدا ہوئے۔ کئی دفعہ بغداد میں آئے۔ چونکہ بہ ایامِ طالب علمی جب آپ بخارا کو جارہے تھے توراستہ میں آپ سواری سے گر پڑے اور ٹانگ کو سخت ضرب آئی اور ہر چند علاج کیا کچھ فائدہ نہ ہوا اس لئے آپ نے ناچار ہو کر ٹانگ کو کٹواڈالا اور بجائے اس کے لکڑی کا پاؤں بنوایا، جب چلتے پھرنے تو اس پر کپڑا ڈال دیتے جس سے دیکھنے والا گمان کرتا کہ آپ لنگڑے ہیں۔

آپ نے تفسیر، حدیث، لغت وغیرہ میں نہایت جید تصانیف کیں چنانچہ تفسیر کشاف، فائق اللغۃ فی تفسیر الحدیث، اساس البلاغۃ فی اللغۃ، ربیع الابرار، متشابہ اسامی الرواۃ، نصائح الکبار، نصائح الصغار، الرائض فی علم الفرائض، المفصل فی النحو، انموذج، مفرد، شرح ابیات سیبویہ، شقائق النعمان، مقامات زمخشری، مستقصی فی الامثال، اطواق الذہب، شرح مشکلات المفصل، الکلم التمام، القسطاس فی العروض، الاحاجی النحویہ، المنہاج فی الاصول، رسالہ ناصحیہ، مقدمۃ الادب، رؤس المسائل فی الفقہ، نصوص الاخبار، صمیم العربیہ، دیوان التمثیل، امالی، معجم الحدود والمیاہ والاماکن و الجبال، ضالۃ الناشد، وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ بسبب معتزلی الاعتقاد ہونے کے آپ نے تفسیر میں بعض مقام پر تاویل میں سوء تعبیری و تغیر کو کام فرمایا ہے جو اکثر لوگوں پر مخفیہ ہے اس لئے ہمارے بعض فقہاء نے آپ کی تفسیر کا مطالعہ کرنا حرام لکھا ہے۔ وفات آپ کی عرفہ کی رات ۵۳۸ھ کو شہر جرجانیہ خوارزم میں واقع ہوئی، "ہادیٔ ادبستان" تاریخ وفات ہے۔

علی خوارزمی

علی بن عراق بن محمد بن علی عمرانی خوارزمی: ابوالحسن کنیت تھی۔ اپنے زمانہ کے فقیہ فاضل مفسر کامل شیخ حنفیہ مرجع انام تھے۔ آپ کی تصنیفات سے تفسیر خوارزمی یادگار ہے۔ ۵۳۹ھ میں وفات پائی۔ "طوطی شہر" تاریخ وفات ہے۔

صاحب فتاویٰ ولوالجیہ

عبدالرشید بن ابی حنیفہ بن عبدالرزاق ولوالجی: ابوالفتح کنیت[1] تھی، ۴۶۷ھ کو شہر ولوالج میں جو بدخشاں کے ملک میں واقع ہے، پیدا ہوئے، اپنے زمانہ کے امام فاضل فقیہ و نظار کامل تھے، بلخ میں جا کر فقہ ابی بکر قزاز محمد بن علی اور علی بن حسن برہان بلخی سے پڑھی اور ولواج میں بعد ۵۴۰ھ کے فوت ہوئے۔ فتاوے ولواجیہ آپ کی تصنیفات سے یادگار ہے۔ "تاج کونین" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] ظہیر الدین لقب تھا "جواہر المضیہ" (مرتب)

محمد قنطری

محمد بن یوسف بن احمد قنطری : ابو الفتح کنیت تھی ، عالم فاضل فقیہ بے بدل تھے۔ ابی الفضل عبد الرحمٰن کرمانی سے تفقہ کیا اور کمالیت و فضیلت کے رتبہ کو پہنچے ۔ کچھ اوپر سنہ ۵۴۰ھ میں ملک حجاز کو تشریف لے گئے اور وہاں پر وفات پائی ۔ قنطری منسوب طرف راس قنطرہ کے ہے جو نیشاپور میں ایک محلہ کا نام ہے ۔

احمد بن محمد بزدوی

احمد بن محمد ابی الیسر صدر الاسلام بن محمد بن حسین بن عبد الکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بزدوی صدر الائمہ لقب تھا اور ابو المعالی کی کنیت سے پکارے جاتے تھے ۔ ابو سعید کا قول ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے امام فاضل اور مفتی مناظر نیک سیرت ، پسندیدہ اخلاق خاندان حدیث و علم میں سے تھے ، فقہ اپنے والد محمد ابی الیسر صدر الاسلام سے حاصل کی ، مدت تک بخارا کی قضا کے متولی رہے ، حج سے واپس ہو کر جب شہر سرخس میں پہنچے تو وہاں ۵۴۲ھ میں آپ نے انتقال کیا لیکن یہاں سے آپ کا جنازہ بخارا میں لے جا کر دفن کیا گیا ”طرفہ محقق“ تاریخ وفات ہے ۔ بزدوی قلعۂ بزدہ کی طرف منسوب ہے جو چھ فرسنگ کے فاصلہ پر شہر نسف سے واقع ہے ۔

طاہر بخاری

طاہر بن احمد بن عبد الرشید بن الحسین بخاری : افتخار الدین لقب تھا ، اپنے زمانہ کے امام عدیم النظیر فرید الدہر علامہ اور مجتہدین فی المسائل میں سے ماوراء النہر کے شیخ حنفیہ تھے ، مولےٰ ابن کمال پاشا نے آپ کو طبقہ مجتہدین فی المسائل میں سے شمار کیا ہے ۔ علم اپنے باپ احمد بن عبد الرشید اور ماموں ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی اور نیز حماد بن ابراہیم صفار اور قاضی خان حسن بن منصور سے پڑھا اور اخذ کیا ۔ تصانیف بھی مقبولہ اور معتبرہ کیں منجملہ ان کے کتاب خلاصۃ الفتاویٰ اور کتاب خزانۃ الواقعات اور کتاب نصاب معروف و مشہور ہیں ۔ ۵۴۲ھ میں فوت ہوئے ۔ ” قمر عالمیان “ تاریخ وفات ہے ۔

حسن بن علی مرغینانی

حسن بن علی بن عبد العزیز مرغینانی : ابو المحاسن کنیت و ظہیر الدین کبیر لقب تھا ، شہر مرغینان کے جو کہ ماوراء النہر میں شہر فرغانہ کے مضافات میں سے ہے ، رہنے والے تھے ، اپنے وقت کے

ولادت ۴۷۴ھ حج سے واپس آکر وفات پائی سنہ ولادت ۴۸۱ھ ”جواہر المضیۂ“ (مرتب)

فقیہ فاضل محدث کامل تھے، علم کو تصنیف اور املاء سے شائع کیا چنانچہ کتاب الاقضیہ والشروط والفتاویٰ والفوائد آپ کی تصنیفات میں سے ہیں۔ فقہ برہان الدین کبیر عبد العزیز بن عمر بن مازہ اور شمس الائمہ محمود اوزجندی اور زکی الدین خطیب مسعود بن حسن کشانی تلامذہ شمس الائمہ سرخسی سے حاصل کی اور آپ سے آپ کے بھانجے افتخار الدین طاہر صاحب خلاصۃ الفتاوے اور ظہیر الدین محمد بن احمد صاحب فتاویٰ ظہیریہ اور فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی وغیرہ نے تفقہ کیا اور ۵۳۲ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات آپ کی "فقیہِ مقبولِ دہر" سے نکلتی ہے۔

عبد الرحمٰن کرمانی

عبد الرحمٰن بن محمد بن امیرویہ بن محمد کرمانی : کرمان میں ماہ شوال ۴۵۷ھ میں پیدا ہوئے ابوالفضل کنیت اور رکن الاسلام و رکن الدین لقب تھا۔ مرو میں آکر فخر القضاۃ محمد بن حسین ارسابندی تلمیذ منصور شاگرد مستغفری تلمیذ پر تمیز علی نسفی شاگرد ابی بکر بن فضل تلمیذ سبذمونی سے تفقہ کیا اور دن بدن علوم میں ترقی کرتے گئے یہاں تک کہ اپنے زمانہ کے شیخ کبیر امام بے نظیر ہوئے اور خراسان میں مذہب امام کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی اور تصنیف و تذکیر میں مشہورِ زمانہ اور یگانۂ آفاق ہوئے۔ عبد الغفور بن لقمان کردری اور ابوالفتح محمد بن یوسف سمرقندی اور بدر الدین عمر بن عبد الکریم درسکی بخاری وغیرہم نے آپ سے تفقہ کیا اور آپ کے اصحاب زمانہ میں پھیل گئے۔ فقہ میں تجرید نام کتاب تصنیف فرمائی پھر اس کی شرح ایضاح نام تین جلدوں میں لکھی۔ آپ کی اس کتاب کی آپ کے شاگرد عبد الغفور نے بھی تین جلدوں میں شرح لکھی جس کا نام اس نے المفید والمزید فی شرح التجرید رکھا، علاوہ ان دو کتابوں کے شرح جامع کبیر اور فتاوے واشارات وغیرہ تصنیف فرمائیں اور مرو میں ماہ ذیقعدہ ۵۴۳ھ میں وفات پائی۔ "اکابر پیشوا" تاریخ وفات ہے۔

امام سرخسی

محمد بن محمد بن محمد الملقب برضی الدین[1] سرخسی : اپنے وقت کے امام کبیر فاضل بے نظیر جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے، علم صدر الشہید حسام الدین عمر تلمیذ اپنے والد ماجد برہان الدین کبیر عبد العزیز شاگرد حلوائی سے حاصل کیا اور کتاب محیط تصنیف کی، ابن عدیم کہتے ہیں کہ آپ حلب میں تشریف لائے اور بعد محمود غزنوی کے مدرسہ نوریہ و حلاویہ کے مدرس مقرر ہوئے چونکہ آپ کی زبان میں لکنت تھی اس لئے فقہاء نے آپ پر تعصب کیا اور آپ کو سُستی کی طرف منسوب کر کے فقہ میں کم استعداد بنایا اور یہ ظاہر کیا کہ کتاب محیط آپ کی تصنیف نہیں بلکہ آپ کے استاذ کی تصنیفات سے ہے اور آپ نے اپنا نام کر لیا ہے چنانچہ آپ

[1] برہان الاسلام لقب تھا۔ "جواہر المضیئہ" (مرتب)

بہت تعصب شیخ افتخار الدین ابو ہاشم عبد المطلب بن فضل بلخی کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے نور الدین محمود بن زنگی کی طرف رقعے لکھے اور ان میں آپ کی بہت غلطیاں پکڑیں چنانچہ لکھا کہ آپ بجائے جبائر کے جبائز بولتے ہیں پس نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ آپ معزول ہو کر دمشق میں چلے آئے جہاں ۵۴۴ھ میں فوت ہوئے، "تاریخ وفات آپ کی" یکتائے زمانہ "ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے مرض الموت میں چھ سو دینار نکال کر وصیت کی کہ میرے بعد ان کو فقہار پر تقسیم کر دینا چاہیئے، کتاب محیط جو آپ نے تصنیف کی ہے وہ اصل میں چار کتابیں ہیں ایک محیط کبیر جو چالیس مجلد ہے، دوسری دس مجلد، تیسری چار مجلد، چوتھی دو مجلد ہے۔ بعض علمار کہتے ہیں کہ پہلی محیط کبیر آپ کی تصنیف نہیں بلکہ اس کو حسام الدین صدر الشہید کے بھائی کے بیٹے محمود بن صدر السعید تاج الدین احمد بن برہان الدین صدر الکبیر عبد العزیز بن عمر بن مازہ نے تصنیف کیا ہے اور اپنے دادا کی طرف منسوب کر کے محیط برہانی کے نام سے مشہور کیا ہے، باقی تین محیط آپ کی تصنیفات سے ہیں اور ان کو محیط رضوی کہتے ہیں۔

علاء زاہد مفسر

محمد بن عبد الرحمٰن بخاری المعروف بہ علاء زاہد: ابو عبد اللہ کنیت اور علاء الدین لقب تھا، فقیہ فاضل مفتی عالم اصولی، متکلم اور صاحبِ ہدایہ کے مشائخ میں سے تھے، علم جمال ابی نصر احمد بن عبد الرحمٰن ریغذمونی تلمیذ قاضی ابی زید دبوسی سے پڑھا اور آپ سے شرف الدین عمر بن محمد عقیلی نے فقہ پڑھی، ایک نہایت کلاں تفسیر قرآن شریف کی کچھ اوپر ایک ہزار جزو میں تصنیف کی اور ۱۲ تاریخ ماہ جمادی الاخرے ۵۴۶ھ میں رات کے وقت وفات پائی، تاریخ وفات آپ کی لفظ "ہادیٔ کشور" سے نکلتی ہے۔

علی بن حسن بلخی

علی بن حسن بن محمد بن ابی جعفر بلخی: ابو الحسن کنیت اور برہان بلخی کے نام سے مشہور تھے۔ شہر سکندر میں جو نواحی طخارستان علاقہ بلخ میں واقع ہے، پیدا ہوئے۔ امام جلیل القدر کثیر العلم مشہور زمان ممدوح دوران تھے، بخارا میں برہان الدین کبیر عبد العزیز بن عمر بن مازہ سے تفقہ کیا یہاں تک کہ فقہ اور اصولِ فقہ میں فائق ہوئے اور علم کو بلادِ اسلام میں پھیلایا اور دمشق میں آکر درس و تدریس کا کام دیا۔ آپ سے عبد الرشید ولوالجی و محمد بن یوسف بن علی عقیلی اور مدینہ ابیض یوسف وغیرہم نے تفقہ کیا۔ کہتے ہیں کہ جب آپ کو امورِ دینیہ میں کوئی مہم آن پڑتی تو آپ نماز سے استمداد کرتے اور غسل کیا کرتے تھے

ایک دن صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ آیت "منہم ابی الخ" پڑھتے پڑھتے بسبب گریہ وزاری کے بند ہوگئے جب گریہ تھم گیا تو پھر آپ نے نماز کو از سرِ نو پڑھا اور غسل کر کے گھر میں داخل ہوئے اور پھر گھر سے باہر نہ نکلے یہاں تک کہ ماہِ شعبان ۵۴۸ھ میں فوت ہوئے "تاجِ انجمن" تاریخِ وفات ہے۔

احمد بن عمر نسفی

احمد بن عمر بن احمد بن اسمٰعیل نسفی[1] : کنیت ابواللیث اور مجید النسفی کے لقب سے مشہور اور شہر نسف کے جو ماوراء النہر میں واقع ہے۔ رہنے والے تھے، فقیہ فاضل اور واعظ کامل تھے۔ فقہ اپنے والد ماجد سے پڑھی، آپ کے باپ نے سمرقند کے محدثین کے پاس لیجا کر آپ کو حدیث سماعت کرائی، اگرچہ آپ نے حدیث کو بکثرت سنا مگر اپنے والد جیسے محدث نہ ہوئے۔ سمعانی شافعی نے کہا ہے کہ احمد بن عمرو ۵۴۷ھ میں بتقریب سفر حجاز، مرو میں آئے اور ۵۴۹ھ کو میں نے ان سے سمرقند میں ملاقات کی، انہوں نے گدھے پر اپنی کتابیں لادی تھیں مگر مجھ کو اس بات کا اتفاق نہ ہوا کہ ان سے کوئی حدیث سماعت کرتا، ۵۵۱ھ کو بارادۂ حج بخارا میں تشریف لائے پھر بغداد میں دو مہینے تک ٹھہرے، بعدہ بسنہ کو روانہ ہوئے، جب موضع قوص کے پاس پہنچے تو راہزنوں نے قافلہ پر حملہ کر کے بیر کے روز ۲۷ جمادی الاولی ۵۵۲ھ میں قصبہ کوف میں جو بسطام کے پاس واقع ہے آپ کو شہید کیا۔

عثمان بیکندی بخاری

عثمان بن علی بن محمد بن محمد بن علی بیکندی بخاری : ۴۶۵ھ میں پیدا ہوئے، ابو عمرو کنیت تھی۔ اپنے زمانہ کے امام فاضل فقیہ محدث، زاہد متورع، عفیف قانع، متواضع کثیر العبادت تھے۔ فقہ امام ابی بکر محمد بن ابی سہل سرخسی سے حاصل کی اور حدیث کو ابا محمد بخاری المعروف بہ بکر خواہر زادہ سے سماعت کیا۔ آپ صاحبِ ہدایہ کے مشائخ میں سے ہیں اور آخر تک ان لوگوں سے باقی رہے ہیں جنہوں نے امام ابی بکر محمد بن ابی سہل سرخسی سے تفقہ کیا تھا۔ ۵۵۲ھ میں فوت ہوئے، "محدث" تاریخِ وفات ہے۔ بیکندی بیکند کی طرف منسوب ہے جو ماوراء النہر کے شہروں میں سے ایک شہر بخارا سے ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ شہر نہایت خوبصورت تھا مگر اب خراب پڑا ہے، سمعانی نے لکھا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ جب یہ شہر آباد تھا تو اس میں تین ہزار مکان تو صرف قاریوں کے تھے جن کے آثار خود میں نے دیکھے ہیں۔

---

[1] احمد بن عمر بن محمد بن احمد بن اسمٰعیل بن محمد بن علی بن لقمان نسفی ولادت ۵۰۷ھ ۔ ۹ شعبان ۵۵۲ھ [illegible] ابو المظفر (مرتب)

محمد بن مسعود کشانی

محمد بن مسعود بن حسین بن حسن بن محمد بن ابراہیم کشانی : ابوالفتح کنیت تھی، فاضلِ عصر فقیہ متبحر تھے۔ ۴۹۰ھ میں شہر کشان علاقہ سمرقند میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے باپ مسعود صاحبِ مختصر مسعودی اور ابا القاسم علی بن احمد بن اسمٰعیل کلاباذی وغیرہ سے اخذ کیا اور حدیث کو سُنا، بخارا کی قضار آپ کے سپرد کی گئی لیکن آپ کی سیرت قضاء کی حالت میں اچھی نہ رہی۔ وفات آپ کی اتفاقیہ شب چہارم ماہِ رمضان المبارک ۵۵۲ھ میں بعد ادائے نماز تراویح کے واقع ہوئی۔

صاعد اصفہانی

صاعد بن محمد بن عبدالرحمٰن بخاری اصفہانی : آپ کی کنیت بھی ابوالعلا تھی اور ابن الراسمندی کے نام سے معروف تھے، اپنے زمانہ کے امامِ فاضل اور محدث و فقیہ کامل تھے یہاں تک کہ اپنے ہمعصروں پر فضیلت و علمیت و دیانت میں سبقت لے گئے۔ ۴۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ علم علی بن عبداللہ خطیبی سے پڑھا اور حدیث کو سُنا اور خطیبی اپنے استاد کے ساتھ واسطے زیارت مکہ معظمہ کے نکلے، آپ کے ہمراہ آپ کا بیٹا اور عورت بھی تھی، عورت تو بصرہ میں فوت ہوگئی اور آپ کو عربوں نے جنگل میں گرفتار کر لیا چنانچہ سات مہینے تک ان کی قید میں رہے بعد ازاں نظام الملک و شرف الملک کو آپ کے قید ہونے کی خبر پہنچی، انہوں نے سات سو دینار عربوں کو دے کر آپ کو رہا کرا دیا، پھر خطیبی تو ۴۶۷ھ میں جحفہ میں فوت ہو گئے اور آپ بہمراہی اپنے بیٹے کے مکہ معظمہ کو گئے اور حج کر کے بغداد میں آئے، جب قاضی اسمٰعیل بن علی بن عبداللہ خطیبی کو سلطان نے قید کر دیا تو آپ بجائے ان کے اصفہان کے قاضی مقرر ہوئے اور عید فطر کے روز ۵۵۲ھ[1] میں فوت ہوئے۔ "عالمِ عالی فکر" تاریخ وفات ہے۔

احمد بلخی

احمد بن علی بن عبدالعزیز بلخی : ابوبکر کنیت اور ظہیر بلخی کے لقب سے مشہور ہوئے، فروع و اصول میں امامِ فاضل اور معقول و منقول میں عالم کامل تھے، علم نجم الدین عمر نسفی تلمیذ صدر الاسلام ابی الیسر محمد بزدوی سے حاصل کیا اور نیز بہاء الدین مرغینانی و محمد بن احمد اسبیجابی سے فقہ پڑھی اور مراغہ میں تدریس کو جاری کیا اور جامع صغیر امام محمد کی شرح تصنیف کی۔ محمود بن زنگی کے عہد میں حلب میں تشریف لائے پھر دمشق کو گئے۔ آخر کو حلب میں ۵۵۳ھ میں وفات پائی۔ "آرائشِ بلد" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] [illegible] ایک باطنی کے ہاتھوں شہید ہوئے [illegible] (مرتب)

عبدالرحمٰن خرقی

عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ نیشاپوری خرقی : ۴۶۹ھ میں پیدا ہوئے، اپنے زمانہ کے فقیہ فاضل واعظ خوش خلق تھے، مدت تک بخارا میں رہے، جمال الدین ابی نصر احمد بن عبدالرحمٰن ریغذمونی تلمیذ ابی زید دبوسی سے پڑھا اور ۵۵۳ھ میں وفات پائی۔ خرقی بفتحہ خار شہر خرق کی طرف منسوب ہے جو مرو سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے اور خرقی بکسر خار گودڑی فروش کو کہتے ہیں سو یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ ان دو نسبتوں میں سے آپ کس نسبت کی طرف منسوب ہیں۔

ہبۃ اللہ بن عقیلی

ہبۃ اللہ بن محمد بن ہبۃ اللہ بن احمد بن یحییٰ عقیلی : بڑے عالم فاضل فقیہ کامل اور کمال الدین عمر بن احمد صاحب تاریخ حلب کے دادا تھے۔ حلب کی قضاء مدت تک آپ کے سپرد رہی اور ۵۵۲ھ میں وفات پائی۔ "شمع انجمن" تاریخ وفات ہے۔

محمد بن ابی بکر بزدوی

محمد بن ابی بکر سخی صابونی[1] بزدوی : ابوطاہر کنیت تھی اور ابراہیم صفار کے اصحاب میں سے اپنے زمانہ کے امام عالم زاہد تھے، ابا نصر احمد بن عبدالرحمٰن اور قاضی ابا الیسر بزدوی سے سنا اور تفقہ کیا اور آپ سے بخارا میں سمعانی شافعی نے لکھا۔ وفات آپ کی ۵۵۵ھ میں واقع ہوئی، "قدوۂ گیتی" تاریخ وفات ہے۔

محمد بن نصر مدینی

محمد بن نصر بن منصور بن علی بن محمد بن محمد بن فضل عامری مدینی : ابوالمعالی کنیت تھی، امام زاہد، فقیہ کامل اور سمرقند کے خطیب تھے۔ ۴۷۵ھ میں پیدا ہوئے۔ فقہ صدر الاسلام محمد بن محمد بزدوی اور فخر الاسلام علی بن محمد بن بزدوی سے حاصل کی اور بڑی عمر پائی، یہاں تک کہ آپ کے اقران سب فوت ہو گئے تھے۔ سمعانی شافعی نے کہا ہے کہ میں نے آپ سے ابی العباس مستغفری کی دلائل النبوہ کو سنا۔ سمرقند میں ۵۵۵ھ میں فوت ہوئے۔ "فقیہ عصر" تاریخ وفات ہے۔

محمد بن یوسف سمرقندی صاحب ملتقط

محمد بن یوسف حسینی سمرقندی : ناصر الدین لقب اور ابوالقاسم کنیت تھی، اپنے زمانہ کے امام عظیم القدر کبیر المحل عالم تفسیر و حدیث و فقہ اور واعظ و مجتہد علم ادب اور ائمہ کبار اور علمائے نامدار

[1] محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد سیخی صابونی، معروف ابوطاہر زاہد " جواہر المضیہ "(مرتب)

کے بڑے ثناخوان تھے، نہایت مفید اور کثیر المنافع تصنیفات کیں جس میں سے کتاب نافع فقہ میں اور ملتقط فتاوے میں اور خلاصۃ المفتی اور کتاب الاخصاف اور مصابیح السبل وغیر ذلک مشہور و معروف ہیں۔ وفات آپ کی ۵۵۶ھ میں[1] ہوئی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ آپ کو سمرقند کی غسان قوم میں سے ایک قبیلہ نے شہید کیا۔ "عارفِ مسائلِ دین،، تاریخ وفات ہے۔

حسن بزدوی

حسن بن فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی : ۴۶۷ھ کو سمرقند میں پیدا ہوئے، ابوثابت کنیت تھی۔ جب آپ کا باپ فوت ہوگیا تو آپ کو آپ کا چچا صدر الاسلام ابوالیسر محمد بن محمد بخارا کی طرف لے گیا اور وہاں آپ کو پرورش کیا اور پڑھایا لکھایا۔ جب آپ کا چچیرا بھائی ابوالمعالی قاضی صدر احمد فوت ہوا تو آپ بخارا کے قاضی مقرر ہوئے اور مدت تک قضا پر قائم رہے پھر شہر بزد کو واپس آئے اور اخیر عمر تک یہیں رہ کر ۵۵۷ھ میں وفات پائی۔

علی بن مودود کشانی

علی بن مودود بن حسین بن حسن بن محمد بن ابراہیم کشانی : شہر کشانیہ میں جو چینستان نواحی سمرقند میں واقع ہے، ۴۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے امام فاضل، فقیہ مناظر، محدث کثیر المحفوظ تھے، فقہ اپنے چچا مسعود بن حسین صاحب مختصر مسعودی مقیم بخارا اور عبدالعزیز بن عمر بن مازہ سے حاصل کی، پھر مرو میں گئے اور وہاں قاضی محمد بن حسین ارسابندی تلمیذ علی مروزی شاگرد دبوسی سے تفقہ کیا اور حدیث کو اپنے چچا مسعود اور ابابکر محمد بن عبداللہ سرخکتی وغیرہم سے سنا، آپ وعظ بہت عمدہ کیا کرتے اور حق بات کے کہنے سے ہرگز نہ ٹلتے تھے۔ مدت تک مرو میں مدرسہ خاقانیہ کے مدرس رہے پھر بخارا و سمرقند میں سکونت رکھتے رہے۔ ابوالحسن کنیت تھی، ۵۵۷ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات آپ کی "زینتِ ملک" ہے۔ سمعانی شافعی نے لکھا ہے کہ میں نے مرو میں آپ سے کچھ لکھا اور میری آپ سے بہت دوستی تھی۔

عبدالغفور کردری

عبدالغفور بن لقمان بن محمد کردری : شہر کردر کے، جو خوارزم میں واقع ہے، رہنے والے تھے، ابوالمفاخر کنیت اور شرف القضاۃ و تاج الدین و شمس الائمہ لقب رکھتے تھے، بڑے زاہد عابد اور اپنے زمانہ کے امامِ حنفیہ تھے۔ فقہ ابی الفضل عبدالرحمٰن بن محمد کرمانی سے حاصل کی اور حلب میں عہد سلطان نورالدین محمود میں مدت تک قاضی رہے اور وہیں ۵۶۲ھ کو وفات پائی۔ تصانیف

---

[1] ۵۴۹ھ "دستور الاعلام"۔ (مرتب)

حسبِ ذیل ہیں : کتاب اصولِ فقہ، کتاب مفید و مزید، شرح تجرید، شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر، شرح زیادات، کتاب حیرۃ الفقہاء (اس کتاب میں ایسے مسائل جمع کئے ہیں جن کے حل سے علماء حیران ہوجاتے ہیں) اور ایک کتاب ان الفاظ کے بیان میں تصنیف فرمائی کہ جن کے زبان پر لانے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔ تاریخ وفات آپ کی "تاجِ محفل" ہے۔

محمد بن عمر بخاری

محمد بن عمر حسام الدین صدر شہید بن برہان الدین کبیر عبد العزیز بن عمر بن مازہ[1] بخاری بخارا کے اکابر و اعیان محدثین و فقہاء میں سے تھے اور آپ کو سلاطین و ملوک کے نزدیک قبولیت تامہ حاصل تھی۔ ماہ شوال ۵۵۲ھ میں حج کر کے بغداد میں تشریف لائے جہاں حدیث اپنے باپ صدر الشہید سے روایت کی اور ۵۵۶ھ میں وفات پائی۔ "بدرِ عصر" تاریخ وفات ہے۔

جعفر بن عبد اللہ دامغانی

جعفر بن عبد اللہ بن ابی جعفر بن قاضی القضاۃ ابی عبد اللہ دامغانی : ۴۹۶ھ[2] میں شہر دامغان واقع ملک خراسان میں پیدا ہوئے۔ ابو منصور کنیت تھی۔ اپنے زمانہ کے شیخ فاضل فقیہ و محدث کامل، پسندیدہ اخلاق، لطیف الکلام، نیک سیرت و صدوق، قضاء و عدالت اور علم و روایت میں مشہورِ آفاق تھے۔ ۵۶۰ھ میں وفات پائی۔ "شمعِ محفل" تاریخ وفات ہے۔

محمد سجستانی

محمد بن محمود سجستانی : فخر الدین لقب تھا، اپنے وقت کے امام فاضل عالم کامل، جامع فروع و اصول اور مفتی سجستان تھے۔ ۵۷۰ھ کے بعد محمد بن ابی المفاخر عبد الرشید کرمانی کے معاصرین میں سے ہو کر فوت ہوئے۔

امام زادہ چوغی

محمد بن ابی بکر المعروف بہ امام زادہ چوغی : امام فاضل، ادیب کامل، صاحب البیان فصیح اللسان، واسع التقریر، کامل التحریر، واعظ، صوفی، مفتی بخارا تھے۔ رکن الاسلام لقب تھا، فقہ مجد الائمہ محمد بن عبد اللہ سرخکی اور شمس الائمہ بکر بن محمد زرنجری سے پڑھی اور علم خلاف کا رضی الدین نیشاپوری سے حاصل کیا اور تصوف کو خواجہ یوسف ہمدانی سے اخذ کیا اور آپ سے برہان الاسلام زرنوجی صاحب تعلیم المتعلم اور عبید اللہ بن ابراہیم محبوبی اور محمد بن عبد الستار کردری نے فقہ پڑھی، بخارا میں سمعانی شافعی نے آپ سے روایت کو لکھا۔ آپ کی تصانیف سے فقہ میں کتاب شرعۃ الاسلام

---

[1] شمس الدین ابو جعفر "جواہر المضیہ" (مرتب) [2] ۱۶ صفر ۴۹۰ھ "جواہر المضیہ" (مرتب)

اور تصوف میں کتاب آداب الصوفیہ مشہور و معروف ہیں لیکن شرعۃ الاسلام میں اکثر احادیثِ مختلفہ اور اخبار واہیہ منکرہ داخل ہیں۔

صاحب جواہر مضیہ نے کہا ہے کہ میں نے آپ کی کتاب کثیر الفوائد مسمے بہ شرعۃ الاسلام دیکھی یہاں تک کہ وہ حضرت خضر کی طرف منسوب ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ کعبہ شریفہ کی سطح میں پائی گئی تھی۔ چونغی منسوب ہے طرف چونغ کے جو سمرقند کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے۔ وفات آپ کی ۵۷۳ھ میں ہوئی۔

بقالی

محمد بن ابی القاسم خوارزمی نحوی المعروف بہ بقالی : امامِ فاضل فقیہ مناظر محدث کامل، ادیب شاعر منشی، ماہر معانی و بیان، عربی زبان کی حجت تھے۔ زین المشائخ لقب تھا اور بڑے حسن الاعتقاد، کریم النفس جم الفوائد تھے۔ علوم علامہ جار اللہ زمخشری سے پڑھے اور حدیث کو ان سے اور دیگر محدثین سے سنا اور بعد وفات جار اللہ کے ان کے جانشین ہوئے اور کچھ اوپر نوّے سال کی عمر میں شہر جرجانیہ میں ۵۷۶ھ کو وفات پائی۔ چونکہ آپ آٹا دانہ وغیرہ کی تجارت کرتے تھے اس لئے بقالی کے عمل سے نامزد ہوئے۔

تصانیف آپ کی یہ ہیں: فتاوےٰ، جمع التفاریق، کتاب التفسیر، کتاب التراجم بلسان الاعاجم، شرح اسماء الحسنیٰ، مفتاح التنزیل، کتاب الترغیب فی العلم، کتاب اذکار الصلوٰۃ، کتاب آفات الکذب، کتاب الھدایہ فی المعانی والبیان، التنبیہ علی اعجاز القرآن، تقویم اللسان فی النحو، الاعاجیب فی الاعراب وغیر ذلک۔ " رہنمائے راہِ دین " تاریخِ وفات ہے۔

عالی غزنوی

عالی بن ابراہیم بن اسمٰعیل غزنوی : کنیت ابو علی اور ناصر الدین لقب تھا، جواہر المضیہ میں آپ کو غالب[1] نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ آپ فنون تفسیر اور فقہ و جدل و اصول میں یدِ طولےٰ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک تفسیر قرآن شریف کی تفسیر التفسیر نام تصنیف کی اور فقہ میں مشارع نام ایک کتاب تصنیف فرما کر خود ہی اس کی شرح منابع نام لکھی اور ۵۸۲ھ میں وفات پائی۔ "شیرِ یزداں" تاریخِ وفات ہے۔

صاحب فتاوی عتابیہ

احمد بن محمد بن عمر عتابی : ابو نصر کنیت اور زاہد الدین[2] لقب تھا، بخارا کے محلہ عتابی میں رہتے تھے، دینی علوم میں علمائے زاہدین میں سے بڑے متبحر اور فاضل اجل تھے، اطراف و اکناف

---

[1] غالی [2] زین الدین "جواہر المضیہ" (مرتب)

سے کثرت سے طلباء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استفادہ کرتے تھے، آپ نے زیادات کی شرح نہایت عمدہ تصنیف کی اور یہاں تک اس میں تحقیق و تدقیق کو کام فرمایا کہ علماء نے اس کے بے نظیر ہونے کا اقرار کیا، علاوہ اس کے جامع صغیر و جامع کبیر کی شرحیں لکھیں اور جوامع الفقہ معروف بہ فتاویٰ عتابیہ تصنیف کیا اور قرآن شریف کی تفسیر تصنیف کی۔ سنہ ۵۸۲ھ یا بقول بعض سنہ ۵۸۶ھ میں وفات پائی[2] علامہ مرجع الانام" اور" تاجِ آفاق" تاریخ وفات ہے۔

عماد الدین زرنجری

عماد الدین بن شمس[1] الائمہ بکر بن محمد بن علی زرنجری : اپنے باپ کی طرح آپ بھی شمس الائمہ لقب رکھتے تھے، بڑے عالم فاضل اپنے وقت کے نعمان ثانی تھے، علوم اپنے والد بکر زرنجری شاگرد حلوائی سے پڑھے اور انہیں سے سب سے آخر روایت کی اور آپ سے جمال الدین عبید اللہ بن ابراہیم محبوبی اور شمس الائمہ بکر بن عبد الستار کردری نے تفقہ کیا۔ نوے برس کے ہو کر سنہ ۵۸۴ھ میں فوت ہوئے۔

ابوبکر کاسانی

ابوبکر بن مسعود بن احمد کاسانی : علاؤ الدین اور ملک العلماء کے لقب سے ملقب تھے علم علاؤ الدین محمد سمرقندی مصنف تحفۃ الفقہاء اور ابی المعین میمون مکحولی اور مجد الائمہ سرخکی سے اخذ کیا۔ کتاب بدائع فی شرح تحفۃ الفقہاء اور کتاب السلطان المبین فی اصول الدین[2] بہت عمدہ تصنیف فرمائیں اور آپ سے آپ کے بیٹے محمود بن ابوبکر اور احمد بن محمود مصنف مقدمہ غزنویہ نے تفقہ کیا۔ کہتے ہیں کہ جب آپ نے محمد بن احمد سمرقندی کی ملازمت کی اور ان سے ان کی معظم تصانیف تحفۃ الفقہاء کو پڑھا اور اس کی شرح بدائع نام سے تصنیف کی تو محمد سمرقندی نے نہایت خوش ہو کر اپنی بیٹی فاطمہ سے (جو نہایت شکیلہ و عقیلہ اور کتاب تحفۃ الفقہاء کی حافظہ تھیں اور روم کے بادشاہ اس کے خواستگار تھے) ان کی شادی کر دی اور مہر کے عوض شرح مذکور کو گردانا۔ آپ اکثر فتوؤں میں خطا کر جاتے تھے جب آپ کی بیوی آپ کو وجہ خطا کی بتا دیتی تو آپ اس کے قول کی طرف رجوع کر لیتے تھے۔ آپ کے نکاح سے پہلے محمد سمرقندی اور ان کی بیٹی فاطمہ کے دستخط سے فتاویٰ جاری ہوتے تھے، جب آپ کا نکاح فاطمہ سے ہو گیا تو تینوں کے دستخط ہونے لگے۔ جب آپ دمشق میں پہنچے تو وہاں کے فقہاء آپ سے مناظرہ کے لئے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس مسئلہ میں گفتگو نہیں کروں گا جس کی طرف کوئی ایک بھی امامِ ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے گیا ہو گا۔ پس انہوں نے بہت سے مسائل آپ پر ظاہر کئے آپ نے ایک ایک مسئلہ کو ثابت کر دیا کہ اس کی طرف امامِ اعظم کا فلاں فلاں اصحاب گیا ہے پس

---

۱ عمر نام اور عماد الدین لقب۔ قف۔ دستور الاعلام۔ ۲ تفسیر قران کتاب تاویلات (برہان) (مرتب)

اسی پر مناظرہ ختم ہوا۔

ابنِ عدیم کہتا ہے کہ میں نے ضیاء الدین حنفی سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب کاسانی کی موت کا وقت قریب آیا تو میں ۱۰ ماہِ رجب ۵۸۷ھ کو ان کے پاس گیا، اس وقت وہ سورۃ ابراہیم پڑھ رہے تھے جب آیۂ کریمہ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت پر پہنچے تو دم ہوا ہوگیا اور حلب کے قبرستان ظاہریہ میں مقام ابراہیم خلیل اللہ میں اپنی بیوی فاطمہ کے پاس مدفون ہوئے۔ جب آپ کی بیوی فوت ہوئی تھیں تو آپ کا دستور تھا کہ ہر جمعرات کو ان کی قبر کی زیارت کرتے۔ اب حلب میں ان دونوں کی قبریں زیارت گاہ اور مستجاب الدعوات ہیں اور لوگوں میں خاوند بیوی کی قبر کے نام سے مشہور ہیں، تاریخِ وفات آپ کی "آفتاب زمانہ" ہے۔ کاسانی طرف شہر کاسان کے منسوب ہے جو نواح شاش میں واقع ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ وہ ترکستان میں دریائے سیحون کے خلف میں ہے، پہلے بڑا آباد تھا اب ترکستانیوں کے متواتر حملوں سے ویران ہوگیا ہے۔

احمد صابونی

احمد بن محمود[1] بن ابی بکر صابونی : بڑے عالم فاضل اور فقیہ کامل تھے۔ نور الدین لقب تھا اور صابون بنایا کرتے تھے۔ اصولِ دین میں کتاب ہدایہ و کفایہ تصنیف کیں۔ علم کلام میں بھی آپ نے ایک کتاب بدایہ نام لکھی پھر اس کو مختصر کر کے بدایہ نام رکھا۔ آپ سے شمس الائمہ محمد کردری نے فقہ پڑھی آپ کا شیخ رشید الدین سے مسئلہ "المعدوم لیس بمرئی" میں بڑا مناظرہ ہوا جس کو مفید سمجھ کر حافظ الدین نسفی نے اپنی کتاب اعتماد میں مفصل لکھا ہے۔ بخارا میں ۶ تاریخ ماہِ صفر ۵۸۰ھ کو فوت ہوئے، اور مقبرہ قضاۃ السبعۃ" میں دفن کئے گئے۔

صاحب فتاوےٰ دیناری

عبد الکریم بن یوسف بن محمد بن عباس دیناری : قصبہ دیبار میں جو ملک عراق عجم میں شہر استر آباد کے پاس واقع ہے، رہا کرتے تھے۔ ابو نصر کنیت اور علاء الدین لقب تھا، بڑے فقیہ حاوی فروع و صول تھے، ۵۱۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۹۰ھ میں وفات پائی اور ایک فتاویٰ دیناری نام تصنیف فرمایا۔ ابن النجار سے روایت ہے کہ ہم نے آپ کا زمانہ پایا ہے مگر ملاقات کرنے کا اتفاق نہ ہوا اور ہمارے اصحاب نے آپ سے سماع کیا ہے۔ "ماہِ عالمتاب" تاریخ وفات ہے۔

مطہر یزدوی

مطہر بن حسین بن سعد بن علی بن بندار یزدی : ابو سعد کنیت، جمال الدین لقب اور قاضی القضاۃ

---

[1] احمد بن محمد صابونی متوفی ۵۰۸ھ (کشف الظنون) احمد بن محمود بن بکر متوفی ۵۸۰ھ "جواہر المضیۃ" (مرتب)

خطاب تھا، عالم جلیل القدر فاضل کبیر المحل یگانۂ زمانہ خاندان علم میں سے تھے۔ آپ کے آباء واجداد سب ائمۂ دہر تھے۔ جامع صغیر حسن کوزعفرانی نے مرتب کیا ہے اس کی شرح تہذیب نام تصنیف کی اور امام طحاوی کی مشکل الآثار کو ملخص کیا اور ابواللیث کی نوادر کو مختصر کیا اور ایک فتاوے اور مختصر قدوری کی شرح نام تصنیف کی۔ رکن الدین محمد بن عبدالرشید کرمانی صاحب جواہر الفتاوی نے آپ سے اخذ کیا۔ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ آپ کے ماتحت بارہ مدارس تھے جن میں بارہ سو طالب علم پڑھا کرتے تھے۔ مقام قدم میں آکر ۵۹۱ھ میں وفات پائی اور آپ کا جنازہ مصر کو اٹھا کر لے گئے۔ "علامۂ پرہیز گار" تاریخ وفات ہے۔

قاضیخان

حسن بن منصور بن محمود اوزجندی فرغانی المعروف بہ قاضی خان : فخر الدین لقب اور ابوالمفاخر وابوالمحاسن کنیتیں تھیں، شہر اوزجند کے، جو نواح اصفہان میں فرغانہ کے پاس واقع ہے، رہنے والے تھے۔ اپنے زمانہ کے امام کبیر اور مجتہد بے نظیر تھے، معانی دقیقہ کے غواص اور فروع واصول میں بحر عمیق تھے، مولیٰ علامہ احمد بن کمال پاشا نے آپ کو طبقۂ مجتہدین فی المسائل میں معدود کیا ہے۔ اپنے دادا محمود بن عبدالعزیز اوزجندی اور ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی شاگردان امام سرخسی سے علم حاصل کیا اور نیز ابی اسحٰق بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابی نصر سے تفقہ کیا اور آپ سے جمال الدین ابوالمحامد محمود حصیری اور شمس الائمہ محمد کردری اور نجم الائمہ اور نجم الدین یوسف خاصی وغیرہ نے تفقہ کیا۔ تصنیفات بھی آپ نے نہایت برجستہ کیں چنانچہ فتاوے قاضی خان ایک ایسی معتبر کتاب چار جلدوں میں تصنیف کی جو متداول بین الفقہاء ہے یہاں تک کہ قاسم بن قطلوبغا نے تصحیح القدوری میں لکھا ہے کہ جس مسئلہ کی قاضیخان تصحیح کرے وہ غیر کی تصحیح پر مقدم ہے کیونکہ وہ خزانہ فقیہ ہے، علاوہ اس کے کتاب امالی اور کتاب محاضر اور کتاب شرح زیادات اور شرح جامع صغیر اور شرح ادب القضاء وغیرہ تصنیف کیں اور ۱۶ ماہ رمضان ۵۹۲ھ میں رات کے وقت وفات پائی۔ تاریخ وفات آپ کی "سلطان العارفین" ہے۔

بدر ابیض

یوسف بن حسین بن عبداللہ[1] حلبی المعروف بہ بدر ابیض : بڑے عالم فاضل وحید دہر فرید عصر تھے، ۵۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور علم علی بن حسن المعروف بہ برہان بلخی سے اخذ کیا اور دمشق میں ۵۹۲ھ میں وفات پائی۔

صاحب مقدمہ غزنویہ

احمد بن محمد بن محمود بن سعد[2] الغزنوی : شہر غزنین میں پیدا ہوئے۔ فقہ محمد بن علی بن

---

[1] یوسف بن جعفر بن عبداللہ۔ قاضی شیر ز[؟] "جواہر المضیۃ" (مرتب) [2] سعید غزنوی کاشانی "جواہر المضیۃ" (مرتب)

محمد بن علی علوی حسنی سے حاصل کی یہاں تک کہ مذہب میں درجہ ریاست کو پہنچے۔ ابی بکر صاحب بدائع شاگرد علاؤالدین صاحب تحفۃ الفقہاء سے بھی استفادہ کیا، تصانیف بھی بہت عمدہ اور مفید کیں جس میں سے ایک کتاب موسوم بہ روضہ درباب اختلاف علماء اور ایک اصول فقہ اور ایک اصول دین میں موسومہ بہ روضۃ المتکلمین تصنیف کی پھر اس کو مختصر کر کے نام اس کا المنتقٰی رکھا۔ علاوہ ان کے ایک کتاب موسومہ بہ مقدمۃ الغزنویہ تصنیف کی جو حجم میں اگرچہ چھوٹی ہے مگر علوم سے نہایت مالامال ہے۔ وفات آپ کی ۵۹۳ھ میں حلب کے اندر ہوئی۔ "زینِ کشور" تاریخ وفات ہے۔

صاحبِ ہدایہ

علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل بن خلیل بن ابی بکر فرغانی مرغینانی : ابوالحسن کنیت اور برہان الدین لقب تھا اور حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد میں سے تھے، پیر کے روز بتاریخ ۸ رجب ۵۱۱ھ بعد عصر کے پیدا ہوئے اپنے وقت کے امام فقیہ حافظ محدث مفسر جامع علوم ضابط فنون متقن محقق مدقق نظار زاہد اورع بارع فاضل ماہر اصولی ادیب شاعر تھے۔ علم اور ادب میں آپ کی مثل آنکھوں نے کوئی شخص نہیں دیکھا۔ علمِ خلاف میں یدِ طولیٰ اور معرفتِ مذہب میں دستگاہ کامل حاصل تھی اور آپ کی بزرگی اور تقدم کا آپ کے معاصرین مثل امام فخرالدین قاضی خان اور محمود بن احمد بن عبدالعزیز مؤلف محیط و ذخیرہ اور شیخ زین الدین ابونصر احمد بن محمد بن عمر عتابی اور ظہیرالدین محمد بن احمد بخاری مؤلف فتاوےٰ ظہیریہ وغیرہم نے اقرار کیا۔ ابن کمال پاشا نے آپ کو طبقہ اصحابِ ترجیح سے شمار کیا ہے لیکن پاشا موصوف کی اس تقسیم پر تعاقب کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ صاحبِ ہدایہ کی شان قاضیخان سے کچھ کم نہیں بلکہ اگر صاحبِ ہدایہ کے نقد دلائل اور استخراجِ مسائل کی طرف خیال کیا جائے تو وہ اس بات کے لائق ہیں کہ ان کو مجتہدین فی المذہب میں تصور کیا جائے۔

فقہ آپ نے ائمہ مشہورین سے پڑھی جن میں سے مفتی ثقلین نجم الدین ابوحفص عمر نسفی ہیں چنانچہ آپ نے جو اپنے شیخوں کو ایک کتاب میں جمع کیا تو اس میں آپ نے نجم الدین ابوحفص کا نام پہلے لکھا پھر ان کے بیٹے ابااللیث احمد بن عمر نسفی کا نام لکھا اور نیز آپ نے صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ اور صدر الشہید تاج الدین احمد بن عبدالعزیز سے جنھوں نے اپنے باپ عبدالعزیز، انھوں نے امام سرخسی، انھوں نے حلوائی، انھوں نے ابی علی نسفی، انھوں نے ابی بکر محمد بن فضل، انھوں نے سبذمونی، انھوں نے ابی عبداللہ، انھوں نے اپنے باپ، انھوں نے امام محمد سے تفقہ کیا تھا اور فقہ اخذ کی نیز ضیاء الدین محمد بن حسین بندنیجی تلمیذ علاؤالدین سمرقندی مؤلف تحفہ اور ابی عمر عثمان بن علی بیکندی شاگرد شمس الائمہ سرخسی اور قوام الدین احمد بن عبدالرشید

بخاری والد صاحب خلاصۃ الفتاویٰ اور شیخ امام بہاء الدین علی بن محمد بن اسمٰعیل اسبیجابی وغیرہم سے اخذ کیا، ۵۴۴ھ میں حج کیا اور زیارت مرقد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ تصنیفات بھی بہت کیں چنانچہ کتاب ہدایۃ المبتدی، وکتاب کفایۃ المنتہی وکتاب المنتقٰے وکتاب التجنیس والمزید وکتاب مناسک الحج وکتاب نشر المذہب وکتاب مختارات النوازل وکتاب الفرائض مشہور ومعروف ہیں اور کتاب ہدایہ تو آپ کی اشہر تالیفات سے ایسی معتمد علیہ ہے کہ علمائے حنفیہ کے فتویٰ کا مدار اسی پر ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے ماہِ ذیقعدہ ۵۷۳ھ میں چہار شنبہ کے روز بعد نماز ظہر کے ہدایہ کو تصنیف کرنا شروع کیا اور ۱۳ سال کے عرصہ میں ختم کیا، اس مدت میں آپ ہمیشہ روزہ دار رہے اور سوائے ایام منہیہ کے کبھی افطار نہ کیا اور کسی کو اپنے روزہ سے خبردار نہ کرتے تھے، جب خادم کھانا لاتا تو آپ اس کو فرماتے کہ رکھ کر چلا جا، جب وہ چلا جاتا تو آپ کسی طالب علم کو بلا کر کھلا دیتے اور ہدایہ کی تصنیف کی وجہ یہ تھی کہ ابتدائے حال میں آپ نے چاہا کہ کوئی مختصر کتاب فقہ میں تالیف کی جائے جس میں ہر طرح کے مسائل ہوں پس آپ نے مختصر قدوری اور جامع صغیر کو پسند کر کے ان کے مسائل تبرکاً جامع صغیر کی ترتیب پر فراہم کر کے ہدایۃ المبتدی اس کا نام رکھا اور اس میں اس بات کا وعدہ کیا کہ بشرط فرصت اس کی شرح کفایۃ المنتہی کے نام سے لکھی جائے گی سو حسبِ وعدہ کفایۃ المنتہی اسی مجلد میں تصنیف کی لیکن پھر اندیشہ کیا کہ شاید اس قدر بڑی شرح کو کوئی نہ دیکھے اس لئے اس کی دوسری مختصر شرح حاوی اور نافع ہدایہ نام سے لکھی اور اس میں عیون روایت اور متون درایت کے جمع کئے۔ آپ کے بعد ایک جم غفیر علماء و فضلاء نے آپ کے ہدایہ کی شرحیں لکھیں اور جو احادیث اس میں بطور استناد واقع ہوئی تھیں، ان کی تخریج کی۔ آپ سے ایک جم غفیر علماء نے تفقہ کیا، جن میں سے آپ کی اولاد امجاد شیخ الاسلام جلال الدین محمد اور نظام الدین عمر اور شیخ الاسلام عماد الدین بن ابی بکر بن صاحب ہدایہ اور شمس الائمہ کردری اور جلال الدین محمود بن حسین استروشنی والد مفتی صاحب فصول استروشینہ وغیرہم ہیں۔

برہان الاسلام زرنوجی تلمیذ صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تعلیم المتعلم کی فصل ثمانی میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ امامِ اجل صاحب ہدایہ نے یہ شعر مجھ کو سنائے ؎

فساد کبیر عالم متہتک   و اکبر منہ جاہل متنسک
ہما فتنۃ فی العٰلمین عظیمۃ   لمن بہما فی دینہ متمسک

اور فصل بدایۃ السبق میں لکھا ہے کہ ہمارے استاد وشیخ بدایۃ سبق کو چہار شنبہ کے روز پر موقوف رکھا کرتے تھے اور اس بارہ میں یہ حدیث روایت کیا کرتے تھے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من شیئ

بدئ یوم الاربعاء والاتم، اور کہتے تھے کہ اسی طرح امام ابوحنیفہ بھی کرتے تھے اور نیز فرماتے تھے کہ طالب علم کو چاہیئے کہ سستی نہ کرے کیونکہ یہ اس کے تحصیل علم کے لئے بڑی آفت ہے اور نیز فرماتے تھے کہ طالب علم کو چاہیے کہ امام اعظم کی کتاب وصیت کو حاصل کرے جو انہوں نے واسطے یوسف بن خالد کے، جبکہ وہ اپنے اہل کے پاس واپس آئے تھے، لکھی تھی اور نیز جب میں اپنے شہر کو واپس آیا تو میرے استاذ نے مجھ کو کتاب وصیت کے نقل کرنے کا حکم دیا پس میں نے اس کو لکھا۔ پھر فصل وقت تحصیل میں لکھا ہے کہ میرے استاذ صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ بہت سے مشائخ کبیر کو میں نے پایا ہے مگر ان سے استخراج نہیں کیا سواس فرو گذاشت پر میں یہ شعر کہتا ہوں ؎

لھفی علیٰ فوت اللیالی لھفی ماکل مافات ویفنی یلغی انتھیٰ۔

وفات آپ کی سمرقند میں ۵۹۳ھ میں واقع ہوئی۔ تاریخ وفات آپ کی "مجتہدِ مسائل" سے نکلتی ہے، مرغینانی طرف مرغینان کے منسوب ہے جو سات بلادِ فرغانہ میں سے ایک شہر ولایت ماوراءالنہر میں واقع ہے جس کے شرق میں کاشغر اور غرب میں سمرقند ہے۔

عمر ورسکی بخاری

عمر بن عبدالکریم ورسکی بخاری : بدرالدین لقب تھا، عالم متبحر فقیہ ماہر تھے، علوم ابی الفضل عبدالرحمٰن کرمانی سے حاصل کئے اور آپ سے شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری نے اخذ کیا، بلخ میں ۵۹۴ھ میں فوت ہوئے اور جامع صغیر کی شرح تصنیف کی، "امامِ اتقیا" تاریخ وفات ہے۔

عمر بن محمد عقیلی

عمر بن محمد بن عمر بن محمد بن محمد بن احمد عقیلی : شرف الدین لقب اور ابوحفص کنیت تھی اور حضرت عقیل بن ابی طالب کے نسب میں سے تھے، اپنے زمانہ میں اکابر فقہاء حنفیہ میں سے تھے اور آپ کو معرفت مذہب وخلاف میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ علم صدر الشہید عمر بن عبدالعزیز سے پڑھا اور نیز جمال الدین حامد بن محمد ریغدموني سے اخذ کیا اور آپ سے احمد بن محمد عقیلی اور شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری نے فقہ پڑھی۔ ۵۷۸ھ میں حج کر کے بغداد میں آئے اور ۵۹۶ھ میں[1] وفات پائی۔ "نورِ قمر" تاریخ وفات ہے۔

محمد بن عمر نیشاپوری

محمد بن عمر بن عبد اللہ[2] نیشاپوری : ابوبکر کنیت، رشید الدین لقب تھا، امام فاضل فقیہ کامل تھے آپ کی تصنیفات سے فتاویٰ اور شرح تکملہ وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔ وفات آپ کی ۵۹۷ھ میں ہوئی، "آفتاب عجم" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] ۵۷۶ھ منہاج فی الفقہ تصنیف کی" دستور الاعلام "[2] صائغ سبحی وفات ۵۹۸ھ "جواہر المضیہ" (مرتب)

موفق الدّین احمدی

احمد بن محمد[1] خطیب خوارزم : ۴۸۴ھ میں پیدا ہوئے، موفق الدین لقب تھا، فقہ نجم الدین عمر نسفی اور علم عربی جار اللہ محمود زمخشری سے حاصل کیا یہاں تک کہ ادیب فاضل اور فقیہ کامل ہوئے اور ناصر الدین صاحب کتاب مغرب نے آپ سے استفادہ کیا۔ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ میں لکھا ہے کہ صفدی نے کہا ہے کہ موفق الدین علم عربیہ میں بڑے متمکن اور عزیز العلم، فقیہ فاضل اور ادیب شاعر تھے جنہوں نے علامہ زمخشری سے پڑھا اور خطبے و اشعار تصنیف کئے اور ۵۹۸ھ میں وفات پائی۔

حسن بن خطیر شارح جمع بین الصحیحین حمیدی

حسن بن خطیر[2] ابو علی نعمان : ابی الحسن کنیت تھی، فقیہ محدث مفسر عالم حساب و ہیئت و طب اور مبرز علم نحو و لغت و عروض و ادب و تاریخ تھے، مدت تک قاہرہ میں مقیم رہے اور درس و تدریس میں مصروف ہوئے اور کہتے تھے کہ میں نے امام ابو حنیفہ کے مذہب کو نقل کیا اور اپنے اجتہاد کے موافق اس کی حمایت کی۔ قرآن شریف کی ایک تفسیر تصنیف کی اور حمیدی کی جمع بین الصحیحین کی شرح حجۃ نام لکھی اور ایک کتاب اختلاف صحابہ و تابعین و فقہائے امصار میں تصنیف فرمائی اور ۵۹۸ھ میں وفات پائی، "آرایشِ گیہان" تاریخ وفات ہے۔

علی شارح قدوری

علی بن احمد مکی رازی : حسام الدین لقب تھا۔ فقیہ فاضل عالم ماہر تھے، دمشق میں آکر سکونت اختیار کی تھی اور درس و تدریس آپ کا کام تھا، فتوے امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دیا کرتے تھے، مختصر قدوری کی ایک نفیس شرح خلاصۃ الدلائل و تنقیح المسائل نام تصنیف کی جس کی نسبت صاحبِ جواہر مضیۃ نے لکھا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جس کو میں نے فقہ میں یاد کیا اور جو احادیث اس کتاب میں لائی گئی ہیں ان کی میں نے ایک جلد ضخیم میں تخریج کی اور اس کی شرح لکھی، جب میں نے آپ کا حال جواہر مضیہ میں جمعہ کے روز ۷۵۹ھ میں لکھا تو میں آپ کی کتاب کی شرح میں کتاب الشرکۃ تک پہنچ گیا ہوا تھا۔ علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ نے علاوہ کتاب مذکور کے ایک کتاب سلوۃ الہموم نام بھی جمع کی ہے۔ آپ ۵۹۸ھ میں ایک بیٹا چھوڑ کر فوت ہوئے۔

---

[1] صحیح نام ابو المؤید موفق بن احمد بن محمد مکی متوفی ۵۶۸ھ مصنف "مناقب امام ابی حنیفہ" و "دیوان شعر" (جواہر المضیۃ، فوائد البہیہ، ہدیۃ العارفین ۲/۳۷۸، الاعلام) [2] نعمانی فارسی تلخیص الافصاح اور تنبیہ البارعین بھی آپکی تصانیف میں "جواہر المضیۃ" (مرتب)

برہان الدین فقیہ

مسعود بن شجاع بن محمد بن حسن اموی المعروف بہ برہان الدین فقیہ : دمشق میں ۵۰۱ھ کو پیدا ہوئے، ابوالموفق کنیت تھی، عالم ماہر فقیہ متبحر صدر معظم، رأس فی المذہب تھے، علم برہان بلخی علی بن حسن تلمیذ عبدالعزیز بن عمر بن مازہ سے حاصل کیا اور آپ سے ابن ابیض محمد بن یوسف اور داؤد بن ارسلان نے تفقہ کیا اور مدرسہ نوریہ میں درس دیا پھر عسکہ کی قضا آپ کے سپرد کی گئی، ایک کتاب فقہ میں تصنیف کی اور ۱۶ ماہ جمادی الاخریٰ ۵۹۹ھ کو وفات پائی۔

محمد بن یوسف بغدادی

محمد بن یوسف بن علی[1] غزنوی بغدادی : اکابر محدثین اور رواۃ مستندین اور فقہاء مدرسین میں سے تھے، اصل میں حلب وغزنہ کے رہنے والے تھے مگر آپ کا مولد بغداد تھا جہاں ۵۲۲ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ فقہ عبدالغفور بن لقمان کردری سے پڑھی اور حدیث کو ابی الفضل بن ناصر سے سماعت کیا اور آپ سے رشید عطار اور منذری نے روایت کی اجازت حاصل کی، یکشنبہ کے روز ۱۵ ربیع الاول ۵۹۹ھ کو فوت ہوئے۔ "پاک اعتقاد" تاریخ وفات ہے۔

محمد طاؤسی

محمد بن عراقی قزوینی المعروف بہ طاؤسی[2] : ابوالفضل کنیت رکن الدین لقب تھا۔ امام فاضل علامہ مناظر علم خلاف کے ماہر متبحر تھے۔ علم شیخ رضی الدین نیشاپوری سے حاصل کیا اور علم خلاف میں تین تعالیق تصنیف کیں۔ ہمدان میں بہت طالب علم آپ کے پاس جمع ہوتے اور نیز دیگر امصار و بلاد قریبہ وبعیدہ سے استفادہ کے لئے لوگ آنے شروع ہوئے جس سے آپ کی بڑی شہرت ہوئی اور ۶۰۰ھ میں وفات پائی۔ طاؤسی طاؤس بن کیسان کی طرف منسوب ہے جو امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں سے ہیں اور تاریخ وفات آپ کی لفظ "نکتہ فہم" سے نکلتی ہے۔

احمد بن محمد غزنوی

احمد بن محمد بن نوح قابسی غزنوی : جمال الدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے امام عالم، فقیہ متبحر فاضل ماہر تھے۔ قدس میں فتاویٰ حاوی قدسی تصنیف کیا اور حسن بن علی نحوی نے آپ سے تلمذ کیا، وفات آپ کی تقریباً ۶۰۰ھ میں ہوئی۔

---

[1] کنیت ابوالفضل، معمر اور مقری بھی تھے قاہرہ میں وفات پائی "جواہر المضیہ"
[2] طاؤسی۔ شافعی المذہب تھے "معجم المولفین" (مرتب)

حسین بن علی لامشی

حسین بن علی لامشی : ابو القاسم کنیت اور عماد الدین لقب تھا، قصبۂ لامش کے جو فرغانہ کے شہروں میں سے ایک قصبہ ہے، رہنے والے تھے، اپنے زمانہ کے امامِ فاضل، محدثِ ثقہ اور پرہیز گار تھے، امر معروف اور حق بات کے کہنے میں کسی کی ملامت کا کچھ خوف نہ رکھتے تھے۔ علم شمس الائمہ حلوائی سے پڑھا اور اخذ کیا اور حدیث کو ابی بکر محمد بن حسن بن منصور نسفی سے سنا، کہتے ہیں کہ آپ ۵۱۵ھ میں خاقان ماوراء النہر کی طرف سے بطور سفارت کے بغداد میں تشریف لائے جہاں کے لوگوں نے کہا کہ آپ اتفاق حسنہ سے یہاں آئے ہیں، اگر حج کر کے اپنے ملک کی طرف واپس جائیں تو اچھی بات ہے، آپ نے فرمایا کہ میں حج کو دنیاوی کام کے تابع نہیں کرتا۔ آپ نے واقعات اور فتاوے تصنیف کیے۔[1]

احمد بن موسےٰ کشی

احمد بن موسےٰ کشی[2] : شہر کش کے باشندہ تھے جو تین فرسنگ کے فاصلہ پر شہر جرجان سے واقع ہے، نجم الدین عمر نسفی کی مدت تک مصاحبت کی اور انہیں سے استفادہ کیا اور اپنے قدر و منزلت کو بڑھایا۔ کتاب مجموع النوازل نہایت لطیف فروع حنفیہ میں معتبر فتاووں یعنی فتاوے ابی اللیث سمرقندی و فتاوے ابی بکر بن الفضل و فتاوے ابی حفص کبیر وغیرہ سے جمع کی جس کا ابتداء اس طرح پر کیا۔ الحمد للہ الذی شرفنا بسید الاصفیاء الخ۔

زیاد فرغانی

زیاد بن الیاس فرغانی : فرغانہ کے مشائخ کبار اور فضلائے نامدار سے تھے۔ ابو المعالی کنیت اور ظہیر الدین لقب تھا باوجود کثرت علم اور وفور عقل کے بڑے متواضع و خلیق تھے، اپنے اصحاب کے ساتھ نہایت لطف سے پیش آتے تھے، صاحبِ ہدایہ کہتے ہیں کہ میں بعد وفات اپنے جدِ امجد کے آپ کے پاس جایا کرتا تھا اور آپ سے فقہ پڑھتا تھا۔

حسن بن نصر کشی

حسن بن نصر بن ابراہیم بن یعقوب الحاکم الاکشی[3] : ۴۹۰ھ کو قصبہ کش ماوراء النہر میں شہر نخشب کے پاس واقع ہے، پیدا ہوئے۔ فقہ ابی المعالی مسعود بن حسین خطیب کشانی صاحبِ مختصر مسعودی سے حاصل کی یہاں تک کہ عالم فاضل اور ہر ایک علم میں ماہر کامل ہوئے۔

---

[1] وفات ۵ رمضان ۵۲۲ھ "جواہر المضیۃ"، [2] کشی وفات حدود ۵۵۰ھ "معجم المؤلفین"، [3] بکشی وفات ۵۵۰ھ "جواہر المضیۃ" (مرتب)

احمد بن عبد الرشید بخاری

احمد بن عبد الرشید بن حسین بخاری : قوام الدین لقب رکھتے تھے، آپ کے باپ بھی اپنے وقت کے امامِ فاضل، شیخِ کبیر، ثقہ حافظ، متبحر فی العلوم تھے جن سے آپ نے علم حاصل کیا اور را فقہِ زمان و علامہ دوراں ہوئے اور امام محمد کی جامع صغیر کی شرح تصنیف کی اور آپ سے آپ کے بیٹے صاحبِ خلاصہ نے فقہ پڑھی۔ صاحبِ ہدایہ نے آپ سے بسند متصل یہ حدیث آنحضرت سے روایت کی ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم ما من شیئ بدئ یوم الاربعاء الا تم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی کوئی چیز نہیں جو بدھ کے روز شروع کی جائے اور پوری نہ ہو، اسی لئے صاحبِ ہدایہ ابتدا ءِ سبق نئی کتاب کا بدھ کے دن پر موقوف رکھتے تھے چنانچہ اس سنیت صاحبِ ہدایہ کا اتباع آج تک علماء میں چلا آتا ہے اور سب لوگ یہی خیال کرتے ہیں کہ جو کتاب بدھ کے دن شروع کی جائے اس کو خدا تھوڑے ہی دنوں میں انجام بخیر کر دیتا ہے۔

فوائد البہیہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ صحت اس حدیث میں بعض محدثین کو کلام ہے مگر جلد انجام ہونے کام میں حکمت یہ ہے کہ دیگر احادیث صحیحہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ بدھ کے روز جو وقت درمیان ظہر و عصر کے ہے وہ مستجاب الدعوات ہے۔ چونکہ دستور ہے کہ آدمی جب کسی کام کو شروع کرتا ہے تو اس کے جلد انجام ہونے کے لئے ضرور دعا کرتا ہے پس جب اس نے بدھ کے روز وقت مذکور پر کسی کتاب یا کام کو شروع کیا اور اس کے جلد ختم ہونے کے لئے دعا مانگی تو وہ البتہ جلد ختم ہو جاتا ہے۔[۱]

رضی الدین نیشاپوری

رضی الدین نیشاپوری[۲] : بڑے عالم فاضل منشی النظر مکارم الاخلاق تھے۔ طریقۃ الرضویہ المعروف بالرضیہ تین جلدوں میں تصنیف کیا۔ آپ سے رکن الدین امام زادہ محمد بن ابی بکر اور فضل رکن الطاوسی نے علم خلاف حاصل کیا۔

حماد بن ابراہیم بخاری

حماد بن ابراہیم بن اسمٰعیل صفار بخاری : قوام الدین لقب اور ابو المحامد کنیت تھی، آپ اور آپ کے آباء و اجداد مشائخ کبار اور خاندان علم و زہد سے تھے، آپ عید اضحیٰ کی رات ۴۹۳ھ[۳] کو پیدا ہوئے اور علم اپنے باپ سے اخذ کیا یہاں تک کہ اپنے زمانہ کے شیخ الاسلام اور امام ائمہ اصول و فروع میں مجتہد یگانہ ہوئے۔ برہان الاسلام زرنوجی مصنف کتاب تعلیم المتعلم اور افتخار الدین طاہر صاحب خلاصہ نے (مرتب)

۱۔ وفات حدود ۵۰۰ھ ۲۔ ابو یزید بن محمد بن علی نیشاپوری ولادت ۴۸۲ھ وفات ۵۴۸ھ "ہدیۃ العارفین" ۲۔ ۳۔ وفات سمرقند ۵۷۶ھ جواہر المضیئہ

آپ سے فقہ اخذ کی اور علم پڑھا۔ بخارا میں جمعہ آپ ہی پڑھایا کرتے تھے اور خطبہ اور شخص پڑھا کرتا تھا۔

محمود اوزجندی

محمود بن عبد العزیز اوزجندی : شمس الائمہ لقب تھا، اپنے زمانہ کے امامِ فاضل فقیہ کامل، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور قاضی خاں کے جدِ امجد تھے، فقہ وغیرہ امام سرخسی سے پڑھی۔

محمد وبری خوارزمی

محمد بن ابی بکر المعروف بخمیر الوبری خوارزمی : بڑے عالم فاضل، مناظر متکلم اور زین الائمہ لقب رکھتے تھے، فقہ ابی بکر محمد بن علی زرنجری شاگرد حلوائی سے پڑھی اور کتاب الاضاحی تصنیف کی، چونکہ آپ اونٹ کی پشم کا کام کیا کرتے تھے اور عربی میں اونٹ کی پشم کو وبر کہتے ہیں اس لئے لوگ آپ کو وبری کہا کرتے تھے۔

عبد الکریم صباغی مدینی

عبد الکریم بن محمد بن احمد بن علی صباغی مدینی : ابو المکارم کنیت اور رکن الائمہ لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے امامِ کبیر فقیہ بے نظیر اور مختلف علوم میں مشارکتِ تامہ رکھتے تھے۔ فقہ ابو الیسر محمد بزدوی سے حاصل کی اور آپ سے ایک جماعت فقہاء نے، جن میں سے نجم الدین مختار زاہدی صاحبِ قنیہ ہیں، تفقہ کیا۔ آپ نے مختصر قدوری وغیرہ کی شرحیں تصنیف کیں۔

عمر بن محمد بسطامی

عمر بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن نصر بسطامی ثم البلخی : ضیاء الاسلام لقب اور ابو شجاع کنیت تھی۔ ماہِ ذی الحجہ ۴۷۵ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے۔ جدِ اعلےٰ آپ کا بسطام کا رہنے والا تھا جو بلخ میں آکر سکونت پذیر ہوا۔ آپ بڑے فقیہ، حافظ، محدث، مفسر، ادیب، شاعر، کاتب، حسن اخلاق اور صاحبِ ہدایہ کے استاد تھے، آپ کو اجازت عالیہ حاصل تھی اور تمام علوم میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔ عبد الکریم بن محمد سمعانی شافعی نے اپنی کتاب انساب میں آپ کے حال میں لکھا ہے کہ میں نے آپ سے مرو و بلخ و ہرات و بخارا و سمرقند میں حدیث کو سنا اور استفادہ کیا۔

اشرف بن ابی الوضاح

اشرف بن ابی الوضاح محمد بن امام ابی شجاع سید محمد : فروع و اصول اور حسن طریقہ میں امام مشہور تھے، فقہ اپنے باپ سے پڑھی اور یہاں تک کوشش کی کہ متعدد علوم میں فائق اور معاملات مذہب و خلاف میں عالم فاضل ہو کر استاد کل ہوئے۔ قاضی بلاد روم عبد المجید بن اسمٰعیل متوفی ۵۳۷ھ اور علاء الدین محمد بن

لے تکمیر وفات صدد ۵۱۰ھ "ہدیۃ العارفین"۔ (مرتب)

عبدالمجید سمرقندی وغیرہ نے آپ سے فقہ حاصل کی۔

برہان الائمہ عبدالعزیز بن عمر بن مازہ

عبدالعزیز بن عمر بن مازہ : اپنے زمانہ کے امام فاضل فقیہ کامل تھے، ابو محمد کنیت تھی، برہان الائمہ اور برہان الدین کبیر اور صدر الماضی اور صدر الکبیر آپ کے لقب تھے، ان لقبوں سے ملقب ہونے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ ۴۹۵ھ میں سلطان سنجر بن ملک شاہ سلجوقی نے آپ کو بخارا کی طرف کسی مہم کے لئے بھیجا تھا اور اس مہم کا نام صدر رکھا تھا اس لئے صدر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ علوم آپ نے امام سرخسی تلمیذ حلوائی سے اخذ کئے اور آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں صدر السعید تاج الدین احمد و صدر الشہید حسام الدین عمر و اور ظہیر الدین کبیر علی بن عبدالعزیز مرغینانی وغیرہ نے تفقہ کیا۔ برہان الاسلام زرنوجی نے کتاب تعلیم المتعلم میں اپنے شیخ صاحبِ ہدایہ سے حکایت کی ہے کہ عبدالعزیز بن عمر نے اپنے دونوں بیٹوں مذکورہ بالا کا سبق سب طلباء سے پیچھے دوپہر کے وقت مقرر کیا تھا جس پر وہ دونوں شکایت کیا کرتے تھے کہ اس وقت ہماری طبیعتیں سست ہو جاتی ہیں، آپ ہم کو سویرے سبق پڑھا دیا کریں۔ آپ فرماتے تھے کہ چونکہ غریب و امیر طلباء بہت دور سے میرے پاس سبق پڑھنے کو آتے ہیں اس لئے مجھے ضرور ہے کہ پہلے ان کو سبق پڑھا دیا کروں، پس آپ کی اس شفقت کی برکت سے آپ کے دونوں بیٹے اپنے وقت کے اکثر فقہاء و علماء پر فقہ وغیرہ میں سبقت لے گئے۔

نجم الائمہ بخاری

نجم الائمہ بخاری : علمائے کبار و فضلائے نامدار میں سے تھے، آپ کے زمانہ میں بخارا و خوارزم میں فتوے کا مدار صرف آپ ہی پر منحصر تھا، آپ برہان الدین کبیر اور عطاء الدین حمامی اور بدر طاہر کے اقران میں سے تھے، فخر الدین بدیع قزبنی نے آپ سے علم پڑھا۔

صاحب تحفۃ الفقہاء

محمد[1] بن احمد بن ابی احمد سمرقندی : ابوبکر کنیت، علاء الدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے شیخ کبیر فاضل بے نظیر، فقیہ جلیل القدر تھے، فقہ ابی المعین میمون مکحولی اور صدر الاسلام ابی الیسر بزدوی سے پڑھی اور کتاب تحفۃ الفقہاء تصنیف کی اور آپ سے ابوبکر بن مسعود صاحب بدائع متوفی ۵۸۷ھ نے اور ضیاء الدین محمد بن حسین استاد صاحبِ ہدایہ نے فقہ پڑھی۔ آپ کی ایک بیٹی فاطمہ نام بڑی فقیہہ علامہ تھی

---

[1] متوفی ۵۳۹ھ "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" ۵۵۲ھ کشف الظنون" ۵۵۳ھ "معجم المولفین" (مرتب)

جس نے آپ سے فقہ پڑھی اور آپ کے تحفہ کو حفظ کیا یہاں تک کہ فتادے پر آپ کی اور اس کی مُہر ہوا کرتی تھی، جب آپ نے اس کا نکاح اپنے شاگرد صاحب بدائع سے کر دیا تو وہ اپنے شوہر کو جب وہ کسی مسئلہ میں غلطی کرتے تو غلطی سے آگاہ کر کے صواب کی طرف راہ دکھاتی۔ آپ کے وقت میں فتاویٰ پر تینوں یعنی آپ کے اور آپ کی بیٹی اور اس کے شوہر کے دستخط ہوتے تھے۔

محمد بن حسین بندنیجی

محمد بن حسین بن ناصر بن عبد العزیز بندنیجی : ضیاء الدین لقب تھا، فقیہ متبحر محدث بے نظیر تھے، فقہ علاء الدین ابی بکر محمد بن احمد سمرقندی سے حاصل کی اور ۵۲۵ھ میں کتاب صحیح مسلم کو محمد بن فضل نیشاپوری سے سنا اور روایت کیا جنہوں نے عبد الغافر فارسی اور انہوں نے جلودی اور انہوں نے امام مسلم سے سنا تھا، آپ سے صاحب ہدایہ نے فقہ پڑھی۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ مرو میں ۵۴۵ھ کو انہوں نے اپنی تمام مسموعات کی بالمشافہ مجھ کو روایت کرنے کی اجازت دی۔

حامد ریغدمونی

حامد بن محمد بن احمد بن عبد الرحمٰن ریغدمونی : جلال الدین لقب اور ابو نصر کنیت تھی۔ اپنے زمانہ کے قاضی باعمل اور مفتی فاضل تھے، تصفیہ معاملات میں آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ فقہ اپنے باپ محمد بن احمد متوفی ۵۱۸ھ اور دادا قاضی جمال الدین احمد بن عبد الرحمٰن تلمیذ ابی زید دبوسی سے حاصل کی اور محاضر و شروط تحریر فرمائی

محمد بن حسن کاشانی

محمد بن حسن بن محمد کاشانی : برہان الدین لقب اور ابو عبد اللہ کنیت تھی، امام فاضل، شیخ کامل، فروع و اصول کے حافظ تھے۔ آپ کے وقت میں حدیث میں کوئی آپ سے احفظ نہ تھا، فقہ نجم الدین عمر نسفی تلمیذ صدر الاسلام ابی الیسر بزدوی سے پڑھی اور ۵۷۶ھ میں بغداد میں حج کے ارادے سے آئے اور وہاں حدیث کو نسفی سے لکھا۔ آپ سے اشرف بن نجیب بن محمد ابو الفضل کاشانی اور شمس الائمہ محمد بن عبد الکریم زرکستانی المعروف بہ برہان الائمہ نے فقہ پڑھی۔ کاشان ایک شہر عظیم الشان ہے جو ولایت ماوراء النہر میں واقع ہے۔

لہ بزسوخی۔ بزسوخ بلاد فرغانہ میں واقع ہے "جواہر المضیہ" (مرتب)

محمود صاحب محیطِ برہانی

محمود بن صدر السعید تاج الدین احمد بن صدر کبیر برہان الدین عبد العزیز بن عمر بن مازہ صاحب محیطِ برہانی : برہان الدین لقب تھا، ائمہ کبار اور فقہاءِ نامدار میں سے امامِ مجتہد، اورع، متواضع، عالمِ کامل، متبحر ذاخر تھے۔ ابنِ کمال پاشا نے آپ کو مجتہدین فی المسائل میں سے شمار کیا ہے۔ آپ کے آباء و اجداد صدور و علماء کبار میں سے گذرے ہیں۔ علم اپنے باپ صدر السعید احمد اور چچا صدر الشہید عمر متوفی ۵۳۶ھ سے حاصل کیا اور آپ سے آپ کے بیٹے صدر الاسلام طاہر بن محمود نے اخذ کیا۔ آپ کی تصنیفات میں سے محیطِ برہانی چالیس مجلد اور ذخیرہ اور تجرید اور تتمۃ الفتاویٰ اور شرح جامع صغیر اور شرح ادب القضاء مصنفہ خصاف اور فتاوے و واقعات اور طریقۂ برہانیہ وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔[1]

فخر المشائخ علی بن عبد اللہ

علی بن عبد اللہ بن عمران : فخر المشائخ لقب تھا اور عمرانی کی نسبت سے جو آپ کے دادا کی طرف منسوب ہے، مشہور تھے۔ اپنے زمانہ کے شیخ، فقیہ، پرہیزگار تھے۔ علوم محمود جار اللہ زمخشری صاحبِ تفسیر کشاف سے اخذ کئے۔

قاضی سدید

محمد بن عبد اللہ صائغی المعروف بہ قاضی سدید[2] : فقیہِ متبحر، محدثِ جید، حسن الاخلاق، کثیر العبادۃ، حسن المناظرہ، جمیل الظاہر والباطن تھے، فقہ قاضی فخر الدین ابی بکر محمد بن حسین ارسابندی متوفی ۵۱۱ھ سے حاصل کی اور انہیں سے اور سید محمد بن ابی شجاع علوی سمرقندی وغیرہ سے حدیث کو سُنا اور تحدیث کی اور اپنے استاذ کی قضاء و خطاب میں نائب ہوئے، مرو کی قضاء آپ کو دی گئی جس کو آپ نے نہایت خوش اسلوبی و نیک سیرت سے انجام دیا۔ سمعانی شافعی نے آپ سے روایت کی اور اپنے مشائخ میں آپ کو بیان کیا۔ صائغی عمل صیاغت کی طرف منسوب ہے جو آپ پہلے کیا کرتے تھے۔

عبد الکریم بن محمد

عبد الکریم بن محمد بن احمد مدینی : رکن الائمہ لقب تھا، فقیہِ فاضل، عالمِ بے مثل تھے۔ فقہ صدر الاسلام محمد بن محمد بزدوی سے حاصل کی اور ایک کتاب طلبۃ الطلبہ نام ان الفاظ کی لغت میں تصنیف کی جو کتب اصحاب حنفیہ میں آئے ہیں۔

---

[1] وفات حدود ۵۷۰ھ "معجم المولفین" (مرتب) [2] ابو عبد اللہ کنیت "جواہر المضیہ" (مرتب)

حدیقۂ ہفتم

ساتویں صدی کے فقہاء و علماء کے بیان میں

صاحب فتاویٰ الملخص

محمد بن احمد بن ابی سعد احمد بن ابی الخطاب محمد بن ابراہیم بن علی کعبی طبری : اپنے زمانہ کے امامِ فاضل، فقیہِ کامل، جامعِ علومِ مختلفہ اور مردِ میدانِ مباحثہ تھے، جب مجلسِ علماء میں حاضر ہوتے تو حلِ مشکلات میں انہی کی طرف اشارہ کیا جاتا۔ آپ نے فتاویٰ الملخص تصنیف کیا اور بخارا میں سنہ ۶۴۰ھ میں وفات پائی "چشمۂ نور" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔ کعبی کعب بن ربیعہ بن عامر اور کعب بن عوف بن انعم اور کعب خزاعہ اور آپ کے دادا کے نام کی طرف منسوب ہے۔

محمود بن عبیداللہ مروزی

محمود بن عبیداللہ بن صاعد بن محمد شیخ الاسلام علاء الدین حارثی مروزی : مذہب و خلاف میں ائمۂ کبار و فضلائے نامدار میں سے تھے، سرخس میں پیدا ہوئے اور مختلف علوم میں اشتغال کیا۔ فقہ قاضی نسفی عبدالعزیز بن عثمان فضلی تلمیذ برہان الدین کبیر عبدالعزیز بن عمر بن مازہ سے پڑھی اور فقہ میں ایک کتاب مسمّٰی بہ "عون" تصنیف کی۔ وفات آپ کی مرو میں سنہ ۶۰۶ھ میں واقع ہوئی۔ "جامعِ کمالات" تاریخِ وفات ہے۔

محمود بن احمد

محمود بن احمد بن ابی الحسن[1] : ابوالمحامد کنیت، عماد الدین لقب تھا۔ بڑے عالم فاضل، جامعِ معقول و منقول استاذِ شمس الائمہ کردری تھے۔ کتاب سلک الجواہر اور نثر الزواہر اور خلاصۃ المقامات تصنیف کیں، علاوہ ان کے سنہ ۵۹۷ھ میں ایک بڑی کتاب مسمّٰی بہ خلاصۃ الحقائق درباب آثار و مواعظ و حکایات پچاس ابواب پر تصنیف کی، اس کتاب کے حق میں ابن قطلوبغا نے کہا ہے کہ میں نے اس کو دیکھا ہے اور وہ ایسی کتاب ہے کہ زمانہ کی آنکھیں اس کے ثانی سے مکحل نہیں ہوئیں۔ وفات آپ کی سنہ ۶۰۷ھ میں واقع ہوئی۔ "صاحب ارشاد" تاریخِ وفات ہے۔

عبدالرحمٰن بن شجاع بغدادی

عبدالرحمٰن بن شجاع بن حسن بن فضل بغدادی : ذی الحجہ کے مہینے سنہ ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔

---

[1] ولادت ذی الحجہ ۵۹۱ھ "جواہر المضیہ"۔ [2] تاریخی "دستور الاعلام" (مرتب)

ابوالفرج کنیت تھی، اپنے زمانہ کے امامِ اجل فاضلِ بے بدل متدین تھے، علم اپنے باپ ابی الغنائم شجاع مدرسِ مشہد امامِ ابوحنیفہ سے جو فقہاء مبرزین میں سے مذہب و خلاف کے بڑے عالم تھے، اخذ کیا اور سنہ ۵۹۰ھ میں وفات پائی۔ "مشہورِ اوان" تاریخِ وفات ہے۔

صاحب مغرب

ناصر بن عبدالسید ابی المکارم بن علی ابوالمظفر مطرزی عراقی الاصل خوارزمی المنشأ: ابوالفتح کنیت تھی۔ آباء و اجداد آپ کے عراق کے رہنے والے تھے مگر آپ ماہِ رجب سنہ ۵۳۶ھ یا سنہ ۵۳۸ھ میں شہر جرجانیہ واقع خوارزم میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پایا۔ فقہ و عربیت و لغت میں امام اور اصولِ فقہ و حدیث و ادب و شعر میں بے نظیر، سحبان البیان، لسان البرہان مگر معتزلی الاعتقاد حنفی الفروع تھے۔ علوم اپنے باپ اور علی ابی المؤید موفق بن احمد بن محمد مکی خطیب خوارزم تلمیذ زمخشری وغیرہ سے پڑھے اور حدیث کو ابی عبداللہ محمد بن علی بن ابی سعید تاجر وغیرہ سے سنا اور آپ کو خلیفہ زمخشری کہا جاتا تھا۔ سنہ ۶۰۱ھ کو حج کر کے بغداد میں آئے اور وہاں کے فقہاء سے آپ کے خوب مباحثے ہوئے اور اہلِ ادب نے آپ سے ادب اخذ کیا۔ آپ نے تصانیف نافعہ و مفیدہ کیں چنانچہ کتاب مغرب اور اس کی مختصر مغرب فی لغات الفقہ اور ایضاح شرح مقامات حریری اور اقناع فی اللغۃ اور مختصر اصلاح المنطق اور مصباح فی النحو وغیرہ مشہور و معروف ہیں کتاب مغرب میں ان غریب الفاظ پر تکلم کیا ہے جن کو فقہاء استعمال میں لاتے ہیں اور حنفیہ کے لیے یہ کتاب بمنزلہ کتاب ازہری کے ہے جو شافعیہ کے واسطے ہے۔

آپ خوارزم میں منگل کے روز ۲۱ ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۶۱۰ھ[1] میں فوت ہوئے اور آپ کے مرثیہ میں تین سو سے زیادہ قصاید کہے گئے۔ تاریخِ وفات آپ کی "سرورِ انجمن" ہے۔

مطرزی مطرزہ کی طرف منسوب ہے جو کپڑے پر چھاپہ لگائے اور نقش و نگار کرے۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ خود آپ یہ کام کرتے تھے یا آپ کے آباء و اجداد میں سے کوئی اس کام کا کرنے والا گذرا ہے جس کی طرف آپ منسوب تھے۔

عبدالمطلب بلخی

عبدالمطلب بن فضل بلخی ثم الحلبی الہاشمی: ابوہاشم کنیت اور افتخار الدین لقب تھا۔ فقیہ محدث عالم فاضل، حلب میں رئیسِ حنفیہ تھے، حدیث کی روایت عمر بسطامی نزیل بلخ اور ابی سعد سمعانی وغیرہ سے کی اور مدت تک تدریس و افتاء میں مشغول رہ کر سنہ ۶۱۶ھ[2] میں وفات پائی۔ "شمعِ عالمیاں" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] برہان الدین لقب ۶۱۹ھ میں وفات پائی (دستور الاعلام) [2] شارح جامع کبیر الشیبانی ولادت ۵۳۹ھ وفات ۶۱۶ھ "جواہر المضیۃ، دستور الاعلام" (مرتب)

قاضی عسکر ابن الابیض

محمد بن یوسف بن حسین[1] بن عبد اللہ حلبی المعروف بہ ابن الابیض الشہیر بہ قاضی عسکر : حلب میں ۵۶۶ھ[2] میں پیدا ہوئے۔ علم اپنے والد ماجد بدر ابیض تلمیذ علاء الدین محمد سمرقندی صاحب تحفۃ الفقہاء شاگرد ابی الیسر محمد بزدوی سے اخذ کیا اور رتبۂ کمالیت وفضیلت کو پہنچے اور دمشق ومصر میں تشریف لائے۔ آپ نے ہی فقہائے سبعہ مدینہ کو جو تابعین ہیں، مندرجہ ذیل اشعار میں جمع کیا ہے

الا کل من لا یقتدی بائمۃ　　　فقسمتہ ضیزیٰ عن الحق خارجہ

فخذہم عبید اللہ عروۃ قاسم　　　سعید ابوبکر سلیمان خارجہ

یعنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود وعروہ بن زبیر وقاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق وسعید بن المسیب و ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام وسلیمان بن یسار وخارجہ بن زید بن ثابت۔ وفات آپ کی ۶۱۴ھ میں ہوئی۔ "مقتدائے جہان" تاریخ وفات ہے۔

رکن الدین عمیدی

محمد بن محمد بن محمد عمیدی سمرقندی : ابو حامد کنیت اور رکن الاسلام لقب تھا۔ مذہب وخلاف خصوصاً علم مناظرہ میں امام تھے، آپ ہی نے بخلاف متقدمین کے اپنی تصنیف میں علم خلاف کو جدا کیا، آپ منجملہ ان چار ارکان کے ہیں جنہوں نے رضی الدین نیشاپوری سے علم خلاف حاصل کیا جن میں سے ہر ایک رکن کے نام کے ساتھ مشہور ہوا، جن میں سے ایک رکن الدین عمیدی، دوسرا رکن الدین طاؤسی، تیسرا رکن الدین امام زادہ، چوتھے کا نام صاحب خلکان لکھتے ہیں کہ یاد نہیں۔ عمیدی نے فن خلاف میں ایک کتاب "طریقہ" نام تصنیف کی جو فقہاء کے نزدیک مشہور ومعروف ہے اور ایک کتاب "ارشاد" تصنیف کی جس کی شرح قاضی شمس الدین ابو العباس احمد خوئی بن خلیل فقیہ شافعی اور نجم الدین مرندی اور بدر الدین مراغی وغیرہ جماعت علماء وفضلاء نے کی اور نیز ایک "نفائس" نام کتاب تصنیف کی جس کو شمس الدین ابو العباس احمد خوئی نے مختصر کیا اور نام اس کا عرائس النفائس رکھا۔ عمیدی سے ایک جماعت نے استفادہ کیا جن میں سے ایک نظام الدین احمد بن جمال الدین بن ابی المحامد محمود بن احمد بن عبد السید بخاری حنفی المعروف بہ حصیری ہیں۔

وفات آپ کی بخارا میں چار شنبہ کی رات ۹ ماہ جمادی الاخریٰ ۶۱۵ھ میں ہوئی۔ آپ بڑے کریم الاخلاق کثیر المتواضع، طیب المعاشرۃ تھے۔ صاحب خلکان کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ عمیدی کی نسبت کس طرف ہے اور نہ اس کو سمعانی نے ہی ذکر کیا ہے۔ "آرائش زمانہ" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] محمد بن یوسف بن خضر [2] ۵۶۰ھ "جواہر المضیہ"۔ (مرتب)

سعید کندی

سعید بن سلیمان کندی : ابی الغنائم کنیت تھی، فقیہ جید، محدث کامل، عالم باعمل، فاضل بے مثل تھے، حدیث میں ایک ارجوزہ المسمی بہ شمس المعارف وانس العارف تصنیف فرمایا اور قاہرہ میں اس سے تحدیث کی، وفات آپ کی ۶۱۶ھ میں ہوئی۔ "نورِ عصر" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

صدر الافاضل خوارزمی

قاسم بن حسین بن احمد المعروف بہ صدر الافاضل خوارزمی نحوی : ۹ ماہ شوال ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابو محمد کنیت اور مجد الدین لقب تھا، سچ مچ کے صدر الافاضل اور عربیت وغیرہ علوم میں یگانۂ زمانہ اور طبع نقاد اور نظم و شعر میں مہارت کامل رکھتے تھے، علاوہ اس کے بڑے خوش خلق اور تیز زبان تھے۔ فقہ برہان الدین ناصر صاحب مغرب تلمیذ ابی المؤید موفق الائمہ شاگرد نجم الدین عمر نسفی سے حاصل کی اور کتاب تجمیر شرح مفصل اور کتاب شرح سقط الزند اور کتاب توضیح شرح مقامات اور کتاب شرح انموذج اور نحو میں شرح ابنیہ و زوایا اور بیان میں شرح محصل وغیرہ تصنیف کیں۔ ۶۱۷ھ میں تاتاریوں نے آپ کو قتل کیا۔ "قطبِ وقت" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

عمر بن زید موصلی

عمر بن زید بن بدر بن سعید موصلی : زین الدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے شیخ کامل، حافظ حدیث، فقیہ فاضل تھے۔ علم حدیث میں ایک کتاب مغنی نہایت تحقیق و تدقیق سے حسب ترتیب الواب بحذف اسانید تصنیف فرمائی جو آپ کی حیات میں آپ کے پاس پڑھی گئی۔ وفات آپ کی ۶۱۹ھ میں ہوئی۔ "امام الوقت" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

محمد بن احمد بخاری صاحب فتاویٰ ظہیریہ

محمد بن احمد بن عمر بخاری : ظہیر الدین لقب تھا، علوم دینیہ میں اصولاً و فروعاً یگانۂ زمانہ اور محتسب بخارا تھے۔ پہلے اپنے باپ احمد بن عمر سے پڑھا، پھر اکابر علماء و فضلاء سے ملاقات کی یہانتک کہ ظہیر الدین ابی المحاسن حسن بن علی مرغینانی کی خدمت میں پہنچے، وہ آپ کی بڑی عزت کیا کرتے اور آپ کو اکثر طلبہ پر مقدم سمجھا کرتے تھے۔ آپ نے کتاب فوائد اور فتاویٰ ظہیریہ جو نہایت معتبر اور بہت سے فوائد پر مشتمل ہے، تصنیف کیا اور ۶۱۹ھ میں وفات پائی۔ "بہرِ رہبر" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

بدیع قزینی

بدیع بن منصور قزینی : فخر الدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے امام فاضل، فقیہ کامل تھے، ریاست

فتوےٰ و قضار کی آپ پر منتہی ہوئی۔ فقہ نجم الائمہ بخاری سے حاصل کی۔ تصانیف بھی نہایت مفید و معتبر کیں جن میں سے بحر المحیط الموسوم بہ منیۃ الفقہار معروف و مشہور ہے۔ مختار بن محمود زاہدی مصنف فتاوےٰ قنیہ نے آپ سے فقہ پڑھی۔ شمس الدین محمد بن علی بن احمد داؤدی مالکی تلمیذ سیوطی نے آپ کو طبقات مفسرین میں بیان کر کے احمد بن ابی بکر بن عبد الوہاب ابو عبد اللہ بدیع الدین قزینی حنفی کے نام سے موسوم کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ سنہ ۶۲۰ھ میں سیواس میں مقیم تھے اور وہیں فوت ہوئے۔ "کشافِ حقائق" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

عیسےٰ بن ملک عادل الخطیب

عیسےٰ بن ملک[1] عادل سیف الدین ابی بکر بن ایوب: شرف الدین لقب تھا، قاہرہ میں ۵۷۶ھ میں پیدا ہوئے، بڑے عالم فاضل، فقیہ، ادیب نحوی، لغوی، شاعر عروضی، مجاہد فی سبیل اللہ تھے، ملک مصر میں ساڑھے آٹھ برس تک بادشاہ رہے، بنی ایوب میں آپ کے اور آپ کی اولاد کے بغیر اور کوئی حنفی المذہب نہیں ہوا اور حنفی بھی نہایت متعصب تھے یہاں تک کہ ایک دن آپ کے باپ نے آپ سے کہا کہ تم نے کس لئے امام ابو حنیفہ کا مذہب اختیار کیا حالانکہ تمہارا سب خاندان شافعی ہے؛ آپ نے جواب دیا کہ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تم میں ایک بھی مسلمان شخص ہو۔ آپ نے فقہار کو حکم دیا تھا کہ میرے لئے صرف امام ابو حنیفہ کا مذہب صاحبین کے مذہب سے علیحدہ کر دو پس انہوں نے ایسا ہی کیا اور آپ نے اس کو یاد کیا۔ فقہ جمال الدین محمود حصیری سے پڑھی اور مسعودی کو یاد کیا اور امام احمد کی تمام مسند کو سنا اور حدیث کو روایت کیا اور علمار کو حکم دیا کہ امام احمد کی مسند کو ابواب پر مرتب کریں اور ہر ایک حدیث کو اس باب میں وارد کریں جو اس کو اس کے معنے تقاضا کریں، اسی طرح آپ نے ایک کتاب لغت میں بھی جامع کبیر مرتب کرائی جس میں کتاب صحاح اور جو لغات صاحب صحاح سے فوت ہوئے ور ازہری نے ان کو تہذیب میں جمع کیا اور نیز کتاب جمہرہ ابن درید وغیرہ کتب لغت اس میں جمع کیں۔ آپ کے وقت میں علمار و فضلار کی بڑی قدر تھی اور دور دور سے آ کر آپ کے پاس جمع ہو گئے تھے اور بڑے بڑے وظائف ان کے لئے مقرر کیے اور ان کو اپنی مجالس میں بٹھا کر آپ ان سے استفادہ کرتے اور ان کو فائدہ دیتے۔

کہتے ہیں کہ آپ کی شرط کی ہوئی تھی کہ جو شخص مفصل زمخشری کی یاد کرے اس کو ایک سو دینار اور خلعت دیا جائے گا، پس اس سبب سے ایک جماعت نے اس کو یاد کیا۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ آپ کی بڑے بڑے شعرار نے مدح کی اور اچھی مدح کی اور میں نے آپ کے بھی کچھ اشعار جو آپ کی طرف منسوب ہیں سنے ہیں مگر ان کو ثبت نہیں کیا۔ سنہ ۶۱۱ھ میں حج کیا اور جامع کبیر کی شرح کئی ایک مجلد میں تصنیف کی اور ایک

---

[1] ملک معظم شرف الدین ابو الغنائم عیسیٰ بن ابی بکر محمد ایوبی سلطان صلاح الدین ایوبی کے بھتیجے تھے (مرتب)

کتاب عروض میں لکھی اور خطیب بغدادی نے جو امام ابو حنیفہ کے حق میں تاریخ بغداد میں کچھ کلام کیا ہے اس کی تردید میں ایک کتاب سہم المصیب فی الرد علی الخطیب تصنیف کی۔ وفات آپ کی ماہ ذی الحجہ ۶۲۴ھ کی چاند رات کو ہوئی اور دمشق کے قلعہ میں دفن کئے گئے پھر آپ کی نعش جبل صالحہ کی طرف لیجا کر وہاں کے مدرسہ میں جہاں آپ کے خاندان کے لوگوں کی قبریں ہیں اور معظمہ نام سے مشہور ہیں، دفن کئے گئے۔ آپ کی تاریخ وفات "سراج عصر" ہے۔ آپ کے بعد آپ کا بیٹا صلاح الدین داؤد[1] جانشین ہوا جو ۲۷ ماہ جمادی الاولیٰ ۶۵۶ھ کو فوت ہوا اور اپنے والد کے پاس دفن کیا گیا۔

سکاکی

یوسف بن محمد خوارزمی سکاکی : ابو یعقوب کنیت اور سراج الدین لقب تھا۔ ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ صرف، نحو، معانی، بیان، عروض، شعر میں امام محقق اور علوم عجیبہ و فنون عربیہ میں ماہر باہر اور علوم بلاغت و تسخیر جن و دعوۃ الکواکب و فن طلسمات و سحر و سمیا و علم خواص الارض اور اجرام سما میں متبحر تھے۔ علوم سدید بن محمد حناطی اور محمود بن عبید اللہ بن صاعد مروزی سے پڑھے اور علم کلام کو مختار بن محمود زاہدی سے حاصل کیا۔ تصنیفاتِ جلیلہ کیں جن میں سے اجل مصنفات مفتاح العلوم ہے جس میں آپ نے بارہ علم بیان کئے اور نظیر اس کی زمانہ اوائل و اواخر میں معدوم ہے، جب سلطان چغتائی خاں بن چنگیز خاں حاکم ماوراء النہر و حدود خوارزم و کاشغر و بدخشاں و بلخ وغیرہ نے آپ کے فضائل و کمالات معلوم کئے تو آپ کو اپنا انیس و جلیس بنایا۔

حکایت ہے کہ ایک دن آپ چغتائی خاں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ جانور اڑتے ہوئے پاس سے گزرے، چغتائی خاں نے کمان کو پکڑ کر ان کو شکار کرنا چاہا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کونسا جانور شکار کرنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ وہ تین جانور ہیں۔ آپ نے اسی وقت ایک خطِ مدوّر زمین پر کھینچ کر کچھ پڑھا کہ فوراً وہ جانور زمین پر گر پڑے، اس سے چغتائی خاں کو آپ کی نسبت زیادہ اعتقاد ہو گیا اور وہ آپ کے سامنے مودب بیٹھنے لگا، جب سلطان کے پاس آپ کا مرتبہ بلند ہوا تو اقران کے دلوں خصوصاً حبش عمید وزیر سلطان کے دل میں حسد کی آگ زیادہ بھڑکی، پس اس نے آپ کے استیصال کا ارادہ کیا۔ آپ نے یہ حال معلوم کر کے چغتائی خاں کو کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ حبش عمید کا ستارہ سعد نحوست میں آگیا ہے اس لئے خوف ہے کہ کہیں اس کی شقاوت سے تجھے ضرر نہ پہنچے۔ اس بات کے سنتے ہی چغتائی نے حبش عمید کو معزول کر دیا جس سے کچھ دنوں کے بعد انتظام امور سلطنت میں خلل واقع ہونے لگا۔ بعد ایک سال کے چغتائی نے آپ کو کہا کہ چونکہ نحوست کا

[1] ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۲۸۳ - اور ۵۱۱ - (مرتب)

ستارہ ہمیشہ نہیں رہتا اس لیے شاید اب ستارہ سعد حبش عمید نے طلوع کیا ہو۔ آپ نے کہا کہ ہاں اب اس کے ستارہ سعد نے طلوع کیا ہے، پس جغتائی نے اسی وقت حبش عمید کو وزارت کا منصب عطا کیا، چونکہ حبش عمید کو آپ کی تذلیل ہمیشہ مرکوز خاطر تھی اس لئے آپ نے مریخ کو مسخر کر کے جغتائی کے لشکر میں آگ بھڑکا دی۔ اس وقت حبش عمید نے غمازی کا موقع پا کر جغتائی کو کہا کہ جب سکا کی ایسی ایسی باتوں پر قادر ہے تو کچھ عجب نہیں کہ تجھ سے سلطنت چھین لے۔ یہ افسون جغتائی کے دل میں کارگر ہو گیا۔ اس نے آپ کو قید کر دیا یہاں تک کہ آپ نے تین سال قید رہ کر خوارزم میں اوائل ماہ رجب ۶۲۶ھ میں وفات پائی۔ "فیلسوفِ عصر" اور "مجموعۂ اسرار" تاریخ وفات ہے۔ سکا کی شہر سکاک کی طرف منسوب ہے جو نیشاپور یا عراق یا یمن میں واقع ہے لیکن ظاہر ہے کہ آپ اس کی طرف منسوب نہیں ہیں کیونکہ آپ خوارزمی ہیں بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ سکاک آپ کے اجداد میں سے کسی کا نام ہے چنانچہ اس لئے ابو حیان نے ارتشاف میں ابن السکاک سے آپ کو موسوم کیا ہے گویا آپ کے اجداد میں سے صنعت سکہ کا جو درہم پر لگایا جاتا ہے، کوئی کام کرتا ہوگا۔

یحییٰ زوادی

یحییٰ بن عبدالمعطی بن عبدالنور زوادی: ۵۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ زین الدین لقب، ابوالحسن کنیت تھی۔ اپنے زمانہ کے نحو و لغت اور ادب میں امام تھے، بہت مدت تک دمشق میں مقیم رہے اور ایک خلق کثیر نے آپ سے فائدہ حاصل کیا اور کتب مفیدہ تصنیف کیں جن میں سے منظوم الفیہ اور فصول مشہور و معروف ہیں پھر سلطان کامل کی ترغیب سے مصر میں تشریف لے گئے اور وہاں جامع انیق میں واسطے درس علم ادب کے صدر نشین ہوئے یہاں تک کہ سلخ ذیقعدہ ۶۲۸ھ میں قاہرہ میں وفات پائی اور اس کے دوسرے روز خندق کے کنارے قریب تربت امام شافعی کے دفن کئے گئے، قبر آپ کی وہاں زیارت گاہ ہے۔ "آفتاب انجمن" تاریخ وفات ہے۔ زوادی طرف زاوہ کے منسوب ہے جو ایک قبیلہ ظاہر حائیہ اعمال افریقیہ میں ہے۔

صاحب فتاوے کامل

محمد بن عثمان بن محمد علیا بادی سمرقندی: حسام الدین لقب تھا۔ امام فاضل فقیہ، اصولی، محدث، مفسر، کلامی، جدلی تھے۔ فقہ مجد الدین محمد بن محمود استروشنی تلمیذ ظہیر الدین محمد بن احمد بخاری شاگرد ظہیر الحسن بن علی مرغینانی تلمیذ برہان کبیر عبدالعزیز بن عمر بن مازہ سے حاصل کی اور آپ سے عبدالرحیم بن عماد الدین صاحب فصول عمادیہ نے تفقہ کیا۔ ایک فتاوے کامل نام اور تفسیر مطلع المعانی و منبع المبانی تصنیف کئے، یہ تفسیر بہت بڑی کئی مجلد میں ہے اس کا املاء چارشنبہ کے روز ۲۳ ماہ رجب

۶۲۸ھ میں شروع کیا تھا۔ وفات آپ کی سنہ ۶۳۰ھ میں ہوئی۔ "دقیقہ شناس" تاریخِ وفات ہے۔

عبید اللہ بن ابراہیم عبادی

عبید اللہ بن ابراہیم بن احمد بن عبد الملک بن عمر بن عبد العزیز بن محمد جمال الدین المحبوبی العبادی: نسب آپ کا عبادہ بن الصامت صحابی کی طرف منتہی ہوتا ہے اس لئے آپ کو عبادی کہتے تھے اور چونکہ محبوب بھی آپ کے اجداد میں سے ایک کا نام تھا اس لئے محبوبی بھی کہتے تھے۔ ۵ ماہ جمادی الاولیٰ ۵۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ علم امام زادہ محمد بن ابی بکر صاحب شرعۃ الاسلام اور شمس الائمہ عماد الدین عمر بن بکر زرنجری اور فقہ قاضی خان اوزجندی سے حاصل کی یہاں تک کہ امام کامل اور فاضل بے مثل ہوئے۔ معرفت مذہب خلاف میں یکتائے روزگار اور ثقہ تھے، ماوراء النہر میں ان شیوخ حنفیہ میں سے گذرے ہیں جن پر مذہب کی معرفت منتہی ہوئی تھی۔ جمال الدین لقب تھا اور ابی حنیفہ ثانی کے نام سے مشہور تھے، شرح جامع صغیر اور کتاب الفروق آپ کی تصنیفات میں سے ہیں۔ آپ سے آپ کے بیٹے احمد والد تاج الشریعہ صاحب وقایہ اور حافظ الدین کبیر محمد بخاری اور حمید الدین ضریر علی بن محمد بخاری اور بہاء الدین محمد بن احمد اسبیجابی اور ظہیر ابو بکر احمد بن علی بلخی وغیرہ علماء نے فقہ حاصل کی۔ چوراسی برس کے ہو کر بخارا میں ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۶۳۰ھ میں وفات پائی۔ "بحرِ ہدایت" اور "حقائق شناس" تاریخِ وفات ہیں۔

محمد بن محمود استروشنی

محمد بن محمود بن حسین استروشنی: مجد الدین لقب تھا۔ امامِ فاضل، عارف مذہب اور اپنے زمانہ کے مجتہد تھے۔ علوم اپنے باپ اور ان کے استاد صاحب ہدایہ اور سید ناصر الدین شہید سمرقندی اور ظہیر الدین محمد بن احمد بخاری تلمیذ ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی سے حاصل کئے اور تصنیفات معتبرہ کیں جن میں سے کتاب فصول تیس فصلوں میں (جس میں مسائل قضاء و دعاوی اور وہ باتیں جو قاضیوں پر وارد ہوتی ہیں، بیان کیں) اور کتاب جامع احکام صغار ہے۔ وفات آپ کی سنہ ۶۳۲ھ میں واقع ہوئی۔ "آرائش جہانیاں" تاریخِ وفات ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی

خواجہ معین الحق والدین حسن حسینی سنجری چشتی اجمیری: اپنے وقت کے قطب الاقطاب امام طریقت صاحب ریاضت و مجاہدہ حنفی المذہب شیخ عثمان ہارونی کے مرید و خلیفہ تھے، ہندوستان میں دینِ اسلام آپ ہی کے طفیل سے مشہور و منتشر ہوا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اسرارہم کے معاصر و مصاحب رہے، چند مرتبہ دہلی میں تشریف لائے مگر

اقامت دار الخیر اجمیر میں اختیار فرمائی۔ ہزار ہا کفار آپ کی برکت سے مشرف باسلام ہوئے اور ہند میں آج تک آپکا سلسلہ اور فیض جاری ہے۔ آپ کے خاندان میں بڑے بڑے اولیائے کرام و مشائخ کبار مثل خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اور شیخ فرید الدین شکر گنج و شیخ نظام الدین اولیاء و خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی و مولٰنا فخر الدین رحمہم اللہ تعالٰے، جن کی کرامات و ریاضات اظہر من الشمس وابین من الامس ہیں، ہوئے ہیں۔ وفات آپ کی ۶۳۳ھ یا ۶۳۱ھ میں ہوئی اور اجمیر میں دفن کیے گئے۔ مزار آپ کا زیارت گاہِ اہلِ جہان ہے۔ تاریخِ وفات آپ کی "زبدۃ الصالحین" ہے۔

صاحبِ فصول

یوسف بن احمد بن ابی بکر نجم الدین خاصی : امام فاضل فقیہ کامل تھے۔ فقہ وغیرہ ابی بکر محمد بن عبد اللہ اقران عمر نسفی اور صدر شہید حسام الدین عمر تلمیذ حسن قاضی خاں سے اخذ کی اور ایک فتاوٰی اور کتاب مختصر فصول نام اصول میں تصنیف فرمائی اور ۶۳۴ھ میں وفات پائی۔ "جلوۂ اوجِ شرف" تاریخِ وفات ہے۔ خاصی طرف خاص کے منسوب ہے جو خوارزم کے قصبات میں سے ایک قصبہ کا نام ہے۔

محمود حصیری

محمود بن احمد بن عبد السید بن عثمان بن نصر بن عبد الملک بخاری حصیری : ابو المحامد کنیت اور جمال الدین لقب تھا، باپ آپ کا تاجر کے نام سے معروف تھا اور بوریا بافوں کے محلہ میں رہا کرتا تھا۔ آپ اپنے زمانہ کے امامِ فاضل، فقیہِ متبحر، محدث کامل تھے، آپ کے وقت میں ریاست مذہب کی آپ پر منتہی ہوئی۔ فقہ آپ نے حسن بن منصور قاضی خاں سے حاصل کی یہاں تک کہ کمالیت کے رتبہ کو پہنچے۔ اور صحیح مسلم وغیرہ کتب احادیث کو نیشاپور میں مؤید طوسی سے سماعت کیا اور نیز حلب میں شریف ابی ہاشم سے سُنا اور شام کے ملک میں آکر مدرسہ نوریہ میں تدریس کی اور افتاء کا کام دیا اور بیت اللہ کا حج کیا۔ ماہ جمادی الاولی ۵۴۲ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے اور یکشنبہ کی رات ۸ ماہ صفر ۶۳۶ھ کو دمشق میں وفات پائی اور دوسرے روز باب نصر کے باہر مقبرہ صوفیہ میں دفن کیے گئے۔ آپ کی تصنیفات سے شرح جامع کبیر اور شرح سیر کبیر وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔ تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ آپ کو حصیری اس لئے کہا کرتے تھے کہ آپ بخارا میں اس محلہ میں رہا کرتے تھے جہاں بوریے بنائے جاتے ہیں۔

خلف قرشی خوارزمی

خلف بن سلیمان[1] بن خلف قرشی الخوارزمی : ۵۶۶ھ کو حلب میں پیدا ہوئے۔ علم علاء الدین

---

[1] خلیفہ بن سلیمان بن خلیفہ بن محمد قرشی خوارزمی حلبی "جواہر المضیۃ" (مرتب)

ابی بکر کاشانی مصنف بدائع اور صفی الاصفہانی صاحب طریقہ سے پڑھا اور اخذ کیا۔ ابو السرایا کنیت تھی اور ۶۳۶ھ کو حلب میں فوت ہوئے۔

داؤد بن ارسلان

داؤد بن ارسلان : شرف الدین مظفر لقب تھا۔ بڑے عالم فاضل تھے۔ فقہ، اصول، نظم و نثر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ برہان الدین مسعود شاگرد برہان علی بن حسن بلخی سے تفقہ کیا اور علم پڑھا، دمشق میں ۶۳۹ھ میں وفات پائی۔

احمد بن یوسف

احمد بن یوسف : کچھ اوپر ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابو العباس کنیت اور عماد الدین لقب تھا، اپنے زمانہ میں حنفیوں کے شیخ تھے۔ فقہ احمد بن محمود غزنوی سے حاصل کی۔ ۶۴۰ھ میں جبکہ تاتاری لوگ حلب میں آئے تو یہ حلب سے مصر کو تشریف لے گئے اور وہاں جا کر اسی سن میں فوت ہوئے[1]۔

شمس الائمہ کردری

محمد بن عبد الستار بن محمد کردری عمادی : ابو الوجد کنیت، شمس الائمہ لقب تھا۔ امام محقق، فاضل مدقق، فقیہ محدث، عارف مذاہب، محیی اصولِ فقہ تھے۔ ۱۸ ماہ ذی قعدہ ۵۵۹ھ میں پیدا ہوئے علم ادب پہلے ناصر الدین مطرزی صاحب مغرب سے پڑھا، پھر اور علوم میں مشغول ہوئے اور امام زادہ صاحب شرعۃ الاسلام تلمیذ شمس الائمہ بکر بن محمد زرنجری سے فقہ پڑھی اور حدیث کو سنا پھر بخارا میں آئے اور عماد الدین عمر زرنجری تلمیذ شمس الائمہ بکر بن محمد زرنجری شاگرد حلوائی سے اخذ کیا اور نیز منہاج الشریعہ قوام الدین صفار تلمیذ اپنے باپ ابراہیم صفار شاگرد اپنے باپ اسمٰعیل صفار تلمیذ ابی یعقوب یوسف سیاری شاگرد ابی اسحٰق نوقدی سے اخذ کیا اور نیز بدر الدین عمر درسکی اور شرف الدین عقیلی اور نور الدین صابونی سے پڑھا۔ اجل اساتذہ آپ کے فخر الدین حسن بن منصور قاضی خان اور صاحب ہدایہ علی بن ابی بکر ہیں، یہاں تک کہ آپ متعدد علوم میں فائق ہوئے اور اپنے اقران پر غالب آئے اور اہل زمان نے آپ کے فضل و تقدم کا اقرار کیا حتیٰ کہ آپ کے حق میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ نے بعد زید دبوسی کے علم اصول و فروع کو زندہ کیا۔ آپ سے آپ کے بھانجے محمد بن محمود بن عبد الکریم المعروف بہ خواہر زادہ اور حمید الدین ضریر علی رامشی اور حافظ الدین کبیر محمد بن محمد بخاری اور محمد مایمرغی وغیرہ خلق کثیر نے تفقہ کیا اور بخارا میں جمعہ کے روز ۹ ماہ محرم ۶۴۲ھ میں وفات پائی۔ "محقق نامور زمن" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] وہاں سے واپس آکر ۶۴۸ھ میں حلب میں فوت ہوئے ۱۲ جواہر المضیہ (مرتب)

حسام الدین اخسیکثی[1]

آپ نے امام غزالی کی کتاب منخول کی تردید میں، جو امام ابو حنیفہ کی تشنیع پر شامل ہے، ایک نفیس رسالہ چھ فصلوں میں لکھا اور اس میں ہر ایک قولِ غزالی کی تردید کر کے امام ابو حنیفہ کے مناقب کو بیان کیا، اگرچہ شیخ فاضل تھے، اصولِ فقہ میں ایک مختصر المعروف بہ منتخب حسامی تصنیف کی جس کی ایک جم غفیر فقہاءِ کاملین نے شرحیں لکھیں چنانچہ اس کی ایک شرح امیر کاتب اتقانی نے مسمیٰ بہ تبیین اور ایک شرح عبد العزیز بخاری نے مسمی بہ تحقیق تصنیف کیں جو متداول بین الانام ہیں۔ آپ سے محمد بن عمر نوحابادی اور محمد بن محمد بخاری نے تفقہ کیا، پنجشنبہ کے روز ۲۰ ماہ ذیقعد ۶۴۴ھ میں فوت ہوئے۔ فردِ عصر تاریخ وفات ہے، شہر اخسیکث جس کی طرف آپ منسوب ہیں، بلادِ فرغانہ میں سے ایک شہر ہے۔

محمد بن محمود ترجمانی

محمد بن محمود ترجمانی مکی خوارزمی: امامِ کامل مرجع انام تھے، علاء الدین لقب تھا، ترجمان جسکی طرف آپ منسوب ہیں یا تو آپ کے بعض اجداد کا نام ہے یا آپ کا لقب تھا، شہر جرجانیہ خوارزم میں ۶۴۵ھ کو فوت ہوئے۔

حسین بن محمد رباعی

حسین بن محمد رباعی: اپنے زمانہ کے امام وفقیہ تھے، نجم الدین لقب تھا اور رباعی آپ کو اس لئے کہا کرتے تھے کہ آپ جملہ علوم میں بارع یعنی فائق تھے، فقہ علاء الدین سدید بن محمد حناطی سے حاصل کی، خوارزم کے ملک میں شہر جرجانیہ کے اندر شعبان ۶۴۵ھ میں فوت ہوئے، "آرائشِ مجلس" تاریخ وفات ہے۔

محمد اسدی حلبی

محمد بن یعقوب اسدی حلبی: محی الدین لقب تھا[2] اپنے زمانہ کے عالم علامہ شیخ حنفیہ تھے، مقامِ مزہ میں ۶۴۵ھ میں اکاسی سال کی عمر میں فوت ہوئے، "والا رتبہ" تاریخ وفات ہے۔

قیصر بن ابی القاسم

قیصر بن ابی القاسم بن عبد الغنی بن مسافر مقری المعروف بہ تعاسیف: علم الدین لقب تھا، عالم فاضل، فقیہ کامل، علومِ ریاضیہ میں امامِ اجل تھے، مقام اصفون شرقی صعید مصر میں ۵۷۴ھ میں پیدا ہوئے، مصر اور شام کے علماء و فضلاء سے علم حاصل کیا، پھر موصل کو تشریف لے گئے اور وہاں شیخ کمال الدین موسیٰ بن یونس سے علمِ موسیقی پڑھا پھر شام میں سعادت کی اور دمشق میں ماہ رجب ۶۴۹ھ میں وفات پائی، "زینتِ آفاق" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] حسام الدین محمد بن محمد بن عمر اخسیکثی، ابو عبد اللہ کنیت۔ "جواہر المضیہ"۔ [2] ابو عبد اللہ کنیت، ولادت ۶۱۴ھ، وفات ۶۹۶ھ۔ "جواہر المضیہ"، "دستور الاعلام" (مرتب)

صغانی

حسن بن محمد بن حسن بن حیدر قرشی عدوی عمری صغانی : حضرت عمر بن الخطاب کی نسل میں سے تھے۔ ابو الفضائل کنیت اور رضی الدین لقب تھا۔ اگرچہ تمام علوم میں ماہر متبحر تھے مگر فقہ و حدیث اور لغت میں امامِ زمانہ و استادِ بے نظیر عدیم التمثیل تھے۔ دمیاطی نے کہا ہے کہ آپ شیخ صالح، فضول کلام سے صامت اور حدیث میں صدوق اور لغت و فقہ و حدیث میں امام تھے۔ میں نے آپ سے پڑھا۔ آبا و اجداد آپ کے شہر صغان یعنی چغان کے رہنے والے تھے جو ماوراء النہر میں شہر مرو کے پاس واقع ہے مگر آپ ۱۰ ماہِ صفر ۵۷۷ھ میں شہر لاہور میں پیدا ہوئے اور غزنہ میں جا کر نشو و نما پایا۔ ابتدا میں اپنے والد ماجد سے تلمذ کیا اور فنون کثیرہ و استعداد کاملہ حاصل کر کے ۶۱۵ھ میں بغداد کو گئے اور وہاں مدت تک تحصیل علوم و تدریس اور تصنیف میں مصروف رہے۔ ازاں بعد مکہ معظمہ کی زیارت کر کے عراق میں واپس آئے اور ۶۱۷ھ میں خلیفہ بغداد کی طرف سے بطور سفارت ہندوستان میں آئے اور کئی سال ہند میں رہ کر ۶۲۴ھ کو بغداد کی طرف واپس گئے پھر دوبارہ بغداد سے ہند کو بطور سفارت آئے اور ۶۳۷ھ میں بغداد کو واپس گئے۔ بغداد، مکہ معظمہ، ہند وغیرہ میں اپنے شیوخ سے احادیث کو بکثرت سنا اور بہت سی تصانیف مفیدہ کیں از انجملہ کتاب مصابح الدجیٰ من صحاح احادیث المصطفٰے اور کتاب شمس المنیرہ من الصحاح الماثورہ اور کتاب مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ اور کتاب تبیین الموضوعات اور کتاب عقلۃ العجلان اور کتاب وفیاتِ صحابہ اور کتاب بدۃ المناسک اور کتاب فرائض اور کتاب درجات العلم والعلماء اور کتاب الشوارد لغت میں اور کتاب الافتعال اور کتاب العروض اور کتاب العباب لغت میں اور کتاب شرح صحیح بخاری اور کتاب شرح القلادۃ السمطیۃ فی توشیح الدریہ اور کتاب التکملہ لغت میں جو صحاح جوہری میں غلطی تھی اس کی اس میں تصحیح کی اور جو لغات کہ اس میں نہ تھے ان کو داخل کیا اور کتاب مجمع البحرین لغت میں جو نہایت کلاں اور تمام لغت عرب کو شامل ہے اور کتاب نوادر لغت و تراکیب میں اور کتاب اسماء الفارہ اور کتاب اسماء الاسد اور کتاب اسماء الذئب اور کتاب شرح ابیات المفصل اور کتاب بغیۃ الصدیان مشہور و معروف ہیں۔ ان کے علاوہ اور تصنیفات بھی ہے جو آپ کے کمال علم و تبحر پر دال ہے۔

۶۵۰ھ میں بغداد کے اندر عہد خلیفہ مستعصم میں وفات پائی، پہلے آپ کو حرم ظاہری واقع بغداد میں اپنے گھر کے اندر بطور امانت دفن کیا گیا پھر حسب وصیت آپ کے اسی سال آپ کے بیٹوں نے آپ کو مکہ معظمہ میں لے جا کر دفن کیا۔ آپ کے اٹھانے کے لئے پچاس دینار مقرر کئے گئے

تھے۔ آپ نے اپنی موت اور مکہ معظمہ میں قبر کے ہونے کے لئے دعا مانگی تھی جہاں ابتدا مشارق الانوار میں کہاہے اماتہ بھا حمید ا فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ کا پس خدا نے قبول کر لی۔ "محدث زیب فصحار" تاریخِ وفات ہے۔

خواہر زادہ

محمد بن محمود بن عبدالکریم کردری المعروف بہ خواہر زادہ : بدر الدین لقب تھا اور محمد بن عبدالستار کردری کے بھانجے تھے جس سے انھوں نے تربیت و تعلیم پائی اور رتبہ کمال و فضیلت کو پہنچے اس لئے خواہر زادہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ سے محمود صاحب حقائق شرح منظومہ نے اخذ کیا اور سلخ ماہ ذیقعد ۶۵۱ھ میں وفات پائی۔ "علامہ شہر" تاریخ وفات ہے۔

احمد[1] بن عباد خلاطی

محمد بن احمد بن عباد بن ملک داؤد بن حسن داؤد خلاطی : امامِ فاضل فقیہِ کامل، محدثِ جید تھے، علم جمال الدین محمود بن عبدالسید حصیری تلمیذ حسن قاضی خان سے پڑھا۔ تلخیص جامع کبیر اور تعلیق صحیح مسلم اور مختصر مسند امام ابوحنیفہ موسوم بہ مقصد المسند تصنیف کی۔ آپ سے قاضی القضاۃ احمد سروجی نے تلخیص کو پڑھا اور ماہِ رجب ۶۵۲ھ میں وفات پائی۔ خلاطی طرف خلاط کے منسوب ہے جو روم کے ملک میں ایک شہر کا نام ہے۔ "محدثِ اہلِ دین" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

بُکَیر ترکی ناصری

بکیر ترکی[2] ناصری : نجم الدین لقب اور امام ناصر کے مولیٰ تھے۔ فقہ میں بڑے فقیہ اور عارفِ بصیر تھے۔ علم عبدالرحمٰن بن شجاع سے حاصل کیا۔ فقہ میں کتاب حاوی تصنیف کی اور کتاب عقائد طحاوی کی شرح النور اللامع والبرہان الساطع نام لکھی اور بغداد میں ۶۵۲ھ میں وفات پائی۔

یوسف صاحب تاریخ مرآۃ الزمان

یوسف بن قرغلی بن عبداللہ بغدادی : حافظ ابوالفرج ابن جوزی کے نواسہ تھے جو ۵۸۱ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ ابوالمظفر کنیت، شمس الدین لقب تھا۔ بڑے ذکی، عالم فاضل، فقیہ محدث، واعظ، فائق اقران اور فارسِ میدانِ بحث تھے۔ آپ کی مجلس میں بڑے بڑے علماء و فضلاء و صلحاء اور ملوک و امراء و وزراء شامل ہوتے تھے جس میں نزہت قلوب و ابصار حاصل ہوتی تھی اور وعظ ایسا موثر کہتے تھے جس سے سامعین کو رقت قلب اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے اور وعظ میں اس قدر لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا کہ جس روز آپ کو وعظ کرنا ہوتا تھا اس سے ایک دن پہلے لوگ رات کو مسجد

[1] محمد بن عباد "جواہر المضیہ" (مرتب) [2] آپ شافعی تھے۔ "معجم المؤلفین" (مرتب)

دمشق میں آکر اپنے بیٹھنے کے لئے جگہ روک لیا کرتے تھے۔ اکثر ذمی لوگ بھی آپ کے وعظ میں کفر و شرک سے بیزار ہو کر حلقۂ اسلام میں آتے تھے۔ آپ کا باپ وزیر عون الدین بن ہبیرہ کا غلام تھا جس نے شیخ جمال الدین ابن جوزی حنبلی کی بیٹی سے نکاح کیا اور اس کے بطن سے آپ پیدا ہوئے اور آپ نے اپنے نانا سے فقہ پڑھی اور حدیث کو سنا اور حنبلی مذہب پر قائم ہوئے مگر جب موصل و دمشق میں آئے اور جمال الدین محمود حصیری وغیرہ سے تفقہ کیا تو حنفی مذہب اختیار کیا اور دمشق میں کچھ اوپر ۶۰۰ھ میں سکونت اختیار کی تصانیف مفیدہ و عمدہ کیں جن میں سے تفسیر قرآن شریف ۲۹ مجلد اور تاریخ مرأۃ الزمان چالیس مجلد اور شرح جامع کبیر اور کتاب ایثار الانصاف اور منتہی السول فی سیرۃ الرسول اور لوامع فی احادیث المختصر اور جامع اور کتاب فی مناقب النعمان مشہور و معروف ہیں۔

آپ سے آپ کے بیٹے عبد العزیز متوفی ۶۷۰ھ نے تفقہ کیا۔ وفات آپ کی منگل کی رات ۲۱ ماہ ذی الحجہ ۶۵۴ھ میں شہر دمشق میں ہوئی اور جبلِ قاسیون میں دفن کئے گئے۔ "مشہورِ زمانہ" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

محمد بن محمود خوارزمی

محمد بن محمود بن محمد بن حسن خوارزمی : ابو المؤید خطیب کنیت تھی، ۶۰۳ھ[1] میں پیدا ہوئے فقیہ فاضل محدث کامل تھے۔ فقہ وغیرہ نجم الدین طاہر بن محمد حفصی سے حاصل کی، خوارزم کے قاضی مقرر ہوئے اور حدیث کو دمشق میں روایت کیا اور بغداد میں درس و تدریس میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ ۶۵۵ھ میں وفات پائی۔ "سلطانِ شہر" تاریخِ وفات ہے۔

محمد بن احمد

محمد بن احمد بن محمد بن عبد المجید[2] : سراج الدین لقب تھا۔ امام کبیر، حافظ، واعظ، مفسر تھے۔ آپ کے زمانہ میں امامِ ابو حنیفہ کے مذہب کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی۔ فقہ آپ نے بخارا میں شمس الائمہ کردری سے پڑھی اور آپ سے مختار زاہدی صاحب قنیہ اور محمود صاحب حقائق شرح منظومہ نے تفقہ کیا۔ بخارا میں ماہ رمضان ۶۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔ "مجموعۂ کمالات" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

داؤد

عالم فاضل ہیں جنہوں نے فتاوٰے خیر مطلوب تصنیف کیا۔ دمشق میں ۶۵۶ھ میں وفات پائی۔ "آرائشِ انجمن" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

---

[1] ولادت ۵۹۳ھ۔ "جواہر المضیہ" [2] قرنی زاہدی۔ "جواہر المضیہ" (مرتب) ۶۱۰ھ ان کے حالات صفحہ ۵۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

احمد بن محمد عقیلی انصاری

احمد بن محمد بن شرف[1] الدین عمر بن محمد بن عمر عقیلی انصاری : شمس الدین لقب تھا اور نسب میں حضرت عقیل بن ابی طالب کی طرف منسوب تھے۔ اپنے زمانہ کے شیخ اور عالم فاضل تھے، فقہ اپنے[2] دادا شرف الدین عمر شاگرد صدر الشہید سے پڑھی اور انہیں سے روایت بھی کی۔ امام محمد کی جامع صغیر کی شرح تصنیف کی اور اس کو اچھی نظم میں منظوم کیا یہاں تک کہ وہ اسی شرح میں مخصوص ہوئے۔ بخارا میں ۶۵۷ھ میں وفات پائی۔ "نورِ عرفان" تاریخ وفات ہے۔

صاحب قنیہ

مختار بن محمود بن محمد زاہدی غزمینی : ابو الرجار کنیت، نجم الدین لقب تھا۔ ائمۂ کبار اور اعیان فقہار میں سے عالم اجل، فقیہ فاضل، خلاف و مذہب میں ید طولیٰ اور کلام و مناظرہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ تصانیف نہایت عمدہ کیں جو بہت جلد مشہور اور متداول ہوگئیں جن میں سے شرح مختصر قدوری المسمے بہ مجتبیٰ اور قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیہ جس کو بدیع قزینی کی بحر محیط اور کتاب الحاوی سے انتخاب کیا اور زاد الائمہ اور رسالہ ناصریہ اور جامع فی الحیض اور کتاب الفرائض ہیں مگر ابن وہبان وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ آپ معتزلی الاعتقاد حنفی الفروع تھے اور چونکہ آپ کی تصنیفات رطب و یابس سے پُر ہے اس لئے جب تک دیگر کتب سے آپ کی کتب کے مسائل مطابق نہ ہوں قابل اعتبار نہیں علوم آپ نے اکابرین سے حاصل کئے جن میں سے محمد بن عبد الکریم ترکستانی شاگرد دہقان کاشانی تلمیذ نجم الدین عمر نسفی اور ناصر الدین مطرزی صاحب مغرب تلمیذ علامہ زمخشری اور صدر القراء سند الائمہ یوسف بن محمد خوارزمی اور سراج الدین یوسف سکاکی اور فخر الدین قاضی بدیع ہیں۔

جب آپ رتبۂ فضیلت و کمالیت کو پہنچے تو بغداد میں تشریف لائے اور وہاں کے ائمہ و فضلار سے خوب مناظرے کئے، پھر روم میں پہنچے اور مدت تک سکونت اختیار کر کے فقہار کو درس دیا اور ۶۵۸ھ میں وفات پائی۔ "شمع مدارج" آپ کی تاریخ وفات ہے۔ غزمینی طرف غزمین کے منسوب ہے جو خوارزم کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے۔

عمر بن احمد حلبی

عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ بن محمد بن ہبۃ اللہ بن احمد بن یحییٰ حلبی المعروف بہ ابن عدیم : حلب میں ۵۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ نسب آپ کا ابی جرادہ کی طرف منتہی ہوتا ہے جو حضرت علی کے اصحاب سے تھے۔ کنیت ابو القاسم اور لقب کمال الدین تھا۔ بڑے عالم فاضل، فقیہ محدث، مورخ،

---

[1] احمد بن محمد بن احمد (مرتب) [2] اپنے نانا "فوائد البہیہ" (مرتب)

ادیب، کاتب، بلیغ، ذکی، یگانۂ زمانہ تھے۔ آپ کے وقت میں امام ابوحنیفہ کے اصحاب کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی۔ تدریس وافتاء آپ کا کام رہا۔ فقہ بدر ابیض محمد بن یوسف سے پڑھی اور حدیث کو محدثین بغداد و دمشق اور قدس سے سُنا۔

جب تاتاریوں نے حلب پر چڑھائی کی تو آپ مصر میں چلے گئے اور جب وہ حلب کو لوٹ کھسوٹ اور وہاں کے لوگوں کو قتل کرکے واپس چلے گئے تو آپ پھر حلب میں آئے اور وہاں کی خراب حالت دیکھ کر ایک بڑا طویل قصیدہ اس باب میں تصنیف کیا اور فقہ و حدیث و ادب میں تالیفات کیں اور ایک تاریخ حلب تیس جلد میں مسمی بہ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب تام سے لکھی۔ بقول ابوالفداء ماہ ذی الحجہ اور بقول سیوطی ماہ جمادی الاولیٰ ۶۶۰ھ میں وفات پائی اور مصر میں سفح مقطم میں دفن کئے گئے۔ آپ کے والد احمد بن ہبۃ اللہ بھی بڑے عالم فاضل اور قاضی القضاۃ تھے۔ "محدث ادیب کامل" تاریخ وفات ہے۔

علامہ تورپشتی

فضل اللہ بن حسین[1] تورپشتی : شہاب الدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے امام محقق شیخ مدقق محدث ثقہ، فقیہ جید صاحب تصانیف کثیرہ تھے، بغوی کی مصابیح السنۃ کی مستقل بالبسط نہایت عمدہ شرح تصنیف کی اور کتاب مطلب الناسک فی علم المناسک چالیس باب میں تصنیف فرمائی اور بغیر فقہ کے اس میں صرف مسلک حدیث کو اختیار کیا۔ ۶۶۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تاریخ وفات "محدث زیب ملک" ہے۔

ابن السباک

علی بن سنجر بغدادی المعروف بہ ابن السباک : شعبان ۵۶۱ھ میں پیدا ہوئے، فقیہ فاضل، عالم متبحر تھے۔ فقہ ظہیر الدین محمد بن عمر بخاری سے اخذ کی اور آپ سے مظفر الدین احمد صاحب "مجمع البحرین" نے اخذ کیا۔ فقہ میں ایک ارجوزہ تصنیف کیا اور جامع کبیر کی بھی شرح لکھی مگر اس کو کامل نہ کر سکے کہ ۶۹۱ھ یا ۶۷۰ھ میں وفات پائی۔

علی بن محمد بخاری

علی بن محمد بن علی رامشی بخاری : نجم العلماء اور حمید الدین الضریر کے لقب سے مشہور تھے، امام کبیر، فقیہ محدث، مفسر، اصولی، جدلی، کلامی، حافظ متقن تھے۔ ماوراء النہر میں علم کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی اور آپ کی جلالت کے آوازہ سے زمین کا طبق پُر ہوا۔ فقہ شمس الائمہ محمد بن عبد الستار کردری سے پڑھی اور حدیث کو جمال الدین عبید اللہ محبوبی سے سُنا اور آپ سے حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی صاحب کنز

---

[1] ابو عبد اللہ فضل اللہ بن حسن بن حسین تورپشتی "دستور الاعلام" "ہدیۃ العارفین" (مرتب)

اور ابوالمحامد محمود بن احمد بخاری صاحب حقائق شرح منظومہ اور جلال الدین محمد بن احمد صاعدی وغیرہ نے تفقہ کیا۔ جامع کبیر اور کتاب نافع اور کتاب منظومہ نسفی کی شرحیں لکھیں اور مواضع مشکلہ ہدایہ پر فوائد نام سے حاشیہ لکھا۔ وفات آپ کی ۶۶۷ھ میں ہوئی اور امام ابی حفص کبیر کے پاس دفن کئے گئے اور بموجب وصیت کے آپ کو امام حافظ الدین نے قبر میں رکھا اور تقریباً پچاس ہزار آدمیوں کے ساتھ ان پر نماز جنازہ کی پڑھی۔ "شمع انور" تاریخ وفات ہے۔

محمد عیدی

محمد بن احمد بن عمر صاعدی بخاری المعروف بہ عیدی : جلال الدین لقب تھا۔ چونکہ آپ کے آباء واجداد میں سے کوئی شخص عید کے روز پیدا ہوا تھا اس لئے آپ عیدی کی نسبت سے نامزد ہوئے۔ آپ اپنے زمانہ کے امام فاضل، عالم متبحر تھے اور اصول و فروع و خلاف میں معرفت تامہ رکھتے تھے۔ پہلے حسام الدین محمد اخسیکتی پھر حمید الدین علی ضریر سے فقہ پڑھی اور ۶۶۸ھ میں فوت ہوئے اور مقام کلاباذ واقع بخارا کے مقبرۂ قضاۃ سبعہ میں مدفون ہوئے۔ "شمع حریم" تاریخ وفات ہے۔

ابن نقیب مفسّر

محمد بن سلیمان بن حسن بن حسین بلخی قدسی المعروف بہ ابن النقیب : ابوعبداللہ کنیت اور جمال الدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے امام، عالم، زاہد، فقیہ، محدث، مفسر، جامع علوم مختلفہ تھے قدس میں نصف شعبان ۶۱۱ھ میں پیدا ہوئے، قاہرہ میں علم پڑھا اور مصر میں یوسف بن مخیلی سے حدیث کو سنا۔ مدت تک جامع ازہر قاہرہ میں اقامت اختیار کی اور مدرسہ عاشوریہ کے مدرس مقرر ہوئے پھر قدس کو واپس تشریف لے گئے جہاں لوگ دور دور سے آپ کی زیارت کو آتے اور آپ کی دعا سے تبرک چاہتے تھے۔ قرآن شریف کی ایک تفسیر المسمی بالتحریر والتحبیر لاقوال ائمۃ التفسیر فی معانی کلام السمیع البصیر نہایت کلاں ننانوے جلدوں میں ایسی تصنیف کی کہ اس سے پہلے تالیف نہ ہوئی تھی اور اس میں پچاس تفاسیر کے اقوال کو جمع کیا اور اسباب نزول و قرارت و اعراب و لغات و حقائق اور علم باطن کو ذکر کیا۔ شعرانی نے کہا کہ میں نے اس سے بڑی کوئی تفسیر نہیں دیکھی۔ وفات آپ کی قدس میں ۶۶۸ھ[1] میں ہوئی۔ "محدث زبدۂ زمان" تاریخ وفات ہے۔

محمود بن محمد لولوی بخاری

محمود بن محمد بن داؤد لولوی بخاری : ابوالمعالی ۔۔ کنیت رکھتے تھے، بخارا میں ۶۲۷ھ کو پیدا ہوئے۔ فقیہ، محدث، حافظ، مفسر، اصولی، متکلم، ادیب، کلام وجدل میں بڑی وسعت

---

[1] ۶۹۸ھ "دستور الاعلام" و "شذرات الذہب" و "جواہر المضیئہ"، (مرتب)

رکھتے تھے۔ فقہ برہان الاسلام زرنوجی تلمیذ صاحب ہدایہ اور ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عبدالمجید قرشی اور سراج الدین محمد بن احمد اور بدرالدین خواہر زادہ محمد بن محمود اور حمیدالدین علی الضریر تلامیذ شمس الائمہ محمد کردری وغیرہ فقہاء سے پڑھی اور منظومہ نسفی کی شرح حقائق منظومہ نام نہایت مرغوب اور بدیع الاسلوب متداول بین العلماء تصنیف کی اور واقعہ بخارا میں ۶۷۱ھ میں درجہ شہادت کا پاکر راہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ "نوراللہ مرقدہ" تاریخ وفات ہے۔

ہبۃ اللہ طرازی

ہبۃ اللہ بن احمد بن معلی بن محمود طرازی : لقب شجاع الدین تھا۔ فقیہ متبحر، اصولی مناظر، فارس میدانِ بحث تھے، دور دور سے طلباء آکر آپ سے فیضیاب ہوتے تھے، دمشق میں آئے اور فقہ جلال الدین عمر خبازی سے حاصل کی، شرح جامع کبیر، شرح عقیدہ طحاوی، تبصرۃ الاسرار شرح منار تصنیف کیں اور ۶۷۱ھ[۱] میں وفات پائی۔ طرازی بفتحۂ طاء طرازکی طرف منسوب ہے جو ترکستان میں ایک شہر کا نام ہے۔ "آرائش زمانیاں" تاریخ وفات ہے۔

عمر کاخشتوانی

عمر بن احمد بن عمر[۲] کاخشتوانی : عالم جلیل القدر فاضل متبحر تھے۔ فرائض، حساب، جبر مقابلہ، ہیئت وغیرہ مختلف علوم میں ماہر کامل تھے۔ فرائض سراجیہ حمیدالدین محمد بن علی نوقدی شاگرد ابی طاہر سراج الدین محمد بن محمد بن محمد سجاوندی مؤلف فرائض سراجیہ سے پڑھی اور آپ سے ابوالعلاء شمس الدین محمود کلاباذی فرضی نے اخذ کیا جس نے ضوء السراج شرح سراجیہ میں آپ سے بہت سے فوائد و تحقیقات نقل کئے جو آپ کی دقتِ نظر اور غوص فکر پر دال ہیں، شہر جرجانیہ واقع ولایت خوارزم میں ماہِ صفر ۶۷۳ھ میں فوت ہوئے۔ کاخشتوانی منسوب کخشتوان کی طرف ہے جو ایک شہر بخارا کے شہروں میں سے ہے۔

عبداللہ اذرعی

عبداللہ بن محمد[۳] اذرعی : شمس الدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے امام فاضل عزیز العلم کبیر المحل تھے۔ اکثر علوم وفنون میں آپ کو مشارکت تامہ حاصل تھی، دیانت وصیانت وعفت اور تواضع میں مشار الیہ تھے۔ مدت تک دمشق کے قاضی القضاۃ رہے اور تحدیث و تدریس اور افتاء آپ کا کام رہا۔ آپ کے بیٹے بدرالدین یوسف نے آپ سے علم اخذ کیا اور ۶۷۳ھ میں فوت ہوئے۔ اذرعی طرف اذرعات کے منسوب ہے جو شام میں ایک نواح کا نام ہے۔ "اشرف الانام" تاریخ وفات ہے۔

۱؎ ولادت ۶۰۱ھ وفات ۶۷۳ھ ۲؎ نجم الدین لقب ۳؎ ولادت ۵۹۵ھ "جواہر المضیہ" "معجم المولفین" (مرتب)

عبدالعزیز دبیری

عبدالعزیز بن احمد دبیری : سعید الدین لقب تھا۔ فقیہ مفسر، جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول علامۂ زمانہ تھے۔ تمام عمر تدریس و تصنیف اور تنشیر علم میں مصروف رہ کر ۶۶۳ھ میں وفات پائی۔ تفسیر دبیری آپ کی عمدہ تصنیفات میں سے یادگار ہے۔ "خواجۂ ادان" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

شیخ محمد شاطبی

شیخ محمد بن سعید بن ہشام[۱] ابن الجنان شاطبی : شاطبہ میں ۶۱۵ھ میں پیدا ہوئے، ابوالولید اور فخر الولید کنیتیں تھیں۔ عالم ماہر، ادیب فاضل، شاعر محسن، حسن الاخلاق، خوش مزاج تھے، پہلے مالکی مذہب تھے۔ جب شام میں آکر صاحب کمال الدین بن عدیم اور ان کے بیٹے قاضی القضاۃ مجد الدین کی صحبت اختیار کی تو مالکی سے حنفی المذہب ہوئے۔ اقبالیہ میں مدت تک درس دیتے رہے اور دمشق میں ۶۷۵ھ میں فوت ہوئے اور سفح قاسیون میں دفن کئے گئے۔ "سرور دہر" تاریخ وفات ہے۔

ابنِ شماع

محمد بن عبدالکریم بن عثمان المعروف بہ ابن شماع : فقیہ متبحر، فروع و اصول میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔ علوم شمس الدین عبداللہ بن عطار سے پڑھے اور ۶۷۶ھ[۲] میں وفات پائی۔ "زینتِ دہر" تاریخ وفات ہے۔

سلیمان اذرعی

سلیمان بن ابی المعز وھب بن عطاء الاذرعی : صدر الدین لقب اور ابو الربیع کنیت تھی، مصر میں آکر مقیم ہوئے۔ صفدی نے کہا ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے امام عالم علامۂ متبحر تھے۔ دقائق و غوامض فقہ میں عارف و ماہر تھے۔ مصر و شام میں ریاست مذہب حنفیہ کی آپ کی طرف منتہی ہوئی۔ فقہ محمود بن عبدالسید حصیری تلمیذ قاضی خان سے حاصل کی اور آپ سے آپ کے بیٹے محمد بن سلیمان اور احمد بن ابراہیم سروجی نے تفقہ کیا۔ مدت تک قضاء مصر و شام کے متولی رہے اور اٹھاسی سال کی عمر میں ۶۷۷ھ کو فوت ہوئے۔ "جواہرِ اسرار" آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ نے قاضی خان کی شرح زیادات کو منتخب کیا۔

عبدالرحمٰن بن کمال الدین حلبی

عبدالرحمٰن بن کمال الدین عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ بن محمد بن ہبۃ اللہ عقیلی حلبی حنفی المعروف بہ ابنِ عدیم : مجد الدین لقب اور ابو المجد کنیت تھی، عالم فاضل، فقیہ محدث، ادیب، عارف مذہب

۱؎ محمد بن سعید بن محمد، ابن الجنان، اندلسی، "جواہر المضیہ" (مرتب) ۲؎ ولادت ۶۲۹ھ "جواہر المضیہ" (مرتب)

تھے۔ ۶۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ دمشق، حلب، بغداد، قدس، حرمین، روم کے محدثین سے حدیث کو سُنا اور طلب کیا۔ آپ ہی ہیں جنھوں نے پہلے پہل جامع حاکم میں خطبہ پڑھا اور ظاہریہ میں جبکہ وہ تعمیر ہوا، درس دیا اور شام کے قاضی القضاۃ ہوتے اور ریاست مذہب امام ابو حنیفہ کی مصر و شام میں آپ کی طرف منتہی ہوئی۔ ۶۷۷ھ میں وفات پائی۔ "کعبۂ شرف" تاریخ وفات ہے۔

محمود رازی

محمود بن عبدالقادر[1] بن ابی بکر شہاب الدین رازی : سراج الدین عمر کے والد ماجد فقیہ محدث مفسر تھے۔ دمشق میں فقہ حصیری اور مصر میں اپنے چچا زین الدین محمد بن ابی بکر تلمیذ صاحب ہدایہ سے پڑھی اور بعد خلاطی کے مدرسہ سیوفیہ میں مدت تک درس دیتے رہے اور ۶۸۰ھ میں وفات پائی "ہادیٔ خداواں" تاریخ وفات ہے۔

عبداللہ بن محمود موصلی صاحب مختار

عبداللہ بن محمود بن مودود بن محمد[2] موصلی : ابوالفضل کنیت اور مجدالدین لقب تھا۔ ۵۹۹ھ میں شہر موصل میں پیدا ہوئے۔ پہلے اپنے باپ ابی الثنا محمود سے جو ۶۲۳ھ میں فوت ہوئے۔ مبانی علوم کے حاصل کیے پھر دمشق میں جاکر جمال الدین حصیری سے علوم کی تکمیل کی اور فروع و اصول میں وحید العصر فرید الدہر ہوئے، بڑے بڑے فتاوے آپ کو حفظ تھے، اول کوفہ کی قضاء کے متولی ہوئے پھر معزول ہو کر بغداد میں آئے اور مشہد امام ابی حنیفہ میں درس کو ترتیب دیا اور وہاں کے مفتی اور مدرس ہوئے یہاں تک کہ شنبہ کے روز ۱۹ ماہ محرم ۶۸۳ھ میں وفات پائی۔ "معدنِ حسنات" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

آپ نے فقہ میں کتاب مختار عین جوانی کے وقت تصنیف فرمائی تھی پھر اس کی شرح اختیار نام تصنیف کی چنانچہ یہ دونوں کتابیں آپ کی فقہاء کے نزدیک بڑی معتبر و مستند ہیں یہاں تک کہ آپ کی پہلی کتاب متونِ اربعہ میں شامل ہے جن پر اکثر متاخرین فقہاء کا اعتماد ہے اور متونِ اربعہ یہ ہیں : مختار، کنز، وقایہ، مجمع البحرین آپ کے تین بھائی اور بھی تھے۔ عبدالدائم و عبدالعزیز و عبدالکریم نام جو عالم فاضل تھے چنانچہ عبدالدائم نے تو حدیث کو موصل میں سنا اور بیان کیا اور فقہ دمشق میں جاکر جمال الدین حصیری سے حاصل کی اور ۶۸۰ھ[3] میں وفات پائی اور عبدالعزیز و عبدالکریم دونوں فقیہ تھے جو موصل کے مدرس تھے۔

---

[1] محمود بن ابی بکر بن عبدالقادر "جواہر المضیہ" [2] محمود موصلی "جواہر المضیہ" (مرتب) [3] ولادت ۶۰۲ھ (مرتب)

داؤد بن یحییٰ قحفازی

داؤد بن یحییٰ بن حبان[1] بن عبدالملک قحفازی : زبیدی، قرشی، اسدی : عمادالدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے امام فاضل شیخ محقق دمشق کے قاضی تھے، نسب آپ کا زبیر بن عوام صحابی کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ وفات آپ کی ۶۸۴[2]ھ میں ہوئی۔ "سراج ہدایت" تاریخ وفات ہے۔

عبدالعزیز خوارزمی

عبدالعزیز بن عبدالسید بن عبدالعزیز بن محمود خوارزمی : ۶۲۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ابوخلیفہ کنیت تھی۔ بڑے عالم فاضل جامع معقول و منقول تھے اور ابوالرجاء مختار بن محمود زاہدی آپ کے ہم عصروں میں سے تھے اور آپ کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے، ابوالعلاء نے اپنی معجم میں آپ کا ذکر کیا۔ وفات آپ کی بقول علی قاری ۶۸۴ھ کو قدس میں ہوئی۔ "ایزد پرست" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

احمد دمشقی

احمد بن صدرالدین سلیمان بن وھب دمشقی : تقی الدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے امام فاضل، حافظ فنون اور صدر الصدور تھے، علوم اپنے باپ شاگرد حصیری تلمیذ قاضی خاں سے حاصل کئے اور ۶۸۵ھ میں وفات پائی۔ "گوہر تاباں" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

صاحبِ عقائدِ نسفی

محمد بن محمد بن محمد ابوالفضل برہان نسفی : اپنے زمانہ کے امامِ فاضل، مفسر، محدث، فقیہ اصولی، متکلم تھے۔ ۶۰۰ھ کے قریب پیدا ہوئے۔ علمِ خلاف میں ایک مقدمہ تصنیف کیا اور علمِ کلام میں عقائد نسفی نام ایک کتاب لکھی جس کی سعدالدین تفتازانی وغیرہ نے شرحیں لکھیں اور امام فخرالدین رازی کی تفسیر کبیر کو ملخص کیا اور ماہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں وفات پائی اور امام ابوحنیفہ کے مشہد کے پاس مدفون ہوئے۔ "امامِ ثقہ" تاریخ وفات ہے۔ وہ جو صاحبِ کشف الظنون نے عقائد نسفی کو ابی حفص عمر نسفی کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ ان کے قلم کا زلہ ہے۔

برہان الدین محمود بلخی

شیخ برہان الدین محمود بن ابی الخیر السعد بلخی : سلطان غیاث الدین بلبن کے وقت میں اکابر علماء و فضلاء میں سے فقیہ محدث جامع علوم عقلیہ و نقلیہ واقف فنون رسمیہ و عرفیہ صاحب شریعت و طریقت تھے اور شعر عارفانہ کہتے تھے۔ آپ نے مشارق الانوار کو اس کے مصنف سے سند کیا۔ آپ کا قول تھا کہ میں چھ سات سال کی عمر میں اپنے باپ کے ہمراہ راستہ میں چلا جاتا تھا کہ سامنے سے حضرت مولانا

---

[1] داؤد بن یحییٰ بن کامل بن یحییٰ بن جنادہ بن عبدالملک "جواہر المضیہ" (مرتب) [2] ۶۸۹ھ "دستور الاعلام" (مرتب)

برہان الدین مرغینانی صاحبِ ہدایہ کی سواری آئی اور میں اس ہجوم میں اپنے باپ سے جدا ہو گیا۔ جب مولانا ممدوح کی سواری نزدیک آئی تو میں نے آگے ہو کر سلام کیا۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ مجھ کو ایسا کہلاتا ہے کہ یہ لڑکا اپنے زمانہ میں علامہ ہوگا۔ میں نے یہ سخن اپنے کانوں سے سُنا اور آپ کے ہمرکاب چل پڑا۔ پھر ممدوح نے فرمایا کہ خدا مجھ کو یہ کہلواتا ہے کہ یہ لڑکا ایسا ہوگا کہ بادشاہ اس کے دروازہ پر حاضر ہوں گے۔ آپ نے بارہا فرمایا ہے کہ قیامت کو خدا تعالیٰ مجھ کو کسی گناہ کبیرہ سے نہ پوچھے گا مگر ایک کبیرہ سے، لوگوں نے پوچھا کہ وہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ سماع چنگ ہے جو بہت دفعہ میں نے سُنا ہے۔

وفات آپ کی ۶۸۷ھ میں ہوئی اور قبر آپ کی حوض شمسی کے جانب شرق واقع ہے جس کو تختۂ نور کہتے ہیں، اکثر لوگ واسطے تیزی فہم اور زیادتی علم کے آپ کی قبر کی خاک لڑکوں کو کھلاتے ہیں "محدثِ فہیم" تاریخ وفات ہے۔

احمد بن ناصر حسینی

احمد بن ناصر بن طاہر حسینی : برہان الدین لقب، ابی المعالی کنیت تھی۔ فقیہ، مفسر، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ سات جلدوں میں قرآن شریف کی ایک تفسیر نہایت برجستہ و مفید تصنیف کی اور ۶۸۹ھ میں وفات پائی۔ "بزرگ موجودات" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

عمر خبازی

عمر بن محمد بن عمر خبازی[1] : بڑے عالم، فاضل، زاہد، عابد، جامع فروع و اصول تھے، لقب آپ کا جلال الدین تھا۔ علوم علاؤ الدین عبد العزیز بخاری تلمیذ فخر الدین محمد مایمرغی شاگرد شمس الائمہ محمد بن عبد الستار کردری تلمیذ صاحب ہدایہ سے پڑھے اور کمالیت کے رتبہ کو پہنچے، پھر دمشق میں تشریف لائے اور وہاں کے مدرس مقرر ہوئے، پھر مفتی بنے اور حج کیا اور ہدایہ کی شرح اور ایک کتاب اصولِ فقہ میں مغنی نام سے تصنیف کی۔ ابو العباس احمد بن مسعود بن عبد الرحمٰن قونوی اور بدر الطویل اور داؤد رومی منطقی اور ہبۃ اللہ بن احمد ترکستانی نے آپ سے علوم پڑھے۔ وفات آپ کی بقول کفوی ۶۹۱ھ اور بقول صاحب کشف ۶۷۱ھ میں واقع ہوئی۔

نعمان خطیبی

نعمان بن حسن بن یوسف خطیبی : معز الدین لقب تھا۔ بڑے عالم فاضل، فقیہ متبحر تھے۔ مدت تک قاہرہ کے قاضی القضاۃ رہے جن سے تمام لوگ خوش رہے اور ۶۹۲ھ میں وفات پائی۔

---

[1] ابو محمد خجندی "دستور الاعلام" (مرتب)

"مشہورِ آفاق" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

محمد بخاری

محمد بن محمد بن نصر بخاری : ابو الفضل کنیت، حافظ الدین کبیر لقب تھا۔ بخارا میں ۶۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے امامِ فاضل، عالم ربانی، زاہد عابد، فقیہ محدث، ثقہ متقن، حافظ، مفسر، محقق، مدقق جامع انواع علوم و فنون تھے۔ علوم فقہ وغیرہ حسام الدین حسین سغناقی اور شمس الائمہ محمد بن عبد الستار کردری اور احمد بن اسعد خریفغنی اور عبد العزیز بن احمد بخاری اور محمد بن بخاری اور شمس الدین محمود کلاباذی فرضی سے پڑھے اور حدیث کو شمس الائمہ محمد بن عبد الستار کردری اور ابی الفضل عبید اللہ محبوبی سے سنا اور روایت کیا۔ آپ سے حدیث کو ابی العلاء بخاری نے سنا اور اپنی معجم شیوخ میں آپ کا ذکر کیا۔ وفات آپ کی بخارا میں نصف شعبان ۶۹۳ھ میں واقع ہوئی اور کلاباذ میں اپنے باپ کے پاس متصل امام ابی بکر طرخان کے دفن کئے گئے۔ "آرائشِ عالم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

عبد الوہاب

عبد الوہاب بن احمد بن سحنون الخطیب : مجد الدین لقب تھا۔ فضلاءِ حنفیہ میں سے عالم ماہر، فاضل بارع، ادیب کامل، شاعرِ بے مثل، خطیب نیرب تھے۔ مدت تک مدرسہ دماغیہ کے مدرس رہے اور پچھتر سال کی عمر میں ۶۹۴ھ میں وفات پائی۔ "بلند درجات" تاریخِ وفات ہے۔

احمد بعلبکی

احمد بن علی بن ثعلب بعلبکی : مظفر الدین لقب تھا مگر ابن ساعاتی کے نام سے اس لئے مشہور تھے کہ آپ کے والد ماجد علی بن ثعلب علم ہیئت اور نجوم اور عمل ساعات میں بڑے ماہر باہر اور یگانۂ زمانہ تھے۔ آپ شہر بعلبک میں جو دمشق سے بارہ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے، پیدا ہوئے اور بغداد میں نشو و نما پایا اور کمال کے رتبہ کو پہنچ کر علوم شرعیہ میں امام زمانہ اور فروع و اصول میں حافظ، متقن، اہل ثقاہت ہوئے چنانچہ مشائخ زمانہ نے اس بات پر اقرار کیا کہ آپ جوانمردی کے میدان کے شہسوار گذرے ہیں۔ شمس الدین اصفہانی شافعی شارح کتاب محصول آپ کو ابن حاجب پر فضیلت دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ ابنِ حاجب سے بہت ذکی ہیں، یہاں تک کہ لوگ ذکاء اور فصاحت و خوشخطی میں آپ سے تمثیل دیا کرتے تھے۔

علوم آپ نے تاج الدین علی بن سنجر تلمیذ ظہیر الدین محمد مصنف فتاوےٰ ظہیریہ شاگرد

حسن قاضی خان سے حاصل کئے۔ مدت تک بغداد میں مدرسہ لطائف حنفیہ کے، جو دروازہ مستنصریہ میں واقع تھا، مدرس رہے۔ مجمع البحرین اور بدائع اصول فقہ میں بہت عمدہ کتابیں لکھیں اور علم ادب میں بھی نہایت مفید تصنیف کی۔ رکن الدین سمرقندی اور ناصر الدین بن محمد نے آپ سے مجمع البحرین پڑھی۔ وفات آپ کی ۶۹۴ھ میں ہوئی۔ "آرائشِ آفاق" تاریخ وفات ہے۔ آپ کی ایک بیٹی مسماۃ فاطمہ بڑی فقیہہ تھی جس نے آپ سے فقہ اور مجمع البحرین کو پڑھا اور اس پر عمدہ تعلیق لکھی۔

یوسف اذرعی

یوسف بن عبد اللہ بن محمد اذرعی : بدر الدین لقب تھا۔ عالمِ دہر فاضل عصر ماہرِ علوم متعددہ تھے۔ ۶۱۰ھ[1] میں پیدا ہوئے۔ فقہ اپنے باپ قاضی القضاۃ شمس الدین عبد اللہ اور محمود حصیری سے حاصل کی۔ چارشنبہ کے روز ۱۳ ماہ ربیع الاول ۶۹۶ھ میں وفات پائی "مقتدائے عالم" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

احمد حصیری

احمد بن جمال الدین ابی المحامد محمود بن احمد بن عبد السعید بن عثمان[2] بن نصر بن عبد الملک بخاری المعروف بالحصیری : بخارا میں ماہِ رجب ۶۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ نظام الدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے امامِ فاضل، فقیہ اجل تھے یہاں تک کہ حنفیوں میں سے آپ کے وقت میں کوئی آپ سے ہمسری نہ کرسکتا تھا۔ فقہ اپنے باپ جمال الدین محمود حصیری سے پڑھی۔ مدت تک مدرسہ نوریہ میں تدریس پر رہے اور ۶۹۸ھ کو دمشق میں وفات پائی۔ "علامۂ محدث" تاریخِ وفات ہے۔

حسن بن احمد رازی

حسن بن احمد بن حسن بن انوشروان رازی : ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے امامِ کامل، علامۂ فاضل، فروع و اصول میں سرآمد اور حدیث و تفسیر میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔ حسام الدین کے لقب سے ملقب اور قاضی القضاۃ کے خطاب سے پکارے جاتے تھے۔ ۶۷۵ھ کو دمشق میں تشریف لائے اور یہاں بیس برس تک قاضی رہے، پھر مصر میں گئے اور وہاں چار سال تک دار القضاء کے متولی رہے اور ۶۹۹ھ میں تاتار کی لڑائی میں فوت ہوئے۔ "تجلی نور" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] ولادت بسبب ۶۱۹ھ "جواہر المضیۃ" [2] احمد بن جمال الدین ابی المحامد محمود بن احمد بن عبد السید بن عثمان بحوالہ ابن لقب "جواہر المضیۃ" (مرتب)

ایوب نحاس حلبی

ایوب بن ابی بکر بن ابراہیم نحاس حلبی[1] : شہر حلب کے رہنے والے تھے۔ ابوصابر کنیت اور بہاء الدین لقب تھا۔ امام عالم اور مفسر، فقیہ محدث تھے۔ آپ کے زمانہ میں مذہب کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی۔ حدیث کو مکہ معظمہ و قاہرہ اور بغداد کے محدثین سے پڑھا اور سُنا اور آپ سے قاضی القضاۃ علی بن احمد طرطوسی اور یوسف بن محمد بن یعقوب بن ابراہیم بن النحاس حلبی نے پڑھا۔ ماہ شوال ۶۹۹ھ کی دوسری رات کو فوت ہوئے۔ تاریخ وفات آپ کی لفظ "مہرتاباں" سے نکلتی ہے۔ نحّاس بضم نون و تشدید حائے مہملہ اس لیئے ان کو کہا کرتے تھے کہ آپ تانبے کا کام کرتے تھے۔

محمد بن سلیمان دمشقی

محمد بن سلیمان بن وہب[2] بن ابی العز دمشقی : شمس الدین لقب تھا۔ علم خلاف کے عالم فاضل اور فروع واصول کے جامع تھے۔ علم اپنے باپ شاگرد حصیری تلمیذ قاضی خان سے پڑھا اور دمشق میں تیس سال سے زیادہ مفتی رہے۔ بعد ازاں وہاں کے قاضی مقرر ہوئے یہاں تک کہ ۶۹۹ھ میں وفات پائی۔

امام شمس الدین فرضی

محمود بن ابی بکر ابو العلاء[3] بن علی کلاباذی بخاری : شمس الدین فرضی لقب تھا۔ ۶۴۴ھ میں شہر بخارا کے محلہ کلاباذ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے امام محدث، متقن، فقیہ، صالح، فرضی، عارف رجال حدیث، جم الفضائل، ملیح الکتابت، واسع الرحلۃ، حبر فاخر، بحر ذاخر علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ آپ کے مشائخ سات سو سے کچھ اوپر تھے جن میں سے حافظ الدین کبیر محمد اور حمید الدین علی ضریر اور صدر الدین محمد خلاطی اور صدر الدین سلیمان بن وہب وغیرہ ہیں، حدیث کو ایک جماعت محدثین خراسان و بخارا و بغداد و دمشق و مصر وغیرہ سے سنا اور اپنے ہاتھ سے بکثرت لکھا اور معجم کا مسودہ کیا۔ فرائض کو نجم الدین عمر بن احمد کاخشتوانی سے پڑھا اور یہاں تک اس علم میں مہارت پیدا کی کہ لقب سے مشہور ہو کر فرائض میں امام وراس ہوئے اور مختصر سراجی کی شرح ضوء السراج نام نہایت نفیس مشتمل بر ذکر ادلہ، مذاہب مختلفہ تصنیف کی جو آپ کے تبحر علمی پر ایک دلیل ساطع اور برہان قاطع ہے اور اس کتاب کو مختصر کر کے منہاج نام رکھا اور ایک کتاب سنن مسندہ کے بارہ میں تصنیف کی۔ آپ سے حدیث کو ابو حیان اور عبد الکریم برزالی وغیرہ نے سُنا اور علم فرائض کو ایک جماعت نے پڑھا۔ ذہبی نے

---

[1] ولادت ۶۱۷ھ "جواہر المضیہ" [2] محمد بن سلیمان بن ابی العز وہیب۔ "جواہر المضیہ" [3] محمود بن ابی بکر بن ابو العلاء، ولادت ۶۴۹ھ "جواہر المضیہ" (مرتب)

مشتبہ نسبت میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک بڑی کتاب مشتبہ النسبۃ میں تسوید کی جس میں سے میں نے بہت نقل کی۔ آپ بسبب خوف قحط کے تتار کے ساتھ ماردین میں تشریف لے گئے جہاں چند ماہ رہ کر ۶۶۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تاریخ وفات "فقیہ شہر" سے نکلتی ہے۔

طبقات قاری میں لکھا ہے کہ ابوحیان اندلسی نے کہا ہے کہ شیخ محدث ابوالعلاء محمود بن ابی بکر بخاری طلب حدیث میں شہر قاہرہ میں تشریف لائے، بڑے نیک، خوش خلق، لطیف مزاج تھے۔ پس میں اور وہ حدیث کی طلب میں پھرتے تھے، پس جب وہ کسی خوبصورت کو دیکھتے تو فرماتے کہ یہ امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

شیخ الاسلام حناطی

شیخ الاسلام سدید بن محمد حناطی : علاء الدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے امام کبیر اور فقہ و کلام میں رئیس بے نظیر تھے۔ علم نجم المشائخ علی بن محمد عمرانی تلمیذ زمخشری سے حاصل کیا اور آپ سے ابویعقوب یوسف سکاکی اور حسین بن محمد بارعی نے تفقہ کیا۔

رکن الدین خوارزمی

رکن الدین والجانی خوارزمی : امام جلیل القدر کثیر العلم، معرفت اصول دینیہ میں وحید زمانہ اور مذہب و خلاف میں مجتہد یگانہ تھے۔ نجم الدین حکیمی شاگرد فخر الدین حسن قاضی خان سے تفقہ کیا اور آپ سے نجم الدین مختار زاہدی صاحب قنیہ نے فقہ کو حاصل کیا۔

زرنوجی

برہان الاسلام زرنوجی : بڑے عالم فاضل، فقیہ محدث، جامع معقولات و منقولات تھے۔ فقہ وغیرہ برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ اور حماد بن ابراہیم صفار اور امام زادہ چوغی سے حاصل کی اور کتاب تعلیم المتعلم نہایت نفیس و مفید قلیل الحجم کثیر المنافع تصنیف کی[1]

محمد بن عبد الرشید کرمانی

محمد[2] بن عبد الرشید بن نصر بن محمد بن ابراہیم بن اسحٰق کرمانی : ابوبکر کنیت، رکن الدین لقب تھا۔ ائمہ اجلہ میں سے غواص معانی دقیقہ، فقیہ محدث، علم مذہب و خلاف میں ید طولیٰ اور حسن کلام و اسلاف کے نقل فتاوے میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ علم رکن الاسلام ابی الفضل عبد الرحمٰن کرمانی تلمیذ

---

[1] معجم المؤلفین کے مطابق یہ ۵۹۳ھ تک زندہ تھے اور ان کا لقب برہان الدین تھا ۱۲ (مرتب) [2] متوفی ۵۶۵ھ (معجم المؤلفین) (مرتب)

فخر القضاۃ ارسابندی شاگرد علی مروزی تلمیذ دبوسی سے پڑھا اور نیز جمال الدین مطہر بن حسین یزدی سے اخذ کیا۔ عزالمعانی فی فتاویٰ ابی الفضل کرمانی اور زہرۃ الانوار حدیث میں اور جواہر الفتاوے[1] اور حیرۃ الفقہاء وغیرہ کتب تصنیف کیں۔

محمد بن عبد الکریم خوارزمی

محمد بن عبد الکریم ترکستانی خوارزمی : برہان الائمہ و شمس الدین لقب تھا۔ امام فاضل، فقیہ متبحر تھے۔ فقہ دہقان محمد بن حسن کاسانی تلمیذ نجم الدین عمر نسفی سے پڑھی اور آپ سے مختار زاہدی صاحبِ قنیہ نے تفقہ کیا۔

اشرف بن نجیب

اشرف بن نجیب[1] : بڑے عالم فاضل فقیہ کامل تھے۔ ابوالفضل کنیت اشرف الدین لقب تھا۔ فقہ وغیرہ شمس الائمہ محمد عبد الستار کردری وغیرہ سے اخذ کی اور کاشغر میں فوت ہوئے۔

محمد مایمرغی

محمد بن محمد بن الیاس[2] مایمرغی : فخر الدین لقب تھا۔ اپنے وقت کے شیخ فاضل، فقیہ کامل تھے۔ فقہ شمس الائمہ سے پڑھی اور آپ سے عبد العزیز بخاری وغیرہم نے تفقہ کیا۔ مایمرغ ایک بڑا قصبہ ہے جو بخارا کے راستہ پر واقع ہے۔

محمد بن صاحبِ ہدایہ

محمد بن برہان الدین علی صاحبِ ہدایہ بن ابی بکر بن عبد الجلیل فرغانی : ابوالفتح کنیت اور جلال الدین لقب تھا۔ اپنے باپ کی گود میں نشو و نما پا کر علم و ادب کی غذا حاصل کی اور انہیں سے فقہ پڑھی، یہاں تک کہ آپ کے اہلِ عصر نے آپ کے فضل و تقدم کا اقرار کیا اور مذہب کی ریاست آپ کے وقت میں آپ پر منتہی ہوئی۔

عمر بن صاحب ہدایہ

عمر بن برہان الدین[3] علی صاحبِ ہدایہ : نظام الدین لقب تھا، اپنے بھائی جلال الدین محمد کی طرح آپ نے بھی اپنے باپ سے علوم حاصل کئے اور یہاں تک سعی کی کہ فضیلت و کمالیت کو پہنچ کر مرجع فتاوے و قضایا ہو کر شیخ الاسلام سے ملقب ہوئے اور ایک جم غفیر نے آپ سے استفادہ کیا اور کتاب جواہر الفقہ اور فوائد وغیرہ تصنیف کیں۔

---

[1] اشرف بن نجیب بن محمد بن محمد کاشانی "جواہر المضیئہ" [2] فخر الدین محمد بن الیاس مایمرغی متوفی ۱۵۱ھ صاحب التصانیف بزرگ تھے "معجم المولفین"۔

[3] ابو حفص کنیت ۶۰۰ھ کے بعد انتقال ہوا۔ "ہدیۃ العارفین" (مرتب)

صدر جہاں

محمد بن عبد العزیز بن محمد بن حسام الدین صدر شہید عمر بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ بخاری المعروف بصدر جہاں : امام فاضل، فقیہ متبحر، جامع علوم، فارس میدان بحث، عدیم النظیر تھے۔ علم خلاف میں تعلیق لکھی اور ۶۰۳ھ میں مع ایک جماعت فقہائے بخارا کے حج کے ارادہ سے بغداد میں تشریف لائے جہاں کے وزراء، و امراء، و اعیان نے بڑی تعظیم و تکریم سے آپ کا استقبال کیا مگر جب حج کر کے بغداد سے اپنے وطن کو واپس ہوئے تو لوگ آپ کے پیچھے آپ کو برا بھلا کہتے ہوئے شہر سے نکلے کیونکہ آپ سے راستہ میں حاجیوں کے ساتھ بڑی بدسلوکی ظہور میں آئی تھی یہاں تک کہ آپ کے غلام حاجیوں کو راستہ میں پانی سے منع کرتے تھے جس سے ان کو پانی کی طرف سے نہایت تنگی ہوئی، اس لئے حاجیوں نے بجائے صدر جہاں کے آپ کا صدر جہنم لقب رکھا۔

محمود دمشقی

محمود[1] بن عابد بن حسین صرخدی الاصل دمشقی المسکن : تاج الدین لقب تھا، فاضل یگانہ، شاعر یکتا تھے۔ شہر صرخد میں جو شام میں واقع ہے، ۵۸۲ھ کو پیدا ہوئے اور فقہ محمود حصیری سے حاصل کی۔

محمود ترجمانی

محمود ترجمانی مکی خوارزمی : برہان الدین لقب اور شرف الائمہ خطاب تھا۔ اپنے وقت کے امام کبیر اور فقیہ بے نظیر تھے۔ آپ کا بیٹا علاء الملۃ بھی بڑا عالم فاضل آپ کی حیات میں رتبہ کمال کو پہنچ گیا تھا یہاں تک کہ مذہب کی ریاست آپ کے زمانہ میں باپ بیٹوں پر منتہی ہوئی۔ آپ احمد بن اسمٰعیل ترتاشی اور محمود ناجری متوفی ۶۳۶ھ کے ہمعصروں میں سے ہوئے ہیں۔

عماد الدین بن صاحب ہدایہ

عماد[2] الدین بن برہان الدین علی صاحب ہدایہ : آپ صاحب فصول عمادیہ یعنی ابو الفتح عبد الرحیم کے باپ تھے۔ فقہ اپنے باپ علی بن ابی بکر اور قاضی ظہیر الدین بخاری سے پڑھی یہاں تک کہ آپ اپنے دونوں بھائیوں شیخ الاسلام جلال الدین محمد اور نظام الدین عمر کی طرح عالم فاضل مرجع فتاویٰ اور شیخ الاسلام ہوئے اور کتاب ادب القاضی تصنیف کی۔

احمد بن عبید اللہ محبوبی

احمد بن عبید اللہ بن ابراہیم بن احمد محبوبی : صدر الشریعہ اکبر اور شمس الدین کے لقب سے

---

[1] محمود بن عابد بن حسین بن محمد بن علی جمال الدین ابو الثنا تمیمی، مصنف "تشنیف الاسماع" وفات دمشق ۶۷۳ھ "معجم المؤلفین" [2] ابو بکر نام ۶۳۰ھ میں شہید ہوئے۔ "ہدیۃ العارفین" (مترجم)

مشہور تھے، علماء کبار میں سے عالم فاضل، اصول و فروع میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ علم اپنے باپ جمال الدین عبید اللہ بن ابراہیم تلمیذ محمد بن ابی بکر صاحب شرعۃ الاسلام شاگرد عماد الدین عمر بن بکر بن محمد زرنجری سے حاصل کیا اور آپ سے آپ کے بیٹے محمود بن احمد محبوبی نے اخذ کیا۔ کتاب تلقیح العقول فی الفروق تصنیف فرمائی [1]

یوسف خوارزمی فیدی

یوسف بن محمد خوارزمی فیدی : بڑے عالم فاضل، فقیہ، مفسر، ادیب تھے۔ صدر القرار خطاب اور رشید الائمہ لقب تھا، علوم مختار زاہدی سے پڑھے۔ فیدی طرف فید کے منسوب ہے جو راستہ حجاز و عراق میں ایک منزل کا نام ہے۔

صاحب اصول الشاشی

نظام الدین شاشی مصنف مختصر اصول الشاشی : فقہ و اصول میں فرید العصر وحید الدہر تھے۔ اصول فقہ میں مختصر اصول الشاشی تصنیف کی اور اس کا نام خمسین رکھا اور اس نام رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی عمر اس وقت پچاس سال کی تھی اور آپ نے یادگار کے طور پر اس کا نام رکھ دیا۔ یہ کتاب آپ کی ایسی مقبول خاص و عام ہوئی کہ تدریس کی کتب میں داخل ہو گئی۔ اس کی شرح ۷۸۱ھ میں مولی محمد بن حسن خوارزمی [2] الشہیر بہ شمس الدین شاشی نے تصنیف کی۔

ابوالقاسم تنوخی

ابوالقاسم تنوخی : اپنے زمانہ کے امام فقیہ، ادیب، محدث، مفسر تھے۔ علم حمید الدین ضریر متوفی ۶۶۷ھ تلمیذ شمس الائمہ کردری شاگرد صاحب ہدایہ سے پڑھا اور آپ سے شیخ وجیہ الدین دہلوی اور ملک العلماء سراج الدین ثقفی دہلوی اور شمس الدین خطیب وغیرہم نے فقہ پڑھی۔

میمون بن محمد مکحولی نسفی

میمون بن محمد [3] بن محمد بن معتمد بن محمد بن مکحول بن فضل مکحولی نسفی : ابوالمعین کنیت تھی۔ امام فاضل، جامع فروع و اصول تھے۔ کتاب تبصرۃ الدولہ و تمہید قواعد التوحید اور کتاب المناہج اور شرح جامع کبیر وغیرہ تصنیف کیں اور علاء الدین ابوبکر محمد سمرقندی صاحب تحفۃ الفقہاء نے آپ سے تفقہ کیا۔

---

[1] وفات ۶۳۰ھ (معجم المؤلفین) [2] خمسین فی اصول الدین، امام فخر الدین رازی کی تصنیف ہے جس کی شرح محمد بن حسن خوارزمی نے لکھی ہے، اصول شاشی اسحٰق بن ابراہیم شاشی، متوفی ۳۲۵ھ کی تصنیف ہے۔ [3] ولادت ۴۱۸ھ، وفات ۵۰۸ھ حدائق حنفیہ میں ان کے حالات ملاحظہ کیے جائیں۔ (مرتب)

صاحب فصول عمادیہ

عبدالرحیم بن ابی بکر عماد الدین بن صاحب ہدایہ : ابو الفتح کنیت اور زین الدین لقب تھا فقہ اپنے باپ اور نیز حسام الدین علیا بادی سے حاصل کی اور ایک کتاب نہایت نفیس فقہ میں فصولِ عمادیہ نام تصنیف فرمائی جس کی تالیف سے سمرقند میں شعبان ۶۵۱ھ کو فراغت پائی۔

صاحب کشف الابہام لرفع الاوہام

محمد بن عمر بن محمد نوجابازی[1] : ظہیر الدین لقب تھا، شہر نوجاباذ میں جو بخارا کے علاقہ میں واقع ہے۔ ۲۲ ماہِ شوال ۶۱۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے شیخ، عالم، فقیہ، عارف مذہب تھے۔ فقہ شمس الائمہ کردری سے حاصل کی۔ کتاب کشف الابہام لرفع الاوہام اور کشف الاسرار فی اصول الفقہ وغیرہ تصنیف کیں اور دمشق میں تشریف لائے اور بغداد میں درس دیا۔

احمد بن مسعود قونوی

احمد بن مسعود بن عبدالرحمن قونوی : ائمہ کبار اور اعیان فقہاء میں سے نحوی، لغوی، اصولی تھے۔ علم جلال الدین عمر خبازی شاگرد عبدالعزیز بخاری سے حاصل کیا۔ ابو العباس کنیت رکھتے تھے۔ عقیدہ طحاوی کی شرح لکھی اور امام محمد کی جامع کبیر کی بھی شرح تقریر نام چار جلد میں تصنیف کی مگر زندگی[2] نے وفا نہ کی کہ اس کو کامل کر سکتے جس کو آپ کے بعد آپ کے بیٹے[3] نے پورا کیا۔

قاضی محمد عامری

قاضی محمد بن احمد عامری[4] : ابو عاصم کنیت تھی۔ فقیہ فاضل اور دمشق کے قاضی تھے، آپ کی تصنیفات سے کتاب مبسوط تیس جلد میں یادگار ہے۔ عامری طرف عامر بن لوی اور عامر بن صعصعہ اور عامر بن عدی کے منسوب ہے اور نیز عامر ایک بطن قیس غیلان سے ہے۔

عبداللہ بن مظفر

عبداللہ بن مظفر بن محمد بن ابراہیم : رضی الدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے امام کامل، عالم فاضل، فقیہ نحوی تھے۔ انشاء اور بلاغت میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، بہت سی کتابیں اور دیوان اشعار و کتاب انشاء و خطب وغیرہ تصنیف کیں۔ علوم مختار بن محمود زاہدی تلمیذ عبدالکریم ترکستانی شاگرد دہقان کاسانی سے حاصل کئے اور آپ سے نجم الدین محمد بن ابی الثناء بغدادی اور بدر الدین محمود بن حسن بن علی عینی الشہیر کندی نے تفقہ کیا۔

---

[1] ظہیر الدین ابو المظفر بخاری وفات ۶۶۸ھ [2] وفات حدود ۷۳۲ھ "ہدیۃ العارفین" [3] ابو المحاسن محمود بن احمد (ابن سراج) قونوی متوفی ۷۷۰ھ [4] عبادی ہروی: (۳۷۵-۴۵۸ھ) بقول صاحب کشف الظنون شافعی تھے۔ (مرتب)

حدیقۂ ہشتم

آٹھویں صدی کے فقہاء و علماء کے بیان میں

قاضی حصن

علی بن احمد بن علی بن یوسف المعروف بہ قاضی حصن : ۶۲۸ھ میں پیدا ہوئے کمال الدین لقب تھا، چونکہ حصن کراد کی قضاء آپ کے سپرد ہوئی تھی اس لئے آپ قاضی حصن کے نام سے مشہور تھے۔ وفات آپ کی ۷۳۰ھ میں ہوئی۔ "مجمع الحسنات" تاریخ وفات ہے۔

داؤد بن عثمان رومی

داؤد بن عثمان بن یعقوب رومی : شہاب الدین لقب تھا۔ بڑے عالم متبحر تھے، فقہ ایک جماعت کثیر فضلاء سے حاصل کی مدت تک قاہرہ میں درس و تدریس میں مصروف رہے اور محرم کے مہینے ۷۵۶ھ میں فوت ہوئے۔ "خواجۂ ملک" تاریخ وفات ہے۔

ابنِ سراج قونوی

محمود بن احمد المعروف بہ ابن سراج قونوی : جمال الدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے امامِ فاضل، شیخِ حنفیہ تھے۔ آپ نے شیخ ابو محمد مکی قیسی متوفی ۴۳۷ھ کی تفسیر مختصر احکام القرآن کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ملخص کیا اور ۷۷۰ھ[1] میں وفات پائی۔ "شمعِ رہنما" تاریخِ وفات ہے۔

علی فارسی رکابی

علی بن محمد بن حسن فارسی رکابی : عالم فاضل اور قاہرہ کے مدرس تھے۔ ہدایہ پر تعلیقات لکھیں، فارسی آپ کو اس لئے کہتے تھے کہ آپ بہت بڑا عمامہ باندھا کرتے تھے اور رکابی کے لقب سے اس لئے ملقب ہوئے کہ آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکابیاں موجود تھیں، وفات آپ کی ۷۵۰ھ میں ہوئی۔

صاحبِ مدارک و کنز

عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی : ابوالبرکات کنیت اور حافظ الدین لقب تھا۔ شہر نسف یعنی نخشب کے جو ماوراء النہر میں واقع ہے، رہنے والے تھے۔ اپنے زمانہ کے امامِ کامل، عالمِ محقق، فقیہِ مدقق، فاضلِ عدیم النظیر، فقہ و اصول میں سرآمد اور حدیث اور اس کے معانی میں بارع، زاہد و پرہیزگار تھے۔

---

[1] ولادت ۷۰۰ھ سے قبل وفات ۷۷۰ھ مفصل حالات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں (مرتب)

ابن کمال پاشا نے آپ کو فقہار کے چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے جو روایات ضعیفہ اور قویہ کے تمیز کرنے پر قادر ہوں۔ فقہ شمس الائمہ محمد بن عبد الستار کردری اور حمید الدین ضریر اور بدر الدین خواہر زادہ سے حاصل کی اور امام محمد کی زیادات کو احمد بن محمد عتابی سے روایت کیا اور آپ سے سغناقی نے سماع کیا۔ تصانیف آپ نے فقہ واصول میں بہت عمدہ اور معتبرہ کیں چنانچہ کنز الدقائق اور وافی اور اس کی شرح کافی اور منار اور اس کی شرح کشف الاسرار اور مصفی شرح منظومہ نسفیہ اور مستصفے شرح فقہ النافع اور اعتماد شرح عمدہ اور عقیدہ حافظیہ اور منتخب اخسیکتی پر دو شرحیں تصنیف فرمائیں اور ایک نہایت جید اور معتبر تفسیر مدارک التنزیل نام تصنیف کی۔

جب آپ بغداد میں سنہ ۷۱۰ھ میں تشریف لائے تو آپ نے ہدایہ کی بھی شرح لکھی لیکن اتقانی نے غایۃ البیان میں لکھا ہے کہ آپ نے ضرور ہدایہ کی شرح لکھنی چاہی تھی مگر جب آپ کے اکابر ہمعصر تاج الشریعہ نے سنا تو انہوں نے آپ کو کہا کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ اس خفیف امر میں مصروف ہوں، پس آپ اس ارادہ سے باز رہے اور آپ نے چاہا کہ کوئی مستقل کتاب مثل ہدایہ کے تصنیف کی جاوے چنانچہ آپ نے کتاب وافی اور اس کی شرح کافی ایسی تصنیف کی کہ گویا ہدایہ کی ہی شرح تصنیف کی۔ وفات آپ کی بغداد میں جمعہ کی رات ماہ ربیع الاول سنہ ۷۱۰ھ میں ہوئی۔ "فقیہ شہیر" تاریخ وفات ہے۔

احمد بن ابراہیم سروجی

احمد بن ابراہیم بن عبد الغنی بن اسحٰق سروجی : قاضی القضاۃ خطاب اور ابو العباس کنیت تھی۔ اصل میں شہر سروج کے رہنے والے تھے جو شام کے ملک میں شہر حران کے پاس جہاں زردشت پیدا ہوا تھا، واقع ہے۔ فقہ واصول میں امام فاضل اور معقول ومنقول میں شیخ زمانہ تھے فقہ قاضی القضاۃ ابی ربیع سلیمان اور محمد بن عباد خلاطی تلمیذ جمال الدین حصیری شاگرد قاضی خان سے پڑھی، مدت تک مصر کے قاضی ومفتی اور مدرس رہے اور آپ سے امیر علاء الدین علی بن بلبان بن عبد اللہ فارسی اور علاء الدین علی بن عثمان ماردینی معروف بہ ابن ترکمانی نے فقہ پڑھی۔ آپ نے ہدایہ کی شرح کتاب الایمان تک غایۃ السروجی نام سے چھ جلدوں میں تصنیف کی اور اس کو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے خوب مؤید کیا۔ علاوہ اس کے کتاب ادب القضاء، فتاویٰ سروجیہ، کتاب المناسک، کتاب نفحات النسمات فی وصول الثواب الی الاموات، مؤلف فی حکم الخیل، رسالۃ الحجۃ الواضحہ فی ان البسملۃ لیست من الفاتحہ وغیرہ کتب مفیدہ تصنیف کیں جو مقبول خاص وعام ہوئیں اور ماہ رجب سنہ ۷۱۰ھ[1] میں وفات پائی۔ "مشہور

---

[1] ولادت ۶۳۷ھ ابن تیمیہ کا رد کئی جلدوں میں لکھا (مرتب)

حدیقۂ ہشتم

آٹھویں صدی کے فقہاء و علماء کے بیان میں

قاضی حصن

علی بن احمد بن علی بن یوسف المعروف بہ قاضی حصن : ۶۲۸ھ میں پیدا ہوئے کمال الدین لقب تھا، چونکہ حصن کراد کی قضاء آپ کے سپرد ہوئی تھی اس لئے آپ قاضی حصن کے نام سے مشہور تھے۔ وفات آپ کی ۷۰۳ھ میں ہوئی۔ "مجمع الحسنات" تاریخ وفات ہے۔

داؤد بن عثمان رومی

داؤد بن عثمان بن یعقوب رومی : شہاب الدین لقب تھا۔ بڑے عالم متبحر تھے، فقہ ایک جماعت کثیر فضلاء سے حاصل کی مدت تک قاہرہ میں درس و تدریس میں مصروف رہے اور محرم کے مہینے ۷۰۵ھ میں فوت ہوئے۔ "خواجۂ ملک" تاریخ وفات ہے۔

ابنِ سراج قونوی

محمود بن احمد المعروف بہ ابن سراج قونوی : جمال الدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے امامِ فاضل، شیخِ حنفیہ تھے۔ آپ نے شیخ ابو محمد مکی قیسی متوفی ۴۳۷ھ کی تفسیر مختصر احکام القرآن کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ملخص کیا اور ۷۷۰ھ[1] میں وفات پائی۔ "شمعِ رہنما" تاریخ وفات ہے۔

علی قاروسی رکابی

علی بن محمد بن حسن قاروسی رکابی : عالم فاضل اور قاہرہ کے مدرس تھے۔ ہدایہ پر تعلیقات لکھیں، قاروسی آپ کو اس لئے کہتے تھے کہ آپ بہت بڑا لمبا عمامہ باندھا کرتے تھے اور رکابی کے لقب سے اس لئے ملقب ہوئے کہ آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکابیاں موجود تھیں۔ وفات آپ کی ۷۰۵ھ میں ہوئی۔

صاحب مدارک و کنز

عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی : ابوالبرکات کنیت اور حافظ الدین لقب تھا۔ شہر نسف یعنی نخشب کے جو ماوراء النہر میں واقع ہے، رہنے والے تھے۔ اپنے زمانہ کے امامِ کامل، عالمِ محقق، فقیہِ مدقق، فاضلِ عدیم النظیر، فقہ و اصول میں سرآمد اور حدیث اور اس کے معانی میں بارع، زاہد و پرہیزگار تھے۔

---

[1] ولادت ۷۰۰ھ سے قبل وفات ۷۷۰ھ مفصل حالات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں (مرتب)

زمانیاں" تاریخ وفات ہے۔

یحیےٰ رومی

یحیےٰ ابن علی بن رومان رومی[1] : نجم الدین لقب تھا۔ عالم، فاضل، صالح، امام جامع دمشق تھے۔ دور دور سے لوگ آکر آپ سے فیض یاب ہوتے اور فائدہ اٹھاتے تھے، وفات آپکی ۷۰۰ھ میں ہوئی

اسحٰق بن علی

اسحٰق بن علی بن یحیےٰ : ابوطاہر کنیت اور نجم الدین لقب تھا۔ علوم شرعیہ و دینیہ میں آپ کو پورے درجے کی دسترس اور مہارت حاصل تھی۔ ہدایہ پر آپ نے بہت مفید اور نفیس حواشی تحریر کئے اور ۸۱۱ھ میں شہر قاہرہ میں وفات پائی۔

صاحبِ نہایہ شرح ہدایہ

حسن، یا حسین بن علی بن حجاج بن علی سغناقی : حسام الدین لقب تھا اور شہر سغناق کے جو ترکستان میں واقع ہے، رہنے والے تھے۔ اپنے زمانہ کے فقیہ کامل اور عالم فاضل نحوی جدلی تھے، فقہ حافظ الدین کبیر محمد بن محمد بن نصر بخاری اور فخر الدین محمد بن محمد بن الیاس مایمرغی اور عبد الجلیل بن عبد الکریم اور نحو عجد وانی وغیرہ سے حاصل کی، پھر بغداد میں تشریف لے گئے اور وہاں مشہد امام ابی حنیفہ کے مدرس بنے، بعد ازاں ۷۱۰ھ میں دمشق کی طرف حج کی غرض سے آئے اور قاضی القضاۃ ناصر الدین محمد بن عمر بن عدیم سے ملاقات کر کے اپنی مرویات و مسموعات کی سند حاصل کی۔ آپ سے قوام الدین محمد بن محمد بن احمد کاکی صاحبِ معراج الدرایہ شرح ہدایہ اور سید جلال الدین کرلانی صاحبِ کفایہ نے تفقہ کیا۔ آپ ابھی جوان ہی تھے کہ فتوے کا کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ آپ نے ہدایہ کی شرح مسمی بہ نہایہ بہت مبسوط تصنیف کی، علاوہ اس کے شرح تمہید فی قواعد التوحید لابی المعین میمون نسفی اور کافی شرح اصول بزدوی اور شرح منتخب اخسیکتی کی تصنیف کی اور علم صرف میں بھی ایک کتاب نجاح نام تصنیف کی اور ماہِ رجب ۷۱۱ھ یا ۷۱۴ھ میں وفات پائی۔ "فقیہِ متعبد" اور "فقیہِ حق شناس" تاریخِ وفات ہے۔

اسمٰعیل بن عثمان دمشقی

اسمٰعیل بن عثمان بن عبد الکریم بن تمام بن محمد قرشی دمشقی : رشید الدین لقب تھا مگر ابن المعلم کے نام سے مشہور تھے۔ اپنے زمانے کے امامِ فاضل، شیخ حنفیہ، مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، ادیب، حکیم، لغوی، نحوی، منطقی، متکلم تھے، ۶۲۳ھ میں پیدا ہوئے، لڑکپن میں جمال الدین حصیری سے فقہ حاصل کی پھر سخاوی سے ساتوں قراتیں پڑھیں اور ابن زبیدی وغیرہ سے حدیث کو سماعت کیا،

---

[1] گردو حانی متوفی ۷۱۳ھ "جواہر المضیہ" (مرتب)

یہاں تک کہ جملہ علوم میں فائق ہوئے اور قاہرہ میں ۷۰۰ھ میں تشریف لائے اور اسی جگہ اخیر دم تک ٹھہرے رہے اور تدریس و افتاء آپ کا کام رہا۔ ابنِ حبیب نے آپ سے سماع کیا۔ بڑے زاہد و متقی تھے مگر وفات سے دو برس پہلے آپ کا ذہن متغیر ہو گیا تھا۔ وفات آپ کی ماہ رجب ۷۴۱ھ میں ہوئی "محدث زبدۂ انجمن" تاریخِ وفات ہے۔

ابنِ معلم

یوسف بن اسمٰعیل المعروف بہ ابن المعلم بن عثمان تقی الدین قرشی : رشید الدین لقب[1] تھا۔ عالمِ فاضل، فقیہِ کامل تھے۔ فقہ اپنے والدِ ماجد سے پڑھی اور مدت تک تدریس و افتاء میں مشغول رہے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ایک ماہ زندہ رہ کر قاہرہ میں ۷۴۱ھ میں وفات پائی۔

بدر الطویل

داؤد بن اغلبک بن علی رومی المعروف بہ بدر الطویل : آپ نے مشہر قونیہ میں نشوونما پایا اور جب دمشق میں آ کر تیس برس تک رہے تو جلال الدین عمر خبازی سے تفقہ کیا پھر حلب کو گئے اور وہاں پندرہ برس تک درس و تدریس میں مصروف رہے بعدہ قلعہ مسلمین کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں ۷۱۵ھ میں وفات پائی۔

داؤد بن مروان ملطی

داؤد بن مروان بن داؤد ملطی : نجم الدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے امامِ فائق، فقیہِ اصولی تھے۔ آپ سے فقہاء نے بڑا استفادہ کیا اور ۷۱۷ھ میں وفات پائی۔

عمر بن محمود

عمر بن محمود بن عبد القاہر[2] : سراج الدین لقب تھا اور محمد معروف بابن السراج کے والد تھے۔ بڑے عالم فاضل، جامع اصناف علوم تھے، علم اپنے باپ شہاب الدین محمود شاگرد جمال الدین محمود حصیری تلمیذ قاضی خان سے حاصل کیا۔ پہلے اشرفیہ اور عاشوریہ کے مدارس کے مدرس رہے پھر مصر کی قضاء پر مامور ہوئے اور ۳ ماہِ رمضان ۷۱۱ھ کو قاہرہ میں فوت ہوئے۔

خطاب حصاری

خطاب بن ابی القاسم قرہ حصاری : شہر قرہ حصار میں جو قسطنطنیہ سے دس منزل کے فاصلہ پر ہے، پیدا ہوئے۔ پہلے اپنے شہر کے علماء و فضلاء سے پڑھتے رہے پھر شام کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء سے حدیث و فقہ و تفسیر حاصل کی یہاں تک کہ اپنے زمانے کے افقہ اور

---

[1] تقی الدین لقب۔ اپنے والد سے کچھ عرصہ قبل فوت ہوئے "شذرات الذہب"۔ [2] عمر بن محمود بن ابی بکر رازی "جواہر المضیہ" (مرتب)

امامِ محقق و مدقق ہوئے۔ مدت تک تدریس و افتار میں مصروف رہے۔ سنہ ۷۱۷ھ میں کتاب خلافیات عمر نسفی کی نہایت مفید شرح تصنیف فرمائی، پھر اپنے شہر کو واپس آئے اور تھوڑے دنوں کے بعد وفات پائی۔

حسین بن سلیمان دمشقی

حسین بن سلیمان بن فزارہ بن بدر بن محمد کفری دمشقی : شہر کفریہ کے جو ملک شام میں دمشق کے پاس واقع ہے، رہنے والے تھے۔ بڑے قاری اور عالم فاضل، فقیہ محدث تھے، چنانچہ ساتوں قراتیں علی عبدالدائم سے پڑھیں اور حدیث کو ابن عبدالدائم سے سنا۔ اپنی عمر تدریس و افتار میں گزار کر سنہ ۷۱۹ھ میں[1] وفات پائی۔ "سحاب رحمت" تاریخ وفات ہے۔

قاضی محی الدین کاشانی

قاضی محی الدین[2] کاشانی : سلطان المشائخ نظام الدین اولیار کے اجل خلفار میں سے علوم حدیث و تفسیر و فقہ میں استاد شہر دہلی اور زہد و تقوے و خوارق و کرامت میں مشہور زمانہ تھے، جب آپ کو جاذبِ حقیقی کا شوق غالب ہوا تو آپ نے پروانہ مقصار کو جو بادشاہ کی طرف سے آپ کے پاس موجود تھا شیخ کی خدمت میں لاکر پارہ پارہ کر دیا اور فقر و مجاہدہ اختیار کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ وفات آپ کی سنہ ۷۱۹ھ میں ہوئی۔ "عالی درجات" تاریخ وفات ہے۔

محمد بن احمد لارندی

محمد بن احمد بن[3] ظہیر لارندی : شمس الدین لقب تھا۔ بڑے فقیہ، خلافی، اصولی، عالمِ فرائض و حساب تھے۔ فقہ صدر الدین سلیمان بن وہب سے حاصل کی اور آپ سے تاج الدین بن خلیل نے تفقہ کیا۔ فرائض میں کتاب مسمی بہ ارشاد ذوی الالباب الیٰ معرفۃ الصواب اور کتاب ارشاد الراجی شرح فرائض سراجی اور شرح کتاب عروض اندلسی کی تصنیف کی اور سنہ ۷۲۰ھ یا ۷۲۵ھ کے قریب وفات پائی۔ "شہنشاہِ جہاں" تاریخ وفات ہے۔

محمد بن عبدالرحمٰن سنجاری

محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن محمود سمرقندی سنجاری : شیخِ کبیر، عالمِ متبحر، فقیہ ذوالقدر تھے۔ سمرقند میں سنہ ۶۷۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بہت سے بلاد و امصار میں پھر کر علم کو حاصل کیا اور کمالیت کے رتبہ کو پہنچ کر ماردین میں اقامت اختیار کی اور وہیں تدریس و تصنیف و افتار کا کام دیا۔ یہاں تک کہ ماہِ رمضان سنہ ۷۲۱ھ میں رحلت فرمائی۔ "آرائش دہر" آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ کی تصنیفات سے کتاب عمدۃ الطالب لمعرفۃ المذاہب یادگار ہے جس میں آپ نے مذاہبِ اربعہ و

---

[1] بعمر ۸۲ سال "جواہر المضیۃ" [2] محی الدین بن جلال الدین بن قطب الدین متوفی ۷۱۹ھ "نزہۃ الخواطر" [3] محمود بن احمد "جواہر المضیۃ" (مرتب)

مذہب داؤد ظاہری اور شیعہ کو جمع کیا۔ سمعانی نے لکھا ہے کہ سنجاری طرف سنجار کے منسوب ہے جو ایک شہر جزیرہ میں ہے جس کو سنجار بن مالک نے آباد کیا تھا مگر معلوم نہیں کہ صاحبِ ترجمہ شہر مذکور کی طرف کیوں منتسب ہوئے۔

شیخ نظام الدین اولیار

شیخ نظام الدین اولیار بداؤنی دہلوی : آپ کا نام نامی محمد بن احمد بن علی بخاری اور لقب سلطان المشائخ وسلطان الاولیار و سلطان السلاطین اور خطاب محبوبِ الٰہی اور نظام الملۃ والدین تھا آپ جیسے اسرار طریقت وحقیقت میں اولیار کامل ومکمل تھے ویسے ہی علوم فقہ وحدیث وتفسیر وصرف ونحو، منطق، معانی، ادب میں فاضل اجل عالم اکمل تھے۔ آپ کے دادا شیخ علی اور نانا خواجہ عرب بخارا سے پنجاب میں آکر لاہور میں سکونت پذیر ہوئے پھر بدایوں میں مع آپ کے والد ماجد شیخ احمد کے جاکر قیام کیا جہاں آپ ۶۳۴ھ میں[1] پیدا ہوئے۔

جب پانچ سال کا سن شریف ہوا تو آپ کے والد فوت ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو مکتب میں بٹھایا اور آپ نے کلام مجید کو ختم کر کے کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ ابھی سن شریف بارہ سال کو نہ پہنچا تھا کہ آپ لغت کی کتاب پڑھتے تھے اور قدوری کو مولانا علاء الدین اصولی بداؤنی سے ختم کیا، پھر بہ ارادہ تعلیم دہلی میں آئے اور شمس الملک سے مقامات حریری کو پڑھا اور حدیث کو یاد کیا اور مولانا کمال الدین زاہد سے مشارق الانوار کو سند کیا۔ ان ایام میں آپ کو طالب علم نظام الدین بحاث کہا کرتے تھے۔ بعد آپ بیس سال کی عمر میں اجودھن میں جاکر شیخ فرید الدین علیہ الرحمہ کی خدمت میں مشرف ہوئے اور ان سے قرآن شریف تجوید کیا اور چھ باب عوارف کے سند کئے اور تمہید ابوشکور سلمی وغیرہ کتابیں پڑھیں بعد ازاں چند سال کی محنت و ریاضت وعبادت میں تکمیل کو پہنچکر خرقہ خلافت حاصل کیا اور دہلی میں تشریف لاکر غیاث پور میں جہاں آپ کا مزار ہے اور اب بستی نظام الدین اولیار کے نام سے مشہور ہے، سکونت پذیر ہوئے اور ہدایت خلق اور افادہ وافاضہ میں وہ فروغ حاصل کیا کہ کسی کو اس وقت کے اولیار میں سے نصیب نہیں ہوا۔

فیض باطنی کا یہ حال تھا کہ جو شخص صدق اعتقاد سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا نظر کیمیا اثر کی تاثیر سے ولی کامل ہو جاتا۔ آپ کی کرامات وخوارق وعادات سے کتب بھری پڑی ہیں۔ اکیانوے سال کی عمر میں چہارشنبہ کے روز ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ میں وفات پائی۔ "کعبۂ تحقیق" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] ۶۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ "نزہت الخواطر" (مرتب)

زاہدہ دہ بالی

زاہد دہ بالی : بڑے عالم فاضل عابد، زاہد، پرہیزگار، مقبول الدعوات تھے۔ لوگ آپ کو بڑا متبرک سمجھتے تھے۔ پہلے قرمانیہ کے مشائخ کبار اور فضلاء نامدار سے ملاقات کی اور مدت تک نجم الدین مختار زاہدی سے پڑھتے رہے اور فخرالدین بدیع بن منصور قرینی اور نیز سراج الدین قرینی سے اخذ کیا، پھر شام کو تشریف لے گئے اور وہاں صدرالدین سلیمان بن وھب شاگرد حصیری تلمیذ قاضیخان سے فضیلت کا رتبہ اور کمالیت کا درجہ حاصل کیا پھر سلطان عثمان غازی جد سلاطین عثمانیہ سے ملاقات کی اور بادشاہ کے حضور میں قبولیت کا درجہ پاکر اس کی بیٹی سے نکاح کیا جو آپ کی وفات سے ایک مہینہ پیشتر فوت ہوئی۔ آپ مدت تک تدریس وافتاء میں مصروف رہے اور ایک سو بیس سال کی عمر میں ۷۲۶ھ میں فوت ہوئے۔ "دین پرست" تاریخ وفات ہے۔

محمد بن محمد مرغینانی

محمد بن محمد بن محمد نزیل[1] مرغینان : فقہ وجدل میں فائق زمانہ اور جامع اصناف علوم وفنون تھے، جامع کبیر کی شرح تصنیف کی اور جامع صغیر کو ترتیب دیا اور ۷۲۶ھ میں وفات پائی۔

ابن حریری

محمد بن عثمان بن ابی الحسن بن عبدالوہاب المعروف بہ ابن حریری : شمس الدین لقب تھا دمشق میں ۶۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ بڑے عالم فاضل، فقیہ کامل، عارف مذہب تھے۔ آپ کے وقت میں مذہب کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی۔ علم ابن معلم اسمٰعیل قرشی تلمیذ جمال الدین محمود حصیری سے اخذ کیا اور دمشق کی قضاء کے متولی ہوئے اور ۷۲۸ھ میں وفات پائی۔

یحییٰ بن سلیمان رومی

یحییٰ ابن سلیمان[2] بن علی رومی : فقیہ فاضل، عالم کامل تھے۔ فقہ کو ابی العباس مروجی اور رکن الدین سمرقندی سے اخذ کیا اور بعد تحصیل کے تدریس وافتاء میں اپنی عمر بسر کر کے ۷۲۸ھ میں وفات پائی۔

عبدالعزیز بخاری

عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری : علاء الدین لقب تھا۔ علامہ عصر، فقیہ دہر تھے۔ فقہ اپنے چچا محمد مایمرغی تلمیذ شمس الائمہ محمد کردری اور نیز حافظ الدین کبیر محمد بخاری شاگرد کردری تلمیذ

---

[1] محمد بن محمد قبادی نزیل مرغینان ۷۲۸ھ میں زندہ تھے۔ "جواہر المضیہ" [2] آذربائیجانی، ولادت حدود ۶۶۵ھ۔ "جواہر المضیہ" (مرتب)

صاحبِ ہدایہ سے حاصل کی اور آپ سے قوام الدین محمد کاکی اور جلال الدین عمر بن محمد خبازی نے تفقہ کیا۔ تصنیف بھی نہایت برجستہ و معتبر کی جو مقبولِ انام ہوئی، جس میں سے کتاب کشف الاسرار شرح بزدوی اور کتاب تحقیق شرح منتخب حسامی مشہور و معروف ہیں اور اکثر متاخرین اہلِ اصول کی معتمد علیہ ہیں۔ وفات آپ کی ۷۳۰ھ میں ہوئی۔ "عالمِ مشہورِ انام" تاریخِ وفات ہے۔

عثمان بن ابراہیم ماردینی

عثمان بن ابراہیم بن مصطفےٰ بن سلیمان[1] ماردینی : فخر الدین لقب تھا، نحوی، لغوی، مفسر، محدث، ادیب، بلیغ، شیخِ وقت، مرجع خاص و عام تھے۔ ولایتِ مصر میں مذہب حنفیہ کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی اور تحدیث و تدریس اور افتاء آپ کا کام رہا۔ جامع کبیر امام محمد کی شرح تصنیف کی اور اس کو گمنام منصوریہ میں ڈال دیا۔ آپ کے دونوں بیٹوں یعنی قاضی القضاۃ علی و تاج الدین ابو العباس احمد اور مصنف جواہر المضیہ محی الدین عبد القادر قرشی وغیرہم نے آپ سے علم اخذ کیا۔ اکاسی سال کے ہو کر قاہرہ میں ماہِ رجب ۷۳۱ھ میں فوت ہوئے۔ "شریفِ عالم" تاریخِ وفات ہے۔

منطقی

ابراہیم بن سلیمان رومی قونوی معروف بہ منطقی : رضی الدین لقب تھا، علامہ فاضل، متدین، متواضع اور اپنے تلامذہ کے ساتھ بڑے محسن تھے۔ مدت تک دمشق میں مدرسہ نوریہ کے مدرس رہے اور ایک گروہ کثیر نے استفادہ کیا۔ سات دفعہ حج کیا اور ۷۳۲ھ میں وفات پائی۔ "مراۃِ ملک" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔ آپ کی تصنیفات سے جامع کبیر کی شرح چھ جلدوں میں اور کتاب منظوم کی شرح یادگار ہے۔ قونوی طرف قونیہ کے منسوب ہے جو ایک مشہور و معروف شہر ملک روم میں ہے۔

علی بن احمد طرسوسی

علی بن احمد بن عبد الواحد بن عبد المنعم بن عبد الصمد طرسوسی : ماہِ رجب ۶۶۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نجم الدین ابراہیم طرسوسی صاحبِ فتاوٰے طرسوسیہ کے باپ تھے۔ عماد الدین لقب تھا، اور قاضی القضاۃ کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ علم ابی العلاء محمود فرضی اور بہاء الدین ابی جابر ایوب بن النحاس حلبی سے حاصل کیا۔ ۷۲۷ھ میں دمشق کی قضاء آپ کے سپرد ہوئی، پھر کچھ مدت کے بعد اس کو آپ نے اپنے بیٹے کے لئے چھوڑ دیا اور کئی ایک مدارس میں درس دیا۔ آپ قرآن شریف بڑی جلدی پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ نماز تراویح میں تین ساعت یعنی ساڑھے سات گھڑی میں تمام قرآن ختم کر لیا کرتے تھے اور کئی دفعہ ارکان واعیان کے حضور میں آپ نے دو ثلث ایک ساعت میں تمام

---

[1] ترکمانی "دستور الاعلام" ۷۵۰ھ ۳۲ یا ۷۳۲ھ میں بعمر ۸۰ سال "جواہر المضیۃ"، "معجم المصنفین"

قرآن پڑھ دیا جیسا کہ شیخ عبدالقادر صاحب جواہر مضیہ اور علی قاری نے لکھا ہے، اگرچہ اس قدر تیزی سے قرآن شریف ختم کرنا سامعین کے استعجاب کا باعث ہے مگر یہ بات ان کی کرامات میں سے تھی اور اس وصف کے بہت سے قاری گذرے ہیں یہاں تک کہ بعض ان سے روزہ مرہ چار ختم روز اور چار ختم رات کو قرآن شریف کے کیا کرتے تھے جیسا کہ امام نووی اور صاحب اتقان وغیرہم نے لکھا ہے پس اس سے انکار کرنا ایسا ہے جیسا صدور خوارق سے انکار کرنا۔ وفات آپ کی ۷۳۲ھ[1] میں ہوئی۔ "مشہور اقلیم" تاریخِ وفات ہے۔

ابنِ عجمی

محمد بن عثمان اصفہانی المعروف بہ ابنِ عجمی : شمس الدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے امامِ فاضل، فقیہِ محدث تھے۔ مدت تک اقبالیہ میں مدرس رہے اور مدینۂ نبویہ میں تحدیث کی اور نیز مدرسۂ شریفہ نبویہ میں درس دیا اور حدیث کو دمشق میں روایت کیا۔ مذاہب میں ایک کتاب کتاب منسک نام جمع کی اور بقول ابوالفداء ۷۳۴ھ میں وفات پائی۔ "بزرگِ شہر" تاریخِ وفات ہے۔

عمر بن عمر بن احمد عقیلی حلبی

عمر بن عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ عقیلی حلبی المعروف بہ ابن عدیم : عالم فاضل، ادیب شاعر، ذی فنون، صاحبِ مروۃ و عصبیت تھے۔ نجم الدین لقب اور ابوالقاسم کنیت تھی، مدت تک حلب کے قاضی رہے اور قاضی القضاۃ کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ آپ نے اپنے زمانہ ولایت میں کسی کو گالی نہیں دی اور نہ کسی سائل کو ناامید کیا۔ ۷۳۴ھ میں حماۃ علاقہ حلب میں فوت ہوئے۔ ابوالفداء نے آپ کے حق میں مندرجہ ذیل دو شعر انشاد کئے ہیں:

قد کان نجم الدین شمساً اشرقت   بحماۃ للدانی بہا والقاصی

عدمت ضیاوابن العدیم فانشدت   مات المطیع فیا ہلاک العاصی

عبدالکریم بن عبدالنور حلبی

عبدالکریم بن عبدالنور بن منیر بن عبدالکریم حلبی : ۱۶ ر رجب ۶۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے امام اور فقیہ فاضل محدث کامل تھے۔ قطب الدین لقب تھا، علم شمس الدین محمود بن ابی بکر کلاباذی فرضی سے اخذ کیا اور حدیث کو بکثرت سنا اور بیان کیا یہاں تک کہ حفاظ اور نقادِ حدیث میں شمار ہوئے اور کئی دفعہ حج کیا۔ کتابوں کے عاریۃً دینے میں بڑے جوانمرد تھے۔ کتاب اہتمام بہ تلخیص الامام اور شرح صحیح بخاری دس مجلد میں اور شرح سیرت عبدالغنی تصنیف فرمائی اور مصر کی ایک تاریخ

---

[1] ولادت ۶۶۵ھ وفات ۷۴۸ھ "جواہر المضیہ" (مرتب)

کچھ اوپر دس جلد میں لکھی، علاوہ ان کے اور بہت کتابیں تصنیف کیں اور سلخ ماہِ رجب ۷۳۵ھ میں اس جہانِ فانی سے رحلت کی، "محدث مقبولہ" تاریخ وفات ہے۔

یوسف جبری

یوسف بن اسحٰق بن ابراہیم بن جبری : ابو المحاسن کنیت اور صدر القرار لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے امام، زاہد، مجتہد، محدث، فقیہ، حافظ، مفسر، ثقہ "متقن"، قرا ءت اور روایات میں فردِ زمانہ تھے، علوم ابی العباس احمد سروجی سے اخذ کئے اور مدت تک تحدیث و تدریس اور افتاء کا کام دیا لیکن اعتزال کی تہمت آپ کو دی گئی۔ قاہرہ میں ماہِ شعبان ۷۳۵ھ میں وفات پائی۔ "محدثِ معجز بیان" تاریخ وفات ہے۔

موسیٰ تبریزی

موسیٰ بن محمد تبریزی[1] : ابو الفتح کنیت، مصلح الدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے امام فاضل، فقیہ کامل تھے۔ ۶۶۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۰۱ھ کو دمشق میں تشریف لائے، پھر واپس گئے اور ۷۲۶ھ میں پھر آئے اور قاہرہ میں رونق افروز ہوئے۔ کتاب بدیع کی ایک شرح نہایت مفید رفیع نام تصنیف کی، جب حج کر کے مدینہ منورہ کو جاتے تھے تو وادی بنی سالم میں پہنچ کر ۲۰ ماہ ذی الحجہ ۷۳۶ھ میں وفات پائی۔ "خلیل اللہ" تاریخ وفات ہے۔

ابن زرکشی

احمد بن حسن المعروف بہ ابن زرکشی : لقب شہاب الدین تھا، مدرسہ حسامیہ میں مدت تک مدرس رہے اور ہدایہ کی شرح سغناقی کا انتخاب کیا اور ماہ رجب ۷۳۰ھ میں وفات پائی۔

اسمٰعیل فرضی نحوی

اسمٰعیل بن خلیل فرضی نحوی : تاج الدین لقب تھا۔ بڑے فقیہ، فرضی، اصولی، صالح، پرہیزگار، نیکوکار، عابد، زاہد تھے۔ فقہ فخر الدین عثمان بن مصطفےٰ ماردینی اور نجم الدین ملطی و شمس الدین محمود بن احمد سے حاصل کی اور ایک کتاب مقدمہ فقہ و فرائض میں تصنیف کی اور قاہرہ میں ۷۳۷ھ یا ۷۳۹ھ میں وفات پائی۔ "مہترِ انام" تاریخ وفات ہے۔

علی بن بلبان مرتب معجم طبرانی و صحیح ابن حبان

علی بن بلبان بن عبد اللہ فارسی : ابو الحسن کنیت اور علاء الدین لقب تھا۔ اصول و فروع میں بڑے متبحر، عدیم النظیر، فقید المثیل، فقیہ، نحوی، محدث، حسن المذاکرہ تھے، اصول و فقہ کو

---

[1] موسیٰ بن امیر حاج بن محمد "معجم المؤلفین" ۱۳ ے ۷ ۳ ھ "جواہر المضیۃ" (مرتب)

علاء قونوی اور شمس الدین ابی العباس احمد سروجی اور صدر الامین محمد بن عباد خلاطی سے اخذ کیا اور حدیث کو دمیاطی و محمد بن علی بن صاعد اور ابن عساکر وغیرہم سے سنا اور نحو ابی حیان سے پڑھی یہاں تک کہ اصول و مذہب میں مقدم اور نحو میں متقن ہوئے۔ کتاب صحیح ابن حبان اور کتاب معجم الطبرانی کو ابواب پر مرتب کیا، جامع کبیر کی شرح تصنیف کی اور خلاطی کی تلخیص جامع کبیر کی بھی تحفۃ الحریص نام ایک بڑی شرح تصنیف کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ لطیفہ اور ایک کتاب جامع مسائل مناسک میں تالیف کی۔ آپ ۶۷۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۷ ماہ شوال ۷۲۹ھ کو قاہرہ میں فوت ہوئے۔ "مرآتِ زمان" تاریخ وفات ہے۔

ابنِ قویر

یحییٰ بن محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد الرحمٰن المعروف بہ ابن القویرہ[1]: جمال الدین لقب تھا، عالم، فاضل، فقیہ، محدث، مفسر، ادیب تھے۔ حدیث کو سنا اور لوگوں سے بیان کیا۔ تدریس و افتاء میں تمام عمر مصروف رہے اور دمشق میں ۷۴۲ھ کو وفات پائی۔ "عزتِ دارین" تاریخِ وفات ہے۔

صاحبِ جامع المضمرات

یوسف بن عمر بن یوسف صوفی: شیخ کبیر، عالمِ نحریر، جامعِ علمِ حقیقت و شریعت تھے۔ آپ سے فضل اللہ صاحبِ فتاوئے صوفیہ نے اخذ کیا۔ آپ کی تصنیفات سے جامع المضمرات شرح قدوری معروف و مشہور ہے جو جامعِ تفاریعِ کثیرہ اور حاویٔ مسائلِ غفیرہ ہے۔ ۷۴۲ھ میں وفات پائی۔ "رفیع الشان" تاریخ وفات ہے۔

صاحبِ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق

عثمان بن علی بن محجن زیلعی: ابو محمد کنیت، فخر الدین لقب تھا۔ معرفت فقہ، نحو، فرائض میں بڑے مشہور تھے۔ ۷۰۵ھ کو قاہرہ میں آئے، تدریس و افتاء اور تنقید و تحقیق فقہ کی کر کے علمِ فقہ کو پھیلایا اور ایک جمِ غفیر کو فائدہ پہنچایا۔ کنز الدقائق کی ایک نہایت معتبر شرح تبیین الحقائق نام تصنیف کی جو مقبولِ انام ہوئی۔ صاحب کشف نے بیان کیا ہے کہ آپ نے جامع کبیر کی بھی شرح تصنیف کی ہے۔ وفات آپ کی ماہِ رمضان ۷۴۳ھ میں ہوئی اور قرافہ میں دفن کیے گئے۔ زیلعی طرف زیلع کے منسوب ہے جو ایک شہر ساحل بحرِ حبشہ پر واقع ہے۔

---

[1] ابن القویرہ "جواہر المضیۃ" (مرتب)

ابن ترکمانی

احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفٰی ماردینی : قاہرہ میں شنبہ کی رات ۲۵ ماہ ذی الحجہ ۶۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ فقہ اپنے باپ اور بھائی سے پڑھی اور حدیث کو دمیاطی اور ابن صواف سے سنا اور روایت کیا مدت تک تدریس کی اور فتوے دیا۔ تاج الدین لقب تھا مگر ابن ترکمانی کے نام سے مشہور تھے۔ تصانیف بہت عمدہ فقہ و اصولِ فقہ و حدیث و فرائض و نحو و ہیئت اور منطق وغیرہ میں کیں اور جامع کبیر و ہدایہ کی شرح تصنیف کی اور غرہ ماہ جمادی الاولیٰ ۷۴۴ھ میں وفات پائی۔ "معدنِ شرف" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

برہان الدین بن علی واسطی

برہان الدین بن[1] علی بن احمد بن علی بن سبط بن عبد الحق واسطی : امام عالم، فقیہ محدث، عارف غوامض مذہب، قاضی ولایت مصر تھے۔ روایت اپنے جدِ امجد اور ابن البخاری سے کی، درس دیا اور مناظرے کئے۔ ہدایہ کی شرح تصنیف کی اور بیہقی کی سنن کبیر کا مختصر کیا اور ماہ ذی الحجہ ۷۴۴ھ میں وفات پائی۔ "گوہرِ شاہوار" تاریخ وفات ہے۔

علی بن داؤد قحفازی

علی بن داؤد بن یحیےٰ بن حیان بن عبد الملک قحفازی : نجم الدین لقب اور ابو الحسن کنیت تھی۔ امام فاضل، فقیہ محدث، اصولی، نحوی، شیخ اہلِ دمشق تھے۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء سے علم اخذ کیا چنانچہ فقہ شمس حریری اور اصول بدر بن جماعہ سے اخذ کیا اور حدیث کو نجم شقرادی سے سنا نحو علاء بن مطرزی اور عربی محمد تونسی سے پڑھی اور سوا کتاب مناسک حج اور کچھ نظم و نثر کے آپ نے تصنیف اس واسطے نہ کی کہ لوگ مصنفین پر عیب پکڑتے ہیں پس کیا ضرورت ہے کہ اپنے آپ کو نشانہ بنایا جاوے۔ جمادی الاولیٰ ۶۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴ ماہ رجب ۷۴۵ھ کو وفات پائی۔ "بحرِ سعادت" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

صدر الشریعہ صاحب شرح وقایہ

عبید اللہ صدر الشریعہ الاصغر بن مسعود بن تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ الاکبر احمد بن جمال الدین عبید اللہ المحبوبی صاحب شرح وقایہ : اپنے زمانہ کے امامِ متفق علیہ اور علامہ مختلف الیہ حافظِ قوانینِ شریعت ملخص مشکلات اصل و فرع، شیخ فروع و اصول، عالم معقول و منقول، فقیہ، اصولی، خلافی، جدلی، محدث، مفسر، نحوی، لغوی، ادیب، نظار، متکلم منطقی، عظیم القدر، جلیل المحل، مغذی علم و ادب تھے۔ نسب آپ کا عبادہ بن صامت صحابی کی طرف منتہی ہوتا ہے اور صدر الشریعہ

---

[1] برہان الدین ابراہیم بن علی المعروف ابن عبد الحق "جواہر المضیہ" (مرتب)

کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ علم اپنے دادا امام تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد تلمیذ جمال الدین محبوبی والد خود شاگرد شیخ الاسلام مفتی امام زادہ تلمیذ عماد الدین بن شمس الائمہ زرنجری سے حاصل کیا۔ آپ اپنے دادا کی تقیید نفائس اور جمع کرنے فوائد میں بڑے مہتم تھے اس لئے آپ نے ان کی کتاب وقایہ کی نہایت عمدہ شرح تصنیف کی جو اب مقبولِ انام اور مشہور مین الخواص والعوام ہے۔ پھر آپ نے کتاب وقایہ کو مختصر کر کے نام اس کا نقایہ رکھا۔ اصولِ فقہ میں ایک لطیف متن تنقیح نام سے تصنیف کیا، پھر اس کی ایک شرح نفیس توضیح نام سے تالیف کی، علاوہ ان کے کتاب مقدمات الاربعہ اور کتاب تعدیل العلوم فی اقسام العلوم العقلیہ اور کتاب الوشاح فی علم المعانی اور کتاب الشروط و کتاب المحاضر وغیرہ تصنیف کیں جو بتمامہ علماء و فقہاء کے نزدیک مقبول و معتمد ہوئیں اور انہوں نے ان کے بڑی خوشی سے حواشی تصنیف کئے۔ وفات آپ کی ۷۴۷ھ[1] میں ہوئی۔ آپ کا مزار اور آپ کی اولاد اور والدین اور اجداد و والدین کی قبریں شرع آباد بخارا میں ہیں لیکن آپ کے دادا تاج الشریعہ اور نانا برہان الدین کے مرقدین کرمان میں ہیں جہاں وہ فوت ہوئے۔ تاریخ وفات آپ کی "جلیل المراتب" ہے۔

مولانا شمس الدین یحییٰ

مولانا شمس الدین یحییٰ اودی : علمائے مشاہیر میں سے فقیہ، محدث، عالم فاضل، جامع منقول و معقول، حاوی فروع و اصول تھے اور آپ کے زمانہ میں کسی کو علمائے وقت میں سے علوم فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ میں آپ کے ساتھ تابِ مقاومت نہ تھی۔ اکثر لوگ دور دراز کے آپ سے تلمذ کرتے اور آپ کی شاگردی کو ایک فخر سمجھتے تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نے آپ کی تعریف میں فرمایا ہے ؎

سألت العلم من احیاک حقًا | فقال العلم شمس الدین یحییٰ

جن دنوں آپ واسطے تحصیل علم کے اودھ سے دہلی میں تشریف لائے، شیخ نظام الدین اولیاء کی کرامات کا نہایت شہرہ ہو رہا تھا۔ ایک دن آپ بھی ہمراہ مولانا صدر الدین نادی کے شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے آپ سے پوچھا کہ آپ شہر میں کونسی جگہ رہتے ہیں اور کونسی کتاب پڑھتے ہیں؟ آپ نے عرض کیا کہ مولانا ظہیر الدین بھکری سے اصول بزدوی پڑھتا ہوں۔ شیخ نے آپ سے بعض مواضع کتاب مذکور کے جو اشکال میں مشہور تھے، آپ سے پوچھے۔ آپ نے عرض کیا کہ سبق ہمارا اسی جگہ تک پہنچا ہے اور یہ باتیں جو آپ نے پوچھی ہیں ہم پر بھی مشکل رہی ہیں۔ اس پر شیخ نے ان تمام مواضع کو ایسا حل کیا کہ آپ شیخ کے معتقد راسخ ہو گئے اور بعد چندے مرید ہو کر مرتبہ کمالیت کو پہنچ گئے۔ بعد حصول خلافت

---

[1] ۷۴۵ھ "دستور الاعلام" (مرتب)

کے بہت کم لوگوں کو مرید کرتے تھے۔ آپ نے مشارق الانوار کی شرح تصنیف کی اور اس میں یہ روایت نقل کی کہ ماتثاوب النبی قط، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز اباسی نہیں لی۔

کہتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق نے، جس نے مخلوقات کو نہایت تنگ کر رکھا تھا، آپ کو اپنے پاس طلب کر کے حکم دیا کہ آپ جیسے عالم فاضل کا یہاں کیا کام ہے؟ آپ کاشمیر کو جائیں اور وہاں خلقت خدا کو اسلام کی طرف دعوت کریں۔ اس وقت تو آپ کاشمیر کا جانا منظور کر کے سلطان کی مجلس سے باہر آ گئے مگر لوگوں سے آکر فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے شیخ کو دیکھا ہے کہ وہ مجھ کو اپنے پاس بلاتے ہیں۔ دوسرے روز آپ کے سینہ میں ایک دنبل نکل آیا اور آپ بیمار پڑ گئے۔ جب یہ خبر سلطان کو ہوئی تو اس نے اس احتمال سے کہ شاید آپ بہانہ کرتے ہیں، اپنے پاس بلایا، ادھر آپ نے ۷۴۲ھ میں اس جہان کو وداع کیا اور قبر آپ کی یاران جوترہ میں واقع ہے۔ "زاہدِ خلق" تاریخِ وفات ہے۔

عبداللہ بن فخر الدین احمد عراقی کوفی

عبداللہ بن فخر الدین احمد المعروف بہ ابن فصیح بن علی بن احمد عراقی کوفی: جلال الدین لقب تھا۔ سنہ ۷۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے باپ کی طرح جامع علوم نقلیہ و عقلیہ تھے اور حدیث کے بڑے طالب تھے چنانچہ بغداد میں ایک جماعت سے حدیث کو سنا اور دمشق میں حافظ ذہبی جزری سے سماعت کیا یہاں تک کہ کمال و فضیلت کو پہنچے۔ وفات آپ کی ۷۴۵ھ میں ہوئی۔

قوام الدین کاکی

محمد بن محمد بن احمد سنجاری المعروف بہ قوام الدین کاکی: عالم فاضل، فقیہ متبحر تھے۔ علم علاء الدین عبد العزیز بخاری شاگرد فخر الدین محمد بن محمد مایمرغی سے حاصل کیا اور ان سے اور حسام الدین حسن سغناقی سے ہدایہ کو پڑھا اور قاہرہ میں آکر جامع ماردین میں اقامت اختیار کی اور افتاء و تدریس میں مشغول رہے یہاں تک کہ ۷۴۹ھ میں وفات پائی۔ "چشمۂ عرفان" تاریخِ وفات ہے۔ ہدایہ کی شرح مسمّٰے بہ معراج الدرایہ اور کتاب عیون المذاہب ائمہ اربعہ کے اقوال میں تصنیف کی۔

محمد بن احمد ماردینی ترکمانی

محمد بن احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفٰے ماردینی ترکمانی: ۷۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ جلال الدین لقب تھا، عالم متبحر اور نوادر زمانہ سے تھے مگر افسوس آپ کی عمر نے وفا نہ کی اور عین نوجوانی کی حالت میں ۷۴۹ھ میں انتقال کیا۔ کہتے ہیں کہ اگر آپ کی عمر وفا کرتی تو آپ اپنی ذکاوت اور ہوشیاری کے باعث اپنے زمانہ کے علماء و فضلاء سے سبقت لے جاتے۔

علی بن محمد حاصری

علی بن محمد حاصری[1] : نورالدین لقب تھا۔ بڑے فقیہ، اصولی، فرضی تھے۔ ۶۸۶ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ علوم شیخ شمس الدین محمود سے پڑھے، بعد ازاں درس و افتاء میں مشغول رہے اور ۷۴۹ھ میں وفات پائی۔

عبدالعزیز بن علی ماردینی ترکمانی

عبدالعزیز بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی : فقیہ فاضل، عالم کامل تھے۔ علم اپنے باپ سے اخذ کیا اور انہیں سے حدیث کو سُنا اور روایت کیا اور اپنے ہاتھ سے بہت کچھ لکھا۔ کئی جگہ مدرس مقرر رہے اور اپنے باپ کی ہی حیات میں ۷۴۹ھ میں وبار سے فوت ہوئے۔

ابنِ مہاجر حنفی

شیخ احمد بن عبداللہ المعروف بہ ابن المہاجر حنفی : شہاب الدین لقب تھا۔ نحو و عروض میں عالم فاضل، فقہ و اصول میں عارفِ کامل تھے۔ حمات میں قاضی جمال الدین عبداللہ بن العدیم کی طرف سے نائب رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں قصائد اور نظم حسنہ تصنیف کی اور ماہِ رجب ۷۴۹ھ میں وفات پائی۔

علی بن عثمان ماردینی

علی بن عثمان بن ابراہیم ماردینی : علاء الدین لقب تھا لیکن ابن ترکمانی سے مشہور تھے۔ فقہ و اصول میں امامِ عالم، شیخ کامل، بارع، محقق، مدقق اور فنونِ عقلیہ و نقلیہ میں ماہر متبحر اور حدیث و تفسیر میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ فرائض، حساب، شعر، تواریخ میں دستگاہ کامل حاصل تھی۔ مدت تک ولایت مصر کے قاضی رہے۔ تصانیف کثرت سے کی چنانچہ آپ کی تصانیف سے بہجۃ الاعاریب بمافی القرآن من الغریب و المنتخب فی الحدیث و المؤتلف و المختلف و کتاب الضعفاء والمتروکین و جواہر النقی فی الرد علی البیہقی و مختصر المحصل فی الکلام و معدن فی اصول الفقہ و مختصر رسالہ القشیری و مختصر علوم الحدیث لابن الصلاح وغیر ذلک مشہور و معروف ہیں۔ علاوہ ان کے کتاب ہدایہ کو بھی مختصر کر کے نام اس کا کفایہ رکھا اور پھر اس کی شرح کرنی شروع کی تھی مگر اس کو تمام نہ کر سکے کہ عاشورہ کے روز ۷۵۰ھ میں موت کا پیادہ آگیا۔ "ہادی خلق" تاریخ وفات ہے۔

آپ کے بعد آپ کے بیٹے قاضی القضاۃ عبداللہ بن علی نے شرح مذکور کو پورا کیا۔ صاحب جواہر مضیہ لکھتے ہیں کہ میں نے علی بن ترکمانی سے ایک پارہ ہدایہ کا پڑھا اور حدیث میں آپ کی ملازمت

---

[1] حاطری "جواہر المضیۃ" (مرتب)

کی، سیوطی نے آپ کی ولادت ۶۸۳ھ اور وفات ۷۴۵ھ میں قرار دی ہے۔

قاضی زین الدین عجمی

قاضی زین الدین عجمی : عالم متبحر اور فروع واصول میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔ ابی سعید حاکم تتار کی طرف سے دار القضاء کے متولی ہوئے، مختصر ابن حاجب کی شرح تصنیف کی اور ۷۵۳ھ میں وفات پائی، "علوم رتبہ" تاریخ وفات ہے۔

ابن فصیح

احمد بن علی بن احمد ہمدانی کوفی المعروف بہ ابن فصیح : ابو طالب کنیت اور فخر الدین لقب تھا۔ کوفہ میں ۶۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے امام علامہ اور جامع علوم نقلیہ وعقلیہ تھے۔ آپ کے زمانہ میں امام ابو حنیفہ کے مذہب کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی اور مدرسہ مشہد ابو حنیفہ کے مدرس رہے۔ علم حسن سغناقی صاحب نہایہ سے حاصل کیا۔ بغداد اور دمشق میں تدریس وتعلیم کو جاری کیا اور فتوے دیتے رہے۔ نظم الکنز، نظم النافع، نظم السراجیہ فرائض میں، نظم المنار اصول فقہ وغیرہ میں کتابیں تصنیف کیں اور آپ سے عبد الوہاب بن احمد بن وہبان دمشقی نے فقہ پڑھی۔ وفات آپ کی دمشق میں یکشنبہ کے روز ۷۵۵ھ کو وقوع میں آئی۔ "بزرگ کشور" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

کمال الدین علامہ

شیخ کمال الدین علامہ : شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے خواہر زادہ اور خلیفہ تھے، آپ کے نسب کا سلسلہ حضرت امیر المؤمنین حسن رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ چونکہ آپ علوم حدیث وتفسیر وفقہ واصول میں یگانۂ زمانہ تھے اس لئے علامہ کے خطاب سے مخاطب ہوئے اور اپنے پیر روشن ضمیر سے خرقۂ خلافت کا پہنکر احمد آباد وگجرات میں تشریف لے گئے اور وہاں قبولیت عظیم پائی، پھر دہلی میں تشریف لائے اور مدت تک خلق کی ہدایت وافادہ میں مشغول رہ کر ۷۵۶ھ میں وفات پائی اور دہلی میں مدفون ہوئے۔ تاریخ وفات آپ کی "متقی اہل یقین" ہے۔

صاحب فتاوےٰ طرسوسیہ

ابراہیم بن علی بن احمد بن عبد الواحد طرسوسی : نجم الدین لقب اور قاضی القضاۃ خطاب تھا۔ شہر طرسوس کے جو ملک شام میں واقع ہے، رہنے والے تھے۔ بڑے عالم فاضل فقیہ اصولی تھے، ۷۴۶ھ میں جب آپ کے والد ماجد فوت ہوئے تو آپ کو دمشق کا قاضی بنایا گیا جہاں آپ مدت تک منصب فتوےٰ پر متمکن رہے اور تدریس کو جاری رکھا۔ فتاوےٰ طرسوسیہ اور کتاب انفع الوسائل کو تصنیف

کیا اور ۵۸ھ میں وفات پائی۔

امیر کاتب اتقانی

امیر کاتب العمید بن امیر عمر بن امیر غازی اتقانی : آپ کا مولد قصبہ اتقان تھا جو ملک ترکستان میں نہر سیحون کے پار کی طرف واقع ہے۔ کنیت ابو حنیفہ اور قوام الدین لقب رکھتے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ نام آپ کا لطف اللہ تھا۔ ماہِ شوال ۶۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ احمد بن اسعد خریفغنی شاگرد حمید الدین علی ضریر بخاری تلمیذ شمس الائمہ کردری اور اپنے ملک کے دیگر علماء کرام و فضلائے عظام سے متعدد علوم حاصل کئے اور رنیشا پور میں جا کر مصنف کتاب کافی سے فخر الاسلام کا اصول پڑھا یہاں تک کہ علمائے حنفیہ کے سردار اور فقہ و حدیث، لغت عربی وغیرہ میں اعلیٰ درجہ کے لائق فائق ہوئے آپ ہلیلہ سبز اور لہسن خام اکثر کھایا کرتے تھے۔ ۷۱۶ھ میں جبکہ آپ حجاز کے سفر میں تھے تو کتاب منتخب حسامی کی شرح تبیین نام تصنیف کرنی شروع کی اور لیلۃ البراءۃ میں اس کو ختم کیا۔ ۷۲۰ھ میں دمشق میں تشریف لائے۔ یہاں آپ کو ایک دن امیر نائب سلطنت کے ساتھ نماز مغرب پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ امام نماز نے رفع الیدین کیا۔ آپ نے اس کو کہا کہ امام اعظم کے مذہب کے رُو سے آپ کی نماز باطل ہوئی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر قاضی تقی الدین سبکی شافعی المذہب کو پہنچی، انہوں نے آپ کی تردید کی پس آپ نے ایک مستقل رسالہ رفع الیدین کے بطلان میں لکھا اور اس کو مکحول نسفی کی روایت سے جنہوں نے امام اعظم سے بطلان رفع الیدین کی روایت کی ہے، مستند کیا۔ اس بات سے آپ اور امیر مذکور کے درمیان شکر رنجی ہوگئی اس لئے آپ مصر کو چلے گئے یہاں ماہِ محرم ۷۲۱ھ میں پہنچے اور لوگوں کی درخواست پر آپ نے ہدایہ کی شرح مسمّٰے بہ غایۃ البیان و نادرۃ الاقران تصنیف کی اور دیباچہ میں لکھا کہ میں ہدایہ کی روایت کو پانچ طریق سے صاحبِ ہدایہ تک پہنچاتا ہوں۔ علاوہ اس کے ایک رسالہ شہر میں دو جگہ جمعہ کے پڑھنے کے عدم جواز میں تصنیف کیا پھر مصر سے بغداد میں واپس آئے اور یہاں مدت تک مشہد امام ابو حنیفہ کے مدرس رہے اور قضاء و افتاء کا کام کرتے رہے۔ ۷۴۷ھ میں پھر دمشق میں تشریف لائے اور ذہبی کی وفات پر ظاہریہ میں مدرسہ دار الحدیث کے مدرس مقرر ہوئے اور شافعیوں سے ہمیشہ مناجرات و معارضات رکھا کرتے تھے پھر ۷۵۱ھ کو مصر میں گئے یہاں امیر صرغتمش نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور ۷۵۷ھ میں اپنے مدرسہ صرغتمشیہ کا جو آپ کی خاطر اس نے بنوایا تھا، مدرس مقرر کیا۔ آپ نے اپنی عمر کا اندازہ کیا کہ میں اب ایک سال سے زیادہ زندگانی نہ کروں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۱۱ ماہ شوال ۷۵۸ھ میں آپ نے وفات پائی عالی تبر

ل امیر عمر "دستور الاعلام" (مرتب)

تاریخ وفات ہے۔

آپ میں کوئی کسی طرح کا عیب نہ تھا بجز اس کے کہ آپ بڑے متعصب وخود پسند تھے چنانچہ اپنی کتاب تبیین کے آخر میں لکھتے ہیں کہ اگر اسلاف میری زندگانی میں ہوتے تو البتہ مجھ کو مصنف ٹھہراتے چنانچہ امام ابو حنیفہ اجتہدت اور امام ابو یوسف نار البیان اوقدت اور امام محمد احسنت اور امام زفر اتقنت اور حسن امعنت اور ابو حفص انعت فی ما نظرت اور ابو منصور حققت اور طحاوی صدقت اور کرخی بورک فی ما نطقت اور جصاص احکمت اور ابو زید اصبت اور شمس الائمہ وجدت ما طلبت اور فخر الاسلام مہرت اور نجم الدین نسفی بہرت اور صاحب ہدایہ یا غواص البحر عبرت اور صاحب محیط فقت فی ما اعلنت اور متنبی انت من الفصحاء کا خطاب دیتے۔

امام زیلعی

عبد اللہ بن یوسف بن محمد زیلعی : جمال الدین لقب تھا۔ علمائے اعلام میں سے فقیہ فاضل، محدث حافظ، جامع اصناف علوم، محقق ومدقق تھے۔ حدیث کو اصحاب نجیب سے سماعت کیا اور فخر الدین زیلعی شارح کنز اور علاء ابن ترکمانی اور ابن عقیل سے اخذ کیا۔ احادیث واقعہ ہدایہ اور خلاصہ اور تفسیر کشاف کی تخریج کی جس سے آپ کا تبحر فن حدیث اور اسماء الرجال اور آپ کی وسعت نظر فروع حدیث میں کمال ثابت ہوتی ہے یہاں تک کہ آپ کی تخریج سے دیگر شراح مثل حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی وغیرہ نے جو آپ کے پیچھے ہوئے ہیں، بڑی امداد لی ہے۔ درر الکامنہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ میرے شیخ زین عراقی اور زیلعی مطالعہ کتب حدیثیہ میں واسطے تخریج ان کتابوں کے جن کی تخریج کا اہتمام انہوں نے اپنے ذمہ لیا تھا، مشغول تھے، پس عراقی نے تو احادیث احیاء العلوم اور ان احادیث ترمذی کی جن کا ترمذی نے ہر ایک باب میں اشارہ کیا ہے، تخریج کی اور زیلعی نے احادیث ہدایہ اور کشاف کی تخریج کی اور یہ دونوں ایک دوسرے کو امداد دیتے تھے۔

علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ کے کلام کی برکت احادیث احکام واقعہ ہدایہ اور تمام کتب مذہب حنفیہ پر مبذول ہے۔ وفات آپ کی ماہ محرم ۷۶۲ھ میں ہوئی۔ "شمع فروزندہ" تاریخ وفات ہے۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء نے تو اسی طرح پر بیان کیا ہے جیسا کہ راقم نے اوپر لکھ دیا ہے اور بعض نے اس طرح پر بیان کیا ہے۔ یوسف بن عبد اللہ بن یونس بن محمد، واللہ اعلم بالصواب۔

مغلطائی محدث

مغلطائی بن قلیج ترکی مصری[1] : ۶۸۹ھ میں پیدا ہوئے۔ علاؤ الدین لقب تھا اپنے

[1] مغلطائی بن قلیج بن عبد اللہ حکری ددستور الاعلام" (مرتب)

زمانہ کے امام حدیث اور اس کے فنون میں حافظ، عارف اور علم فقہ و انساب وغیرہ میں علامہ زمانہ محقق مدقق صاحب تصانیفِ کثیرہ تھے چنانچہ ایک سو کتاب سے زیادہ آپ نے تصنیف فرمائیں جن میں سے تلویح شرح صحیح بخاری اور شرح ابن ماجہ مشہور و معروف ہیں۔ وفات آپ کی ماہ شعبان ۷۶۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ ولادت "نکتہ پرداز" اور تاریخ وفات "متبوع مدقق" "آئینۂ تواریخ" سے نکلتی ہے۔

عمر غزنوی

عمر بن اسحٰق بن احمد ہندی غزنوی : ابو حفص کنیت سراج الدین لقب تھا، اپنے وقت کے امامِ فاضل، فقیہِ محدث، علامہ بے نظیر بڑے ذکی و فہیم اور مناظرہ و مباحثہ میں شہسوار تھے تقریباً ۷۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ فقہ امام زاہد وجیہ الدین دہلوی اور شمس الدین خطیب دہلوی اور ملک العلماء سراج الدین ثقفی دہلوی اور رکن الدین بدایونی سے جو اغرہ تلامذہ ابی القاسم تنوخی تلمیذ حمید الدین ضریر کے ہیں، حاصل کی اور مصر میں جاکر وہاں کے قاضی القضاۃ ہوئے، تصانیف بھی نہایت معتبر اور عمدہ بکثرت کیں جن میں سے توشیح شرح ہدایہ، زبدۃ احکام فی اختلاف ائمۃ الاعلام، شامل فی الفقہ، شرح بدیع الاصول، شرح مغنی، مغرۃ المنیفہ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ، شرح زیادات، شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر لیکن نامکمل، شرح تائیہ ابن الفارض، کتاب الخلاف، کتاب التصوف، شرح المنار، شرح المختار، تواشیح الانوار فی الرد علی من انکر علی العارفین، لطائف الاسرار، عدۃ الناسک فی المناسک، شرح عقیدۃ الطحاوی، اللوامع فی شرح جمع الجوامع مشہور و معروف ہیں۔ وفات آپ کی بقول کفوی ۷۶۳ھ اور بقول سیوطی و صاحبِ کشف الظنون ۷۷۳ھ میں ہوئی۔ "انوارِ شہر" اور "آرائشِ دوراں" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

شیخ حمید الدین دہلوی

شیخ حمید الدین دہلوی : عالمِ کبیر، فقیہِ متدین، فاضلِ اجل، محقق و مدقق تھے، علامہ ابن کمال نے آپ کی بڑی تعریف کی ہے۔ آپ نے ہدایہ کی شرح نہایت برجستہ تصنیف کی اور ۷۶۴ھ میں وفات پائی۔ "تاجِ عصر" تاریخِ وفات ہے۔

ابن ربوہ

محمد بن احمد بن عبد العزیز قونوی دمشقی المعروف بہ ابنِ ربوہ : بڑے عالم فاضل، اصولی، فقیہ، محدث، مفسر، جدلی، نحوی، لغوی، علامہ فنون، سوارِ میدانِ بحث تھے۔ ناصر الدین لقب تھا، علم رضی الدین ابراہیم بن سلیمان منطقی اور علاء الدین علی بن بلبان فارسی سے پڑھا۔ شرح منار اور قدس الاسرار

فی اختصار المنار اور مذہب المنکیہ شرح فرائض السراجیہ تصنیف کیں اور شام کے ملک میں ۷۶۴ھ میں وفات پائی۔ "شہنشاہِ زمانہ" تاریخ وفات ہے۔

ابن السراج

محمد بن عمر بن شہاب الدین محمود بن ابی بکر بن عبد القاہر رازی المعروف بہ ابن السراج: ابی العباس احمد سروجی کی سبط میں سے بڑے عالم فاضل، فقیہ، مفتی تھے۔ نجم الدین ابراہیم طرسوسی صاحب فتاوےٰ طرسوسیہ کے عہد میں دمشق کے مفتیوں میں سے تھے۔ فقہ وغیرہ اپنے باپ سراج الدین عمر تلمیذ حصیری سے حاصل کی اور شنبہ کے روز ۲۰ ذیقعدہ ۷۶۶ھ میں وفات پائی۔ "ماہِ خلق" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

احمد عینتابی

احمد بن ابراہیم بن ایوب عینتابی: ابو العباس کنیت اور شہاب الدین لقب تھا قلعہ عینتاب میں جو درمیان حلب اور انطاکیہ کے واقع ہے، رہتے تھے۔ دمشق کے عسکر کی قضاء آپ کے سپرد کی گئی۔ فتوےٰ اور درس کے لئے لوگ بکثرت آپ کے پاس آتے تھے۔ فقہ میں کتاب منبع شرح مجمع البحرین اور اصول میں شرح مغنی تصنیف کی اور ۷۶۷ھ[1] میں وفات پائی۔ تاریخِ وفات "رائے روشن" ہے۔

جابر خوارزمی کانی

جابر بن محمد بن عبد العزیز بن یوسف الخوارزمی الکانی: ۶۶۷ھ میں شہر کان میں جو خوارزم کے شہروں میں سے ہے، پیدا ہوئے۔ عالمِ متبحر اور فاضلِ ماہر، محقق فی المنقول والمعقول تھے۔ ابو عبد اللہ کنیت اور افتخار الدین لقب رکھتے تھے۔ علم اپنے ماموں ابی المکارم بن ابی المفاخر سے حاصل کیا اور حدیث کو دمیاطی سے سنا۔ تحدیث و افتاء میں اپنی عمر صرف کی اور ۷۶۷ھ کو قاہرہ میں وفات پائی۔ "ہادیٔ مذہب" تاریخِ وفات ہے۔

عبد الوہاب دمشقی

عبد الوہاب بن احمد بن وہبان دمشقی: ابو محمد کنیت، امین الدین لقب تھا۔ ۷۳۳ھ سے پہلے پیدا ہوئے۔ فقہ فخر الدین احمد بن علی بن فصیح شاگرد حسن سغناقی تلمیذ حافظ الدین الکبیر محمد بخاری سے حاصل کی اور دیگر علوم علمائے شام سے اخذ کئے، یہاں تک کہ درجہ کمال کو پہنچے اور عربی، فقہ، قرأت، ادب وغیرہ میں امام فاضل اور عالم ماہر اور فقیہ نبیہ ہوئے۔ بڑے نیک سیرت، امین، حکیم تھے، پہلے مدرس رہے پھر ۷۶۰ھ میں شہر حماۃ کی قضاء آپ کے سپرد ہوئی لیکن دوسرے سال معزول ہوگئے

[1] بعمر ۹۰ سال (مرتب)

پھر تیسرے سال اس پر مقرر کئے گئے اور باقی عمر اس عہدہ پر قائم رہے اور قاضی القضاۃ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ہزار بیت کا بحر طویل میں قافیہ راء پر ایک عمدہ قصیدہ منظوم کیا اور اس میں عجیب و غریب مسائل فقہ مذہب حنفیہ کے لائے پھر اس کی دو جلد میں شرح تصنیف کی۔ اس کے بعد کتاب درر البحار مصنفہ محمد بن یوسف قونوی کی شرح تصنیف کی لیکن چالیس سال کی عمر ماہ ذی الحجہ ۷۶۸ھ میں مصنف درر البحار کی حیات میں فوت ہو گئے۔ تاریخ وفات آپ کی "ہادیٔ مذاہب" ہے۔

قاضی محمد شبلی دمشقی

قاضی محمد بن عبد اللہ شبلی[1] دمشقی : ابو البقاء کنیت اور بدر الدین لقب تھا ۷۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ عالم فاضل فقیہ محدث تھے۔ علم حافظ ذہبی اور مزنی سے حاصل کیا اور انہیں سے حدیث کو کثرت سے سنا۔ ایک نفیس کتاب مسمّٰی بہ آکام المرجان فی احکام الجان تصنیف فرمائی جس میں جنات کے حالات و اخبار مع کیفیت ان کی پیدائش و آثار کے اس خوبی و خوش اسلوبی سے تحریر فرمائے کہ آج تک ایسی کوئی کتاب اس علم میں تصنیف نہیں ہوئی۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے آپ کی اس کتاب کو ملخص کیا اور کچھ اپنی طرف سے زیادہ کر کے نام اس کا اکام المرجان فی اخبار الجان رکھا۔ علاوہ کتاب مذکور کے کتاب محاسن الوسائل الی معرفۃ الاوائل اور قلادۃ النحر فی تفسیر سورۃ الکوثر تصنیف کیں۔ آپ کا حال آپ کے شیخ ذہبی نے بھی اپنی کتاب معجم مختص میں لکھا اور آپ کو رئیس طلباء اور رجوان فضلاء سے یاد کیا۔ وفات آپ کی ۷۶۹ھ میں ہوئی، "سراجِ شہر" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

عبد اللہ ترکمانی ماردینی

عبد اللہ بن علی بن عثمان ترکمانی ماردینی : ۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ جمال الدین لقب اور قاضی القضاۃ کا منصب آپ کو سپرد تھا۔ علم اپنے والدِ ماجد سے پڑھا اور انہیں سے حدیث کو بیان کیا۔ مدت تک شہر کاملیہ میں مدرس رہے اور تصنیف و تالیف میں اپنی عمر بسر کی۔ جب آپ کے والد فوت ہوئے تو آپ ولایتِ مصر کی قضاء کے متولی ہوئے۔ جمعہ کی صبح ۱۱ر شعبان ۷۶۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کے والد علاء الدین علی المشہور بہ ابن الترکمانی اور جدِّ امجد فخر الدین عثمان اور چچا تاج الدین احمد بن عثمان اور چچیرے بھائی محمد بن احمد بن عثمان بھی اپنے زمانہ کے فاضلِ بے مثل اور فقیہِ بے بدل گذرے ہیں۔

محمد بن جمال الدین اقصرائی

محمد بن محمد بن محمد بن امام فخر الدین رازی : جمال الدین اقصرائی لقب تھا۔ بڑے محقق و

---

[1] شبلی دمشقی ثم طرابلسی ولادت ۷۱۲ھ "معجم المولفین" (مرتب)

مدقق اور عارف مذہب وحسن سیرت تھے۔ مدرسۂ قراماں میں جو مدرسۂ مسلسلہ کے نام سے مشہور تھا۔ مدرس مقرر ہوئے۔ مدرسہ کے مالک نے یہ شرط کی تھی کہ میں اس مدرسہ میں اس شخص کو مدرس مقرر کروں گا جس کو علاوہ دیگر علوم وفنون کے صحاح جوہری یاد ہوگی، چونکہ یہ شرط آپ میں پائی جاتی تھی اس لئے آپ وہاں کے مدرس مقرر ہوئے، تفسیر کشاف کے حواشی لکھے اور معانی وبیان میں شرح ایضاح اور طب میں شرح موجز تصنیف فرمائی اور کچھ اوپر ۸۸۰ھ میں وفات پائی۔ "حق پرست" تاریخ وفات ہے۔ آپ کے باپ محمد بن محمد بن امام فخر الدین نے بھی اگرچہ تحصیل علم میں بڑی کوشش کی مگر اپنے دادا کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکے اس لئے انہوں نے صرف عزت وعظ پر قناعت کی اور عمر بھر وعظ اور علوم تصوف میں گفتگو کرتے رہے، البتہ آپ کے جدِ امجد محمد بن امام فخر الدین رازی رتبہ فضیلت کو پہنچے تھے اور امام فخر الدین ان سے بڑی محبت کرتے تھے چنانچہ امام نے کئی کتابیں ان کیلئے تصنیف کیں مگر افسوس وہ عنفوانِ شباب میں فوت ہوگئے امام فخر الدین تو شافعی المذہب تھے مگر جمال الدین اقسرائی اور آپ کے والد ماجد محمد واعظ حنفی المذہب ہوئے ہیں' اقسرائی طرف اقصریٰ کے منسوب ہے جو ایک شہر کا نام ہے اق بمعنے ابیض وصریٰ بمعنے قصر ہیں جس کا ترجمہ سفید محل ہے جنہوں نے اقسرائی سین سے لکھا ہے۔

عمر بن اسحٰق غزنوی

عمر بن اسحٰق بن احمد غزنوی : ابوحفص کنیت، سراج الہندی لقب تھا۔ ۷۰۴ھ میں پیدا ہوئے، بڑے عالم فاضل، اصولی، مفسر، فقیہ، محدث، وسیع العلم، کثیر المہابۃ، ذی وجاہت، شیخ الحنفیہ تھے۔ فقہ کو وجیہ رازی وسراج ثقفی اور زین بدایونی وغیرہ علمائے ہند سے حاصل کیا اور حج کیا اور قاہرہ میں قاضی حنفیہ مقرر ہوئے۔ ابن ابی حجلہ کو ابن الفارض کے حق میں کلام کرنے کے باعث تعزیر دی، لیکن صوفیوں سے تعصب رکھا کرتے تھے۔ ۷ رجب کی رات ۷۷۳ھ کو وفات پائی۔ قرآن شریف کی ایک تفسیر آپ کی عمدہ تالیفات سے یادگار ہے۔ "ستارۂ زمین" تاریخ وفات ہے۔

شیخ یوسف

شیخ یوسف اشیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے خلفاء میں سے عالم علوم ربانی اور ماہر فقہ وحدیث وتفسیر تھے۔ ایک کتاب مسمی بہ تحفۃ النصائح مشتمل بر احکام شرع وفرائض وسنن وآداب نظم میں تصنیف کی اور اس کی ہر ایک بیت کو رائے مہملہ پر ختم کیا اور ۷۴۲ھ میں وفات پائی۔

صاحب جواہر المضیہ

عبد القادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم قرشی : ابومحمد کنیت اور محی الدین لقب تھا، عالم فاضل، فقیہ محدث، جامع علوم نقلیہ وعقلیہ، حاوی فروع واصول تھے۔ ۶۹۶ھ[1] میں پیدا ہوئے۔

---

[1] ولادت ۶۹۶ھ "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام"۔ مرتب

علم علاء الدین علی بن عثمان ترکمانی اور ان کے باپ عثمان ترکمانی اور ہبۃ اللہ عرکستانی سے پڑھا اور انہیں سے احادیث کو سُنا اور روایت کیا۔ مدت تک تدریس و افتاء میں مشغول رہے، تصانیف بھی بہت کیں چنانچہ عنایہ فی شرح وتخریج احادیث ہدایہ۔ شرح معنی الآثار طحاوی، شرح خلاصۃ الدلائل، جواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، تہذیب الاسماء الواقعہ فی الہدایہ، کتاب البستان فی مناقب النعمان، الطرق والوسائل فی تخریج احادیث خلاصۃ الدلائل، الاعتماد فی شرح الاعتقاد کتاب اوہام الہدایہ، کتاب فی المؤلفۃ قلوبہم، کتاب الرد علی ابن ابی شیبہ آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ وفات آپ کی ماہ ربیع الاول ۷۷۵ھ میں ہوئی۔ صاحب اعتبار" تاریخ وفات ہے۔

ابنِ سوسی

علی بن نصر بن عمر : نورالدین لقب اور ابنِ سوسی کے نام سے مشہور تھے۔ فقیہ فاضل، اصولی کامل تھے۔ مدت تک مدرسہ حامیہ کے مدرس رہے اور ایک کتاب فقہ میں تصنیف کی مگر جب کتاب النکاح تک پہنچے تو ۷۷۵ھ میں موت کا پیادہ آگیا اور اس کو کامل نہ کر سکے۔

منصور خوارزمی

منصور بن احمد بن یزید خوارزمی : ابو محمد کنیت تھی، بڑے عالم فاضل، جامع علوم و فنون تھے۔ کتاب مغنی خبازی کی شرح نہایت مفید تصنیف کی اور ۷۷۵ھ میں وفات پائی۔

ابن الصائغ

محمد بن عبدالرحمٰن بن علی المعروف بہ شمس الدین ابن الصائغ : عالمِ ماہر، فاضل متبحر، جامعِ علوم، ضابطِ فنون، کثیر الاستحضار، فقیہ محدث، بارع، لغوی، نحوی، حسن النظم والنثر، حسن الاخلاق اور روساء کے لئے کثیر المعاشرہ تھے۔ سنہ ۷۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ فقہ وغیرہ شہاب بن مرحل اور ابی حیان اور فخر زیلعی سے پڑھی اور حدیث کو شام مصر میں دبوسی اور ابی الفتح یعمری سے سُنا اور روایت کیا اور آپ سے علامہ عزالدین محمد بن ابی بکر بن جماعہ نے پڑھا اور جمال بن ظہیرہ اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز بن جماعہ نے روایت کی۔ مدت تک جامع طولونی وغیرہ کے مدرس اور دار العدل کے مفتی رہے پھر قضاء عسکر کی آپ کے سپرد کی گئی۔ شرح مشارق الانوار، شرح الفیہ، التعلیقہ فی مسائل الدقیقہ، مجمع الفرائد (سترہ جلد میں)، المبانی فی المعانی، منہج القویم فی فوائد متعلق بالقرآن العظیم، نتائج الافکار والرقم شرح بردہ، الوضع الباہر فی رفع افعل والظاہر، اختراع الفہوم لاجتماع العلوم، روض الافہام فی افہام الاستفہام، المجمع، الاختصار، التذکرہ (نحو میں) حاشیہ مغنی ابن حسام وغیرہ تصنیف کیں اور ۱۱ ماہ شعبان ۷۷۶ھ

لہ رمز ذی "دستور الاعلام" (مرتب)

یا ۷۷۷ھ میں وفات پائی۔ "میرِ کشور" اور "آرائشِ دارین" تاریخِ وفات ہیں۔

ابنِ ابی حجلہ

احمد بن یحییٰ بن ابی بجا التلمسانی المعروف بہ ابن ابی حجلہ نزیل الدمشق ثم القاہرہ ۷۲۵ھ[1] میں پیدا ہوئے اور علم میں مشغول ہو کر ادیبِ اجل، فصیحِ اکمل ہوئے، پھر حج کیا۔ حنفی المذہب حنبلی الاعتقاد تھے، اگرچہ شعر کہتے تھے مگر عروض اچھی طرح نہیں کرتے تھے، کتب کو نظم و نثر میں لکھا اور بہت سے مجامیع کو جمع کیا جن میں سے دیوانِ صبابہ و منطق الطیر اور سکردان (علم محاضرات میں) اور ادب الغصن اور اطیب الطیب و نغمۃ الشاملہ فی العشرۃ الکاملہ اور قصیرات الجمال وغیرہ ہیں اور غرۂ ماہِ ذی الحجہ ۷۷۶ھ کو ۵۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔ "مہرِ سپہرِ جلالت" تاریخِ وفات ہے۔

محمود بن احمد قونوی

محمود بن احمد بن مسعود بن عبدالرحمٰن قونوی : کنیت آپ کی ابوالثناء اور لقب جلال الدین تھا۔ عالمِ فاضل، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ علم اپنے باپ ابی العباس احمد شاگرد جلال الدین خبازی تلمیذ عبدالعزیز بخاری شاگرد فخر الدین محمد مایمرغی سے اخذ کیا اور تدریس و افتاء کا کام دیا اور دمشق کے قاضی ہوئے۔ کتاب منتہی شرح مغنی فی الاصول، قلائد شرح عقائد، زبدۃ شرح عمدہ، خلاصۃ النہایہ حاشیۃ الہدایہ، تقریر شرح تحریر القدوری، تہذیب احکام القرآن، جمع بین وقفی ہلال والخصاف، اعجاز فی الاعتراض علی الادلۃ الشرعیہ، معتمدہ مختصر مسند ابی حنیفہ، معتقد شرح معتمد وغیرہ تصنیف کیں۔ علاوہ ان کے ایک مقدمہ رفع الیدین فی الصلوٰۃ تصنیف کیا اور اس میں اس بات کو ثابت کیا کہ رفعِ یدین مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔ وفات آپ کی دمشق میں ۷۷۰ھ یا ۷۸۱ھ میں ہوئی۔ "امیرِ کشور" اور "روشن گہر" تاریخِ وفات ہے۔

احمد بن علی دمشقی

احمد بن علی بن منصور دمشقی : ابوالعباس کنیت اور شرف الدین لقب تھا۔ اپنے وقت کے امامِ فاضل اور فقیہ محدث تھے۔ ولایتِ مصر کی قضا آپ کو تفویض کی گئی۔ آپ نے کتاب مختار کو جو فقہ میں ہے، مختصر کر کے اس کا تحریر نام رکھا اور نیز اس پر شرح لکھی مگر ابھی کامل ہونے نہیں پائی تھی کہ آپ نے ۷۸۲ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ "نورِ کشور" تاریخِ وفات ہے۔

اکمل الدین بابرتی صاحبِ عنایہ

محمد بن محمد بن محمود بابرتی : اکمل الدین لقب تھا۔ امامِ محقق، علامہ مدقق، حافظ، ضابط،

---

[1] ولادت ۷۰۰ھ سے قبل "ہدیۃ العارفین" (مرتب)

فقیہ، محدث، لغوی، نحوی، صرفی، عارفِ معانی و بیان، جامعِ علوم و فنون، عدیم النظیر، فقید المثیل، قوی النفس، عظیم الہیبۃ، وافر العقل تھے۔ ۷۱۰ھ کے قریب پیدا ہوئے۔ مبانی علم کے اپنے شہر کے علماء و فضلاء سے پڑھے پھر حلب کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا پھر ۷۴۰ھ کے بعد قاہرہ میں آئے اور ابو الثناء شمس الدین اصفہانی اور ابی حیان سے عربی پڑھی اور حدیث کو دلاصی اور ابن عبد الہادی سے سنا اور فقہ قوام الدین محمد بن محمد کاکی شاگرد حسام الدین حسن سغناقی تلمیذ حافظ الدین کبیر محمد بخاری سے حاصل کی اور آپ سے سید المحققین ابو الحسن سید شریف علی جرجانی اور شمس الدین محمد بن حمزہ فناری اور بدر الدین محمود بن اسرائیل وغیرہ نے تفقہ کیا اور آپ کو شیخونیہ کی مشیخت دی گئی اور کئی دفعہ قضاء کے لئے بھی کہا گیا مگر آپ نے اس کو اختیار نہ کیا اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے، چنانچہ شرح مشارق الانوار، شرح ہدایہ المسمی بہ عنایہ، شرح مختصر ابن حاجب، شرح منار، شرح فرائض سراجیہ، شرح تلخیص جامع خلاطی، شرح تجرید طوسی، شرح الفیہ ابن معطی، حواشی تفسیر کشاف، شرح کتاب الوصیہ امام ابو حنیفہ، شرح تلخیص مفتاح، کتاب التقریر، شرح اصول بزدوی، کتاب الانوار (اصول میں) تفسیر قرآن شریف وغیرہ تصنیف کیں اور جمعہ کی رات ۱۹ ماہ رمضان ۷۸۶ھ میں وفات پائی اور شیخونیہ مصر میں دفن کئے گئے۔ آپ کے جنازہ پر سلطان مع اعیان و ارکان کے حاضر ہوا "معدنِ برکت"، تاریخِ وفات ہے۔ بابرتی طرف بابرتا کے منسوب ہے جو بغداد کے علاقہ میں ایک شہر ہے۔

میر سید علی ہمدانی

میر سید علی ہمدانی[1]: ہمدان میں دوشنبہ کے روز ۱۲ رجب ۷۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ مخزن علومِ ظاہری، مظہر تجلیاتِ ربانی، عالمِ عامل، عارفِ کامل، صاحبِ کرامات و خوارقِ عادات تھے، علومِ ظاہری و باطنی میں آپ کو وہ کمال حاصل تھا کہ ایک سو ستر سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں جن میں سے مجمع الاحادیث، شرح اسماء الحسنیٰ، ذخیرۃ الملوک، شرح فصوص الحکم، مرآۃ التائبین، شرح قصیدہ خمریہ و فارضیہ، آداب المریدین، اور دس قواعد اشہر ہیں۔ ۷۸۰ھ میں مع سات سو رفقاء و سادات کے ہمدان سے کاشمیر میں تشریف لائے اور محلہ علاء الدین پورہ میں جہاں اب آپ کی خانقاہ فیض پناہ ہے، جلوہ افروز ہوئے۔ بادشاہ کمال خشوع و خضوع سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسلام نے جو بلبل شاہ کے وقت سے کاشمیر میں رواج پکڑنا شروع کیا تھا آپ کے وقت میں رونق بے اندازہ حاصل کی، اسی لئے آپ کو بانی مبانی اسلام کہتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

یعنی آں بانی مسلمانی   میر سید علی ہمدانی

[1] بن سید شہاب الدین ہمدانی مفصل حالات کے لئے "امیر کبیر سید علی ہمدانی" مرتبہ ڈاکٹر رشید شرف ظفر مطبوعہ ۱۹۷۶ء [illegible] ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

بادشاہ کو جو جمع بین الاختین کیا ہوا تھا، آیت لا تجمعوا بین الاختین پر عمل کرایا۔ تین دفعہ کاشمیر میں آئے اور تین ہی بار سیر و سیاحت ربع مسکون کی فرمائی۔ جب اخیر کو کاشمیر سے رحلت کی تو بہتر سال کی عمر میں سیدان کبیر میں پہنچ کر ۷۸۶ھ میں انتقال فرمایا اور نعش آپ کی ختلان میں لے جاکر دفن کی گئی۔ مزار آپ کا زیارت گاہ عام ہے۔ شیخ میر محمد اویسی نے قطعہ تاریخ آپ کا اس طرح پر کہا ہے ؎

فخر عارفاں شہ ہمداں — کز دمش باغ معرفت بشگفت

مظہر نور حق کہ رویش بود — عاقبت از جہانیاں بنہفت

عقل تاریخ سال رحلت او — سید با علی ثانی گفت

ابراہیم بن محمد حلبی

ابراہیم بن محمد بن عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ عقیلی حلبی المعروف بہ ابن عدیم : ماہ ذی الحجہ ۷۱۱ھ میں پیدا ہوئے، بڑے دیندار عالم فاضل تھے۔ نماز ہمیشہ جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے اور حلب کے قاضی تھے۔ وفات آپ کی ماہ ذی الحجہ ۷۸۷ھ میں ہوئی۔ "معدن برکات" تاریخ وفات ہے۔

قونوی

محمد بن یوسف بن الیاس قونوی : شمس الدین لقب تھا۔ فاضل بے بدل، محدث کامل، جامع فروع و اصول، ضابط معقول و منقول تھے۔ ابن قطلوبغا نے ابن حبیب سے روایت کی ہے کہ شمس الدین محمد اپنے وقت کے علم و عمل میں امام اور طریقہ میں خیر اہل زمانہ، علامۃ العلماء، قدوۃ الزہاد تھے۔ علم تاج الدین اسمٰعیل بن خلیل شاگرد فخر الدین عثمان بن مصطفٰے ترکمانی تلمیذ صدر الدین سلیمان بن ابی العز شاگرد حصیری سے اخذ کیا اور ایسی جید تصنیفات کیں جو آپ کے غزارۂ علم اور دقیق فہم پر دال ہے چنانچہ شرح تلخیص مفتاح، شرح مجمع البحرین، شرح عمدۃ النسفی جو اصول دین میں ہے اور درر البحار تصنیف کیں اور امام نووی کی کتاب منہاج شرح صحیح مسلم اور کتاب مفصل زمخشری کو مختصر کیا اور ۵ جمادی الاولیٰ ۷۸۸ھ میں وفات پائی۔ "کوکب برج سعادت" تاریخ وفات ہے۔

علی سیرافی

علی سیرافی : علاء الدین لقب تھا، عالم فاضل، فقیہ کامل تھے۔ علم جلال الدین کرلانی صاحب کفایہ حاشیہ ہدایہ تلمیذ حسن بن علی سغناقی صاحب نہایہ اور عبدالعزیز بخاری صاحب کشف سے حاصل کیا اور آپ سے سراج الدین عمر قاری الہدایہ استاد ابن ہمام نے ہدایہ پڑھا اور سنہ ۷۹۰ھ میں وفات پائی۔ سیرافی سیراف کی طرف منسوب ہے جو بلاد فارس میں ایک شہر حد کرمان سے ملا ہوا ہے۔

سیّد یوسف حسینی

سید یوسف بن جمال حسینی : عالمِ فاضل، جامع منقول و معقول، فقیہ، اصولی اور مولانا جلال الدین رومی کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کے آباء و اجداد مشہد سے آکر ملتان میں متوطن ہوئے تھے اور آپ بذاتِ خود سلطان فیروز کے عہد میں سپاہیانہ لباس میں ملتان سے دہلی میں آئے۔ سلطان نے آپ کی فضیلت و علمیت کو مشاہدہ کر کے آپ کو اس مدرسہ میں مدرس مقرر کیا جو حوض خاص پر تعمیر کرایا اور نیز اپنا مقبرہ وہاں بنوایا تھا، جہاں آپ کئی سال تک مسند درس و افادت پر متمکن ہو کر عوام خواص کو اپنے چشمۂ علوم سے سیراب کرتے رہے۔

صاحبِ اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ آپ کو ہر ایک جمعہ کی رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوا کرتی تھی۔ آپ نے قاضی ناصر الدین بیضاوی کی کتاب لُبّ الالباب فی علم الاعراب پر جو ایک متنِ متین اور اس ولایت میں مشہور و معروف ہے، ایک بسیط شرح نہایت تنقیح و ایجاز و اختصار کے ساتھ تصنیف کی جو یوسفی کے نام سے مشہور ہے اور اصولِ فقہ میں کتاب منار کی شرح مسمےٰ بہ توجیہ الکلام تصنیف فرمائی۔ وفات آپ کی ۷۹۰ھ میں ہوئی اور حوضِ خاص پر دفن کئے گئے۔ ”حقائق شعار“ تاریخِ وفات ہے۔

قاضی عبدالمقتدر

قاضی عبدالمقتدر بن قاضی رکن الدین الشریحی الکندی : عالم، فاضل، فقیہ، ادیب، فصیح، بلیغ، جامع علومِ نقلیہ و عقلیہ، صاحبِ ظاہر و باطن تھے، قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے آپ سے علم حاصل کیا۔ بہت سے قصائد و غزلیات عربی آپ کی تصنیفات سے ہیں، خصوصاً آپ کا وہ قصیدہ جو معارضۂ لامیۃ العجم میں آپ نے کہا ہے، آپ کی کمال فصاحت و بلاغت پر دال ہے۔ آپ ہمیشہ تدریس و تنشیر علوم میں مصروف رہے اور اکثر طالب علموں کو تحصیل علم اور حفظِ شریعت کی وصیت کیا کرتے اور فرماتے تھے کہ ایک مسئلہ شرعیہ میں فکر کرنا اس ہزار رکعت پر فضیلت رکھتا ہے جو عجب و ریا سے پڑھی جائے۔

کہتے ہیں کہ آپ طالب علمی کے وقت اکثر شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے پاس جاتے اور ان سے بحث کرتے اور وہ آپ کی بحث کو پسند کرتے اور آپ کو تحصیلِ علوم کی ترغیب دیتے تھے یہاں تک کہ آپ بعد تحصیل علوم کے شیخ موصوف کے مرید ہوئے اور صفائے باطنی حاصل کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور مناقبِ چشت میں ایک کتاب مناقب الصدیقین تصنیف کی جس میں شیخ موصوف کے بڑے

مناقب درج کئے اور اٹھاسی سال کی عمر میں ۲۶ ماہ محرم ۷۹۱ھ میں وفات پائی اور درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی میں شمسی کے حوض پر اپنے والد کے متصل مدفون ہوئے" نورِ سعادت" تاریخ وفات ہے۔

علّامہ تفتازانی

مسعود بن عمر بن عبداللہ تفتازانی : سعد الدین لقب تھا، ۷۲۲ھ میں شہر تفتازان واقع خراسان میں پیدا ہوئے۔ علوم قطب ورعضد سے اخذ کئے یہاں تک کہ امامِ اجل، علامہ، فاضل، صرف ونحو ومعانی وبیان کے عالم ماہر اور اصول مذہب ومنطق وغیرہ کے عارفِ اکمل، استاذ علی الاطلاق مشہورِ آفاق ہوئے۔ مدت تک آپ امیر تیمور کی مجلس میں صدر الصدور رہے۔ کفوی نے کہا ہے کہ انھوں نے آپ جیسا اعلام واعیان میں کوئی نہیں دیکھا یہاں تک کہ سید شریف مبادی تالیف اور اثنائے تصنیف میں آپ کے بحار تحقیق وتحریر میں غوطے مارتے تھے اور تدقیق وتسطیر کے موتی چنتے اور آپ کی شانِ جلالت وفضیلت کی تعریف کرتے تھے لیکن جب آپ کا اور سید شریف کا تیمور کی مجلس میں مباحثہ ومناظرہ ہوا تو پھر باہم اتفاق قائم نہ رہا اور سید شریف آپ کے اقوال کی تردید میں ملتزم ہوئے۔ بعض نے آپ کو حنفی المذہب اور بعض نے شافعی قرار دیا ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ کو فقہ حنفی کی طرف بڑی رغبت تھی اور اس کو آپ نے یہاں تک پسند کیا کہ کثرت سے اس میں تصنیفات فرمائی اور نیز قضاء حنفیہ کے متولی ہوئے اور آپ کے زمانہ میں مذہب حنفیہ اور فنونِ علمیہ کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی۔ آپ کی زبان میں ذرا لکنت تھی۔ آپ کی تصنیفات سے اصول عقائد میں شرح عقائد نسفی اور تلخیص مفتاح کی دو شرح کبیر وصغیر یعنی مطول ومختصر معانی اور سرد جی کی شرح ہدایہ کا تکملہ اور فتاوی حنفیہ اور شرح تلخیص جامع الکبیر اور تلویح حاشیہ توضیح اور حواشی کشاف غیر مکمل اور شرح زنجانی اور شرح شمسیہ اور شرح خطبہ ہدایہ غیر مکمل اور شرح عضد اور کتاب ارشاد (نحو میں) حاشیہ شرح مختصر الاصول اور مقاصد الکلام اور اس کی شرح اور تہذیب المنطق والکلام وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔ سمرقند میں یکشنبہ کے روز ماہ محرم ۷۹۱ھ میں وفات پائی اور چہارشنبہ کے روز ۹ جمادی الاولی کو آپ کی نعش سرخس کی طرف لے جاکر دفن کی گئی۔ نورِ سعادت تاریخ وفات ہے۔

روضۃ الاخیار المنتخب میں ربیع الابرار میں آپ کی تصنیفات کی تواریخ اس طرح لکھی ہیں کہ پہلے پہل آپ نے ماہ شعبان ۷۳۸ھ میں سولہ سال کی عمر میں زنجانی کی شرح لکھی اور شرح تلخیص مطول سے ہرات میں ماہ صفر ۷۴۸ھ میں اور اس کے اختصار سے مقام غجدوان میں ۷۵۶ھ میں اور شرح رسالہ شمسیہ سے ماہ جمادی الاولی ۷۵۲ھ میں مزار جام میں اور تلویح حاشیہ توضیح سے ماہ ذیقعد

۷۵۶ھ میں مقام گلستان و ترکستان میں اور شرح عقائد نسفی سے ماہ شعبان ۷۶۸ھ میں اور حاشیہ شرح مختصر الاصول سے ۷۷۰ھ میں اور رسالہ ارشاد سے ۷۷۴ھ میں خوارزم میں اور مقاصد الکلام اور اس کی شرح سے ماہ ذی قعد ۷۸۴ھ میں اور تہذیب المنطق والکلام سے ماہِ رجب ۷۸۹ھ میں اور شرح مفتاح سے ماہ شوال ۷۸۹ھ میں سمرقند میں فراغت پائی، فتاویٰ حنفیہ کی تالیف میں یکشنبہ کے روز ۹ ماہ ذلیقعد ۷۶۹ھ کو ہرات میں اور مفتاح الفقہ میں ۷۷۲ھ کو اور شرح تلخیص جامع کبیر میں ۷۸۶ھ کو سرخس میں اور شرح کشاف میں ۸ ماہ ربیع الآخر ۷۸۹ھ میں مشغول ہوئے۔

قاضی القضاۃ احمد بن حسن القروی

احمد بن حسن بن احمد بن حسن القروی : ۶۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ابو المفاخر کنیت جلال الدین لقب اور قاضی القضاۃ خطاب تھا اور شہر انقرہ میں جو روم کے شہروں میں سے ایک شہر ہے، رہنے والے تھے۔ فقہ اپنے باپ سے پڑھی، جامع کبیر اور زیادات کی شرح کو جو عتابی نے تصنیف کی ہے، فخر الدین عثمان بن مصطفےٰ ماردینی اور فرائض ابی العلاء کو شمس الدین محمود فرضی سے پڑھا۔ قطب نے تاریخِ مصر میں لکھا ہے کہ آپ جامع فضائل اور سخی اور ذی مروت اور حسن المعاشرت اور محبِ اہلِ علم تھے۔

جب سترہ سال کے ہوئے تو دمشق کی قضا آپ کے سپرد کی گئی جہاں آپ نے تدریس بھی کی، ۷۳۰ھ میں مصر میں تشریف لائے، جب بیمار ہوتے تو کہتے کہ مجھ کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تو بڑی عمر کا ہو گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ مارے بڑھاپے کے کوزہ پشت ہو گئے اور ۷۹۱ھ میں ایک سو بیالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ صاحب کتاب آکام المرجان فی احکام الجان اپنی اس کتاب کے تیسویں باب میں لکھتے ہیں کہ ہم سے قاضی جلال الدین نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مجھ کو میرے والد ماجد مشرق کی طرف واسطے لانے اہل و عیال کے سفر میں لے گئے۔ ایک دن ہم کو بارش نے نہایت ناچار کیا اور ہم ایک جماعت کے ساتھ ایک غار میں جا کر سو رہے، ناگہاں مجھ کو کسی نے جگا دیا، جب میں نے نیند سے ہوشیار ہو کر دیکھا تو مجھ کو ایک درمیانہ قد عورت نظر پڑی جس کی ایک آنکھ طول میں پھٹی ہوئی تھی جس سے میں ڈر کر کانپنے لگا۔ اس نے کہا کہ تو کیوں ڈرتا ہے میں اپنی خوبصورت بیٹی کا جو چاند کے مثل ہے، تجھ سے نکاح کر دیتی ہوں۔ میں نے خوف سے کہا خدا خیر کرے، پھر جو میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو مجھ کو چند عورتیں آنکھیں پھٹی ہوئی قاضی اور گواہوں کی ہیئت میں دکھائی دیں، وہ میرا نکاح پڑھ کر غائب ہو گئیں پھر وہی عورت ایک خوبصورت لڑکی کو لائی اور اس کو چھوڑ کر چلی گئی مگر اسکی

بھی آنکھ بیٹھی ہوئی مثل ماں کے تھی، پھر تو مجھ کو زیادہ خوف ہوا۔ ہر چند میں نے سنگ ریزوں سے سب پاس کے لوگوں کو جگایا مگر وہ بیدار نہ ہوئے یہاں تک کہ کوچ کا وقت آن پہنچا اور ہم چل پڑے اور وہ عورت میرے ہمراہ تھی، اسی طرح تین دن گزر گئے، چوتھے روز پھر اس کی ماں آئی اور مجھ سے گویا ہوئی کہ معلوم ہوتا ہے کہ میری بیٹی تجھے پسند نہیں آئی اور تو اس سے جدائی چاہتا ہے، میں نے کہا کہ ہاں، اس نے کہا پھر تو اس کو چھوڑ دے۔ میں نے اسی وقت اس کو طلاق دے دی اور وہ اس کو لے کر چلی گئی، تب سے پھر میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا۔

محمود العجمی

محمود بن علی بن عبداللہ قیسرانی رومی المعروف بالعجمی : جمال الدین لقب تھا۔ علامۂ زمانہ، فقیہ محدث، ماہر علوم نقلیہ و عقلیہ تھے، قاہرہ میں تشریف لائے اور تحصیلِ علوم میں مصروف ہو کر باہر و باہر ہوئے۔ عہدہ تدابیر امور او قضاء حنفیہ کا آپ کے تفویض ہوا۔ مدت تک درس تفسیر و حدیث کا دیتے رہے یہاں تک کہ ۷ ماہ ربیع الاول ۷۹۹ھ کو فوت ہو گئے۔ "لمعات انوار" تاریخ وفات ہے۔ ابن حجر عسقلانی کتاب مجمع المؤسس للمعجم المفہرس میں آپ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ میں نے ۷۸۶ھ میں آپ سے ملاقات کی اور کچھ پڑھا۔ قیسرانی طرف شہر قیسریہ کے منسوب ہے جو شام کے ملک میں ساحلِ بحر پر واقع ہے۔

قاضی منصور

عبداللہ بن علی سجاری المعروف بہ قاضی منصور : ابو عبداللہ کنیت اور تاج الدین لقب تھا، سجستان میں ۷۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ عالم فاضل، فقیہ عدیم النظیر تھے، فقہ میں کتاب مختار اور فرائض میں کتاب سراجی کو منظوم کیا اور ایک فتاوے البحر الجاری نام چاروں مذہب کے مسائل میں نہایت معتبر تصنیف کیا اور ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔ صاحب کشف الظنون نے آپ کی وفات ۷۹۹ھ میں قرار دی ہے۔

حاج پاشا

خضر بن علی بن خطاب المعروف بہ حاج پاشا : ولایت ایدین ایلی کے رہنے والے تھے، قاہرہ کو تشریف لے گئے اور وہاں اکمل الدین اور مبارک شاہ منطقی سے علم پڑھا، پھر آپ کو ایک ایسا سخت مرض لاحق ہوا کہ جس نے آپ کو علم طب کے شغل پر مجبور کیا۔ پس آپ علمِ طب میں کامل و ماہر ہوئے اور مصر کا شفاخانہ آپ کو تفویض کیا گیا جس کا آپ نے خوب انتظام کیا اور طب میں کتاب شفاء الاسقام

اور اس کی مختصر تسہیل نام تصنیف کی۔ آپ نے قبل اشتغال علم طب کے قطب رازی کی شرح مطالع کی بحث تصورات و تصدیقات پر حواشی تصنیف کئے تھے جن کے بعض مواضع کی سید شریف نے باوجودیکہ وہ ان کی فضیلت کے قائل تھے، تردید بھی کی ہے۔ وفات آپ کی تقریباً ۸۰۰ھ میں ہوئی۔

ابوبکر مصری

ابوبکر بن علی بن محمد حدادی مصری[1]: عالم عامل، فاضل اکمل، مفسر، فقیہ، عابد، زاہد، صاحب کرامات تھے، ہر روز پندرہ سبق پڑھا کرتے تھے، تصنیفات کثرت سے کیں جن میں سے تفسیر کشف التنزیل دو مجلد ضخیم، جوہرۃ النیرہ شرح مختصر القدوری چار مجلد، سراج الوہاج شرح مختصر القدوری آٹھ مجلد وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔ وفات آپ کی ۸۰۰ھ میں ہوئی۔ ”سعادتِ دارین“ تاریخ وفات ہے۔

صاحب عنایہ شرح وقایہ

علاء الدین الاسود المشہور بقرہ خواجہ: پہلے اپنے ملک کے علماء سے علم پڑھنا شروع کیا پھر بلادِ عجم میں کوچ کیا اور وہاں کے علماء و فضلاء سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ رتبہ فضل و کمال کو پہنچے اور اپنے ہم عصروں پر فوقیت حاصل کی بعد ازاں روم میں عہد سلطان اورخان بن عثمان غازی میں آئے، اس نے آپ کو مدرس مقرر کر دیا جہاں آپ نے علم کو پھیلایا اور فقہ کی تدریس کی اور علماء و ائمہ سے مناظرے کئے۔ اثناء تدریس مدرسہ ازنیق میں آپ نے حل مشکلات کتاب وقایہ میں ایک شرح حافلہ کافلہ عنایہ نام سے تصنیف کی۔

صاحب کشف الظنون کہتے ہیں کہ آپ کا نام علی بن عمر تھا اور آپ نے ایک بڑی شرح کتاب مغنی کی بھی تصنیف کی ہے جس کی تصنیف سے ۷۸۶ھ میں فارغ ہوئے اور ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔ آپ سے آپ کے بیٹے حسن پاشا اور شمس الدین محمد فناری نے علم پڑھا، پھر یہ دونوں مدرسہ سلسلہ میں جمال الدین محمد بن محمد اقسرائی کی خدمت میں جانے لگے۔

سید علی قومناتی رومی

سید علی قومناتی رومی: عالم فاضل، فقیہ کامل، جامع علوم مختلفہ، واقفِ فنونِ متعددہ تھے اور موضع توقات میں جو روم کے علاقہ میں واقع ہے، رہتے تھے، شرح وقایہ کی شرح عنایہ نام تصنیف کی اور میر ریج کی شرح لکھی۔ اخیر آٹھویں صدی میں وفات پائی۔

مولانا معین الدین عمرانی

مولانا معین الدین عمرانی: بڑے فقیہ، اصولی، جامع منقولات و معقولات تھے، دہلی کے

---

[1] رضی الدین ابوبکر بن علی بن محمد العبادی، الحداد، ولادت ۷۲۰ھ ”دستور الاعلام“ زبیدی یمنی ”معجم المولفین“ (مرتب)

لوگ آپ کی شاگردی کو ایک فخر سمجھتے تھے۔ آپ کے چشمۂ علوم وفنون سے بہت لوگ سیراب ہوئے چنانچہ مولانا خواجگی جو شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے معظم خلفاء اور قاضی شہاب الدین کے اساتذہ میں سے ہیں، آپ کے شاگرد تھے، آپ نے تصنیفات بھی بہت کیں چنانچہ حواشی کنز الدقائق وحسامی ومفتاح مشہور ومعروف ہیں۔ کہتے ہیں کہ ابتدا میں آپ کو شیخ نصیر الدین سے بڑا انکار تھا جیسا کہ مولویوں کو مشائخ سے ہوتا ہے اتفاقاً آپ کو بیماری سُرفہ کی لاحق ہوئی یہاں تک کہ اطباء معالجہ سے عاجز آگئے اور حیات سے مایوسی ہوگئی ایک دن مولانا خواجگی نے جو ان دنوں آپ کے پاس پڑھا کرتے تھے اور بعد سبق کے شیخ نصیر الدین کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے، عرض کیا کہ اگر آپ میرے ساتھ شیخ کی ملاقات کے لئے قدم رنجہ فرمائیں تو امید ہے کہ ان کی دعا اور برکتِ صحبت سے شفاء حاصل ہو جائے۔ پہلے تو آپ کو یہ بات خوش نہ آئی لیکن آخر الامر بسبب اضطرار کے شیخ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور ملاقات کی، شیخ نے تھوڑی دیر کے بعد طعام طلب کیا اور فرمایا کہ چاول سادہ اور دہی بھی لاؤ، جب انواع واقسام کے کھانے آئے تو شیخ نے چاول وخرات جو مریض کھانسی کے حق میں ظاہرُ اسمِ قاتل کا حکم رکھتے ہیں، مولانا کے آگے رکھ کر فرمایا کہ بسم اللہ مولانا شیخ کی ہیبت سے انکار نہ کر سکے۔ خدا کی قدرت اور شیخ کی نظر کیمیا اثر سے وہ کھانا آپ کے حق میں ایسا مفید پڑا کہ فوراً کھانسی جاتی رہی اور آپ بالکل شفایاب ہوگئے۔ اس کے بعد آپ شیخ موصوف کے نہایت معتقد ہوگئے اور انکار کا عقدہ حل ہوگیا۔

آپ کو سلطان محمد بن تغلق شاہ والی ہند متوفی ۷۵۲ھ نے شیراز میں واسطے لانے قاضی عضد الایجی کے بھیجا تھا جہاں آپ کی سلطان ابو اسحٰق نے بڑی تکریم وتعظیم کی اور کچھ دنوں آپ کو وہاں ٹھہرایا جہاں آپ کے آثار فضل اور علم وہاں کے لوگوں اور علماء پر ظاہر ہوئے۔

مصنّفِ کفایہ

سید جلال الدین بن شمس الدین خوارزمی کرلانی : بڑے عالم فاضل، فقیہ کامل، جامع منقول ومعقول، حاوی فروع واصول تھے اور یہاں تک ضرب المثل اور مشہورِ زمانہ تھے کہ دور دور سے لوگ آپ کے پاس آتے اور فوائدِ علمیہ ودینیہ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ علم آپ نے حسام الدین حسن سغناقی مصنف نہایہ اور عبد العزیز بخاری صاحب کشف بزدوی سے حاصل کیا اور آپ سے ناصر الدین محمد بن شہاب بن یوسف والد حافظ الدین محمد بزازی صاحب فتاویٰ بزازیہ اور طاہر بن سلام بن قاسم خوارزمی المعروف بہ سعد لوش صاحب جواہر الفقہ اور عبد الاول بن برہان الدین علی بن عماد الدین

وغیرہ نے حاصل کیا اور ہدایہ کی شرح کفایہ نام ایسی عمدہ لکھی جو مقبول ہو کر متداول بین الانام ہوئی۔ اگرچہ اس شرح کے مصنف کے باب میں علماء نے اختلاف کیا ہے مگر کفوی اور صاحبِ شقائقِ نعمانیہ وغیرہ مؤرخین معتبرہ و علمائے ثقہ کے اقوال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کفایہ شرح ہدایہ کو سید جلال الدین ہی نے تصنیف فرمایا ہے۔

محمد بن شہاب کردری

محمد بن شہاب بن یوسف بن عمر بن احمد کردری : ناصر الدین لقب تھا۔ علومِ فروع واصول اور منقول و معقول کے جامع تھے اور محمد بن محمد بن شہاب بزازی متوفی ۸۲۷ھ صاحبِ فتاوے بزازیہ کے والدِ ماجد تھے۔ فقہ آپ نے سید جلال الدین مصنف کفایہ شرح ہدایہ سے پڑھی۔

فضل اللہ بن محمد

فضل اللہ بن محمد بن ایوب المنتسب الی ماجو : امام، فقیہ، اصولی، راسِ اربابِ حقیقت و طریقت تھے۔ علم یوسف بن عمر صوفی صاحب جامع المضمرات شرح قدوری سے حاصل کیا اور تصوف کو رکن الدین فیض اللہ متوفی ۷۳۵ھ بن ابی المغانم صدر الدین بن شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی سے اخذ کیا اور فتاوے صوفیہ تصنیف کیا مگر ابن کمال لکھتے ہیں کہ یہ فتاوے کتب غیر معتبرہ میں سے ہے، جب تک اس کی مطابقت اصول سے معلوم نہ ہوئے جو اس میں لکھا ہے اس پر اعتبار کرنا ناجائز ہے۔

محمود بن حسین بلخی

محمود بن حسین بن اسعد بلخی : ابو محمد کنیت تھی، امامِ کبیر، فاضلِ جلیل القدر، جامع علوم و فنون تھے۔ علوم یوسف بن عمر صاحب جامع مضمرات سے حاصل کئے اور کتاب افتتاح شرح دعائے استفتاح میں تصنیف کی۔

صاحبِ وقایہ

محمود بن احمد بن عبید اللہ بن ابراہیم محبوبی : تاج الشریعہ لقب تھا۔ عالم فاضل، نحریر کامل، بحرِ ذاخر، حبرِ فاخر، صاحبِ تصانیفِ جلیلہ تھے۔ علم اپنے باپ صدر الشریعہ احمد سے حاصل کیا اور کتاب وقایہ کو واسطے حفظ کرنے اپنے پوتے صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود بن محمود کے ہدایہ سے منتخب کیا اور فتاوے و واقعات اور شرح ہدایہ تصنیف کی۔[1]

---

[1] ان کتب کے مصنف برہان الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ عبید اللہ بن ابراہیم محبوبی متوفی حدود ۶۷۳ھ ہیں۔ تاج الشریعہ کا نام عمر بن احمد بن عبید اللہ۔ "ہدیۃ العارفین" ان کے حالات تکملہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

تجید زادہ

مصطفٰے بن ابراہیم الشہیر بہ تجید زادہ : مصلح الدین لقب تھا، بڑے صالح فائق فی العلوم تھے۔ مدت تک سلطان محمد خاں کے معلم رہے اور تفسیر بیضاوی پر نہایت عمدہ و مفید حواشی تین مجلد میں کشاف سے تحریر کئے۔[1]

سعد غد بوش

طاہر بن سلام[2] بن قاسم بن احمد خوارزمی المعروف بہ سعد غد بوش : علم سید جلال الدین کرلانی مصنف کفایہ سے اخذ کیا، جب حج کر کے مصر میں آئے تو ۷۱۱ھ میں ایک کتاب نہایت لطیف جواہر الفقہ نام دس ابواب پر تصنیف فرمائی اور اس کی تصنیف سے غرہ رمضان کو فارغ ہوئے ابتدا اس کی اس طرح پر ہے الحمد للہ الذی بیدہ مقالید الامور الخ۔

قوچہ آفندی

محمود رومی الشہیر بہ قوچہ آفندی : بڑے عالم فاضل، صالح، اورع، تقی، جامع علوم عقلیہ و شرعیہ تھے، علوم اپنے زمانہ کے علماء و فضلاء سے حاصل کئے۔ ۸۲۷ھ میں سلطان مراد خاں نے شہر بروسا کی قضاء آپ کو دی جس پر آپ زمانہ سلطان بایزید خاں تک قائم رہے، لوگ آپ کو بڑا چاہتے تھے۔ چونکہ آپ نہایت ضعیف و پیر سال ہو گئے تھے اس لئے آپ قوچہ آفندی کے نام سے موسوم ہوئے۔ آپ کا ایک بیٹا محمد نام تھا جو بڑا عالم فاضل ہوا مگر عین شباب میں ایک لڑکا موسٰی پاشا چھوڑ کر مر گیا۔

محمد بن محمد طاہری

محمد بن محمد بن حسن بن علی طاہری : ابو طاہر کنیت حافظ الدین لقب تھا، فقیہ، محدث، مفسر، مناظر، اصولی، زبدۂ ارباب فتوٰی، بقیۂ اعلام ہدٰی، عارفِ اسرارِ طریقت، کاشفِ رموزِ حقیقت تھے۔ علم صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ محبوبی سے اخذ کیا اور ماہ ذیقعد ۷۴۵ھ میں آپ کو صدر الشریعہ سے اجازت ملی اور آپ نے اواخر شعبان ۷۴۶ھ میں خواجہ پارسا محمد بن محمد بن محمود حافظی صاحب فصل الخطاب کو جو اس وقت بیس سال کے تھے، اجازت دی۔

---

[1] ۸۴۲ھ کے قریب وفات پائی۔ (معجم المؤلفین)

[2] ابو سعید الضاری "ہدیۃ العارفین" (مرتب)

خطیب

قاسم بن یعقوب اماسی الشہیر بخطیب : علوم قراءۃ اور تفسیر و حدیث و اصول کے عارف اور اہل تصوف کے محب تھے۔ علم سید احمد قریمی تلمیذ بزازی سے حاصل کیا اور مدرسۂ شہر اماسیہ کے مدرس مقرر ہوئے پھر سلطان بایزید خاں کے جب وہ امیری کی حالت میں تھا، معلم بنے اور جب وہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو آپ کو بروسا میں مدرسہ مراد خاں دیا گیا پھر سلطان نے اپنے بیٹے احمد کا آپ کو معلم بنایا اور اماسیہ میں فوت ہوئے۔

حدیقۂ نہم

نویں صدی کے فقہاء و علماء کے بیان میں

میر سید عبد اللہ الحسینی

میر سید عبد اللہ الحسینی : اصیل الدین لقب تھا، علم تفسیر و فقہ و انشاء اور تالیف میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے، زبان گوہر فشاں آپ کی مفسر حقائق صحف آسمانی تھی اور باطن خجستہ آثار آپ کا مصدر انوار ربانی تھا، خاقان سعید کے عہد میں آپ نے شیراز سے ہجرت کر کے ہرات میں سکونت اختیار کی، ہفتہ میں ایک دفعہ مدرسہ گوہر شاد آغا میں وعظ و نصائح خلق اللہ میں مشغول ہوتے اور ماہ ربیع الاول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن و سیر کے بیان میں مواظبت کر کے طوائف انام کو محظوظ و مسرور کرتے۔ سیر میں کتاب درج الدرر اور رسالہ مزارات ہرات اور معراج الاعمال تصنیف فرمائے اور ۱۷ ربیع الاول ۸۸۰ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات آپ کی "شہنشاہ عالم" ہے۔

عبد الاول سیرامی

عبد الاول بن محمد سیرامی : عالم تبحر، فقیہ فاضل تھے، اصل وطن آپ کا بلاد عجم میں تھا جہاں آپ نے علم حاصل کیا اور کمال کے رتبہ کو پہنچے پھر بلاد روم میں آئے اور وہاں کے علماء و فضلاء سے مباحثے اور مناظرے کیے، لوگوں نے سلطان روم کے پاس آپ کی فضیلت کی شہادت دی، پس اس نے آپ کو بلدہ کوناھیہ کا مدرسہ عطا کیا جہاں آپ نے کتاب نقایہ کی جو نقہ

میں ہے ایک نہایت نفیس شرح تصنیف کی اور اس کے مسائل معضلات کو بڑی عمدگی سے واضح
کیا جس کی تصنیف سے ۸۰۶ھ میں فارغ ہوئے پھر محمد شاہ بن شمس الدین محمد فناری کے
واسطے ایک کتاب اسطرلاب کے بیان میں نظم میں تصنیف کی اور ۸۱۳ھ میں وفات پائی۔

عبدالاوّل بن برہان الدین

عبدالاول بن برہان الدین علی بن جلال الدین محمد بن زین الدین عبدالرحیم بن عماد الدین
بن صاحبِ ہدایہ، فقیہ متقن محدث، مفسر، جامع علومِ مختلفہ تھے۔ فقہ جلال الدین کرلانی مصنفِ
کفایہ شرح ہدایہ سے حاصل کی اور انہیں سے ہدایہ کو بروایت معنعن روایت کیا۔ آپ سے علم شمس الدین قریمی
نے اخذ کیا۔ وفات آپ کی ۸۱۴ھ میں ہوئی۔ ”فقیہ امام الوقت“ تاریخ وفات ہے۔

ابنِ شحنہ

محمد[1] بن محمد بن شحنہ الشہیر بہ ابن الشحنہ : محب الدین لقب اور ابوالولید کنیت تھی ۷۴۹ھ
میں پیدا ہوئے، بڑے بڑے علماء و فضلاء سے فقہ و ادب وغیرہ علوم پڑھے، حدیث اور اہلِ حدیث
کے بڑے محب تھے، کئی دفعہ حلب اور شام کی قضاء پر مقرر ہوئے۔ ابنِ ہمام نے آپ سے پڑھا،
کتاب روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر حوادث ۸۰۶ھ تک تصنیف کی اور حوادث ۸۰۳ھ
میں وہ واقعات بیان کئے جو ان کے اور امیر تیمور کے درمیان غلبہ حلب کے وقت سوال و جواب
کے طور پر واقع ہوتے تھے، علاوہ اس کے ایک کتاب سیرتِ نبویہ اور ایک نظم متوسطہ میں لکھی
اور ۸۱۵ھ میں وفات پائی، ”محبت اندیش“ تاریخ وفات ہے۔

سیّد شریف

علی بن محمد بن علی جرجانی المعروف بہ سید شریف : شہر جرجان میں ۲۲ شعبان ۸۴۰ھ[2]
میں پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی عربی پڑھنے کی طرف رجوع ہوئے، جب سولہ دفعہ شرح المطالع
پڑھ چکے تو آپ کے خیال میں آیا کہ ایک دفعہ خود قطب الدین رازی سے بھی جو کتاب مطالع کے شارح
ہیں، پڑھ لینا چاہیے پس اس ارادہ سے ہرات میں ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے
شرح مطالع پڑھنے کی التماس کی، قطب الدین رازی اس وقت ایک سو بیس سال کی عمر کے تھے
اور بسبب بڑھاپے کے ان کے ابرو آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے پس انہوں نے ہاتھوں سے دونوں

---

[1] ان کے بیٹے شمس الدین ابو الفضل محمد بن محمد بن محمد بن شحنہ (۸۰۴ء، ۸۹۰ھ) کے حالات تکملہ میں ملاحظہ فرمائیں [2] ۷۴۰ھ ابو الحسن کنیت، ولادت تاکو نزد استرآباد۔ ”انسائیکلوپیڈیا آف اسلام“ (مرتب)

ابرو آنکھوں سے اٹھا کر سید شریف کی طرف دیکھا تو یہ عین نوجوانی میں تھے اور ان کا فکر علم منطق میں مثل روشنی برق کے چمکتا تھا پس قطب الدین نے آپ کو کہا کہ تو نوجوان لڑکا ہے اور میں نہایت بوڑھا ہوں۔ میں تجھ کو پڑھا نہیں سکتا، اگر تو چاہتا ہے کہ مجھ سے شرح مطالع سنے تو میرے شاگرد خاص اور تربیت یافتہ مبارک شاہ کے پاس جا جو اس وقت مصر میں مدرس ہے، وہ تجھ کو کتاب مذکورہ اسطرح پر پڑھائے گا جس طرح کہ اس نے مجھ سے پڑھی ہے۔

پس آپ ہرات سے بلاد مصر کی طرف متوجہ ہوئے، راستہ میں آپ نے جلال الدین بن محمد اقسرائی شارح موجز کی جو طب میں ہے شہرت سنی، پس آپ بلاد کرمان کی طرف پھرے۔ جب قریب پہنچے تو اقسرائی کی شرح کو جو انہوں نے الیضاح خطیب قزوینی پر لکھی تھی کسی کے پاس دیکھا اور آپ کو وہ پسند نہ آئی اور کہا کہ یہ مثل گوشت گائے کے ہے جس کے اوپر مکھیاں بیٹھی ہوئی ہوں۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ الیضاح ایک مفصل و مبسوط کتاب ہے جو حل کی چنداں حاجت نہیں رکھتی اور اقسرائی نے پہلے اس کے تمام متن کو لکھ لیا تھا، پھر اس پر اپنے کلام سے تعاقب کیا تھا اور متن پر سرخ سیاہی سے لکیر پھیر دی تھی، پس اس سے وہ شرح گویا مثل گوشت گاؤ کے جس پر مکھیاں بیٹھی ہوں، ہو گئی تھی۔ جب سید شریف نے اس کتاب کے حق میں ایسا کہا تو بعض طالب علموں نے آپ کو کہا کہ آپ اقسرائی کے پاس جائیں اور ان کی تقریر کو دیکھیں کہ وہ تحریر سے کہیں بہت بڑھ کر ہے، اس پر آپ ان کی طرف روانہ ہوئے مگر جب شہر میں پہنچے تو اقسرائی اسی وقت فوت ہو گئے تھے، آپ نے وہاں مولی شمس الدین محمد فناری سے ملاقات کی اور ان کی رفاقت سے وہاں سے مصر کو کوچ کیا اور وہاں جا کر اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی صاحب عنایہ شرح ہدایہ سے فقہ پڑھی، پھر آپ مبارک شاہ کی خدمت میں واسطے پڑھنے شرح شمسیہ اور شرح مطالع کے حاضر ہوئے انہوں نے فرمایا کہ میں آپ کو مستقل سبق نہیں دے سکتا کیونکہ اتنی فرصت نہیں البتہ اگر تم کو صرف سماعت منظور ہے تو اختیار ہے، آپ اسی بات پر راضی ہو گئے۔

ان دنوں ایک شخص نے اولاد امراء مصر سے شرح مطالع مبارک شاہ سے پڑھنی شروع کی تھی۔ پس آپ اس کے سبق کے وقت حاضر ہو کر اس کو سنتے تھے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ مبارک شاہ اپنے گھر کے دروازہ سے نکل کر مدرسہ کے صحن میں ٹہلنے لگے۔ اتفاقاً سید شریف کا مکان بھی مدرسہ کے متصل تھا، سید شریف اس وقت یہ کہہ رہے تھے کہ شارح کا یہ قول ہے اور استاد یہ کہتا ہے اور میں یہ کہتا ہوں، پھر اور کلمات لطیف آپ نے پڑھے

جس کو مبارک شاہ سن کر نہایت خوش ہوئے یہاں تک کہ خوشی کے مارے رقص کرنے لگے اور سید شریف
کو مستقل سبق پڑھنے اور کلام وغیرہ کرنے کی اجازت دی پس آپ ایسے رتبۂ کمال کو پہنچے کہ اقران و امثال
پر فائق ہو کر علامۂ دہر، وحید عصر، فقیہ، محدث، فصیح، بلیغ، مناظر، جدلی ہوئے۔ پھر شیراز کو آئے
اور ۷۷۹ھ میں جبکہ شاہ شجاع الدین بن مظفر قصر زرد میں مقیم تھا تو آپ نے اس سے ملاقات کرنے
کا ارادہ کیا اور سپاہیوں کا لباس پہنکر سعد الدین مسعود تفتازانی صاحبِ مطول و تلخیص وغیرہ سے
جو بادشاہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے کہا کہ میں ایک شخص غریب تیر انداز ہوں، اگر آپ میرے واسطے
کوشش کریں تو مجھ کو بادشاہ کی ملاقات حاصل ہو جاتی ہے۔

تفتازانی نے یہ بات قبول کی اور گھوڑے پر سوار ہو کر سید شریف کو اپنے ساتھ لیا
جب قصر کے دروازہ پر پہنچے تو سید شریف کو وہاں ٹھہرا کر آپ بادشاہ کے پاس گئے اور سید شریف
کے اوصاف بیان کئے۔ اس پر بادشاہ نے آپ کو طلب کیا اور کہا کہ مجھ کو اپنی کارروائی تیر اندازی
میں دکھلا۔ آپ نے ایک جزو ان اعتراضوں کے جو اپنے نتائجِ طبع سے مصنفیں پر کئے تھے نکالکر
بادشاہ کو دئے اور کہا یہ میرے تیر ہیں اور یہ میری کارروائی ہے۔ پس بادشاہ آپ کے رتبۂ فضیلت
پر آگاہ ہوا اور آپ کی عزت کی اور آپ کو اپنے ہمراہ شیراز میں لے جا کر دار الشفاء کی تدریس آپ
کے سپرد کی جہاں آپ دس سال درس و تدریس میں مشغول رہے۔

جب امیر تیمور نے ۷۸۹ھ میں شیراز کو فتح کیا اور لوٹ کا حکم دیا تو آپ کو بسبب
سفارش وزیر اور نیز آپ کی فضیلت کے امان دی اور آپ تیمور کی اجازت سے سمرقند میں جاکر
اقامت گزین ہوئے اور وہاں درس و تدریس شروع کر دی۔ ان دنوں سعد الدین تفتازانی مجالس
تیمور کے صدر الصدور تھے لیکن تیمور سید شریف کو ان پر ترجیح دیتا تھا اور کہتا تھا کہ اگرچہ فضیلت و
کمالیت کی رو سے دونوں برابر ہیں لیکن سید شریف کو نسب کے لحاظ سے فضیلت ہے۔ اس سے
سید شریف کا دل کھل گیا اور آپ کو اس بات کی جرأت ہوئی کہ میں سعد الدین کو مناظرہ میں زک
دوں۔ پس ۷۹۱ھ میں ان دونوں کی بحث اجتماع استعارہ تبعیہ و تمثیلیہ میں جو صاحب تفسیر کشاف
کے کلام میں زیر آیت اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم کے واقع ہے ہوئی اور منصف ان دونوں کے
نعمان الدین خوارزمی معتزلی ہوئے۔ پس اس نے سید شریف کی رائے کو ترجیح دی جس سے خاص و
عوام کے نزدیک غلبہ سید شریف کا تفتازانی پر مشہور ہو گیا۔ اس سے تفتازانی کو بڑا غم لاحق ہوا اور وہ اسی
غم میں ۷۹۲ھ میں سمرقند میں فوت ہو گئے۔ جب تیمور مر گیا تو سید شریف شیراز میں آئے اور اسی جگہ

چار شنبہ کے روز ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ میں فوت ہوئے۔ "مشہورِ دارین" تاریخ وفات ہے۔

تصنیفات آپ کی پچاس سے زیادہ ہے اور ان کے نام یہ ہیں: تفسیر زہراوین، شرح فرائض سراجیہ، شرح مواقف، شرح وقایہ، شرح مفتاح، شرح تذکرہ طوسی، شرح ملخص چغمینی (جو ہیئت میں ہے) شرح کافیہ، حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ اوائل تفسیر کشاف، حاشیہ مشکوٰۃ، حاشیہ خلاصہ اصول حدیث مصنفہ طیبی، حاشیہ عوارف، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ تجرید طوسی، حاشیہ شرح مطالع، حاشیہ شرح شمسیہ، حاشیہ مطول، حاشیہ مختصر، حاشیہ شرح طوالع، حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ، حاشیہ شرح حکمۃ العین، حاشیہ شرح حکمۃ الاشراق، حاشیہ تحفہ، حاشیہ رضی، حاشیہ شرح نقرہ کار کافیہ، حاشیہ متوسط، حاشیہ چغمینی، حاشیہ عوامل جرجانی، حاشیہ رسالہ وضع، حاشیہ شرح شکل الاشارات طوسی، حاشیہ تلویح، حاشیہ نصاب (جو عجمی لغت میں ہے)، حاشیہ متن اشکال التاسیس، حاشیہ شرح عضد، حاشیہ تحریر اقلیدس طوسی، حاشیہ قصیدہ کعب بن زہیر، رسالہ صرف میر (فارسی میں)، رسالہ نحو میر (فارسی میں)، رسالہ صغری کبری (منطق میں بزبان فارسی) شرح مختصر ابہری یعنی الیاغوجی، شریفیہ شرح کافیہ، رسالہ مناظرہ مسمیٰ بہ شریفیہ، رسالہ تعریفات الاشیاء، رسالہ تحقیق معانی حروف، رسالہ وجود میں، رسالہ موجود میں، رسالہ حروف میں، رسالہ صوت میں، رسالہ مناقب خواجہ نقشبند میں، رسالہ وجود و عدم میں، رسالہ آفاق و الفس میں، رسالہ علم ادوار میں، رسالہ اصل صوفیہ کے وجود میں۔

تصوف کا علم آپ نے خواجہ علاؤ الدین محمد بن محمد عطار بخاری سے جو بڑے عزیز خلیفہ شیخ بہاء الدین نقشبند کے تھے، حاصل کیا تھا جن کے حق میں آپ کا یہ قول تھا کہ میں نے خدا کو جیسا کہ چاہیے تھا نہیں پہچانا تھا جب تک کہ میں خدمت عطار بخاری میں مشرف نہیں ہوا تھا۔

ابن قاضی سماونہ

شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل بن عبد العزیز الشہیر بہ ابن قاضی سماونہ: آپ کے والد ماجد جب قلعہ سماونہ میں قاضی تھے تو آپ پیدا ہوئے، لڑکپن میں آپ نے اپنے والد سے پڑھا اور قرآن شریف کو حفظ کیا پھر شہر قونیہ میں کچھ پڑھا لبعد ازاں ولایت مصر کو تشریف لے گئے اور وہاں سید شریف کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ تمام علوم میں فائق ہوئے۔ فقہ میں لطائف الاشارات اور اس کی شرح تسہیل و جامع الفصولین اور صرف میں عقود الجواہر شرح

المقصود تصنیف کیں۔

کہتے ہیں کہ جب امیر تیمور تبریز میں آیا تو اس کے سامنے علماء کا آپس میں تنازع پڑا، اس وقت شیخ جزری نے تیمور کے پاس جا کر واسطے محاکمہ کے آپ کا تذکرہ کیا۔ اس پر امیر تیمور نے آپ کو طلب کر کے محاکم بنایا پس آپ نے ایسا فیصلہ کیا کہ آپ کے حکم پر فریقین راضی ہو گئے اور تمام علماء نے آپ کی فضیلت کا اقرار کیا اور تیمور نے آپ کو بہت سا انعام دیا بعد ازاں آپ مصر کو بھی آئے اور مصر سے حلب میں پہنچے جہاں سے امیر جزیرہ نے آپ کو اپنے پاس بلایا اور آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا، پھر آپ ادرنہ کو آئے جہاں تقریباً ۸۱۶ھ میں وفات پائی۔ "مخزنِ الطاف" تاریخِ وفات ہے۔

حماد بن عبد الرحیم

حماد بن عبد الرحیم بن علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفٰے ماردینی : حمید الدین لقب تھا، ۷۴۵ھ میں پیدا ہوئے۔ عالم فاضل حدیث اور راہلِ حدیث کے نہایت محب تھے۔ ذہبی اور اس طبقہ کے دیگر محدثین سے آپ کو حدیث کی اجازت حاصل ہوئی۔ ابنِ حجر عسقلانی مجمع المؤسس میں لکھتے ہیں کہ آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہمارے شیوخ سے حدیث سننے اور اپنے ہاتھ سے لکھتے رہے اور ہم نے آپ سے قیراطی کے شعر سماعت کئے۔ وفات آپ کی ۸۱۹ھ میں طاعون کے مرض سے ہوئی۔ "مرجعِ وقت" تاریخِ وفات ہے۔

مولانا شیخ احمد تھانیسری

مولانا شیخ احمد تھانیسری : جامعِ علومِ نقلیہ و عقلیہ، واقفِ فنونِ رسمیہ و ادبیہ، فصیح اللسان بلیغ البیان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں جو ایک بڑا قصیدہ آپ نے عربی میں تصنیف فرمایا ہے جس کا اول شعر یہ ہے ؎

اطاہر لبی حنین الطائر الفرد ۔۔۔ وہاج لوعۃ قلبی التایہ الکمد

اس سے آپ کی کمال فضیلت و فصاحت اور بلاغت ثابت ہوتی ہے اگرچہ آپ کو مولانا خواجگی سے نہایت محبت قلبی تھی مگر آپ نے شہر دہلی سے باہر نکل جانے میں ان سے موافقت نہ کی، یہاں تک کہ امیر تیمور کی فوج دہلی میں آ گئی اور شہر کو تاراج کر کے آپ کے متعلقین کو گرفتار کر لیا۔ جب فتنہ سے تسکین ہوئی تو آپ امیر تیمور کی مجلس میں تشریف لے گئے جہاں آپ اور شیخ الاسلام نبیرہ مولانا برہان الدین مرغینانی صاحبِ ہدایہ کے درمیان نسبت تقدم و تاخر مجلس کے بڑی گفتگو ہوئی۔ تیمور نے کہا کہ یہ صاحبِ ہدایہ کے نبیرہ ہیں، مناسب ہے کہ یہ آپ سے آگے مجلس میں بیٹھیں۔ مولانا نے کہا کہ

ۓ قتل کر دئیے گئے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کشف الظنون میں ۸۲۳ھ لکھا ہے (مرتب)

جب خود صاحبِ ہدایہ نے جو انکے جدِ امجد ہیں کئی جگہ ہدایہ میں خطا کی ہے پس اگر انہوں نے ایک جگہ خطا کی تو کیا مضائقہ ہے؟ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ وہ کونسی خطا ہے' بیان کرنی چاہیئے۔ مولانا نے اپنے فرزندوں اور شاگردوں کو اشارت کی کہ بیان کرو، امیر تمور نے صاحبِ ہدایہ کی عزت اور شیخ الاسلام کے ناموس کا ملاحظہ کرکے اس گفتگو کو کسی اور موقع پر ٹال دیا، بعد ازاں مولانا مع اہل و عیال کے کالپی میں چلے گئے اور وہیں تدریس و تفسیر علم میں مصروف رہے یہاں تک کہ ۸۲۰ھ میں وفات پائی' قبر آپ کی کالپی میں زیارتگاہِ عام ہے۔ "گلشنِ ہدایت" تاریخِ وفات ہے۔

خواجہ پارسا

محمد بن محمد بن محمود حافظی بخاری المعروف بخواجہ پارسا: آپ حافظ الدین کبیر محمد بخاری کی نسل میں خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کے اعزہ خلفاء میں سے حافظِ فروع و اصول اور جامع معقول و منقول، فائق علی الاقران تھے۔ ۷۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم اپنے شہر کے علماء و فضلاء سے پڑھے اور فقہ کو ابی طاہر محمد بن محمد بن حسن طاہری تلمیذ صدر الشریعہ عبید اللہ محبوبی سے حاصل کیا اور کتاب فصول ستہ اور کتاب فصل الخطاب حقائق علم لدنی اور دقائق طریق نقشبندی میں تصنیف کی۔ نفحات الانس میں لکھا ہے کہ آپ ۸۲۲ھ میں واسطے حج و زیارت کے بخارا سے نہضت فرما ہو کر نسف و صغانیاں و ترمذ و بلخ و ہرات و جام وغیرہ سے گذرے جہاں کے علماء و رؤسا نے آپ کی بڑی تکریم کی۔ جب حج سے فارغ ہوئے تو آپ کو امراض لاحق ہوئے یہاں تک کہ آپ نے طواف وداع کا سواری پر کیا اور مدینہ منورہ کو تشریف لے گئے اور وہاں بدھ کے روز ۲۳ ماہ ذی الحجہ سن مذکور میں پہنچے اور زیارت سے فارغ ہو کر پنجشنبہ کے روز وفات پائی۔ مولانا شمس الدین محمد بن حمزہ فناری وغیرہ لوگوں نے آپ پر نماز پڑھی اور جمعہ کی رات کو حضرتِ عباس کے قبہ کے پاس دفن کیا۔ "مخزنِ فہم" تاریخِ وفات ہے۔

صاحبِ فتاویٰ بزازیہ

محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری البریقینی الخوارزمی الشہیر بالبزازی: فروع و اصول میں فریدالعصر، منقول و معقول میں وحید الدہر، جامع علوم مختلفہ تھے، علوم اپنے باپ سے اخذ کئے یہاں تک کہ ماہر باہر ہوئے۔ آپ شہر سرائے میں رہا کرتے تھے جو قریب نہر ایل کے واقع ہے پھر یہاں سے کوچ کر کے شہر قدیم میں پہنچے جو ہرزخان کے نہر مذکور کے کنارہ پر واقع ہے اور وہاں کئی برس رہے اور وہاں کے ائمہ اعلام سے مناظرے کئے اور فقہاء کو درس دیا پھر اپنے شہر کو واپس آئے

پھر روم کے شہروں کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں شمس الدین فناری سے مباحثے کئے اور شہر روم میں داخل ہونے سے پہلے کتاب وجیز جو معروف و مشہور بہ فتاوے بزازیہ ہے تصنیف کی اور اس کے کتاب اجارہ کے آخر میں لکھا کہ یہ یکم ربیع الاول ۸۰۶ھ کو تھوڑی رات گئے ختم ہوئی اور ایک کتاب امام اعظم کے مناقب میں تصنیف کی جو عمدہ مطالب پر مشتمل اور نہایت مفید ہے۔ وفات آپ کی اواسط ماہ رمضان ۸۲۷ھ میں ہوئی۔ "آرائش قریہ" تاریخ وفات ہے۔

محمد بن عبد اللہ دیری

محمد بن عبد اللہ بن سعد مقدسی دیری[1] : شمس الدین لقب تھا اور قاضی القضاۃ کے لقب سے مشہور تھے۔ کل علوم میں سوائے حدیث کے مہارت کامل رکھتے تھے، بعد ۷۴۰ھ کے قصبہ دیرہ میں جو علاقہ دمشق میں واقع ہے، پیدا ہوئے اور بیت المقدس میں سکونت اختیار کی۔ باپ آپ کا سوداگری کرتا تھا پس آپ نے ہی علم پڑھا اور مختلف فنون کو حاصل کیا۔ علماء و فضلاء سے اکثر مناظرے کرتے تھے اور نہایت خوشخط تھے، کئی دفعہ قاہرہ میں تشریف لائے اور آپ کے فضائل نے شہرت پکڑی یہاں تک کہ ماہ جمادی الاولی ۸۱۹ھ میں قاہرہ کے قاضی مقرر ہوئے پھر ۸۲۲ھ میں شہر مویدیہ کی مشیخت آپ کے تفویض ہوئی۔ ۸۲۷ھ میں بیت المقدس کو واپس تشریف لائے جہاں ۹ ماہ ذی الحجہ سنہ مذکور میں وفات پائی۔ "کعبۂ خلق آپ کی تاریخ وفات ہے۔

آپ سے آپ کے بیٹے سعد الدین سعد دیری نے اخذ کیا۔ آپ کے ایک بھائی عبد اللہ نام تھے اور وہ بھی بڑے عالم فاضل تھے جو ۸۱۰ھ میں فوت ہوئے۔

قاری الہدایہ

عمرو بن علی الشہیر بہ قاری الہدایہ : سراج الدین لقب تھا، ابتدا میں خیاطت کا کام کرتے تھے پھر تحصیل علوم میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ فقہ وغیرہ علوم منقول و معقول میں ایسے ماہر ہوئے کہ مذہب حنفیہ اور کثرت تلامذہ میں مشار الیہ زمانہ ہوئے۔ مصر میں شیخونیہ کی مشیخت آپ کے تفویض ہوئی اور ماہ ربیع الآخر ۸۲۹ھ میں وفات پائی۔ "خدیو دہر" تاریخ وفات ہے۔ آپ کی تصانیف سے تعلیقات ہدایہ و فتاوے یادگار ہیں۔

شمس بن عطاء اللہ

شمس بن عطاء اللہ بن محمد بن احمد بن محمود بن محمد بن امام فخر الدین رازی : بڑے عالم فاضل اور محدث تھے، کچھ اوپر ۷۶۰ھ میں پیدا ہوئے، بعد تحصیل علوم و فنون کے بیت اللہ کا

---

[1] ابو عبد اللہ کنیت وفات ۸۲۷ھ "دستور الاعلام" (مرتب)

حج کیا اور بیت المقدس میں سکونت اختیار کی اور مدرسہ صلاحیہ کی تدریس کے متولی ہوئے۔ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب مجمع موسس میں لکھتے ہیں کہ میں نے فوائد کثیرہ آپ سے سماعت کئے لیکن اکثر ان میں سے مجازفت کے طور پر ہیں، وفات آپ کی ماہ ذی الحجہ ۸۲۹ھ میں ہوئی۔

صاحب بحر وزی

محمد بن حمزہ بن محمد بن محمد فناری : شمس الدین لقب تھا، ماہ صفر ۷۵۱ھ میں پیدا ہوئے، اپنے زمانہ کے امام کبیر، صاحب فضل، علامہ فہامہ، علوم نقلیہ میں یگانہ، علوم عقلیہ میں اقران پر غالب، علم ادب میں شیخ دہر، خلاف و مذاہب میں مجتہد عصر، کریم الاخلاق اور ان فضلار میں سے تھے جو نویں قرن کے شروع پر رو سا شمار کئے گئے ہیں چنانچہ شیخ سراج الدین بن ملقن کثرت تصانیف فقہ و حدیث میں اور مجد الدین شیرازی صاحب قاموس لغت میں اور زین الدین عراقی حدیث میں اور آپ یعنی محمد شمس الدین فناری کل علوم نقلیہ و عقلیہ کی مہارت میں منتخب کئے گئے تھے، فقہ آپ نے علاؤ الدین اسود شارح وقایہ اور جمال الدین محمد بن محمد اقسرائی سے اخذ کی اور جب مصر میں آئے تو اکمل الدین محمد بابرتی صاحب عنایہ سے اخذ کیا اور علم تصوف کو اپنے باپ ابی محمد حمزہ تلمیذ شیخ صدر الدین قونوی سے حاصل کیا اور انہیں سے ان کی مفتاح الغیب کو پڑھا اور اس کی شرح حامل المتن تصنیف کی۔ پھر روم کے ملک میں تشریف لے گئے اور بروسا کے قاضی مقرر ہوئے اور سلطان بایزید خاں کے نزدیک آپ کی بڑی قدر ہوئی جس سے آپ کی فضیلت و کمالیت کی بڑی شہرت دور و نزدیک ہوئی۔

جب آپ ۸۳۳ھ میں حج کر کے انطاکیہ اور دمشق سے ہوتے ہوئے قاہرہ میں داخل ہوئے تو وہاں اس وقت کے تمام علمار و فضلار مجتمع ہوئے اور آپ سے انہوں نے مباحثے و مناظرے کئے، سب نے آپ کی فضیلت کی شہادت دی اور ماہ رجب ۸۳۴ھ میں وفات پائی، "بہشت منزل" تاریخ وفات ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ نے سنا کہ علمار کے لحم کو زمین نہیں کھاتی تو آپ نے اس بات کی تصدیق کے واسطے اپنے استاد اسود کی قبر کو کھودا، پس ان کو ویسا ہی پایا جیسے کہ دفن کئے گئے تھے حالانکہ ان کو مدفون ہوئے ایک مدت مدید گزر گئی تھی اس وقت آپ کو ہاتف نے آواز دی ھل صدقت اعمی اللہ بصرک پس آپ اسی وقت نابینا ہو گئے۔

تصنیفات آپ کی مشہور و معروف ہیں جیسے فصول البدائع فی اصول الشرائع، شرح ایساغوجی المعروف بہ یحیوزی، تفسیر فاتحہ، انموذج العلوم فی مسائل من مائۃ فنون، شرح فرائض سراجی، حاشیہ شرح حرز الامانی، تعلیقات شرح مواقف وغیر ذلک۔ شرح ایساغوجی کے اول میں آپ خود ہی لکھتے ہیں کہ میں نے اس شرح کو بہت چھوٹے ایام سرما میں چاشت کے وقت شروع کیا اور اسی روز مغرب کی اذان کے وقت اس کو ختم کر دیا چنانچہ اسی لئے شرح مذکور کا نام ہمارے ملک میں یحیوزی کے نام سے مشہور ہے اور وہ جو ہمارے ملک میں مشہور ہے کہ یحیوزی سعد الدین تفتازانی کی تصنیف ہے یہ بالکل غلط العوام اور خلافِ منقول ہے۔

آپ اپنے اسلاف کی طرح فناری سے مشہور تھے جو آپ کے پردادا محمد کا لقب تھا اور اس لقب کے پڑنے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ جب آپ کے پردادا شاہ روم کے پاس آئے تو اس کو ہدیہ کے طور پر فنیار تحفہ دیا جس سے آپ ابن الفنری کے نام سے بلائے گئے اور رفتہ رفتہ فناری کے لقب سے مشہور ہو گئے۔[1]

قرہ بن یعقوب

قرہ بن یعقوب بن ادریس رومی قرہ مانی : عالم فاضل، فقیہ محدث، جامع علوم نقلیہ و عقلیہ تھے، مطالح السنہ کی شرح نہایت نفیس تصنیف فرمائی اور ۸۳۳ھ میں وفات پائی۔

صاحبِ تفسیرِ رحمانی

شیخ علی بن احمد بن علی مہائمی گجراتی : زین الدین لقب تھا۔ جامع علوم ظاہری و باطنی، فقیہ، محدث، مفسر، صاحبِ تصانیفِ عالیہ تھے، قصبۂ مہائم واقع گجرات میں سکونت رکھتے تھے، تفسیر تبصرۃ الرحمٰن و تیسیر المنان[2] معروف بہ رحمانی جو صفتِ ایجاز و تدقیق میں موصوف ہے آپ کی تصنیفات سے ہے اور نیز رسالہ ادلۃ التوحید نہایت موجز و منقح باثبات دلائلِ عقلیہ و براہینِ قطعیہ ایسا تصنیف فرمایا کہ ذرا شک و شبہ کو دخل باقی نہ رہا اور اس کے اول میں بعض آیات و احادیث ایراد کیں، علاوہ ان کے زوارف شرح عوارف اور شرح فصوص الحکم اور شرح نصوص وغیرہ تصنیف فرمائیں، وفات آپ کی ۸۳۵ھ میں ہوئی۔ "سخن فہم" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

---

[1] آپ سلطنتِ عثمانیہ کے پہلے مفتی اعظم (شیخ الاسلام) تھے ۱۲ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

[2] تبصیر الرحمٰن و تیسیر المنان ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں چھپ چکی ہے،" انسائیکلو پیڈیا آف اسلام" صاحبِ نزہۃ الخواطر نے آپ کو شافعی بتایا ہے۔ (مرتب)

عبد الرحمٰن بن علی

عبد الرحمٰن بن علی بن عبد الرحمٰن بن علی تفہنی ثم القاہری : ۷۶۴ھ میں قصبہ تفہن میں جو ملک مصر میں دمیاط کے قریب واقع ہے، پیدا ہوئے۔ ابھی صغیر سن ہی تھے کہ آپ کا باپ جو خراسی کا کام کرتا تھا مر گیا پس آپ اپنی والدہ کے ساتھ قاہرہ میں آئے اور اپنے بھائی کی توجہ سے صرغتمشیہ میں یتیموں کے مکتب میں پڑھنے کے لئے بیٹھے اور رفتہ رفتہ اپنا تعارف پیدا کر کے ترقی کرتے گئے اور شیخ خیر الدین عین تابی امام شیخونیہ اور بدر محمود گلستانی سے استفادہ اور اخذ کیا یہاں تک کہ فقہ و اصول فقہ و تفسیر و اصولِ دین اور عربی اور معانی و منطق وغیرہ میں ماہر باہر اور فاضل کامل ہوئے اور مذہب کی ریاست آپ کی طرف منتہی ہوئی۔ آپ بڑے خوش جیوڑے اور عارف بہ امورِ دنیا اور اپنے اصحاب کے حامی تھے، ابو ہریرہ کنیت تھی، مدت تک تدریس و افتاء میں مشغول رہے چنانچہ ابن ہمام اور ان کے تلمیذ سیف الدین وغیرہ ایک جم غفیر نے آپ سے اخذ کیا۔ پہلے امین طرابلسی پھر کمال بن عدیم کی طرف سے سفارت کے لئے مخصوص ہوئے، اخیر کو مصر کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے یہاں تک کہ شوال ۸۳۵ھ میں آپ کی ام ولد نے آپ کو زہر دے کر مار ڈالا۔ "کہف خلق" تاریخ وفات ہے۔

محمد بن سید شریف

محمد بن سید شریف علی بن محمد جرجانی : علم آپ نے اپنے والد ماجد سید شریف سے پڑھا یہاں تک کہ فقیہ، فاضل، عالم اجل ہوئے۔ نحو میں تفتازانی کی کتاب ارشاد کی شرح تصنیف کی اور کتاب متوسط شرح کافیہ پر جو آپ کے والد نے حاشیہ لکھنا شروع کیا تھا، اس کو کامل کیا اور ہدایۃ الحکمۃ اور فوائد الغیاثیہ کی شرحیں لکھیں اور منطق میں ایک مختصر رسالہ تصنیف کیا۔ وفات آپ کی ۸۳۸ھ[1] میں ہوئی، "تاج روزگار" تاریخ وفات ہے۔

محمد شاہ فناری

محمد شاہ بن محمد بن حمزہ فناری : بڑے عالم فاضل، فرید العصر، وحید الدہر، ذکی، نظار، فارس، مثل اپنے باپ کے عارفِ مذہب تھے۔ علوم اپنے باپ سے اخذ کئے یہاں تک کہ درجہ کمال کو پہنچے اور اپنے باپ کی حیات میں بروسہ میں مدرسہ سلطانیہ کے مدرس مقرر ہوئے۔ جب کچھ اوپر تیس سال کے ہوئے تو حج کیا اور قاہرہ میں تشریف لائے، پھر کرمان سے اپنے شہر کی طرف مراجعت کی اور ۸۳۹ھ میں انتقال کیا۔ "مسرتِ علم" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] وفات ۸۳۸ھ، نور الدین لقب، ان کی تصانیف میں رسالہ فی رد و افض اور منطق پر اپنے والد کے فارسی رسالہ کا ترجمہ شامل ہے۔ "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام"

شیخ الاسلام محمد بن قاضی القضاۃ شمس الدین

شیخ الاسلام محمد بن قاضی القضاۃ شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ دیری : آپ اپنے باپ کی ہی کنیت ولقب یعنی ابی عبداللہ و شمس الدین سے مشہور تھے۔ قدس میں ماہ محرم سنہ۷۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور کل علوم وفنون میں عالم فاضل ہو کر تدریس وافتا میں مشغول رہے اور ۱۳ رجمادی الآخرہ سنہ۸۴۱ھ میں وفات پائی۔ "قطبِ خلق" تاریخ وفات ہے۔

یوسف بن بالی

یوسف بن[1] بالی بن شمس الدین محمد بن حمزہ فناری : آپ محمد شاہ کے چھوٹے بھائی ہیں، بڑے عالم فاضل، فقیہ کامل، بحث وجدل میں قوتِ عالیہ رکھتے تھے۔ علم اپنے باپ سے حاصل کیا اور جب آپ کے بھائی محمد شاہ فوت ہوئے تو آپ بروسہ میں مدرسہ سلطانیہ کے مدرس مقرر ہوئے پھر وہیں سے قاضی بنے اور سنہ۸۴۶ھ کو عہد سلطان مراد خاں ابن محمد خاں میں بحالت قضاء قسطنطنیہ فوت ہوئے۔

محمد شاذلی بکری

محمد شاذلی بکری الشہیر بالحنفی : فقیہ، واعظ، ختم دائرۂ ولایت، قطبِ عالم، صاحب کمالات ظاہری وباطنی اور ایک ان میں سے تھے جن کو خدا تعالٰے نے دنیا میں تصرف اور تمکن دیا ہے۔ آپ سے اکثر غیب کی باتیں اور خرقِ عادات وکرامات ظاہر ہوئے اور اعیان وارکان نے آپ کی طرف رجوع کیا آپ کے حالات کو بعض علماء نے دو مجلد میں قلم بند کیا۔ عارف شعرانی نے کہا ہے کہ آپ نے اس مقام تک علم کا احاطہ نہیں کیا کہ بیان کیا جا سکے۔ شامی میں وفات آپ کی سنہ۸۴۷ھ میں لکھی ہے، "گلشنِ ولایت"، تاریخ وفات ہے۔

قاضی شہاب الدین

قاضی شہاب الدین دولت آبادی[2] : ملک العلماء لقب تھا۔ فقیہ، مفسر، نحوی، لغوی، ادیب، بلیغ، بیانی، وحید العصر، فرید الدہر، صاحب تصانیفِ عالیہ تھے، علوم قاضی عبدالمقتدر سے حاصل کیے جو شہرت وقبولیت خدا نے آپ کو دی، کسی کو اہل زمانہ سے حاصل نہیں ہوئی۔ آپ کے حق میں قاضی عبدالمقتدر فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہمارے پاس ایسے شاگرد آئے ہیں جن کا پوست ولحم و عظم علم ہے۔ آپ کی تصنیفات سے ایک شرح کافیہ ہے جو لطافت ومتانت میں بے عدیل اور ان کی حیات ہی میں مشہورِ عالم ہو گئی تھی، دوسرے ارشاد جو ایک متن لطیف وبے نظیر نحو میں ہے، تیسرے بدیع البیان جو علم بلاغت میں ایک لاثانی متن ہے، چوتھے تفسیر فارسی بحر مواج جو چند مجلد کلاں میں ہے

[1] یوسف بالی
[2] شہاب الدین احمد بن شمس الدین وفات ۲۵ رجب ۸۴۹ھ موہبت التواطر" (مرتب)

جس میں بیان ترکیب الفاظِ قرآنی اور معنی فصل و وصل کا کیا ہے اور نیز واسطے سجع کے تکلف کیا ہے، پانچویں شرح اصول بزدوی تا بحث امر، چھٹے ایک رسالہ تقسیم علوم میں، ساتویں ایک رسالہ تقسیم صنائع میں، آٹھویں ایک رسالہ مناقب السادات، نویں شرح قصیدۂ بانت سعاد، علاوہ ان کے اور کتب و رسائل تصنیف کئے اور فنِ شعر میں بھی آپ کو کامل مہارت حاصل تھی۔ وفات آپ کی سنہ ۸۴۶ھ میں ہوئی اور جونپور میں دفن کئے گئے۔ "صدر نشینِ انجمن" تاریخِ وفات ہے۔

خواجہ یعقوب چرخی

خواجہ یعقوب چرخی : عالمِ علومِ ظاہری و باطنی، جامع رموزِ صوری و معنوی، مفسرِ کلامِ ربانی اور اجلہ اصحاب خواجہ بہاؤ الدین نقشبند تھے۔ وطن آپ کا موضع چرخ مضافات غزنین سے تھا، مدت تک جامع ہرات میں مشغول علم رہے پھر مصر میں جا کر علومِ عقلیہ و نقلیہ کو بدرجہ تکمیل پہنچایا اور بعد تحصیل علوم کے بجذبۂ محبتِ الٰہی شاہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خلافت کا خرقہ پہنا اخیر کے دو پارہ قرآن شریف کی تفسیر تصنیف فرمائی جو تصوف سے پُر ہے اور لاہور میں طبع ہو گئی ہے۔ وفات آپ کی سنہ ۸۵۱ھ میں ہوئی اور قریہ ہلغتو میں دفن کئے گئے۔ مزار آپ کا زیارت گاہ عوام و خواص ہے "ابرِ رحمت" تاریخِ وفات ہے۔

ابراہیم بن موسٰے کرکی

ابراہیم بن موسٰے کرکی[1] : برہان الدین لقب تھا۔ فاضلِ جلیل القدر، علامۂ عصر، جامعِ علومِ عقلیہ و نقلیہ تھے۔ تفسیر علاؤ الدین ترکمانی کا حاشیہ نہایت عمدہ بہ عبارتِ رشیقہ تالیف کیا اور سنہ ۸۵۳ھ میں وفات پائی۔ "برگزیدۂ خدا" تاریخِ وفات ہے۔

حیدرہ بن احمد

حیدرہ بن احمد بن ابراہیم العجمی ثم الرومی : ابو الحسن کنیت برہان الدین لقب تھا، شیراز میں سنہ ۷۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور بہت شہروں میں پھر کر علوم کو تحصیل کیا، بڑے شکیل، شیریں سخن، علامۂ معانی و بیان، جامع معقول و منقول اور حافظِ اشعار، فصیح اللسان، بلیغ البیان تھے، علمِ موسیقی اور الحان کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی۔

باوجودیکہ آپ بڑے دیندار اور کثیر العبادۃ تھے تاہم آپ نے موسیقی اور الحان میں تصنیف کی اور نیز قزوینی کی ایضاح کی شرح لکھی اور تفتازانی سے اخذ کیا اور روم میں آئے اور امامِ ابو حنیفہ کے مذہب پر فتوے دیا۔ قاہرہ میں سنہ ۸۵۴ھ میں وفات پائی۔ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ

---

[1] ولادت سنہ ۷۷۵ھ یا سنہ ۷۶۷ھ (مرتب)

میں لکھا ہے کہ آپ سے ہمارے شیخ محی الدین کافیجی نے اخذ کیا۔ آخر آپ نے اس دارِ فانی کو چھوڑا اور دیگرائے عالمِ باقی ہوئے۔ "مسندِ مکرمت" تاریخِ وفات ہے۔

محمد بن احمد مکی

محمد[1] بن احمد مکی : ابن الضیاء کنیت تھی، اپنے زمانہ کے امامِ فاضل، مفسرِ کامل، شیخِ حنفیہ تھے۔ قرآن شریف کی ایک تفسیر نہایت عمدہ و مفید تصنیف کی اور ۸۵۴ھ میں وفات پائی، "شمسِ تاباں" تاریخِ وفات ہے۔

عرب شاہ

شہاب[2] احمد بن محمد معروف بہ عرب شاہ : بڑے عالم فاضل اور اپنے زمانہ کے علامہ تھے۔ آپ نے امام ابی اللیث نصر بن محمد فقیہ سمرقندی کی تفسیر کو ترکی میں ترجمہ کیا اور ۸۵۴ھ میں وفات پائی۔ "عزتِ کاشانہ" تاریخِ وفات ہے۔

عینی

محمود بن احمد بن موسےٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود عینی : بدر الدین لقب اور قاضی القضاۃ خطاب تھا، امامِ فاضل، محدثِ کامل، فقیہِ بے عدیل، علامہ بے تمثیل، عارفِ عربیت و تصریف، حافظِ لغت، سریع الکتابت، تخریجِ احادیث اور ان کے کشفِ معانی میں وسعت کامل رکھتے تھے۔ نصف ماہِ رمضان ۷۶۲ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔ فقہ جمال یوسف ملطی اور علاء سیرافی سے حاصل کی اور حدیث کو شیخ زین الدین عراقی اور شیخ تقی الدین سے سنا اور نحو و اصول فقہ اور معانی کو علامہ جبریل بن صالح بغدادی سے اخذ کیا، ۷۸۸ھ کو قاہرہ میں تشریف لائے اور پہلے پہل آپ کو ظاہریہ میں تصرف وظائف کی خدمت سپرد ہوئی پھر کئی دفعہ تدابیر امور کا عہدہ آپ کو ملا اور قضاءِ مذہب امام ابو حنیفہ کی آپ کے سپرد ہوئی۔ آپ نے جامع ازہر کے پاس ایک مدرسہ بنوایا اور اپنے کتب خانہ کو اس میں وقف کر دیا۔

---

[1] ابو البقاء محمد بن احمد بن الضیاء محمد بن العز محمد بن عمر بن سعید بن محمد العمری المکی صغانی الاصل، (بقیہ بر ص ۵۱۱)

[2] شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن محمد معروف بہ ابن عرب شاہ دمشقی الاصل، رومی و یعرف العجمی، پیدائش دمشق ۷۹۱ھ۔ عجائب المقدور، مرأۃ الادب، مقدمہ فی نحو اور السیر فی دول الترک بھی آپکی تصانیف ہیں (معجم المؤلفین) (مرتب)

تصنیفات عالیہ کیں جن میں سے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، شرح پارہ سنن ابوداؤد، بنایہ شرح ہدایہ، رمز الحقائق شرح کنز الدقائق، منحۃ السلوک شرح تحفۃ الملوک، شرح معانی الآثار، شرح مجمع، شرح درر البحار، طبقات الحنفیہ، طبقات الشعراء، مختصر تاریخ ابن عساکر، شرح شواہد الصغیر والکبیر، شرح منار، کتاب العروض، تاریخ کبیر وغیرہ نہایت مشہور و معروف ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہدایہ کی شرح آپ نے اس وقت لکھی تھی کہ جب آپ کی عمر نوے سال کے قریب تھی۔ ماہ ذی الحجہ ۸۵۵ھ میں وفات پائی۔ "محدثِ سلیم القلب" تاریخِ وفات ہے۔ عینی آپ کو اس لئے کہا کرتے تھے کہ آپ کا باپ شہر عین تاب کا جو حلب سے تین منزل کے فاصلہ پر واقع ہے، قاضی تھا، پس آپ شہر مذکورہ کی طرف منسوب ہوئے۔

بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ جب سلطان نے مدرسہ مؤیدیہ کو بنوایا تو اس کے مناروں میں سے ایک منارہ جو برج شمالی پر بنا ہوا تھا ٹیڑھا ہو کر قریب گرنے کے ہو گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو گرا کر ازسرِنو تیار کرایا جائے۔ اتفاقاً اس وقت عینی اس کے سایہ میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے کہ ابنِ حجر عسقلانی نے قطعہ مندرجہ ذیل لکھ کر بادشاہ کے حضور میں پڑھا ؎

لجامع مولانا المؤید رونق — منارتہ بالحسن یزہو وبالزین
تقول وقد مالت عن القصد امہلوا — فلیس علی جسمی اضر من العین

لوگوں نے عینی سے اس قصہ کو ایک ایسے انداز سے بیان کر کے کہا کہ حافظ ابن حجر نے آپ پر تعریض کی ہے۔ آپ کو اس بات سے بڑا غصہ آیا اور آپ شعر کہنے میں چنداں مہارت نہ رکھتے تھے اس لئے آپ نے نواجی مشہور شاعر کو طلب کر کے مندرجہ ذیل قطعہ ابن حجر کی تعریض میں نظم کرا کر شائع کرایا ؎

منارۃ لعروس الحسن قد جلیت — وہدمہا بقضاء اللّٰہ والقدر
قالوا اصیبت بعین قلت واغلط — ما اوجب الہدم الاخیبۃ الحجر

ابراہیم بن خطیب

ابراہیم بن خطیب: تاج الدین لقب تھا، علوم مولیٰ یگان سے پڑھے یہاں تک کہ عالم اجل، فاضلِ اکمل، صاحب ہیبت و دبدبہ ہوئے۔ سلطان مراد خاں نے آپ کو مدرسہ ازنیق کا متولی کیا اور اوائل سلطنت محمد خاں بن مراد خاں میں جو ۸۵۵ھ کو تخت نشین ہوا، ازنیق میں فوت ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن قاضی القضاۃ شمس الدین

عبدالرحمٰن بن قاضی القضاۃ شمس الدین ابی عبداللہ محمد دیری : امین الدین لقب تھا سنہ ۸۲۰ھ سے پہلے پیدا ہوئے، اپنے ملک کے علماء و فضلاء سے علم حاصل کر کے جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور فائقِ زمانہ ہوئے اور اپنے بھائی قاضی القضاۃ سعد الدین سعد دیری سے جب وہ کبیر السن ہوئے تو ولایت مصر کی قضاء حاصل کی اور بہر ماہ ذی الحجہ سنہ ۸۵۶ھ میں وفات پائی۔ "قدوۂ خلائق" تاریخِ وفات ہے۔

شیخ ابوالفتح جونپوری

شیخ ابوالفتح جونپوری[1] : عالم فاضل، فصیح بلیغ، جامع معقول و منقول اور اپنے جدِ امجد قاضی عبدالمقتدر کے شاگرد و مرید تھے اور مطابق ان کی وصیت کے ہمیشہ درس و افادہ علوم میں مشغول رہتے تھے، اکثر عربی و فارسی قصائد کہا کرتے تھے۔ قاضی شہاب الدین سے آپ کے اصول کلامیہ اور فروع فقہیہ میں بہت مباحثے ہوئے خصوصاً زباد گر یعنی مشک بلائی کے باب میں جو بلی کے عرق سے ٹپکتا ہے شیخ اس کو پلید کہتے تھے اور قاضی شہاب الدین اس کی طہارت کا حکم دیتے تھے چنانچہ اس بحث میں کئی رسالے تصنیف ہوئے۔ شیخ موصوف پہلے دہلی میں رہا کرتے تھے لیکن امیر تیمور کے واقعہ میں بہمراہی دیگر اکابر کے جونپور میں چلے گئے اور قاضی شہاب الدین بھی اسی واقعہ میں دہلی سے جونپور میں پہنچے۔ کہتے ہیں کہ شیخ کے گھر میں زر برستا تھا لیکن سوائے شیخ عبدالوہاب کے آپ کی دوسری اولاد اس واقعہ کی قائل نہیں۔ آپ ۱۴ ماہ محرم سنہ ۷۶۲ھ میں پیدا اور بروز جمعہ ۱۳ ربیع الاول ۸۵۶ھ میں فوت ہوئے۔ "بحرِ رحمت" تاریخ وفات ہے۔

عبدالسلام بن احمد

عبدالسلام بن احمد بغدادی : عزالدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے شیخ، فقیہ، محدث، جامع منقول و معقول صاحب تصنیف تھے، حدیث بُنی الاسلام علی خمسٍ کی آپ نے ایک عمدہ شرح لکھی، صاحبِ کشف الظنون لکھتے ہیں کہ یہ کتاب اگرچہ نہایت نفیس فوائد پر مشتمل ہے مگر یہ کہ مصنف نے شافعی مذہب کے بعض احکام ارکان صلوٰۃ و اجبات حج کو خلاف ان کے تصور کر کے لکھ دیا ہے اس لئے اسکے اعتماد سے احتراز کرنا چاہیے۔ وفات آپ کی ۸۵۹ھ میں ہوئی۔ "رحمتِ داور" تاریخ وفات ہے۔

سید علی عجمی

سید علی عجمی : پہلے اپنے شہر سمرقند کے علماء و فضلاء سے پڑھ کر علوم و فنون میں ماہر ہوئے

---

[1] ابوالفتح بن عبدالحی بن عبدالمقتدر بن رکن الدین قریشی الکندی الدہلوی ثم جونپوری ولادت سنہ ۷۶۲ھ (مرتب)

پھر سید شریف علی جرجانی تلمیذ اکمل الدین بابرتی سے تکمیل کی، بعدازاں روم کی طرف تشریف لے گئے اور شہر قسطمون میں داخل ہوئے، اس شہر کے حاکم نے آپ کی بڑی عزت کی اور مدرسہ بروسا کا مدرس مقرر کیا۔ علماء و فضلاء میں آپ کی فضیلت ظاہر ہوئی۔ سید شریف کے حواشی شرح شمسیہ اور شرح مطالع اور شرح مواقف پر حواشی تصنیف فرمائے اور سنہ ۸۶۰ھ میں وفات پائی۔ "حلالِ مشکلات" تاریخ وفات ہے۔

ابنِ ہمام

محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید سکندری سیواسی المعروف بہ ابن ہمام: کمال الدین لقب تھا۔ امامِ محقق، علامہ مدقق نظار، فروعی، اصولی، محدث، مفسر، حافظ، نحوی، کلامی، منطقی، جدلی، فارس میدان بحث تھے، بعض نے طبقہ اہلِ ترجیح اور بعض نے اہلِ اجتہاد سے آپ کو شمار کیا ہے، باپ آپ کا شہر سیواس کا جو روم کے علاقہ میں ہے، قاضی تھا۔ پھر قاہرہ میں آیا جہاں اس کو قاضی حنفی سے خلافت حکم کی ملی پھر اسکندریہ کا قاضی ہوا اور قاضی مالکی کی لڑکی سے نکاح کیا جس سے ۷۸۸ھ میں آپ یعنے کمال الدین محمد پیدا ہوئے اور ہوش سنبھالتے ہی اپنے باپ اور شہر کے علماء و فضلاء سے علم پڑھنا شروع کر دیا چنانچہ فقہ و اصول سراج الدین الشہیر بہ قاری الہدایہ اور بساطی سے پڑھی اور جب ۸۱۳ھ کو قاہرہ میں آئے تو قاضی محب الدین بن شحنہ سے استفادہ کیا اور ان کے ساتھ حلب کو مراجعت کی۔ عربیت کو جمال حمیدی سے اخذ کیا اور حدیث کو ابی زرعہ عراقی اور جمال حنبلی اور شمس شامی سے سنا اور مراغی و ابن ظہیرہ سے اجازت حاصل کی یہاں تک کہ اپنے اقران پر تمام علوم میں غالب آئے۔ اشرف نے آپ کو مدرسہ کا شیخ بنایا تھا جس کو آپ نے کچھ مدت تک انجام دیکر چھوڑ دیا اور شیخونیہ کی مشیخت کے متولی ہوئے پھر کچھ مدت تک افتاء کا کام دیتے رہے مگر آخر الامر ان سب کو یکبارگی چھوڑ دیا اور تصنیف و تالیف اور نشرِ علوم میں مشغول ہوئے چنانچہ ہدایہ کی شرح فتح القدیر نام ایسی محققانہ لکھی کہ جس کی نظیر آج تک نہیں ملتی اور اس میں تعصب و اعتساف مذہبی سے اجتناب کر کے نہایت منصفانہ دلائل سے مذہب حنفیہ کو ثابت کیا۔ اس شرح کو آپ نے کتاب وکالت تک تصنیف کیا تھا کہ اجل کا پیغام آ گیا اس لئے اس مقام سے اس کو اخیر کتاب تک مولی الشمس الدین احمد بن قودر المعروف بہ قاضی زادہ مفتی رومی متوفی ۹۸۸ھ نے کامل کیا اور اصول میں کتاب تحریر ایسی تصنیف کی کہ اپنا نظیر نہیں رکھتی جس کی شرح آپ کے فاضل تلمیذ ابن امیر حاج حلبی نے کی۔ عقائد میں کتاب مسایرہ اور عبادات میں

زادالفقر تصنیف کی۔

علاوہ علوم ظاہری کے صوفی بھی کامل اور صاحبِ کشف و کرامات تھے اور علم موسیقی میں بھی کمال دسترس رکھتے تھے۔ ابتدا میں آپ نے بالکلیہ تجرد اختیار کر لیا تھا مگر اہلِ طریقت نے آپ کو کہا کہ آپ اس سے رجوع کر لیں کیونکہ لوگوں کو آپ کے علم کی بڑی حاجت ہے۔ آپ کو اہلِ تصوف کی طرح حالت آتی تھی مگر بسبب اختلاط لوگوں کے آپ سے وہ حالت جلد دور ہو جاتی تھی آپ سے شمس الدین محمد الشہیر بہ ابن امیر حاج حلبی اور محمد بن محمد بن شحنہ اور سیف الدین بن عمر بن قطلوبغا وغیرہ جمِ غفیر نے اخذ کیا اور قاہرہ میں جمعہ کے روز ۷، رمضان ۸۶۱ھ میں وفات پائی اور سلطان مع اعیان وارکان سلطنت کے آپ کے جنازہ پر حاضر ہوا۔ "نورِ خدا" اور "رونق شہر" تاریخِ وفات ہیں۔

سیوطی نے حسن المحاضرہ میں شیخ ابی العباس احمد بن محمد سرسی صوفی متوفی ۸۶۱ھ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ شیخ کمال الدین ابن ہمام اکثر آپ کے پاس آیا کرتے تھے، ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ کے پاس کتاب تحریر جو انہوں نے تصنیف کی تھی، موجود تھی، شیخ ابی العباس نے اس کو مطالعہ کر کے فرمایا کہ کتاب تو ملیح ہے لیکن لوگ اس سے کم منتفع ہوں گے پس ایسا ہی ہوا۔

شیخ ابوالفتح علائی

شیخ ابوالفتح علائی قریشی کالپوی[1] : سید محمد گیسو دراز کے خلفائے نامدار میں سے جامع علوم ظاہر و باطن اور واقفِ اسرارِ شریعت و طریقت تھے، حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے، تصانیف بھی بہت کیں جن میں سے کتاب عوارف المعارف[2] تصوف میں جو نہایت معتبر ہے اور تکملہ نحو میں اور مشاہدہ تصوف میں مشہور و معروف ہیں۔ وفات آپ کی ۸۶۲ھ میں ہوئی اور قبر آپ کی کالپی میں زیارت گاہِ عام ہے۔ "گلشنِ اسرار" تاریخِ وفات ہے۔

قرہ یعقوب

یعقوب بن ادریس بن عبد اللہ نکدی المعروف بہ قرہ یعقوب : اصول و فروع میں ماہر اور معقول و منقول میں متبحر تھے۔ ۷۸۹ھ کو قصبہ نکدہ واقع بلاد قرمان میں پیدا ہوئے اور علم محمد بن حمزہ فناری وغیرہ سے حاصل کئے اور بلادِ شام و قاہرہ میں تشریف لائے جہاں کے علماء و فضلاء نے آپ کی فضیلت و کمالیت کا اقرار کیا۔ آپ کی تصانیف سے شرح مصابیح السنہ اور حواشی ہدایہ

---

[1] شیخ ابوالفتح علائی کالپوی متوفی ۸۶۲ھ (تذکرہ علمائے ہند) [2] عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی کی تصنیف ہے ۱۲ (مرتب)

یادگار ہیں۔ وفات آپ کی شہر ادرنہ میں ماہ ربیع الاول ۸۶۳ھ میں ہوئی، "کاشفِ اسرار" تاریخ وفات ہے۔

خضر بیگ

خضر بیگ بن قاضی جلال الدین بن صدر الدین بن حاجی ابراہیم رومی : ۸۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور شہر سفری حصار میں جو بلادِ روم میں سے ایک شہر ہے، پرورش پائی۔ پہلے اپنے والد ماجد سے جو یہاں کے قاضی تھے، تعلیم پاتے رہے پھر مولیٰ محمد بن ادمغان المشہور بہ مولیٰ یگان کی خدمت میں حاضر ہو کر کمالیت کا رتبہ اور فضیلت کا درجہ حاصل کیا۔ جب ۸۳۶ھ میں سفری حصار کے مدرس مقرر ہوئے تو آپ کو اور بھی علوم غریبہ اور فنونِ عجیبہ حاصل ہوئے یہاں تک کہ حکایت کرتے ہیں کہ اوائل جلوس سلطان محمد خاں بن مراد خاں میں ایک شخص عجمی جو مختلف علوم میں بڑا متبحر تھا، بادشاہ کے دربار میں آکر مباحثہ کا خواہاں ہوا، اس وقت جتنے بڑے بڑے عالم و فاضل تھے وہ اس کے مباحثہ کے لئے جمع ہوئے لیکن جب اس نے سوالات پیش کئے تو ان کے جواب دینے سے سب کے سب عاجز آگئے۔ اس سے بادشاہ کو نہایت بیقراری اور عار دامنگیر ہوئی پس اس نے کسی ایسے شخص کے طلب کرنے کا حکم دیا جو علوم غریبہ میں مہارت رکھتا ہو، سب لوگوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا، سو آپ فوراً حاضر کئے گئے، اس وقت آپ نوجوان تھے، عجمی بنظر حقارت آپ کو دیکھ کر ہنسنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے جو سوال کرنا ہے وہ پیش کر، اس نے مختلف علوم میں کئی ایک سوال کئے جن کا جواب آپ نے نہایت خوبی سے دیا، پھر آپ نے ایسے سولہ فن میں اس سے سوال کئے جن کو وہ ہرگز نہ جانتا تھا، پس وہ بند ہو کر خاموش ہو گیا۔ بادشاہ کو اس بات سے بڑی خوشی حاصل ہوئی اور آپ کی بڑی تعریف و تکریم کی اور شہر بروسا کے مدرسہ کا مدرس مقرر کیا۔

جب سلطان نے قسطنطنیہ کو فتح کیا تو آپ کو وہاں کا قاضی بنایا پھر آپ نے ۸۵۹ھ میں مکہ معظمہ کا حج کیا۔ آپ کے شاگردوں میں مصلح الدین المعروف بخواجہ زادہ اور شمس الدین المشہور بہ خطیب زادہ اور خیر الدین معلم سلطان محمد خاں معروف و مشہور ہیں۔ ایک کتاب عقائد کی نظم میں تصنیف کی جس کی شرح آپ کے شاگرد شمس الدین احمد خیالی نے لکھی ہے، علاوہ اس کے ایک مختصر کتاب علم عروض میں اور تفتازانی کے حاشیہ تفسیر کشاف پر حواشی تصنیف فرمائے اور ۸۶۳ھ میں انتقال کیا۔ "گنج معرفت" تاریخ وفات ہے۔

ابو نصر پارسا

محمود بن محمد بن محمود حافظی بخاری : ابو نصر پارسا کنیت تھی، اپنے باپ کی طرح

علوم ظاہری و باطنی میں ماہر و عارف تھے جو بعد وفات والد ماجد کے ان کے جانشین ہوئے اور ۸۶۵ھ میں انتقال کیا۔ قبر آپ کی بلخ میں ہے۔ "فہیم خلق" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

قاضی القضاۃ سعد بن شمس الدین نابلسی

قاضی القضاۃ سعد بن شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن سعد بن ابی بکر دیری نابلسی: منگل کے روز ۱۷ رجب ۷۶۸ھ کو پیدا ہوئے، ابوالسعادات کنیت اور سعد الدین لقب تھا۔ اصل میں شہر دیر کے جو شہر نابلس کے پاس واقع ہے، رہنے والے تھے چنانچہ اسی لئے ابن الدیری کے نام سے معروف تھے مگر آخیر کو قاہرہ میں آکر مقیم ہوئے، بڑے ذکی اور ذی حافظہ تھے، پہلے اپنے والد سے علم پڑھنا شروع کیا اور قرآن کو حفظ کر کے بہت سی کتابیں ۱۲ روز کے عرصہ میں حفظ کیں پھر کمال سرحی اور حمید الدین اور علاء بن نقیب اور شمس بن خطیب شافعی سے استفادہ کیا اور شمس قونوی صاحب درر البحار اور حافظ الدین صاحب فتاوی بزازیہ کی صحبت کی اور برہان ابراہیم بن زین عبد الرحیم بن جماعہ سے روایت احادیث کی سند لی، یہاں تک کہ اپنے زمانہ کے امام علامہ اور فقیہ فہامہ ہوئے استحضار مسائل مذہبیہ اور سریع ادراک اور حافظہ میں بے نظیر تھے، علمی مباحثہ و مذاکرہ کا نہایت شوق تھا۔ علم تفسیر خصوصاً فہم معانی تنزیل میں ید طولےٰ رکھتے تھے اور متن حدیث اس قدر یاد رکھتے تھے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ کے والد ماجد فقہ وغیرہ میں آپ کو اپنے اوپر مقدم سمجھنے لگے اور آپ کا ذکر خیر یہاں تک زمانہ میں مشہور ہوا کہ شاہرخ بن تیمور بادشاہ ہندوستان نے سر دربار آپ کا حال قاصد ظاہر چقمق سے دریافت کیا، مدت تک تدریس و افتاء میں مشغول رہے، ۸۴۲ھ میں مصر کی دار القضاء حنفیہ کے متولی ہوئے، حج بھی آپ نے کئی دفعہ کئے چنانچہ پہلا حج ۸۰۱ھ میں کیا۔ آپ سے قاضی محمد بن محمد بن شحنہ نے اخذ کیا۔

شمس الدین سخاوی نے آپ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ میں نے آپ سے بہت کچھ پڑھا اور فوائد و نظم کو لکھا، چونکہ آپ کو باوجود کثرت اطلاع کے تصنیف و تالیف کا چنداں شوق نہ تھا، اس لئے تصنیفات آپ سے کم ظہور میں آئی اور جو آئی ہے وہ حسب ذیل ہے: شرح عقائد نسفی جس کو زین قاسم حنفی نے آپ سے پڑھا، کواکب النیرات فی وصول ثواب الطاعات الی الاموات، السہام المارقہ فی کبد الزنادقہ، رسالۃ الحبس بالتہمۃ، رسالہ بل تمام الملاالحکام لا۔ رسالہ بل منع الشعر مخصوص بالنبی ام عام لجمیع الانبیاء۔ تکملہ شرح ہدایہ سروجی سات جلد میں۔ منظومہ نعمانیہ، یہ کتاب نظم میں ہے اور اس میں عجیب و غریب فوائد بیان ہوئے ہیں۔ وفات آپ کی ۹ ربیع الآخر ۸۶۷ھ کو مصر میں ہوئی،

"قبلۂ خلق" تاریخِ وفات ہے۔

عبداللطیف دیری

عبداللطیف بن شمس الدین ابی عبداللہ محمد دیری : زین الدین لقب تھا، اعیان وارکان فقہاء میں سے عدول و مقبول تھے۔ آپ نے اپنے چچا کے بیٹے تاج الدین دیری سے حکم کی نیابت حاصل کی اور ۸۷۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا ایک بیٹا شیخ شرف الدین یونس فضلاء زمانہ میں سے تھا جو آپ سے پہلے مرگیا اور دوسرا بیٹا زین الدین عبدالقادر بھی بڑا عالم فاضل متواضع تھا جو ۵ رمضان ۸۸۵ھ کو فوت ہوا۔

خیالی

احمد بن موسٰے الشہیر بالخیالی : شمس الدین لقب تھا، مبانی علوم کے اپنے باپ سے پڑھے۔ پھر مولیٰ خضر بیگ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے استفادہ کیا اور مدرسہ سلطانیہ بروسا کے مدرس بنے۔ بعدۂ بعض مدارس کی تدریس آپ کو تفویض ہوئی۔ جب تاج الدین ابراہیم المعروف بہ ابن الخطیب والد خطیب زادہ فوت ہوئے تو وزیر محمود پاشا نے سلطان محمد خاں سے آپ کے لئے سفارش کی کہ ان کو مدرسہ ازنیق کی تدریس کا کام دیا جائے۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ کیا خیالی وہ شخص نہیں ہے جس نے شرح عقائد پر حواشی لکھے ہیں اور تیرا نام اس میں لکھا ہے؟ وزیر نے کہا کہ ہاں وہی شخص ہے۔ پس بادشاہ نے کہا کہ وہ ضرور اس مدرسہ کا مستحق ہے لیکن خیالی نے ان دنوں واسطے حج کے تیاری کی ہوئی تھی۔ پس جب یہ قسطنطنیہ میں آئے تو وزیر نے ان کو اس حال سے اطلاع دی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تو مجھ کو اپنی وزارت اور بادشاہ اپنی سلطنت دے دے تو بھی میں اس سفر کو نہ چھوڑوں گا۔ پس آپ حج کو چلے گئے اور جب حج کر کے واپس آئے تو وہاں کے مدرس بنے لیکن تھوڑے ہی دنوں میں ۳۳ سال کی عمر میں ۸۶۰ھ میں اس دارِ فانی سے انتقال کر گئے۔ "خوردہ دان" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ بڑے نحیف البدن تھے یہاں تک کہ آپ کی انگشت سبابہ اور انگوٹھے کے حلقہ میں آپ کا ہاتھ بازو تک آجاتا تھا۔ رات دن میں صرف ایک ہی دفعہ طعام کھایا کرتے تھے اور ہمیشہ علم و عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ مولیٰ غیاث الدین المعروف بہ پاشا چلپی اور کمال الدین قرہ کمال وغیرہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ شرح عقائد نسفی پر آپ نے نہایت عمدہ اور مختصر حواشی تحریر کئے جو متداول بین الدرس والتدریس ہیں لیکن بعض مواقع پر اس وقت کو کام فرمایا ہے کہ

بڑے بڑے علما، فضلا، اس کے حل کرنے میں حیران رہ جاتے ہیں اس لئے ان حواشی کا حاشیہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے ایسا عمدہ لکھا ہے کہ تمام معضلات و مشکلات کو حل کر کے طلبار کے لئے آسان کر دیا چنانچہ اس موقع پر کسی نے یہ کیا خوب کہا ہے ؎

خیالات خیالی بس عظیم است　　　　براے حل او عبدالحکیم است

علاوہ اس کے اوائل شرح تجرید پر بھی حواشی تصنیف کئے اور اپنے استاد مولی الخضر بیگ کی کتاب نظم عقائد کی شرح کی۔

ابراہیم بن قاضی القضاۃ شمس الدّین

ابراہیم بن قاضی القضاۃ شمس الدین ابی عبداللہ محمد دیری : ابو اسحٰق کنیت اور برہان الدین لقب تھا۔ آپ بھی اپنے بھائیوں کی طرح علامہ زمانہ اور فقیہ فہامہ تھے۔ پہلے قاہرہ کے وظائف سنیہ پر مقرر ہوئے، پھر ۸۷۰ھ کو ولایت مصر کی قضا کے متولی ہو کر قاضی القضاۃ ہوگئے مگر اس سے روگرداں ہو کر مؤیدیہ کی مشیخت پر مستقر ہوئے اور اسی حالت میں ۸۷۶ھ میں وفات پائی۔

تقی الدین شمنی

احمد بن محمد بن محمد بن حسن بن علی بن یحییٰ الشمنی : رمضان ۸۰۱ھ میں شہر سکندریہ میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں نشوونما پایا۔ پہلے مثل اپنے باپ دادا کے مالکی المذہب تھے پھر حنفی مذہب میں انتقال کیا۔ علوم میں یکتائے زمانہ اور ادب و تفسیر و حدیث و فقہ و نحو و کلام و اصول میں امامِ ائمہ تھے، تقی الدین لقب اور ابو العباس کنیت تھی۔ فقہ شیخ یحییٰ سیرامی سے اور حدیث ولی الدین عراقی سے حاصل کی یہاں تک کہ فنون و علوم میں سرآمد و فائق اقران ہوئے اور بے شمار خلقت نے آپ سے فائدہ کثیر اٹھایا۔ حافظ سیوطی اور سخاوی نے آپ کی شاگردی کی اور عراقی و بلقینی نے آپ کو سند اجازت کی دی۔ آپ نے مغنی اللبیب اور شفار قاضی عیاض کا حاشیہ لکھا اور صدر الشریعہ کے نقایہ اور اپنے باپ کی نظم النخبہ کی شرح کی اور ارتفاق المسالک لتادیۃ المناسک آپ نے تصنیف کی۔ سخاوی نے ضوء لامع میں لکھا ہے کہ جب تقی الدین شمنی قاہرہ میں اپنے باپ کے ہمراہ آئے تو علی بن الکویک اور جمال حنبلی اور تقی الزبیری اور ولی العراقی سے حدیث کی سماعت کی اور بلقینی و بیشتی وغیرہ نے آپ کو سند اجازت دی اور میں نے ان سے مدت تک پڑھا اور ان کے درس میں حاضر ہوتا رہا۔

سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ میں لکھا ہے کہ علم تفسیر میں آپ دریائے محیط اور کاشف

وفائق تھے اور حدیث کی روایت و درایت اور حل مشکلات میں آپ ہی کی طرف رجوع اور اعتماد کیا جاتا تھا۔ فقہ میں یہاں تک دستگاہ رکھتے تھے کہ اگر آپ کو نعمان یعنی امام ابوحنیفہ دیکھتے تو البتہ انعام دیتے اور علمِ کلام میں یہ لیاقت تھی کہ اگر آپ کو امام الشعری دیکھ پاتے تو آپ کو اپنے پاس بٹھاتے اور خوش ہوتے۔ نحو میں ایسا ملکہ حاصل تھا کہ اگر آپ کو امام خلیل نحوی دیکھ لیتے تو البتہ اپنا خلیل پکڑتے۔ معانی وغیرہ علوم میں تو چراغ تھے۔

اسکندریہ میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں اپنے والد کے ہمراہ آئے۔ نحو شمس الدین شطنوجی سے پڑھی اور فقہ شیخ یحییٰ سیرامی اور علاء بخاری د ت ناصل کی اور حدیث کو شیخ ولی الدین سے سماعت کیا اور قاضی شمس الدین بسطامی کی مصاحبت میں رہے اور انہیں سے علم معانی و بیان حاصل کیا۔ علاوہ دیگر علوم و فنون میں بھی فائق ہوئے۔ بلقینی و زین عراقی و جمال بن ظہیرہ و کمال دمیری اور مراغی وغیرہ محدثین نے آپ کو سندِ اجازت دی۔ شیخ شمس الدین سخاوی نے اپنی مشیخت میں آپ سے تخریج کی اور حدیث کو بیان کیا۔ سیوطی کہتے ہیں کہ میں نے بھی ایک جز حدیث کی مسلسل آپ سے تخریج کی اور حدیث کو روایت کیا اور کئی اجزاء احادیث کے آپ سے پڑھے اور ایک بڑا حصہ مطول اور توضیح ابنِ ہشام کا سماعت کیا اور ایک جم غفیر خلقت نے آپ سے فائدہ اٹھایا اور میری کتاب شرح الفیہ اور جمع الجوامع پر آپ نے تقریظیں لکھیں۔ وفات آپ کی ۸۷۲ھ میں ہوئی۔ "آلاش عصر" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

مولیٰ کافیجی

محمد بن سلیمان بن سعد بن مسعود رومی الشہیر بہ مولیٰ محی الدین کافیجی[1] : امامِ محقق، علامۂ زمانہ تھے، فقہ و حدیث و تفسیر میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ معقولات و منقولات کے جامع تھے۔ اصولِ فقہ، کلام، تصریف اعراب، معانی، بیان، جدل، منطق، فلسفہ، ہیئت میں استاذ الاساتذہ تھے۔ ۷۸۸ھ میں پیدا ہوئے اور ہوش سنبھالتے ہی علم میں مشغول ہو گئے اور بلادِ عجم و تاتار میں جا کر بڑے بڑے علماء و فضلاء مثل مولیٰ شمس الدین محمد بن حمزہ فناری اور حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب بزازی اور برہان حیدر تلمیذ تفتازانی اور عبد اللطیف بن فرشتا شارح مجمع اور شیخ واجد وغیرہم سے علم پڑھا اور

---

[1] علامہ استاذ الاساتذین امام الکبیر محی الدین ابو عبداللہ محمد بن سلیمان بن سعد بن مسعود الکافیجی رومی الاصل ابرعمی ثم المصری متوفی ۸۷۹ھ ۔ (دستور الاعلام) (مرتب)

قاہرہ میں اشرف برسبائی کے عہد میں تشریف لے گئے یہاں آپ کی فضیلت ظاہر ہوئی اور اعیان و ارکان نے آپ سے اخذ کیا اور شیخونیہ کی مشیخت بعد ترک ابن ہمام کے آپ کے سپرد ہوئی۔ کافیجی آپ کو اس لئے کہا کرتے تھے کہ کتاب کافیہ سے جو نحو میں ہے، بڑا شغل رکھا کرتے تھے۔

سیوطی نے لکھا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں چودہ برس رہا اور آپ سے کتاب تحقیقات اور عجائب کو سُنا۔ اہلِ تصوف کے حق میں حسن الاعتقاد اور اہلِ حدیث کے بڑے محب تھے باوجود کبر سنی کے کثیر العبادۃ کثیر الصدقہ سلیم الفطرۃ صبور و متحمل تھے۔ مجھ سے ایک دن فرمانے لگے کہ زید قائم کا اعراب کیا ہے؟ میں نے کہا کہ مقام صغیرہ میں بھی ہم سے یہ سوال کیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں ایک سو تیرہ بحث ہیں، میں نے عرض کی کہ جب تک میں ان کو حاصل نہ کروں گا۔ آپ کی مجلس سے نہ اٹھوں گا پس وہ بتلاتے گئے اور میں نے ان کو لکھ لیا۔

آپ کی تصنیفات علوم عقلیہ میں اس قدر تھیں کہ میں نے آپ سے ان کے نام پوچھے تاکہ آپ کے ترجمہ میں ان کو لکھوں مگر وہ شمار نہ کر سکے اور جن کے نام آپ نے بتائے وہ میں بھول گیا جو اکثر مختصرات تھیں اور ان میں سے اجل و انفع شرح قواعد اعراب اور شرح کلمتی الشہادۃ اور مختصر فی الحدیث اور مختصر تفسیر تیسیر نام ہے۔ وفات آپ کی جمعہ کی رات ۴ ماہ جمادی الاولیٰ ۸۷۳ھ میں اسہال کے مرض سے واقع ہوئی۔ "خداوند راز" تاریخ وفات ہے۔

مصنفک

علی بن مجد الدین محمد بن محمد بن مسعود بن محمود بن محمد بن امام فخر الدین رازی المعروف بہ مصنفک: عالم فاضل، فقیہ محدث، اصولی، صاحبِ تصنیفاتِ عالیہ اور امام فخر الدین رازی کی اولاد میں سے تھے امام فخر الدین کا ایک بیٹا محمد نام بڑا فاضل تھا جو عنفوان شباب میں ایک بیٹا محمد نام واعظ چھوڑ کر مر گیا، امام کو خدا نے اور بیٹا دیا، انہوں نے اس کا نام بھی محمد رکھا اور وہ بھی کمال رتبہ کو پہنچا جس کی اولاد میں سے آپ چوتھی پشت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نسب کا سلسلہ حضرت عمر فاروق تک منتہی ہوتا ہے۔ بعض اہلِ تواریخ کہتے ہیں کہ آپ صدیقی ہیں۔ بہرحال آپ ۸۰۳ھ میں پیدا ہوئے اور واسطے تحصیل علم کے مسافرت کی علم عربی تو آپ نے جلال الدین یوسف تلمیذ علامہ تفتازانی اور نیز قطب الدین احمد بن محمد بن محمود امامی ہروی تلمیذ جلال الدین سے پڑھا اور فقہ حنفی فصیح الدین محمد بن محمد سے حاصل کی اور فقہ شافعی کو عبد العزیز بن احمد بن عبد العزیز ابہری سے اخذ کیا۔ ۸۲۳ھ میں کتاب مصباح کی جو نحو میں ہے شرح لکھی اور ۸۲۶ھ میں آپ نے خواب

میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے کتاب آداب البحث کی شرح تصنیف کی اور ۸۲۶ھ میں شرح لباب اور ۸۳۲ھ میں شرح مطول اور ۸۳۳ھ میں تفتازانی کی شرح مفتاح کی شرح تصنیف فرمائی اور ۸۳۵ھ میں حاشیہ تلویح کا اور شرح قصیدہ بردہ اور شرح قصیدہ ابن سینا کی لکھی پھر ۸۳۹ھ میں ہرات کو تشریف لے گئے اور وہاں وقایہ اور ہدایہ کی شرح لکھیں اور کتاب حدائق الایمان لاہل العرفان تصنیف کی پھر ۸۴۶ھ میں ممالک روم کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں ۸۵۰ھ میں مصابیح لبغوی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے شرح کی اور نیز سید کی مفتاح کی شرح اور شرح مطالع کا حاشیہ اور کسی قدر اصول فخر الاسلام کی شرح تصنیف فرمائی۔ ۸۵۶ھ میں شرح کشاف اور انوار الحدائق اور تحفۃ السلاطین اور حدائق الایمان فارسی میں تصنیف کی اور ۸۶۱ھ میں تحفۂ محمودیہ فارسی میں محمود پاشا کے وزرا کی نصائح میں تصنیف کیا اور اس میں اپنی تصانیف مذکورہ بالا کی بتاریخ ذکر کی اور نیز اس بات کا ذکر کیا کہ اب میں بسبب کبر سنی کے کوئی تصنیف اور نہیں کروں گا اور نیز اس میں بعد تذکرہ اپنے نسب کے لکھا کہ یہ لوگ آبا ر ابدان ہیں اور جو آبائی ارواح ہیں پس وہ بہت ہیں۔

آپ کے مصنفک کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ سن حداثت ہی میں کتب شریفہ کی تصنیف میں مصروف ہو گئے تھے اس لئے کاف تصغیر کا مصنف کے ساتھ لگا دیا گیا۔ وفات آپ کی قسطنطنیہ میں ۸۷۵ھ میں ہوئی۔ "یکتائے روزگار" تاریخ وفات ہے۔

قوشجی

علی بن محمد قوشجی : علاء الدین لقب تھا، اعلم علمائے دوران اور افضل حکمائے زمان تھے، آپ کا باپ امیر الغ بیگ بادشاہ ماوراء النہر کے خادموں سے تھا۔ لڑکپن میں امیر موصوف کے بڑے منظور نظر تھے یہاں تک کہ وہ کمال شفقت سے آپ کو اپنا بیٹا کہا کرتا تھا اور اکثر اوقات اپنے ہاتھ سے جانور مثل باز وغیرہ کے آپ کے ہاتھ پر بٹھا دیا کرتا تھا اس لئے آپ قوشجی کے نام سے مشہور ہوئے کیونکہ قوشجی کے معنی لغت میں حافظ باز اور میر شکار کے ہیں۔

ابتدائے علم آپ نے مولیٰ قاضی زادہ موسیٰ رومی شارح ملخص چغمینی اور نیز امیر الغ بیگ سے جو علم ریاضی میں بڑا ماہر تھا، پڑھے۔ پھر پوشیدہ طور پر کرمان کے ملک میں چلے گئے اور وہاں کے علماء و فضلاء سے علم حاصل کیا اور وہیں شرح تجرید کا مسودہ کیا پھر بعد کئی سال کی غیبت کے امیر موصوف کے پاس واپس آئے اور پوشیدہ چلے جانے کی معذرت کی۔ امیر نے کہا کہ تم ہمارے لئے کیا تحفہ لائے ہو

آپ نے فرمایا کہ ایک رسالہ لایا ہوں جس میں میں نے ان اشکال قمر کا حل کیا ہے جن کے حل کرنے میں متقدمین حیران ہوئے ہیں۔ امیر نے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ دیکھوں اسمیں کس کس جگہ آپ نے خطا کی ہے؟ آپ نے رسالہ کو حاضر کیا اور امیر اس کو مطالعہ کر کے متعجب ہوا پھر امیر نے سمرقند میں ایک نجوم خانہ تعمیر کیا اور غیاث الدین جمشید کو جو نجوم میں ماہر تھا۔ اس کا متولی بنایا لیکن وہ اوائل عمر ہی میں مر گیا پھر قاضی زادہ کو اس کا متولی کیا مگر وہ بھی قبل اتمام اس کے فوت ہوئے۔ پھر آپ نے اس کو کامل کیا پس جو کچھ ان لوگوں کو اس رصد سے حاصل ہوا وہ آپ نے لکھا جس کا نام زائچہ الغ بیگ رکھا گیا جب الغ بیگ مر گیا اور اس کی اولاد میں سے بعض لوگ ملک پر تسلط ہوئے تو انہوں نے آپ کی کچھ قدر نہ سمجھی اس لئے آپ سمرقند سے تبریز میں آئے جہاں کے سلطان امیر حسن طویل نے آپ کی بڑی تکریم و تعظیم کی اور آپ کو بطور سفارت باہمی مصالحت کے لئے روم میں سلطان محمد خاں کے پاس بھیجا جہاں سلطان محمد خاں نے سلطان حسن سے بھی بڑھ کر آپ کی عزت کی اور کہا کہ تم ہمارے ہی پاس رہو۔ آپ نے اس بات کو قبول کر کے وعدہ کیا کہ بعد اتمام کام سفارت کے ہم ضرور آپ کے پاس چلے آئیں گے پس جب رسالت کا کام تمام ہو گیا تو سلطان محمد خاں نے اپنے خدمتگار آپ کی طرف بھیجے جو آپ کو بڑی خاطر تواضع سے ہر منزل میں ہزار درم خرچ کر کے قسطنطنیہ میں لائے اور آپ کا استقبال تمام علماء واعیان قسطنطنیہ نے کیا جب سلطان محمد خاں کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے ایک رسالہ حساب میں محمدیہ نام بادشاہ کے نذر کیا، پھر جب سلطان محمد خان نے حسن طویل پر چڑھائی کی تو آپ بھی بادشاہ کے ہمراہ گئے اور اس سفر میں ایک رسالہ ہیئت فتحیہ نام تصنیف کیا جب سلطان قسطنطنیہ میں واپس آیا تو آپ کو ایا صوفیہ کا مدرسہ دے کر دو سو درم روزینہ آپ کا مقرر کر دیا پس آپ وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ ۸۷۹ھ میں فوت ہو گئے۔ "مخبر پاکباز" تاریخ وفات ہے۔ شرح تجرید اور تفتازانی کے اوائل حواشی کشاف پر حواشی اور صرف میں عنقود الزواہر وغیرہ رسائل آپ کی تصنیفات سے یادگار ہیں۔

ابن امیر الحاج حلبی

محمد الشہیر بابن امیر الحاج حلبی : شمس الدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے امام اجل، فاضل محقق، فقیہ محدث مفسر، فائق بر اقران، علامۂ زمان تھے۔ علوم ابن ہمام وغیرہ فضلاء و کملاء سے حاصل کئے اور قدس میں مسند افادت پر متمکن ہو کر نشر علوم و تصنیف کتب میں مشغول رہے، ذخیرۃ القصر فی تفسیر سورۃ العصر، حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی اور شرح مقدمہ ابی اللیث وغیرہ آپ کی مشاہیر

تصنیفات سے ہیں۔ وفات آپ کی ۸۷۶ھ میں ہوئی۔ "علامہ خلق" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

عبداللہ بن شیخ الاسلام شمس الدین

عبداللہ بن شیخ الاسلام شمس الدین ابی عبداللہ محمد دیری : ابو العزم کنیت جمال الدین لقب تھا۔ ۸۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ عالم فاضل۔ فقیہ کامل تھے۔ ۸۶۷ھ میں قضاء قدس اور رملہ کی آپ کو دی گئی اور پھر قضاء شہر خلیل کی بھی اضافہ کی گئی۔ قدس میں ماہ ربیع الاول ۸۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ "شیرازۂ دانش" تاریخ وفات ہے۔

قاسم بن قطلوبغا

قاسم بن قطلوبغا[1] : قاہرہ میں ۸۰۲ھ میں پیدا ہوئے، ابو العدل کنیت زین الدین لقب تھا۔ اپنے وقت کے امام، فقیہ، محدث، علامہ، جامع علوم و فنون، استحضار مذہب میں کامل، مناظرہ اور اسکات خصم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ صغیر سن ہی تھے کہ آپ کا باپ فوت ہو گیا پہلے آپ قرآن شریف اور چند کتابیں حفظ کر کے مدت تک خیاطت کا کام کرتے رہے پھر تحصیل علم میں مشغول ہوئے چنانچہ علم حدیث کا حافظ ابن حجر عسقلانی اور سراج قاری الہدایہ اور ابن ہمام سے حاصل کیا اور دیگر علوم تاج احمد فرغانی نعمانی قاضی بغداد اور عز بن عبد السلام بغدادی اور عز بن عبد السلام بغدادی اور عبد اللطیف کرمانی سے حاصل کئے لیکن سب سے زیادہ ابن ہمام کی ملازمت و صحبت اختیار کی، یہاں تک کہ جتنا ان سے پڑھا تھا اس سے زیادہ ان سے سنا اور آپ سے سخاوی شافعی صاحب ضوء اللامع نے تلمذ کیا۔ تصنیفات آپ کی فقہ و حدیث میں ستر کتب سے زیادہ شمار کی گئی ہیں جن میں سے شرح مصابیح السنہ، حاشیہ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث۔ حاشیہ مشارق الانوار، تحفۃ الاحیار فی با فات من تخاریج الاحیار، منیۃ الالمعی فی ما فات من تخریج احادیث الہدایۃ للزیلعی، تعلیقات نخبۃ الفکر، تخریج احادیث تفسیر ابی اللیث نصر بن محمد فقیہ سمرقندی متوفی ۳۸۳ھ، ترجیع الجوہر النقی، شرح مجمع البحرین، شرح مختصر المنار، شرح درر البحار، معجم، تعلیق تفسیر بیضاوی تا قولہ سبحنہ فہم لا یرجعون[2] وغیرہ ہیں۔ وفات آپ کی حارۃ الدیلم میں بتاریخ ۴ ربیع الآخر ۸۷۹ھ میں ہوئی، "سراج درایت" تاریخ وفات ہے۔

حسن بن عبد الصمد سامسونی

حسن بن عبد الصمد سامسونی : شہر سامسون کے جو بلاد روم میں کنارہ دریا پر واقع ہے، رہنے والے تھے۔ بڑے پسندیدہ اخلاق، سلیم الطبع، متشرع تھے۔ خط بھی آپ کا نہایت عمدہ

[1] جامع سوانح مصری [2] تاج التراجم بجو ۳۳۰ حنفی علماء کے حالات پر مشتمل ہے لرگسے ۱۸۶۳ء میں شائع ہوئی ہے ۱۲ منہ

تھا، علم مولیٰ خسرو و محمد بن فراموز صاحب درر وغیرہ سے پڑھا اور قسطنطنیہ کے آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس ہوئے پھر سلطان محمد خان کے معلم بنے، بعد ازاں دار القضاء کے متولی ہوئے۔ کتاب مقدمات اربعہ اور حاشیہ شرح مختصر سید پر حواشی لکھے اور ۸۸۱ھ میں وفات پائی۔ "خلیقِ عالم" تاریخِ وفات ہے۔

محمد بن محمد بن عمر بن قطلوبغا

محمد بن محمد بن عمر بن قطلوبغا بکتمری: سیف الدین لقب تھا، بڑے علامہ محقق، زاہد، عابد، اور ورع تھے، ۸۰۰ھ کے ابتدا میں پیدا ہوئے۔ علم سراج قاری ہدایہ اور تفہنی سے حاصل کیا اور ابن ہمام کی صحبت لازم پکڑی اور بڑا استفادہ کیا یہاں تک کہ فقہ، اصول، نحو وغیرہ علوم میں فائق و بارع ہو کر چند اماکن میں تدریس کے متولی ہوئے۔ چنانچہ منصوریہ میں تفسیر کا درس دیا اور مویدیہ پھر شیخونیہ کی مشیخت کے متولی ہوئے۔ آپ کے شیخ ابن ہمام آپ کو ان کلمات سے یاد کیا کرتے تھے، "ھو محقق الدیار المصریۃ مع ما ھو علیہ من سلوک طریق السلف والعبادۃ والخیر وعدم التردد الیٰ احد ابداً مدۃ عمرہ ولم یر مسکہ تورعا۔"

آپ کی تصنیفات سے کتاب توضیح کثیرۃ الفوائد پر حاشیہ یادگار ہے۔ وفات آپ کی ماہ ذی قعد ۸۸۱ھ میں ہوئی۔ "قدوۂ اہلِ خلق" تاریخِ وفات ہے۔

حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ میرے شیوخ میں سے یہی ایک ہیں جو سب کے پیچھے فوت ہوئے مگر ایک شخص جس سے میں نے کتاب منہاج کے چند ورق پڑھے۔ سیوطی نے آپ کی وفات میں ایک مرثیہ بھی تصنیف کیا جو حسب ذیل ہے ؎

مات سیف الدین منفرداً — وغدا فی اللحد منغمدا
عالم الدنیا وصالحہا — لم یزل احوالہ رشدا
یبکیہ دین النبی اذا — ما اتاہ ملحدا کمدا
انما یبکی علی رجل — قد غدا فی الخیر معتمدا
لم یکن فی دینہ دہن — لا و للکبر منہ ردا
عمرہ افناہ فی نصب — لالہ العرش مجتہدا
من صلوٰۃ او مطالعۃ — او کتاب اللہ مقتصدا
لا لہوا فیہ لمظلمۃ — لبشر او تدع فندا
فی الذی قد کان من ورع — لم یخلف بعدہ احدا

ودنت الدنیا لمنصرم	ورحیل الناس فدا فدا
لیت شعری من نوبلہ	لبعد ہذا الحجر ملتحدا
ثلمۃ فی الدین موتتہ	مالہا من جابر ابدا
قد روینا ذاک فی خبر	وہو موصول لنا سندا
فعلیہ ہامحات رضی	ومن الغفران سحب ندا
ولبعثنا ضمن زمرتہ	مع اہل الصدق والشہدا

شیخ سعد الدین خیرآبادی

شیخ سعد الدین خیرآبادیؒ[۱] : بڑے فقیہ، اصولی، نحوی، حافظ حدودِ شریعت اور آداب طریقت موصوف بہ ترک و تجرد تھے۔ آپ کے والد ماجد خیرآباد کے قاضی تھے جو آپ کو صغر سن چھوڑ کر فوت ہو گئے۔ پس آپ نے صغر سنی میں قرآن کو حفظ کیا بعد ازاں ظاہری علوم مولانا اعظم لکھنوی سے، جو نامور فقہاء و علماءِ زمانہ سے تھے، حاصل کئے اور طریقت میں شیخ مینا کے مرید ہوئے۔ تدریس و ارشادِ خلائق میں عمر بسر کی۔ کتاب اصول بزدوی و کتاب حسامی کی شرحیں تصنیف کیں اور رسالہ مکیہ کی شرح مسمّی بہ مجمع السلوک اور نیز مصباح و کافیہ وغیرہ کی شرحیں لکھیں اور بہت لوگوں نے آپ سے ظاہری و باطنی فیوض حاصل کئے جن میں سے شیخ صفی اور شیخ مبارک سندیلہ ہیں۔ وفات آپ کی ۸۸۲ھ میں ہوئی۔ قبر آپ کی خیرآباد میں زیارتگاہ ہے۔ "راست کار" تاریخِ وفات ہے۔

عبد العزیز بن عبد الرحمٰن حلبی

عبد العزیز بن عبد الرحمٰن بن ابراہیم بن محمد بن عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ العقیلی حلبی المعروف بہ ابن العدیم : قاہرہ میں ۸۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پایا اور مختلف علوم میں کامل مہارت حاصل کی یہاں تک کہ فقیہ فاضل، محدث متبحر ہوئے۔ عراقی اور برماوی اور ابن جزری نے آپ کو حدیث و فقہ کے شیوع کی اجازت دی اور آپ نے حلب میں اپنا وطن اختیار کیا پھر قاہرہ میں بود و باش کی، مکہ معظمہ کا حج کیا اور بیت المقدس کی بھی زیارت کی اور ۸۸۲ھ میں وفات پائی۔ "محدث بے شائبہ" تاریخِ وفات ہے۔

محمد بن قطب الدین

محمد بن قطب الدین ازنیقی : عالم ماہر، فقیہ متبحر، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور سالکِ مسالک تصوف تھے، علوم شمس الدین محمد بن حمزہ فناری سے حاصل کئے۔ شرح فصوص اور شرح مفتاح الغیب [illegible] صدر الدین قونوی تصنیف کیں اور ۸۸۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کے

---

[۱] سعد الدین [illegible] خیرآبادی "نزہۃ الخواطر" — مرتب

والد ماجد قطب الدین بھی بڑے عالم فاضل زاہد، متورع، صوفی تھے جو ازنیق میں پیدا ہوئے اور اپنے ملک کے علماء و فضلاء سے پڑھ کر کل علوم میں مہارت حاصل کی اور ازنیق میں ہی فوت ہوئے ازنیق ایک پرانا شہر روم کے ملک میں ہے جو قسطنطنیہ سے چار منازل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ "علامہ خفی وجلی" تاریخ وفات ہے۔

مولیٰ خسرو

محمد بن فراموز الشہیر بمولیٰ خسرو : علم معقول ومنقول کے بحر زخار اور فروع واصول کے جامع تھے۔ علوم مولیٰ برہان الدین حیدر ہروی تلمیذ سعد الدین تفتازانی سے حاصل کئے عہد سلطان مرادخاں میں اس کے بھائی کے مدرسہ کے مدرس مقرر ہوئے پھر عہد محمد خاں بن مرادخاں میں عسکر کے قاضی ہوئے اور جب مولیٰ خضر بیگ فوت ہوئے تو محمد خاں نے آپ کو قسطنطنیہ کی قضاء دی۔ جب آپ عہد مرادخاں میں مدرسہ شاہ ملک کے مدرس تھے تو آپ نے کتاب غرر الاحکام اور اس کی شرح درر الحکام تصنیف کی اور مرقاۃ الاصول اور اس کی شرح مرآۃ الاصول اور مطول اور تلویح اور تفسیر بیضاوی کے سیقول السفہاء تک اور شرح وقایہ کے حواشی لکھے۔ ایک رسالہ ولاء میں تصنیف کیا جس میں فوائد عجیبہ داخل کئے۔ تمام تصنیفات آپ کی دقائق علمیہ اور مسائل فقہیہ پر شامل ہے۔ آپ سے یوسف بن جنید اور حسن چلپی بن محمد شاہ فناری و حسن بن عبد الصمد سامسونی وغیرہم نے تلمذ کیا۔

صاحب شقائق لکھتے ہیں کہ آپ کا باپ امراء فراسخہ میں سے رومی الاصل تھا جو اسلام لایا اس کی ایک بیٹی تھی جس کو اس نے ایک امیر مسمّٰی بہ خسرو سے بیاہ دیا تھا۔ جب مرگیا تو یہ محمد اپنے بہنوئی خسرو کے گھر میں رہے اور اسی زوجہ خسرو کے نام سے مشہور ہوئے یہاں تک کہ لوگ مولیٰ خسرو ان کو کہنے لگے، وفات آپ کی قسطنطنیہ میں ۸۸۵ھ میں ہوئی اور شہر بروسا میں لیجا کر دفن کئے گئے۔ "علامہ فی الحقیقۃ" تاریخ وفات ہے۔

حسن چلپی

حسن چلپی بن شمس الدین محمد شاہ بن مؤلف فصول البدائع محمد بن حمزہ الفناری ۸۴۰ھ میں روم کے شہروں میں پیدا ہوئے اور اسی جگہ نشو ونما پایا۔ علم ملا فخر الدین اور ملا طوسی اور ملا خسرو سے حاصل کیا اور صحیح بخاری کو بعض تلامذہ ابن حجر عسقلانی سے پڑھا یہاں تک کہ عالم فاضل محقق مدقق ہوئے۔ وہ فقہ و اصول فقہ و حدیث و تفسیر قرآن و نحو و علم معانی و بیان اور معقولات وغیرہ

میں سرآمد علمائے زمانہ ہوئے۔ آپ بڑے صالح و متدین تھے۔ پہلے آپ ادرنہ میں مدرسہ حلبیہ کے مدرس تھے اور آپ کا چچیرا بھائی علی فناری عہد سلطان محمد خاں میں عسکر کا قاضی تھا، آپ نے اس کو کہا کہ میں نے سنا ہے کہ مصر میں ایک شخص کتاب مغنی اللبیب جو علم نحو میں ہے بہت اچھی طرح پڑھاتا ہے آپ مجھ کو سلطان محمد خاں سے وہاں جاکر کتاب مذکور کے پڑھنے کی اجازت دے دیں اور آپ بذات خاص سلطان مذکور سے اس لئے اجازت حاصل نہیں کر سکتے تھے کہ انہوں نے اس کی حیات میں کتاب توضیح کے حواشی سلطان بایزید خاں اس کے بیٹے کے نام پر تصنیف کئے تھے جس سے وہ آپ سے گونہ ناراض تھا پس علی فناری نے آپ کو سلطان محمد خان سے اجازت لے دی اور آپ نے مصر میں جا کر مغنی کو پڑھا، جب روم کو واپس آئے تو سلطان محمد خان نے آپ کو پہلے مدرسہ ازنیق پھر آٹھ مدارس میں سے ایک کا مدرس مقرر کیا۔ ۸۷۰ھ میں ملک شام میں آئے اور شام کے سواروں کے ساتھ حج کیا۔

آپ کی تصنیفات سے حواشی تلویح اور حواشی شرح وقایہ اور حواشی شرح تلخیص المعانی ومطول اور حواشی شرح مواقف اور حواشی تفسیر بیضاوی مشہور و معروف ہیں اور ہر ایک ان میں سے تحقیقات و تدقیقات سے مملو ہے، عہد بایزید خاں میں شہر بروسا میں ماہ جمادی الاخری ۸۸۶ھ میں فوت ہوئے۔ "دریائے کرامت" تاریخ وفات ہے۔ فنار آپ کے پردادا کا لقب تھا جس کی طرف آپ منسوب ہیں۔

مولیٰ عران طوسی

علی المعروف بالمولیٰ عران الطوسی : بڑے عالم فاضل اور تفسیر و حدیث و خلاف وغیرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علم اپنے ملک کے علماء و فضلاء سے پڑھا اور رتبۂ کمال کو پہنچے پھر روم میں تشریف لائے اور سلطان مراد خاں نے آپ کی بڑی عزت و توقیر کی اور آپ کو بروسا میں مدرسہ سلطانی عطا کیا۔ جب محمد خاں بن مراد خاں نے قسطنطنیہ کو مفتوح کیا تو اس نے آٹھ مدارس بنوائے جن میں سے ایک میں آپ کو متعین کیا چنانچہ ایک دن سلطان مراد خاں آپ کے پاس مدرسہ میں آیا اور حکم دیا کہ میرے روبرو طلباء کو سبق پڑھاؤ، پس آپ دائیں طرف بادشاہ کے بیٹھ گئے اور وزیر محمود پاشا کھڑا رہا۔ طلباء آئے اور انہوں نے سید شریف کی شرح عضد کا حاشیہ پڑھنا شروع کیا پس آپ نے اس طرح سے اس کے دقائق و مشکلات حل کئے کہ سلطان آپ کی کمالیت و فضیلت دیکھ کر خوش ہوگیا اور دس ہزار درہم مع خلعت آپ کو اور پانسو درہم ہر ایک طالب علم کو انعام عطا کیا

پھر آپ کو اور مولیٰ خواجہ زادہ مصلح الدین مصطفےٰ بن یوسف کو حکم کیا کہ امام غزالی کی کتاب تہافۃ الفلاسفہ اور حکماء کے درمیان ایک ایک کتاب بطور محاکمہ کے لکھیں پس خواجہ زادہ نے تو چار مہینے میں اور مولیٰ طوسی نے چھ مہینے کے عرصہ میں ذخرہ نام سے ایک ایک کتاب لکھی۔ سلطان نے ان دونوں کو دس دس ہزار درہم انعام عطا کیا لیکن خواجہ زادہ کو ایک عمدہ بچہ اشتر کا زیادہ دیا کیونکہ علماء نے خواجہ زادہ کی کتاب کو ترجیح دی تھی اس سے مولیٰ طوسی کی طبیعت مکدر ہوگئی اور وہاں سے عجم میں آئے جب تبریز میں پہنچے تو وہاں شیخ عبدالالٰہی صوفی سے ملاقات کی پھر ماوراء النہر میں جاکر خواجہ عبیداللہ سمرقندی کی خدمت میں مشرف ہوئے اور ان سے بڑے فیوض باطنی حاصل کئے۔ آپ کی تصنیفات سے سید شریف کی شرح مواقف کا حاشیہ اور انہیں کے حاشیہ کشاف کے حواشی اور انہیں کے حاشیہ شرح مطالع کے حواشی مشہور و معروف ہیں۔ سمرقند میں ۸۸۷ھ میں فوت ہوئے، "رفیع منزلت" تاریخ وفات ہے۔

طوسی طرف طوس کے منسوب ہے جو خراسان میں ایک شہر دو شہروں پر مشتمل ہے جن میں سے ایک کا نام کابران اور دوسرے کا اوقان ہے اور ہزار گاؤں سے زیادہ گاؤں ان کے متعلق ہیں، زمانہ حضرت عثمان میں ۲۹ھ میں یہ فتح ہوا تھا۔

یعقوب پاشا

یعقوب پاشا بن خضر بیگ رومی: عالمِ محقق، فاضلِ مدقق، افقہ اہلِ جہاں اور فارسِ میدانِ بحث تھے۔ علوم اپنے باپ سے حاصل کئے اور مدت تک بروسا کے قاضی رہے پھر قسطنطنیہ کے قاضی ہوئے، جہاں قضاء کی حالت میں ۸۹۱ھ میں وفات پائی۔ "فقیہ مقتدائے عالم" تاریخ وفات ہے۔ شرح وقایہ پر عمدہ حواشی لکھے جن میں عجیب و غرائب دقائق و مسائل وارد کئے اور نیز شرح مواقف پر لطیف سوال تحریر کئے اور اکثر حواشی حسن چلپی کے آپ کے حاشیہ سے ماخوذ ہیں۔

سنان پاشا

یوسف بن خضر بیگ رومی الشہیر بہ سنان پاشا: بڑے ذکی، عالم فاضل، ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ، فارسِ میدانِ مناظرہ تھے۔ پہلے آپ کو سلطان محمد خاں نے ۸۷۱ھ میں قسطنطنیہ کے آٹھ مدارس میں سے ایک کا مدرس مقرر کیا پھر اپنا معلم بنا لیا۔ ازاں بعد ۸۷۵ھ میں وزارت کے عہدہ پر آپ کو سرفراز کیا لیکن پھر کسی بات پر معزول کر کے قید کر دیا اس پر شہر کے تمام علماء دیوان میں اکٹھے ہو کر بادشاہ سے ملتجی ہوئے کہ آپ ان کو چھوڑ دیں ورنہ ہم کچہری کی کتابیں جلا دیں گے۔ سلطان نے آپ کو چھوڑ دیا اور

آپ سفری حصار میں آئے اور سلطان محمد خاں کی وفات تک وہیں مقیم رہے پھر آپ کو بایزید خاں ابن محمد خاں نے ادرنہ میں مدرسہ دار الحدیث کا مدرس مقرر کیا جہاں آپ نے شرح مواقف کی مباحث جواہر پر حواشی لکھے اور ایک مناجات ترکی زبان میں اور ایک کتاب مباحثِ اولیاء میں تصنیف کی۔ کہتے ہیں کہ جب مولیٰ علی قوشجی بلادِ روم میں داخل ہوئے تو سلطان محمد خاں نے تعلم علوم ریاضیہ میں آپ کو سقیم سمجھ کر آپ کے شاگرد مولیٰ لطفی توقاتی کو علی قوشجی کی طرف بھیجا، جس نے ان سے علوم ریاضیہ کے حاصل کر کے جو کچھ پڑھا تھا آپ کو سنایا جس سے آپ بھی علوم ریاضی میں کامل ہوگئے اور قاضی زادہ رومی کی شرح چغمینی پر حواشی تصنیف[1] کئے۔ وفات آپ کی ۸۹۱ھ میں ہوئی اور آپ کے تلامذہ میں سے نور الدین قرہ صوی اور محمود بن محمد بن قاضی زادہ رومی ہیں۔ "علامۂ قدسی صفات" تاریخ وفات ہے۔

تاج الدین بن سعد

تاج الدین بن سعد بن مجد الدین : ماہ ربیع الاول ۷۹۵ھ میں پیدا ہوئے، اپنے باپ اور جد امجد سے علوم و فنون حاصل کر کے علامۂ دقائق زمانہ ہوئے۔ آپ کے وقت میں مذہب کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی۔ ۸۵۱ھ میں قضاء قدس آپ کو دی گئی اور مدرسہ معظمیہ کی درس و تدریس میں مشغول ہوئے اور آپ کا حکم جاری ہوا۔ پھر قضاء کو چھوڑ کر قاہرہ کو گئے جہاں آپ کے والد نے آپ کو مویدیہ کی مشیخت سپرد کی۔ جب ۸۶۷ھ میں آپ کے والد ماجد فوت ہوئے تو آپ اپنے چچا برہان الدین کے واسطے مویدیہ کی مشیخت خالی کر کے قدس میں چلے آئے اور ماہ شعبان ۸۹۲ھ میں وفات پائی۔ "ذو فنون" تاریخ وفات ہے۔

خواجہ زادہ

مصطفےٰ بن یوسف بن صالح برسوی الشہیر بخواجہ زادہ : علامہ زماں، فہامہ دوراں عالم نبیل، فاضلِ جلیل، ماہر معانی و بیان، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے، پہلے محمد بن ارمانوغ سے پڑھتے رہے پھر خضر بیگ مدرس مدرسہ سلطانیہ واقع بروسا کی خدمت میں پہنچے اور ان سے بہت سے علوم حاصل کئے سلطان مراد خاں نے بروسا کے مدرسہ اسدیہ کی تدریس آپ کے سپرد کی اور جب سلطان محمد خاں بادشاہ ہوا اور علماء نے اس کی رغبت علم کی طرف بہت دیکھی تو آپ بھی اس کے پاس گئے اور اس نے آپ کو اپنا معلم بنا لیا اور آپ سے کتاب زنجانی پڑھی۔ آپ نے زنجانی کی ایک عمدہ شرح تصنیف کی اور نیز کتاب تہافۃ الفلاسفہ اور حواشی شرح موقف اور حواشی شرح ہدایۃ الحکمۃ تصنیف کئے۔

---

[1] بیضاوی پر بھی حاشیہ لکھی وفات ۹۱۶ھ "دستور الاعلام" (مرتب)

کہتے ہیں کہ مولیٰ عبدالرحمٰن بن مؤید جب جلال الدین دوانی کی خدمت میں پہنچے تو دوانی نے فرمایا کہ آپ ہمارے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟ مولیٰ عبدالرحمٰن نے کہا کہ خواجہ زادہ کی تہافۃ الفلاسفہ لایا ہوں۔ جب دوانی نے اس کو مطالعہ کیا تو فرمایا کہ میرا بھی ارادہ تھا کہ اس باب میں ایک کتاب لکھوں لیکن اگر میں اس کتاب کے دیکھنے سے پہلے لکھتا تو ضرور فضیحت اٹھاتا۔

کہتے ہیں کہ مولیٰ علی طوسی جب بلادِ عجم کی طرف گئے تو ان کی علی قوشجی سے ملاقات ہوئی مولیٰ نے قوشجی سے پوچھا کہ آپ کہاں جائیں گے؟ انہوں نے کہا کہ روم کے شہروں میں، مولیٰ نے کہا کہ اس حالت میں آپ کو خواجہ زادہ کوسہ سے ضرور صلح رکھنی ہوگی۔ جب قوشجی قسطنطنیہ میں آئے تو وہاں کے علماء نے ان کا استقبال کیا۔ اس وقت خواجہ زادہ قسطنطنیہ کے قاضی تھے، جب قوشجی نے خواجہ زادہ سے ملاقات کی اور دریا کی مدوجزر سے جو کچھ دیکھا تھا اس کا بیان کیا تو خواجہ زادہ نے مدوجزر کا سبب بیان کیا، پھر اس بحث کا تذکرہ شروع ہوا جو تیمور کے سامنے سید شریف اور تفتازانی کی ہوئی تھی۔ قوشجی نے تفتازانی کو ترجیح دی۔ خواجہ زادہ نے کہا کہ میں نے تحقیق کیا ہے کہ حق سید شریف کے ساتھ تھا پس جو انہوں نے لکھا تھا اس کو قوشجی نے مطالعہ کیا پھر جب قوشجی کی ملاقات سلطان مراد خاں سے ہوئی تو کہا خواجہ زادہ کی عجم میں کوئی نظیر نہیں، سلطان نے کہا کہ عرب میں بھی کوئی نہیں۔ وفات آپ کی بروسا میں ۸۹۳ھ میں ہوئی۔ "مقبل اخلص" تاریخ وفات ہے۔ آپ کے تلامذہ میں سے یوسف قراصوی اور یوسف کرماستی اور رکن الدین محمد الشہیر بہ زیرک زادہ اور قطب الدین محمد بن محمد بن قاضی زادہ وغیرہم ہیں۔

زین الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر

عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن العینی : ابی محمد کنیت اور زین الدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے امام فاضل، محدثِ کامل، فقیہ جید، صاحبِ تصانیفِ عالیہ تھے جن میں سے صحیح بخاری کی شرح تین جلد میں مشہور و معروف ہے۔ وفات آپ کی ۸۹۳ھ میں ہوئی اور "علامۂ جلیل المراتب" تاریخِ وفات ہے۔

احمد بن اسمٰعیل کورانی

احمد بن اسمٰعیل بن محمد کورانی المعروف بہ مولیٰ فاضل : شمس الدین[1] لقب تھا قصبۂ

---

[1] بعض جگہ آپ کا لقب شہاب الدین لکھا ہے، پہلے شافعی تھے پھر حنفی ہو گئے تصانیف میں الدرر اللوامع للسبکی فی اصول اور شرح کافیہ ابن حاجب فی نحو بھی ہیں، بعض جگہ وفات ۸۹۲ھ یا ۸۹۳ھ لکھی ہے۔ (مرتب)

کوران میں جو ملک خراسان کے علاقہ اسفرائن میں واقع ہے، پیدا ہوئے۔ پہلے اپنے ملک کے علماء سے پڑھتے رہے پھر قاہرہ میں تشریف لائے اور یہاں کے علماء وفضلاء سے علم قرات وحدیث وتفسیر و فقہ واصول وغیرہ پڑھا اور اجازت کی سند حاصل کی۔

کہتے ہیں کہ جب مولی محمد بن ادمغان المعروف بمولی یگان حجاز کے سفر سے قاہرہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان سے ملاقات کی اور وہ آپ کو بلاد روم کی طرف اپنے ہمراہ لے گئے پس جب سلطان مراد خاں سے مولی یگان نے ملاقات کی تو بادشاہ نے فرمایا کہ کچھ ہمارے لئے آپ تحفہ بھی لائے ہیں؟ مولی یگان نے کہا کہ ہاں ایک شخص عالم فاضل، فقیہ، محدث، بارع فی العلوم اپنے ساتھ لایا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ کہاں ہے، انہوں نے فرمایا کہ وہ دروازہ پر کھڑا ہے، بادشاہ نے آدمی بھیجکر بلوالیا۔ آپ بادشاہ کے پاس آئے اور سلام کیا، بادشاہ نے سلام کا جواب دے کر آپ سے کچھ دیر تک گفتگو کی پس. س نے آپ کو علم وفضل میں دیکھ کر شہر بروسا میں اپنے دادا مراد خاں غازی کے مدرسہ پر مدرس مقرر کر دیا پھر آپ کو اپنے بیٹے محمد خاں کا معلم بنایا جب سلطان محمد خاں تخت نشین ہوا تو آپ کی اور بھی تعظیم وتکریم ہونے لگی اور منصب قضاء وافتار کا آپ کے تفویض ہوا۔

۸۶۷ھ میں آپ نے ایک تفسیر مسمّٰی بہ غایۃ الامانی فی تفسیر الکلام الربانی تصنیف کی اور اس میں علامہ زمخشری اور بیضاوی پر اکثر جگہ مواخذات کئے پھر ۸۷۳ھ میں شہر ادرنہ میں صحیح بخاری کی شرح تصنیف فرمائی اور اس کا نام الکوثر الجاری علی ریاض البخاری رکھا اور اس میں اکثر مواضع پر کرمانی اور ابن حجر پر اعتراض کئے اور لغات مشکلہ اور مواضع التباس میں اسماء الرواۃ کی اچھی طرح توضیح وتضبیط کی اور ابتدار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل اور مصنف بخاری کے مناقب بیان کیے، علاوہ اس کے کتاب شاطبیہ کی شرح جعبری پر حواشی لکھے۔ آپ بڑے راست گو، عابد اور شب بیدار تھے یہاں تک کہ ہر روز رات کو ایک دفعہ قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے اور بالکل نہ سوتے تھے۔ وفات آپ کی قسطنطنیہ میں ۸۹۳ھ میں ہوئی۔ "مرجع شرف" تاریخ وفات ہے۔

علی عربی

علی عربی : علاء الدین لقب تھا، علوم شرعیہ وعقلیہ کے جامع اور تفسیر وحدیث و اصول میں بڑے ماہر تھے چنانچہ کتاب تلویح آپ کو نوک زبان یاد تھی۔ اصل میں آپ حلب کے رہنے والے تھے اور وہیں پیدا ہوئے اور مختلف علوم حاصل کئے پھر بروسا میں گئے اور اسمٰعیل کورانی

سے مدت تک پڑھتے رہے پھر خضر بیگ بن جلال الدین رومی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے استفادہ کیا پھر بروسا و مغنیا اور قسطنطنیہ کے مدارس میں مدرس مقرر رہے، آخر بحالت مفتی قسطنطنیہ کے ۸۹۳ھ میں وفات پائی۔ "علامۂ مذہب" تاریخ وفات ہے۔

آپ کی کرامات بہت ہیں اور تصنیفات سے حواشی شرح عقائد اور حواشی مقدمات اربعہ توضیح یادگار ہیں۔ کہتے ہیں کہ پہلے پہل آپ نے ہی مقدمات اربعہ توضیح پر حواشی لکھے پھر مولیٰ مصلح الدین مصطفیٰ قسطلانی نے ان کا حاشیہ تحریر کیا اور بعض جگہ علی عربی کی تردید کی پھر حسن سامسونی اور مولیٰ ابن خطیب اور مولیٰ ابن حاج حسن نے یکے بعد دیگرے حواشی لکھے۔ آپ کے شاگردوں میں سے مصطفیٰ بن خلیل والد صاحب شقائق اور عبدالحکیم بن علی قسطمونی وغیرہ ہیں۔

حافظ غیاث ہروی

حافظ غیاث ہروی : اپنے زمانہ کے قدوۂ اربابِ علم و عرفان اور عمدہ محدثین تھے، ایام سلطنت خاقان منصور میں سالہا سال ہرات میں افادۂ عوام میں مصروف رہ کر ۸۹۷ھ میں فوت ہوئے اور مزار شیخ بہاء الدین عمر میں مدفون ہوئے۔ "محدث قطب الزمانہ" تاریخ وفات ہے۔

مولانا جامی

عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد المعروف بہ نورالدین جامی : شہر جام میں ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ کو پیدا ہوئے۔ نسب آپ کا امام محمد سے ملتا ہے، آپ کے والد ماجد مشاہیر علوم و تقویٰ میں سے تھے جو اپنا وطن اصلی شہر اصفہان چھوڑ کر جام میں آئے تھے اور وہاں سے جب ہرات میں آ کر مدرسہ نظامیہ میں مقیم ہوئے تو اس وقت نورالدین جامی مولانا جنید الاصولی کے درس میں حاضر ہوئے جن سے اس وقت طلباء شرح مفتاح پڑھ رہے تھے، آپ اس وقت اگرچہ بہت خُرد سال تھے مگر طلباء کے سبق کو بخوبی سمجھتے تھے، پھر خواجہ علی سمرقندی تلمیذ سید شریف اور مولانا شہاب الدین محمد تلمیذ تفتازانی کے درس میں حاضر ہو کر استفادہ کیا اور معقول و منقول میں کمال کو پہنچے پھر سمرقند میں جا کر قاضی موسیٰ رومی شارح ملخص الہیئہ کے درس میں حاضر ہوئے اور پہلی ہی ملاقات میں قاضی رومی سے مباحثہ کیا اور غالب رہے، چنانچہ مولانا فتح اللہ تبریزی جو سلطان الغ بیگ کی کچہری کے صدر الصدور تھے، نقل کرتے ہیں کہ قاضی رومی مولانا جامی کی اکثر تعریف کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جب سے سمرقند آباد ہوا ہے اس میں کوئی تیز طبع شخص مثل مولانا جامی کے نہیں آیا۔

مولانا ابو یوسف سمرقندی تلمیذ قاضی رومی کہتے ہیں کہ جب مولانا جامی سمرقند میں آئے اور

ہمارے استاد قاضی رومی کے ساتھ تذکرہ کی شرح کرنے میں مشغول ہوئے تو اکثر قاضی رومی سے مباحثہ کرتے اور ان کی تعلیقات شرح تذکرہ پر اعتراض کرتے، اس پر قاضی رومی بموجب آپ کے قول کے اس میں اصلاح کر دیتے، علاوہ اس کے قاضی رومی نے اپنی شرح ملخص ہیئۃ کی بھی مولانا جامی کو دکھائی جس میں انہوں نے تصرفات کئے جن کی طرف قاضی رومی کا ذہن نہیں دوڑا تھا۔ جب آپ ہرات میں تھے تو ایک دن ملاعلی قوشجی شارح تجرید سے آپ کا مباحثہ ہوا اور آپ غالب رہے، تو قوشجی نے اپنے طلباء کو کہا کہ میں جانتا ہوں کہ اس عالم میں نفس قدسی موجود ہے۔ جب آپ تحصیلِ علوم و فنون سے فارغ ہوئے تو آپ کو خواب میں بعض اکابر دکھائی دیے جو کہتے تھے کہ آپ کوئی ایسا دوست پکڑیں جو آپ کو علوم باطن کی ہدایت کرے، جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو نہایت متاثر ہوئے اور سمرقند سے خراسان میں جا کر خواجہ عبید اللہ نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اکثر مشائخ عظام سے ملاقات کی۔ پس جس طرح کہ آپ علوم ظاہری میں عالم فاضل تھے، ویسے ہی صوفی و ولی کامل ہوئے ۸۷۷ھ میں حج کیا اور دمشق و حلب وغیرہ بلادِ شام میں پھرے جہاں کے علماء و فضلاء نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی آخر ہرات میں جمعہ کے روز ۱۸ محرم ۸۹۸ھ میں اس دارِ فانی سے انتقال فرمایا "قندیلِ قدرت" تاریخ وفات ہے۔

تصانیف بھی آپ نے تھوڑی سی مدت میں بہت کیں جن میں سے بعض یہ ہیں: نفحات الانس، فوائدِ ضیائیہ شرح کافیہ، تفسیر تا آیہ فارہبون، نقد النصوص، اشعۃ اللمعات، شواہد النبوۃ، شرح فصوص الحکم، شرح ابیات ابن الفارض، شرح حدیث ابی رزین عقیلی، شرح ابیات خسرو دہلوی، شرح کلمات خواجہ محمد پارسا، شرح رباعیات اللوائح، شرح بیتی المثنوی الرومی، مناقب مولانا رومی مصنف مثنوی، مناقب خواجہ عبید اللہ انصاری، رسالہ در باب طریقہ سادات نقشبندیہ، رسالہ در باب وجود، رسالہ در باب تحقیق مذہب صوفیہ، رسالہ در باب مناسکِ حج، رسالہ در بیان کلمہ لا الہ الا اللہ، رسالہ در باب قافیہ، رسالہ در باب عروض، رسالہ در باب موسیقی، تحفۃ الاحرار منظوم قصہ یوسف و زلیخا منظوم، دیوان وغیرہ۔

قاضی زادہ رومی

قاسم الشہیر بہ قاضی زادہ رومی: علوم شرعیہ و عقلیہ میں معرفتِ تامہ رکھتے تھے اور بڑے ذکی طبع علم دوست تھے۔ علوم اپنے باپ قاضی قسطمونی شاگرد خضر بیگ سے حاصل کئے اور فضیلت و کمالیت کو پہنچے۔ سلطان محمد خاں بن مراد خاں نے آٹھ مدارس میں سے آپ کو

ایک کا مدرس مقرر کیا پھر قاضی ہوئے لیکن کچھ مدت بعد مستعفی ہو گئے۔ سلطان بایزید خاں بن محمد خاں نے اپنے عہد میں پھر آپ کو شہر بروسا کا قاضی مقرر کیا اور قضاء کی حالت میں ۳ ماہِ رمضان ۸۹۹ھ کو وفات پائی۔ "یکتائے بے ہمتا" تاریخِ وفات ہے۔

خلیل بن قاسم

خلیل بن قاسم بن حاجی صفا : آپ کا جدِ اعلیٰ عجم سے فتنۂ چنگیز خاں میں بھاگ کر روم میں آیا تھا جو نواحِ قسطمونی میں آکر ٹھہرا، بڑا صاحبِ کرامات اور مستجاب الدعوات تھا، یہاں اس کے ہاں ایک لڑکا محمود نام پیدا ہوا جس کو عربی اور فقاہت میں کسی قدر لیاقت حاصل ہوئی اس کا احمد نام ایک لڑکا پیدا ہوا جو فقہ و عربی میں عارف و ماہر ہوا۔ اس کے ہاں حاجی صفا نام بیٹا ہوا جو بڑا فقیہ عابد صالح تھا اس کے یہاں ایک لڑکا قاسم نام پیدا ہوا جو عین جوانی میں بحالتِ طالبعلمی خلیل نام لڑکا چھوڑ کر مر گیا پس آپ یعنی خلیل پہلے اپنے ملک میں مبانی علوم کے پڑھتے رہے پھر ادرنہ میں گئے اور مولیٰ خسرو اور فخر الدین عجمی سے پڑھا پھر شہر بروسا میں یوسف بن شمس الدین محمد فناری مدرس بروسا کی خدمت میں جاکر استفادہ کیا پھر محمد بن ارمغان کی خدمت میں مشرف ہوئے اور ان سے فضیلت و کمالیت کی دستار باندھی اور فقہ، حدیث، اصول، تفسیر، علمِ بلاغت وغیرہ میں عارف کامل اور عالم فاضل ہوئے اور علاوہ فضائلِ علمی کے بڑے متشرع، پرہیزگار و عابد تھے۔ کئی جگہ مدرس رہے اور خیر الدین لقب رکھتے تھے۔ وفات آپ کی مقام کرۃ النحاس میں ۸۹۹ھ میں ہوئی۔ "محرویہ" تاریخِ وفات ہے۔

حمزہ قرامانی

حمزہ قرامانی : نور الدین لقب تھا، اپنے ملک کے علماء و فضلاء سے علوم اصولیہ و فروعیہ پڑھ کر یہاں تک فضیلت حاصل کی کہ عالمِ اجل اور فاضلِ اکمل، مرجعِ انام ہوئے اور تدریس و افتاء میں اپنی عمر صرف کی۔ تفسیر بیضاوی پر تغیر التفسیر کے نام سے ایسے عمدہ حواشی تصنیف کئے جو مقبولِ انام ہوئے اور ۸۹۹ھ میں انتقال فرمایا، "کاشفِ اسرار الٰہ" تاریخِ وفات ہے۔

قاضی نظام الدین

قاضی نظام الدین بن مولانا حاجی محمد فراہی : آپ زہد و تقوےٰ اور امرِ درس و فتویٰ میں اپنے زمانہ کے اکثر علماء سے فائق تھے۔ مدت مدید تک مدرسہ اخلاصیہ اور مدرسہ عباسیہ ہرات میں درس و تدریس میں مشغول رہے، اخیر کو خاقان منصور نے آپ کو ہرات کا قاضی بنایا اور آپ نے فیصل

قضایا اور فیصل مہمات شرعیہ میں الباطریقہ اجتہاد کا مرعی رکھا کہ قصہ امانت و دیانت قاضی شریح کا لوگوں کے دلوں سے بھلادیا۔ وفات آپ کی ماہ محرم سنہ ۹۰۱ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد بھی اعاظم فقہائے عہد مرزا ابو القاسم بابر سے تھے۔

مولی لطفی

لطف اللہ توقاتی رومی الشہیر بہ مولی لطفی : عالم فاضل، جامع معقول و منقول تھے۔ علوم دینیہ سنان پاشا اور علوم ریاضی قوشجی سے حاصل کئے۔ جب بلادِ روم میں داخل ہوئے تو زمانہ سلطان بایزید خاں میں آپ کو مدرسہ مراد خاں کا جو بروسا میں واقع ہے، دیا گیا پھر شہر ادرنہ میں دار الحدیث پھر آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس مقرر ہوئے۔ آپ سے احمد بن سلیمان رومی معروف بہ ابن کمال پاشا نے پڑھا۔ اخیر کو آپ پر بسبب آپ کی فضیلت اور اطالت لسانی کے آپ کے اقران و معاصرین نے حسد کیا اور آپ کو الحاد اور زندقہ کی نسبت دی یہاں تک کہ مولی خطیب نے آپ کے قتل کی اباحت دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ سنہ ۹۰۰ھ میں قتل کئے گئے۔ آپ کی تصنیفات سے سید شریف کے حاشیہ شرح مطالع اور شرح مفتاح پر حواشی یادگار ہیں۔ علاوہ ان کے ایک رسالہ مسمّی بہ سبع الشداد لکھا جو سات سوال سید شریف پر مبنی ہے۔

یوسف بن حسین کرماسنی

یوسف بن حسین کرماسنی : بڑے قامع بدعت، محمود السیرۃ تھے۔ علوم مولی خواجہ زادہ وغیرہ سے پڑھا اور قسطنطنیہ کے آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس مقرر ہوئے پھر قسطنطنیہ کے قاضی بنے، حاشیہ شرح تلخیص مطول اور حاشیہ شرح وقایہ اور ایک کتاب مختصر اصول میں وجیز نام سے تصنیف کی اور سنہ ۹۰۶ھ میں وفات پائی۔

عبد الکریم رومی

عبد الکریم رومی : بڑے عالم فاضل تھے، علم طوسی اور سنان پاشا سے پڑھا اور آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس مقرر ہوئے، کتاب تلویح پر حواشی لکھے اور تقریباً سنہ ۹۰۰ھ میں سلطان بایزید خان کے عہد میں وفات پائی۔

ابن ملک

عبد اللطیف بن عبد العزیز بن امین الدین بن فرشتہ المعروف بہ ابن ملک[1] بڑے

---

[1] بدر الطالع میں لکھا ہے کہ سنہ ۷۹۷ھ میں حیات تھے، شذرات الذہب اور کشف الظنون میں وفات ۸۸۵ھ میں بیان کی ہے (مرتب)

مشہور و معروف مقبولِ خاص و عام اور بہت سے علوم فقہ و حدیث وغیرہ کے حافظ تھے اور دقائق و غوامض علوم کے حل کرنے میں ماہر کامل تھے، تصانیف[1] بھی بہت اور مفید کیں جن میں سے حدیث میں کتاب مبارق الازہار شرح مشارق الانوار اور اصولِ فقہ میں شرح منار اور فقہ میں کتاب مجمع البحرین اور کتاب وقایہ کی شرحیں بہت مشہور و معروف ہیں۔ کہتے ہیں کہ وقایہ کی جو شرح آپ نے تصنیف کی تھی تو وہ قبل از مشہور ہونے کے گم ہو گئی تھی پس آپ کے خلف الصدق محمد نے آپ کے مسودات سے مع بعض الحاقات کے از سرِ نو اس کو جمع کیا۔ علاوہ ان کے آپ نے ایک نہایت لطیف رسالہ علمِ تصوف میں بھی تصنیف کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو علمِ تصوف میں بھی بڑی دستگاہ تھی۔ آپ ابنِ ملک اس لئے اپنے آپ کو لکھتے تھے کہ آپ کے جدِ اعلیٰ کا نام فرشتہ تھا جس کا ترجمہ عربی میں ملک ہوتا ہے۔

موسےٰ پاشا

موسےٰ[2] پاشا بن محمد بن محمود رومی: بڑے عالم فاضل، جامع علوم و فنون اور ماہر ریاضی تھے، پہلے بعض علوم اپنے شہر کے علماء سے حاصل کئے پھر بلادِ عجم کی طرف جانے کا قصد کیا لیکن اس ارادہ کو اپنے اقارب سے پوشیدہ رکھا۔ آپ کی ہمشیرہ بڑی عقیدہ تھی، اس نے آپ کا یہ ارادہ معلوم کر کے آپ کی کتابوں میں اپنا کچھ زیور رکھ دیا تاکہ آپ مسافرت میں تنگ نہ ہوں پس آپ عجم میں آئے اور خراسان کے مشائخ سے پڑھا پھر ماوراءالنہر میں گئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا یہاں تک کہ آپ کے فضائل مشتہر ہوئے اور دور دور تک آپ کی کمالیت کا شہرہ ہوا اور قاضی زادہ رومی سے ملقب ہوئے پھر سمرقند کے امیر اعظم الغ بیگ بن شاہ رخ بن امیر تیمور کی خدمت میں پہنچے اور اس نے آپ سے بعض علوم پڑھے چونکہ اس کو علم ریاضی کا بڑا شوق تھا اس لئے اس نے بہ نسبت اور علوم کے ریاضی کی بہت کتابیں آپ سے پڑھیں۔ قاضی زادہ نے علم ریاضی میں بڑا توغل پیدا کیا یہاں تک کہ اپنے اقران سے کیا بلکہ متقدمین سے بھی بڑھ گئے۔ ۸۱۴ھ میں کتاب چغمینی کی جو ہیئت میں ہے اور ۸۱۵ھ میں کتاب اشکال التاسیس کی جو ہندسہ میں ہے، شرح تصنیف فرمائی۔ کہتے ہیں کہ آپ نے سید شریف سے بھی کچھ پڑھا تھا مگر آپس میں موافقت حاصل نہ ہوئی اس لئے آپ نے ان سے پڑھنا چھوڑ دیا تھا جس سے سید شریف تو آپ کے حق میں یہ کہتے تھے کہ آپ کی

---

[1] تعداد تصانیف (بقول او لیا چلپی) سات سو اور والد کا نام عبد العزیز کی بجائے عز الدین ہے "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام"
[2] صلاح الدین قاضی زادہ، وفات مابین ۸۲۳ھ و ۸۴۲ھ (مرتب)

طبع پر ریاضی غالب آگئی ہے اور آپ سید شریف کی نسبت یہ کہتے تھے کہ وہ علم ریاضی کو نہیں پڑھا سکتے۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے سید شریف کی کتاب شرح مطالع کا مطالعہ کیا اور بہت جگہ اس میں تردید کی۔ کہتے ہیں کہ سمرقند میں ایک مدرسہ مربع بنا ہوا تھا جس میں بہت سے حجرے بنے ہوئے تھے جہاں ہر ایک جگہ درس ہوتا تھا اور اس کے لئے بہت سے استاد مقرر تھے اور آپ تمام مدرسوں کے رئیس اور ہیڈ تھے۔

حسن پاشا

حسن پاشا بن علاء الدین علی الاسود المشتہر بقرہ خواجہ بن عمرو : علوم اپنے باپ متوفی ۸۰۰ھ سے پڑھے پھر مولی جمال الدین اقسرائی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تلمذ کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مولی جمال الدین نے طالب علموں کے حجروں میں پوشیدہ نظر کی اور دیکھا کہ آپ تکیہ لگا کر کتاب کو دیکھ رہے ہیں اور شمس الدین محمد فناری زانو ٹیک کر کتب کا مطالعہ کر رہے اور ان پر حواشی لکھ رہے ہیں پس انہوں نے اس وقت کہا کہ حسن پاشا درجہ فضیلت کو نہیں پہنچے گا اور شمس الدین درجہ علیا اور کمال کو فائز ہوگا پس اخیر کو ایسا ہی ظہور میں آیا۔ آپ نے نحو میں افتتاح شرح مصباح اور صرف میں شرح مراح الارواح تصنیف کی۔[1]

شرف الدین بن کمال قریمی

شرف الدین بن کمال قریمی : بڑے عالم فاضل، جامع فروع واصول تھے، پہلے اپنے شہر کے علماء سے علوم پڑھتے رہے جب مولی حافظ الدین محمد صاحب فتاوے بزازیہ شہر قریم میں تشریف لے گئے تو پھر آپ نے ان سے تکمیل کر کے ۸۰۵ھ میں سند حاصل کی پھر درس و تدریس میں مشغول ہوئے، کسی قدر مدت کے بعد روم میں آئے اور سلطان مراد خاں نے آپ کی بڑی عزت کی اور اخیر عمر تک یہاں ہی رہے۔

فتح اللہ شیرازی

فتح اللہ شیرازی : علوم عقلی و نقلی تو سید شریف اور علوم ریاضی قاضی زادہ موسٰی رومی سے سمرقند میں پڑھے، پھر بلاد روم میں آئے اور شہر قسطنطنیہ میں توطن اختیار کیا اور اسی جگہ اوائل سلطنت سلطان محمد خاں میں وفات پائی اور اپنی تصنیفات سے شرح مواقف کی بحث الٰہیات پر ایک حاشیہ اور قاضی زادہ رومی کی شرح چغمینی پر تعلیقات یادگار چھوڑی۔

---

[1] اس شرح کا نام "مفراح" ہے جسے حسن پاشا رومی نے ۸۲۷ھ میں بروسہ میں وفات پائی ہدیۃ العارفین (مرتب)

مولیٰ یگان

محمد بن ارمغان رومی الشہیر بہ مولیٰ یگان : شمس الدین لقب تھا، بڑے عالم فاضل فقیہ متبحر تھے، علوم قاضی شمس الدین محمد بن حمزہ فناری سے پڑھے اور آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں محمد شاہ[1] و یوسف بالی[2] اور خضر بیگ بن جلال الدین اور تاج الدین ابراہیم والد خطیب زادہ وغیرہ نے حاصل کیا۔ پہلے بروسا میں مدرس مقرر ہوئے پھر ریاست درس و تدریس کی آپ کی طرف منتہی ہوئی۔ جب قاضی محمد بن حمزہ فناری فوت ہوئے تو آپ کو قضاء کا عہدہ دیا گیا اور مدت تک مقبول خاص و عام رہ کر زندگی بسر کی پھر حرمین شریفین کو گئے اور جب واپس آئے تو مناصب مذکورہ بالا میں سے کسی کو اپنے ذمہ نہ لیا اور شہر ازنیق میں عہد سلطان محمد خاں بن مراد خاں میں جو ۸۲۵ھ میں تخت نشین ہوا، فوت ہوئے۔ آپ کا بیٹا محمد شاہ بروسا میں مدرسہ سلطانیہ کا مدرس ہوا، پھر وہاں کا قاضی بنا اور وہیں مر گیا اور دوسرا بیٹا یوسف بالی بھی بروسا کا مدرس بنا اور وہیں فوت ہوا جس نے تلویح پر حواشی بھی لکھے۔

محمد بن ایاتلوغ

محمد بن ایاتلوغ : جامع فروع و اصول اور ضابطِ دقائق معقول و منقول اور ماہر مختلف علوم تھے اکثر علوم مولیٰ یگان سے اخذ کئے اور مجمع البحرین کی ایک بڑی شرح تصنیف کی اور اس میں اکثر شراح ہدایہ پر جرحیں کیں۔

فخر الدین العجم

فخر الدین العجم[3] : سید شریف کے شاگردوں میں سے بڑے عالم متبحر، معقول و منقول کے ابرز تھے۔ عربیت، ادب، کلام، حکمت میں آپ کو مشارکت تامہ حاصل تھی۔ سنہ ۸۱۳ھ میں عہد سلطان محمد خاں میں روم میں آئے اور سلطان مراد خاں بن محمد خاں کے عہد میں مفتی مقرر ہوئے اور شہر ادرنہ میں وفات پائی۔ سلطان محمد کے لئے ایک کتاب مشتمل الاحکام تصنیف کی لیکن صاحب کشف الظنون کہتے ہیں کہ اس کو مولیٰ برکلی نے منجملہ کتب متداولہ واہیہ غیر معتبرہ کے شمار کیا ہے۔

احمد بن ابراہیم

احمد بن ابراہیم بن محمد بن عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ عقیلی حلبی المعروف بہ ابن عدیم : اپنے وقت کے فقیہ محدث اور عالم متبحر تھے۔ مدت تک حلب کے قاضی رہے، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ میں نے ۸۳۴ھ میں آپ سے حلب میں ملاقات کی اور حدیث کو سماعت کیا۔

۱، ۲ـــہ یہ دونوں شمس الدین محمد بن حمزہ فناری کے شاگرد ہیں۔ ۳ـــہ فخر الدین محمد [illegible] رومی متوفی ۸۶۷ھ "ہدایۃ العارفین" (مرتب)

الیاس بن ابراہیم

الیاس بن ابراہیم : بڑے عالم فاضل، تیز طبع، بہایت ذکی، نرم دل، ہشاش بشاش اور متعدد علوم منقول و معقول میں ماہر باہر تھے، سریع الکتابۃ اس درجہ کے تھے کہ مختصر قدوری ایک دن اور سید شریف کے حواشی شرح شمسیہ ایک رات میں لکھ لیا کرتے تھے۔ سلطان مراد خاں کے عہد میں شہر بروسا کے مدرس مقرر ہوئے اور اسی جگہ وفات پائی، امامِ اعظم کی فقہ اکبر کی بہت عمدہ شرح تصنیف کی۔ (وفات ۸۹۱ھ۔ مرتب)

حسین بن حامد تبریزی

حسین بن حامد تبریزی : حسام الدین لقب تھا، شہر تبریز کے جو آذربائیجان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے، رہنے والے تھے، بڑے صالح و متدین تھے، ہر وقت عبادت اور علم میں مصروف رہتے تھے۔ بیشمار کتابیں مطالعہ کیں اور ان کو صحیح کیا۔ سلطان محمد خان نے آٹھ مدارس میں سے ایک مدرسہ کا آپ کو مدرس کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ جہاد کے لئے بہمراہی علمائے قسطنطنیہ سے نکلے اور نقارے آپ کے پیچھے پیچھے بجتے جاتے تھے، کسی عالم نے آپ سے پوچھا کہ مومنوں کو جو آیۃ یاایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ میں ایمان لانے کا حکم ہوا ہے اس کی کیا حکمت ہے؟ یہ سوال سن کر بادشاہ نے بھی آپ سے کہا کہ آپ اس کی وجہ بیان کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سوال کا جواب یہ نقارے دے رہے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ دم دم کی آواز ہے جس کی مراد یہ ہے کہ اے ایمان والو! دُوموا علی الایمان، یعنی ہمیشہ رہو ایمان پر، بادشاہ نے اس جواب کو بہایت پسند کیا۔ صاحبِ شقائقؔ کا قول ہے کہ آپ امِ ولد کے نام سے اس لئے مشہور تھے کہ آپ نے مولیٰ فخر الدین عجمی کی ام ولد سے نکاح کیا تھا۔

محمد بن محمد بن قاضی زادہ

محمد بن محمد بن قاضی زادہ : قطب الدین لقب تھا۔ علم خواجہ زادہ اور اپنے نانا علی قوشجی سے پڑھا اور خواجہ زادہ کی بیٹی سے نکاح کیا اور بروسا کے مدرس مقرر ہوئے اور جوانی کی حالت میں فوت ہوئے۔ کئی ایک رسالے تصنیف کئے مگر موت نے ان کو کامل کرنے کی اجازت نہ دی۔

عبدالاول تبریزی

عبدالاول[1] بن حسین بن حامد تبریزی الشہیر بہ ابن ام ولد تبریزی : چونکہ آپ کے باپ نے

---

[1] عبدالاول بن حسین بن حسن بن حامد رومی متوفی سنہ ۹۵۰ھ (معجم المؤلفین) (مرتب)

مولیٰ فخر الدین عجمی کی ام ولد سے نکاح کیا تھا جس کے بطن سے آپ پیدا ہوئے اس لئے ابن ام ولد سے آپ مشہور ہوئے۔ تمام علوم وفنون میں آپ کو مشارکت حاصل تھی خصوصاً علمِ حدیث وفقہ میں تو مہارتِ تامہ اور یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ علم اپنے باپ اور خسرو سے پڑھا اور اخیر کو اپنے استاد خسرو کی بیٹی سے نکاح کیا اور اکثر شہروں کے قاضی ہوئے پھر گوشہ نشین ہو کر اپنی سکونت قسطنطنیہ میں اختیار کی، اس وقت آپ سو برس کی عمر کے تھے اور یہیں فوت ہوئے۔ کافیہ کی شرحِ جلبی پر حواشی تحریر کئے۔

مولیٰ احمدی

مولیٰ احمدی کرمانی مؤلف سکندر نامہ : اصل میں آپ ولایتِ کرمان کے رہنے والے تھے، پہلے اپنے شہر کے علماء و فضلاء سے پڑھا پھر قاہرہ میں تشریف لائے اور وہاں علم تحصیل کیا۔ کہتے ہیں کہ آپ ایک دن مع مولیٰ فناری متوفی ۸۳۴ھ اور حاج پاشا کے مشائخ صوفیہ میں سے ایک صوفی کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہوں نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ اے احمدی تم اپنی عمر شعر اشعار میں ضائع کرو گے اور حاج پاشا طب میں عمر ضائع کریں گے اور مولیٰ فناری عالمِ ربانی ہوں گے پس اخیر کو ایسا ہی ہوا کہ مولیٰ احمدی نے جب اپنے ملک میں معاودت کی تو کرمان کے امیر کی جس کو شعر و سخن کا بڑا شوق تھا، صحبت اختیار کی پھر امیر سلیمان بن بایزید خاں کے مصاحب ہوئے اور اس کے لئے ایک کتاب مسمّے بہ سکندر نامہ اور اکثر اشعار و قصائد تصنیف کئے۔

یعقوب اصغر

یعقوب اصغر قرامانی : بڑے عالم فاضل، حافظ مسائل، متخشع، طیب النفس تھے، علم محمد بن حمزہ فناری سے پڑھا اور آپ سے خیر الدین خلیل بن قاسم نے پڑھا۔ مناسکِ حج میں ایک کتاب تصنیف کی اور نیز ایک رسالہ در بارہ دفع تعارض مابین قولہ تعالےٰ انا لننصر رسلنا اور یقتلون النبیین بغیر حق کے تصنیف کیا۔

صلاح الدین رومی

صلاح الدین رومی : عالمِ باعمل، فاضلِ صالح تھے۔ سلطان محمد نے آپ کو اپنے بیٹے بایزید خاں کا معلم بنایا جس نے آپ سے شرح عقائد اور مولانازادہ کی شرح ہدایۃ الحکمۃ پڑھیں اور آپ نے اس کے لئے ان پر حواشی لکھے جو دونوں مقبول خاص و عام ہوئے پھر آپ کو بروسا میں مدرسہ سلطانیہ کا مدرس بنایا گیا اور وہیں فوت ہوئے۔

محمد بن مصطفٰے

محمد بن مصطفٰے بن زکریا خواجہ حسن ترکی : فخر الدین لقب تھا، شیخ فاضل، ادیب بے بدل، نظم و انشار میں ید طولےٰ رکھتے تھے، مختصر قدوری کو عمدہ نظم میں منظوم کیا اور ایک قصیدہ ترکی میں نہایت عمدہ تصنیف فرمایا۔

حسام زادہ

مصطفٰے[1] بن حسام الدین الشہیر بہ حسام زادہ : علوم ادبیہ و عقلیہ اور نقلیہ کے ماہر اور فقہ و احادیث اور تفسیر کے عارف تھے۔ پہلے مدرسہ بروسا کے مدرس مقرر ہوئے، پھر مفتی بنے یہاں تک کہ وفات پائی۔ تلویح اور شرح وقایہ پر حواشی لکھے اور انشار میں ایک کتاب تصنیف کی۔

محمد بن ملیناس رومی

محمد بن ملیناس الشہیر بہ ابن ملیناس رومی : بڑے فقیہ، متکلم، اصولی، علوم غرائب کے عارف تھے، مدت تک شہر ادرنہ میں مدرس رہے، شرح عقائد نسفی کے حواشی لکھے اور ایک کتاب عجائب و غرائب طلسمات وغیرہ میں تصنیف کی۔

ابن مغنیسا

محی الدین الشہیر بہ ابن مغنیسا : عالم بے نظیر، فقیہ متبحر تھے۔ علم مولےٰ خسر و محمد بن فراموز سے حاصل کیا۔ قسطنطنیہ میں وزیر محمود پاشا نے جو مدرسہ بنایا تھا اس میں سلطان محمد خاں نے آپ کو مدرس بنادیا پھر آپ کو وہاں کا قاضی مقرر کیا۔

محی الدین عجمی

احمد بن محمد یا محمد بن احمد المعروف بہ محی الدین عجمی : عالم کامل، فقیہ فاضل تھے۔ علوم مولیٰ خسر و محمد بن فراموز وغیرہ علمار و فضلار سے پڑھے، پہلے آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس مقرر ہوئے، پھر شہر ادرنہ کے قاضی ہوئے اور اسی جگہ فوت ہوئے۔ شرح فرائض سراجیہ پر حواشی لکھے اور شرح وقایہ میں جو باب الشہید ہے اس پر ایک رسالہ تصنیف کیا۔

الیاس بن یحییٰ

الیاس[2] بن یحییٰ بن حمزہ رومی : عالم فاضل، جامع معقول و منقول تھے، فقہ صاحب فصل الخطاب

---

[1] مصلح الدین مصطفٰے بن حسین بن محمد بن حسام الدین بروسوی متوفی ۱۰۳۵ھ (معجم المؤلفین) (مرتب)

[2] شجاع الدین الیاس رومی - پیدائش ۸۳۹ھ، وفات ۹۲۹ھ (معجم المؤلفین) (مرتب)

محمد بن محمد حافظی بخاری المعروف بہ خواجہ پارسا وغیرہ سے پڑھی یہاں تک کہ متعدد علوم میں ماہر کامل ہوئے اور بلادِ روم کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں سلطان مراد خاں نے آپ کی بڑی عزت کی اور آپ کو مدرس مقرر کیا اور اسی جگہ فوت ہوئے۔

حدیقۂ دہم

دسویں صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں

خطیب زادہ

مولی محمد بن ابراہیم بن خطیب الشہیر بہ خطیب زادہ : محی الدین لقب تھا۔ فقیہ فاضل، عالم متبحر، طلیق اللسان، جری القلب، صاحب محاورہ، فصیح عند المباحثہ تھے۔ علوم اپنے باپ تاج الدین ابراہیم بن خطیب، پھر علاؤ الدین طوسی اور خضر بیگ وغیرہ سے پڑھے اور قسطنطنیہ کے مدرس مقرر ہوئے پھر سلطان محمد خاں نے آپ کو اپنا معلم بنا لیا۔ صدر الشریعہ کے اوائل شرح وقایہ اور اوائل شرح مواقف اور مقدمات اربعہ اور شرح مختصر ابن حاجب کے اوائل حاشیہ سید اور کشاف کے حاشیہ سید پر آپ نے حواشی تصنیف کئے اور ایک رسالہ فضائل جہاد اور ایک رسالہ بحث رؤیت و کلام میں تصنیف کیا اور آپ سے احمد بن سلیمان بن کمال پاشا اور محی الدین چلپی بن علی بن یوسف فناری اور عبد الواسع بن خضر وغیرہم نے تفقہ کیا۔ وفات آپ کی سنہ ۹۰۱ھ میں ہوئی۔ "امامِ حسن گفتار" تاریخِ وفات ہے۔

ملّا زادہ عثمان

مولانا محمد بن مولانا شرف الدین محمد عثمان : شمس الدین لقب تھا اور ملا زادہ عثمان سے مشہور تھے۔ تمام اقسام کے علوم معقول و منقول میں سر آمد علمائے ماوراء النہر بلکہ مقتدائے فضلائے عصر تھے۔ خاقان منصور کے عہد میں سمرقند سے بارادہ حج ہرات میں وارد ہوئے اور منظور نظر خاقان منصور کے ہو کر حج کو تشریف لے گئے اور زیارت حرمین شریفین سے مراجعت فرما کر ہرات میں سکونت اختیار کی اور کئی سال تک مدرسہ سلطانیہ اور مدرسہ خلاصیہ میں نشر فوائد علمیہ و درس مسائل دینیہ میں مشغول رہے، باوجود کمال علم اور کبر سنی اور نور زہد و تقویٰ کے موصوف بہ تواضع تھے اور ماہ ربیع الاول سنہ ۹۰۱ھ میں وفات پائی۔ "رہبر صلاح اندیش"

تاریخ وفات ہے۔

مولیٰ مصطفیٰ قسطلانی

مولیٰ مصطفیٰ قسطلانی : مصلح الدین لقب تھا۔ جملہ علوم میں ماہر متبحر تھے جن کو مولٰنا خضر بیگ وغیرہم سے پڑھا۔ جب سلطان محمد خاں نے آٹھ مدارس بنا کئے تو ایک میں آپ کو مدرس کیا۔ مولیٰ لطفی کہتے ہیں کہ جن دنوں مولیٰ سنان پاشا سے میں طالب علمی کرتا تھا۔ ان دنوں ایک وزیر تھا جس کی یہ عادت تھی کہ رات کو علماء و فضلاء کو مجتمع کیا کرتا اور ایک مجلس آراستہ کر کے ان کو غذا لطیف و پاکیزہ کھلاتا۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ مولیٰ مصلح الدین قسطلانی اور خواجہ زادہ و خطیب زادہ بھی وہاں حاضر تھے اور میں اپنے ایک دوست کے پاس بیٹھا ہوا اس سے آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا کہ باتوں باتوں میں میں نے یہ بیان کیا کہ میں ایک دفعہ ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجھ کو خون کا پسینہ آیا اور اس سے میرے پارچات رنگین ہو گئے۔ یہ بات سن کر وہ ہنس پڑا جس سے دیگر علماء نے متنبہ ہو کر ہنسنے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ مولیٰ لطفی ایسا ایسا کہتا ہے۔ اس بات کو سن کر وہ بھی ہنس پڑے۔ مولیٰ قسطلانی نے کہا کہ تم کیوں ہنستے ہو؟ یہ بھی ایک مرض ہے اور میں نے اس کو شیخ ابن سینا کے قانون کی فلاں فصل میں پڑھا ہے۔ اس پر خواجہ زادہ نے پوچھا کہ کیا آپ نے تمام قانون پڑھا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں بلکہ شیخ کی تمام مصنفات میں نے پڑھی ہیں۔ پھر آپ نے خواجہ زادہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے تمام شفا پڑھی ہے؟ خواجہ زادہ نے کہا کہ نہیں صرف ضروری ضروری مقام اس کے میں نے مطالعہ کئے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے سات مرتبہ شفاء کو مطالعہ کیا ہے۔ علماء اس بات کو سن کر آپ کے احاطہ جمیع علوم سے بڑے متعجب ہوئے۔ آپ نے تفتازانی کی شرح عقائد اور ان مقدمات اربعہ پر جو توضیح میں ہیں حواشی تصنیف کئے[1] اور ۹۰۱ھ میں وفات پائی۔

مولانا سماء الدین

مولانا سماء الدین : جامع علوم عقلیہ و نقلیہ، واقف فنون رسمیہ و ظاہریہ، صاحب تقویٰ و ورع و قناعت تھے۔ علوم مولانا سناء الدین سے جو میر سید شریف جرجانی کے شاگردوں میں سے تھے حاصل کئے۔ پہلے آپ ملتان میں رہا کرتے تھے مگر بسبب بعض وقائع کے جو وہاں رو داد ہوئے وہاں سے تنہا نکل کر دہلی میں آئے اور یہیں توطن اختیار کیا۔ اخیر عمر میں بسبب کبر سنی کے آپ کی بصارت زائل ہو گئی۔ بغیر علاج کے خدا تعالیٰ نے آپ کو پھر بصارت دے دی۔ آپ نے شیخ فخر الدین عراقی کی لمعات پر

---

[1] تنقیص المعالم ورسالہ فی جہۃ المعبود و رسالۃ ذوی الاعتبار بھی آپکی تصانیف ہیں۔ آپ برسہ اور ادرنہ اور قسطنطنیہ کے قاضی رہے اور پھر قاضی لشکر بھی ہو گئے۔ "انسائیکلو پیڈیا آف اسلام" (مترجم)

اس تحقیق سے حواشی لکھے جو اس کے معانی کے حل کو وافی و کافی ہیں اور نیز ایک رسالہ مسمی بہ مفتاح الاسرار تصنیف فرمایا۔ وفات آپ کی ۱۷ رجادی الاولیٰ سنہ ۹۰۱ھ میں ہوئی اور مقبرہ آپ کا حوض شمسی پر واقع ہے جہاں آپ کی اولاد و احفاد میں سے ایک گروہ مدفون ہے۔

محمد بن ابراہیم

محمد بن ابراہیم بن حسین بخاری رومی : محی الدین لقب تھا، علوم شرعیہ و فنون عقلیہ کے عالم فاضل اور قرآن شریف کے بجمیع روایات حافظ تھے۔ علم حسام الدین توقاتی اور یوسف بن شمس الدین محمد بن حمزہ فناری اور محمد بن ادمغان وغیرہم سے پڑھا اور شہر قسطمونی میں مدرسہ اسمٰعیلیہ کے مدرس مقرر ہوئے۔ تفسیر سورہ دخان کی تالیف کر کے سلطان بایزید خاں کے پاس بطور ہدیہ کے بھیجی اور صاحب شقائق نے اس تفسیر کی نسبت کہا ہے کہ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مصنف اس کا علم تفسیر میں آیت کبریٰ ہے۔ علاوہ اس کے شرح وقایہ اور تفسیر بیضاوی پر حواشی لکھ کر قسطنطنیہ میں سنہ ۹۰۱ھ میں وفات پائی "عالم مشہور دہر" تاریخ وفات ہے۔

علی فناری

علی بن یوسف بالی بن شمس الدین محمد فناری[1] : شہر بروسا میں پیدا ہوئے اور لڑکپن میں تحصیل علم کے شغل میں مشغول ہوئے اور عنفوان شباب میں بلاد عجم کی طرف کوچ کیا اور ہرات و بخارا و سمرقند کے علماء و فضلاء سے پڑھا یہاں تک کہ تمام علوم میں فوقیت و کمالیت حاصل کی اور علم کلام، اصول، فقہ، بلاغت، ریاضی وغیرہ میں اعلیٰ درجہ کے ماہر متبحر ہوئے، لبعد ازاں بلاد روم میں اوائل سلطنت محمد خاں میں واپس آئے اور سلطان کی طرف سے بروسا کے مدرس مقرر ہوئے، پھر کچھ مدت بعد وہاں کی قضا آپ کو دی گئی۔

تدریس کا ڈھنگ آپ کو نہایت عمدہ یاد تھا چنانچہ صاحب شقائق اپنے ماموں عبدالعزیز بن سید یوسف حسینی مشہور بہ عابد چلپی سے حکایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے مطول پڑھنی شروع کی تھی اور ہر روز مجھ کو ایک سطر یا دو سطریں کتاب مذکورہ کی پڑھاتے تھے اور باوجود اس کے اس قدر سبق ۱۰ بجے صبح سے شروع ہو کر عصر تک ختم ہوا کرتا تھا۔ جب چھ مہینے اس حال پر گذر گئے تو آپ نے فرمایا کہ اب تک آپ نے جو کچھ پڑھا ہے اس کو کتاب کا پڑھنا کہتے ہیں، اب اس کے لبعد تم فن کا پڑھنا پڑھو، پس اس پر آپ نے ہر روز دو ورق پڑھانے شروع کئے چنانچہ چھ ماہ میں تمام کتاب ختم ہو گئی۔ آپ کی تصنیفات سے شرح کافیہ اور شرح قسم تجنیس مشہور ہیں۔

---

[1] علاء الدین لقب۔ قاضی عسکر روم (دیکھئے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام) (مرتب)

کہتے ہیں کہ جب ابوالخیر محمد مؤلف حصن حصین کے بیٹے مقیم بروسا نے اپنی مرض الموت میں سنا کہ مولی علی فناری روم کی طرف آرہے ہیں تو انہوں نے وصیت کی کہ میری بیٹی کا نکاح ان سے کر دینا پس جب آپ بروسا میں تشریف لائے تو مطابق وصیت ابوالخیر کے ان کی بیٹی کا آپ سے نکاح کیا گیا چنانچہ اس کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے، ایک محمد شاہ، دوسرے محی الدین چلپی جو بڑے عالم فاضل ہوئے۔ وفات آپ کی ۹۰۳ھ میں ہوئی۔ "فقیہ صداقت بنیان" تاریخ وفات ہے۔

اخی چلپی مصنف ذخیرۃ العقبیٰ

یوسف بن جنید توقاتی الشہیر بہ اخی چلپی مصنف ذخیرۃ العقبیٰ : فاضل ماہر، فقیہ متبحر، جامع علوم نقلیہ وعقلیہ، حاوی فروع واصول تھے۔ پہلے سید احمد قریمی تلمیذ حافظ الدین محمد بزازی پھر صلاح الدین معلم بایزید خاں بعد ازاں مولی خسرو ومحمد بن فراموز سے پڑھا، جب درجہ کمالیت وفضیلت کو پہنچے تو قسطنطنیہ میں مدرسہ قلندریہ کے مدرس مقرر ہوئے، تمام عمر علم اور مطالعہ کتب فقہیہ میں مشغول رہے۔ شرح وقایہ کے حواشی مسمی بہ ذخیرۃ العقبیٰ جو ہمارے ملک میں حاشیہ چلپی کے نام سے مشہور ہیں تصنیف کئے جن کی تالیف ۸۹۱ھ میں شروع کی اور ۸ ماہ ذی الحجہ ۹۰۱ھ کو ختم کیا، علاوہ اس کے رسالہ ہدایۃ المہتدین نام سے تصنیف کیا جس میں ان الفاظ کو بیان کیا جن کا کہنا کفر ہے۔

جب آپ ۹۰۵ھ میں فوت ہوئے تو آٹھ مدارس سے ایک کے مدرس تھے، "فقیہ مشہور زمانیاں" تاریخ وفات ہے۔ توقاتی توقات کی طرف منسوب ہے جو ایک چھوٹا سا شہر لحف جبل میں واقع ہے جس کا ایک قلعہ خوبصورت بھی ہے۔ آپ وہ حسن چلپی نہیں ہیں جنہوں نے تلویح ومطول وتفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا ہے۔

مولانا مسعود شروانی

مولانا مسعود شروانی : کمال الدین لقب تھا، تمام علوم معقول ومنقول خصوصاً علم کلام منطق وحکمیات میں عالم علمائے زمانہ تھے، کئی سال تک مدرسہ گوہر شاد آغا اور مدرسہ اخلاصیہ واقع ہرات میں درس وتدریس اور افادہ خلق اللہ میں مشغول رہے۔ جب قاضی نظام الدین فوت ہوئے تو آپ نے تدریس مدرسہ گوہر شاد آغا کی ترک کر کے مدرسہ غیاثیہ میں علم افادت بلند کیا اور جس روز آپ نے مدرسہ مذکورہ میں اجلاس فرمایا امیر نظام الدین علی شیر اور تمامی سادات اور علماء وا کابر دار السلطنت ہرات جمع ہوئے۔ چونکہ مدرسہ مذکورہ کے وقف کی ایک شرط یہ تھی کہ علمائے خراسان کا اعلم شخص وہاں مدرس مقرر ہونا چاہئے اس لئے اس روز آپ نے قصد تعریض علمائے خراسان کا کر کے اس مجمع میں آیۃ انی اعلم

ملا تعلمون کا درس دیا اور اس قدر نکاتِ بدلیعہ اور معانی شریفہ بیان فرمائے کہ سب لوگ دنگ رہ گئے اور آپ موجب آفرین و تحسین جملہ اشخاص ہوئے۔ آپ کی تصنیفات سے حاشیہ شرح حکمۃ العین و دیگر رسائل یادگار ہیں۔ وفات آپ کی ۹۰۵ھ میں ہوئی۔

مولانا معین الدین فراہی

مولانا معین الدین فراہی : اپنے زمانہ کے عالم فاضل، علوم عقلیہ و نقلیہ میں ید طولیٰ اور زہد و تقویٰ میں درجۂ علیا رکھتے تھے، بڑے بڑے خطوط مقفیٰ و مسجع غایت سرعت میں لکھ دیا کرتے تھے، ہر جمعہ کو بعد ادائے نماز کے صفہ مقصورہ جامع ہرات میں نہایت موثر وعظ کہتے اور درر غرر معانی آیات و احادیث کو الماس تقریر فصیح کے ساتھ پروتے تھے۔ آپ مجلس وعظ میں امراء و رؤسا کی طرف جو وہاں حاضر ہوتے تھے بالکل ملتفت نہ ہوتے تھے۔ آپ کی تصنیفات سے معارج النبوۃ و تفسیر فاتحۃ الکتاب و طلا کار یعنی قصۂ حضرت موسیٰ اور نقرہ کار یعنی قصہ حضرت یوسف مشہور و معروف ہیں۔

بعد وفات آپ کے بھائی قاضی نظام الدین کے حسبِ وصیت ان کی ہر چند آپ کو منصب قضاء کے لئے کہا گیا مگر آپ نے بالکل قبول نہ فرمایا۔ وفات آپ کی ۹۰۷ھ میں ہوئی اور مزار خواجہ عبد اللہ انصاری میں اپنے بھائی خواجہ نظام الدین کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ "زینت گیتی" تاریخ وفات ہے۔

حمید الدین بن افضل الدین

حمید الدین بن افضل الدین : بڑے عالم فاضل، جامع علوم دینیہ و عقلیہ تھے، پہلے اپنے باپ سے پڑھتے رہے، پھر محمد بن ادمغان کی خدمت میں حاضر ہو کر مختلف علوم و فنون میں کمال حاصل کیا اور مدرسہ شہر بروسا کے مدرس مقرر ہوئے، پھر آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس بنے، بعد ازاں تھوڑی مدت کے بعد سلطان محمد خاں نے آپ کو قاضی فاضل بن محمد بن مصطفےٰ کی جگہ قسطنطنیہ کا قاضی مقرر کیا۔ آپ کے تلامذہ میں سے محی الدین چلپی فناری اور عبد الواسع بن خضر اور حسام الدین حسین بن عبد الرحمٰن وغیرہ معروف و مشہور ہیں، ہدایہ اور اصفہانی کی شرح طوالع اور سید کے حاشیہ شرح مختصر پر نہایت عمدہ حواشی لکھے اور ۹۰۸ھ میں وفات پائی، "مقبولِ خلق" تاریخ وفات ہے۔

صاحبِ تفسیر حسینی

حسین بن علی واعظ کاشفی الشہیر بہ مولیٰ صفی صاحبِ تفسیر حسینی : کمال الدین یا علاء الدین لقب رکھتے تھے، تمام علوم ظاہری و باطنی اور فنون نقلی و رسمی میں مشارکت عامہ و معرفت تامہ حاصل تھی لیکن علوم نجوم و انشاء میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ پہلے آپ مائل بہ تشیع تھے پھر مضبوط اہل سنت ہو کر حنفی المذہب

ہوئے۔آواز نہایت خوش اور صورت دلکش سے وعظ و نصائح میں مشغول رہتے اور عبارات لائقہ میں معانی آیات بینات کلام الٰہی اور غوامض اسرار احادیث حضرت رسالت پناہی کو ظاہر فرماتے تھے۔ ہر جمعہ کی صبح کو دارالسلطنت سلطانی میں جو ہرات کے چوک میں واقع ہے، وعظ فرماتے اور بعد ادائے نماز جمعہ کے جامع مسجد علی شیر میں وعظ کرتے اور شنبہ کے روز مدرسۂ سلطانی میں اور چار شنبہ کے یوم مزار پیر محمد خواجہ ابوالولید احمد میں اپنے مواعظِ بلیغہ سے گم کردگانِ راہِ ہدایت کو راہِ راست پر لاتے تھے۔ تصنیفات بھی کثرت سے کی جن میں سے جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر جس کے اول علوم متعلقہ تفسیر مشتمل بر بائیس فن چار فصلوں میں بیان کئے۔ مواہب العلیہ المشہور بہ تفسیر حسینی، روضۃ الشہداء، انوار سہیلی، اخلاق محسنی، مخزن الانشاء، رشحات عین الحیٰوۃ در بارۂ مناقب مشائخ نقشبندیہ۔ الرسالۃ العلیہ فی الاحادیث النبویہ، لوائح القمر وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔ وفات آپ کی ۹۱۰ھ میں ہوئی۔ "سالارِ حقیقت" تاریخِ وفات ہے اور آپ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مولانا فخر الدین علی جانشین ہو کر ہر جمعہ کی صبح کو جامع مسجد ہرات میں وعظ و نصائح میں رہے جن کی منظومات سے حکایت محمود و ایاز کی وزن لیلیٰ و مجنوں پر مشہور و معروف ہے۔

خلیلی

خلیل المعروف بہ خلیلی : بڑے حلیم، متواضع اور خیر پسند تھے، پہلے قسطنطنیہ میں آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس مقرر ہوئے پھر مدرسہ ادرنہ میں تبدیل ہوئے بعد ازاں اناطولی میں دار القضاء عسکر کے متولی ہوئے اور اوائل عہد سلیم خاں بن محمد خاں میں درمیان ۹۱۰ھ اور ۹۲۰ھ کے فوت ہوئے۔

محمد بن مصطفٰے

محمد بن مصطفٰے بن حاج حسن : اپنے زمانہ کے بحرِ علوم، فقیہ کامل اور علم و علماء کے بڑے محب تھے، علم اپنے زمانہ کے علماء و فضلاء مثل مولیٰ یگان وغیرہ سے اخذ کیا اور بروسا و قسطنطنیہ کے مدارس میں درس دیا، عہد محمد خاں اور اس کے بیٹے بایزید خاں میں قاضی مقرر ہوئے اور آپ سے جعفر بن تاجی وغیرہ نے اخذ کیا، ایک کتاب بطور محاکمہ مابین دوانی و صدر شیرازی اور ایک کتاب صرف میں میزان الصرف کے نام سے تصنیف کی اور مقدمات اربعہ اور تفسیر سورۂ انعام بیضاوی پر حواشی تصنیف کئے اور ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔ "مشہورِ عصر" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

مصطفٰے بن اوحد الدین

مصطفٰے بن اوحد الدین : تمام علوم میں فاضل و ماہر اور آپ کی فضیلت کے تمام علماء مقر تھے، علم محمد بن فراموز سے پڑھا، پہلے آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس ہوئے پھر عہد سلطان بایزید خاں میں قاضی

بنے۔ اگرچہ آپ تصنیف وتالیف میں مشتغل نہیں ہوئے مگر تاہم ایک رسالہ تحذیر الفرار عن الوبا رمیں تصنیف کیا جو آپ کی فضیلت وکمالیت پر شاہد ناطق ہے۔ وفات آپ کی سنہ ۹۱۱ھ میں ہوئی۔

مولانا عبدالغفور لاری

مولانا عبدالغفور لاری : مولانا عبدالرحمٰن جامی کے اجلہ تلامذہ واعاظم خلفار میں سے تھے، رضی الدین لقب تھا اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے جامع کمالات صوری ومعنوی اور حاوی علوم ظاہری وباطنی تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی بہت کم مرید کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک مرید کامل و اکمل عبدالغفور لاری ہزار مرید سے بہتر ہے اور یہ شعر آپ کے حق میں فرماتے تھے ؎

آنجا کہ فہم ودانش مرغے بود شکاری   بازے ست تیز رفتار عبدالغفور لاری

شرح ملّا اور نفحات الانس کے حواشی آپ نے خوب تحقیق وتدقیق سے تصنیف فرمائے اور اصطلاح سے ان کے اشکال کا حل فرمایا کہ اس سے زیادہ غیر ممکن ہے مگر آپ شرح ملّا کا حرف بحرف مفردات تک ہی حاشیہ لکھنے پائے تھے کہ داخل فردوس بریں ہوئے اس لئے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے اس کا تکملہ اس تطبیق کے ساتھ تصنیف کیا کہ ہرگز تمیز نہیں ہوسکتی کہ مولانا عبدالغفور کا حاشیہ کہاں تک ہے اور مولٰنا عبدالحکیم کا تکملہ کہاں تک۔ وفات آپ کی ماہ شعبان روز یکشنبہ سنہ ۹۱۲ھ میں ہوئی۔ "فیض ایزد" تاریخ وفات ہے۔

شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ

شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعدالدین تفتازانی : سیف الدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے عالم علامہ فقہ وحدیث میں فائق اہل عصر اور علوم نقلیہ وعقلیہ میں ماہر باہر تھے، علوم الیاس زادہ شارح مختصر وقایہ سے حاصل کئے۔ جب آپ کے والد ماجد قطب الدین یحییٰ فوت ہوئے تو آپ کو ان کا منصب مشیخۃ الاسلامی تفویض کیا گیا پس آپ خطہ خراسان میں تیس سال تک تدریس ونشر علوم میں مشغول رہے یہاں تک کہ سنہ ۹۱۶ھ میں معزول ہو کر اسی سال فوت ہوگئے۔ آپ کی تصنیفات سے حواشی تلویح وحواشی شرح وقایہ اور شرح تہذیب اور شرح فرائض سراجیہ وغیرہ یادگار ہیں۔

قاسم بن خلیل

قاسم بن خلیل عم صاحب شقائق : قوام الدین لقب تھا۔ عالم فاضل، فقیہ کامل تھے۔ پہلے اپنے بھائی مصطفٰے اور اپنے ماموں نکساری سے پڑھا پھر مولٰی خواجہ زادہ اور مؤید زادہ اور مولٰی لطف اللہ الشہیر بہ لطفی توقاتی متوفی سنہ ۹۰۰ھ پھر خطیب زادہ سے علم حاصل کیا اور بروسا میں مدرسہ اسدیہ پھر اسکوب میں

مدرسہ اسحٰقیہ کے مدرس مقرر ہوئے اور اسی جگہ ۹۱۹ھ میں وفات پائی۔ اکثر کتبِ مشہورہ پر آپ کی تعلیقات اور وجود ذہنی میں رسالے موجود ہیں۔

محمد بن حسن سامسونی

محمد بن حسن بن عبد الصمد سامسونی : محی الدین لقب تھا۔ عالمِ فاضل، جامعِ معقول و منقول تھے، علوم اپنے والد سے پڑھے، پہلے بروسا پھر ادرنہ بعد ازاں قسطنطنیہ پھر ازنیق میں مدرس مقرر ہوئے اخیر کو سلیم خاں نے ادرنہ کا آپ کو قاضی مقرر کیا جہاں آپ نے ۹۱۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تصنیفات سے سید شریف کی شرح مفتاح اور ان کے حاشیہ شرح تجرید اور تلویح پر حواشی یادگارِ زمانہ ہیں۔

مولانا فصیح الدین محمد

مولانا فصیح الدین محمد نظامی : علوم معقول و منقول میں عالم فاضل اور فنون ریاضی و حکمیات میں سرآمد افاضل تھے۔ آپ کی طبع سلیم مدرک مخفیات اور ذہنِ مستقیم مظہر مخزونات تھا۔ اکثر فضلاء اور اکابر حضرت سلطانی آپ کی شاگردی کو ایک فخر سمجھتے تھے اور آپ کو اخوند سے تعبیر کرتے تھے۔ مدت تک آپ نے مدرسہ اخلاصیہ اور مدرسہ غیاثیہ و بدیعیہ میں درس دیا۔ اخیر کو بسبب بعض امور کے ہرات سے بلخ میں تشریف لے گئے اور وہاں چند سال امیر صدر الدین یونس کی مصاحبت میں جو آپ کا داماد تھا اوقات بسر کر کے اواخر ۹۱۹ھ میں رہگرائے عالمِ جاودانی ہوئے۔ "علامۂ آرائشِ دوراں" تاریخ وفات ہے۔ آپ کی تصنیفات سے حاشیہ ہدایۃ الحکمۃ اور حاشیہ تذکرہ شرح اربعین نووی اور شرح تامۃ القائل اور حاشیہ مختصر و مطول وغیرہ علماء و فضلاء کے درمیان مشہور و معروف ہیں۔

محمد محی الدین عمادی

محمد محی الدین عمادی اسکلیبی والد صاحب تفسیر ابی السعود عمادی : بڑے عالم فاضل صاحبِ طریقت و کرامت تھے، پہلے علم ظاہری میں مشتغل ہوئے یہاں تک کہ علی قوشجی کی خدمت میں پہنچکر کمالیت و فضیلت کا رتبہ حاصل کیا پھر تصوف میں مشغول ہوئے اور مصلح الدین قونوی پھر ابراہیم قیصری سے تصوف کا اشتغال کیا اور درجہ کرامت و حالت کا پایا اور شہر اسکلیب میں ۹۲۰ھ میں وفات پائی۔

عبد البر بن شحنہ

عبد البر[1] بن محمد بن محب الدین محمد بن محمد بن محمود ابو البرکات بن ابی الفضل بن المحب ابی الولید

---

[1] سری الدین لقب (معجم المؤلفین و دستور الاسلام) (مرتب)

الحلبی ثم القاہری الشہیر کسلفہ بہ ابن شحنہ : منگل کی رات ۹ ماہ ذیقعد ۸۵۱ھ میں حلب میں پیدا ہوئے اور اپنے والدین کے ہمراہ قاہرہ میں ہجرت کی اور وہاں قرآن کو حفظ کیا اور متفرق علوم میں مختصر کتب یاد کیں اور بیت المقدس میں جاکر وہاں کے خطیب اور جمال بن جماعہ شیخ صلاحیت بیت المقدس اور تقی قلقشندی سے حدیث کی سماعت کی اور قاہرہ میں در اعسابہ سے سنا اور کچھ امین اقصرائی اور تقی شمنی اور ام ہانی ہونیہ سے پڑھا اور فقہ میں زین الدین قاسم بن قطلوبغا سے اخذ کیا یہاں تک کہ فقیہ فاضل محدث کامل جامع معقولات و منقولات ہوئے اور ۸۸۰ھ میں منظومہ ابن وہبان کی شرح سے فراغت حاصل کی اور نیز کتاب الذخائر الاشرفیہ فی الالغاز الحنفیہ تصنیف کی اور ۹۲۱ھ میں وفات پائی ۔ "فخر بلدہ" تاریخ وفات ہے ۔

شیخ عبداللہ بن الہداد

شیخ عبداللہ بن الہداد العثمانی التلبنی : شہر تلبنی میں جو ملتان کے پاس واقع ہے، پیدا ہوئے، اپنے ملک کے علماء و فضلاء سے علوم حاصل کر کے فاضل ماہر فقیہ متبحر راس العلوم نقلیہ و عقلیہ ہوئے ۔ مدت تک اپنے وطن میں مدرس رہے پھر دہلی کو ہجرت کر گئے جہاں سلطان اسکندر لودی نے آپ کی بڑی عزت کی اور وہاں کے لوگوں کو آپ سے بڑا فیض حاصل ہوا یہاں تک کہ ۹۲۲ھ میں وفات پائی اور دہلی میں مدفون ہوئے ۔ آپ کی تاریخ وفات "اولئک لھم الدرجٰت العلیٰ" سے نکلتی ہے، شرح میزان المنطق آپ کی تصنیفات سے یادگار ہے ۔

موید زادہ

عبدالرحمٰن بن علی بن موید اماسی المعروف بہ موید زادہ : شہر اماسیہ میں جو روم کی ولایت میں واقع ہے ۸۶۰ھ میں پیدا ہوئے ۔ جوانی کی حالت میں سلطان بایزید خاں سے بڑی مصاحبت رکھتے تھے اس لئے حاسدوں نے بایزید خاں کے باپ محمد خاں سے آپ کی چغلی کھائی جس پر اس نے آپ کے قتل کا حکم دے دیا لیکن ۸۸۱ھ میں بایزید خاں نے آپ کو بلاد حلبیہ کی طرف پوشیدہ نکلوا دیا، وہاں سے آپ عجم میں آئے اور شیراز میں جلال الدین دوانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سات برس تک انکی خدمت میں رہ کر علوم نقلیہ و عقلیہ اخذ کئے اور صدر الدین شیرازی سے بھی کچھ پڑھا ۔

جب سلطان بایزید خاں تخت نشین ہوا تو آپ ۸۸۶ھ میں روم میں گئے اور قسطنطنیہ میں مدرسہ قلندر خانہ کے مدرس مقرر ہوئے ۔ ۸۹۱ھ میں آپ نے مصطفےٰ قسطلانی کی لڑکی سے نکاح کیا اور آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس بنے پھر ۸۹۹ھ میں ادرنہ کے قاضی ہوئے پھر ۹۰۷ھ کو اناطولی میں عسکر کی قضاء آپ کے سپرد ہوئی اور ۹۱۱ھ میں روم ایلی میں قضاء عسکر کے متولی ہوئے پھر رجب ۹۱۷ھ

میں عہدۂ قضاء سے معزول ہو گئے اور ڈیڑھ سو درم آپ کا روزینہ مقرر ہوا مگر آپ نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ سلطان سلیم خاں بن بایزید خاں سریرِ سلطنت پر بیٹھا تو اس نے آپ کو ۹۱۹ھ میں پھر قضاءِ عسکر کے عہدہ پر مقرر کیا لیکن آپ ۹۲۰ھ میں بسبب مختل العقل ہو جانے کے پھر معزول ہو گئے اور آپ کا دو سو درم روزینہ مقرر ہو گیا۔ قسطنطنیہ میں شعبان ۹۲۲ھ وفات پائی۔ "شہنشاہِ دوراں" تاریخ وفات ہے تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ علوم نقلیہ و عقلیہ میں اعلیٰ درجہ کی مہارت اور یدِ طولیٰ رکھتے تھے، دو تین رسالے بھی مختلف علوم میں تصنیف فرمائے۔

عبدالحکیم بن علی قسطمونی

عبدالحکیم بن علی قسطمونی : شہر قسطمون میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پایا پہلے وہاں کے علماء سے پڑھتے رہے پھر علاؤالدین عربی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی وفات کے بعد شام اور مصر کو تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء و فضلاء سے استفادہ کیا اور حج کر کے بلادِ عجم میں آئے اور وہاں کے علماء سے پڑھا پھر روم کو واپس ہوئے اور سلطان سلیم خاں نے آپ کو مختلف فنون میں مضبوط دیکھ کر خاص اپنا امام و مصاحب بنایا۔ وفات آپ کی ۹۲۲ھ میں ہوئی۔ "تاج ادبستان" تاریخ وفات ہے۔

ناجی زادہ

اسعدی بن ناجی بیگ الشہیر بہ ناجی زادہ : علم قاسم المعروف بہ قاضی زادہ سے پڑھا یہاں تک کہ رتبہ فضل و کمال کو پہنچے اور شہر بروسا میں مدرس مقرر ہوئے پھر قسطنطنیہ کے آٹھ مدارس میں سے ایک مدرسہ پر مقرر ہوئے۔ سید شریف کی شرح مفتاح اور شرح وقایہ کے باب الشہید پر آپ نے خوب حواشی لکھے اور نسفی کی کتاب کو منظوم کیا اور قصائد عربی وغیرہ تصنیف کئے اور ۹۲۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا ایک بھائی جعفر چلپی نام تھا جو انشاء پردازی میں یدِ طولیٰ رکھتا تھا جس سے سلطان بایزید خاں نے اس کو اپنا درباری بنا لیا تھا۔

مولانا الہداد جونپوری

مولانا الہداد جونپوری : اعاظم علماء و کبار فقہاء جونپور سے گذرے ہیں، تحریر و تنقیح مطالب علمیہ میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ علوم ظاہری آپ نے شیخ فاضل عبداللہ تلبنی سے حاصل کئے۔ ہدایہ و بزدوی و قنیہ و مدارک اور کافیہ کی شرحیں تصنیف کیں اور حواشی ہندیہ پر حواشی لکھے۔ آپ ایک واسطہ سے قاضی شہاب الدین کے شاگردوں میں سے تھے اور طریقت میں سید راجی حامد شاہ کے مرید ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ حسن طاہر نے جو آپ کے یار ہمدم اور رفیق جانی تھے، سید راجی حامد شاہ سے بیعت کی تو آپ نے

شیخ حسن کو فرمایا کہ تم نے سید حامد شاہ کے مرید ہو کر طالب علموں کی عزت کو برباد کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ بھی ان کی خدمت میں چلیں اور امتحان کریں تو ہم کو معذور رکھیں۔ آپ دوسرے روز چند مسائل ھدایہ و بزدوی سے جو مشکل تھے تصور کر کے شیخ حسن کے ہمراہ ان کی خدمت میں پہنچے۔ سید راجی حامد شاہ نے حسب عادت خود اپنے حال کی سرگذشت اس ڈھنگ سے بیان کی کہ مولانا کے جس قدر اشکال تھے، سب رفع ہو گئے اس لئے آپ اسی وقت ان کے مرید ہو کر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ وفات آپ کی ۹۲۳ھ میں ہوئی۔ "شاہنشاہِ دوراں" تاریخ وفات ہے [1]

ابراہیم بن عبدالرحمٰن

ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل کرکی قاہری[2] : آباء و اجداد آپ کے کرک کے رہنے والے تھے جو ایک گاؤں کوہ لبنان کے پاس واقع ہے مگر آپ شہر قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تقی حصنی اور تقی شمنی سے ملاقات کی اور کافیجی کے درس میں حاضر ہو کر تلمذ کیا اور نیز امام ابن ہمام مصنف فتح القدیر سے استفادہ کیا۔ سخاوی نے کتاب ضوء میں آپ کا مفصل حال لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ آپ نے فقہ میں ایک فتاویٰ المسمی بہ فیض المولیٰ الکریم علی عبدہ ابراہیم دو جلد میں تصنیف کیا اور اس کے خطبہ میں لکھا ہے کہ جو قوی اور معتبر روایت ہے وہ اس میں لکھی گئی ہے۔ علاوہ اس کے توضیح ابن ہشام پر حاشیہ تصنیف کیا اور قاہرہ میں ۹۲۳ھ میں انتقال کیا۔ "شاہنشاہ دوراں" تاریخ وفات ہے۔

بابک چلپی

عبدالرحیم بن علی رومی الشہیر بہ بابک چلپی : بڑے عالم فاضل جامع فروع و اصول تھے، علم اپنے باپ پھر خطیب زادہ سے پڑھا اور آپ کے والد ماجد نے آپ کا لقب بابک چلپی رکھا پھر آپ آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس مقرر ہوئے یہاں تک کہ ۹۲۳ھ میں وفات پائی۔

ابن المدرس حسین

حسین بن عبداللہ توقاتی : حسام الدین لقب تھا اور ابن المدرس کے نام سے مشہور و معروف تھے، بڑے نیکوکار اور ہمیشہ عبادت و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ علم عبدالرحمٰن مؤید زادہ اور خواجہ زادہ سے پڑھا۔ پہلے بروسا میں پھر آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس مقرر ہوئے بعد ازاں ادرنہ اور

---

[1] علاء الدین العماد بن عبداللہ صوفی متوفی ۹۳۲ھ (تذکرہ علمائے ہند) [2] برہان الدین ابو الوفا ابراہیم بن زین الدین ابی ہریرۃ عبدالرحمٰن بن شمس الدین محمد مجد الدین اسمٰعیل کرکی الاصل قاہری، ولادت ۹ رمضان ۸۳۵ھ۔ "النور السافر" (مرتب)

بروسا میں مدت تک قاضی رہے۔ حواشی شرح وقایہ اور شیخ عبدالقاہر جرجانی کی مائۃ عامل کی شرح بہایت عمدہ تصنیف فرمائی اور حواشی شرح تجرید سید شریف اور نیز کتاب اسباب قوس قزح پر تعلیقات لکھے۔ ایک رسالہ استخلاف الخطیب اور ایک رسالہ جواز ذکر جہر میں تصنیف کیا اور محمد بن ابراہیم بخاری وغیرہ نے آپ سے علم پڑھا اور ۹۲۶ھ میں قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

خواجہ مولانا اصفہانی

خواجہ مولانا اصفہانی : جامع فضائل وکمالات اور علم حدیث میں ماہر متبحر اور مذہب اہل سنت و جماعت میں بہایت مضبوط تھے، آذر بیجان سے ہرات میں آکر ساکن ہوئے جہاں سلطان حسین مرزا اور اس کی اولاد عظام کے مدت تک مورد انعام والطاف رہے۔ جب محمد خاں شیبانی نے خراسان کی ولایت پر غلبہ پایا تو بظاہر وہ آپ سے حسن سلوک کرتا رہا لیکن اکثر اوقات عداوت اہل بیت کا آپ پر طعن کرتا تھا اس لئے آپ ماوراء النہر میں چلے گئے اور بخارا میں پنجشنبہ کے روز ۵ ماہ جمادی الاولیٰ ۹۲۷ھ میں وفات پائی۔ قبر آپ کی خیابان بخارا کے سرے پر زیارت گاہ عام ہے۔ "خلیفہ عالمیاں" تاریخ وفات ہے۔

احمد پاشا بن خضر بیگ

احمد پاشا بن خضر بیگ بن جلال الدین رومی : علم اصول وفروع میں بڑے ماہر متبحر اور پرہیزگار و متواضع بھی کامل درجہ کے تھے۔ جب سلطان محمد خاں بن سلطان مراد خاں نے قسطنطنیہ میں آٹھ مدارس بنوائے تو ایک مدرسہ آپ کو بھی تدریس کے لئے دیا گیا مگر جب آپ کے بھائی سنان پاشا یوسف عہدۂ وزارت سے معزول ہوئے تو آپ کو شہر اسکوب کے مدرسہ پر تبدیل کیا گیا۔ پھر جب سلطان بایزید خاں بن محمد خاں تخت نشین ہوا تو اس نے آپ کو ادرنہ کے مدرسہ پر مقرر کیا، لبعدازاں آپ کو بروسا کا قاضی بنایا گیا اور باقی عمر وہیں رہے یہاں تک ۹۲۷ھ میں وفات پائی۔

شیخ احمد مجد شیبانی

شیخ احمد مجد بن قاضی مجد الدین بن قاضی تاج الافضل بن شمس الدین شیبانی : آپ کا نسب امام محمد شیبانی تک منتہی ہوتا ہے۔ قصبۂ نارنول میں پیدا ہوئے اور اجمیر میں نشوونما پایا۔ بڑے عالم فاضل جامع علوم شریعت و طریقت اور امر معروف و نہی منکر میں جان تک جانے کا خوف نہ کرتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی خواجہ حسین ناگوری سے حاصل کئے اور اٹھارہ سال کی عمر میں انواع علوم کا درس دیتے تھے اور بڑی قوت علمیہ کے ساتھ علماء و فضلاء سے بحث کرتے اور زبان عربی و فارسی میں تقریر کیا کرتے تھے، اٹھارویں سال میں نارنول سے اجمیر میں آئے جہاں ستر سال تک زہد و ورع و ریاضت میں مشغول رہے

اور امر معروف و نہی منکر میں آپ کے سامنے خویش و بیگانہ یکساں[1] تھا۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ آدھی رات کو اٹھ کر خواجہ معین الدین کے روضہ مبارک میں نماز تہجد کی پڑھتے اور اس وقت سے نماز چاشت تک کسی سے بات چیت نہ کرتے اور وظائف میں مشغول رہتے، لبعدازاں علوم دینیہ کا درس دیتے، پھر تھوڑی دیر نیند کر کے اٹھ بیٹھتے اور عصر تک اوراد میں مشغول رہتے، لبعدازاں تفسیر مدارک کا وعظ کہتے اور بیان معنی آیات وعدہ و وعید میں نہایت گریہ زاری کرتے تھے چنانچہ کثرت گریہ و زاری سے آپ کی آنکھیں ہمیشہ سرخ و نمدہتی تھیں۔ نوے سال کی عمر میں آپ اجمیر سے نارنول میں تشریف لائے جہاں تین چار سال مقیم رہے، ایک دن الہ دین مجذوب نے آکر کہا کہ اے احمد آپ کو آسمان میں طلب کرتے ہیں، آپ ناگور میں اپنے مرشد کے پاس چلیں، اسی وقت آپ ناگور کو متوجہ ہوئے اور چند روز کے بعد ۲۵ ماہ صفر ۹۲۷ھ میں عالم جاودانی کو رحلت فرمائی اور ناگور میں اپنے مرشد کے پائیں مدفون ہوئے۔ "زینت موجودات" تاریخ وفات ہے۔

قاضی اختیار الدین حسین

قاضی اختیار الدین حسین بن غیاث الدین تربتی : عالم فاضل، فقیہ کامل تھے، جوانی میں اپنے وطن سے ہرات میں آکر تحصیل علوم دینی میں مشغول ہوئے اور تیزی طبع سے تھوڑے عرصہ میں بڑی ترقی کر کے فتاویٰ اور قبالہ شرعی اور حکم ناموں کے لکھنے میں دستگاہ کامل حاصل کر لی اور فن شعر و انشار معما میں بھی ماہر ہوئے، اخیر کو بسبب کمال فراست و کیاست اور دیانت و امانت کے ہرات کے جملہ فضلاء سے سبقت لے گئے اور خاقان منصور کے زمانہ میں منصب قضاء پر سرفراز ہو کر معتمد و معتبر حضرت خاقانی ہوئے اور بروقت استیلاء ابو الفتح محمد خاں شیبانی اور مقتول ہونے بادشاہ کے دل برداشتہ ہو کر اپنے اصلی وطن میں چلے گئے اور وہاں جا کر کاروبار زراعت میں مشغول ہوئے اور قصبہ تربت میں اوائل ۹۲۸ھ میں بعارضہ سوء القنیہ وفات پائی اور مقبرہ آباء و اجداد میں مدفون ہوئے۔ آپ کی تصنیفات سے کتاب اقبسات اور مختار الاختیار مشہور روزگار ہیں۔

پاشا چلپی

مولیٰ غیاث الدین رومی الشہیر بہ پاشا چلپی : جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول تھے علوم احمد بن موسیٰ خیالی اور خواجہ زادہ سے پڑھے، قسطنطنیہ میں احمد بن اسمٰعیل کورانی کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے پھر ادرنہ میں مدرسہ حلبیہ اور بروسا میں مدرسہ سلطانیہ کے معلم بنے اور ہر ایک فن میں بے حد و بے حساب رسالے تصنیف کئے اور ۹۲۸ھ میں وفات پائی۔

---

[1] شیخ بایزید بن قیام الدین اجمیری سے تعلیم پائی "نزہت الخواطر" (مرتب)

محمد شاہ عالی

محمد شاہ بن عالی بن یوسف بن محمد بن حمزہ فناری[1] : محی الدین لقب تھا۔ عالم متبحر، فقیہ جید تھے علم اپنے باپ سے حاصل کیا، جب وہ فوت ہوئے تو پھر خطیب زادہ سے استفادہ کیا۔ سلطان بایزید نے پہلے آپ کو مدرسہ بروسا کا مدرس مقرر کیا پھر قسطنطنیہ کے مدرس ہوئے پھر سلطان سلیم خاں نے آپ کو پہلے قسطنطنیہ کا قاضی مقرر کیا پھر قضاء عسکر اور قضاء ادرنہ پر تبدیل ہوئے اور جب ولایت روم ایلی میں عسکر کی قضاء پر مامور تھے تو ۹۲۹ھ میں جوانی کی حالت میں وفات پائی۔ "فخر بزم" تاریخ وفات ہے۔

میر جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب

میر جمال الدین عطاء اللہ صاحب روضۃ الاحباب : آپ اعاظم اولاد امجاد خیر الانام سے جملہ اقسام علوم دینیہ اور اصناف فنون یقینیہ خصوصاً علم حدیث و سیر میں بے عدیل عدیم التمثیل، کشاف اسرار معالم تنزیل اور حلال معضلات موافق تاویل تھے۔ صاحب روضۃ الصفاء نے آپ کی توصیف میں مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہیں ؎

زبانش مظہر اسرار تحقیق   ضمیرش مظہر انوار تدقیق

جمال دیں مزین ز اہتمامش   علوم شرع واضح از کلامش

ز توضیح بیانش گشتہ روشن   بر اہل علم ہر مشکل ز ہر فن

آپ چند سال مدرسہ سلطانیہ کے اس گنبد میں جہاں اب خاقان منصور کا مقبرہ ہے، درس و افادہ میں مشغول رہ کر ہفتہ میں ایک مرتبہ مسجد دار السلطنت ہرات میں وعظ و نصائح سے خلق اللہ کو فیوض ظاہری و باطنی پہنچاتے رہے۔ آپ کی تصنیفات سے کتاب روضۃ الاحباب فی سیر النبی والآل والاصحاب ایسی عمدہ اور معتبر اور مشہور آفاق ہے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتی یہاں تک کہ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی عجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں کہ بالفعل اگر کوئی نسخہ صحیحہ روضۃ الاحباب میر جمال الدین محدث حسینی کا جو تحریف و الحاق سے خالی ہو دستیاب ہو جائے تو تمام تصانیف سے بہتر ہے جو سیر میں تصنیف ہوئی ہیں۔ آپ کی وفات ۹۳۰ھ میں ہوئی۔ "تاج کشور" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

اسمٰعیل بن بالی قرامانی

اسمٰعیل بن بالی قرامانی : کمال الدین لقب تھا مگر قرہ کمال کے نام سے معروف تھے، علم احمد خیالی اور مولیٰ خسرو محمد بن فراموز وغیرہ سے پڑھا یہاں تک کہ بڑے عالم فاضل ہوئے اور شہر ادرنہ وغیرہ کے مدرس مقرر کئے گئے، تفسیر کشاف اور بیضاوی اور شرح وقایہ اور شرح مواقف اور خیالی کے حاشیہ شرح عقائد وغیرہ

---

[1] محمد شاہ بن علی ولادت ۸۸۳ھ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (مرتب)

کے حواشی تصنیف کئے شرح مواقف کے حواشی آپ نے ۹۲۹ھ میں جبکہ آپ آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس تھے تصنیف کئے چنانچہ تاریخ ان کی تکملات الادب ہے۔ وفات آپ کی بعد ۹۳۰ھ کے ہوئی۔

عابد چلپی

عبدالعزیز بن سید یوسف حسینی رومی الشہیر بہ عابد چلپی : جامع منقول و معقول تھے، علم محمد سامسونی مدرس مدرسہ ملا خسرو پھر اپنے بھائی چلپی محشی شرح وقایہ سے جبکہ وہ آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس تھے پڑھا، اخیر کو علی بن یوسف فناری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے فضیلت و کمالیت کا درجہ حاصل کیا اور کلیبولی میں مدرس مقرر ہوئے پھر کفہ کے قاضی بنے یہاں تک کہ ۹۳۱ھ میں وفات پائی۔ "عاقلِ خلق" تاریخ وفات ہے۔

میرم چلپی

محمود بن محمد بن قاضی زادہ الشہیر بہ میرم چلپی : خواجہ زادہ اور سنان پاشا سے علوم و فنون حاصل کر کے علامہ زمانہ ہوئے۔ پہلے مدرسہ شہر کلیبولی پھر ادرنہ پھر بروسا کے مدرس بنے، اخیر کو سلطان بایزید خاں نے اپنے لئے آپ کو معلم بنا لیا اور آپ سے علوم ریاضیہ حاصل کئے۔ آپ نے حج کیا اور اپنے شہر میں آکر ۹۳۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تصنیفات سے رسالہ فی معرفت سمت القبلہ اور شرح زیج الغ بیگ کی فارسی میں اور اپنے نانا قوشجی کے رسالہ فتحیہ کی شرح جو ہیئت میں ہے، وغیرہ رسائل یادگار ہیں۔

یعقوب بن سید علی

یعقوب بن سید علی : اپنے زمانہ کے فاضل اجل اور فائق اقران تھے۔ مدت تک بروسا اور قسطنطنیہ میں مدرس رہے۔ کتاب شرعۃ الاسلام کی ایک نہایت عمدہ شرح مفاتیح الجنان نام تصنیف کی جس میں فوائد غریبہ اور لطائف عجیبہ اور مسائل فقہیہ اور دلائل حدیثیہ کو بڑی خوبی سے بیان کیا علاوہ اس کے کتاب گلستان کی شرح بھی عربی میں تصنیف کی اور ۹۳۱ھ میں وفات پائی۔

علی بن احمد جمالی

علی بن احمد بن محمد جمالی[1] : علاء الدین لقب تھا۔ فقیہ، اصولی، ادیب، لغوی نحوی، مجتہد، محدث، مفسر، عابد، زاہد، صاحب کرامات فنون عقلیہ و نقلیہ میں متبحر، دقائق شرع میں ماہر تھے۔ صغر سنی میں حمزہ قرامانی سے علم پڑھا پھر قسطنطنیہ میں آکر مولی خسرو و محمد بن فراموز سے تحصیل کی اور مدارس ادرنہ اور بروسا کے مدرس ہوئے، پھر سلطان محمد خان اور اس کے بیٹے بایزید خان کے عہد میں مفتی مقرر ہوئے۔ آپ کے تلامذہ میں

[1] المعروف علی چلپی ۹۰۸ھ تا ۹۳۲ھ شیخ الاسلام رہے، مختصر ہدایہ، مختارات الفتاوی اور رسالہ فی حق دوران، آپ کی تصانیف ہیں ۱۲ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام

سے صدر الافاضل یوسف اور قطب الدین مرزیفونی وغیرہم ہیں۔ وفات آپ کی ۹۳۲ھ میں ہوئی۔ "فضل ایزد" تاریخ وفات ہے۔ آپ کے ایک بھائی قوام الدین قاسم بن احمد نام بڑے عالم فاضل تھے جنھوں نے علی قوشجی وغیرہ سے علم حاصل کیا اور قسطنطنیہ میں آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس مقرر ہوئے اور بحالت قضار قسطنطنیہ فوت ہوئے۔

مصطفیٰ بن خلیل

مصطفیٰ بن خلیل والد صاحب شقائق نعمانیہ : مصلح الدین لقب تھا، شہر طاشکبری میں ۸۵۷ھ میں پیدا ہوئے، ابتدا میں اپنے والد سے علم پڑھتے رہے، پھر اپنے ماموں محمد حکساری پھر درویش محمد بن خضر شاہ پھر قاضی زادہ پھر مولیٰ علی عربی پھر خواجہ زادہ سے علوم و فنون حاصل کئے اور بروسا میں مدرسہ اسدیہ کے مدرس مقرر ہوئے، پھر انقرہ میں مدرسہ بیضا پھر اسکوب پھر ادرنہ پھر آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس ہوئے اور ۹۳۵ھ میں وفات پائی۔ آپ بڑے عالم فاضل عابد تھے، بعض مواضع تفسیر بیضاوی اور شرح وقایہ وغیرہ پر رسالے لکھے اور ایک رسالہ حل حدیثی الابتداء اور ایک علم فرائض میں تصنیف کیا۔

قطب الدین مرزیفونی

قطب الدین مرزیفونی : جامع منقول و معقول، حاوی فروع و اصول تھے، علم اپنے زمانہ کے علماء اور مولیٰ علی جمالی وغیرہ سے پڑھے اور قسطنطنیہ و ازنیق میں مدرس مقرر ہوئے۔ شرح وقایہ اور سید شریف کی مفتاح پر کچھ تعلیقات لکھیں اور ۹۳۵ھ میں وفات پائی۔

مولانا شعیب

مولانا شعیب بن مولانا منہاج لاہوری ثم الدہلوی : عالم، عامل، فقیہ فاضل، واعظ بے نظیر، عدیم المثیل تھے، جب وعظ کہتے یا قرآن پڑھتے تو کسی کو اس راستہ سے گزر جانے کی مجال نہ ہوتی خواہ اس کے سر پر کتنا ہی بوجھ کیوں نہ ہوتا۔ تمام اکابر اور علمائے دہلی آپ کے وعظ میں آتے اور استفادہ کرتے تھے، اکثر اہالی و موالی شہر کے آپ کے شاگرد تھے۔ مولانا منہاج آپ کے والد ماجد لاہور سے دہلی میں ہجرت کر کے گئے تھے جہاں انہوں نے کمال محنت و مشقت سے علم پڑھا اور پھر سلطان بہلول لودی کے عہد میں دہلی کے مفتی ہوئے۔

کہتے ہیں کہ مولانا منہاج تحصیلِ علم کے وقت آٹا اور تیل بازار شہر سے بھیک مانگتے اور آٹے کا چراغ بنا کر اور تیل اس میں ڈال کر تمام رات اس کی روشنی میں مطالعہ کتب میں مصروف رہتے، جب

دن ہوتا تو اس سے روٹی پکاکر تناول کرتے اور تمام دن و رات اسی پر اکتفار کرتے۔ مدت تک اسی طرح بر کرتے رہے یہاں تک کہ عالم فاضل ہوئے۔ وفات آپ کی ۹۲۶ھ میں ہوئی اور حوض شمسی پر متصل خانقاہ ملک زین الدین کے مدفون ہوئے۔ "بدرِ خلق" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

زیرک محمد

زیرک محمد: رکن الدین لقب تھا، سنان پاشا اور یوسف بن خضر بیگ رومی اور نیز خواجہ زادہ سے علوم وفنون حاصل کئے اور کمالیت کا درجہ پاکر مدرسہ بروسا کے مدرس مقرر ہوئے، پھر ازنیق پھر اماسیہ کے مدرس بنے، بعدہ شہر ادرنہ کے قاضی مقرر ہوئے پھر قسطنطنیہ کی دار القضار آپ کے تفویض ہوئی اور ۹۳۹ھ میں وفات ہوئی۔ "فخرِ جہاں" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

محمد بن خطیب

محمد بن خطیب قاسم اماسی: محی الدین لقب تھا، شہر اماسیہ میں پیدا ہوئے، سنان پاشا وغیرہ سے علم پڑھا، پہلے اماسیہ پھر بروسا پھر قسطنطنیہ بعد ازاں ادرنہ کے مدرس مقرر ہوئے اور جب آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس تھے تو ۹۴۰ھ میں وفات پائی۔ آپ بڑے عالم عامل، محب صوفیہ مشتغل علم اور ماہر علوم غریبہ مثل جبر ومقابلہ اور موسیقی اور علوم ریاضی تھے۔ سید شریف کی شرح فرائض پر حواشی لکھے اور کتاب روض الاخبار المستخرجہ من ربیع الابرار اور رسالہ انبار الاصطفار فی حق آباء المصطفی وغیرہ رسائل کثیرہ تصنیف کئے، ان رسائل کے حواشی پر بعض جگہ ابراہیم حلبی صاحب غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی متوفی ۹۵۶ھ کی طرف سے تردید بھی کی گئی ہے۔

ابن کمال پاشا

احمد بن سلیمان رومی مشہور بہ ابن کمال پاشا: شمس الدین لقب تھا۔ فقیہ محدث، علامۂ زماں اور فہامۂ دوراں تھے۔ کفوی نے آپ کو اصحابِ ترجیح میں سے شمار کیا ہے۔ علم اپنے ولی لطفی تلمیذ سنان پاشا اور مولی مصلح الدین قسطلانی وغیرہ فضلائے مشہورین سے پڑھا، اول شہر ادرنہ کے مدرس مقرر ہوئے اور چند عرصہ کے بعد وہاں کے قاضی ہوئے، پھر سلطان سلیم خاں نے آپ کو عسکر کا قاضی بنایا۔ جب سلطان سلیم خاں نے قوم چراکسہ سے قاہرہ کو فتح کیا تو آپ بھی قاہرہ میں تشریف لائے جہاں کے علماء اکابر وافاضل نے آپ سے مناظرہ ومباحثہ کیا اور آپ کے کلام کی فصاحت وبلاغت دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے اور سب نے آپ کی فضیلت کا اقرار کیا۔ ۹۳۲ھ میں آپ بعد وفات علاء الدین علی جمالی کے قسطنطنیہ کے مفتی بنے حتی کہ ۹۴۰ھ میں انتقال کیا۔ "محقق مشہورِ آفاق" تاریخ وفات ہے۔

شامی شرح در المختار میں بحوالہ طبقات تمیمی لکھا ہے کہ کوئی ایسا فن نہ ہوگا کہ جس میں آپ نے کوئی کتاب یا چند تصنیفات نہ ہوں چنانچہ آپ نے ایک تفسیر قرآن شریف اور تعلیق صحیح بخاری تصنیف کی اور تفسیر کشاف اور اوائل تفسیر بیضاوی پر حواشی لکھے اور فارسی میں تفسیر سورۃ الملک تصنیف کی۔ علاوہ ان کے کتاب الاصلاح والایضاح اور تغییر التنقیح اور اس کی شرح تجوید التجرید، تغییر السراجیہ اور اس کی شرح، تغییر المفتاح اور اس کی شرح حواشی تلویح، شرح مفتاح، شرح ہدایہ مگر ناتمام، حواشی تہافۃ الفلاسفہ مصنفہ خواجہ زادہ، حواشی شرح چغمینی، سنان پاشا وغیرہ کتب و رسائل فنون مختلفہ میں جو شاید تین سو سے زیادہ ہوں گے، تصنیف کئے اور ترکی زبان میں تاریخ آلِ عثمان لکھی[1]۔

صاحبِ طبقاتِ تمیمی کہتے ہیں کہ جیسے ولایتِ مصر میں شیخ جلال الدین سیوطی کثرتِ تالیف اور وسعتِ اطلاع کی رو سے مشہور و معروف ہیں ویسے ہی آپ روم میں گزرے۔

احمد بن عبداللہ قریمی

احمد بن عبداللہ قریمی : عالم فاضل، فقیہ محدث، مفسر تھے۔ جب حافظ الدین محمد بزازی صاحب فتاویٰ بزازیہ شہر قریم میں آکر چندے قیام پذیر ہوئے تو ان سے آپ نے علم پڑھا اور ان کے چلے جانے کے بعد سنہ ۸۲۶ھ میں شرف الدین بن کمال قریمی تلمیذ بزازی سے حاصل کیا پھر عہد سلطان مراد خاں بن محمد خاں میں روم کے ملک میں آئے اور مدرسہ مرزیفون کے مدرس مقرر ہوئے جہاں آپ سے یوسف بن جنید نے علم پڑھا۔ بعد ازاں عہد سلطان محمد خاں بن مراد خاں میں قسطنطنیہ میں تشریف لائے اور بادشاہ کی طرف سے آپ کا پچاس درم روزینہ مقرر ہوا، یہاں بھی مدرسہ میں پڑھاتے تھے اور جہاں چاہتے تھے ذکر الٰہی کرتے تھے۔ کتاب تلویح اور شرح عقائد نسفی اور سید عبداللہ کی شرح لب پر آپ نے حواشی لکھے۔ صاحبِ کشف الظنون لکھتے ہیں کہ جب آپ شرح عقائد نسفی کے حواشی لکھ رہے تھے تو سنہ ۹۴۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ "ذوالعقول" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

سید عبداللہ

سید عبداللہ بن سید عبدالخالق بھاکری : اعاظم سادات اور کبرائے مشائخ طریقہ قادریہ سے فقیہ محدث جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے، تمام عمر تعلیم علوم اور تدریس فقہ و حدیث اور تفسیر میں

---

[1] دقائق الحقائق اور رسالہ فی طبقات المجتہدین بھی آپ کی تصانیف ہیں، آپ قاضی عسکر بھی رہے ۲ شوال ۹۴۱ھ کو وفات پائی۔ آپ کے والد سلیمان پاشا اور دادا کمال پاشا ادرنہ کے رئیس تھے، دونوں نے بارہا دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) (مرتب)

مشغول رہے اور کسی سائل کو اپنے دروازہ فیض کاشانہ سے رد نہ کیا۔ وفات آپ کی ۹۴۳ھ میں ہوئی اور مزار آپ کا لاہور میں قریب روضہ سید جان محمد حضوری کے واقع ہے۔ "فقیہ رازِ نہفتہ" تاریخ وفات ہے۔

محمد قرہ باغی

محمد قرہ باغی : محی الدین لقب تھا، عالم اجل، فاضل اکمل تھے، علوم اپنے شہر کے علماء سے پڑھے پھر روم میں آکر یعقوب بن سید علی شارح شرعۃ الاسلام سے تکمیل کی اور ازنیق میں مدرس مقرر ہوئے اور اسی جگہ ۹۴۳ھ میں وفات پائی۔ "فقیہ مذاہب" تاریخ وفات ہے۔ آپ کی تصنیفات سے حواشی تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی اور تلویح اور ہدایہ اور شرح وقایہ یادگار ہیں۔

مولیٰ عصام الدین

مولیٰ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ اسفرائنی : فقیہ کامل، عالم فاضل، صاحب تصانیفِ شہیرہ تھے، شرح عقائد نسفی اور تفسیر بیضاوی پر حواشی لکھے۔ شرح وقایہ کی شرح اور تلخیص المعانی کی شرح اطول نام تصنیف کی، ان کے سوا اور بہت سی کتابیں و رسالے تصنیف کئے اور ۹۴۳ھ میں وفات پائی۔ "فخرِ دین" تاریخ وفات ہے۔

سعدی چلپی

سعد اللہ بن عیسیٰ بن امیر خاں رومی المعروف بہ سعدی چلپی : شہر قسطموں میں پیدا ہوئے پھر قسطنطنیہ میں آئے اور محمد بن حسن بن عبد الصمد سامسونی سے علوم حاصل کئے یہاں تک کہ میدانِ علم کے شہسوار اور اپنے ہم عصروں پر فائق ہوئے، مدت تک مدارسِ قسطنطنیہ اور نہ اور بروسا کے مدرس مقرر رہے اور افتاء کا کام آپ کے سپرد رہا اور ۹۴۵ھ میں وفات پائی۔ "بحر سعادت" تاریخِ وفات ہے۔ آپ نے عنایہ شرح ہدایہ اور تفسیر بیضاوی پر حواشی لکھے جن کو آپ کے عزیز شاگرد مولیٰ عبد الرحمٰن بن علی نے جب وہ قسطنطنیہ کے قاضی ہوئے، جمع کیا۔ علاوہ ان کے اور رسائل اور تحریرات معتبرہ تصنیف کیں جن کا تمیمی نے اپنے طبقات میں ذکر کیا۔

عبد الواسع بن خضر

عبد الواسع بن خضر : فقیہ اجل، فاضل اکمل تھے، لطف اللہ توقاتی وغیرہ سے علم کا اشتغال کیا پھر عجم میں گئے اور ہرات میں تفتازانی سے علوم و فنون کی تکمیل کر کے اواخر ایام سلطنت بایزید خاں میں بلادِ روم میں واپس تشریف لے گئے، جب سلیم خاں تخت نشین ہوا تو اس نے قسطنطنیہ

میں محمود پاشا کا مدرسہ آپ کو دیا پھر عسکر روم ایلی کا قاضی بنایا بعد ازاں آٹھ مدارس میں سے ایک مدرسہ آپ کو عطا کیا، جب سلیمان خاں تخت نشین ہوا تو اس نے آپ کو قسطنطنیہ کی قضا دی اور پھر آپ کو پنشن یاب کر کے سو درم روزانہ آپ کا وظیفہ مقرر کیا۔ آپ نے مکہ معظمہ میں ہجرت کر کے اقامت اختیار کی اور مکہ میں ہی ۹۴۵ھ میں وفات پائی۔

عرب چلپی

قاضی احمد بن حمزہ المعروف بہ عرب چلپی : شمس الدین لقب تھا، فقیہ فاضل، محدث کامل تھے۔ پہلے موسیٰ چلپی وغیرہ سے پڑھا پھر قاہرہ میں آکر کتب حدیث کی قرارت کی اور بلاد روم میں تدریس و نشر علوم میں مشغول رہ کر ۹۵۰ھ میں وفات پائی۔ "ہادیٔ خلق" تاریخ وفات ہے۔ آپ کی تصنیفات سے حواشی شرح وقایہ وغیرہ یادگار ہیں۔

شیخ زادہ رومی

محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ قوجوی المعروف بہ شیخ زادہ رومی : محی الدین لقب تھا، جامع معقول و منقول اور حاوی فروع و اصول تھے۔ مدت تک قسطنطنیہ میں مدرس رہے۔ وقایہ و مفتاح و سراجیہ کی شرحیں تصنیف کیں اور تفسیر بیضاوی پر بہایت مفید اسہل عبارت میں حواشی تصنیف کیے جو آٹھ جلد میں تھے پھر ان میں تصرف کر کے ان کو زیادہ کیا چنانچہ دونوں نسخے مشہر ہو گئے اور کاتبوں نے انکو قلمبند کر لیا یہاں تک دونوں میں کچھ فرق نہیں سمجھا جاتا۔ وفات آپ کی ۹۵۰ھ یا ۹۵۱ھ میں ہوئی۔

چوی زادہ

محی الدین[۱] بن محمد بن الیاس الشہیر بہ چوی زادہ : اپنے زمانہ کے امام محقق، فقیہ مدقق، محدث، مفسر، اصولی، فروعی، ماہر علوم ریاضیات و طبعیات تھے۔ مبانی علوم کے اپنے باپ سے جو ایک مدرس جید اور مشتہر بہ چوی تھا، پڑھے، پھر سعدی چلپی تلمیذ حاجی حسن شاگرد محمد بن ادمغان تلمیذ خضر بیگ سے حاصل کیے اور قسطنطنیہ وادرنہ کے مدرس مقرر ہوئے۔ ۹۴۳ھ میں جب سعدی چلپی نے وفات پائی تو آپ کو قضاء کا منصب دیا گیا اور جب ولایت روم ایلی میں عسکر کے قاضی تھے تو ۹۵۴ھ میں وفات پائی۔ "وجیہِ خلق" تاریخ وفات ہے۔ آپ نے اکثر کتب متداولہ پر تعلیقات لکھیں جن میں سے تعلیقات تلویح وغیرہ ہیں۔ آپ کے تلامذہ سے علی بن قاضی امراللہ الشہیر بہ عنابی زادہ اور محمد شاہ چلپی ہیں۔

۱؎ محی الدین لقب، محمد بن الیاس نام شیخ الاسلام کے عہدے پر بھی رہے۔ آپ کے بیٹے محمد (۹۳۷-۹۹۵) پوتے محمد آفندی متو[illegible] اور پڑپوتے عطاء اللہ آفندی متوفی ۱۱۳۸ھ بھی قاضی عسکر کے عہدے تک پہنچے۔ "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام"۔ (مرتب)

محمد بن علی فناری

محمد بن علی بن یوسف بالی بن شمس الدین محمد بن حمزہ فناری الشہیر بہ محی الدین چلپی : بڑے عالم فاضل، فقیہ، مفتی، متورع تھے۔ علم اپنے باپ اور خطیب زادہ سے حاصل کیا۔ پہلے مدرسہ بروسا وغیرہ کے مدرس مقرر ہوئے پھر ولایت اناطولی میں عسکر منصوبہ کے قاضی بنے بعد ازاں ولایت روم ایلی کے عسکر کی قضاء پر متبدل ہوئے، ہدایہ اور سید کی شرح مفتاح وغیرہ پر تعلیقات لکھیں اور اوائل شرح وقایہ پر حواشی لکھے اور ۹۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ "عالی مراتب" تاریخ وفات ہے۔

سید رفیع الدین صفوی

سید رفیع الدین صفوی : فقیہ محدث، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ، عارف فنون رسمیہ و متعارفہ صاحب جود و سخا، بڑے خلیق و لطیف تھے، آپ کے آبائے کرام تمام علماء و صلحاء و اتقیاء تھے۔ آپ نے معقولات کو مولانا جلال الدین دوانی سے حاصل کیا اور مولانا موصوف شیراز میں آپ کے مکان پر بسبب رعایت حقوق بزرگی آپ کے آباء و اجداد کے تشریف لاکر آپ کو درس دیتے تھے اور حدیث کو شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی مصری سے جو بڑے محقق اور قدوۃ متاخرین اہل حدیث تھے، حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ شیخ سخاوی نے پہلے ہی اس بات سے کہ آپ ان کی صحبت میں فائز المرام ہوں، کچھ اوپر پچاس کتابوں کی سند اجازت لکھ کر آپ کے پاس بھیجدی تھی جس کے بعد آپ شیخ موصوف کی خدمت میں پہنچے اور بالمشافہ حدیث کو ان سے سنا اور مدت تک تلمذ کیا۔ آپ کا اصل وطن شیراز تھا جہاں آپ پیدا ہوئے اور نشو و نما پایا بعد ازاں بعض آبائے کرام آپ کے حرمین شریفین کو ہجرت کر گئے اور آپ ہندوستان میں آکر سلطان سکندر کے عہد میں گجرات سے ولایت دھلی میں تشریف لائے اور سلطان کی اجازت سے آگرہ میں اقامت اختیار کی۔ سلطان موصوف کو آپ کے حق میں نہایت اعتقاد تھا۔ وفات آپ کی ۹۵۴ھ میں ہوئی اور اپنے مکان میں دفن کئے گئے، "مالک خزانہ" تاریخ وفات ہے۔ صفوی کی نسبت شیخ صفی الدین عبدالرحمٰن کی طرف منسوب ہے جو آپ کے اجداد میں سے مولانا جلال الدین دوانی کے مشائخ حدیث میں سے تھے اور ان کے سلسلہ کو سادات صفویہ کہتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن یوسف

عبدالرحمٰن بن یوسف بن حسین رومی برادر عابد چلپی : ۸۷۳ھ میں پیدا ہوئے، اپنے وقت کے عالم محقق، فاضل مدقق تھے۔ علم پہلے محمد سامسونی پھر علی بن یوسف فناری سے حاصل کیا اور ولایت

اناطولی میں مدرس ہوئے پھر بروسا کو تبدیل ہوئے اور ۹۵۴ھ میں وفات پائی۔ "علامۂ زخارہ" تاریخ وفات ہے۔

ابراہیم بن محمد صاحب کبیری

ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی : اپنے وقت کے امام عالم، محدث فاضل، فقیہ محقق، علامہ مدقق اور حلب کے رہنے والے تھے، پہلے اپنے شہر کے علماء و فضلاء سے پڑھا پھر مصر و روم میں گئے اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ کیا پھر قسطنطنیہ میں سکونت اختیار کی اور جامع سلطان محمد خاں کے خطیب مقرر ہوئے فقہ میں ایک متن وجیز مسمیٰ بہ ملتقی الابحر تصنیف کیا اور منیۃ المصلی پر دو شرحیں لکھیں ایک غنیۃ المستملی المعروف بہ کبیری اور دوسری اس کی مختصر المعروف بہ صغیری۔ آپ کی کتاب ملتقی الابحر پر ایک شرح مسمّٰی مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ہے[1]۔ وفات آپ کی ۹۵۶ھ میں ہوئی۔ "خواجۂ عالم" تاریخ وفات ہے۔

مولانا میر رضی الدین

مولانا میر رضی الدین : کاشمیر کے علماء میں سے فاضل کامل اور متبحر بے بدل تھے[2]۔ اوائل زمانہ تسلط میرزا حیدر میں قطب پورہ میں مدرس مقرر ہوئے جہاں بابا داؤد خاکی اور مولانا شمس الدین پال خواجہ نصیر سے بسبب تہمت تشیع کے ناراض ہو کر تعلیم کے لئے آتے تھے۔ میر صاحب اکثر علوم میں تصنیفات رکھتے ہیں۔ آپ کی دختر نیک اختر مولانا مفتی فیروز کے عقد میں تھی۔ وفات آپ کی ۹۵۶ھ میں ہوئی۔

محمد بن علاء الدین علی جمالی

محمد بن علاء الدین علی جمالی : محی الدین لقب تھا۔ بڑے عالم فاضل، جامع معقول و منقول تھے علوم اپنے نانا حسام زادہ سے پڑھے اور نیز سوید زادہ سے تلمذ کیا اور آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس ہوئے اور ۹۵۷ھ میں وفات پائی۔

قادری چلپی

عبدالقادر المشہور بہ قادری چلپی : بڑے عالم فاضل، صاحبِ ذکاء و فطنت تھے۔ علم حمیدی اور رکن الدین زیرک محمد سے پڑھا اور انہیں سے فضیلت و کمالیت کا رتبہ حاصل کیا۔ پہلے آپ کو سلطان سلیمان خاں نے معلم مقرر کیا پھر اناطولی میں عسکر کی قضاء کا عہدہ دیا اور ۹۵۹ھ میں آپ نے وفات پائی۔ "فخرِ عہد" تاریخ وفات ہے۔ تعلیقات اور رسائل بھی آپ نے تصنیف کئے تھے مگر وہ

---

[1] آپ کی تصانیف میں "تلخیص فتاویٰ تاتارخانیہ" بھی شامل ہے۔ (اعلام) (مرتب)

[2] خوشنویسی میں کمال حاصل تھا۔ سات قسم کے خط لکھ سکتے تھے۔ نزہت الخواطر۔ (مرتب)

بسبب آپ کی سوء مزاجی اور اخیر عمر میں مخبوط العقل ہو جانے کے شائع نہ ہو سکے۔

محمد بن عبد القادر

محمد بن عبد القادر والد سید محمد چلپی نقیب : بڑے عالم فاضل، نظار، فارس میدان بحث تھے۔ جب کسی مجلس میں حاضر ہوتے تو حل مشکلات میں آپ ہی مشار الیہ ہوتے۔ علم حسام چلپی اور محی الدین چلپی اور شمس الدین احمد بن کمال پاشا سے حاصل کیا اور رتبۂ فضیلت و کمال کو فائز ہوئے اور آپ سے مولیٰ خیر الدین معلم سلطان سلیمان خاں نے پڑھا پھر مولی محی الدین کفوی وغیرہم نے جو دس آدمی تھے، آپ سے پڑھا اور آپ کو سلطان روم کی ملاقات سے مشرف کیا۔ سلطان نے آپ کو بروسا میں مدرسہ قاسم پاشا کا مدرس کیا پھر قسطنطنیہ میں مدرس ہوئے بعد ازاں مصر پھر ادرنہ کے قاضی ہوئے اور قسطنطنیہ میں ۹۶۳ھ میں وفات پائی۔ "فخر محلہ" تاریخ وفات ہے۔

محمد بن یحییٰ

محمد بن یحییٰ احلبی تاذقی : علامۂ عصر، فرید دہر، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ، حاوی معالم فروعیہ و اصولیہ تھے، بعد تکمیل کے تشیر علوم اور تدریس میں مشغول رہے اور کتاب قول المہذب فی بیان مافی القرآن من الردمن المعرب تصنیف فرمائی۔ وفات آپ کی ۹۶۳ھ میں ہوئی۔ "عزت تکوین" تاریخ وفات ہے۔

طاشکبری زادہ

احمد بن مصطفیٰ الشہیر بہ طاشکبری زادہ صاحب شقائق نعمانیہ : ماہ ربیع الاول ۹۰۱ھ میں پیدا ہوئے، جب سن تمیز کو پہنچے تو انقرہ میں تشریف لیجا کر قرآن شریف کو پڑھنا شروع کیا اور اس وقت آپ کے باپ نے آپ کی کنیت ابی الخیر اور لقب عصام الدین رکھا پھر بروسا کو گئے جہاں بعض کتب صرف و نحو علاء الدین یتیم سے پڑھیں پھر جب آپ کے چچا قوام الدین قاسم بن خلیل بروسا کے مدرس ہو کر آئے تو آپ ان سے پڑھنے لگے چنانچہ بعض کتب نحو و منطق کی ان سے پڑھیں بعد ازاں آپ کے باپ قسطنطنیہ سے بروسا میں آئے اور ان سے آپ نے باقی علوم پڑھ کر فضیلت و کمالیت کا درجہ حاصل کیا اور محمد تونسی سے کچھ بارہ صحیح بخاری کا پڑھا اور انہوں نے اپنی تمام مسموعات کی جو شہاب الدین احمد بحیری تلمیذ حافظ ابن حجر سے حاصل کی تھیں، آپ کو اجازت دی۔ ماہ رجب ۹۳۳ھ میں آپ قسطنطنیہ میں مدرس مقرر ہوئے پھر ۹۳۶ھ میں اسکوب کے مدرسہ اسحاقیہ اور ۹۴۳ھ میں قسطنطنیہ کے مدرسہ قلندرخانہ اور ۹۴۴ھ میں مدرسہ وزیر مصطفیٰ پاشا اور ۹۴۵ھ میں مدرسہ ادرنہ

۹۴۶ھ میں آٹھ مدارس میں سے ایک میں، ۹۵۱ھ میں ادرنہ کے مدرسۂ بایزید خاں میں مدرس ہوئے پھر ۹۵۲ھ میں بروسا کے قاضی ہوئے اور ۹۵۴ھ میں پھر آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس مقرر ہوئے ۹۵۶ھ میں پھر بروسا کے قاضی بنے اور اس عرصہ میں تیس سے کچھ زیادہ کتب و رسائل تصنیف کئے جن میں سے اشہر و اجل کتاب شقائق النعمانیہ[1] فی علماء الدولۃ العثمانیہ ہے جس میں آپ نے عہد سلطان عثمان غازی سے جو ۶۹۹ھ میں بادشاہ ہوا تھا۔ عہد سلطان سلیمان خاں تک جو ۹۲۶ھ میں تخت نشین ہوا، علماء و فضلائے روم اور ان کے مشائخ کے حالات طبقہ وار تحریر فرمائے اور ایک رسالہ آیۃ الوضوء میں اور ایک تفسیر آیت ہوالذی خلقکم میں تصنیف کی۔ وفات آپ کی ۹۶۸ھ میں ہوئی۔ "محلِ فیض" تاریخ وفات ہے۔

میر سیّد عبدالاول

میر سید عبدالاول بن علاء حسینی : فقیہ محدث، جامع علوم عقلی و نقلی اور فنون ظاہری اور باطنی تھے آباء و اجداد آپ کے قصبۂ زیدپور علاقہ جونپور کے رہنے والے تھے جو ولایت دکن میں جاکر سکونت پذیر ہوئے اور آپ وہیں پیدا ہوئے اور وہاں کے علماء و فضلاء سے تحصیلِ علوم کر کے فضیلت و کمالیت کو پہنچے اور علم باطن میں سید محمد گیسو دراز کی بعض اولاد کے، جو دکن میں تھے، مرید ہوئے، آخر حال گجرات میں تشریف لائے اور گجرات سے حرمین شریفین کی زیارت کو نہضت فرما ہوئے اور حج کر کے پھر احمد آباد میں واپس آئے، نہایت معمر و مسن تھے، اخیر عمر میں غربت اور انکسار آپ کے حال پر ایسا غالب آیا جس سے آپ کو علوم رسمیہ سے بالکل ذہول ہو گیا اور خان خاناں محمد بیرم خان شہید کی استدعا سے، جو علماء و فضلاء کا محب اور غرباء و فقراء کا بڑا مربی تھا، دہلی کو تشریف لے گئے جہاں کم و بیش دو سال قیام کر کے ملاقات واقع ہونے سے پہلے ۹۶۸ھ میں وفات پائی اور قلعۂ دہلی میں غریبوں کے گورستان میں مدفون ہوئے۔ "شیخ اوان" تاریخ وفات ہے۔

آپ نے اکثر علوم میں تصنیفات کیں چنانچہ فیض الباری شرح صحیح بخاری نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھی اور رسالہ فرائض سراجی کو نظم کر کے اس پر شرح لکھی اور ایک رسالہ فارسی میں تحقیق نفس اور اس کے متعلقات میں نہایت محققانہ تصنیف کیا اور ایک مختصر سیر میں کتاب سفر السعادت سے منتخب کی اور اکثر کتب پر حواشی اور شروح و تعلیقات لکھے اور ہر قسم کے علم کی کتابیں آپ کے پاس موجود تھیں

عرب زادہ رومی

مولی محمد بن محمد الشہیر بہ عرب زادہ رومی : اپنے زمانہ کے علمائے فحول اور اکابر دہر میں سے

---

[1] ابن خلکان کے حاشیہ پر مصر سے شائع ہو چکی ہے اس کے آخر میں مصنف کی خود نوشت سوانح حیات بھی ہے (مرتب)

صاحب تحقیق و تدقیق تھے پہلے شہر بروسا پھر مدرسہ محمود پاشا واقعہ قسطنطنیہ پھر آٹھ مدارس میں سے ایک کے پھر مدرسہ سلیمانیہ میں مدرس مقرر ہوئے اخیر کو قاہرہ کی قضاء آپ کے سپرد ہوئی اور پچاس سال کی عمر میں ۹۶۹ھ میں آپ بحالت طغیانی دریا کشتی میں سوار ہوئے کہ یکایک کشتی ٹوٹ گئی اور آپ شہید ہو گئے "شیخ جہاں" تاریخ وفات ہے۔ آپ کی تصنیفات سے شرح وقایہ و ہدایہ اور ہدایہ کی شرح عنایہ اور فتح القدیر اور سید کی شرح مفتاح اور مطول وغیرہ پر حواشی یادگار ہیں۔

یوسف قرہ صوی

یوسف قرہ صوی : نور الدین لقب تھا۔ عالم فاضل، حق گو، متورع و متشرع تھے، علوم مولی مصطفےٰ خواجہ زادہ اور سنان پاشا وغیرہ سے حاصل کئے اور مدارس بروسا و اسکوب و ادرنہ و قسطنطنیہ کے مدرس مقرر ہوئے اور سلطان سلیم نے آپ کو قضاء کا منصب عطا فرمایا۔ فقہ میں ایک کتاب مرتضیٰ نام تصنیف کی جس میں مختار مسائل کو جمع کیا اور بقول مختار ۹۷۲ھ میں وفات پائی۔ "زینتِ شہر" تاریخ وفات ہے۔

مولیٰ صالح بن جلال

مولیٰ صالح بن جلال : چونکہ آپ کے والد ماجد زمرۂ کبار قضاۃ میں سے تھے، اس لئے آپ کو ابتداء سے ہی بڑے بڑے علماء و فضلاء سے صحبت رہی لیکن آپ نے زیادہ تر مولیٰ خیر الدین معلم سلطان سلیمان کی ملازمت اختیار کی اور مدت تک ان کی خدمت میں رہ کر علوم مختلفہ اور فنون متعددہ حاصل کئے اور فائق بر اقران اور فاضلِ روزگار ہوئے، پہلے ادرنہ میں مدرسہ سراجیہ کے پچیس روپیہ تنخواہ پر مدرس ہوئے پھر قسطنطنیہ میں مدرسہ مراد پاشا میں تیس روپیہ کی تنخواہ پر تشریف لے گئے وہاں سے مدرسہ محمود پاشا میں چالیس روپیہ پر تبدیل ہوئے، جہاں آپ کی پچاس روپیہ تک ترقی ہوئی بعد ازاں آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس مقرر ہوئے پھر سلطان سلیمان کی طرف سے بعض کتب فارسیہ کے ترکی میں ترجمہ کرنے پر مامور ہوئے جس کو آپ نے تھوڑی ہی مدت میں نہایت خوبی سے انجام دیا، جس پر آپ کو سلطان بایزید خاں کا مدرسہ تفویض ہوا پھر آپ کو حلب کی قضاء ملی مگر کچھ عرصہ کے بعد قضاء سے معزول ہو کر تفتیش احوال قاہرہ کے کام پر مامور ہوئے جس کو آپ نے ایک سال تک کمال استقامت کے ساتھ انجام دیا، پھر دمشق کے قاضی مقرر ہوئے اور وہاں سے مصر ذات الاہرام کی قضاء پر تبدیل ہوئے پھر مدرسہ ابی ایوب انصاری آپ کو دیا گیا مگر تھوڑے دنوں کے بعد بسبب فقدان بصارت کے سو روپیہ ماہواری

کے وظیفہ پر پنشن یاب ہو گئے۔ آپ کی تصنیفات سے حواشی شرح مواقف و حواشی شرح مفتاح جرجانی اور ایک دیوان ترکی زبان میں اور حواشی شرح وقایہ (جن میں ان مسائل کی تشریح کی ہے جن کے حل کی طرف شارح نے تعرض نہیں کیا) یادگار ہیں۔ وفات آپ کی اسی سال کی عمر میں ۹۷۳ھ میں ہوئی، "فخر چمن" تاریخ وفات ہے۔

مولی تاج الدین ابراہیم

مولی تاج الدین ابراہیم بن حبیب اللہ حمیدی[1]: شہر حمید میں نویں صدی کے ابتداء میں پیدا ہوئے اور قسطنطنیہ میں داخل ہو کر وہاں وطن اختیار کیا، علوم مولی نور الدین وغیرہ سے حاصل کر کے فاضلِ اجل، فقیہِ اکمل ہوئے۔ پہلے قسطنطنیہ کے مدرسہ ابراہیم پاشا میں مدرس مقرر ہوئے پھر مدرسہ قصبہ بلونا اور مدرسہ قاضی اسود اور مدرسہ سلیمان پاشا واقعہ ازنیق میں مدرس مقرر ہوئے اور وہاں شرح وقایہ پر حواشی لکھے اور ان میں ابن کمال پاشا کے اعتراضوں کا خوب جواب لکھا اور جب اس مدرسہ سے علیحدہ ہوئے تو ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں چند مواضع سے اقوال جمع کر کے سولہ جگہ پر ابن کمال پاشا پر تردید کی اور نیز سید کی شرح مفتاح کا بعض مقامات سے حاشیہ تصنیف کیا اور اس میں بھی ابن کمال پاشا کی تردید کی اور صرف میں شرح مراح تصنیف کی، وفات آپ کی ۹۷۳ھ میں ہوئی۔

مفتی ملا فیروز

مفتی ملا فیروز معروف بہ پنجہ گنائی بن لولی گنائی: کاشمیر کے علمائے اجلہ اور فضلائے متبحرین سے جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے، ابتداء جوانی میں حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے اور کچھ مدت تک وہاں رہ کر ہندوستان کو آئے اور بداؤں میں پہنچ کر ہر چند تحصیلِ علوم میں مشغول ہوئے لیکن کامیابی حاصل نہ ہوئی، آخر کو خوش قسمتی سے آپ کو حضرتِ خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی، آپ نے ان سے علم کا سوال کیا، اس پر حضرت خضر چالیس روز آپ کے پاس آتے اور مختلف علوم پڑھاتے رہے یہاں تک کہ فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ علوم میں عالم فاضل ماہر کامل ہوئے۔ جب آپ کی فضیلت کا چرچا دور و نزدیک پہنچا تو اکبر شاہ نے بہ ہزار منت و التجا آپ کو اپنے پاس بلا کر بڑا اعزاز و اکرام کیا اور کاشمیر کو مفتی اعظم بنا کر بھیج دیا جہاں آپ نے اجرائے احکام شریعت کا کمال دیانت و امانت سے کیا اور تصفیہ باطن کے لئے شیخ میر حمزہ کاشمیری کے مرید ہوئے اور عہد حسین شاہ والی کاشمیر میں ۹۷۳ھ[2] میں ستر سال کی عمر میں شیعوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ "شمع محبوب شہر" تاریخ وفات ہے۔ آپ کے

---

[1] ابراہیم الاصغر حمیدی "معجم المصنفین" (مرتب) [2] ۹۸۷ھ نزہت الخواطر (مرتب)

فرزندوں میں سے ملا عبدالوہاب بھی بڑے عالم فاضل اور صاحب تالیفات ہوئے ہیں جنھوں نے حاشیہ شرح مواقف اور شمسیہ وغیرہ تحریر کیے۔

علی متقی

علی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان متقی جونپوری[1] الاصل برہانپوری المولد: ۸۸۵ھ میں برہانپور میں پیدا ہوئے، پہلے شیخ حسام الدین ملتانی وغیرہ سے مختلف علوم حاصل کیے پھر ۹۵۲ھ میں مکہ شریف کو تشریف لے گئے اور شیخ ابالحسن بکری وغیرہ مشائخ وارکان دین سے فقہ وحدیث وغیرہ علوم و فنون کی تکمیل کر کے جامع کمالات ظاہری و باطنی ہوئے اور مکہ معظمہ میں ہی اقامت اختیار کر کے نشر علوم ظاہری و باطنی میں بذریعہ تدریس وتصنیف واستکتاب اور تلقین وریاضت وتقویٰ میں مصروف ہوئے اور بقعہ مبارکہ کے خواص وعوام میں یہاں تک آپ کی کمالیت وفضیلت کی شہرۂ آفاقی ہوئی کہ شیخ ابن حجر ہیثمی مکی مفتی حرم محترم مؤلف صواعق محرقہ جو ابتداء میں آپ کے استاذ تھے اخیر کو اپنے آپ کو آپ کا تلمیذ تصور کرنے لگے اور رسم ارادت بجالا کر آپ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اکثر اوقات آپ اپنے ہاتھ سے سیاہی درست کر کے طالب علموں کو دیتے اور ان سے ان کتابوں کے جو کمیاب ہوتیں متعدد نسخے لکھوا کر اہل علم کو دیتے تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں ورسائل تصنیف کیے جن کا مجموعہ صغیر وکبیر عربی و فارسی سو کتاب سے متجاوز ہے لیکن سب سے بڑی اور مفید تر کنز العمال[2] فی سنن الاقوال والافعال ہے جس میں آپ نے شیخ جلال الدین سیوطی کی کتاب جامع صغیر اور جامع کبیر یعنی جمع الجوامع اور زوائد واکمال کو جن میں احادیث کو حروف تہجی پر جمع کیا گیا تھا اور جمیع احادیث قولی وفعلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطہ کا دعویٰ کیا گیا ہے تبویب فرمائی اور ابواب فقہیہ پر ان کو ترتیب دیا پھر ان کو منتخب کیا اور اکثر مکررات کو حذف کر کے ایک مہذب ومنقح کتاب چار جلد میں تیار کی جس کی نسبت ابوالحسن بکری مکی نے فرمایا ہے للسیوطی منۃ علی العالمین وللمتقی منۃ علیہ، یہاں سے غور کرنا چاہیے کہ آپ کی امعان نظر فہم معانی اور ترتیب الفاظ احادیث میں کس قدر تھی، آپ کا اشتغال تتبع سنن واحادیث نبوی میں یہاں تک تھا کہ اخیر وقت میں بھی جب مقتضائے بشریت کے امکان حرکت اور طاقت ہلنے کی نہ رکھتے تھے، حکم کیا تھا کہ تا دم اخیر مقابلہ کتب احادیث کا ہمارے آگے سے نہ اٹھاؤ، لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کو کس طرح معلوم ہو کہ اب آپ کا دم اخیر ہے۔ آپ نے فرمایا جب تک ہماری انگشت شہادت کو موافق حرکت ذکر کے متحرک دیکھو تو یہی جانو کہ ابھی تک روح قالب میں ہے اور جب وہ

---

[1] شاذلی چشتی ولادت ۸۸۵ھ۔ [2] حیدرآباد دکن سے (طبع دوم) ۲۲ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے انھوں نے قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھی جواب کہیں نہیں ملتی۔ (مرتب)

حرکت سے باز رہ جائیے تو جان لو کہ روح قبض ہو گئی چنانچہ ایسا ہی انہوں نے کیا اور آپ نے دوم جمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ کو سحر کے وقت وفات پائی۔ آپ کی تاریخ ولادت "سحر خیز" اور تاریخ وفات "شیخ مکہ" ہے۔ شیخ عبدالوہاب متقی نے آپ کی تعریف و سوانح عمری میں ایک کتاب اتحاف التقی فی فضل شیخ علی المتقی تصنیف کی ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب زاد المتقین میں آپ کا ذکر ایسی شرح و بسط سے کیا ہے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں۔

سید عبداللہ ربانی

سید عبداللہ ربانی بن سید محمد غوث گیلانی حلبی اوچی : جامع علوم معقول و منقول، حاوی فروع و اصول، صاحب عمل و توکل، دنیا و مافیہا سے بے نیاز اور قصبہ اوچ میں سکونت رکھتے تھے آپ کے وسیلہ سے بے شمار خلقت صوری و معنوی کمالات کو پہنچی۔ وفات آپ کی بہ عہد اکبر بادشاہ ۹۷۸ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا اوچ میں زیارت گاہ ہے "فخر زماں" تاریخ وفات ہے۔

محمد آفندی برکلی

محمد آفندی برکلی رومی : عالم فاضل، جامع علوم نقلیہ و فنون عقلیہ تھے، علم محی الدین اخی زادہ سے پڑھا اور سلطان سلیمان خاں کے عہد میں مولیٰ عبدالرحمٰن قاضی عسکر کی ملازمت کی یہاں تک کہ فائق اقران ہوئے اور ایک خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کے اور معلم سلطان سلیم خاں کے باہم بڑی محبت تھی اس لئے اس نے قصبہ برکل میں آپ کے لئے مدرسہ بنوایا۔ آپ کی تصنیفات سے مختصر کافیہ بیضاوی کی شرح اور کتاب طریقہ محمدیہ اور حواشی شرح وقایہ اور کتاب الفرائض یادگار ہیں۔ وفات آپ کی ۹۸۱ھ میں ہوئی۔ "کان فضل" تاریخ وفات ہے۔

ابوالسعود

محمد بن محمد بن مصطفےٰ بن عماد اسکلیبی المعروف بہ ابی السعود[1] : قصبہ اسکلیب میں جو روم کے ملک میں واقع ہے، انیسویں ماہ صفر ۸۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے باپ نے جو بڑے عالم فاضل تھے بعد مبانی علوم کے آپ کو فقہ و ادب کی تعلیم دی اور سکاکی کی مفتاح کو حفظ کرایا اور نیز فنون ادبیہ اور علوم نقلیہ و عقلیہ موید زادہ تلمیذ جلال الدین دوانی اور ایک جماعت علمائے عصر سے حاصل کئے یہاں تک کہ شیخ کبیر اور عالم نحریر عرب و عجم میں بے نظیر ہوئے اور ریاست مذہب و فتیا و تدریس کی آپ پر منتہی ہوئی چونکہ اصول و فروع میں قوت کاملہ اور قدرت شاملہ اور فضیلت تامہ رکھتے تھے اس لئے اکثر بعض مسائل میں اجتہاد کر کے ان کو نکالتے اور بعض دلائل سے ان کو ترجیح دیتے تھے۔ علم ادب میں یہ حال تھا کہ

[1] شیخ الاسلام محمد بن محمد بن عماد مصطفےٰ اعادی۔ خوجہ چلپی۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام" (مرتب)

شیخ ومفتی قطب الدین کہتے ہیں کہ میں نے رحلتِ اولیٰ میں ۹۴۳ھ کو جبکہ آپ استنبول کے قاضی تھے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو نہایت فصیح و بلیغ اور فنِ ادب میں رجیح پایا اور میں نے آپ کی اس عربیت سے جو ولایت عرب میں پھر کر حاصل نہیں کی تھی، تعجب کیا اور کہا کہ یہ ضرور بخشش خدا سے ہے پہلے سلطان سلیمان خان نے آپ کو مدارس بروسا و قسطنطنیہ وغیرہ دیئے، بعدازاں بروسا پھر قسطنطنیہ کی قضاء آپ کے سپرد ہوئی پھر ۹۴۴ھ میں روم ایلی میں عسکر منصور کی قضاء آپ کو تفویض کی گئی اور سلطان کو امرونہی کے خطاب کرنے کا آپ کو درجہ حاصل ہوا پھر ۹۵۱ھ میں قسطنطنیہ میں افتاء کا منصب حاصل کیا جس پر تیس سال تک قائم رہے اور وہیں ایک تفسیر مسمّٰی بہ ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم تصنیف کی اور اس کو سید محمد نقیب بن سید محمد بن عبدالقادر اپنے داماد اور شاگرد کے ہاتھ سلطان کے پاس بھیجا جس کو سلطان نے بڑی خوشی سے قبول کرکے ان کے وظیفہ میں اضافہ کیا اور بعد وفات سلیمان خان کے اس کے بیٹے سلیم خاں نے بھی بڑی تعظیم وتکریم قائم رکھی اور آپ نے مدت العمر عزت و توقیر کے ساتھ زندہ رہ کر ۹۸۱ھ یا ۹۸۲ھ میں وفات پائی۔ "قدوۃ المفسرین" تاریخ وفات ہے۔ تفسیر آپ کی تمام لطائف و نکات اور فوائد و اشارات پر شامل ہے، نہ اس قدر طویل ہے کہ جس سے ملالت حاصل ہو اور نہ اس قدر قصیر ہے کہ مطلب فوت ہو۔

صاحبِ کشف الظنون نے لکھا ہے کہ یہی تفسیر ہے جو کشاف کے بعد تصنیف ہوئی ہے اور جس اعتبار اور اشتہار کے رتبہ کو پہنچی ہے، بیضاوی اس کو نہیں پہنچی اور یہاں تک اس کے حسن سبک اور لطف تعبیر سے اس کے نسخے اقطار و اکناف عالم میں منتشر ہوئے اور فحول علماء و کبار فضلاء نے اس کو قبول کیا کہ اس کے مصنف کو خطیب المفسرین کا خطاب دیا گیا اور منشی محمد مؤرخ ترکی نے اس کی تاریخ تاج تفسیر کلام معجز اور تاریخ تبییض اس کی لفظ تفسیر اکبر سے نکالی ہے۔

مولانا کلاں

مولانا کلاں اولاد خواجہ کوہی : محدثِ اجل، فقیہِ فاضل، علوم کے بحرِ ذخار تھے، حدیث اور علوم درسیہ کو زبدۃ المحققین میرک شاہ تلمیذ سید جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب سے حاصل کیا اور بہت سے مشائخ کی صحبت کی اور حج کرکے ہندوستان میں تشریف لائے اور جہانگیر شاہ کے استاذ ہوئے۔ ہندوستان کے ایک بڑے گروہ نے آپ سے حدیث کو پڑھا۔ ملّا علی قاری نے بھی آپ سے مشکوٰۃ شریف پڑھی جیسا کہ انہوں نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس بات کی

تصریح کی ہے۔ وفات آپ کی سنہ ۹۸۳ھ میں ہوئی اور آگرہ میں دفن کئے گئے۔ "فخرِ زمانہ" تاریخِ وفات ہے۔

محمد طاہر پٹنی

محمد بن طاہر پٹنی : خادمِ حدیثِ نبوی، ناصرِ سننِ مصطفوی، جامعِ منقول و معقول، حاویٔ فروع و اصول تھے۔ سنہ ۹۱۴ھ[1] میں شہر نہروالا میں پیدا ہوئے، پہلے اپنے ملک کے علماء و فضلاء مثل مولانا شیخ ناگوری اور شیخ برہان الدین سمہودی اور مولانا یداللہ سوہی اور ملا مہتہ وغیرہ سے علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی پھر حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء و مشائخ مثل شیخ ابی عبیداللہ زبیدی اور سید عبداللہ عدنی اور شیخ عبیداللہ حضرمی اور شیخ جاراللہ مکی اور شیخ ابنِ حجر مکی صاحبِ صواعقِ محرقہ اور شیخ علی مدنی اور شیخ برخوردار سندی اور شیخ ابوالحسن بکری مکی سے علوم و فنون حاصل کئے خصوصاً شیخِ اجل اور ولی اکمل علی بن حسام الدین متقی سے بے شمار فیض حاصل کر کے ان کے مریدِ خاص ہوئے پھر اپنے وطن میں واپس ہو کر افادۂ علوم اور اعلائے کلمۃ الحق کا ہنگامہ گرم کیا اور تصانیفِ نفیسہ میں مصروف ہوئے جن میں سے مجمع البحار فی غریب الحدیث اور المغنی فی ضبط اسماء الرجال اور تذکرۃ الموضوعات فی الاحادیث الموضوعہ اور قانون الموضوعات فی ذکر الضعفاء والوضاعین وغیرہ ہیں اور بموجب وصیت اپنے شیخ علی متقی کے واسطے امداد کتب نویسوں کے اپنے ہاتھ سے سیاہی حل کر کے دیتے تھے یہاں تک کہ سبق پڑھانے کے وقت بھی سیاہی حل کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ ان دنوں فرقہ بواہیر مہدویہ کا بڑا زور تھا اور وہ سید محمد جونپوری مدعی مہدویت کا اقتدار کرتے تھے، آپ نے مثل اپنے شیخ واستاذ کے کمرِ ہمت باندھ کر عہد کیا کہ جب تک یہ بدعت قوم مذکور میں سے دور نہ ہوگی پگڑی اپنے سر پر نہ باندھیں گے چنانچہ کچھ مدت تک بغیر پگڑی باندھنے کے ان کے استیصال میں مشغول رہے۔ جب سنہ ۹۸۰ھ میں اکبر شاہ نے گجرات کو فتح کیا تو آپ سے اس کی قصبۂ پٹن میں ملاقات ہوئی اور اس نے اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر پگڑی باندھ کر کہا کہ آپ کے ترکِ دستار کا سبب میں نے سن لیا ہے پس اب نصرتِ دینِ متین کی آپ کے ارادہ کے موافق مجھ پر لازم ہوئی۔ اسی سال گجرات کی حکومت خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کے سپرد ہوئی جس کی اعانت سے اکثر رسومِ بدعت کی دور ہوئیں لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد صوبہ گجرات خان خاناں عبدالرحیم کے تحت حکومت میں آگیا جس کی حمایت سے فرقہ مہدویہ نے پھر زور پکڑ لیا۔ آپ نے پھر پگڑی

---

[1] سنہ ۹۱۳ھ "النور السافر"۔ مفصل حالات کے لئے "تذکرہ علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنی از عبدالوہاب" ملاحظہ کریں۔ (مرتب)

اپنے سر سے اتار ڈالی اور آگرہ کا قصد کیا کہ اکبر شاہ کے پاس جا کر عرض حال کریں اور اس بدعت کے دور کرانے کا قرار واقعی تدارک کرائیں۔ ہر چند شیخ وجیہ الدین علوی نے کنایۃً منع کر کے فرمایا کہ یہ جہاں مظہر اسمائے جلالی و جمالی ہے حفظاً آثارا و راحکام ہر اسم صراطِ مستقیم ہے مگر کچھ سود مند نہ پڑا اور آپ نے سنہ ۹۸۶ھ میں کوچ کر ہی دیا، راستہ میں مخالفوں کی ایک جماعت نے پہنچ کر درمیان اوجین و سارنگپور کے آپ کو شہید کر دیا، نعش آپ کی مالوہ سے قصبۂ پٹن میں لاکر آپ کے اسلاف کے مقابر میں دفن کی گئی، "خلیفۂ دوران" تاریخ وفات ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں میاں غیاث ساکن بروچ صوبۂ گجرات کے حالات میں جو اپنے وقت کے صلحاء تھے لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالوہاب خلیفہ شیخ علی متقی نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اس زمانہ میں کون افضل الناس ہے۔ آپ نے فرمایا میاں غیاث پھر تیرا شیخ پھر محمد طاہر انتہیٰ۔ بعض نے آپ کا نسب حضرت ابوبکر صدیق تک پہنچایا ہے اور بہ اتفاق جمہور آپ قوم بوہرہ میں سے تھے جو صوبہ گجرات میں رہتی ہے جس کے اسلاف ملا علی کے ہاتھ پر جن کی قبر کھنبات میں ہے، اسلام لائے تھے۔ تمام تجارت پیشہ اور اہل حرفہ ہیں غالباً ان کے اس لقب سے مشہور ہونے کی وجہ یہی شغل تجارت ہے جس کو ہندی میں بیوپار[1] کہتے ہیں۔

مولیٰ احمد بن مولیٰ بدرالدین

مولیٰ احمد بن مولیٰ بدرالدین قور د آفندی المعروف بہ قاضی زادہ رومی: شمس الدین یا زین الدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے فقیہ محدث، عالم محقق فاضل مدقق امام العلماء سید الفقہاء تھے علوم مولیٰ محمد المعروف بہ جوئی زادہ اور مولیٰ سعدی محشی تفسیر بیضاوی سے حاصل کیے، مدت تک بلادِ روم میں حلب و عسکر کے قاضی اور قسطنطنیہ میں مفتی رہے۔ ہدایہ کی شرح کتاب الوکالۃ سے آخر تک مسمی بہ نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار بطور تکملہ فتح القدیر کے تصنیف فرمائی اور اس میں تین ہزار ایراد ایسے شراح ہدایہ پر کیے جو آپ سے پہلے کسی ثقہ نے نہیں کیے تھے اور نیز سید کی شرح مفتاح کا حاشیہ اور اوائل شرح وقایہ پر حاشیہ اور تجرید پر حاشیہ لکھا اور رسائل کثیرہ تصنیف کیے۔ وفات آپ کی ۹۸۸ھ میں ہوئی۔ "مقصود مذاہب" تاریخ وفات ہے۔

کفوی

محمود بن سلیمان کفوی: جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور واقف فنون اصولیہ و فروعیہ

[1] بیوہار (مرتب)

عالم ماہر، فاضل تبحر تھے۔ علم محمد بن عبد الوہاب تلمیذ ابن کمال پاشا شاگرد مصلح الدین قسطلانی سے حاصل کیا اور نیز سید محمد بن عبد القادر تلمیذ نور الدین قرہ صوئی شاگرد سنان پاشا سے پڑھا۔ مدت تک تالیف و تصنیف و درس و تدریس سے علم کو نشر کیا۔ ایک کتاب مسمی بہ کتاب اعلام الاخیار المشہور بہ طبقات کفوی نہایت عمدہ تصنیف کی جس میں مشاہیر حنفیہ کے حالات امام اعظم سے لے کر اپنے زمانہ تک مع ان کے سلسلہ تلمذ و وفات و ولادت و تصنیفات و آثار اور حکایات کے لکھے اور ہر ایک کے ترجمہ میں ان کی تصنیفات و تالیفات سے فوائد درج کئے اور کئی ایک کتاب میں اس کو مرتب کر کے ہر ایک کتبہ کو تراجم جماعت وغیرہ سے پر کر کے اس کو اس جماعت صلحاء و اولیاء کے ذکر سے ختم کیا جن کے ذکر کے وقت خدا کی رحمت نازل ہوتی اور نحوست دور ہوتی ہے۔ وفات آپ کی ۹۹۰ھ میں ہوئی۔ "شیخ بے نیاز" تاریخ وفات ہے۔

مولانا عبد اللہ سندی

مولانا عبد اللہ سندھی : شیخ علی متقی کے اصحاب میں سے تھے اور گو شیخ ابن حجر مکی سے شاگردی کی نسبت رکھتے تھے لیکن شیخ ابن حجر نے آپ سے علم عربی میں استفادہ کیا اور اکثر وقت کہتے کہ ہمارے لئے اس کلام کو عربی کردو شیخ نے آپ کی اجازت کے ورقہ میں یہ لکھا کہ فائدہ دیا انہوں نے مجھ کو زیادہ اس سے جو فائدہ لیا۔ آپ بڑے دانشمند تھے اور کسی سے کچھ طمع اور کام نہ رکھتے تھے، محض خدا کے لئے درس دیتے اور فائدہ پہنچاتے اور تصحیح کتب کی کرتے تھے آپ نے ایک نسخہ مشکوٰۃ کا اپنے ہاتھ سے نہایت عمدہ صحیح کیا تھا اور اس کو محشی کر کے ورق ورق کردیا تھا۔ بہت لوگ ایک مجلس میں اس سے استفادہ اور انتساخ کرتے تھے۔ حواشی میں آپ نے مذہب حنفیت کا اثبات کر کے اس کے دلائل درج کئے تھے۔ آپ کا قول تھا کہ میں نے مشکوٰۃ کو حنفی بنا دیا ہے اور کہتے ہیں کہ تمام عمر میں جو میں نے کام کیا ہے، تصحیح مشکوٰۃ کی ہے اور امید رکھتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اس کی برکت سے مجھے بخش دے، وفات آپ کی ۹۹۶ھ میں ہوئی اور تاریخ وفات آپ کی "چشمۂ رحمت" ہے۔

شیخ وجیہ الدین علوی

شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی : عالم ماہر، فاضل متبحر، زاہد، عارف، فقیہ، محدث، جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ ۹۱۱ھ میں قصبہ چاپانیر واقع صوبہ گجرات میں پیدا ہوئے اور وہاں ہی نشو و نما پا کر طلب علم میں نکلے اور ملا عماد طارمی سے علوم حاصل کئے اور شیخ فاضل سے

خرقہ پہنا۔ تمام عمر تدریس علوم اور تصنیفِ کتب میں مصروف رہے اور اکثر کتب کے شروح و حواشی تصنیف فرمائے چنانچہ شرح نخبۃ الفکر (اصولِ حدیث میں)۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ عضدی، حاشیہ تلویح حاشیہ بزدوی، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ شرح وقایہ، حاشیہ مطول، حاشیہ مختصر، حاشیہ شرح تجرید، حاشیہ اصفہانی، حاشیہ شرح عقائد تفتازانی، حاشیہ قدیمہ محقق دوانی، حاشیہ مواقف، حاشیہ شرح حکمۃ العین، حاشیہ شرح مقاصد، حاشیہ شرح چغمینی، حاشیہ شرح جامی، شرح ارشاد فی النحو وغیر ذلک آپ کی تصنیفات سے ہیں۔

آپ کا بادشاہ اور علماء و فضلاء کے نزدیک یہاں تک اعتبار تھا کہ جب سید محمد غوث صاحب جواہر الخمسہ بسبب ایذار شیر شاہ بادشاہ کے گوالیار سے گجرات میں پہنچے تو وہاں کے علماء ان کے رسالہ معراج نامہ کے مضامین پر معترض ہو کر منازعت میں اٹھے اور سید موصوف کے قتل میں ایک محضر نامہ لکھ کر تمام علماء نے مہریں ثبت کر دیں یہاں تک کہ حضرت شیخ علی متقی نے بھی جو صاحب علوم ظاہری و باطنی تھے محضر نامہ مذکور پر اپنی مہر ثبت کر کے بادشاہ کے پاس بھیج دی، بادشاہ نے تامل کر کے فرمایا کہ جب تک شیخ وجیہ الدین کی اس پر مہر ثبت نہ ہو گی قتل کا حکم نہ دیا جائے گا۔ پس محضر مذکور آپ کے پاس بھیجا گیا اور آپ بغرض دریافت حال کے سید صاحب موصوف کی خدمت میں تشریف لے گئے اور پہلی ہی ملاقات میں فریفتہ حال و قال سید صاحب ہو کر استفتا کو پارہ پارہ کر دیا اور علماء کو جواب میں فرمایا کہ تمہارا فہم کلمات و معانی سید صاحب کو نہیں پہنچ سکا اور جو تم نے حکم کیا ہے ظاہر شریعت میں ایسا ہی ہے لیکن یہ معاملہ باطنی ہے اور معراج سید صاحب کا عالم واقع میں وقوع میں آیا ہے اور حالات واقع کو عالم ظاہر کے ساتھ کچھ اعتبار نہیں۔ وفات آپ کی ۹۹۷ھ میں ہوئی اور قبر آپ کی احمد آباد میں زیارت گاہِ عام ہے۔ تاریخ وفات آپ کی لہم جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا سے نکلتی ہے۔

یحییٰ بن بخشی رومی

یحییٰ بن بخشی رومی[1] : عالم فاضل، فقیہ متبحر تھے، بہت لوگوں نے آپ سے فیض پایا اور شرعۃ الاسلام کی شرح تصنیف فرمائی اور اوائل دسویں صدی میں فوت ہوئے۔

محمود بن شیخ محمد

محمود بن شیخ محمد : بڑے کریم النفس عالم فاضل محب العلم والعلماء تھے پہلے شہر برسا کے قاضی مقرر ہوئے پھر ۹۱۱ھ میں آپ کو سلطان بایزید خاں نے اناطولی میں قضاء عسکر کی عطا کی

---

[1] یحییٰ بن بخشی بن ابراہیم، الکوناتی رومی متوفی ۹۰۰ھ (بقول بعض ۹۸۰ھ) بہت سی کتب کے مصنف تھے "ہدیۃ العارفین"۔ مرتب

آپ نے ترکی زبان میں ایک کتاب محمودیہ نام نظم میں تصنیف کی[1]

برجندی

عبد العلی بن محمد بن حسین برجندی : جامع اصناف علوم محسوس و منقول، حاوی انواع مسائل فروع و اصول، فقیہ محدث، صاحب زہد و تقوے تھے خصوصاً علم نجوم و حکمیات و ریاضی میں آپکو ید طولی حاصل تھا۔ علم حدیث کا خواجہ مولانا اصفہانی اور فنون حکمیہ مولانا منصور ولد مولانا معین الدین کاشی سے حاصل کئے، باقی علوم متداولہ مولانا کمال الدین شیخ حسین قنوی سے اخذ کئے اور مولانا سیف الدین احمد تفتازانی اور مولانا کمال المسعود شروانی سے بھی استفادہ کیا اور ہمیشہ اوصاف تواضع و پرہیزگاری و حلم اور دینداری سے متصف رہ کر نشر علوم اور تالیف و تصنیف میں مصروف رہے۔ سنہ ۹۲۱ھ میں کتاب مجسطی کی شرح لکھی، فقہ میں مختصر وقایہ کی شرح نقایہ اور مناظرہ میں رسالہ عضدیہ کی شرح اور فن اصطرلاب میں رسالہ طوسی کی شرح تصنیف کی اور شرح ملخص چغمینی قاضی زادہ موسیٰ رومی پر حواشی اور رسالہ تذکرہ اور رسالہ تحریر یا در رسالہ شمسیہ پر شروع لکھے اور ایک رسالہ ابعاد و اجرام میں نظم میں تصنیف کیا[2]

مولانا شمس الدین محمود خضرمی

مولانا شمس الدین محمود خضرمی : فارس کے اعاظم و اتقیا میں سے جامع معقول و منقول تھے، مدت تک شہر کاشان میں مقیم رہ کر درس و تدریس اور افادۂ علوم میں مصروف رہے سنہ ۹۳۰ھ میں دو رسالے ایک تفسیر سورہ فاتحہ کتاب اور دوسرا جمل حدیث صحیحہ میں تصنیف کر کے دار السلطنت ہرات میں سلطان میرزا حسین کے پاس بھیجے جس نے منظور فرما کر آپ کو صلہ و انعام سے مالا مال کیا۔

شیخ اسمٰعیل حقی آفندی

شیخ اسمٰعیل حقی آفندی[3] : عارف کامل فاضل، مفسر مستند، سراج العلماء، زبدۃ الفضلاء تھے۔ اپنے شیخ عثمان نزیل قسطنطنیہ کے اشارہ سے چھ جلد میں تفسیر روح البیان تصنیف فرمائی جس میں

---

[1] بدر الدین محمود بن شیخ محمد شکری درویش الاماسیوی رومی، وفات سنہ ۹۱۱ھ (ہدیۃ العارفین)۔ [2] متوفی سنہ ۹۳۲ھ (معجم المؤلفین) اور بقول بعض سنہ ۹۳۴ھ، نظام الدین لقب، ان کی ایک تصنیف "مسالک و ممالک" یا "عجائب البلدان" کا قلمی نسخہ کتب خانہ گنج بخش، اسلام آباد میں موجود ہے ۱۲ [3] ابو الفداء اسمٰعیل حقی بن مصطفےٰ استانبولی پیدائش سنہ ۱۰۶۳ھ، وفات سنہ ۱۱۳۷ھ، ۵۰ سے زائد کتب تصنیف کیں۔ (ہدیۃ العارفین) (مرتب)

امام اعظم کے مذہب کی تائید اور اعانت کی اور انہیں کے مذہب کے موافق آیات قرآنی کی تفسیر فرمائی ہے۔

صلاح الدین موسیٰ

صلاح الدین موسیٰ بن حمید الدین بن افضل الدین : آپ بھی اپنے باپ کی طرح بڑے عالم فاضل عابد زاہد تھے اور ہر وقت علم و عبادت و تدریس و نشر علوم میں مصروف رہے اور آٹھ مدارس میں سے ایک کے مدرس ہوئے۔

مولانا حسامی واعظ

مولانا حسامی واعظ : چونکہ مولانا محمد حسام الدین قہستانی کے اقربا رو تلامذہ میں سے تھے اس لئے اسی مناسبت سے حسامی کے نام سے مشہور ہوئے، بڑے فصیح و بلیغ و طلیق اللسان اور کثرت قوت حافظہ میں مشہور و معروف تھے چنانچہ بڑی بڑی حکایات کو بعینہٖ عبارت مصنفین میں منبر پا دیڑھ دیتے تھے اور ہر جمعہ کو جامع مسجد دار السلطنت ہرات میں وعظ کرتے تھے اور چار شنبہ کے روز مزار خواجہ ابوالولید احمد قدس سرہ میں لوگوں کو وعظ و نصائح سے محظوظ و مسرور فرماتے تھے اور مؤلف حبیب السیر متوفی ۹۴۲ھ کے ہمعصروں میں سے تھے۔

مولیٰ امیر کیو

محمد بن عبد الاول تبریزی الشہیر بہ مولیٰ امیر کیو : بڑے عالم فاضل، عارفِ علومِ عقلیہ و نقلیہ اور جامع فنون اصولیہ و فرعیہ تھے اور صنعتِ انشار میں آپ کو معرفتِ تامہ حاصل تھی باپ آپ کا تبریز کا قاضی تھا۔ آپ نے صغر سنی میں مولیٰ جلال الدین دوانی کو دیکھا اور اپنے باپ کی حیات میں روم کے ملک میں آئے۔ چونکہ آپ کے باپ اور عبدالرحمٰن بن مؤید میں بڑی دوستی تھی اس لئے اس نے آپ کو سلطان بایزید خاں کے حضور میں حاضر کیا، اس نے آپ کو مدرسہ وزیر مصطفٰے پاشا کا مدرس مقرر کیا پھر آپ مدارس بروسا و مغنیسا کے مدرس ہوئے۔ بعد ازاں دمشق اور حلب اور قسطنطنیہ کی قضار آپ کے سپرد ہوئی اور آپ کے اور سید محمد بن عبدالقادر کے درمیان بڑے مناظرے و مباحثے ہوتے رہے ہے[1]

مولانا خواجہ شمس الدین پال کاشمیری

مولانا خواجہ شمس الدین پال کاشمیری : اعلم علمائے دہر اور مرجع فضلائے عصر سے تھے۔

---

[1] متوفی ۹۵۴ھ یا ۹۵۵ھ۔ (معجم المؤلفین) (مرتب)

مرزا حیدر کے زمانہ میں بسبب حق گوئی کے علماء کے درمیان ممتاز تھے، اکثر علماء سے بحث و مناظرہ میں غلبہ حاصل کیا اور بہ دلالت خواجہ داؤد طوسی کے جو آپ کے شاگردوں میں سے تھے حضرت مخدوم کی خدمت میں پہنچے اور ان سے طریقت کو حاصل کیا، بعد شہادت میرزا حیدر[1] کے حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔

حدیقہ یازدہم

گیارہویں صدی کے فقہاء و علماء کے حالات میں

شیخ عبدالوہاب متقی

شیخ عبدالوہاب متقی بن شیخ ولی اللہ مندوی : شہر مندو میں پیدا ہوئے، پھر آپ کے والد ماجد جو اکابر و اعیان ولایت مندو سے تھے بسبب حوادثات زمانہ کے ہندوستان میں آکر برہان پور میں سکونت پذیر ہوئے اور تھوڑے دنوں کے بعد آپ کو صغیر السن چھوڑ کر فوت ہو گئے آپ کو صغر سنی میں ہی علم اور تصوف کا شوق غالب ہوا اس لئے ملک گجرات اور دکھن و سیلان اور سراندیپ میں سیر کر کے تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور اکثر علماء و صلحاء و مشائخ کی صحبت سے فیضیاب ہو کر بیس سال کی عمر میں ماہ جمادی الاولیٰ ۹۶۳ھ کو مکہ معظمہ میں پہنچے اور بعد ادائے حج کے شیخ علی متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارہ سال تک ان کی صحبت میں رہ کر فقہ و حدیث و علوم شرعیہ وغیرہ میں فاضل اجل اور قاموس اللغہ اور معارف فقر و تصوف میں عارف کامل اور اولیائے اکمل ہوئے اور بعد وفات شیخ علی متقی کے ان کے خلیفہ و جانشین ہو کر ۲۶ تک مکہ معظمہ میں نشر علوم ظاہری و باطنی میں مصروف رہے اور ان چالیس سال میں کوئی حج آپ سے فوت نہیں ہوا اگرچہ بعد وفات بیر روشن ضمیر کے آپ واسطے ادائے حقوق ذوی الارحام کے گجرات میں تشریف لائے مگر اسی سال مکہ معظمہ میں مراجعت فرما کر اس سال کا حج ادا کر لیا اگرچہ آپ ہر ایک علوم شرعیہ و نقلیہ کو پڑھاتے تھے لیکن تفسیر و حدیث و تصوف کی برغبت تمام و خوشی بالا کلام تعلیم دیتے تھے اور جو شخص جس ملک کا ہوتا اس کو اسی کی زبان میں تعلیم کے وقت تقریر کر کے سمجھاتے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مکہ معظمہ میں جا کر آپ سے ہی حدیث کو پڑھا اور صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث کی سند

---

[1] مرزا حیدر بن حسن چغتائی، گورگانی (مصنف تاریخ رشیدی، فارسی) حاکم کشمیر ۹۵۷-۵۸ھ میں شیعہ فرقہ نے دھوکہ سے قتل کر دیا۔ نزہۃ الخواطر (مرتب)

حاصل کی اور نیز تصوف میں آپ کے مرید ہوئے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا اور آپ کا حال بشرح وبسط کتاب زاد المتقین اور اخبار الاخیار میں لکھا چنانچہ زاد المتقین میں آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک دن آپ کی مجلس میں امام شافعی کے مذہب میں بات شروع ہوئی کہ اکثر ان کا مذہب ظاہر حدیث کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ کئی دفعہ اسی خلجان دل میں ہوتا ہے اور دل میں گزرتا ہے کہ اگر کوئی شخص شافعی المذہب ہو جائے تو بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بات اس طرح پر نہیں ہے کیونکہ حنفی کتب میں جو ولایت ماوراء النہر اور ہندوستان میں مشہور ہیں، اکثر احکام کا اثبات قیاس اور دلائل عقلیہ سے کیا گیا ہے لیکن اس جگہ ایسی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں کہ ہر ایک قول حنفی پر حدیث صحیح کو وارد کر کے اس کا اثبات کیا گیا ہے بلکہ بعض علمائے حنفیہ نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر ایک مطلب پر آیت اور حدیث کو معاً لاتے ہیں یہاں تک کہ اس بات کے کہنے کا موقع مل جاتا ہے کہ شافعی ہی اصحاب رائے میں سے ہیں نہ حنفی چنانچہ اس دعوے کی تصدیق ابن ہمام کی شرح ہدایہ اور شمنی شرح مختصر وقایہ اور مواہب الرحمٰن اور اس کی شرح سے جو بعض علمائے مصر نے تصنیف کی ہیں مطالعہ کرنے سے بخوبی ہوتی ہے اور فرمایا کہ تم کو یہ شبہ ظاہراً مشکوٰۃ کی مطالعہ سے پیدا ہوا ہوگا کہ اکثر احادیث اس کی شافعی مذہب کے موافق ہیں کہ اس کے مؤلف نے اس کی احادیث کو موافق اپنی جستجو و تفحص کے جمع کیا ہے لیکن حنفی مذہب کے اثبات میں اور احادیث راجح تر جو کتابوں میں مذکور ہیں موجود ہیں پھر فرمایا کہ اعتقاد و صدق و حقانیت مذہب حنفی کا بہت بڑا ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ کو ایسے یار و اصحاب مہیا ہوئے ہیں جو کمال علم و فقاہت و حدیث و زہد و دیانت و تقدم و قرب زمانۂ سلف میں متصف تھے اور فرمایا کہ ان سالوں میں جو امام اعظم کے مناقب میں تالیف ہوتے ہیں، نظر کرنی چاہیئے تاکہ حقیقت حال منکشف ہو پھر فرمایا کہ چونکہ امام ابو حنیفہ نہایت اعلم تھے اس لئے حاسد بہت رکھتے تھے جو ان پر طعن کرتے تھے پس بقول مشہور ہر کہ فاضل تر محسود تر پس یہ علامت امام ابو حنیفہ کی بزرگی کی ہے۔ وفات آپ کی سنہ ۱۰۰۱ھ میں ہوئی، تاریخ وفات آپ کی "شیخ کامل" ہے۔

شیخ مبارک

شیخ مبارک[1] بن شیخ خضر ناگوری اکبرآبادی والد شیخ ابو الفیض فیضی : ہند کے علمائے

---

[1] پیدائش سنہ ۹۱۱ھ آپ کی تفسیر منبع عیون المعانی کا قلمی نسخہ سید تقی مرحوم کے کتب خانہ (لکھنؤ) میں موجود ہے (مرتب)

فحول میں سے فقیہ فاضل، مفسر کامل، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، اپنی تمام عمر افادہ وافاضہ اور نشر علوم میں صرف کی، اخیر عمر میں باوجودیکہ آپ کی بینائی کم ہوگئی تھی مگر قوتِ حافظہ سے تفسیر منبع عیون المعانی چار مجلد کلاں میں تصنیف کی اور سنہ [illegible]ھ میں وفات پائی اور کرگرہ میں دفن کئے گئے۔ "فخر الملک" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

محمد بن بدر الدین منشی

محمد بن بدر الدین منشی الاقحصاری : عالمِ اجل، فاضل اکمل، فقیہ، مفسر، ماہر فنون متعددہ تھے، مقام اقحصار میں تفسیر جلالین کی طرح پہ تفسیر تنزیل التنزیل نام سلطان مراد بن سلیم خاں کے واسطے تصنیف فرمائی جس کے طفیل سے آخر ماہ ربیع الآخر ۹۸۲ھ میں منشیت حرم نبوی سے آپ مفتخر ہوئے اور سنہ [illegible]ھ میں وفات پائی۔ "گرامی خلق" تاریخ وفات ہے۔

شیخ یعقوب صرفی

شیخ یعقوب صرفی خلف شیخ حسن گنائی عاصمی[1] : بڑے عالم فاضل، فقیہ، محدث، جامع علوم ظاہری وباطنی تھے، ۹۰۸ھ میں پیدا ہوئے، صغر سنی میں آپ سے آثار ذہنی کی اور تیز فہمی اور بزرگی کے ظاہر تھے، سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا پھر مولانا محمد آنی سے جو مولانا عبد الرحمٰن جامی کے شاگرد رشید تھے۔ علوم متداولہ اور فنون رسمیہ حاصل کر کے مخاطب بخطاب جامی ثانی ہوئے اور حضرت اخوند ملا بصیر سے بھی استفادہ علوم کیا بعد ازاں آپ واسطے تصفیہ باطنی کے سمرقند کو تشریف لیجا کر شیخ حسین خوارزمی کی زیارت سے مشرف ہوئے اور کچھ عرصہ تک ان کی خدمت میں رہ کر ان کی توجہ کامل سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے کاشمیر میں واپس آئے اور تدریس وہدایت خلق میں مصروف ہوئے، پھر کچھ مدت بعد کاشمیر سے سمرقند کو گئے اور باتفاق اپنے مرشد کے حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اور مشہد مقدس کی زیارت کر کے مکہ معظمہ میں آئے اور شیخ المحدثین ابن حجر مکی وغیرہ سے حدیث کی سند حاصل کی اور بغداد میں آکر امام ائمہ ابو حنیفہ کوفی کا جبۂ مبارک حاصل کر کے کاشمیر میں آئے، چند سال کے بعد پھر حج کو تشریف لے گئے اور بعد ایک سال کے معاودت فرما کر بہت سی کتب حدیث وتفسیر وفقہ وغیرہ اپنے ہمراہ لائے اور ان کو خطہ کاشمیر میں مروج کیا، تصنیفات آپ نے

---

[1] مجدد الف ثانی کے استاد ہیں۔ "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" (مرتب)

مختلف علوم میں کثرت سے کیں جن میں سے تفسیر قرآن شریف نامکمل، شرح صحیح بخاری، مغازی[1] النبوت، حاشیہ توضیح و تلویح، مسلک الاخیار، کتاب مناسکِ حج، روائح، وامق و عذرا، رسالہ اذکار، لیلیٰ مجنون، مقاماتِ مرشد، جواہر خمسہ مقابل خمسہ مولانا عبدالرحمٰن جامی، شرح رباعیات وغیرہ مشہور و معروف ہیں، وفات آپ کی پنجشنبہ کے روز بعد نماز عشاء ۱۲ ذی قعد ۱۰۳۰ھ میں ہوئی، سالِ تاریخ نقل ہادی دین ؛ اول و آخر چراغ ہ ہیں۔

تمرتاشی

محمد[2] بن عبداللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم خطیب بن خلیل بن تمرتاشی غزی : اپنے زمانہ کے امام کبیر، فقیہِ بے نظیر، حسن الطریقہ، قوی الحافظہ، کثیر الاطلاع، وحید العصر، فرید الدہر، تھے، علوم اپنے شہر غزہ میں شمس محمد مشرقی غزی مفتی شافعیہ سے اخذ کئے، ۹۹۶ھ میں قاہرہ کو گئے اور وہاں صاحبِ بحرالرائق شارح کنزالدقائق زین بن نجیم مصری اور امین الدین بن عبدالعالی اور علی بن حنائی وغیرہ سے فقہ حاصل کی اور امامِ کبیر اور مرجع اربابِ فتویٰ ہوئے، شمس الدین لقب تھا، بہت عجیب و غریب اور منقح کتابیں تصنیف کیں جن میں سے کتاب تنویر الابصار فقہ میں ہے کہ جس میں آپ نے نہایت تحقیق و تدقیق کو کام فرمایا اور وہ بسبب اپنی متانت کے مشہورِ آفاق ہوئی اور کتاب معین المفتی اور منظومۃ الفقہیہ المسماۃ بہ تحفۃ الاقران اور اس کی شرح مواہب الرحمٰن اور فتاوےٰ مشہورہ اور ابنِ ہمام کی کتاب زاد الفقیہ کی شرح اور شرح وقایہ اور شرح وہبانیہ اور شرح یقول العبد اور شرح منار اور شرح مختصر المنار اور شرح کنز تا کتاب الایمان اور حاشیہ درر غیر مکمل اور رسالہ عشرہ مبشرہ کے بیان میں اور رسالہ عصمتِ انبیاء اور رسالہ دخول حمام میں اور رسالہ لفظ جوزتک میں اور رسالہ قضاء میں اور رسالہ کنائس میں اور رسالہ مزارعت میں اور رسالہ وقوفِ عرفہ میں اور رسالہ کراہت میں اور رسالہ حرمت قرارت خلف امام میں اور رسالہ استنباط خطبہ میں اور رسالہ تصوف اور اس کی شرح میں اور ایک منظومہ تصوف میں اور ایک رسالہ صرف میں اور شرح قطر وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔

---

[1] اس منظوم سیرت کے قلمی نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ (مرتب) [2] ان کے بیٹے صالح تمرتاشی کے حالات تکملہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

آپ نے اپنی کتاب تنویر الابصار کی خود شرح تصنیف کی اور اس کا نام منح الغفار رکھا اور نیز ایک جماعت علماء نے مثل علامہ حصکفی مفتی شام کے در مختار نام سے اور ملا حسین بن اسکندر رومی نزیل دمشق اور شیخ عبد الرزاق مدرس مدرسہ ناصریہ نے شرحیں لکھیں اور شیخ الاسلام محمد انکوری نے اس پر چند کتابیں نہایت عمدہ اور نافع تصنیف کیں اور مصنف کی شرح پر شیخ الاسلام خیر الدین رملی نے چند حواشی لکھے۔ وفات آپ کی ۱۰۰۴ھ میں ہوئی، "شیخ عزیز" تاریخ وفات ہے۔ تمرتاش بلادِ خوارزم میں سے ایک شہر کا نام ہے۔

ابنِ نجیم مصری

شیخ عمر بن ابراہیم بن محمد الشہیر بہ ابنِ نجیم مصری: سراج الدین لقب تھا، فقیہ محقق، رشیق العبارۃ، کامل الاطلاع، علومِ شرعیہ میں ماہر متبحر، مسائلِ غریبہ میں غواص مقبولِ عام و خاص اور معزز و معظم عند الحکام تھے۔ علم اپنے بھائی صاحبِ بحر الرائق سے حاصل کیا، کتاب نہر الفائق شرح کنز الدقائق اور اجابۃ السائل فی اختصار انفع الوسائل تصنیف کیں، کتاب نہر میں اپنے بھائی کی شرح کنز پر بڑے مناقشے کئے، وفات آپ کی ۱۰ ربیع الاول ۱۰۰۵ھ میں ہوئی اور اپنے بھائی کے پہلو میں مدفون ہوئے، "راسخ قدم" تاریخِ وفات ہے۔

ابراہیم بن محی الدین

ابراہیم بن محمد بن محی الدین بن علاء الدین دمشقی: آپ کے والد اصل میں شہر خلیل کے رہنے والے تھے لیکن آپ دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پاکر حلم میں مشغول ہوئے پھر قاضی القضاۃ سید محمد بن معلول کی صحبت اختیار کی اور قسطنطنیہ کو تشریف لے گئے پھر دمشق میں آکر سنان پاشا وزیر کے وسیلہ سے روزانہ ساٹھ سکہ عثمانیہ آپ کا وظیفہ مقرر ہوا اور مدرسہ سلیمیہ صالحیہ دمشق میں درس دیتے رہے اور جامع اموی میں مدت مدید تک عبادت میں مشغول رہے لیکن علماء کے حق میں شدید التعصب دائم المخاصمۃ تھے، آپ کے اور قاضی محب الدین کے درمیان بڑے مباحثے رہے اور طرفین سے ایک دوسرے کی تردید میں رسالے تالیف ہوئے اور احمد عیثاوی نے بھی آپ کی تردید میں ایک رسالہ لکھا لیکن اس کے تالیف ہونے کے تھوڑے دن بعد آپ دوم شعبان ۱۰۱۰ھ میں بروز سہ شنبہ فوت ہوئے اور حسب وصیت مقابر صوفیہ میں دفن کئے گئے۔

محمد بن عبد الملک

محمد بن عبد الملک بغدادی : عالم ماہر، فاضل متبحر، حاوی فروع واصول تھے، تفسیر بیضاوی پر بیقول السفہاء سے لے کر آخر سورہ بقر تک تعلیق تحریر کی اور دمشق میں ۹۷۴ھ میں وفات پائی، "فرخندہ بنیاد" تاریخ وفات ہے۔

مولانا عبد اللہ انصاری

مولانا عبد اللہ انصاری سلطانپوری : ہند کے اکابر علماء اور اعاظم فقراء میں سے بڑے عارف ومتشرع ومتورع اور دافع کفر وبدعت اور محی السنہ وتوحید تھے، شیر شاہ کے عہد سے اکبر شاہ کے وقت تک مخدوم الملک کے خطاب سے مخاطب رہے۔ جب اکبر شاہ نے مذہب الٰہیہ اختراع کر کے لوگوں کو اس کی دعوت کی اور شمس پرستی وغیرہ احکام کو جاری کر کے حکم دیا کہ بجائے کلمہ محمدی کے لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ پڑھیں تو مولانا نے اس کا مقابلہ کیا، اس پر اکبر نے آپ کو کہا کہ آپ میرے ملک سے نکل جائیں۔ مولانا ایک مسجد میں معتکف ہوئے۔ اکبر نے کہا کہ مسجد بھی میرے ملک کی زمین میں واقع ہے آپ اس جگہ سے بھی نکل جائیں، پس آپ نے حرمین شریفین کی زیارت کا راستہ پکڑا اور حج کر کے پھر ہندوستان میں آئے۔ آخر بادشاہ کے حکم سے ان کو طعام میں زہر دیا گیا جس سے ۹۹۰ھ میں شہادت پائی۔ "شمع شب افروز" تاریخ وفات ہے۔ آپ کی تصانیف سے کشف الغمہ اور منہاج الدین اور "عصمۃ الانبیاء" وغیرہ معروف ومشہور ہیں۔

شیخ ابراہیم بن کسبائی

شیخ ابراہیم بن کسبائی دمشقی : محدث، فقیہ، شیخ القراء تھے، شنبہ کی رات ۱۵ ربیع الثانی ۹۵۴ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ برہان الدین لقب تھا، شیخ الاسلام بدر غزی سے دس اول قرآن کے اخذ کیں اور علوم پڑھے اور شام میں شیخ القراء احمد بن بدر طیبی وغیرہ سے پڑھا اور مصر میں جا کر نجم غیطی وغیرہ سے اخذ کیا۔ شعر بھی کہا کرتے تھے، آپ کا مکان جامع اموی میں تھا۔ محدث کبیر محمد بن داود مقدسی نزیل دمشق کی طرف سے آپ تدریس مدرسہ اتابکیہ کے متکفل ہوئے اور عادلیہ کبریٰ میں بھی درس دیا اور مدت تک جامع شیبانی میں خطیب رہے لیکن ادا کرنا خطبہ کا آپ پر مشکل ہوتا تھا اور اس میں بڑی طوالت کرتے تھے، آپ خوش طبع بھی بڑے تھے اور کبھی غفلت بھی آپ پر غالب ہو جاتی تھی۔ دوشنبہ کے روز اخیر ذی قعدہ ۱۰۰۸ھ کو فوت ہوئے اور مقبرہ باب الصغیر میں مدرسہ صابونیہ کے آگے دفن کئے گئے "قرآن خواں" تاریخ وفات ہے۔

حسام الدین

حسام الدین : جامع علوم متعددہ، حاوی فنون مختلفہ، صاحب تصانیف تھے، مدت تک مدارس ادرنہ وغیرہ میں مدرس رہ کر علوم کو نشر کیا اور شرح وقایہ وغیرہ کے حواشی لکھے اور ۱۰۱۰ھ میں وفات پائی۔

مفتی زکریا ابن بہرام

مفتی زکریا ابن بہرام : اصل میں شہر انقرہ کے رہنے والے تھے جو قسطنطنیہ میں آکر متوطن ہوئے اور وہیں عرب زادہ عبد الباقی وغیرہ سے مختلف علوم و فنون حاصل کر کے جامع علوم نقلیہ و عقلیہ ہوئے، حلب وغیرہ کی قضاء آپ کو دی گئی۔ عنایہ اور شرح وقایہ پر حواشی تصنیف کئے اور ۱۰۱۰ھ میں وفات پائی۔

خواجہ محمد باقی

خواجہ محمد باقی نقشبندی دہلوی[1] : اپنے وقت کے امام و مقتدائے زمانہ، جامع کمالات ظاہری و باطنی، زاہد متقی، موصوف باوصاف کریمہ تھے، اوائل میں کابل سے سمرقند میں گئے اور بعد تحصیل علوم فقہ و حدیث اور تفسیر وغیرہ کے خواجہ امکنگی خلیفہ خواجہ عبید اللہ احرار کے مرید ہوئے اور بعد تحصیل و تکمیل کمالات باطنی کے خرقہ خلافت حاصل کر کے دہلی میں آئے اور تدریس و تلقین خلائق میں مصروف ہو کر صاحب تصانیف و تالیف ہوئے، آپ نہایت کم گو و کم خور و کم خواب تھے اور بعد نماز عشاء کے نماز تہجد تک ہر روز دو مرتبہ قرآن شریف کا ختم کرتے تھے اور بعد نماز تہجد کے فجر تک ۲۱ مرتبہ سورہ یاسین پڑھا کرتے تھے، جب فجر ہوتی تو آپ یہ فرماتے کہ یا الٰہی رات کو کیا ہوا کہ اس جلدی سے گذر گئی اور اس نے کچھ توقف نہ کیا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ نے خلف امام نماز میں الحمد پڑھنی شروع کی اسی وقت حضرت امام ابو حنیفہ کی روح پر فتوح آپ کے پاس حاضر ہوئی اور فرمایا کہ یا شیخ میرے مذہب میں بڑے بڑے اولیاء اللہ ہیں اور سب نے باتفاق علمائے دین امام کے پیچھے نماز میں الحمد کا پڑھنا موقوف رکھا ہے پس آپ کو بھی ترک الحمد خلف امام مناسب ہے۔ وفات آپ کی چالیس سال کی عمر میں دو شنبہ کے روز ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۰۱۲ھ میں ہوئی اور مزار آپ کا دہلی میں زیارت گاہ عام ہے "فخر اسلام" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] ابو المؤید رضی الدین محمد باقی (یا عبد الباقی) بن عبد السلام دلیمی، ولادت ۵ ذی الحجہ ۹۷۱ھ، آپ حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبد الحق دہلوی کے شیخ اور استاد ہیں۔ (مترجم)

اخی زادہ

عبدالحلیم بن محمد المشہور بہ اخی زادہ : دولتِ عثمانیہ کے علمائے کبار میں سے علم و فضل میں یگانہ تھے، خدا نے آپ کو ذہنِ عالی اور ادراکِ صحیح عطا فرمایا تھا، تصنیفات بھی بہت کیں جن میں سے شرح ہدایہ اور تعلیقات شرح مفتاح اور درر و غرر اور الاشباہ والنظائر وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔ وفات آپ کی ۱۰۱۳ھ میں ہوئی، "فخرِ مجلس" تاریخِ وفات ہے۔

ملّا علی قاری

علی بن سلطان محمد ہروی نزیل مکہ المعروف بہ قاری : نور الدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے وحید العصر، فرید الدہر، محقق، مدقق، منصف مزاج، محدث، فقیہ، جامع علومِ عقلیہ و نقلیہ اور متضلع سنتِ نبویہ جماہیر اعلام اور مشاہیر اولی الحفظ والافہام میں سے تھے خصوصاً اچھو تحقیق فقہ و حدیث اور دریافت علوم کلام و معقول میں یدِ طولیٰ حاصل تھا اور تحریر عبارت عربی میں ایسی طرز خاص رکھتے تھے کہ کئی ایک جزو ایک وضع پر مسجع و مقفی لکھ جاتے تھے۔

ہرات میں پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں آکر خاتمۃ المحققین احمد بن حجر ہیتمی مکی اور ابی الحسن بکری اور عبداللہ سندی اور قطب الدین مکی[1] سے علم پڑھا اور مشہورِ زمانہ ہو کر سن ہزار کے سرے پر درجۂ مجددیت کو پہنچے۔ آپ کے اعتراض امام مالک پر مسئلۂ ارسال میں اور امام شافعی اور ان کے اصحاب پر بعض مسائل میں نہ عصبیت اور ہوا کی راہ سے ہیں بلکہ بسبب وضوح ان ادلّہ کے ہیں جو اس کے برخلاف ہیں اور اس قسم کا اختلاف تمام قسم کے علماء متقدمین و متاخرین میں موجود ہے کچھ آپ پر ہی منحصر نہیں۔

تصنیفات آپ کی حسبِ ذیل ہے : تفسیر قرآن شریف، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، نور القاری شرح صحیح بخاری، شرح صحیح مسلم، حاشیہ تفسیر جلالین مسمی بہ جمالین (جس کی تصنیف سے واخر ماہ ذی الحجہ ۱۰۱۰ھ میں فراغت پائی)، شرح شفاء قاضی عیاض، جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی، شرح جامع الصغیر فی حدیث البشیر النذیر للسیوطی، حرز الثمین شرح حصن حصین، شرح اربعین نووی، شرح الدرۃ والجزریہ، شرح الشرح علی شرح نخبۃ الفکر، شرح فقہ اکبر، شرح شاطبیہ، شرح ثلاثیات البخاری، شرح موطا امام محمد، سند الانام شرح مسند الامام، شرح مناسک الحج، اثمار الجنیہ فی اسماء الحنفیہ، نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، تزئین العبادہ لتحسین الاشارہ، التدہین للتزئین (اس دو در باب مسئلہ اشارہ بہ سبابہ در تشہد، الحظ الاوفر فی الحج الاکبر، رسالہ فی العمامہ، رسالہ فی حب الھرۃ من الایمان

[1] ان کے حالات تکملہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

رسالہ فی العصار، رسالہ فی اربعین حدیثاً فی النکاح، رسالہ ثانی فی اربعین حدیثاً فی فضائل القرآن، رسالہ فی ترکیب لاالٰہ الا اللہ۔ رسالہ فی قراءۃ البسملۃ اول سورۃ البراءۃ، فرائد القلائد فی تخریج احادیث شرح العقائد، المصنوع فی معرفۃ الموضوع، کشف الحذر عن امر الخضر، ضوء المعانی شرح بدء الامالی، معدن العدنی فی فضائل اویس القرنی، رسالہ فی حکم سب الشیخین وغیرہما من الصحابۃ، رسالہ سم القوارض فی ذم الروافض، فتح باب العنایۃ فی شرح النقایہ، الاہتدار فی الاقتدار، احادیث القدسیہ والکلمات الانسیہ، اعراب القاری، تذکرۃ الموضوعات، تبعید العلماء عن تقریب الامراء، حزب الاعظم، حاشیہ مواہب لدنیہ، حاشیہ بدء الامالی، ہبات الہبات، الناموس فی تلخیص القاموس۔ رسالہ فی ان حج ابی بکر کان فی ذی الحجہ، رسالہ فی والدی المصطفٰے، رسالہ فی صلوٰۃ الجنازہ فی المسجد، رسالہ مشرب الوردی فی مذہب المہدی، بہجۃ الانسان فی منحۃ الحیوان، شرح عین العلم وغیر ذلک۔ وفات آپ کی مکہ میں ماہ شوال ۱۰۱۴ھ میں ہوئی۔ "محقق درست ایمان" تاریخ وفات ہے۔

سید صبغۃ اللہ بروجی

سید صبغۃ اللہ بروجی[1]: بڑے عالم فاضل، جامع علوم نقلیہ و عقلیہ تھے، قصبہ بروج میں جو گجرات کے شہروں میں سے ہے، پیدا ہوئے۔ علوم شیخ وجیہ الدین گجراتی سے اخذ کئے، چندے تدریس و ارشاد میں مشتغل رہ کر حرمین وغیرہ کو تشریف لے گئے جہاں سے واپس بروج میں آئے پھر مالوہ کو گئے اور چندے احمد نگر میں سلطان برہان الملک کے پاس اقامت کی پھر حرمین کے ارادہ سے بیجاپور میں پہنچے جہاں سلطان ابراہیم نے آپ کی بڑی خدمت کی اور آپ کے سفر کا اسباب تیار کر دیا اور آپ مدینہ منورہ میں داخل ہو کر جبل احد میں ساکن ہوئے جہاں آپ نے جواہر خمسہ کو معرب کیا جس پر آپ کے شاگرد شیخ احمد شناوی نے حاشیہ لکھا اور شیخ محمد عقیلہ المکی نے کتاب لسان الزمان میں آپ کے حالات نہایت عمدہ لکھے۔ وفات آپ کی مدینہ میں ۱۰۱۵ھ میں ہوئی۔ "شمع نور سعادت" تاریخ وفات ہے

اخوند ملا محمد کمال الدین[2]

اخوند ملا محمد کمال الدین برادر مولانا محمد جمال الدین: بڑے عالم فاضل، شیخ کامل، حلال دقائق، کشاف حقائق، جامع علوم نقلیہ و عقلیہ تھے جس طرح آپ کے بھائی کی جہت تقویٰ کی طرف

---

[1] صبغۃ اللہ بن روح اللہ بن جمال اللہ حسینی کاظمی، شیخ المشائخ طریقہ عشقیہ شطاریہ، بیضاوی پر حاشیہ لکھا [2] قاضی کمال بن محمد موسیٰ کاشمیری "نزہۃ الخواطر" (مرتب)

راجح تھی۔ اسی طرح آپ کو نسبت علمی غالب تھی اور باوجود اس کے آپ مجموعہ علم و عمل و زہد و تقویٰ تھے۔ مدت تک سیالکوٹ و لاہور میں مسندِ تدریس و تلقین پر متمکن رہ کر دور و نزدیک کے لوگوں کو علوم ظاہری و باطنی سے مستفیض فرماتے رہے چنانچہ شیخ احمد مجدد الف ثانی اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے علوم ظاہری آپ سے ہی حاصل کر کے کمالیت حاصل کی۔ وفات آپ کی ۱۰۰۱ھ میں شہر لاہور میں واقع ہوئی لیکن قبر آپ کی فی زمانہ مفقود الخبر ہے۔ "حدیقۂ فیض" تاریخ وفات ہے۔

شیخ نظام الدین تھانیسری

شیخ نظام الدین بن شیخ عبدالشکور عمری تھانیسری : جامع علوم ظاہری و باطنی، حاوی کمالات صوری و معنوی، واقفِ رموزِ شریعت و طریقت و معرفت و حقیقت، توکل و تسلیم میں ثابت قدم، راسخ دم اور شیخ جلال الدین تھانیسری کے مرید و خلیفہ تھے، علوم غرائب ریمیا و کیمیا و سیمیا و لیمیا وغیرہ میں بھی آپ کو کامل مہارت حاصل تھی۔ تمام خزائن غیب اور دفائن لاریب آپ پر منکشف تھے، چونکہ آپ کا خرچ آمدنی سے زیادہ تھا اس لئے اکبر بادشاہ نے بقول آپ کے مدعیان کے آپ پر حسد لیجا کر دو دفعہ آپ کو ہندوستان سے جلا وطن کیا۔ پہلی دفعہ تو آپ حرمین شریفین کی زیارت کو گئے اور بعد ادائے حج اور زیارت روضہ رسول مقبول کے پھر ہندوستان میں واپس تشریف لائے، جب خطہ برہان پور میں پہنچے تو شیخ علیے سندھی نے مع اپنے اصحاب کے پابرہنہ آپ کا استقبال کیا اور آپ سے استفادہ و استفاضہ کیا۔ جب دوسری مرتبہ اکبر شاہ نے آپ کو ہند سے جلا وطن کیا تو آپ ماوراء النہر کی طرف تشریف لے گئے اور چونکہ آپ کو کمال تسلیم و رضا مدِ نظر تھا اس لئے آپ کچھ بھی والی ہند سے منغض نہ ہوئے۔ جب بلخ میں پہنچے تو مدعیان ناہنجار اس جگہ بھی جمع ہوئے اور آپ کی ایذار کے درپے ہو کر والی بلخ کو بھی آپ پر برانگیختہ کیا۔ جب آپ تنگ آئے تو آپ نے جناب رسالت مآب سے پناہ چاہی۔ اس پر حضرت رسالت پناہی نے خواب میں خلیفہ پر ظاہر ہو کر فرمایا کہ نظام الدین دوستان خدا اور رسول سے ہے اور والی ہندوستان نے جہالت سے ان کو اپنے ملک سے جلا وطن کیا ہے، تجھ کو چاہیے کہ ان کا آنا غنیمت سمجھے اور ان کے حلقہ ارادت میں اپنے آپ کو داخل کرے ورنہ اگر تو ان کی ایذار کے درپے ہوا تو تیری سلطنت بالکل برباد ہو جائے گی پس والی بلخ آپ کا مرید ہوا جس سے آپ کا سلسلہ اس ملک میں بڑا شائع ہوا۔ آپ نے تصنیفات بھی بہت کی چنانچہ شرح سوانح امام غزالی اور شرح لمعات قدیم و جدید اور تفسیر نظامی اور رسالہ حقیقت اور رسالہ تمجید وغیرہ آپ کی تصنیفات سے مشہور و معروف ہیں، وفات آپ کی ۱۰۲۴ھ میں ہوئی اور مزار آپ کا بلخ میں زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ "جامع

فضل" تاریخِ وفات ہے۔

ابوبکر طرابلسی

ابوبکر طرابلسی : شام کے ملک میں قاریوں کے شیخ اور عالمِ فنونِ کثیرہ، متدین قانع گوشہ نشین تھے۔ دمشق میں دروازہ شاغور کے اندر امامت مسجد سیاغوشیہ کی آپ کو تفویض تھی تمام قراتیں ابراہیم بن محمد عمادی المعروف بہ ابن کسائی سے اخذ کیں اور دیگر علوم وہاں کے علماء و فضلاء سے پڑھے اور ماہ شعبان ۱۰۲۶ھ میں وفات پائی اور باب الصغیر میں دفن کیے گئے "رافع رایتِ دین" تاریخِ وفات ہے۔

خواجہ جوہرنات

خواجہ جوہرنات کاشمیری : عالم فاضل، محدثِ کامل، جامع علوم نقلیہ وعقلیہ تھے۔ اکثر علوم مدرسہ سلطان قطب الدین سے جو متصل مسجد صراف کدل کے کنارہ مشرقی دریائے مادر پر واقع تھا، حاصل کرکے اخیر عمر میں حرمین محترمین کو تشریف لے گئے اور بعد ادائے حج کے تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور مکہ معظمہ کے علمائے اکابر اور محدثین اجلہ سے حدیث کی اجازت حاصل کی اور ملّا علی قاری سے ملاقات کی اور شیخ ابن حجر مکی کی صحبت حاصل کرکے ان سے حدیث کی اجازت لبسند معنعن حاصل کی اور جب کاشمیر میں معاودت فرمائی تو گوشہ انزوا اختیار کرکے عبادت میں مشغول ہوئے اور واسطے قوت حلال کے پیشہ پشم کاتنے کا اختیار کیا۔

تدریس علوم دینیہ بھی کرتے تھے، آپ کے شاگردوں میں سے خواجہ محمد ٹوپگیہ و محشی شرح ملّا ہیں جو اکثر علوم میں مستعد تھے اور صرف ونحو کی تدریس میں بڑا شغل رکھتے تھے چنانچہ اکثر اہل علم نے ان سے ان دو علوم کو حاصل کیا ہے۔ وفات آپ کی واقعہ وبائے عام ۱۰۲۶ھ میں ہوئی اور مقبرہ حضرت ملّا اخوند حسین خبازہ کے شرقی جانب دفن کیے گئے۔ "محدثِ حق نیوش" تاریخِ وفات ہے۔

ابوبکر بن شعیب

ابوبکر بن شعیب بن عدی صالحی خادم مزار قطب ربانی : تقی الدین لقب تھا، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، خطیبِ بارع، شاعر جید تھے، دمشق میں سکونت اختیار کی اور ہمیشہ درویشیہ میں خطیب رہے یہاں تک کہ اخیر میں آپ کو ضعفِ بصر ہوگیا، شعر رائق آپ سے یادگار ہیں۔ وفات آپ کی ماہ ذلیقعدہ ۱۰۲۷ھ میں ہوئی اور صالحیہ میں دفن کیے گئے۔

مولانا شیخ احمد شوربانی

مولانا شیخ احمد شوربانی : خطۂ پنجاب کے علمائے عظما اور اتقیائے کبار میں سے جامع علوم ظاہری و باطنی تھے اور قصبہ قصور میں سکونت رکھتے تھے۔ آپ ہی نے قوم خویشگیاں و افغاناں شوربان میں علم ظاہری و باطنی کو جمع کیا۔ آپ بڑے متعبد و زاہد تھے۔ ظاہری علم کا یہ مبلغ تھا کہ علمائے لاہور و ملتان وغیرہ سے جو مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا وہ آپ فوراً حل کر دیتے تھے۔ شیخ عبد اللطیف برہانپوری کہتے ہیں کہ میں نے اپنی تمام عمر میں علمائے ظاہر و باطن میں سے دو شخصوں کو ایسا دیکھا ہے کہ اور کسی کو نہیں دیکھا ایک شیخ عبد الوہاب سرصبعی، دوسرے شیخ احمد شوربانی بلکہ جو شخص قصور سے ان کے پاس برہانپور میں جاتا اس کو یہ کہہ کر (کہ تیرے پاس شیخ احمد شوربانی دریائے شریعت و طریقت جاری ہیں تو یہاں کیوں تشنہ کام آیا ہے) واپس کر دیتے۔ آپ شیخ احمد مجدد الف ثانی و شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور شیخ عیسےٰ سندھی برہانپوری کے معاصرین میں سے تھے اور یہ تینوں آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ آپ کو تصانیف سے بڑا احتراز تھا اور فرماتے تھے کہ ہم کو متقدمین کی تصانیف و توالیف کافی ہیں ہم کیوں اپنی اوقات کو ضائع کریں اس لئے آپ نے تمام عمر میں صرف ایک کتاب سوالات احمدی رد ملاحدہ و زنادقہ میں تصنیف کی اور ۱۰۳۰ھ میں وفات پائی۔ "رشحاتِ الطاف" تاریخِ وفات ہے۔

محمد عاشق بن عمر

محمد عاشق بن عمر : بڑے عالم فاضل، محدث فقیہ تھے اور شیخ عبد اللہ انصاری المعروف بہ مخدوم الملک بن شمس الدین سے حدیث کی روایت رکھتے تھے۔ آپ نے شمائل ترمذی کی ایک نہایت عمدہ شرح تصنیف کی اور ۱۰۳۲ھ میں وفات پائی۔ "نکتہ رس نامور" تاریخِ وفات ہے۔

مجدد الفِ ثانی

شیخ احمد بن عبد الاحد بن زین العابدین فاروقی مجدد الف ثانی سرہندی : ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرۂ نسب اٹھائیس[1] واسطوں سے حضرت عمر فاروق خلیفۂ ثانی تک منتہی ہوتا ہے۔ آپ فقیہ فاضل، محدث کامل، جامع کمالات ظاہری و باطنی، قطب الاقطاب، زبدۃ المقربین،

---

[1] معارف خیر میں بتیس واسطوں کا ذکر ہے۔ (مرتب)

مظہر تجلیات النبی ۔ وارث کمالات حضرت رسالت پناہی ، مصدر خوارق و کرامت ، عامل سنت و جماعت دافع بدعت وضلالت تھے ۔ پہلے قرآن کو حفظ کیا پھر اپنے باپ سے علوم و فنون حاصل کئے ، بعد ازاں سیالکوٹ میں جاکر محقق کمال الدین کاشمیری سے بعض معقولات نہایت تحقیق کے ساتھ پڑھی اور حدیث کو شیخ یعقوب محدث کاشمیری سے اخذ کیا اور حرمین شریفین میں تشریف لے جاکر کبار محدثین سے صحبت کی اور ان سے حدیث کی سند کی اور حدیث مسلسل بالرحمہ کی ایک واسطے کے ساتھ شیخ عبدالرحمن بن فہد محدث کبیر سے سند حاصل کی اور نیز کتب تفسیر اور صحاح ستہ اور تمام مقرورات کی ان سے اجازت لی اور حدیث مسلسل بالاولیۃ کو قاضی بہلول بدخشانی سے روایت کیا اور سترہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہو کہ تدریس میں مشغول ہوئے اور رسائل لطیف عربی و فارسی میں لطیف کئے ۔ طریقت میں پہلے اپنے والد ماجد سے ہر چہار سلسلہ کی اجازت حاصل کی ، پھر ۱۰۰۸ھ میں دہلی میں تشریف لائے اور خواجہ محمد باقی کی ملاقات کر کے ان کی بیعت کی ۔ ان ایام میں خواجہ محمد باقی نے اپنے دوستوں میں سے ایک کو کہا کہ شیخ احمد نام ایک مرد سرہند سے کثیر العلم اور قوی العمل آیا ہے اور چند روز اس نے فقیر کے ساتھ نشست برخاست کی ہے ۔ اس عرصہ میں بہت سی عجائب و غرائب حالات اس کے دیکھے گئے ہیں ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک آفتاب ہوگا جس سے جہان روشن ہوگا اور نیز یہ فرمایا کہ شیخ احمد ایک سورج ہے جس کے سایہ میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے دنوں میں آپ کی شہرت دور و نزدیک مشہور ہوئی اور آپ کا آستان فیض نشان مجمع اصحاب کمال ہوا اور علماء و فضلاء اور اکابر و مشائخ زمانہ اور امراء اور رؤسا ترک و تاجیک سے آپ کے حضور میں مشرف ہوئے حتی کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی جو ابتداء حال میں آپ کے حق میں بدظن تھے ، آخر میں آپ کی کمالیت اور جلالت کے معتقد ہو گئے اور مولانا سیالکوٹی نے آپ کو پہلے پہل مجدد الف ثانی کا خطاب دیا ۔

شیخ عبدالحق اخبار الاخیار کے خاتمہ میں لکھتے ہیں کہ جو نزاع ہزار سال سے درمیان علمائے اسلام اور صوفیہ کرام کے چلی آتی تھی وہ آپ نے اٹھا دی اور مورد حدیث صلہ کے ہوئے چنانچہ حضرات القدس میں لکھا ہے کہ علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں جو یہ حدیث روایت کی ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی امتی رجل یقال لہ صلۃ یدخل الجنۃ بشفاعتہ کذا وکذا ۔ اس سے حضرت شیخ احمد کے وجود باجود کی طرف اشارت معلوم ہوتی ہے بلکہ آپ نے خود اپنے حق میں لکھا ہے کہ الحمد للہ الذی جعلنی صلۃ بین البحرین ۔

آپ کے خوارق وکرامات جو کتب مقامات میں مروی ہوئے ہیں سات سو تک ہیں انتہیٰ
آپ نے اپنے مکتوبات کی جلد دوم کے مکتوب ۵۵ صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸ میں امامِ اعظم ابوحنیفہ اور ان کے
مذہب کو دیگر ائمہ کے مذہب پر بڑی ترجیح دی ہے جس کی نقل حدیقۂ اول میں گزر چکی ہے، آپ
کی تصنیفات سے مکتوبات تین جلدوں میں اور رسالہ تہلیلیہ اور رسالہ اثبات النبوہ اور رسالۃ المبدٔ
والمعاد اور رسالہ مکاشفات الغیبیہ اور رسالہ آداب المریدین اور رسالہ معارف اللدنیہ اور رسالہ ردّ الشیعہ
اور تعلیقات العوارف یادگار ہیں۔ وفات آپ کی تریسٹھ سال کی عمر میں منگل کی صبح سلخ ماہ صفر ۱۰۳۴ھ[۱]
میں ہوئی اور قبر آپ کی سرہند میں زیارت گاہ ہے۔

ملّا عبدالسلام لاہوری

ملّا عبدالسلام لاہوری : عالمِ اجل، فاضلِ اکمل، فقیہِ جید، مفسرِ متقن تھے۔ علوم
ملّا فتح اللہ شیرازی صاحب تفسیر متوفی ۹۹۷ھ سے حاصل کئے اور آپ سے ملّا عبدالسلام دیوہ نے
تلمذ کیا۔ تفسیر بیضاوی کے نہایت برجستہ حواشی تصنیف کئے[۲] اور ۱۰۳۷ھ میں وفات پائی "مشہورِ تکوین"
تاریخِ وفات ہے۔

عبدالقادر بن شیخ عبداللہ العیدروس

عبدالقادر بن شیخ عبداللہ عیدروس یمنی حضرموتی ہندی : ابوبکر کنیت محی الدین لقب
تھا، پنجشنبہ کے روز ۲۰ ماہ ربیع الاول ۹۷۸ھ کو شہر احمد آباد واقع ہندوستان میں پیدا ہوئے
اور اپنے ملک کے علماء و فضلاء دور دراز سے مختلف علوم و فنون حاصل کرکے متفق علیہ عالم و فاضل
ہوئے اور جو علوم عجیبہ و فنون غریبہ آپ کو مختلف مشائخ سے حاصل ہوئے ان کو بذریعہ تصنیف و
تالیف کے نشر کیا اور کثرت سے تصنیفات کیں جن میں سے الفتوحات القدسیہ فی الخرقۃ العیدروسیہ،
الحدائق الخضرۃ فی سیرۃ النبی واصحابہ العشرہ، المنتخب المصطفیٰ فی مولد المصطفیٰ، الدر الثمین فی بیان المہم
من الدین، اتحاف الحضرۃ العزیزہ بعیون السیر الوجیزہ، المنہاج الی معرفۃ المعراج، الانموذج اللطیف
فی اہل بدر الشریف، اسباب النجاۃ والنجاح فی اذکار المساء والصباح، الحواشی الرشیقۃ علی العروۃ
الوثیقۃ، منح الباری بختم البخاری، تعریف الاحیاء لفضائل الاحیاء، عقد اللآل بفضائل الآل، بغیۃ
المستفید لشرح تحفۃ المرید، النفحۃ العنبریۃ فی شرح التبیین العذبیۃ، غایۃ القرب فی شرح نہایۃ الطلب،
اتحاف اخوان الصفا بشرح تحفۃ الظرفاء، صدق الوفاء بحق الاخاء، النور السافر فی اخبار القرن العاشر[۳]

---

[۱] ۱۰۳۴ھ (مقامات خیر) [۲] حاشیہ بیضاوی مسمٰی بہ تفسیر مرادین کا قلمی نسخہ رامپور میں موجود ہے۔ آپ نے لاہور میں ۵۰ سال درس دیا، اپنے زمانے میں ان کے درس کی کثرت
کی نظیر نہیں ملتی ۹۰ سال (بادشاہ نامہ) یا ۹۰ سال (مآثر الکرام) کی عمر پائی۔ (مرتب) [۳] عبدالقادر بن شیخ بن شیخ عبداللہ العیدروس۔ (النور السافر) (مرتب)

وغیر ذلک مشہور و معروف ہیں[1] وفات آپ کی احمد آباد میں ۱۰۳۸ھ میں ہوئی۔ "شریعت پناہ" تاریخ وفات ہے۔

سید سعد اللہ سلونی

سید سعد اللہ سلونی سبط شیخ پیر محمد سلونی : عالمِ اجل، فاضلِ اکمل، جامع اصنافِ علوم تھے قصبۂ سلون متعلقہ الہ آباد میں پیدا ہوئے، صغر سنی میں اکتسابِ علوم میں مشغول ہو کر تھوڑی مدت میں مسافتِ تحصیل کی طے کرلی اور مسندِ تدریس و تالیف پر جلوس فرما ہوئے، پھر حج کو تشریف لے گئے اور مکہ معظمہ میں کچھ مدت اقامت اختیار کی جہاں کے بہت لوگوں نے آپ سے تلمذ کیا جن میں سے شیخ عبد اللہ بصری مکی صاحب ضیاء الساری شرح صحیح بخاری ہیں، پھر ہندوستان کو معاودت فرما کر مرجعِ انام ہوئے اور ۱۰۳۸ھ میں وفات پائی، "فخرِ محفل" تاریخِ وفات ہے۔

ملا عصمۃ اللہ سہارنپوری

ملا عصمۃ اللہ سہارنپوری : مشاہیر علماء دین سے عالم فاضل، فقیہ متبحر تھے اپنی تمام عمر کو خدمتِ علم اور تدریس میں صرف کیا، اخیر کو آنکھوں سے نابینا ہو گئے، تصانیف بھی مفید کیں جن میں سے حاشیہ شرح ملا جامی ہے۔ وفات آپ کی ۱۰۳۹ھ میں ہوئی۔ "دفترِ دانش" تاریخِ وفات ہے۔

عزمی زادہ

مصطفٰے بن محمد المشہور بہ عزمی زادہ : ملک روم میں علمائے متاخرین میں سے بڑے مشہور علامہ و فاضل اور سب سے تقریر و تحریر میں بڑے لائق و قابل ہوئے ہیں۔ آپ کی مشہور تصنیفات سے کتاب درر و غرر اور ابن ملک کی شرح منار پر حاشیہ ہے۔ وفات آپ کی تقریباً ۱۰۴۰ھ میں ہوئی۔ "افضل الزماں" تاریخِ وفات ہے۔

ابو الیمن بن عبد الرحمٰن

ابو الیمن بن عبد الرحمٰن بن محمد بتروني حلبی : فقیہِ فاضل، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ متواضع حسن الخلق، جواد تھے، علوم اپنے زمانہ کے علماء سے حاصل کئے اور مدرسہ عادلیہ میں مدت تک مدرس رہے جب آپ کے بھائی ابی الجواد فوت ہوئے تو آپ حلب کے مفتی حنفیہ مقرر ہوئے اور مدت تک افتاء

---

[1] نیز آیۃ الکرسی کی تفسیر الفتح القدسی کے نام سے لکھی جس کا قلمی نسخہ بہار لائبریری کلکتہ میں موجود ہے۔ آپ شافعی المذہب تھے۔ (مرتب)

کے کام پر رہے، ۱۰۳۱ھ میں حج کر کے دمشق میں آئے جہاں آپ کی بڑی تعظیم و تکریم ہوئی، شعر آپ کے مقبولِ انام تھے۔ اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔

شیخ ابراہیم احسائی

شیخ ابراہیم بن حسن الاحسائی : اکابر علماء ائمہ میں سے فقیہ نحوی، جامع علوم کثیرہ، محلی بالقناعہ، متخلی للطاعہ تھے، علوم اپنے شہر کے شیوخ سے حاصل کئے اور مکہ معظمہ میں مفتی عبدالرحمٰن بن عیسٰے مرشدی سے اخذ کیا اور اجازت حاصل کی جس میں انہوں نے آپ کے تبحر فی العلوم پر بڑا زور دیا جب شہر احساء میں آئے تو عارف باللہ شیخ تاج الدین ہندی سے طریقہ تصوف اخذ کیا اور آپ سے امیر یحیٰے بن علی پاشا حاکم احساء نے اخذ کیا، وہ آپ کی بڑی تعریف کرتا تھا اور آپ سے اخبار عجیبہ بیان کرتا تھا۔ تالیفات آپ نے کثرت سے کیں جن میں سے شرح نظم الاجرومیہ عمریطی اور رسالہ دفع الاسلی فی اذکار الصبح والمساء اور اس کی شرح وغیرہ مشہور ہیں۔ علاوہ ان کے اشعار کثیرہ بھی آپ سے یادگار ہیں، وفات آپ کی ۷ شوال ۱۰۴۸ھ کو شہر احساء میں ہوئی "قبلۂ فضلاء" تاریخ وفات ہے۔

مخدوم شیخ عبدالرشید

مخدوم شیخ عبدالرشید بن شیخ مصطفٰے عبدالحمید عثمان : پہلا نام آپ کا محمد رشید تھا اور اسی کو دوست رکھتے تھے اور مراسلات و مکاتبات میں لکھتے تھے، لقب آپ کا شمس الدین تھا مشاہیر علماء وقت اور اکابر مشائخ زمانہ سے تھے، بعد تحصیل علوم اصولیہ و فروعیہ کے درس و تدریس میں مشغول رہے، پھر جاذبہ حقیقی سے اپنے والد ماجد کے مرید ہو کر تمام تعلقات کو ترک کر دیا، اکثر کتب حقائق و معارف کو مطالعہ کرتے اور کتب عربی سے بڑا ذوق رکھتے تھے۔ شیخ محی الدین کی کتاب اسرار المخلوقات کی عمدہ شرح تصنیف کی اور مناظرہ میں کتاب رشیدیہ و زاد السالکین اور مقصود الطالبین اور دیوان اشعار تصنیف فرمائے۔ وفات آپ کی ۱۰۸۳ھ میں ہوئی "خواجۂ گیتی" تاریخ وفات ہے۔

مولانا حیدر تیلو

مولانا حیدر تیلو بن خواجہ فیروز کاشمیری : بڑے عالم فاضل، فقیہ محدث، صاحب ورع و اتقاء و متبع سنت تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر کے عبادت الٰہی اور ادائے سنن نبوی میں مشغول ہوئے، پہلے بابا نصیب سے علوم پڑھے پھر مولانا جوہر نات سے استفادہ کیا، چونکہ ہنوز تکمیل کو نہ پہنچے تھے کہ آپ کے والد ماجد فوت ہو گئے اس لئے آپ کاشمیر سے دہلی میں آئے اور

قدوۃ المتاخرین شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے ظاہری علوم فقہ وحدیث وتفسیر وغیرہ کی تکمیل کی اور صاحبِ فتوٰے وعالمِ بے نظیر ہو کر کاشمیر کو واپس تشریف لے گئے، ان ایام میں والئ کشمیر نے تین دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کاشمیر کی قضا کے لئے آپ کو کہا مگر آپ نے قبول نہ کیا، جب تقاضا شدید عمل میں آیا تو آپ شبا شب کاشمیر سے دوسرے مقام میں چلے گئے جب اور شخص منصبِ قضا پر مقرر ہو گیا تو پھر آپ کاشمیر میں واپس آئے۔ وفات آپ کی ۱۰۷۰ھ میں ہوئی اور تاریخِ وفات "خیرالورٰی" ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ ترک الدہلوی بخاری : ابوالمجد کنیت تھی، آپ کے آباء واجداد اصل میں بخارا کے رہنے والے تھے جو دہلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے جہاں آپ ماہِ محرم ۹۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے فقیہ محقق، محدث، مدقق، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، مؤرخِ اضبط، فخرِ ہندوستان، جامع علوم ظاہری وباطنی، مستندِ موافق ومخالف تھے، آپ ہی ہیں جنہوں نے پہلے پہل حدیث کا علم عرب سے لاکر اس سے ہندوستان کو منور کیا اور اپنی تصنیفات سے علمِ حدیث کو ہند کے ہر ایک خطہ وقطعہ میں پھیلایا۔ آپ کی فضیلت اور تنقید حدیث میں کوئی موافق ومخالف شک نہیں کرسکتا مگر وہ جس کو اللہ انصاف سے اندھا کردے یا تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ لے اعاذنا اللہ منہا۔

مآثرالکرام تاریخ بلگرام میں لکھا ہے کہ آپ نے مبادی شعور سے طاعت حق اور طلبِ علم میں کمرِ ہمت باندھ کر قریب بلوغت کے اکثر علومِ دینیہ کی تحصیل کی اور بائیس سال کی عمر میں فضیلت و کمالیت سے فارغ ہو کر اور قرآن شریف کو یاد کر کے مسندِ افادت پر اجلاس فرمایا اور عین عنفوانِ شباب میں ایسا جاذبۂ الٰہی پہنچا کہ دفعۃً یار ودیار سے دل اٹھا کر حرمین شریفین کو متوجہ ہوئے اور مدت تک وہاں قیام کر کے وہاں کے اولیائے کبار اور اقطابِ زماں خصوصاً شیخ عبدالوہاب متقی خلیفہ حضرت شیخ علی متقی سے صحبت اختیار کر کے فنِ حدیث کی تکمیل کی اور ودائع ارجمند اور رخصت ارشادِ طالباں میں اختصاص حاصل کر کے مع برکات فراواں وطنِ مالوف میں مراجعت کی اور باون سال کی عمر میں ظاہر وباطن کی جمعیت سے مکنت حاصل کر کے تکمیل فرزنداں وطالباں میں مشغول ہوئے اور نشرِ علوم خصوصاً علم شریف حدیث میں ایسی طرز سے جو ولایت عجم میں کسی کو علمائے متقدمین ومتاخرین سے حاصل نہ ہوا تھا ممتاز ومستثنیٰ ہوئے اور فنونِ علیہ خصوصاً فنِ حدیث میں کتبِ معتبرہ تصنیف کیں جن پر علمائے زمانہ فخر کرتے اور ان کو اپنا دستور العمل جانتے ہیں اور اہلِ دانش خواص وعوام جان سے ان کے خریدار ہیں نسبت آپ کی صغیر وکبیر سو مجلد ہے اور بحسب شمار ابیات کے ۵ لاکھ تک پہنچتی ہے۔ انتہیٰ۔

آپ نے خاتمۂ اخبار الاخیار میں اپنا حال اس طرح پر لکھا ہے کہ میں تین چار سال کا لڑکا تھا کہ والد ماجد نے اہل حقیقت کی باتیں اس فقیر کے کام جان میں ڈالیں اور تربیت باطنی کو ضمیمۂ شفقت ظاہری کا کیا اور ان باتوں میں سے مجھ کو بعض مع خصوصیات وقت کے اب تک خزانۂ خیال میں یاد ہیں جو غرابت سے خالی نہیں اور عجیب تر یہ ہے کہ فقیر کو حالت چھڑانے اپنے دودھ کی جب کہ دو اڑھائی سال کی عمر تھی ایسی یاد ہے کہ گویا کل کی بات ہے۔ والد ماجد قرآن مجید سبق سبق لکھتے تھے اور میں پڑھتا تھا یہاں تک کہ دو تین مہینے میں تمام قرآن میں نے پڑھ لیا اور ایک مہینے میں قدرت کتابت اور سلیقۂ انشا کا حاصل ہو گیا۔ کتب نظم و اشعار سے شاید چند جز بوستاں و گلستاں و دیوان حافظ کے پڑھائے، بعد ختم قرآن کے میزان یاد کرائی اور مصباح و کافیہ پڑھایا۔ شاید کوئی جز لب اور ارشاد سے بھی مطالعہ کرایا۔ بارہ سال کا تھا کہ شرح شمسیہ اور شرح عقائد پڑھتا تھا اور پندرھویں سال میں مختصر و مطول پڑھی، بعد ازاں قرآن شریف کو یاد کیا اور اسی قیاس پر باقی کتب پر عبور کیا، سات آٹھ سال تک فقہائے ماوراء النہر کے درس میں رہا اور وہ کہتے تھے کہ ہم نے تجھ سے فائدہ اٹھایا ہے اور ہم کو تجھ پر کوئی احسان نہیں، لڑکپن سے میں نہیں جانتا کہ کھیل کیا ہوتا ہے اور خواب و آرام و آسائش کیا چیز ہے، شوق تحصیل علم سے ہرگز طعام وقت پر نہیں کھایا اور نیند موقع پر نہیں کی، جاڑے اور گرمی میں مدرسۂ دہلی میں جو دو میل کی مسافت پر تھا، جایا کرتا تھا اور چراغ کی روشنی میں ایک جز لکھتا تھا اور باوجود تقسیم اوقات کے مطالعۂ کتب و بحث میں شروح و حواشی سے جو جو دکھائی دیتا تھا قید کتابت میں لانا اس کا ضروریات سے ہوتا تھا، کئی دفعہ عمامہ اور سر کے بالوں کو آگ لگ گئی اور مجھ کو اس وقت خبر ہوئی جب اس کی حرارت دماغ کو پہنچی باوجود اس کے کثرت صلوٰۃ و اوراد و شب خیزی اور مناجات میں بھی طفولیت میں ایسی جد و جہد عمل میں آتی تھی جو آدمی حیران تھے، اب تک تعلیم و افادہ معاذ اللہ بلکہ تعلیم و استفادہ کے ساتھ بسر کر رہا ہوں حضور اور جمعیت میری اختلاط مخلوقات پر موقوف نہیں اور زید و عمر کے ذکر سے بھی جو تراکیب نحو میں مذکور ہوتا ہے، ملال ہے اور بموجب وصیت باپ کے کہ خبردار خشک ملانہ ہو جیو ہمیشہ عشق اور محبت سے دم مارتا ہوں، خداوند کریم نے اپنی طرف مجھ کو بلایا اور اپنے گھر کی طرف کھینچا اور جو کچھ انعام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے پایا ہے بیان نہیں کر سکتا، طریقت میں مرید سید موسےٰ کا ہوں جو حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں سے ہیں اور طریقۂ قادریہ رکھتا ہوں۔ انتہیٰ۔

ابتدا میں آپ کو جناب شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے کچھ مخالفت تھی لیکن اخیر عمر

میں ان خیالات سے رجوع فرماکر صفائی حاصل کرلی، آپ کی اشہر تصنیفات سے لمعات شرح مشکوٰۃ عربی میں، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ فارسی میں، شرح سفر السعادت، شرح فتوح الغیب، مدارج النبوۃ، شرح اسمار الرجال بخاری، اخبار الاخیار، جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب، زبدۃ الآثار، جامع البرکات، مرج البحرین، زاد المتقین، فتح المنان فی مناقب النعمان، تاریخ، رسالہ ماثبت بالسنہ، حلیہ حلیہ سید المرسلین، اور چہل رسالہ وغیرہ ہیں اور کتب فقہ حنفیہ پر اطلاع وعبور آپ کو یہاں تک ہے کہ بیان نہیں ہوسکتا تصنیفات آپ کی ہندوستان میں مقبول خاص وعام اور شہرت تمام رکھتی ہے اور تمام مفید ومحققانہ ہے۔

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ایک قصیدہ ساٹھ ابیات کا کہا ہے اور مدینہ منورہ میں پہنچ کر آنحضرت کی حضور میں اس کو پڑھا جس کی اول بیت یہ ہے ؎

بیا اے دل دمے از ہستی خود ترکِ دعویٰ کن ۔۔۔ میفگن چشم بر صورت نظر در عین معنے کن

وفات آپ کی ۱۰۵۲ھ میں ہوئی۔ تاریخِ ولادت آپ کی "توشیخ اولیار" اور تاریخ رحلت "فخر العلمار" اور "فخر العالم" ہیں۔ مقبرہ آپ کا قطب صاحب واقع دہلی میں حوض شمسی کے کنارہ پر واقع ہے۔ کاتب حروف نے بھی آپ کے مرقد شریف کی زیارت سے فیضیابی حاصل کی اور کشش عجیب اور دلبستگی غریب اس مقام میں معلوم کی ہے۔

شیخ محب اللہ اکبر آبادی[1]

شیخ محب اللہ اکبر آبادی : عالم فاضل، وحید العصر، فرید الدہر، باخدا اور معمر شخص تھے، آپ کی توجہ بیماروں پر نہایت مؤثر ہوتی تھی۔ تصانیف بھی آپ نے کثرت سے کی جس میں سے شرح کتاب فصوص الحکم اشہر اور نہایت عمدہ ہے۔ وفات آپ کی ۱۰۵۸ھ میں ہوئی اور اکبر آباد[2] میں مدفون ہوئے۔

خواجہ بہاری

خواجہ بہاری : عالمِ علوم فقہ وحدیث وتفسیر اور واقفِ اسرارِ حقانی تھے۔ اوائل میں اپنے شہر حاجی پور سے نکل کر واسطے تحصیل علوم کے قصبہ کودہ پور میں آئے اور شیخ جمال الاولیار سے عرصہ تک پڑھتے رہے، پھر لاہور میں آکر ملا محمد فاضل لاہوری سے فضیلت کی دستار باندھی اور انہی کے گھر میں سکونت اختیار کی۔ آخر کو حضرت میاں میر کے مرید ہوکر ان کے اعظم خلفار میں سے ہوئے۔ وفات آپ کی ۱۰۶۰ھ میں ہوئی اور لاہور میں دفن کئے گئے۔ "معدنِ فیوض" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] الہ آبادی [2] الہ آباد میں، نزہت الخواطر انکی سوانح اردو میں طبع ہو چکی ہے (مرتب)

قاضی محمد اسلم

قاضی محمد اسلم[1] والد میر زاہد : عالمِ اجل، فقیہِ اکمل، جامعِ علومِ عقلیہ و نقلیہ تھے، ہرات میں پیدا ہوئے اور طلبِ علم کی غرض سے لاہور میں تشریف لائے اور شیخ بہلول سے جو علمائے کبار میں سے لاہور میں تھے، علوم حاصل کئے، پھر آگرہ میں سلطان جہانگیر کے پاس تشریف لے گئے۔ چونکہ آپ مولانا کلاں محدث کے رشتہ داروں میں سے تھے جو بادشاہ کے استاد تھے اس لئے آپ کی بڑی عزت ہوئی اور کابل کی قضا آپ کے سپرد کی گئی جس کو آپ نے بڑی دیانتداری کی شہرت سے انجام دیا پھر آپ عسکر کے قاضی ہوئے۔ جب شاہ جہان تخت نشین ہوا تو اس نے علاوہ قضا کے ہزاری کا منصب بھی آپ کو دیا اور آپ تیس سال تک نہایت دیانت سے قضا پر مامور اور سلطانی عنایات کے مورد رہے یہاں تک کہ بادشاہ نے آپ کو میزان[2] میں تُلوایا اور ساڑھے چھ ہزار روپیہ آپ کو دیا۔ وفات آپ کی ۱۰۶۱ھ میں ہوئی اور لاہور میں[3] دفن کئے گئے۔ "فخرِ اقلیم" تاریخِ وفات ہے۔

مولانا محمود جونپوری

مولانا محمود[4] بن محمد فاروقی جونپوری : ہند کے علمائے کبار اور فقہائے نامدار میں سے فاضلِ اجل، عالمِ اکمل، ادیبِ اریب اور جونپور میں رہتے تھے۔ جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے جدِ امجد شاہ محمد اور استاذ الملک شیخ محمد فاضل[5] جونپوری سے حاصل کر کے سترہ سال کی عمر میں تحصیل سے فراغت پائی اور مسندِ تدریس و افادہ پر متمکن ہوئے۔ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ گیارہویں صدی کی ابتدا میں ہندوستان میں دو ہی مجدد ہوئے، ایک شیخ احمد سرہندی اور دوسرے آپ۔ کہتے ہیں کہ آپ سے تمام عمر میں ایسا کوئی قول صادر نہیں ہوا جس سے آپ نے رجوع کیا ہو۔ آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی آپ سے کچھ پوچھتا اگر آپ کی طبیعت حاضر ہوتی تو اس کا جواب دے دیتے ورنہ کہہ دیتے کہ میری طبیعت اس وقت حاضر نہیں ہے۔

کتاب شمسِ بازغہ آپ کی اشہر تصانیف سے ہے۔ یہ وہی کتاب ہے کہ جس پر جماہیر علماء و فضلاء کا اس امر میں اتفاق ہے کہ اس کے برابر آج تک علم حکمت میں کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ یہی کتاب ہے جس کے پڑھنے سے طالب علم کے سر پر فضیلت کی دستار باندھی جاتی ہے مصنف نے

---

[1] محمد فاضل بدخشی لاہوری کے شاگرد تھے [2] چاندی میں [3] سبحۃ المرجان میں مدفن لاہور اور مآثر الامراء میں کابل لکھا ہے۔
[4] ملا محمود بن شیخ محمد بن شاہ محمد فاروقی کی ولادت ۹۹۳ھ میں ہوئی [5] محمد افضل جونپوری۔ "نزہت الخواطر" (مرتب)

نے پہلے خود ہی ایک متن لکھا ہے اور پھر اس کی خود ہی شرح تصنیف کی ہے، اور اس کتاب پر بڑے بڑے فضلاء مثل ملا نظام الملۃ والدین و ملا محمد حسن و مولانا محمد یوسف و مولانا محمد عبد الحلیم وغیرہم نے حواشی لکھے ہیں، علاوہ اس کے کتاب الفوائد شرح الفوائد اور ایک رسالہ فارسی اقسامِ النسواں میں بھی آپ کی تصنیفات سے مشہور ہے۔ وفات آپ کی ۱۰۶۲ھ میں ہوئی اور آپ کی رحلت سے آپ کے استاذ شیخ محمد فاضل اس قدر غمگین ہوئے کہ چالیس روز تک انہوں نے تبسم نہ کیا اور ان سے ملحق ہو گئے۔ "فخرِ آفاق" تاریخِ وفات ہے۔

شیخ محمد فاضل جونپوری

شیخ محمد فاضل جونپوری : علوم نقلیات و عقلیات میں افضلِ فضلاءِ عصر اور اشملِ علماءِ دہر، حصور، تقی، حسن الخلق، سلیم المزاج تھے، تمام عمر مسندِ افادت و افاضت پر متکئی رہ کر تعلیم و تدریس میں مشغول رہے۔ جب آپ کے تلمیذِ رشید ملا محمود مذکور فوت ہوئے تو آپ بھی ان کے غم میں چالیس روز کے بعد ۱۰۶۲ھ میں فوت ہو گئے۔

ملا خداوندگار

آدم الانطاکی الرومی المعروف بہ ملا خداوندگار : جلال الدین رومی کے خلفاء میں سے عالم فاضل، عابد زاہد، جامع علومِ صوری اور معنوی، مشہور بہ استاذ تھے اور شہر انطاکیہ میں جو قرمان کے ملک میں ساحل بحرِ رومی پر واقع ہے، رہتے تھے، جب سوار ہوتے تھے تو آپ کی رکاب میں تقریباً ایک سو مرید وغیرہ ساتھ ہوتے تھے اور باوجود اس کے ہمیشہ عبادت و وعظ میں مشغول رہتے تھے اور مثنوی مولانا روم کو نہایت عمدہ طور سے حل کرتے تھے۔ ابتداء میں سخاوت میں بڑی افراط کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کا عطیہ سو دینار سے کم نہ ہوتا تھا، اخیر کو حج کے ارادہ سے ماہِ جمادی الاخریٰ ۷۳۱ھ کو قاہرہ میں آ کر بیمار ہو گئے اور وہیں ماہِ رمضان میں وفات پائی "منزلِ فیضِ الٰہی" تاریخِ وفات ہے۔

کاتب چلپی

مصطفیٰ بن عبد اللہ قسطنطنی المعروف بہ کاتب چلپی : قسطنطنیہ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پایا۔ بڑے عالمِ فاضل، مورخِ کامل، جامع معقول و منقول تھے، تمام عمر درس و تدریس میں مشغول رہے اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ کتاب کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ایسی عمدہ تصنیف فرمائی جو آج تک اپنا ثانی نہیں رکھتی جس میں تمام کتب مصنفہ قبل اسلام

آپ شیخ محمد فاضل بن محمد حمزہ بن محمد سلطان بن فرید الدین بن بہاؤ الدین عثمانی جونپوری، شیخ عثمان بردلی کی اولاد سے تھے، ولادت بردلی (اودھ) میں

اور بعد اسلام کے نام مع ان کے مصنفین کے حالات اور تاریخ وفیات کی صحت و تحقیق سے درج فرمائی
وفات آپ کی سنہ ۱۰۶۷ھ[1] میں ہوئی۔ "مورخ طبع سلیم" تاریخِ وفات ہے۔

مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی

مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی[2] : بڑے عالم فاضل فقیہ محدث، مفسر خصوصاً علم معقولات میں طاق، یگانۂ آفاق، محسودِ علمائے معقول ہندوستان اور صاحبِ تصانیفِ عالیہ تھے چنانچہ حاشیہ تفسیر بیضاوی اور حاشیہ کتاب مشہور و حاشیہ مقدمات تلویح و حاشیہ مطول و حاشیہ شریفیہ و حاشیہ شرح عقائد تفتازانی و حاشیہ عقائد دوانیہ و حاشیہ شرح شمسیہ و حاشیہ شرح مطالع و حاشیہ درۃ الثمینہ فی اثبات واجب تعالےٰ و ترجمہ فارسی غنیۃ الطالبین حضرت غوث الاعظم و حاشیہ عبد الغفور و حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمہ و حاشیہ خیالی، تکملہ عبد الغفور، حاشیہ قطبی و حواشی ہوامش شرح حکمۃ العین و حاشیہ مراح الارواح وغیرہ آپ کی کمالیت و فضیلت علمی پر شاہد ناطق اور برہانِ قاطع ہیں۔ علوم ظاہری آپ نے ملا کمال کاشمیری سے پڑھے اور فیوض باطنی اپنے زمانہ کے مشائخ سے حاصل کئے۔ آپ ہی ہیں جنھوں نے پہلے پہل شیخ احمد سرہندی کو مجدد الف ثانی کے خطاب سے یاد کیا اور شیخ احمد مجدد الف ثانی نے آپ کو آفتاب پنجاب کا لقب دیا۔ جہانگیر و شاہجہان کے دربار میں آپ کی بڑی عزت و توقیر تھی اور آپ شہزادگان کے استاد تھے چنانچہ شاہجہان بادشاہ نے آپ کو دو دفعہ میزان میں تلوایا اور ہر دفعہ چھ چھ ہزار روپیہ دیا۔ آپ کو سیالکوٹ میں سوا لاکھ روپیہ کی جاگیر ملی ہوئی تھی جو آپ کی اولاد کے پاس نسل بعد نسل موجود رہی اور آخیر کو گھٹتے گھٹتے اب سرکار انگلشیہ کے عہد میں بسبب انقطاع خاندان کے بالکل ضبط ہو گئی، بادشاہ کی اجازت سے آپ نے لاہور میں درس جاری کیا اور آپ کے لکھے ہوئے فتاوے پر کسی کو علمائے ہند و پنجاب میں سے جائے چون و چرا نہ ہوتی تھی، وفات آپ کی سنہ ۱۰۶۵ھ یا ۱۰۹۷ھ میں ہوئی، "شیخ محسن" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔ آپ کے خلف الرشید ملا عبد اللہ الملقب بہ لبیب بھی بڑے عالم فاضل، ماہر متبحر تھے چنانچہ عالمگیر بادشاہ ان کی بڑی عزت کرتا تھا اور کتاب تفریح بہ تلویح ان کی تالیفات سے یادگار ہے۔

حسن بن عمار

حسن[3] بن عمار المصری الشرنبلانی : ابو الاخلاص کنیت تھی، اعیان فقہاء اور اعلم فضلاء

---

[1] ولادت سنہ ۱۰۱۷ھ۔ ۲۲ سے زائد کتب تصنیف کیں۔
[2] ملا عبد الحکیم بن شمس الدین بقول بختاور خاں مورخ ۹۸۹ھ میں پیدا ہوئے اور بقول محمد صالح کنبوہ ۱۰۶۷ھ میں وفات پائی۔ (مرتب)
[3] ولادت سنہ ۹۹۴ھ (معجم المؤلفین) (مرتب)

میں آپ کے ساتھ حج کیا سو آپ کو اپنے جیران و غلمان کے حق میں جاتے آتے بڑا خلیق و شفیق پایا حالانکہ آدمی کے اخلاق سفر میں بدل جاتے ہیں۔

صاحب ردالمحتار بیان کرتے ہیں کہ آپ نے علاوہ بحرالرائق شرح کنزالدقائق اور اشباہ والنظائر کے فتح الغفار شرح المنار اور مختصر تحریر الاصول المسمی بہ لب الاصول اور تعلیقات ہدایہ باب بیوع سے اور حاشیہ جامع الفصولین اور فتاوی اور چالیس رسالے متفرق مسائل میں تصنیف کیے۔ آپ سے آپ کے بھائی شیخ عمر بن نجیم صاحب نہر اور محمد غزی صاحب تنویر الابصار نے اخذ کیا۔ وفات آپ کی بقول سید احمد حموی اور مصنف رسائل زینیہ ۸ ماہ رجب ۹۷۰ھ[1] میں ہوئی۔ "قمرِ خلق" تاریخِ وفات ہے۔

شیخ محمد سعید سرہندی

شیخ محمد سعید بن شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی : آپ کا لقب خازن الرحمہ تھا، بڑے محدث، فقیہ، عالم، فاضل، زاہد، عابد، صاحب کرامات تھے، علوم نقلیہ و رسمیہ اپنے والد ماجد مجدد الفِ ثانی سے حاصل کیے اور انہیں سے علمِ طریقت کو اخذ کیا اور مشکوٰۃ شریف پر حاشیہ لکھا اور ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔ "حوضِ نور" تاریخِ وفات ہے۔

ابو الوفاء

ابو الوفاء بن عمر بن عبدالوہاب عرضی : حلب کے علمائے اعیان سے فقیہ فاضل، عالم متبحر، متواضع، واعظ، مفتی حنفیہ تھے، اپنی تمام عمر درس و تدریس میں بسر کی اور ایک تاریخ موسومہ بہ معادن الذہب اعیان حلب کے تذکرہ میں تالیف کی اور کئی ایک رسالے تصنیف کیے، شعر بھی عمدہ کہتے تھے چنانچہ لامیۃ العجم کے مقابلہ میں ایک قصیدہ لامیۃ انشاد کیا۔ عیدِ اضحیٰ کے روز ۹۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور محرم ۱۰۷۱ھ کو وفات پائی۔ "خواجہ عالی مقدار" تاریخِ وفات ہے۔

مولانا عبدالکریم پشاوری

مولانا عبدالکریم بن مولانا درویزہ پشاوری : آپ کو اخوند کریم داد کے نام سے بھی پکارتے تھے، علوم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کیے یہاں تک کہ آپ محقق افغانستان کے خطاب سے مخاطب ہوئے، اخیر کو میر سید علی غوارل کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا اور صاحبِ شریعت و طریقت اور حقیقت ہوئے۔ کتاب مخزن الاسلام تصنیف کی، آپ ہر روز رات کو ایک جزو سفید کاغذ کا اپنے حجرہ میں لے جاتے تھے اور بغیر چراغ روشن کیے، تحریر فرما کر صبح اپنے یاروں کو دے دیتے تھے یہاں تک کہ کتاب مذکور اختتام کو پہنچی۔

---

[1] ولادت ۹۲۶ھ وفات ۹۷۰ھ "معجم المؤلفین" (مرتب)

میں سے مشہور زمانہ اور معتبر فی الفتاوے تھے، علم عبداللہ نحریری اور محمد محبی اور علی بن غانم مقدسی سے حاصل کیا اور آپ سے ایک جماعت مثل سید احمد حموی اور احمد عجمی اور اسمٰعیل نابلسی وغیرہم نے استفادہ کیا۔ بہت کتابیں تصنیف کیں جن میں سے شرح منظومہ ابن وہبان اور درر وغرر کے حواشی اور نور الایضاح فقہ میں اور اس کی شرح امداد الفتاح اور اس کا مختصر مراقی الفلاح وغیرہ رسائل ساٹھ سے زیادہ ہیں۔ وفات آپ کی ماہ رمضان ۱۰۶۹ھ میں ہوئی، "مجموعۂ رشادت" تاریخ وفات ہے، شرنبلانی بضم شین مع رامہملہ وسکون نون وضم بارموحدہ خلاف قیاس شرابلولہ کی طرف منسوب ہے جو مصر کے نواح میں تاجروں کے ایک شہر کا نام ہے۔

احمد شہاب بن محمد خفاجی

احمد شہاب بن محمد خفاجی مصری : فرید العصر وحید الدہر اپنے زمانہ میں بدر سمائے عالم اور نیر افق نثر و نظم فاضل متفق علیہ تھے۔ علوم عربیہ اپنے ماموں ابی بکر شنوانی سے پڑھے اور فقہ کو شیخ الاسلام رملی اور نور الدین علی زیادی اور خاتمۃ الحفاظ ابراہیم علقمی اور علی بن قائم مقدسی سے اخذ کیا پھر اپنے والد ماجد کے ساتھ حرمین شریفین میں آئے اور اس جگہ علی بن جار اللہ سے پڑھا پھر قسطنطنیہ کو ارتحال کیا۔ حواشی تفسیر بیضاوی آٹھ جلد میں، شرح شفاء چار جلد میں، شرح درۃ الغواص حریری، کتاب ریحانہ، رسائل اربعین، حاشیہ شرح فرائض، حواشی رضی، شفاء العلیل فی ما فی کلام العرب من الدخیل، دیوان الادب، طراز المجالس، رسالہ تفسیر آیت وغیرہ کتابیں تصنیف کیں اور ماہ رمضان ۱۰۶۹ھ میں وفات پائی، "فاضل محسن" آپ کی تاریخ وفات ہے، خفاجی خفاجہ کی طرف منسوب ہے جو بنی عام سے ایک قبیلہ کا نام ہے۔

شیخ زین العابدین

شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم مصری : علامہ محقق، فہامہ مدقق، عالم اجل، فاضل اکمل تھے، شیخ شرف الدین بلقینی اور شیخ شہاب الدین شلبی اور شیخ امین الدین بن عبد العال اور ابو الفیض سلمی وغیرہ سے علوم پڑھے اور ان سے افتاء اور تدریس کی اجازت حاصل کی اور اپنے اشیاخ کے حین حیات ہی میں تدریس و افتاء کا کام شروع کر کے بہت لوگوں کو فائدہ پہنچایا اور شہرت پائی۔ شرح کنز اور اشباہ والنظائر وغیرہ کتابیں تصنیف کیں جو علمائے حنفیہ کا ماخذ و مرجع ہوئیں، طریقت کا علم شیخ عارف باللہ سلیمان حضیری سے حل کیا، آپ کو حل مشکلات قوم میں بڑا ذوق تھا۔ عارف شعرانی کا قول ہے کہ میں نے دس سال آپ کی مصاحبت کی مگر کوئی عیب کی بات آپ میں نہ دیکھی اور ۹۵۳ھ

میں آپ کے ساتھ حج کیا سو آپ کو اپنے جیران و غلمان کے حق میں جاتے آتے بڑا خلیق و شفیق پایا حالانکہ آدمی کے اخلاق سفر میں بدل جاتے ہیں۔

صاحب ردالمحتار بیان کرتے ہیں کہ آپ نے علاوہ بحرالرائق شرح کنزالدقائق اور اشباہ والنظائر کے فتح الغفار شرح المنار اور مختصر تحریر الاصول المسمی بہ لب الاصول اور تعلیقات ہدایہ باب بیوع سے اور حاشیہ جامع الفصولین اور فتاوی اور چالیس رسالے متفرق مسائل میں تصنیف کئے۔ آپ سے آپ کے بھائی شیخ عمر بن نجیم صاحب نہر اور محمد غزی صاحب تنویر الابصار نے اخذ کیا۔ وفات آپ کی بقول سید احمد حموی اور مصنف رسائل زینیہ ۸ رماہ رجب ۹۷۰ھ میں ہوئی۔ "قمر خلق" تاریخ وفات ہے۔

شیخ محمد سعید سرہندی

شیخ محمد سعید بن شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی : آپ کا لقب خازن الرحمۃ تھا، بڑے محدث، فقیہ، عالم، فاضل، زاہد، عابد صاحب کرامات تھے، علوم نقلیہ و رسمیہ اپنے والد ماجد مجدد الف ثانی سے حاصل کئے اور انہیں سے علم طریقت کو اخذ کیا اور مشکوٰۃ شریف پر حاشیہ لکھا اور ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔ "حوض نور" تاریخ وفات ہے۔

ابوالوفاء

ابوالوفاء بن عمر بن عبدالوہاب عرضی : حلب کے علمائے اعیان سے فقیہ فاضل، عالم متبحر، متواضع، واعظ، مفتی حنفیہ تھے، اپنی تمام عمر درس و تدریس میں بسر کی اور ایک تاریخ موسومہ بہ معادن الذہب اعیان حلب کے تذکرہ میں تالیف کی اور کئی ایک رسالے تصنیف کئے، شعر بھی عمدہ کہتے تھے چنانچہ لامیۃ العجم کے مقابلہ میں ایک قصیدہ لامیۃ انشاد کیا۔ عید اضحیٰ کے روز ۹۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور محرم ۱۰۷۱ھ کو وفات پائی۔ "خواجہ عالی مقدار" تاریخ وفات ہے۔

مولانا عبدالکریم پشاوری

مولانا عبدالکریم بن مولانا درویزہ پشاوری : آپ کو اخوند کریم داد کے نام سے بھی پکارتے تھے، علوم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کئے یہاں تک کہ آپ محقق افغانستان کے خطاب سے مخاطب ہوئے، اخیر کو میر سید علی غوارل کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا اور صاحب شریعت و طریقت اور حقیقت ہوئے۔ کتاب مخزن الاسلام تصنیف کی، آپ ہر روز رات کو ایک جزو سفید کاغذ کا اپنے حجرہ میں لے جاتے تھے اور بغیر چراغ روشن کئے، تحریر فرما کر صبح اپنے یاروں کو دے دیتے تھے یہاں تک کہ کتاب مذکور اختتام کو پہنچی۔

لہ ولادت ۹۲۶ھ وفات ۹۷۰ھ "معجم المؤلفین" (مرتب)

کہتے ہیں کہ آپ سے ایک شخص نے پوچھا تھا کہ غوث کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ غوث کی نشانی یہ ہے کہ جب وہ مر جائے اور کوئی شخص اس کے منہ پر نظر ڈالے تو وہ آگے سے تبسم کرے، پس جب آپ نے ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی تو شخص مذکور نے امتحاناً آپ کے چہرہ پر نظر ڈالی، آپ نے یہاں تک تبسم کیا کہ قریب تھا کہ گفتگو کرنے لگیں، اس پر شخص مذکور نے توبہ کی اور کہا کہ میں اس سے زیادہ اور کوئی دلیل نہیں چاہتا۔ مزار آپ کا علاقہ یوسف زئی میں زیارتگاہ عام ہے۔ "منبع فضل" تاریخ وفات ہے۔

محمد آفندی دمشقی

محمد آفندی بن تاج الدین بن احمد محاسنی دمشقی : امام فاضل، فقیہ، محدث، ادیب اریب، فطن لبیب، فصیح العبارات، لطیف الشکل، خوش آوازہ حسن اخلاق، مجمع محاسن، شریف خاندان سے ایک بڑے مشہور جلیل القدر تھے، پہلے دمشق کے محلہ صلاحیہ میں جامع سلطان سلیم کے خطیب مقرر ہوئے پھر جامع بنی امیہ کے امام اور خطیب مقرر ہوئے اور اسی جگہ صحیح مسلم کو پڑھا اور اس پر کچھ تعلیقات لکھے اور جامع مذکور کے قبہ نسر میں حدیث کا درس دیتے رہے۔ آپ سے بہت سے علماء دمشق مثل علامہ محقق شیخ علاؤالدین حصکفی مفتی شام وغیرہ نے استفادہ کیا۔ آپ کی نظم فصیح اور نثر بلیغ تھی جو آپ کے کمالات علمی پر دال ہے۔ ۱۰۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۷۲ھ میں وفات پائی۔ شیخ عبدالغنی نابلسی نے ایک نہایت عمدہ قصیدہ آپ کے مرثیہ میں کہا ہے جس کا مطلع اور حسن مطلع یہ دو شعر ہیں :

لیس لعاع الناس لیضرع الجہل   فبعدک لایرجو البقاء من لہ عقل

اباجنۃ قرت عیون اولی النہی   بہا ز مناصنی تدارکہا المحل

"محدث مشفق" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

شیخ نور الحق

شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق دہلوی : فقیہ، محدث، جامع کمالات صوری و معنوی، فاضل متبحر، عالم ماہر تھے اور تلمیذ و مرید و مقبول اپنے والد بزرگوار یگانۂ روزگار کے تھے چونکہ صاحبقراں شاہ جہاں ایام شاہزادگی سے آپ کے جوہر استعداد عالی سے اطلاع رکھتا تھا۔ جب دکھن کو جانے لگا تو آپ کو اکبر آباد کا قاضی مقرر کر گیا چنانچہ آپ نے ایک مدت تک قضاء کے منصب کو جیسا کہ چاہیئے ادا کیا۔ تصانیف بھی آپ نے کثرت سے کی اور جس طرح آپ کے والد ماجد نے ترجمہ مشکوٰۃ شریف میں احسان کا ہاتھ کھولا تھا ویسا ہی آپ نے ترجمہ فارسی صحیح بخاری میں صلائے فیض عام دیکر تیسیر القاری فی شرح صحیح البخاری اور نیز شرح صحیح مسلم تصنیف کی اور نوے سال کی عمر میں ۱۰۷۳ھ میں دہلی میں

وفات پائی "شیخ الاسلام" تاریخِ وفات ہے۔

ابی سلمہ

ابراہیم بن عیسیٰ بن ابراہیم بن محمد فقیہ مکی المشہور بہ ابی سلمہ : اپنے وقت کے امامِ فاضل، فقیہ کامل، مختلف علوم کے صراف، فروعِ مذہب کے ماہر، فتویٰ میں متحری و متدین تھے، مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پایا کہ وہاں کے علماء و فضلاء سے حدیث، تفسیر، فرائض، فقہ، حساب وغیرہ علوم اخذ کئے اور آپ سے مکہ معظمہ میں ایک جماعت نے تلمذ کیا۔ ۲۴ ماہ رمضان ۱۰۷۶ھ میں فوت ہوئے اور معلات میں دفن کئے گئے۔ "ریاضِ اجلال" تاریخِ وفات ہے۔

محمد بن ابی الصفا

محمد بن ابی الصفاء بن محمود بن ابی الصفاء اسطوانی دمشقی : شام کے مشہور فضلاء و نبلاء میں سے علم و فضل و کمال و معرفت ادب میں خدا کی آیات میں سے ایک آیت تھے اور کئی طرح سے خوشخطی جانتے تھے، ۱۰۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور پاکیزگی و طاعت خدا میں نشو و نما پایا۔ امام محبی کے ماموں تھے، آپ کے امام محبی پر تربیت اور تعلیم کے بڑے حقوق ہیں۔ علوم شیخ عبداللطیف جالقی اور شیخ رمضان عکاری اور شیخ محمد محاسنی سے حاصل کئے اور امام ہمام یوسف بن ابی الفتح امام بادشاہ کی صحبت اختیار کی کیونکہ امام موصوف اور آپ کے والد کے درمیان بڑی دوستی تھی پھر ان کی طرف سے دمشق میں وکیل مقرر ہوئے اور مدرسہ ظاہریہ کبریٰ میں درس دیا۔ آپ بڑے ساکت، صامت، حلو العبارۃ، حسن العشرت تھے، یکایک ۱۰۷۷ھ میں فوت ہوئے اور مقبرہ فرادیس میں دفن کئے گئے۔ "فخرِ قصبہ" تاریخِ وفات ہے۔

شیخ محمد معصوم

شیخ محمد معصوم[1] بن شیخ احمد مجدد الف ثانی بن عبدالاحد سرہندی : جامع علوم ظاہری و باطنی، حاویٔ فروع و اصول، قطب الوقت، مرشدِ عصر، صاحب کرامات تھے، عروۃ الوثقیٰ خطاب تھا، علوم اپنے والد امجد مجدد الف ثانی سے پڑھے اور سولہ سال کی عمر میں جمیع علوم ظاہری سے فارغ ہو کر اور فضیلت کی دستار باندھ کر علوم باطنی میں مشغول ہوئے اور اپنے والد ماجد کی توجہ سے تمام اولاد سے گوئے سبقت لے گئے، صحبت اغنیاء اور مجلس بادشاہ سے آپ کو بڑی نفرت تھی یہاں تک کہ

---

[1] ولادت ۱۱ شوال ۱۰۰۷ھ اور وفات بمقام سرہند ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ میں ہوئی۔ (مقاماتِ خیر، مرتب)

شاہ جہان بادشاہ آپ کی مصاحبت کی بڑی رغبت رکھتا تھا مگر اس کو میسر نہ ہوئی البتہ اورنگ زیب عالمگیر آپ کا مرید ہوا لیکن ہمیشہ کی صحبت اس کو بھی نصیب نہ ہوئی، جب آپ نے ہندوستان سے عزم زیارت حرمین شریفین کا کیا تو عرب وعجم سے بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں آئے یہاں تک کہ جو لوگ آپ کی توجہ سے درجہ ولایت کو پہنچے، ایک لاکھ سے زیادہ شمار کئے گئے ہیں۔ وفات آپ کی ۱۰۷۶ھ یا ۱۰۷۹ھ میں وقوع میں آئی "مشہور کشور" اور "آرائش مکنونات" اور "اسرار حقیقت" تاریخ وفات ہیں اور مجموعہ مکتوبات آپ کی تصنیف سے یادگار ہے۔

ابراہیم بن عبدالرحمٰن

ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عماد الدین عمادی دمشقی : ۱۰۱۲ھ میں پیدا ہوئے، ملک شام کے مشہور فضلاء وبلغاء میں سے علم ادب اور نظم ونثر میں بارع، فقیہ کثیر المحفوظات، محدث فاضل، مقبول الهیأت، عظیم الہیبۃ تھے۔ ابتداء میں علوم اپنے والد ماجد سے پڑھے پھر لوریمینی میں حسن بن محمد سے مختلف علوم وفنون حاصل کئے اور حدیث کو احمد عیثاوی وغیرہ سے اخذ کیا۔ باپ کی وفات کے بعد اپنے منجھلے بھائی کے ساتھ روم کا سفر کیا۔ دو دفعہ حج کیا اور دوسری دفعہ کے حج کے وقت رکب شامی میں قاضی مقرر ہوئے۔ اخیر عمر میں فالج ہوگیا جس میں ڈیڑھ سال مبتلا رہ کر شنبہ کے روز ۱۰ ربیع الثانی ۱۰۷۶ھ میں وفات پائی اور مقبرہ باب الصغیر میں اپنے والد کی قبر کے پاس مدفون ہوئے۔ "لوح محفوظ" تاریخ وفات ہے۔

خیر الدین بن احمد رملی

خیر الدین بن احمد بن نور الدین علی بن زین الدین بن عبدالوہاب ایوبی فاروقی رملی : مفسر، محدث، فقیہ، لغوی، صرفی، نحوی، بیانی، عروضی، منطقی، کثیر النفع، اپنے زمانہ میں شیخ حنفیہ تھے شہر رملہ میں ۹۹۳ھ میں پیدا ہوئے، علم سراج الدین حانوتی صاحب فتاویٰ مشہورہ اور احمد بن محمد امین الدین بن عبدالعال سے پڑھا اور اپنے شہر اور مصر میں درس دیا۔ فتاویٰ سائرہ تصنیف کیا اور منح الغفار اور عینی شرح کنز اور اشباہ والنظائر اور بحر الرائق اور زیلعی اور جامع فصولین وغیرہ پر حواشی لکھے اور نیز رسائل اور ایک دیوان حروف معجم کی ترتیب پر لکھا اور ۱۰۸۱ھ میں رملہ میں وفات پائی۔ "آیت رحمت ایزد" تاریخ وفات ہے۔ بہت لوگوں نے مثل امیر محبی وغیرہ کے آپ کے مناقب اور احوال اور بیان مشائخ اور تلامذہ میں طول دیا ہے۔ ایوبی کی نسبت آپ کے بعض اجداد کی طرف ہے۔

اسمٰعیل بن تاج الدین

اسمٰعیل بن تاج الدین بن احمد المعروف بہ محاسنی دمشقی : اپنے زمانہ کے امام

عالم شیخ فاضل صاحبِ ثروت ومال اور جامع اموی واقع دمشق کے خطیب وامام تھے۔ دمشق میں ۱۰۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والدِ ماجد کی گود میں پرورش پاکر طلب علم میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ ایک جماعت شیوخ سے تحصیل علوم کر کے بارع وفائق ہوئے۔ جامع اموی اور مدرسہ جوہریہ میں درس دیا بہت سے طلاب آپ کے پاس جمع ہوئے۔ آپ اپنے والد کی طرح تجارت بھی کرتے تھے۔ ۱۰۶۹ھ میں آپ کو دولت علیہ کے حکم سے تدریس مدرسہ سلیمیہ کی تفویض ہوئی پھر ۱۰۸۵ھ میں مولیٰ عثمان رومی قاضی دمشق کی طرف سے مدرسہ تقویہ کی تدریس سپرد ہوئی یہاں تک کہ اسی سنہ میں دمشق میں وفات پائی، "فخرِ قلعہ" تاریخِ وفات ہے۔

خواجہ معین الدین

خواجہ معین الدین بن خواجہ محمود نقشبندی : کاشمیر کے علمائے کبار اور مشائخ نامدار میں سے اتباع شریعت وترویج سنت وترفیع بدعت اور زہد وورع وتقوے میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے، تمام علماء صلحاء وقت آپ کی تحریر وتقریر کو قبول کرتے اور نوادر ونوازل میں آپ کے پاس رجوع لاتے تھے اور بڑے بڑے علمائے کاشمیر مثل ملّا محمد طاہر کشمیری خلف مولانا حیدر علامہ وملّا ابو الفتح کلو وملّا یوسف مدرس ومفتی محمد طاہر ومولانا عبد الغنی ومولانا مفتی شیخ احمد وغیرہ جو کاشمیر میں علم شریعت کا کھڑا کرتے تھے، آپ کے خط فرمان پر سر رکھتے اور احکام روایت وعدالت میں آپ سے فتوے طلب کرتے تھے۔ آپ نے علمائے وقت کی درخواست سے کتاب فتاوی النقشبندیہ اور کنز السعادت علوم شریعت وطریقت میں تصنیف[1] کیں اور ایک کتاب فارسی دلچسپ میں الموسوم بہ رسالہ رضوانی دربارہ خوارق وکرامت والد بزرگوار تالیف کی۔ وفات آپ کی ۱۰۸۵ھ میں ہوئی۔ "خلیفۂ عصر" تاریخِ وفات ہے۔

محمد بن علی حصکفی صاحبِ درِ مختار

محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبد الرحمٰن بن محمد بن جمال الدین بن حسن بن زین العابدین حصنی اثری المعروف بہ حصکفی : فقیہ محدث، عالم، فاضل، نحوی، حافظ احادیث ومرویات طلیق اللسان، فصیح البیان، جید التقریر والتحریر، جامع معقول ومنقول صاحبِ تصانیفِ کثیرہ اور مصنفِ کتبِ مفیدہ تھے۔ فقہ میں درِ مختار اور شرح ملتقی الابحر، اصول میں شرح منار، نحو میں شرح قطر اور مختصر فتاوے صوفیہ اور تعلیقات بخاری تیس جزو میں اور تفسیر بیضاوی کا حاشیہ سورۂ بقر سے سورۂ اسرائیل تک اور حواشی درر وغیرہ رسائلِ انیقہ اور کتبِ نمیقہ تصنیف فرمائیں اور نیز فتاوے ابن نجیم کو جو اس کے

---

[1] آپ کی تفسیر زبدۃ التفاسیر کے قلمی نسخے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، کیمبرج یونیورسٹی ٹونک اور پٹنہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ فارسی میں تفسیر "شرح القرآن" تصنیف کی (مرتب)

بیٹے اور تمرتاشی نے جمع کیا تھا جمع کیا، آپ کی فضیلت و تحقیق کا خود آپ کے مشائخ اور ہمعصروں نے اقرار کیا یہاں تک کہ شیخ خیر الدین رملی آپ کے استاد نے آپ کی سند اجازت میں یوں لکھا ہے کہ محمد بن علی نے پہلے مجھ سے ایسے لطیف اور پاکیزہ سوال کئے جس سے میں انکے کمال روایت اور وسعت ملکہ پر واقف ہوا اور ان کو ان کے جواب مختصر طور پر دیئے پھر انہوں نے مجھ سے اعلیٰ درجہ کے نکات پوچھے چنانچہ میں نے ان کے جوابات بھی ویسے ہی دیئے، پھر انہوں نے ان سے بھی اعلیٰ درجہ کے سوال کئے پس میں نے ان کے علم و فضل کے توسن کو مضمار کمال میں نہایت سبقت لے جاتا ہوا اور وہاں سے نہایت راحت و آرام سے بغیر کسی طرح کے اضطراب و اضطرار کے لوٹتا ہوا دیکھا پس نوبت یہاں تک پہنچی کہ میں نے ان سے اور انہوں نے مجھ سے حدیث کی روایت کی اور پھر یہ اشعار آپ کی تعریف میں کہے ؎

فیا من لہ شک فدونک فاسئل ۔۔۔ تجد جبلاً فی العلم غیر مخلخل

یباری فحول الفقہ فیما یرونہ ۔۔۔ ویبرز للمیدان غیر مزلزل

لقشر عن لب العلوم منشورہ ۔۔۔ ویاتی بما یختارہ من مفصل

ویقوی علی الترجیح فیہ بثاقب ۔۔۔ من الفہم والادراک غیر محول

وفکر اذا ما حاول الصغر قد اذان ۔۔۔ رمت حل الصعب فی الحال ینجلی

وما قلت ہذا القول الا لبعد ما ۔۔۔ سبرت جنایاہ با فخم مقول

آپ نے ۴۳ سال کی عمر میں ۱۰ ماہ شوال ۱۰۸۸ھ میں وفات پائی اور مقبرہ باب صغیر میں دفن کیے گئے۔ "شیخِ مقبول" تاریخ وفات ہے، حصکفی حصن کیفا کی طرف منسوب ہے جو دیار بکر میں ایک قلعہ کا نام ہے اور مشترک میں لکھا ہے کہ حصن کیفا دریائے دجلہ کے کنارہ پر جزیرہ ابن عمر اور میافارقین میں واقع ہے۔

ابراہیم بن عبد الرحمٰن

ابراہیم بن عبد الرحمٰن سوالاتی دمشقی : فقیہ متبحر، عالم کثیر الاطلاع، ادیب اریب، شاعر جید الطریقہ، استخراج مسائل اور استحضار فروع مذہب پر حاوی تھے۔ ابتدار جوانی میں تنشید اشعار و نظم میں مشغول رہے چنانچہ معانی دقیقہ اور نسق بدیعہ نظم میں منسلک کرتے تھے پھر روم کو تشریف لے گئے اور وہاں کے اوبار سے آپ کو محاوراتِ مقبولہ جاری رہے اور جب وہاں سے دمشق میں واپس آئے تو مسائل متعلقہ فتویٰ کی کتابت پر قائم ہوئے اور یہاں تک استحضار غریب فروع مذہب اور ان کے استخراج میں مہارت پیدا کی کہ ان کے ہم عصروں سے کوئی ان کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکا اس کے

بعد جب شعر کہتے تو بسبب غلبۂ فقاہت کے ان کو تکلیف کرنا پڑتا، آپ کو جمع کرنے کتب کا بڑا شوق تھا چنانچہ آپ نے ہر ایک فن سے بہت سی کتابیں جمع کیں اور اخیر عمر میں ان کو وقف کر دیا اور ساٹھ سال کی عمر سے گزر کر چہار شنبہ کی رات ۱۱ ربیع الاول ۹۵۰ھ کو وفات پائی اور شیخ ارسلان کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ دائرۃ المعارف میں لکھا ہے کہ آپ ایک مدت مدید تک بیمار رہے اور بڑی دولت اس کے معالجہ میں صرف کی مگر اس سے آپ کو رہائی نہ ہوئی۔ "فخر دیار" تاریخِ وفات ہے۔

محمد بن حسن کواکبی حلبی

محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحییٰ کواکبی حلبی : مختلف علوم و فنون کے بحر زخار تھے جن کو اپنے ملک کے علماء و فضلاء سے حاصل کر کے تدریس اور نشرِ علوم میں مصروف ہوئے۔ تصنیفات بھی عمدہ اور مفید کیں چنانچہ وقایہ کو منظوم کیا پھر اس کی منظوم شرح تصنیف کی اسی طرح منار کو منظوم کیا پھر اس کی شرح لکھی، تفسیر بیضاوی پر تعلیقات لکھے اور شرح مواقف پر بھی حواشی تحریر کئے۔ ماہِ ذی قعدہ ۹۶۰ھ میں وفات پائی۔ "اربابِ فیض" تاریخ وفات ہے۔

بابا داؤد مشکوٰتی

بابا داؤد مشکوٰتی کشمیری : فقہ، حدیث، تفسیر، حکمت، معانی میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے چونکہ مشکوٰۃ المصابیح آپ کو متناً واسناداً حفظ تھی اس لئے آپ داؤد مشکوٰتی کے خطاب سے مخاطب ہوئے، تمام علوم عقلی و نقلی و فنون ظاہری و رسمی خواجہ حیدر چرخی سے حاصل کر کے واسطے کسب علوم باطن کے بابا نصیب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدت تک ان کی صحبت سے فیض حاصل کیا اور سلوک و مقامات میں عربی و فارسی تصنیفات کیں اور کتاب اسرار الابرار سادات عالیشان اور ذیشان کا شمیر کے حالات میں لکھی اور اسرار الاشجار اور کتاب منطق الطیر شیخ عطار کو منظوم کیا نیز خواجہ خاوند محمود نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علوم باطن کا کمال حاصل کر کے ۹۷۰ھ میں وفات پائی اور کاشمیر کے محلہ کندر پورہ میں متصل عیدگاہ کے مدفون ہوئے۔ "محدث زیب کشور" تاریخ وفات ہے۔

سیف الدین بن شیخ محمد معصوم

سیف الدین بن شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی : عالم فاضل، جامع علوم نقلیہ و عقلیہ صاحبِ کمالات ظاہری و باطنی و کرامات تھے، علوم اپنے والد ماجد سے پڑھے اور انہیں سے طریقت کو حاصل کیا اور متبع شریعتِ نبوی کے یہاں تک تھے کہ محی السنہ کے نام سے مخاطب تھے، جو شخص کفار و فساق وغیرہ سے آپ کی زیارت کو آتا، تائب ہوتا۔ آپ کو دنیا اور اہلِ دنیا سے نہایت نفرت تھی، جب کوئی اللہ کا نام

آپ کے سامنے زبان پر لانا آپ بمجرد سننے کے بیہوش ہو کر زمین پر مثل مرغ نیم بسمل کے لوٹتے۔

کہتے ہیں کہ ایک روز آپ رات کو واسطے ادائے تہجد کے اٹھ کر حجرہ پر چڑھتے کہ اتنے میں بانسلی کی آواز آپ کے کان مبارک میں پڑی جس کو سن کر آپ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے جس سے آپکو سخت ضرب آئی۔ وفات آپ کی ۱۰۹۶ھ میں واقع ہوئی[1] "شیخ صالح جہاں" تاریخِ وفات ہے۔

بیری زادہ مفتی مکہ مکرمہ

شیخ ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد بن احمد بن بیری مفتی مکہ مکرمہ الشہیر بہ بیری زادہ: اکابر فقہار حنفیہ میں سے فقیہ فاضل، محدث کامل، مجدد مآثرِ علوم، ماہر متبحر، نقلِ احکام و تحریر مسائل میں متحری، حرمین میں علمِ فتویٰ میں یگانۂ زمانہ، مطالعۂ کتب میں منہمک، کل ولایات کے علماء کے نزدیک جلالت و فضیلت کے ساتھ مشہور تھے۔ علوم اپنے چچا محمد بن بیری اور عبدالرحمٰن مرشدی وغیرہ سے پڑھے اور حدیث کو ابن علان وغیرہ سے اخذ کیا اور بہت سے مشائخ نے آپ کو اجازت دی۔ آپ کی تصنیفات ... سے زیادہ ہے جن میں سے حاشیہ اشباہ والنظائر مسمی بہ عمدۃ ذوی البصائر شرح موطا ... شرح تصحیح قدوری مؤلفہ شیخ قاسم، شرح منسک الصغیر مؤلفہ ملا رحمت اللہ، رسالہ فی ... عمرہ فی التسریح، شرح منظومہ ابن شحنہ درباب عقائد، سیف المسلول فی دفع الصدقۃ لآل الرسول، رسالہ درباره مسک و زباد، رسالہ درباره جمرۃ العقبہ، رسالہ درباره اشارہ سبابہ، رسالہ درباره بعض الصید اذا دخل الحرم، رسالہ درباره عدم جواز تلفیق ہیں۔ اس اخیر کے رسالے میں آپ نے اپنے ... مکی بن فروخ وغیرہ کا خوب رد کیا ہے۔

ولادت آپ کی مدینہ منورہ میں کچھ اوپر ۱۰۲۰ھ میں ہوئی اور یکشنبہ کے روز شوال ۱۰۹۹ھ میں وفات پائی اور معلاۃ میں قریب حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دفن کئے گئے "شیخ عالی محل" تاریخِ وفات ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو موت سے بڑا قلق تھا پس آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں یا ابراہیم مُت فان لک بی اسوۃ حسنۃ، پس آپنے عرض کی کہ اس شرط سے مرتا ہوں کہ ہر سال حج کا ثواب میرے لئے لکھا جائے، حضرت نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔

اخوند ابوالفتح کلو

اخوند ابوالفتح کلو: کشمیر کے علماء و فضلاء میں سے جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، علوم

---

[1] مقامات خیر میں تاریخ وفات ۲۰ جمادی الاولی ۱۰۹۶ھ بیان کی گئی ہے ۱۲ (مرتب)

خواجہ حیدر چرخی سے حاصل کئے، استخراج مسائل فقہیہ میں بے نظیر تھے، اخیر عمر میں افتائے کاشمیر کی خدمت بھی آپ سے متعلق ہوئی، عقائد اہلِ تشیع کی تردید میں کتاب سیف الساہین تصنیف کی اور اس کے سوا اور کتابیں اور تعلیقات بھی لکھیں اور تمام عمر درس و نشر علوم میں مصروف رہ کر ۱۱۰۰ھ میں وفات پائی اور مقبرہ سلطان زین العابدین میں مدفون ہوئے۔ "فیاضِ دہر" تاریخِ وفات ہے۔

ملا شنگرف گنائی

ملا شنگرف گنائی از احفاد حضرت بابا عثمان [۱] اوچپ گنائی : کاشمیر کے علمائے کبار و فضلائے نامدار سے تھے، محدث، فقیہ، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور ملا فیروز مفتی کے چچا تھے، اپنے شہر کے علماء سے علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کر کے حرمین محترمین کو تشریف لے گئے اور وہاں زبدۃ المتاخرین خاتم المحدثین ابن حجر مکی سے حدیث کی اجازت حاصل کی اور کاشمیر میں واپس آ کر تدریس و تعلیم میں مشغول رہے اور محلہ قلاش پورہ میں متصل قبر مولانا اولی گنائی کے مدفون ہوئے۔ صاحب تاریخ اعظمی لکھتے ہیں کہ کتاب شمائل نبوی خاص آپ کے ہاتھ کی خط شنگرف سے لکھی ہوئی اور نیز وہ اجازت نامہ جو شیخ ابن حجر نے پشت اسماء الرجال پر اپنے ہاتھ سے لکھ کر آپ کو دیا تھا، ہمارے پاس موجود ہے۔

اخوند ملا محمد جمال الدین

اخوند ملا محمد جمال الدین : اپنے وقت کے عالم فاضل متبحر روزگار، واقفِ اسرار تھے، باوجود کمال شغل علوم ظاہری کے بابا فتح اللہ حقانی کی خدمت میں حاضر ہو کر استفاضہ امور باطنی کا کیا اور رات دن تدریس علوم ظاہری و باطنی میں مشغول ہوئے۔ شیخ نصیر الدین ابو الفقراء نے آپ سے پڑھا اور حدیث کی سند حاصل کی، علاوہ اس کے اکثر اکابر وقت نے مثل بابا نصیب و شیخ اسمٰعیل چشتی وغیرہ کے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ اکثر شیخ نور الدین ولی کی تربت پر زیارت کے لئے جایا کرتے تھے، ایک دن شیخ نصیر الدین نے کہا کہ حسب ارشاد نبوی فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم کے آپ کی فضیلت شیخ نور الدین سے زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک روز ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ شیخ نور الدین آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اے جمال! یہ شیخ نور الدین ہے، جو کام اس نے کیا ہے وہ کسی نے نہیں کیا، آپ گوشت کم کھایا کرتے تھے اور بے تکلف کرتہ اور بوریہ کے فرش پر اوقات بسر کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بابا فتح اللہ کی ایک لڑکی

---

[۱] بابا عثمان گنائی ۷۷۱ - ۸۲۱ھ (مرتب)

آپ کے عقد اور دوسری آپ کے بھائی ملا کمال الدین کے عقد میں تھی۔ قبر آپ کی کاشمیر میں ہے۔

خواجہ زین علی پتورا ینواری

خواجہ زین علی پتورا ینواری : عالم فاضل، محدث کامل تھے، شیخ یعقوب صرفی اور ملا شمس الدین پال سے علوم اخذ کر کے حضرت مخدوم شیخ حمزہ کے مرید ہوئے اور باوصف رتبۂ فضیلت کے معارف و دقائق تصوف سے حصہ تمام حاصل کیا اور اواسط عمر میں فقر اختیار کر کے زیارت حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اور وہاں شیخ ابن حجر مکی سے حدیث کی اجازت لے کر کاشمیر میں واپس آئے اور افادہ و نشر علوم میں مصروف ہوئے۔ جب وفات پائی تو محلہ راینوری میں اپنے مسکن کے متصل مدفون ہوئے۔

شیخ علی بن جار اللہ قرشی

شیخ علی بن جار اللہ قرشی خالدی مخزومی مکی خالد بن ولید کی اولاد میں سے مکہ معظمہ میں رہتے تھے۔ اپنے وقت کے فقیہ فاضل، محدث کامل، مفتی و خطیب مکہ تھے، آپ ہی تھے جو اس وقت صحیح بخاری کا جیسا کہ چاہیئے درس علی الاطلاق دے سکتے تھے، فصاحت و بلاغت اور سلامت طبع و لطافت تقریر و تحریر اور حسن خلق میں دستگاہ کامل رکھتے تھے، علاوہ اس کے محبت درویشوں اور اعتقاد مشائخ اور قلت طعام اور ریاضت نفس میں بھی آپ کو بہرہ وافر حاصل تھا، تمام روز حصائے حرم شریف پر بیٹھ کر امور دینیہ اور مقاصد علمیہ کو انجام دیتے اور افتاء و تدریس میں مصروف رہتے تھے، اکابر و شرفا کی تزویج و تخطیب میں بھی آپ ہی سے لوگ تبرک چاہتے تھے، صرف آپ اور آپ کے والد بزرگوار ہی حنفی المذہب تھے اور سب قوم آپ کی شافعی تھی، آپ کو فتویٰ کے وقت کتاب دیکھنے کی کچھ احتیاج نہ ہوتی تھی۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے کتب احادیث خصوصاً صحیح بخاری آپ ہی سے پڑھی اور احادیث کی سند حاصل کی اور کئی دفعہ صحیح بخاری کے مذاکرہ کے وقت شیخ مذکور سے فرماتے تھے کہ بخدا جو تم نے مجھ سے حاصل کیا ہے اس سے فائدہ لینا میرا زیادہ ہے۔ آپ کو شیخ علی متقی سے نہایت اعتقاد تھا اور انہوں نے آپ کو اپنا خرقہ بھی مرحمت فرمایا تھا۔ آپ شیخ عبد الوہاب سے بھی بڑی محبت رکھتے تھے۔

مولا محمد حنفی

مولیٰ محمد حنفی : ولایت شام کے رہنے والے تھے، اکثر علوم نقلیہ کے حافظ تھے خصوصاً تفسیر و حدیث و فقہ اور تصوف میں بڑے ماہر تھے، شمائل ترمذی کی شرح تصنیف کی، اکثر اوقات فتوحات مکیہ کو اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے اور لبا اوقات مجذوبوں کی وضع اختیار کر لیتے تھے۔ بعض دفعہ آپ کا یہ حال ہوتا تھا کہ بہت سا مال آپ کے پاس جمع ہو جاتا تھا اور تھوڑی دیر میں اس کو خرچ کر دیتے تھے

اور جس کو چاہتے دیدیتے تھے، کئی سال تک مکہ معظمہ میں رہتے رہے اور شیخ علی متقی کی صحبت میں حاضر ہوتے اور ان کا بڑا ادب و اعتقاد کرتے تھے۔ جب شیخ موصوف وفات پا گئے تو ان کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں آتے جاتے اور ان کی بھی بڑی تعظیم و تکریم کرتے۔

کہتے ہیں کہ آپ کئی دفعہ فوت ہوگئے اور پھر زندہ ہوئے۔ شیخ عبدالحق زاد المتقین میں لکھتے ہیں کہ جن دنوں میں ہم مکہ معظمہ میں تھے تو یہ افواہ اڑی تھی کہ ایک شخص محمد نام نے ولایت شام میں مہدویت کا دعویٰ کیا ہے۔ جب یہ خبر شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ شاید مدعی مہدویت کا محمد حنفی ہوگا، پھر فرمایا کہ وہ اس قسم سے ہے کہ جو دعوے کرے گا اس کو پورا کردے گا وہ عجائب مخلوقات خدا سے ہے اور عجیب و غریب طور رکھتا ہے۔

ملا محمد صادق حکیم دانا

ملا محمد صادق معروف بہ حکیم دانا ابن مولانا کمال الدین سیالکوٹی : جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور درجۂ تدقیق و تحقیق پر فائز تھے۔ جہانگیر شاہ نے آپ کی کمالیت کا شہرہ سن کر آپ کو اپنی مجلس میں باریاب کیا۔ جب علمائے اہل تسنن و تشیع کا مباحثہ اور معارضہ ہوا تو اہل تسنن کی طرف سے آپ ہی مناظر تھے یہاں تک کہ ملا حبیب اللہ شیعہ کو آپ نے ساکت کردیا اور اپنے گھر محلہ حجالیہ میں مدفون ہوئے۔

ملا عبدالرزاق بانڈی

ملا عبدالرزاق بانڈی : بڑے عالم فاضل اور معقولات میں بے نظیر تھے، شرح تجرید کا حاشیہ لکھا اور فرماتے تھے کہ میری تالیف کو سمجھنا تو کجا بڑے بڑے عالم صرف پڑھ بھی نہیں سکتے۔ بعد تحصیل کمالات کے سفر اختیار کیا اور شاہجہان بادشاہ نے آپ کو مدرسہ کابل کا مدرس مقرر فرمایا، کئی راتیں کتاب محاکمات پر رد لکھتے رہے جس سے آپ کے دماغ میں خلل ہوگیا اور چھری اپنے حلق پر مارلی مگر شاگردوں نے اسی وقت زخم کو باندھ دیا اور کابل کی مدرسی سے استعفا دے کر کاشمیر میں آئے اور یہیں وفات پائی، آپ کے ماموں ملا فاضل بھی عالم مدقق اور بحثی مشہور تھے جنہوں نے اکثر حواشی مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی کا رد لکھا۔

مفتی ملا یوسف

مفتی ملا یوسف چھک : عالم بے مثل اور فقیہ بے نظیر تھے اور مباحث ایسے تھے کہ کوئی آپ کو مباحثہ و معارضہ میں مغلوب نہ کرسکتا تھا۔ ملا فاضل اور ملا عبدالرزاق آپ کی کمالیت کے مقر تھے اور آپ کے ساتھ علمی بحث نہ کرسکتے تھے، آپ اکثر صحبت خواجہ خاوند محمود میں حاضر ہوکر ان سے دقائق علم فقہ و تفسیر کا افادہ کرتے تھے۔ آپ کے فرزند ارجمند ملا عبدالغنی بھی بڑے فقیہ اور عالم بے نظیر تھے اور سلوک و

سجلات میں آپ کی طرح کوئی مفتی ماہر نہ تھا۔

حدیقۂ دوازدھم

بارہویں صدی کے فقہاء علماء کے حالات میں

میر زاہد

میر زاہد بن قاضی محمد اسلم ہروی کابلی : فاضلِ اجل، عالمِ متبحر، منطقی، صاحبِ ذہنِ ثاقب، فکرِ صائب، تدقیق میں سابقین کے گوئے سبقت لے گئے تھے۔ ہندوستان میں پیدا ہوئے، علوم اپنے باپ اور دیگر فضلائے ہند سے حاصل کیے۔ ۱۰۶۲ھ میں آپ کو شاہ جہان نے محرر وقائع کابل مقرر کیا۔ جب عالمگیر تخت نشین ہوا تو اس نے ۱۰۶۸ھ میں آپ کو عسکر کا محاسب مقرر کیا، لبعد ازاں کابل کی صدارت آپ کو سپرد ہوئی جہاں آپ نے ہنگامہ افادہ کا گرم کیا اور بہت سے طلبہ علم نے آپ سے فیض حاصل کیا، آپ کی تصنیفات سے حاشیۂ شرح مواقف اور محقق دوانی کی تہذیب کی شرح اور حاشیہ متصور و تصدیق مصنفہ قطب رازی اور حاشیہ شرح ہیاکل یادگار ہیں۔ وفات آپ کی ۱۱۰۱ھ میں ہوئی۔ "فاضلِ بے مقابلہ" تاریخ وفات ہے۔

ابوبکر بن بہرام دمشقی

ابوبکر بن بہرام دمشقی نزیلِ قسطنطنیہ : بڑے عالم فاضل، مفنن، خصوصاً ریاضی میں یگانۂ زمانہ تھے۔ دمشق میں پیدا ہوئے اور بعد تحصیل علوم و فنون کے قسطنطنیہ کو رحلت کی جہاں وطن اختیار کر کے اکثر مجالس صدور میں داخل ہوئے، ۱۰۹۹ھ میں مدارسِ سلیمانیہ میں سے ایک کے مدرس مقرر ہوئے پھر حلب کی قضاء آپ کو دی گئی اور ماہ جمادی الاولیٰ ۱۱۰۲ھ میں وفات پائی۔

ملّا قطب الدین سہالوی

ملا قطب الدین شہید سہالوی : نقلیات و عقلیات میں مقدام تھے۔ آپ کے زمانہ میں ملک پورب میں ریاست علم و تدریس کی آپ پر منتہی ہوئی، قصبہ سہال میں جو علاقہ لکھنؤ سے ہے، پیدا ہوئے۔ علوم ملا دانیال جوراسی اور قاضی کاشی تلمیذ محب اللہ الہ آبادی صاحب رسالہ تسویہ و شارح فصوص سے حاصل کئے اور آپ سے اکثر علماء پورب نے تلمذ کیا۔ آپ نے شرح عقائد دوانیہ پر

نہایت دقیق حاشیہ لکھا۔ ۱۱۰۳ھ میں فریق عثمانیہ نے جو سہال میں رہتا تھا رات کو آپ کی حویلی پر ہجوم کیا اور آپ کو شہید کر کے حویلی کو جلادیا۔ "فیضِ باری" تاریخ وفات ہے۔

ابراہیم بن سلیمان

ابراہیم بن سلیمان بن محمد بن عبدالعزیز جنینی نزیل دمشق : فقیہ نحریر، فاضلِ بے نظیر، مفتی، مؤرخ، حافظ، وقائع، واقف غوامض نقول، جامعِ فروع، حاوئ اصول تھے، حدود ۱۰۲۰ھ میں شہر جنین میں جو شام کے ملک میں واقع ہے پیدا ہوئے اور رملہ کو تشریف لے گئے جہاں خیرالدین مفتی حنفی سے تفقہ کیا اور مدت تک ان کی ملازمت میں رہ کر مسائلِ فقہیہ کے کاتب رہے چنانچہ جب وہ فوت ہوئے تو ان کا فتاویٰ مشہورہ مرتب کیا غرض بعد وفات شیخ مذکور کے دمشق میں آئے اور وہاں وطن اختیار کیا اور کئی کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھیں، مصر میں بھی جا کر وہاں کے مشائخ اجلہ سے اخذ کیا۔ آپ کو اسمار کتب اور ان کے مؤلفین اور اسمار و القاب اور تاریخ وفات و انساب و استحضار فروع فقہیہ اور علل حدیثیہ میں معرفت تامہ حاصل تھی، تاریخ ابنِ حزم[1] کو کامل کیا اور بعض رسائلِ تاریخیہ تالیف کیے یہاں تک کہ دمشق میں منگل کے روز ۶ ماہِ صفر ۱۱۰۸ھ میں وفات پائی اور تربت باب الصغیر میں کیے گئے "شہنشاہِ ولایت" تاریخِ وفات ہے[2]

مولانا محمد امین کافی بلدیری

مولانا محمد امین کافی بلدیری کاشمیری : علمائے مدققین اور فقہائے محققین میں سے صاحبِ تصانیفِ مفیدہ تھے۔ اکثر کتب متداولہ مثل شرح تہذیب وغیرہ پر حواشی و شروح لکھے اور علمِ فرائض میں نثر و نظم میں رسائل موجزہ تصنیف کیے، اکثر علمائے کاشمیر مثل مولانا عنایت اللہ شال اور ملا محسن وغیرہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اوقاتِ شریفہ قناعت و توکل کے ساتھ تدریس و بحث علوم میں مشغول رکھتے تھے۔ آپ نے اواخر عمر میں واسطے تیاری جہیز اپنی دو دختروں کے جو حدِ بلوغت کو پہنچی ہوئی تھیں، ہندوستان کا سفر اختیار کیا، جب آپ دہلی میں پہنچے تو آپ کی دونوں لڑکیوں نے کاشمیر میں غلطی سے بجائے دوا کے زہر کھا لیا اور جاں بحق ہو گئیں، مولانا کو بشارت ہوئی کہ

---

[1] ابن عزم کی کتاب دستور الاعلام میں اضافے کیے، اس کتاب کا واحد معلوم قلمی نسخہ کتب خانہ بانکی پور میں ہے جس سے راقم الحروف نے استفادہ کیا ہے، صحیح لفظ جینینی (ج ی ن ی ن ی) ہے۔ (مرتب)

[2] معجم المصنفین میں ان کے بیٹے صالح بن ابراہیم متوفی ۱۱۲۲ھ کا بھی ذکر آیا ہے۔ (مرتب)

آپ کی مہم انجام کو پہنچ گئی، اب آپ کاشمیر میں جاکر تدریس و تشہیرِ علوم میں مشغول ہوں، اس پر آپ دہلی سے کاشمیر میں تشریف لائے اور ہنگامہ درس و تشہیرِ علوم گرم کیا۔ آپ طبع بھی موزون رکھتے تھے چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کاشمیر کا قاضی جب ہندوستان سے پھر کاشمیر میں پہنچا تو آپ اس کی ملاقات کے لئے گئے مگر اس نے بسبب مدت کی مفارقت کے آپ کو نہ پہچانا اور جب بعد نام پوچھنے کے آپ کو پہچانا تو بڑا عذر کیا، آپ نے فرمایا کہ آپ بے شک معذور ہیں کیونکہ مقولہ اذا جار القضاء عمی البصر مشہور ہے۔ وفات آپ کی ماہِ رمضان یوم لیلۃ القدر ۱۰۹۰ھ میں ہوئی۔ "معظمِ جہاں" تاریخِ وفات ہے۔

محمد عبد الشکور ستلو

ملا عبد الشکور ستلو : جامع علوم عقلیہ و نقلیہ، صاحب ورع و تقوی تھے۔ جوانی میں تحصیلِ علوم میں مشغول ہو کر خواجہ حیدر چرخی وغیرہ فضلاء سے استفادہ کیا اور تھوڑی سی مدت میں حقائق و دقائقِ علوم میں فائز ہوئے، اکثر درس منقولات اور فقہ میں اشتغال رکھتے تھے۔ بادشاہ عالمگیر نے جو روپیہ واسطے علمائے کاشمیر کے بھیجا تھا اس میں آپ نے حصہ لینا قبول نہ کیا اور ۱۱۰۳ھ میں وفات پائی، ملا محمد اشرف نے جو آپ کے استاد زادہ کے شاگرد ہیں، آپ کے مرثیہ میں بزبان عربی ایک قصیدہ کہا ہے جس میں تاریخ وفات آپ کی "لامات بوفاتہ علوما" لکھی ہے۔

شاہ رضا قادری

شاہ رضا قادری شطاری لاہوری : اعاظم علمائے دین اور کبرائے مشائخ روئے زمین سے علوم ظاہری میں صاحبِ فتوے اور علوم باطنی میں اہلِ ارشاد تھے، مشائخ متاخرین میں سے جس قدر فتوحات ظاہری و باطنی آپ کو نصیب ہوئی ہیں پنجاب اور لاہور میں کسی کو میسر نہیں ہوئیں، جو کچھ آپ کی زبان سے نکلتا تھا ویسا ہی ظہور میں آتا تھا۔ کرامتیں و خوارق بے اختیار آپ سے ظاہر ہوتے تھے وفات آپ کی ۱۲ رجمادی الاولی ۱۱۰۶ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا لاہور میں ہے۔ "آیتِ رحمتِ جہاں" تاریخِ وفات ہے۔

قاضی محب اللہ بہاری

قاضی محب اللہ بہاری بن عبد الشکور : علوم کے بحرِ ذخار، فقیہ، اصولی، منطقی، حاوی فروع و اصول، نتیجۃ السلف حجۃ الخلف تھے، موضع کڑہ میں جو مضافات بہار میں واقع ہے، پیدا ہوئے اوائل کتب درسیہ کو متفرق مقامات سے حاصل کیا، پھر درس قطب شمس آبادی میں داخل ہوئے جہاں سے بحر علوم اور بادر بین النجوم ہو کر دکھن کو تشریف لے گئے اور شاہ عالمگیر سے ملے، اس نے آپ کو

لکھنؤ کا قاضی بنا دیا پھر کچھ مدت بعد حیدر آباد کے قاضی بنائے گئے، کسی قدر مدت کے بعد بادشاہ نے آپ کو قضاء کے عہدہ سے معزول کر کے اپنے پوتے رفیع القدر بن معظم کی تعلیم پر مقرر کیا اور جب عالمگیر نے اپنی اخیر عمر میں کابل کی حکومت اپنے بیٹے معظم الملقب بہ شاہ عالم کے سپرد کی اور وہ مع اپنے بیٹے رفیع القدر کے دکھن سے کابل کو گیا تو آپ بھی اس کے ساتھ کابل کو گئے۔ ۱۱۱۸ھ میں شاہ عالمگیر کی وفات پر جب شاہ عالم ہندوستان میں پہنچا تو اس نے آپ کو منصب جلیلہ صدارت ممالک ہند کا سپرد کیا اور فاضل خان کا لقب دیا یہاں تک کہ ۱۱۱۹ھ میں آپ نے وفات پائی "شیخ دہر" تاریخ وفات ہے۔ آپ کی تصنیفات میں سے سلم العلوم منطق اور مسلم الثبوت اصول فقہ اور جوہر الفرد مسئلہ جزء لایتجزی میں مدارس علماء میں متداول اور مقبول ہیں۔ آپ نے جس طرح سلم العلوم تصنیف کر کے علم منطق کو زندہ کر دیا ہے، اسی طرح کتاب مسلم الثبوت تصنیف فرما کر علم اصول فقہ کو فروغ دے دیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ جملہ علوم نقلی و عقلی حدیث و تفسیر اور فقہ وغیرہ بغیر اصول فقہ کے ہرگز نہیں آسکتے۔

مولانا محمد محسن کشو کاشمیری

مولانا محمد محسن کشو کاشمیری : جامع علوم نقلیہ و عقلیہ تھے، مولانا محمد امین کانی اور دیگر فضلاء سے علوم حاصل کر کے تھوڑی سی مدت میں اپنے اقران سے فائق ہو گئے خصوصاً علم معقولات میں اعلیٰ مہارت حاصل کی، آپ کے درس میں عجب فیض تھا، شاذ و نادر کوئی بے بہرہ رہا ہو گا، اکثر کتب خصوصاً ہدایہ و مطول پر حواشی اور تعلیقات لکھے۔ اخوند ملا نازک سے علوم باطنی حاصل کئے۔ صاحب تاریخ اعظمی لکھتے ہیں کہ آج کے دن اکثر طلبہ علم جو مرتبہ افادہ کو فائز ہوئے ہیں۔ آپ کی شاگردی سے منسوب ہیں۔ ابھی عمر آپ کی پچاس سال کو نہ پہنچی تھی کہ ۱۱۱۹ھ میں آپ نے وفات پائی اور محلہ تاشوان میں مقبرہ سید محمد کرمانی میں مدفون ہوئے۔

مفتی ابو الصفاء دمشقی خلوتی

مفتی ابو الصفاء بن احمد بن ایوب عدوی صالحی دمشقی خلوتی : اپنے زمانہ کے شیخ، امام، صدر الصدور، علامہ، فاضل، بارع، فقیہ، مفسر، نحوی تھے۔ دمشق میں ۱۰۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پایا کر اپنے والد ماجد سے طلب علم میں مشغول ہوئے اور ان سے طریق خلوتیہ اخذ کیا اور شیخ ابراہیم فتال دمشقی وغیرہ فضلاء سے پڑھا یہاں تک کہ بارع و فائق اقران ہوئے، دمشق میں افتاء حنفیہ کی خدمت آپ کے سپرد ہوئی اور مرتے دم تک مفتی رہے اور حج بھی کیا اور مکہ معظمہ میں مدرسہ مرادیہ کے متولی رہے جہاں آپ کی بڑی شہرت اور قدر و منزلت ظاہر ہوئی

آپ کی تصنیفات سے ایک فتاویٰ متداول ہے۔ وفات آپ کی منگل کے روز ۱۲ ماہ ذی الحجہ ۱۱۲۰ھ میں ہوئی اور تربت مرج الدحلاج میں دفن کئے گئے۔ "فاضلِ دہر" تاریخِ وفات ہے۔ عدوی عدی بن مسافر صحابی کی طرف منسوب ہے اور آپ کے اجداد بقاع عزیز کے جو دمشق کی نواح میں واقع ہے، رہنے والے تھے۔

شیخ جان محمد لاہوری

شیخ جان محمد لاہوری : شریعت و فقہ و حدیث میں عالم کامل اور طریقت و معرفت میں مقتدائے زمانہ تھے اور لاہور کے محلہ پرویز آباد میں جس کی آبادی شہر سے باہر تھی، رہتے تھے، صغر سنی میں شیخ عبدالحمید خلیفہ شیخ اسمٰعیل المعروف بہ میاں کلاں لاہوری سے تحصیلِ علوم میں مشغول ہوئے۔ ایک دن ہمراہ استاد کے میاں صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے، میاں صاحب نے آپ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے لڑکے اگر تو عالم فاضل اور صاحب تحصیل ہو جائے تو ہمارے ساتھ احادیث کا تکرار کیا کرے گا۔ آپ بسبب شرم و حیا، اور بہایت ادب کے خاموش رہے، شیخ عبدالحمید نے آپ کو کہا کہ اے لڑکے کہو کہ اگر آپ کی توجہ موجب سے تحصیل علم میں فائز المرام ہو جاؤں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ آپ نے ان کلمات کو ادا کیا۔ اس پر میاں موصوف نے ہاتھ اٹھا کر آپ کے حق میں دعا کی جو درجۂ اجابت کو پہنچی اور آپ نے چند ماہ میں استعداد کلی بہم پہنچالی۔ جب شیخ عبدالحمید نے دیکھا کہ آپ مجھ سے علمی طاقت میں زیادہ ہو گئے ہیں اور ابھی انکا طائرِ ہمت بلند پروازی میں ہے تو اپنے سے علیحدہ کر کے آپ کو شیخ تیمور کے حوالہ کیا جو لاہور میں اکابر علمائے وقت سے تھے پس آپ نے تھوڑے سے عرصہ میں ان سے استفادہ کر کے فضیلت کی دستار حاصل کی۔

ایک دن حضرت میاں صاحب اپنے مدرسہ میں مستغرق بحر مراقبہ تھے کہ آپ کا خیال دل میں گذرا اور فوراً آپ کو اپنی طرف جذب کیا۔ آپ اس کشش کے سبب سے فی الفور حاضر آئے اور میاں صاحب نے آپ کو بغلگیر فرما کر نعمت وافر عطا کی اور ولایت کے مرتبہ پر پہنچایا اور فرمایا کہ آئندہ حسب وعدہ خود دوشنبہ و جمعہ کو ہمارے پاس آکر احادیث کا تکرار کیا کرو چنانچہ آپ ہمیشہ تاحیات میاں صاحب بہ ایام مقررہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر احادیث کا تکرار فرماتے اور جس حدیث میں شبہ عائد ہوتا۔ میاں صاحب مراقبہ میں روح پر فتوح حضرت رسالت پناہ سے تصحیح فرماتے۔ وفات آپ کی ۱۱۲۰ھ میں ہوئی اور محلہ پرویز آباد میں دفن کئے گئے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے بعد چند سال کے مقدم محلہ مذکور کو جو آپ کا خادم تھا خواب میں دکھائی دیکر

فرمایا کہ ہماری نعش کو یہاں سے نکال کر متصل حضرت میاں صاحب کے دفن کرو ورنہ تیرے محلہ میں سخت بلا نازل ہوگی، صبح کو مقدم مذکور نے آپ کی نعش مبارک کو وہاں سے نکلوا کر میاں صاحب کی قبر کے پاس دفن کرادیا "بحرِ فضل" تاریخ وفات ہے۔

سید قطب الدین شمس آبادی

سید قطب الدین شمس آبادی : قطب العلماء اور مدار الفضلاء تھے۔ اصل میں آپ سادات امیٹھی سے تھے جو پورب میں واقع ہے جہاں سے آپ شمس آباد متعلقہ قنوج میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ علوم ملا قطب الدین وغیرہ اساتذہ عصر سے حاصل کئے اور اخیر عمر تک تدریس میں مشغول رہے۔ آپ سے خلق کثیر نے تلمذ کیا۔ آپ باوجودیکہ ایسے تنگدست تھے کہ گھر میں آگ تک روشن کرنے کی دستگاہ نہ رکھتے تھے مگر بڑے قانع تھے اور اپنی حاجات کو کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے اور بڑی کشادہ پیشانی و کشادہ زبان وحالت سے تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ستر سال کی عمر میں ۱۱۲۱ھ میں فوت ہوئے "عفت شعار" تاریخ وفات ہے۔

قاضی حیدر المخاطب بہ قاضی خاں

قاضی حیدر المخاطب بہ قاضی خان : کاشمیر کے علمائے متبحر اور فقہائے نامدار میں سے تھے، علم مولانا عبدالرشید زرگر سے حاصل کیا جب جملہ علوم و مختلف فنون میں کمالیت کو پہنچ گئے تو بسبب تنگی معاش کے وطن کو چھوڑ کر عالمگیر کے لشکر میں آئے اور سیادت خاں صدر الصدور سے آشنائی پیدا کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کی شفقت سے شہزادوں کی تعلیم پر مامور ہوتے، بعد چندے دہلی کے قاضی ہوگئے اور اپنے کمال عدل و انصاف سے بادشاہ کو یہاں تک راضی کر لیا کہ قاضی القضاۃ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ وفات آپ کی اسہال کے مرض سے ۱۱۲۱ھ میں ملک دکن میں ہوئی اور نعش آپ کی وہاں سے اٹھا کر کاشمیر میں لے گئے اور شہر کے باہر باغ بچہ پورہ میں دفن کی گئی۔ "فاضلِ دوراں" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ملا محمد اشرف ٹلو

ملا محمد اشرف ٹلو خلف خواجہ محمد طیب : آپ احفاد مولانا علامہ خواجہ حیدر میں سے بڑے ذکی، جید طبع، مستقیم مزاج، عالم فاضل تھے، اپنے بزرگوں سے کمالات حاصل کر کے مولانا محمد محسن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علوم فقہ وغیرہ حاصل کر کے بڑے متبحر ہوئے اور تصنیفات رائقہ علم قرات اور رد شیعہ اور بعض فنون میں مثل جواہر الحکم وغیرہ کے تصنیف کیں اور اکثر تصانیف میں مجادلہ اور بلاغت کلام میں اپنے اقران سے ممتاز تھے۔ آغاز سن کہولت میں ۱۱۲۳ھ میں وفات پائی۔

مولانا عنایت اللہ شال کاشمیری

مولانا عنایت اللہ شال کاشمیری : بڑے عالم فاضل، فقیہ محدث، متقی، متورع، جامع کمالاتِ ظاہریہ و باطنیہ تھے، علوم و فنون مولوی ابوالفتح اور مولانا عبدالرشید زرگر اور فرزندان خواجہ حمید رحیرخی سے حاصل کئے اور خدا کے فضل سے تھوڑی سی مدت میں اپنے وقت کے علماء و فضلاء سے گوئے سبقت و فوقیت لے گئے، علم فقہ و حدیث اور اس کے طرقِ اسانید خصوصاً درس صحیح بخاری میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ چھتیس دفعہ آپ نے اول سے آخر تک صحیح بخاری کا مذاکرہ کیا اور مثنوی مولانا روم کے پڑھنے کے آپ بڑے شائق تھے، علوم باطن میں بھی آپ نے مشائخ سے خرقہ خلافت حاصل کئے اور تمام عمر درس و نصائح و وعظ میں مصروف رہے اور طبع موزون رکھتے تھے، شعر صوفیانہ دردمندانہ کہتے تھے۔ اڑسٹھ سال کی عمر میں آخر ماہ شعبان ۱۱۲۵ھ میں وفات پائی۔ "فخر جہاں" تاریخ وفات ہے۔

شیخ غلام نقشبند لکھنوی

شیخ غلام نقشبند[1] بن شیخ عطاء اللہ لکھنوی : عالمِ اجل، فاضلِ اکمل، مفسر، فقیہ، حامیٔ شریعتِ غراء، حارسِ ملتِ بیضا تھے۔ اوائل کتب درسیہ میر محمد شفیع دہلوی سے پڑھیں اور تحصیل کی دستار پیر محمد لکھنوی سے باندھی اور ان کے خلیفہ ہوئے۔ آپ کی تدریس و تلقین سے بہت خلقت کو فیض پہنچا۔ شاہ عالم سے آپ نے ملاقات کی اور اس نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ سید عبدالجلیل بلگرامی نے آپ سے علم حاصل کیا۔ آپ کی تصنیفات سے تفسیر ربع قرآن المسمی بہ انوار القرآن اور اس کے حواشی اور تفسیر بعض سورۂ قرآنیہ اور کتاب فرقان الانوار اور اللامعۃ العرشیہ مسئلۂ وحدتِ وجود میں اور شرح قصیدہ خزرجیہ عروض میں و غیرہ فن یادگار ہیں۔ وفات آپ کی سلخ ماہِ رجب ۱۱۲۶ھ میں ہوئی اور لکھنؤ میں دفن کئے گئے۔ "دار الفیض" تاریخ وفات ہے۔

شیخ احمد صاحب تفسیر احمدی

شیخ احمد المعروف[2] بہ ملاجیون صدیقی امیٹھوی : فقیہ، محدث، اصولی، جامع معقول و منقول، علامۂ وقت، فہامہ دہر اور اورنگ زیب عالمگیر کے استاد صاحبِ فتویٰ تھے۔ آپ کا نسب حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ اول کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ آپ قصبۂ امیٹھی میں جو مضافات لکھنؤ سے ہے، پیدا ہوئے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا، پھر اطراف و اکناف کے علماء و فضلاء سے تلمذ کیا۔ آپ بڑے صاحبِ حافظہ

---

[1] ولادت ۱۰۵۱ھ، آپکی تصنیف انوار الفرقان و ازہار القرآن کے قلمی نسخے رام پور، پٹنہ اور مدراس میں موجود ہیں۔ (مرتب)

[2] ملا احمد بن ابی سعید بن عبید اللہ بن عبدالرزاق بن مخدوم خاصہ خدا صالحی "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" (مرتب)

تھے، کتابوں کی عبارت کے ورقوں کے ورق آپ کو یاد تھے، اخیر کو مولانا لطف اللہ جہان آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے یہاں تک کہ سولہ سال کی عمر میں علوم دینیہ اور فنون شرعیہ کی تحصیل و تکمیل سے فراغت پائی۔ عالمگیر بادشاہ نے آپ کو اپنی استاذی کے لئے منتخب کیا اور آپ کی بڑی عزت و توقیر کرتا تھا اور عالم شاہ بن عالمگیر بھی آپ کی نہایت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ اکیس سال کی عمر میں آپ نے ۱۰۶۹ھ میں تفسیر احمدیؒ کو ان احکام فقہیہ کی تشریح میں جو قرآن سے مستنبط ہوتے ہیں تصنیف کیا، بعد ازاں حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں بعض طلبار کی استدعار سے اٹھاون سال کی عمر میں اصول منار کی شرح نور الانوار تصنیف فرمائی جو اس زمانہ میں یہاں تک مقبولِ علماء ہوئی ہے کہ درس میں داخل ہے، اس شرح کے بعد آپ پچیس سال زندہ رہے اور ۱۱۳۰ھ میں دار الخلافہ دہلی میں وفات پائی اور آپ کا جسد شریف قصبۂ امیٹھی میں جو آپ کا مولد تھا، لیجا کر دفن کیا گیا۔ "خورشیدِ اوج" تاریخ وفات ہے۔

میر ایوب بخاری

میر ایوب بخاری : بخارا کے فضلائے نامدار اور فقہائے یگانۂ روزگار میں سے تھے، جو اوائل عہد شاہ فرخ سیر میں کاشمیر میں وارد ہو کر تدریس علوم دینی اور اتباع سنت نبوی میں مشغول ہوئے اور ۱۱۳۰ھ میں وفات پائی اور کوسہ پورہ میں مدفون ہوئے۔

حافظ امان اللہ بنارسی

حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بنارسی : منقول و معقول میں ماہر اور فروع و اصول میں متبحر قرآن کے حافظ تھے، شاہ عالمگیر کی طرف سے صدارت لکھنؤ پر مقرر ہوئے۔ ان دنوں میں قاضی محب اللہ بھی وہاں قاضی تھے جس سے آپ کے اور ان کے درمیان اکثر مباحثے و مناظرے جاری رہتے تھے۔ آپ نے اصولِ فقہ میں کتاب مفسر نام تصنیف کی اور خود ہی اس کی شرح محکم الاصول نام لکھی۔ علاوہ ان کے حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ عضدی، حاشیہ تلویح، حاشیہ قدیمہ، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ حکمۃ العین حاشیہ شرح عقائد دوانی، حاشیہ رشیدیہ درباب مناظرہ، محاکمہ مابین امیر باقر استرآبادی و ملا محمود جونپوری دربارہ مسئلہ حدوث دہری یادگار زمانہ ہیں۔ وفات آپ کی ۱۱۳۳ھ میں ہوئی۔ "آرائشِ کاخ" تاریخ وفات ہے۔

سیّد عبد الجلیل بلگرامی

سید عبد الجلیل بن سید احمد حسینی واسطی بلگرامی : محدث، مفسر، فقیہ، ادیب، لغوی، علامہ بارع، کوکب ساطع، قاموس اللسان طلیق البیان تھے، ۱۳ ماہ شوال ۱۰۷۱ھ کو بلگرام میں پیدا

لہ تفسیر احمدی کا اردو ترجمہ لاہور سے شائع ہو گیا ہے (مرتب)

ہوئے اور وہاں کے اساتذہ سے علوم حاصل کئے اور حدیث کو سید مبارک شاہ محدث واسطی حسینی بلگرامی متوفی ۱۱۱۵ھ تلمیذ شیخ نور الحق محدث سے سنا اور ادب کو شیخ غلام نقشبند لکھنوی سے اخذ کیا اور فنون عالیہ خصوصاً تفسیر و حدیث و سیر و اسماء الرجال اور تاریخ عرب و عجم حاصل کئے، عربی، فارسی، ترکی، ہندی میں بڑے عارف تھے اور نہایت طلاقت لسانی سے ان چاروں میں گفتگو کرتے تھے۔ اورنگ آباد میں سید علی معصوم صاحب کتاب سلافۃ العصر سے ملاقات کی جنہوں نے آپ کی نسبت بہت عمدہ شہادت دی اور کہا کہ میں نے ہند میں آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

عالمگیر نے آپ کو بخشی گری اور وقائع نگاری گجرات پنجاب پر مقرر فرمایا پھر سندھ کے بلاد بکھر[1] اور سیوستان میں اسی خدمت پر مقرر ہوئے جس کو آپ نے بڑی خوبی سے انجام دیا۔ ۱۱۲۶ھ[2] میں سلطان فرخ سیر سے مل کر ان تمام خدمات سے استعفاء دے دیا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے سید محمد کو مقرر کرا کے آپ بلگرام میں آگئے جہاں آپ کے دختر زادہ سید آزاد نے آپ سے تلمذ کیا۔ ایک برس کے بعد آپ دہلی کو تشریف لے گئے اور وہاں اقامت اختیار کی یہاں تک کہ شنبہ کی رات ۲۳ ماہ ربیع الآخر ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی اور نعش بلگرام میں لاکر گلستان محمود کے اندر دفن کی گئی۔ آپ کی تاریخ وفات " اولئک لہم عقبی الدار جنّت عدن " سے نکلتی ہے۔

شیخ عارف حبیب اللہ

شیخ عارف حبیب اللہ قنوجی : فقیہ فاضل، صوفی کامل، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، علوم درسیہ وظاہریہ کو بہ تمام وکمال حاصل کر کے شاہ عبد الجلیل الہ آبادی سے سلوک و تصوف میں اشتغال کیا اور جب اس علم میں بھی منتہی ہوئے تو اپنے آپ کو درس اور ارشاد خلق کے لئے وقف کر دیا۔ جواہر خمسہ اور تذکرۃ الاولیاء اور سیر میں روضۃ النبی اور انیس العارفین اور فقہ میں کتاب فاضل تصنیف فرمائیں۔ وفات آپ کی ۱۱۴۰ھ میں واقع ہوئی اور آپ کے آثار سے اس وقت مسجد و خانقاہ اور روضہ جس میں آپ کی قبر ہے، باقی ہیں۔ " دریائے افضال " تاریخ وفات ہے۔

شیخ علی اصغر

شیخ علی اصغر بن شیخ عبد الصمد قنوجی بکری کرمانی اولاد شیخ عماد الدین کرمانی صاحب فصول عمادیہ : فقہ، حدیث، تفسیر، صرف، نحو، منطق، معانی میں وحید العصر، فرید الدہر، تصوف و سلوک میں امام وقت تھے، ۱۰۵۱ھ میں پیدا ہوئے، علوم درسیہ متداولہ سید علامہ محمد قنوجی سے اخذ کئے اور متوسطات و مطولات کو حلقہ درس سید عصمۃ اللہ سہارنپوری میں تمام کیا اور تحصیل کی دستار شیخ کامل ملا محمد زماں کاکوری

---

[1] بکھر (مرتب) [2] ۱۱۳۰ھ نزہۃ الخواطر (مرتب)

سے باندھی۔ آپ کا نسب حضرت ابوبکر صدیق پر منتہی ہوتا ہے۔ سید غلام علی آزاد نے مآثر الکرام میں لکھا ہے کہ آپ کے بعض آباء و اجداد مدینۂ منورہ سے کرمان میں آئے اور وہاں سے شیخ مبارک بن عماد الدین کرمانی ہند میں آئے اور قنوج میں وطن اختیار کیا اور شیخ علی اصغر تحصیلِ علم میں شیخ احمد ملا جیون کے شریک رہے اور شیخ پیر محمد لکھنوی سے خرقہ پہنا اور قنوج میں آکر اخیر عمر تک عزلت اختیار کی اور ساٹھ برس تک تدریس دی آپ کے درس میں بہت لوگ فضیلت کے درجے کو منتہی ہوئے۔ آپ کی تصنیفات سے جلالین کے طرز پر ایک مختصر تفسیر المسمی بہ ثواقب التنزیل[۱] لیکن بلاغت و متانت میں اس سے احسن اور تبصرۃ المدراج سلوک میں اور قصیدہ مہیمنیہ اور اس کی شرح نفائس العلیہ فی کشف اسرار المہیمنیہ اور شرح فصوص الحکم وغیرہ یادگار ہیں۔ وفات آپ کی سنہ ۱۱۴۰ھ میں ہوئی اور "معنبر مشہورِ دہر" تاریخ وفات ہے۔

شیخ کلیم اللہ

شیخ کلیم اللہ[۲] جہاں آبادی : اعاظم علماء اور کبرائے مشائخ میں سے تھے، دہلی کے علماء و فضلاء سے علوم ظاہری و فنون رسمی حاصل کر کے فضیلت و کمالیت کی دستار باندھی، بعدہٗ حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے جا کر مدینۂ منورہ میں حضرت شیخ یحییٰ مدنی کے مرید ہوئے اور مدت تک ان کی خدمت میں ظاہری و باطنی فیوض پا کر اور خرقۂ خلافت حاصل کر کے شاہجہان آباد میں آئے اور درمیان قلعہ و جامع مسجد کے تدریس و تلقین خلائق میں مصروف ہوئے اور علوم حقائق و معارف میں کئی کتب تصنیف کیں چنانچہ کتاب سواء السبیل و کشکول و مرقع وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔ وفات آپ کی ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا دہلی میں زیارتگاہِ عام ہے۔ "فاضل ہادیٔ دہر" تاریخ وفات ہے۔

محمد عنایت اللہ قادری

محمد عنایت اللہ[۳] قادری قصوری ثم اللاہوری الشطاری : ابو المعارف کنیت تھی۔ جامع علومِ ظاہر و باطن، فقیہ فاضل، صوفی کامل تھے۔ شرح وقایہ کے حواشی المسمی بہ غایۃ الحواشی دو جلدوں میں تصنیف کئے جن میں فروع کثیرہ داخل کئے اور کنز الدقائق کی شرح ملتقط الدقائق نام تصنیف کی جس میں باب تشہد کے اندر اشارہ سبابہ کی سنت کو خوب ترجیح دی۔ وفات آپ کی سنہ ۱۱۴۷ھ میں ہوئی۔

---

[۱] کتب خانہ رام پور میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ (مرتب)

[۲] ولادت سنہ ۱۰۶۰ھ، وفات سنہ ۱۱۴۲ھ۔ آپ کی تصنیف کردہ تفسیر قران القرآن بالبیان سنہ ۱۲۹۰ھ میں شاہ رفیع الدین کے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر شائع ہو چکی ہے۔ (مرتب)

[۳] مشہور صوفی شاعر اور بزرگ بُلھے شاہ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ (مرتب)

علی مقدسی

ابوبکر بن احمد بن صلاح الدین المعروف بالعلی مقدسی : اپنے زمانہ کے شیخ عالم، فقیہ، فاضل، محدث مقدام، عابد، زاہد، راغب فعال حسنہ تھے۔ قدس میں افتار حنفیہ کے متولی رہے پھر اسلام بول میں تشریف لے گئے اور وہاں افادہ خلائق اور نشر علوم میں مشغول رہ کر ۱۱۴۳ھ میں وفات پائی۔ "رازدارِ خالق" تاریخ وفات ہے۔

عبدالغنی نابلسی دمشقی

عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی دمشقی : عالم محقق، فاضل مدقق تھے۔ علوم و فنون اپنے ملک کے علماء و فضلاء سے حاصل کئے اور اپنے چشمۂ فیض سے ایک جماعت کثیرہ کو سیراب کیا۔ کتاب نہایۃ المراد شرح ہدیۃ ابن العماد اور خلاصۃ التحقیق فی مسائل التقلید و التلفیق اور لولوا لمکنون فی الاخبار عما سیکون اور غایۃ الوجازہ فی تکرار الصلٰوۃ علی الجنازہ وغیرہ تصنیف کیں اور ۱۱۴۳ھ میں وفات پائی۔ "محققِ مذہبِ حنفی" تاریخ وفات ہے۔

سیّد محمد بن مصطفٰے

سید محمد بن مصطفٰے بن حبیب ارضرومی نزیل قسطنطنیہ : ابوالمکارم کنیت، قسطنطنیہ کے علمائے اعلام اور قاضیوں میں جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے اور مولیٰ شیخ الاسلام فیض اللہ کے عہد میں قسطنطنیہ میں وارد ہوئے اور بڑا مرتبہ پایا اور آپ کی بڑی عظمت و عزت ہوئی لیکن جب شیخ موصوف قتل ہوگئے تو آپ سلطانی حکم سے شہر بروسا میں جلاوطن کئے گئے جہاں آپ نے ۳۰ سال اقامت فرماکر ۱۱۴۶ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تصنیفات سے کتاب السیاسۃ والاحکام یادگار ہے۔

حاجی محمد افضل

حاجی محمد افضل[1] بن شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانی : محدث ثقہ، عالم ماہر، فاضل متبحر اولیائے نامدار تھے، بعد تحصیل علوم ظاہری کے شیخ حجۃ اللہ نقشبند کے مرید ہوئے اور دس سال تک ان سے فیوض باطنی حاصل کئے پھر شیخ عبدالاحد خلیفہ شیخ احمد سعید سے ولایت کا شرف حاصل کیا، بعد ازاں حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے اور وہاں سے فیوضات بے شمار اور فتوحات عظیم کے ساتھ واپس آکر تدریس علوم دینی اور تلقین اسرار باطنی میں مصروف ہوئے چنانچہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے علم حدیث کی سند آپ سے حاصل کی۔ آپ کا یہ طریقہ تھا کہ جو شخص کچھ نقد بطور تحفہ و ہدیہ

---

[1] حاجی محمد افضل شیخ محمد معصوم کے بیٹے نہیں مرید اور خلیفہ تھے "مقامات مظہری" "تذکرہ علمائے ہند" (مرتب)

کے لاتا تو آپ اس سے ہر فن کی کتابیں خرید کر کے وقف کر دیتے چنانچہ ایک دفعہ آپ کو پندرہ ہزار روپیہ بطور تحفہ کے آیا، آپ نے سب کی کتابیں خرید کر کے وقف کر دیں۔ وفات آپ کی ۱۱۴۶ھ میں ہوئی۔ "نورِ فیض" تاریخِ وفات ہے۔

حافظ محمد محسن

حافظ محمد محسن مجددی نقشبندی : شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی اولاد اور شیخ محمد معصوم مجددی کے خلفاء میں سے جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور حاوی فنون رسمیہ و ظاہریہ تھے اور دہلی میں آپ کے وقت کسی کو علماء و فضلائے شہر سے آپ کے ساتھ برابری کی جرأت نہ تھی، اخیر کو آپ نے ہدایت ربانی کی کشش سے شیخ محمد معصوم کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم باطنی سے فائدہ اٹھایا اور ورع و تقویٰ و زہد و ریاضت میں یکتائے روزگار ہو کر خلافت کا خرقہ حاصل کیا۔ وفات آپ کی ۱۱۴۷ھ میں ہوئی۔

احمد بن بحر بن علی

احمد بن بحر بن احمد بن محمد بطیحش العکی : ۱۰۶۵ھ میں شہر عکا میں پیدا ہوئے، آپ اپنے زمانہ کے امام اجل، علامہ فاضل، عالمِ متبحر، فقیہِ ماہر، مؤلفِ نحریر، مفتی عکا تھے۔ آپ کی تصنیفات سے فتاویٰ عکی و شرح ملتقی الابحر و شرح منظومہ ابن شحنہ وغیرہ یادگار ہیں۔ وفات آپ کی ۱۱۴۷ھ میں ہوئی، "فاضلِ عالی فہم" تاریخِ وفات ہے۔

شیخ تاج الدین قلعی

شیخ تاج الدین قلعی بن قاضی عبد المحسن، فقیہ فاضل، محدث کامل، مفتی مکہ مکرمہ تھے، بہت سے مشائخ حدیث سے صحبت کی اور ان سے علوم کو اخذ کیا اور سب نے آپ کو اجازت دی لیکن اکثر علم حدیث کا آپ نے شیخ عبد اللہ بن سالم بصری سے حاصل کیا۔ آپ کا قول ہے کہ میں نے کتب حدیث کو بحث اور تنقیح کے طور پر انہیں سنایا اور صحیحین کو عجمی سے پڑھا اور سب کی انہوں نے مجھے اجازت دی۔ آپ نے شیخ صالح زنجانی کی بھی ملازمت کی اور ان سے فقہ حاصل کی اور شیخ احمد نخلی اور شیخ احمد قطان وغیرہ سے بھی روایت و اجازت حاصل کی اور ان سے تدریس کا طریقہ اخذ کیا اور نیز شیخ ابراہیم کردی سے اجازت لی اور ان سے حدیث مسلسل بالاولیہ کو روایت کیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انسان العین میں لکھتے ہیں کہ جب آپ صحیح بخاری کا درس دیا کرتے تھے تو میں کئی دن تک آپ کی مجلس درس میں حاضر ہوا اور آپ سے کتب صحاح ستہ و مؤطا امام مالک و مسند دارمی اور امام محمد کی کتاب الآثار کو کہیں کہیں سے سنا اور آپ سے سب کتابوں کی اجازت حاصل کی اور رجب میں ۱۱۴۴ھ میں زیارتِ نبوی سے واپس ہوا تو آپ نے بھی

سے میں نے پہلے پہل حدیث مسلسل بالاولیۃ کو بروایت شیخ ابراہیم سنا۔ وفات آپ کی ۱۱۴۸ھ میں ہوئی۔ "زبدۂ خلقت" تاریخ وفات ہے۔

شیخ ابراہیم تشبیلی

شیخ ابراہیم بن اسمٰعیل رملی تشبیلی : فقہاء السیار میں سے فقیہ فاضل، عالم بالفرائض، ادیب، خلیق، متواضع تھے۔ ۔۔ میں پیدا ہوئے اور ہوش سنبھالتے پر قاہرہ کو تشریف لے گئے جہاں امام رئیس حنفیہ وغیرہ فضلائے عصر سے علوم حاصل کئے اور اپنے شہر میں واپس آکر درس اور افادہ خلائق میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ علمائے کثیر نے آپ سے اخذ کیا۔ وفات آپ کی رملہ میں ۱۱۴۹ھ میں ہوئی۔ "زیب خلقت" تاریخ وفات ہے۔

سیّد جان محمد بلگرامی

سید جان محمد بن سید معین الدین بلگرامی : عالم فاضل، حاوی فروع واصول، جامع منقول ومعقول تھے۔ ۱۰۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عالمگیر کے عہد میں ملتان میں صاحب دار العدالت تھے۔ آپ نے سات قرارت کے ساتھ قرآن کو حفظ کیا اور علوم وفنون کو اپنے چچا علامہ سید عبد الجلیل واسطی سے حاصل کیا، عربی کے خوشنولیس بھی اعلیٰ درجہ کے تھے اور نہایت فصاحت کے ساتھ فارسی میں گفتگو کیا کرتے تھے، پھر حج کے شوق میں نکلے اور بغداد اور نجف اور کربلا اور طوس کو دیکھتے اور بزرگوں کی زیارات کرتے ہوئے مکہ معظمہ میں پہنچے اور حج کرکے مدینہ منورہ کو تشریف لے گئے اور وہاں اقامت اختیار کی۔ آپ مسجد نبوی میں بیٹھ کر تصحیح قرآن شریف میں مشغول رہتے تھے یہانتک کہ ۱۱۴۹ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کئے گئے۔ "عالم قرآن خوان" تاریخ وفات ہے۔

مولانا ابو الفتح کانی

مولانا ابو الفتح کانی : عالم عامل، عارف کامل، متبع السنۃ، قامع البدعۃ، مرید شیخ محمد چشتی و شیخ محمد مراد منو نقشبندی کے تھے، عمر نہایت افادہ وافاضہ اور احتیاط وحسن سلوک میں بسر کرکے ۱۱۴۹ھ میں وفات پائی۔

سیّد طفیل محمد بلگرامی

سید طفیل محمد بن سید شکر اللہ حسینی اترولی بلگرامی : عالم فاضل، عارف کامل، فقیہ، ادیب، جامع علوم درسیہ نقلیہ وعقلیہ تھے، ساتویں ماہ ذی الحجہ ۱۱۰۲ھ میں قصبہ اترولی توابع آگرہ میں پیدا ہوئے اور اپنے چچا سید احسن اللہ کے ساتھ دہلی کو تشریف لے گئے جہاں آپ نے سید حسین الملقب بہ رسول نما

سے میزان الصرف پڑھنا شروع کی پھر شرح ملا جامی تک اپنے چچا مذکور سے پڑھا پھر بلگرام میں آکر سید مرتی متوفی ۱۱۱۷ھ اور حاجی سید سعد اللہ متوفی ۱۱۱۹ھ تلمیذ ملّا عبد الرحیم قاضی مراد آباد شاگرد ملا عبد الحکیم سیالکوٹی اور قاضی علیم گھنڈوی متوفی ۱۱۱۵ھ اور سید قطب الدین شمس آبادی سے علوم کو تحصیل کیا پھر ستر برس تک علوم کو زندہ کیا اور نکاح نہ کیا، جب سید عبد الجلیل بلگرامی آگرہ کو گئے تو آپ بھی انکے ہمراہ گئے۔ آپ شعر بھی عمدہ کہا کرتے تھے۔ وفات آپ کی ۱۱۵۱ھ میں ہوئی اور بلگرام میں مدفون ہوئے "تاجِ مذہب" تاریخِ وفات ہے۔

مولوی امان اللہ شہید

شیخ الاسلام مولوی[1] امان اللہ بن مولوی خیر الدین : عالمِ فاضل، متورع کامل، خلیق شفیق تھے۔ صغر سنی میں تحصیلِ علوم میں مشغول ہوئے اور تھوڑی مدت میں علوم معقول و منقول میں مہارت کامل حاصل کر کے محسودِ اقران و معاصرین ہوئے۔ تصانیف رائقہ اور تعلیقاتِ فائقہ کیں، باوجود ان اوصاف کے ورع و تقوٰی کی طرف میل کلی رکھتے اور حسن اخلاق اور عموم اشفاق سے آشنا و بیگانہ کو قید کر لیتے تھے، عین گرمی ہنگامہ تدریس میں بسبب امور دنیاوی کے بادشاہ کے لشکر میں پہنچے اور بسبب شہرت اور کمالیت کے نواب امیر الامرا خاں دوران سے ربط کلی حاصل کیا اور جنگ نادریہ میں ۱۱۵۱ھ میں شہادت پائی۔ "فخرِ دوسرا" تاریخِ وفات ہے۔

مولوی سعد الدین صادق

مولوی سعد الدین[2] صادق بن مولوی امان اللہ شہید : ۱۱۲۷ھ میں پیدا ہوئے اپنے والد ماجد سے علوم حاصل کر کے مسندِ افادت پر متمکن ہوئے اور اکثر مباحثات میں اپنے ہمعصروں پر غالب رہے، بعد ۳۸ روز شہادت والد ماجد کے ۲۳ ماہ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ میں وفات پائی اور اپنے باپ کے پاس مدفون ہوئے۔

شیخ محمد فاضل

شیخ محمد[3] فاضل قادری مجددی بٹالوی : پنجاب کے علمائے اجلہ اور فضلائے کبری میں سے شریعت و طریقت میں ایسا قدم راسخ رکھتے تھے کہ کسی کو علمائے عہد اور مشائخ وقت سے آپ کے قول و فعل پر جائے نکتہ چینی نہ تھی، تمام عمر تدریس اور تعلیم طالبان علم اور حق میں بسر کی اور

---

[1] ، [2] کشمیری: نزہت الخواطر" (مرتب)

[3] آپ شیخ محمد فضل قادری لاہوری کے مرید اور اردو کے شاعر تھے۔ (مرتب)

ہزار ہا خلقت آپ کے وسیلہ سے کمالات ظاہری و باطنی کو پہنچی ۔ یہ بات ثبوت کو پہنچی ہے کہ جب آپ بٹالہ میں خانقاہ کی عمارت بنواتے تھے تو آپ کے پاس کچھ نقد موجود نہ تھا پس آپ معماروں و مزدوروں کو اجرت ہر روز خزانہ غیب سے دیتے تھے ۔ وفات آپ کی ۱۱۵۱ھ میں ہوئی اور مزار آپ کا قصبہ بٹالہ میں زیارت گاہِ عام ہے ۔

ابراہیم بن سفر غزی

ابراہیم بن محمد بن سفر المعروف بہ ابن سفر غزی : عالم فاضل، فقیہ کامل، شیخ صوفی تھے، قصبہ غزہ میں پیدا ہوئے، قاہرہ میں جا کر سید علی الضریر وغیرہ سے فقہ پڑھی اور پندرہ سال کی عمر میں بڑا ملکہ حاصل کیا پھر غزہ میں مراجعت کی اور یہاں شیخ مصطفیٰ بن کمال الدین صدیقی دمشقی کی صحبت میں رہ کر علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی اور تدریس و افادہ مخلوق میں مشغول رہ کر استسقاء کے مرض سے ۱۱۵۲ھ[1] میں وفات پائی اور مقام ظاہر غزہ میں دفن کیے گئے ۔ "فخر عرب" تاریخ وفات ہے ۔

میر عبد الوہاب منور آبادی

میر عبد الوہاب منور آبادی ابن میر ہاشم : عالم فاضل، فقیہ کامل، متورع و متقی تھے، شغل آیت و حدیث میں عمر بسر کر کے اسی سال سے زیادہ کی عمر میں ۱۱۵۳ھ[2] میں وفات پائی ۔

مولوی محمد زین الدین رانیوری

مولوی محمد زین الدین رانیوری[3] ابن خواجہ عبد اللطیف : عالم فاضل، مدقق کامل، ذکی فہیم، سخی تھے، علاوہ فضیلت علمی کے عالی نسب و حسب اور صلاح و تقویٰ میں آراستگی تمام اور شعر و سخن و فصاحت میں اقران سے گوئے سبقت لے گئے تھے، امورِ معاش میں بڑے محتاط تھے، باون سال کی عمر میں ۱۱۵۵ھ میں وفات پائی ۔ آپ کی نماز جنازہ پر تقریباً بیس ہزار آدمی جمع ہوئے تھے ۔ مزار فائض الانوار آپ کا محلہ رانیواری میں اپنے جدِ امجد خواجہ زین الدین علی کے پاس واقع ہے ۔

نور الدین بن شیخ محمد صالح

نور الدین بن شیخ محمد صالح احمد آبادی : فقیہ، محدث، مفسر، علامۂ زمانہ، فہامۂ یگانہ، وحید العصر، فرید الدہر، جامع منقول و معقول، حاوی فروع و اصول، بحرِ ذخارِ علوم، صاحبِ تصانیفِ کثیرہ تھے، احمد آباد میں ۱۰۶۳ھ[4] میں پیدا ہوئے ۔ ملا احمد سلیمانی اور ملا فرید الدین احمد آبادی سے تلمذ کیا یہانتک کہ

---

[1] ۱۱۵۲ھ ۔ (تذکرۃ العلماء) (مرتب) [3] کشمیری ۔ [4] ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۰۶۳ھ (نزہۃ الخواطر) (مرتب)

سرآمد ارباب دانش ہوئے۔ ۱۱۷۳ھ میں حرمین شریفین کی زیارت حاصل کی اور دوسرے سال مراجعت کر کے حضرت محبوب عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت وخلافت خانوادوں کی حاصل کر کے ایک بڑا مدرسہ[۱] اور خانقاہ تیار کرائی اور ابتدائے تحصیل سے اخیر عمر تک تدریس وتصنیف میں مشغول ہو کر ایک عالم کو فیضیاب کیا اور ڈیڑھ سو سے زیادہ صغیر وکبیر کتابیں تصنیف کیں چنانچہ ان میں سے تفسیر کلام اللہ، نور القاری شرح صحیح البخاری، حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ قویمہ حاشیہ قدیمہ، حاشیہ شرح مواقف، حل المعاقد حاشیہ شرح المقاصد، حاشیہ شرح مطالع، حاشیہ تلویح، حاشیہ عضدی، شرح معول، حاشیہ مطول، حاشیہ منہل، حاشیہ شمسیہ، حاشیہ شرح تہذیب، حاشیہ شرح وقایہ، حاشیہ شرح ملا، حاشیہ طریق الامم، شرح فصوص الحکم وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔ اکانوے سال کی عمر میں نویں تاریخ شعبان کی رات ۱۱۵۵ھ میں وفات پائی، اور اپنی خانقاہ کے پاس مدفون ہوئے۔ تاریخ وفات "اعظم الاقطاب" ہے۔

مولانا محمد عابد لاہوری

مولانا محمد عابد لاہوری : بڑے عالم فاضل، فقیہ، مفسر، اہل بیت علم سے تھے یہاں تک کہ علم وعمل اور ورع وتقوے میں علمائے عصر اور اولیائے وقت سے سبقت لے گئے تھے۔ آپ کا نسب آبائی حضرت ابابکر صدیق پر منتہی ہوتا ہے، ہر رات نماز تہجد میں ساٹھ دفعہ سورۂ یٰس پڑھتے تھے اور مرض الموت میں جو آپکو اسہال کی بیماری تھی آپ نے ہر رات نماز تہجد میں ۳۵ بار سورۂ یٰس اور ۲۰ ہزار بار ذکر کلمۂ طیبہ اور ہزار بار ذکر نفی واثبات بہ حبس دم اور تلاوت ایک منزل قرآن شریف وہزار بار درود شریف روزمرہ وظیفہ مقرر کیا ہوا تھا۔ آپ کے حلقۂ مجلس میں روزانہ قریب دو سو کے علماء وصلحاء بیٹھا کرتے تھے۔ آپ نہایت اشتیاق سے پا پیادہ لاہور سے حرمین شریفین میں پہنچے اور حج وزیارت روضۂ رسول مقبول سے مشرف ہو کر واپس آئے اور اٹھارہویں ماہ رمضان ۱۱۶۰ھ میں لاہور میں وفات پائی۔ "فخر بزرگان" تاریخ وفات ہے۔ تصنیفات بھی آپ نے بہت کی جس میں سے حاشیہ بیضاوی ناتمام، شرح خلاصہ کیدانی بزبان فارسی، شرح قصیدہ بانت سعاد، رسالہ در بارہ وجوہ اعجاز قرآن، رسالہ فی الاربعۃ الاحتیاطیۃ لبعد صلوٰۃ الجمعہ، العشرۃ المبشرۃ فی فضائل الامۃ المرحومۃ[۲] مشہور ومعروف ہیں۔

---

[۱] اس مدرسہ کی تعمیر ۱۱۰۹ھ سے ۱۱۱۱ھ تک جاری رہی اور ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ نقد خرچ ہوا، آپ کی تفسیر گم ہے یعنی اس کے کسی قلمی نسخہ کا پتہ نہیں چلتا۔ (مرتب) [۲] سید عبدالحی حسنی رائے بریلوی نے نزہۃ الخواطر میں لکھا ہے کہ ان تمام تصانیف کا ذکر حدائق الحنفیہ کے علاوہ اور کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ (مرتب)

ملا نظام الدین سہالوی

ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین سہالوی[1] : فاضلِ جید، عارفِ فنونِ رسمیہ، ماہرِ علومِ نقلیہ و عقلیہ، فقیہ اصولی تھے، علوم شیخ غلام نقشبند لکھنوی وغیرہ سے حاصل کئے اور لکھنؤ میں اقامت اختیار کر کے تدریس و تالیف میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ پورب میں ریاست علم کی آپ پر منتہی ہوئی۔ شیخ عبدالرزاق بانسوی متوفی ۱۱۳۶ھ سے بیعت کی اور سید اسمٰعیل بلگرامی متوفی ۱۱۶۲ھ سے نصوصِ کثیرہ اخذ کئے۔ سید غلام علی آزاد کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا اور ٹھیک طریقہ سلف صالحین پر پایا۔ آپ کی پیشانی میں نور قدس چمکتا تھا۔ آپ کی تصنیفات سے شرح مسلم الثبوت اور حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ صدر الدین شیرازی یادگار ہیں۔ وفات آپ کی ۱۱۶۱ھ میں ہوئی، "فاضلِ قدوۂ دین و دنیا" تاریخ وفات ہے۔

حاجی عبدالولی طرخانی

حاجی عبدالولی طرخانی : عالم فاضل، محدثِ کامل تھے۔ اپنے وطن طرخان واقع بلاد ترکستان سے مکہ معظمہ میں گئے اور بعد ادائے حج کے مدینہ منورہ میں پہنچے اور وہاں مدرسہ دار الشفاء میں حلقہ درس شیخ ابوالحسن سندی میں داخل ہو کر روایت کتب حدیث و تفسیر کی اجازت حاصل کی اور وہاں سے مراجعت فرما کر کاشمیر میں آئے اور تتمۃ الحواشی علاؤ سعد کو سچ کو بطور تحفہ کے شیخ الاسلام مولانا قوام الدین محمد کی خدمت میں گزرانا اور روایت کتب حدیث و تفسیر کی اجازت ان کو دی اور کچھ عرصہ تک ان کے مکان میں رہے۔ آخر الامر ۱۱۷۰ھ میں موضع نیں سوکھ جیون نے آپ کو شاہزادہ بلخ کی تہمت میں شہید کر دیا۔ کہتے ہیں کہ آپ کا سر تن سے جدا اخیر رات تک خدا کے ذکر میں مشغول رہا جب صبح ہوئی تو اس نے خاموشی اختیار کی۔ "شیخِ مشہور دہر" تاریخ وفات ہے۔

مقیم السنہ

اخوند محمد عبداللہ لیبوی بن خواجہ محمد فاضل ٹوپگیرو : مقیم السنہ لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے عالمِ محقق، فاضلِ مدقق تھے۔ علم ملا محمد محسن اور شیخ الاسلام علامہ شہید مولوی معز الدین امان اللہ سے

---

[1] علامہ نظام الدین انصاری سہالوی لکھنوی اپنے والد کی شہادت کے وقت چودہ پندرہ برس کے تھے شہنشاہ عالمگیر نے انکے خاندان کو ایک یورپین کی حویلی دیدی جو فرنگی محل کے نام سے مشہور تھی۔ حائس اور بنارس میں بھی رہے۔ درس نظامی جاری کیا، سلسلہ قادریہ سے متعلق تھے بہت سی کتب پر حواشی تحریر کئے، شرح تحریر الاصول، حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ شرح عضدیہ، حاشیہ علی حاشیہ قدیمہ، مناقب رزاقیہ (فارسی)، شرح منار الاصول، شرح مبارزیہ بھی آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں بعض بڑے نامور علماء گزرے ہیں۔ (مرتب)

تحصیل کیا یہاں تک کہ فحول علماء اور کمل فضلاء کے درجہ میں مترقی ہو کر مسندِ افادت پر جلوس فرما ہوئے اور جب حضرت قاضی شاہ دولت کاشمیر میں وارد ہوئے تو ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر تھوڑی سی مدت میں سب مراتب و درجات طے کر کے خلافت کا خرقہ حاصل کیا اور عبد الصمد خاں کے وارد کاشمیر ہونے پر بیگی وہ متور کے راستہ سے پشاور میں گئے بعد ازاں فخر الدین محمد خاں کی نیابت میں جموں کے راستہ سے لاہور میں پہنچے اور ملا اشرف الدین کے وسیلہ سے وہاں کے حکام کی صحبت میں مباحثہ و مناظرہ میں علمائے پنجاب پر فوقیت لے گئے اور وہاں سے مراجعت کر کے افتار کا درجہ حاصل کیا اور کچھ عرصہ تک آپ کے وجود سے مجالس محکمہ نے زیب و زینت حاصل کی، آخر الامر سب کو ترک کر کے عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے اور اکثر اوقات آپ سے حل مشکلات اور خوارق عادات ظہور میں آئیں اور نصف ماہ شوال ۱۱۷۱ھ میں وفات پائی۔ "ستون کعبۂ دین او فتادہ" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

آپ کے وجود سے کاشمیر میں بہت علم پھیلا، چنانچہ آپ کے شاگردوں میں سے بابا محمد عثمان و بابا عبد اللہ لیسوی و ملا عبد المومن و میر محی الدین قادری و قاضی محمد حسین و ملا نور الدین جعفر و شیخ الاسلام التقی مولوی قوام الدین محمد مفتی وغیرہ ہیں۔ لیسوی قصبہ لیسی کی طرف منسوب ہے جو بلاد ترکستان میں واقع ہے جہاں سے آپ کے اسلاف آ کر کاشمیر میں آباد ہوئے۔

سید محمد یوسف واسطی بلگرامی

سید محمد یوسف بن محمد اشرف واسطی بلگرامی : منقولات کے چراغ اور معقولات کی میزان تھے، یکشنبہ کے روز ۲۱ ماہ شوال ۱۱۱۰ھ میں پیدا ہوتے۔ آپ چونکہ سید آزاد کی خالہ کے بیٹے تھے، اس لئے آپ اور آزاد نے بالموافقت تحصیل علوم پہ کمر باندھی اور کتب درسیہ اور فنون کو ابتداء سے انتہا تک سید طفیل محمد اور لغت کو اپنے نانا سید عبد الجلیل اور عروض و قوافی کو سید محمد سے حاصل کیا اور جب سید آزاد حرمین شریفین کو تشریف لے گئے تو آپ نے ہیئت اور ہندسہ کو دہلی کے فضلاء سے اکتساب کیا اور سید لطف اللہ حسینی واسطی بلگرامی کی بیعت کی اور شرائع پر استقامت اور وطن میں اقامت اختیار کی۔ آپ عربی و فارسی میں شعر بھی عمدہ کہتے تھے۔ توحید شہودی میں کتاب الفرع الثابت من الاصل الثابت آپ سے یادگار ہے۔ وفات آپ کی پنجشنبہ کے روز دوم ماہ جمادی الاخری ۱۱۷۲ھ میں ہوئی اور اپنے نانا کے پاس دفن کئے گئے۔ "بے نظیر" تاریخ وفات ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین شہید بن معظم بن منصور دہلوی : قطب الدین

لقب تھا، آپ کا نسب تئیس واسطوں سے حضرت عمر فاروق خلیفہ ثانی تک پہنچتا ہے۔ آپ افضل علمائے
متاخرین اور سید المفسرین سند المحدثین تھے۔ ولادت آپ کی چارشنبہ کے روز بوقت طلوعِ آفتاب ۴ ماہ شوال ۱۱۱۴ھ
میں ہوئی۔ پانچویں سال میں مکتب میں بیٹھے اور ساتویں سال میں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو نماز میں
کھڑا کیا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا اور اس سال کے آخر میں قرآن شریف ختم ہوگیا اور کتب فارسیہ پڑھنی شروع
کیں، دسویں سال میں شرح ملا شروع کیا، چودھویں سال نکاح ہوا، پندرھویں سال اپنے والدِ ماجد سے
بیعت کی اور طریقہ صوفیہ کرام خصوصاً نقشبندیہ میں مشغول ہوئے۔ آپ کے والدِ ماجد نے بہت سا سامان طعام
کا مہیا کیا اور خاص و عام کی دعوت کر کے فاتحہ اجازت درس کی پڑھی پس بحسب رسم اس ولایت کے
پندرہویں سال میں جملہ علوم متداولہ اور فنون متعارفہ سے فراغت حاصل ہوئی یعنے علم حدیث سے تمام
مشکوٰۃ اور صحیح بخاری کتاب الطہارۃ تک، شمائلِ نبوی تمام اور علم تفسیر سے کچھ بیضاوی اور مدارک پڑھی
اور چند دفعہ تدریس قرآن شریف مع معانی و شان نزول میں مطابق تفاسیر کے والد ماجد کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور یہی سبب فتح عظیم کا ہوا۔ علم فقہ سے شرح وقایہ و ہدایہ تمام، علم اصول سے حسامی اور
کچھ توضیح و تلویح اور علم منطق سے شرح شمسیہ اور کچھ شرح مطالع، علم کلام سے تمام شرح عقائد مع کسی قدر
خیالی اور شرح مواقف کے، علم سلوک سے کچھ عوارف اور رسائل نقشبندیہ وغیرہ، علم حقائق سے شرح
رباعیات مولوی جامی اور مقدمہ شرح لمعات اور مقدمہ نقد النصوص، علم خواص اسماء و آیات سے
مجموعہ خاصہ اور رسالہ فوائد، علم طب سے موجز، علم حکمت سے شرح ہدایۃ الحکمہ، علم نحو سے کافیہ و شرح ملا
علم معانی سے مطول و مختصر المعانی، علم ہیئت و حساب سے بعض مختصر رسالے پڑھے۔ سترھویں سال آپ
کے والد ماجد فوت ہوگئے اور آپ کو اجازت بیعت و ارشاد کی دے کر آپ کے حق میں کلمہ یدہ کیدی کا مکرر
فرمایا پس آپ بعد وفات والد ماجد کے تقریباً بارہ سال تک کچھ کم و بیش تدریس کتب دینیہ و عقلیہ میں
مشغول رہے اور بعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ اور ان کے اصول فقہ اور ان احادیث کے جو ان کے
متمسک ہیں آپ کی طرز تصنیف و تدریس فضلائے محدثین کی روش پر قرار پائی، بعد ازاں آپ آخر
۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے اور وہاں ایک سال قیام فرما کر شیخ ابوطاہر
مدنی وغیرہ مشائخ سے حدیث کی روایت کی اور وہاں کے علماء و فضلاء کی صحبت سے مستفیض ہوئے اور
شیخ ابوطاہر مدنی سے جو حاوی جمیع فرق صوفیہ تھے خرقہ جامعہ پہن کر اور دوسرا حج ادا کر کے ۱۴ رجب
۱۱۴۵ھ میں وارد دہلی ہوئے۔

تصانیف کثرت سے کی جو تمام نافع و مفید اور اپنی جگہ بے نظیر ہے جن میں حجۃ اللہ البالغہ،

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، مصفّٰی شرح فارسی مؤطا، مسوّٰی شرح عربی مؤطا، فیوض الحرمین، در الثمین، انتباہ، انسان العین فی مشائخ الحرمین، فوز الکبیر فی اصول التفسیر، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، قول الجمیل، خیر الکثیر، ہمعات، الطاف القدس، مقالہ وضیہ فی النصیحۃ والوصیہ، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، سرور المحزون، لمعات، سطعات، المقدمۃ السنیہ فی انتصار الفرقۃ السنیہ، فتح الرحمٰن ترجمہ فارسی قرآن، انفاس العارفین، شفاء القلوب، فتح الخبیر بما لابد من حفظہ فی علم التفسیر، قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، بدور البازغۃ، زہراوین، رسائل تفہیمات وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔ وفات آپ کی ۱۱۷۶ھ میں ہوئی۔

ابوبکر بن منصور حلبی

ابوبکر بن منصور حلبی المعروف بہ ابن قفصہ : عالم فاضل، فقیہ کامل تھے۔ حلب میں ۱۰۸۲ھ کو پیدا ہوئے اور وہاں کے علماء و فضلاء سے علوم تحصیل کر کے درس و تدریس میں مشغول ہوئے اور چورانوے سال کی عمر میں ہفتہ کے روز ماہ جمادی الاخریٰ ۱۱۷۱ھ میں وفات پائی اور دروازہ قنسرین کے باہر تربت امنیہ میں دفن کیے گئے۔ قفصہ آپ کی دادی کا نام ہے۔

مولانا رستم علی

مولانا رستم بن علامہ علی اصغر قنوجی : ہندوستان کے علمائے کبار میں سے فقہ، حدیث، تفسیر، منقول و معقول میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے اور فقہائے ہند اور علمائے ولایت میں سے کسی کو آپ کے قول و فعل پر جائے انگشت نہ تھی، باوجود شرف علمی اور جوہر ذاتی کے آپ اپنے آپ کو کمترین درویشوں بارگاہِ الٰہی سے شمار کرتے تھے، ۱۱۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ اپنے باپ سے اخذ کیے اور ان کی وفات کے بعد ملا نظام الدین لکھنوی سے ۱۱۴۰ھ میں تحصیل سے فراغت پائی اور رات دن تدریس و تعلیم خلائق میں مصروف ہوئے چنانچہ سینکڑوں طالب علم آپ کے چشمہ فیض علوم دینی و دنیوی سے بہرہ یاب ہوئے۔ تفسیر جامع الصغیر[1] جو فہم معانی قرآن شریف میں جلالین پر فوقیت رکھتی ہے اور شرح منار آپ کی عمدہ تصانیف میں سے ہیں۔ وفات آپ کی ۱۱۷۸ھ میں ہوئی "شیخ وحید الدہر" تاریخ وفات ہے۔

اخوند ملّا ابوالوفاء

اخوند ملّا ابوالوفاء کاشمیری : عالم فاضل، فقیہ کامل، استخراج مسائل میں یگانہ زمانہ تھے۔ علوم مولانا محمد اشرف جرجی اور شیخ الاسلام علامہ شہید سے حاصل کیے اور ابتداء جوانی میں شاہی لشکر میں پہنچکر جاگیر حاصل کی اور کاشمیر کے مفتی ہوئے۔ بڑی تحقیقات سے مسائل فرعیہ فقہیہ کو چار جلدوں میں جمع کیا

---

[1] تفسیر صغیر کا ایک ... چار پارے کا قلمی نسخہ کا خطیہ لائبریری کاکوری میں موجود ہے۔ اس میں مفسر نے اپنا نام ابو عبداللہ محمد بن علی اصغر بتایا ہے "ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں" (مرتب)

اور ایک رسالہ خصائص آنحضرت میں انوار النبوۃ کے نام سے تصنیف کیا اور ۱۱۰۹ھ میں وفات پائی۔ "پیوستہ بر رحمتِ الٰہی"، آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

بابا محمد محسن کاشمیری

بابا محمد محسن قادری کاشمیری: عالم متقی، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور کتابت میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے، علوم کو شیخ الاسلام امان اللہ شہید سے حاصل کیا اور صحیح بخاری و مشکوٰۃ و بیضاوی و دعوۃ الحق اور ہدایہ کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور ماہ جمادی الاولیٰ ۱۱۸۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کے شاگردوں میں سے ملا عبدالستار اور شیخ رحمت اللہ اور مراد الدین خاں وغیرہ ہیں۔

حاجی نعمت اللہ نوشہری

حاجی نعمت اللہ نوشہری: اخوند ملا مہدی علی کبروی کی اولاد میں سے عالم، فاضل، محدث، کمالات صوری و معنوی سے متصف تھے، علوم کو شیخ الاسلام امان اللہ شہید سے پڑھا اور انہیں سے روایت کتبِ حدیث و قرأت احزاب و دعوات حاصل کر کے اپنی عمر کو تورع و تشرع میں بسر کیا اور ۱۱۸۲ھ میں وفات پائی۔

اسمٰعیل بن عبداللہ

اسمٰعیل بن عبداللہ اسکداری صوفی: ابوالیمین کنیت نورالدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے عالم محقق، فقیہ محدث، فاضل متقشف و متدین، نزیل مدینہ منورہ اور شیخ طائفہ نقشبندیہ تھے۔ ۱۱۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کو فنونِ کثیرہ مثل حدیث و فقہ و عربیت وغیرہ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپ کی تالیفات سے مختصر صحیح مسلم وغیرہ یادگار ہے۔ وفات آپ کی مدینہ میں ۱۱۸۲ھ میں ہوئی۔ "ذوالغفار دین" تاریخِ وفات ہے۔

خواجہ محمد اعظم دوم ڑی

خواجہ محمد اعظم دوم ڑی[1] بن خیر الزمان[2] کشمیری مجددی: کاشمیر کے اعاظم علماء و کبرائے مشائخ میں سے عالم فاضل یگانہ روزگار تھے، صغر سنی میں مولانا عبداللہ شہید سے علم حاصل کیا پھر شیخ مراد بیگ و مرزا کامل بیگ و میر ہاشم قادری وغیرہ سے استفادہ کیا، باوجود حکومت و دولت و ثروت اور کرامت حسب و نسب کے دل فقر میں باندھ کر شیخ محمد مراد مجددی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علوم باطنی و اسرار معنوی کی تکمیل حاصل کی۔ چونکہ آپ کو شعر گوئی اور تاریخ نویسی میں بڑی مشق تھی۔ آپ نے ۱۱۳۵ھ میں تاریخ[3] اعظمی المعروف بتاریخ دوم ڑی بادشاہوں و مشائخ و علماء و فضلاء و شعرائے کاشمیر کے حالات میں نہایت فصاحت و بلاغت سے تصنیف کی اور تاریخ تالیف اس کی "واقعاتِ کشمیر" ۱۱۴۸ھ مقرر کی، علاوہ اس کے

---

[1] دیدہ مری۔ دیدومر یا دُدہ مر سرینگر کے ایک محلہ کا نام تھا۔ ولادت ۱۱۰۲ھ، "ضعف گردہ" (۱۱۷۹ھ) تاریخ وفات ہے۔ آپ کی کتاب "وسیلۃ الوصول الیٰ دیارالرسول" کا مخطوطہ گنج بخش لائبریری، راولپنڈی میں موجود ہے [2] خیرالدین نام۔ [3] اس کا اردو ترجمہ ۱۸۴۶ء میں دہلی سے شائع ہو چکا ہے (مترجم)۔

ایک کتاب مسمّٰی بہ فیض مراد اپنے پیر روشن ضمیر کے حالات و مقامات کی تشریح میں تالیف فرمائی اور ایک رسالہ مقامات فقر میں مسمی بہ قواعد المشائخ اور رسالہ اثبات الجہر و تجربۃ الطالبین و اشجار الخلد و ثمرات الاشجار و شرح کبریت احمر یادگار چھوڑے۔ وفات آپ کی ۱۱۸۹ھ میں ہوئی۔ "مؤرخ گوہر سنج" تاریخ وفات ہے۔

ابراہیم بن علی رومی

ابراہیم بن علی رومی : عالم فاضل، بارع خصوصاً علوم قرآن میں ماہر باہر رئیس طائفہ جند تھے۔ کاتب چلپی رومی کی کشف الظنون کی تعلیقات لکھی اور صدر الشریعہ کی کتاب کا ترجمہ کیا۔ ایک دفعہ حج کر کے پھر مصر کے جانب سے حج کرنا چاہتے تھے کہ راستہ میں ۱۱۸۹ھ میں فوت ہوئے۔

ابراہیم بن مصطفےٰ حلبی

ابراہیم بن مصطفےٰ بن ابراہیم حلبی مداری نزیل قسطنطنیہ : علامہ کبیر، فہامہ شہیر، علوم عقلیہ و نقلیہ میں خدا کی ایک بڑی نشانی اور صاحب تصانیفِ باہرہ مستغنی عن الاوصاف تھے۔ حلب میں پیدا ہوئے، اصل میں آپ مداری تھے کہ خدا نے آپ کے دل میں علم کا شوق ڈالا اور مصر میں جا کر سات سال تک تحصیل علوم و فنون میں مشغول رہے پھر دمشق میں جا کر وہاں کی ایک جماعت فضلاء سے اخذ کیا اور تصوف کو شیخ عبدالغنی نابلسی وغیرہ سے حاصل کیا پھر قاہرہ میں مراجعت کی اور منقولات و معقولات کو سید علی الضریر حنفی وغیرہ سے اخذ کیا یہاں تک کہ فائق اقران ہوئے اور مشائخ نے آپ کو تدریس کی اجازت دی۔ آپ نے ہی پہلے پہل اس ملک میں در مختار کو پڑھا اور پہلے پہل اس کا حاشیہ تصنیف کیا آپ کے ذکاء اور فضیلت کے سبب سے بڑی شہرت ہوئی اور کثرت سے طلباء آپ کے پاس جمع ہوئے۔ قسطنطنیہ میں آکر شیخ الاسلام علامہ روم مولیٰ عبداللہ مشہور بہ ایرانی کے پاس ٹھہرے اور انہوں نے آپ کی بڑی عزت کی وہاں ایک جماعت علمائے روم نے آپ سے پڑھا جن میں سے راغب پاشا صاحب سفینۃ الراغب وغیرہ ہیں اور اکثر اذہر کے محققین آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ مطالعہ کتب میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ آپ کی تصنیفات سے حاشیہ در مختار اور ایک رسالہ عروض میں وغیرہ کتابیں یادگار ہیں۔ وفات آپ کی ربیع الآخر ۱۱۹۰ھ میں ہوئی اور قسطنطنیہ میں خالد بن زید ابی ایوب انصاری کے پاس دفن کئے گئے۔ "شمع حق پرستی" تاریخ وفات ہے۔

محمد صدیق لاہوری

محمد صدیق بن محمد حنیف بن محمد لطیف لاہوری : عالم فاضل، فقیہ محدث، ادیب اریب، منشی تھے۔ لاہور میں یوم دوشنبہ ۲۹ محرم الحرام ۱۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کابل سے

آکر مسجد وزیر خاں کے امام ہوئے اور آپ کی والدہ ماجدہ اہلِ تاشکند سے تھیں۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کو مولانا محمد عابد صاحب تعلیقات تفسیر بیضاوی کی خدمت میں واسطے بسم اللہ شروع کرانے کے لے گئے، بعد ازاں آپ نے ملا اسلام سے کلام اللہ پڑھا اور پھر حفظ کیا، بعدہٗ مختلف اساتذہ مثل مولانا محمد عابد و مرزا ہر اللہ و ملا حفیظ اللہ و مولوی عبد اللہ و ملا ظہور اللہ و مولانا شہریار وغیرہ سے فقہ و حدیث وغیرہ علوم منقول و معقول کی تکمیل کی اور حدیث کی سند شیخ یحییٰ بن صالح المکی مدرس مسجد الحرام اور شیخ ابو الحسن سندی مدنی مدرس مدینہ منورہ سے ۱۱۷۰ھ میں حاصل کی اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے مسلک الدرر لاکمل رسل اطہر فی السیر للرسول الانور (یہ بے نقط حروف میں موارد الکلم فیضی کے مقابلہ میں ہے) اور ۱۸ پہر میں آپ نے اس کو تصنیف کیا ہے اور اس کی تصنیف کے وقت بجز رشیدی اور بدصنا اور مواہب اسعدی کے اور کوئی کتاب نہ تھی حالانکہ بقول فیضی موارد الکلم کی تصنیف کے وقت سینتیس کتابیں مثل قاموس، کشاف، شرح مواقف، حیوۃ الحیوان وغیرہ کے تھیں، مدار الاسلام فی علم الکلام، شروط الایمان، القول الحق فی بیان ترک الشعر والحلق، درر التعسف عن ساحۃ عصمۃ یوسف، ھدم الطاغوت فی قصۃ ہاروت و ماروت، نور صدقۃ الثقلین فی تمثال النعلین، شرح النفحات الباہرۃ فی جواز القول بالخمسۃ الظاہرۃ المسمی بتوضیح السنۃ فی تفضیح البدعہ، ازالۃ الفساوات فی شرح مناقب السادات للشہاب دولت آبادی، تبییض الرق فی تبیین الحق فی رد ماتساہل فیہ شیخ عبد الحق، جامع الوظائف، لقطۃ الحطب، دیوان مزیل الاحزان، زبدۃ الفرج فی معالجات ضعف الباہ، جامع طب احمدی، ترجمہ فقیر محمدی، ہدیۃ امام للخطباء وغیرہ مشہور ہیں۔ وفات آپ کی ۱۱۹۳ھ میں ہوئی۔ اور "فاضل فرد زماں" تاریخِ وفات ہے۔

سید قمر الدین اورنگ آبادی

سید قمر الدین بن سید منیب اللہ الحسینی اورنگ آبادی: نقلیات میں امام بارع اور عقلیات میں برہانِ ساطع تھے، ۱۱۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آبا و اجداد سادات خجند سے تھے جو امین آباد واقع پنجاب میں آکر آباد ہوئے اور وہاں سے بالاپور متصل برہانپور میں آکر متوطن ہوئے۔ آپ نے پہلے قرآن کو حفظ کیا پھر دہلی و سرہند اور لاہور میں آکر وہاں کے علماء و فضلاء سے علوم حاصل کئے پھر بالاپور کو مراجعت کر کے اورنگ آباد میں گئے جہاں آپ کے اور سید آزاد کے درمیان بڑی دوستی ہوئی پھر آپ مع اپنے دونوں بیٹوں میر نور الہدیٰ اور میر نور العلیٰ کے حرمین شریفین کو تشریف لیگئے اور مراجعت فرما کر اورنگ آباد میں آئے جہاں ہنگامہ درس و تدریس جاری کیا۔ مسئلہ وجود میں آپ سے ایک کتاب

مظہر النور یادگار ہے[1] جس میں آپ نے مذاہب علماء اور مسالک متکلمین و حکماء کو بیان کیا، وفات آپ کی ۱۱۹۳ھ میں ہوئی۔ "علامہ رہنمائے خلائق" تاریخ وفات ہے۔

مرزا مظہر جانجاناں

شیخ شمس الدین العلوی المعروف بہ میرزا مظہر جان جاناں : آپ محمد بن حنفیہ کی نسل میں سے عالم فاضل، محدث کامل، فقیہ متبحر، جامع فضائل ظاہری و باطنی، عابد، زاہد، متورع، متوکل تھے۔ حدیث کو حاج سیالکوٹی سے پڑھا اور دیگر علوم کو اپنے زمانہ کے علماء و فضلاء سے اخذ کیا۔ مدت تک شیخ احمد مجدد الف ثانی کی مصاحبت کی اور ان سے استفادہ صوری و معنوی کیا، آپ کو قوت کشفیہ اور اتباع سنت نبویہ میں شان عظیم حاصل تھی، آپ کے اشعار بدیع اور مکاتیب نافع یادگار ہیں۔ وفات آپ کی ۱۱۹۵ھ میں ہوئی اور تاریخ وفات "عاش حمیداً مات شہیداً" سے نکلتی ہے۔

مولانا نور اللہ کنت

مولانا نور اللہ کنت المشہور بہ نور بابائے پیتلو : عالم باعمل، فاضل بے مثل تھے صغر سنی میں ملا عبد الستار سے علوم حاصل کئے اور نوجوانی میں دہلی میں جاکر مولوی حسام الدین محمد اور قاضی مستعد خاں اور قاضی مبارک کے درس سے استفادہ کیا، علاوہ اس کے میرزا مظہر جانجاناں کی خدمت میں مشرف ہو کر علم طریقت کو حاصل کیا پھر کاشمیر میں مراجعت فرما کر افادہ خلق میں مشغول رہے، مطول اور خیالی پر تعلیقات لکھیں اور ۳ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ کو وفات پائی اور مزار شیخ گنج بخش میں مدفون ہوئے "زبدۂ مخلوقات" تاریخ وفات ہے۔

ابراہیم بن علی حمصی

ابراہیم بن علی بن حسین اطاسی حمصی : برہان الدین لقب تھا اپنے زمانہ کے مشاہیر فقہاء میں سے شیخ عالم، فقیہ فاضل، امام کامل تھے، ۱۱۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور مصر میں جاکر مقام ازہر میں کئی برس تک اقامت اختیار کی یہاں تک کہ ماہر بارع ہوئے اور اپنے شیوخ سے افتاء و تدریس کی اجازت حاصل کی اور اپنے شہر حمص میں آکر تدریس و افتاء میں مشغول ہوئے پھر حلب اور قسطنطنیہ میں داخل ہوئے اور اخیر کو طرابلس شام میں فتویٰ حنفیہ کا منصب آپ کو حاصل ہوا یہاں تک کہ ۱۱۹۶ھ میں وفات پائی "زیب

---

[1] نور الکرہ بمبتنین، نور الطہور، رسالہ فی الفقہ، رسالہ فی تاویل الرؤیا، رسالہ فی استفتاء المحتضر علی الارض او السریر وغیرہ بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ (اکثر الکرام) (مرتب)

مخلوقات" تاریخِ وفات ہے۔

شیخ ابو بکر بن ابراہیم

شیخ ابو بکر بن ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن عثمان دمشقی : اصل میں آپ جزر کے رہنے والے تھے مگر آپ کی ولادت دمشق میں ہوئی۔ حافظ الدین لقب تھا۔ ادیبِ کامل، فقیہ فاضل، قاری حسن الصوت صحیح التلاوت، لطیف الصحبۃ تھے۔ دمشق میں اپنے والد ماجد کی گود میں پرورش پائی اور اجلاء کے دروس میں حاضر ہو کر علوم و فنون اخذ کئے اور اشعار نظم کئے اور جامع صوفا کے امام و خطیب رہے، شنبہ کے روز ۵ شعبان ۱۰۹۶ھ میں وفات پائی اور دروازہ فرادیس کے باہر مقبرہ مرج الدحداح میں دفن کئے گئے۔ "زاہدِ نیک ذات" تاریخِ وفات ہے۔

اخوند نور الہدےٰ

اخوند نور الہدےٰ بن اخوند مقیم السنہ عبد اللہ لیسوی : علامۃ الوریٰ لقب تھا، اپنے زمانہ کے عالم عامل، مدقق کامل، قدوۃ الفضلاء، زبدۃ العلماء تھے۔ ۱۱۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور صغر سنی میں اپنے والد ماجد اور مولانا سعد الدین صادق اور شیخ رحمت اللہ سے علوم و فنون حاصل کر کے درجۂ افادت کو پہنچ گئے اور طبع نافذ اور ذہن رسا سے مشکلات علوم کے آسان ہو گئے اور تمام عمر نشر علم و افادۂ خلق اور تقوےٰ میں گذار کر ماہ جمادی الثانیہ ۱۱۹۹ھ میں وفات پائی "رفتہ نور الہدیٰ ازیں عالم" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔ آپ کے شاگردوں میں سے ملا محمد مقصود متو و نظام الدین و بابا اسد اللہ و ملا محمد ولی و شیخ الاسلام مولوی قوام الدین محمد مفتی وغیرہ ہیں۔ آپ کے دو فرزند ملا عبد اللہ و ملا محمد انور بھی صاحب علم و فضل ہوئے ہیں۔

غلام علی آزاد

غلام علی بن سید نوح واسطی بلگرامی : حسان الہند لقب اور آزاد تخلص تھا، یکشنبہ کے روز ۲۵ ماہ صفر ۱۱۱۶ھ[1] میں قصبہ بلگرام علاقہ صوبہ اودھ میں پیدا ہوئے۔ نسب آپ کا امام زید شہید بن امام زین العابدین تک پہنچتا ہے۔ ابتدا شعور میں تحصیل علم کا سر رشتہ ہاتھ میں لا کر کتب درسیہ کو ابتداء سے انتہاء تک حلقہ درس استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی میں پڑھا اور کتب لغت و حدیث و سیر نبوی و فنون ادب کو میر عبد الجلیل بلگرامی اپنے جد فاسد سے اخذ کیا اور عروض و قوافی وغیرہ کو اپنے ماموں میر سید محمد سے حاصل کیا اور سند صحیح بخاری اور اجازت صحاح ستہ وغیرہ کی شیخ محمد حیات مدنی اور سماعت بعض فوائد علم حدیث

---

[1] ۱۱۱۱ھ (نزہۃ الخواطر) (مرتب)

کی شیخ عبدالوہاب طنطاوی سے مکہ معظمہ میں حاصل کی۔ طنطاوی نے آپ کے اشعار عربی کی نہایت تحسین کی اور جب یہ سنا کہ آپ کا تخلص آزاد ہے تو اس کے معنی سمجھ کر فرمایا کہ یا سیدی انت من عتقاء اللہ، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ حضرت کی اس عنایت سے جو اس عاجز کے حق میں مبذول ہوئی ہے، مجھ کو بہت سی امیدیں ہیں؛ رسم بیعت کی آپ سید لطف اللہ بلگرامی سے عمل میں لائے اور طریقہ چشتیہ رکھتے تھے۔ مدت العمر میں تین سفر کئے، ایک دہلی کی طرف واسطے ملاقات میر عبدالجلیل کے اور وہاں دو سال رہ کر ان سے تربیت پائی، دوسرے سیستان کی طرف جو سندھ میں واقع ہے اور اس کے ضمن میں لاہور و ملتان و اُچ و بھکر وغیرہ کو دیکھا اور چار سال اس جگہ رہ کر اپنے ماموں سید محمد کی نیابت خدمت میر بخشی اور وقائع نگاری میں بجا لائے۔ تیسرا سفر حرمین شریفین کا ہے اور اس کی روانگی کی تاریخ "سفر خیر" اور تاریخ معاودت "سفر بخیر" ہے۔ حرمین سے معاودت فرما کر اورنگ آباد واقع دکن میں اقامت اختیار کی۔ نظام الدولہ رئیس حیدرآباد آپ کے تلامذہ میں سے تھا، جب وہ بعد وفات اپنے باپ کے مسند نشین ہوا تو آپ کے بعض احباب نے آپ کو کہا کہ اب جو رتبہ آپ چاہیں اختیار کر لیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں آزاد ہو گیا ہوں، بندہ مخلوق کا نہیں ہو سکتا دنیا ہنر کے ساتھ مکار دکھائی دیتی ہے۔ تعرفہ اس سے حلال ہے اور زیادہ حرام اور یہ شعر پڑھا ؎

دریں دیار کہ شاہی بہ ہر گدا بخشند
غنیمت است کہ ما را ہمیں بما بخشند

خزانۂ عامرہ میں لکھتے ہیں کہ خواجہ حافظ شیرازی نے ساڑھے تین سو سال پہلے ہی سے میرے نام اور تخلص کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

فاش میگویم واز گفتۂ خود دلشادم ۔ بندۂ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم

بندۂ عشق غلام علی کا ترجمہ ہے کیونکہ عشق عبارت حضرت علی مرتضیٰ سے ہے جیسا کہ شعرا نے نظم میں باندھا ہے۔ آپ کی تصنیفات حسب ذیل ہے، ضوء الدراری شرح صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ تک عربی میں، شمامۃ العنبر فی ما ورد فی الہند من سید البشر، تسلیۃ الفؤاد فی قصائد آزاد، سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات، روضۃ الاولیاء در بارہ حالات مشائخ روضہ جو قلعہ دولت آباد کے قریب واقع ہے۔ ید بیضا تذکرہ شعراء، مآثر الکرام تاریخ بلگرام، خزانۂ عامرہ تذکرہ شعراء، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، غزلان الہند، دیوان فارسی، مثنوی مظہر البرکات ہفت دفتر عربی میں، مرآۃ الجمال قصیدہ مدح سراپائے محبوب میں ایک سو پانچ بیت، دیوان عربی تین ہزار بیت، شفاء العلیل فی اصطلاحات کلام ابی الطیب متنبی، سات دیوان عربی میں المسمی بہ سبع سیارہ اور ان میں قصائد مستزاد و مردف و مزدوج اور ترجیع ہیں جو کسی شاعر نے آپ سے پہلے

اس قسم کے نظم نہیں کئے اور اہل ہند سے کسی کو نہیں سنا گیا کہ اس نے عربی میں کوئی دیوان بنایا ہو پس کجا سات دیوان ان دواوین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں معانی کثیرہ نادرہ ایجاد فرمائے ہیں جو مثل آپ کے شعرائے معلقین اور فصحائے منہ پھٹوں میں سے کسی کو یہ بات حاصل نہیں ہوئی اور غزل بنانے میں ایک خاص طرز رکھتے تھے جس کو اس فن کے لوگ پہچانتے ہیں۔ وفات آپ کی ۱۲۰۰ھ میں ہوئی اور اورنگ آباد میں دفن کئے گئے۔ "شمع لامع ایوان ہندوستان" تاریخ وفات ہے۔

سید ابراہیم دمشقی

سید ابراہیم بن محمد بن محمد کمال الدین بن محمد بن حسین بن محمد بن حمزہ دمشقی : آپ کا نسب پیغمبر خدا کی طرف منتہی ہوتا ہے اور اپنے اسلاف کی طرح ابن حمزہ کی کنیت سے معروف تھے۔ اپنے زمانہ کے علامہ، امام، محدث، نحوی، اعلام محدثین اور علماء جہبذہ میں سے حمانی الاصل تھے۔ دمشق میں سہ شنبہ کی رات کو مابین مغرب و عشاء کے ۵ ماہ ذی قعدہ ۱۰۵۴ھ کو پیدا ہوئے اور اسی جگہ اپنے والد کی نگرانی میں پرورش پائی۔ علوم اپنے والد ماجد اور ایک جماعت علماء و فضلاء سے حاصل کئے اور عمر بھر تدریس اور نشر علوم میں مصروف رہے لہ

شیخ حسن عجمی

شیخ حسن عجمی ثم المکی : شیوخ حدیث میں سے فقیہ فاضل، محدث کامل، جامع فنون علم اور فصاحت و حفظ اور جودت فہم میں فائق اقران تھے، شیخ عیسیٰ مغربی کی صحبت میں رہ کر بہت کچھ ان سے استفادہ کیا اور احمد قشاشی اور بابلی اور شیخ زین العابدین عبد القادر طبری مفتی شافعیہ سے روایت کی باوجودیکہ آپ کی دونوں آنکھوں میں کجی تھی مگر جب آپ حدیث کو پڑھتے تھے تو آپ کا چہرہ نورانی ہو جاتا تھا۔ آپ نے ایک رسالہ میں حدیث نضر اللہ عبداً کی اسانید کو ایسی خوبی سے ضبط کیا ہے جس سے آپ کی بڑی وسعت علم ظاہر ہوتی ہے۔ آپ ہر ماہ رجب کو مدینہ منورہ میں صحاح ستہ میں سے ایک کتاب لیکر آتے اور مسجد نبوی میں ختم کرتے۔ آپ سے شیخ ابو طاہر مدنی متوفی ۱۱۴۵ھ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے شیخ نے تلمذ کیا

لہ آپ نے اسی شیوخ سے اجازت لی، شیخ ابراہیم برادی، عبد اللہ بن سالم بصری، شیخ عبد اللہ مجوری ثم المدنی خیر الدین رملی اور عبد القادر بغدادی وغیرہ سے استفادہ کیا۔ آپ کی تصانیف میں "اسباب الحدیث"، "حاشیہ علی شرح الالفیہ لابن المصنف" مشہور ہیں۔ ۱۱۱۹ھ میں حج کیا، واپسی پر بیمار ہوئے اور منزل ذات الحاج میں ۹ صفر ۱۱۲۰ھ کو وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے "معجم المؤلفین"، "المکی"، "ابن عزم کی کتاب" دستور الاعلام "کا تکملہ لکھا۔ (مرتب)

باوجود حنفی المذہب ہونے کے آپ سفر میں جمع بین الصلوٰتین کرلیا کرتے تھے۔

شیخ عبدالرشید جونپوری

شیخ عبدالرشید جونپوری[1] : سنہ ۱۰۸۳ھ میں پیدا ہوئے، شمس الحق لقب تھا، عالم متبحر، فاضل ماہر، حاوی فروع واصول تھے، علوم شیخ فضل اللہ سے حاصل کر کے تدریس میں مشغول ہوئے۔ آپ کو اختلاط امراء واغنیاء سے بڑی نفرت تھی یہاں تک کہ شاہجہان نے قاصد بھیجکر آپ کو طلب کیا مگر آپ نے جانے سے انکار کردیا اور اپنے گوشۂ عزلت سے بالکل باہر نہ نکلے یہاں تک کہ تحریمہ نماز فجر میں وفات پائی۔ آپ نے تصانیف عمدہ کیں جن میں سے رشیدیہ مناظرہ میں اور زادالسالکین اور شرح اسرار الخلوۃ مصنفہ ابن عربی اور حواشی مختصر عضدی اور کافیہ اور کتاب مقصود الطالبین اوراد میں اور دیوان اشعار فارسی مشہور ومعروف ہیں۔

مولوی محمد امجد قنوجی

مولوی محمد امجد قنوجی : قنوج کے فضلائے کبار اور علمائے اعاظم میں سے تھے، علوم نقلیہ وعقلیہ شیخ عارف علی اصغر سے پڑھے یہاں تک کہ نہایت کمال اور فضیلت کو پہنچے، تمام عمر تدریس وتالیف میں بسر کی اور کتاب صدرا[2] کا جو علم حکمت میں ہے اور اس ولایت میں متداول ہے، حاشیہ تصنیف کیا۔

شیخ مولوی فتح علی قنوجی

شیخ مولوی فتح علی قنوجی : قنوج کے قاضی فاضل اور عالم اجل ادیب اریب تھے، علوم ملا علی اصغر سے حاصل کئے یہاں تک کہ ہر ایک علم میں آپ کو مہارتِ کاملہ اور مناسبتِ تامہ حاصل ہوئی۔ آپ کی تصنیفات سے حاشیہ شرح تہذیب جلالی اور شرح مقاماتِ ابی القاسم حریری کی یادگار ہے[3]

مولوی محمد عبدالعلی قنوجی

مولوی محمد عبدالعلی قنوجی : آپ مولانا رستم علی کے بھائی اور عالم اجل، فاضلِ اکمل تھے، علوم

---

[1] شیخ عبدالرشید بن شیخ مصطفےٰ بن عبدالحمید: لقب شمس الحق، شمسی تخلص متوفی ۱۰۸۳ھ، گیارہویں صدی کے فاضل ہیں، شاہجہان کے دورِ حکومت (۱۰۳۶ - ۱۰۶۷) میں آپ کا بڑا شہرہ تھا (تذکرہ علمائے ہند)، نزہۃ الخواطر (ج ۶، ص ۱۵۰) میں بارہویں صدی کے ایک بزرگ مولانا عبدالرشید جونپوری کا ذکر آیا ہے جو ملا نظام الدین سہالوی کے شاگرد تھے انہوں نے "العروۃ الوثقی" کا حاشیہ لکھا۔ (مرتب)

[2] شیخ محمد امجد بن فیض اللہ صدیقی قنوجی، آپ نے شرح ہدایۃ الحکمۃ للصدر شیرازی کا حاشیہ لکھا۔ (ابجد العلوم) (مرتب)

[3] سنہ ۱۲۰۰ھ کے قریب وفات پائی۔ (تاریخ فرخ آباد) (مرتب)

اپنے بھائی سے حاصل کئے اور تدریس وتالیف میں مشغول ہوتے چنانچہ اصولِ فقہ میں شرح منار کا حاشیہ تصنیف کیا اور قصبہ بندگی میں جو نواح کوڑہ جہاں آباد سے ہے، وفات پائی۔

ملا ابوالحسن معروف بہ شاہم بابا

ملا ابوالحسن معروف بہ شاہم بابا : عالمِ زمانہ فاضلِ یگانہ تھے۔ ملا یوسف گنائی متوفی ۱۱۸۳ھ کا قول ہے کہ جب ناظمان خطۂ کشمیر کے اشارہ سے علماء کا مباحثہ ہوتا تھا تو آپ تفسیر بیضاوی اور حاشیہ عصام وغیرہ کی عبارت کو ایسے بیدرنگ پڑھا کرتے تھے کہ جیسے قرآن کو حافظ پڑھتے ہیں۔ آپ اکثر حواشی مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی کا دیکھی کرتے تھے۔

بابا محمد عثمان

بابا محمد عثمان بن شیخ محمد فاروق بن شیخ محمد حسنی : عالم فاضل، فقیہ محدث تھے، علوم مولانا سعدالدین صادق و مولانا حاجی محمد و اخوند سلیمان و اخوند مقیم السنہ سے حاصل کئے پھر وطن چھوڑ کر دہلی میں شاہ ولی اللہ محدث کی خدمت میں پہنچے اور ان سے علم حدیث و کتب شریعت کی اجازت حاصل کی اور علمِ طریقت کو اخذ کیا۔ جن دنوں ہندوستان میں فتنہ و فساد حائل تھا آپ اپنے وطن میں آگئے اور خواجہ عبدالرحیم پنجکانی سے بھی بہت کچھ فیض حاصل کیا۔

شیخ یاسین قنوجی

شیخ یاسین قنوجی : آپ اساتذۂ وقت اور اعیانِ عصر اور فضلائے کاملین میں سے تھے۔ آپ سے بہت لوگوں نے پڑھا اور درجۂ فضیلت کو فائز ہوئے جن میں سے سید مرتضیٰ بن سید عبدالنبی اور ملا فیضی امروہی ہیں۔

شیخ عبدالوہاب

شیخ عبدالوہاب داجگیری المخاطب بہ نواب منعم خاں بہادر : فاضلِ جید، عالمِ نبیل، علوم متداولہ میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے، تمام عمر تدریس و تالیف میں بسر کی اور فنونِ درسیہ میں کتبِ مفیدہ تالیف کیں جن میں سے بحر المذاہب علم کلام اور کتاب[1] الصلوٰۃ علم عقائد میں اور مفتاح الصرف یادگار ہیں۔

خواجہ محمد قنوجی

خواجہ محمد بن عبدالرحمٰن قنوجی : عالمِ کبیر، فاضلِ شہیر، عارفِ سالک، صاحبِ معارف و حقائق اور سید تھے، حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ و فیوضات حاصل کرکے قنوج میں آئے اور مسند افادہ و افاضہ پر جلوس فرما ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ مزار آپ کا زیارت گاہ عام ہے۔

---

[1] کتاب صدرہ

شاہ عالم بہادر بادشاہ کے واسطے ایک کتاب ہدایۃ السالکین الی صراط رب العالمین کتاب قوت القلوب اور احیاء العلوم کے طرز پر تصنیف کی۔

میر نور الہدیٰ

میر نور الہدیٰ بن سید قمر الدین حسینی اورنگ آبادی : عالمِ اجل، فاضلِ اکمل، جامعِ اصنافِ علوم تھے۔ ۱۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے، ابتداء سے انتہاء تک علوم اپنے باپ سے پڑھے اور سولہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہو کر قرآن کو حفظ کیا اور جب اپنے باپ کے ساتھ حج کر کے واپس آئے تو تدریس و تصنیف میں مشغول ہوئے اور بہت لوگوں کو فیض یاب کیا۔ اپنے والد کی کتاب مظہر النور کی شرح لکھی۔

حدیقۂ سیزدہم

ان فضلائے کرام کے بیان میں جو تیرہویں صدی میں ہوئے ہیں

سیّد مرتضیٰ قادری

محمد بن محمد بن سید عبد الرزاق المشہور بہ سید مرتضےٰ[۱] حسینی قادری زبیدی حنفی : محی الدین لقب اور ابو الفیض کنیت تھی، محدثِ ثقہ، فقیہِ فاضل، امامِ لغت، ادیبِ اریب، محققِ مدقق، جامعِ علومِ عقلیہ و نقلیہ تھے۔ ۱۱۴۵ھ میں قصبۂ بلگرام میں جو قنوج سے پانچ کوس کے فاصلہ پر اور ہندوستان کے مشہور شہروں میں سے ہے، پیدا ہوئے۔ اوائل عمر یعنی ۱۱۶۳ھ میں وطن سے نکل کر حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اور بعد حج و زیارت مرقدِ انور کے تکمیل علوم خصوصاً علم حدیث میں کمر ہمت باندھی اور زبید و مصر و حجاز وغیرہ کے تقریباً ایک سو مشائخ و علماء سے کسب کمالات کیا اور متعدد مشائخ مثل شیخ احمد علوی و عبد الخالق زبیدی و ابو العباس احمد بن علی عینی دمشقی حنفی و جمال محمد بن احمد حنبلی و ابو عبد اللہ محمد بن احمد غریانی تونسی و عبد الغنی بن محمد بجرانی نزیل مخا و محمد بن زین باسمیط علوی حضرمی و محمد ابن ابراہیم حسینی طرابلسی نزیل حلب و عبد القادر بن احمد شکعادی و عمر بن عبد اللہ بن عمر قاضی و عیسےٰ بن زریق صاحب لحیہ و سید عبد القادر بن احمد حسینی وغیرہم

لہ مرتضےٰ بن محمد بن قادری بن فضیل اللہ حسینی بلگرامی زبیدی۔ (نزہۃ الخواطر)

سے حدیث وفقہ وغیرہ علوم کی سندیں واجازتیں حاصل کیں اور انہوں نے آپ کی فضیلت وکمالیت اور وسعتِ اطلاع علوم کی شہادت دی، چونکہ آپ بعد تحصیل علوم کے بھی مدت تک شہر زبید میں مقیم رہے اس لئے زبیدی کے نام سے آپ نے شہرت پکڑی یہاں تک کہ کوئی آپ کو ہندی خیال نہ کرتا تھا۔ پھر آپ زبید کو چھوڑ کر مصر میں تشریف لے گئے اور وہاں ہنگامہ افاضہ وافادہ اور تعلیم وتدریس برپا کیا اور علاوہ بے شمار لوگوں کو علوم کی سندیں واجازتیں دینے کی سلطان روم نظام الدین ابوالفتح عبدالحمید خاں اور دستور اعظم سلطان ابی المظفر محمد پاشا صدر الوزارۃ ونظام الملک کو ان کی استدعا سے حدیث کی اجازت دی۔ غرض کثرت علم وتلامذہ اور نشر علوم وتصنیفات کتب وغیرہ بواعث سے آپ تیرہویں صدی کے مجددین امتِ محمدیہ میں سے تھے۔ تصانیف آپ نے اس کثرت سے کی کہ اس کا شمار مشکل ہے چنانچہ اس جگہ صرف مشہور کتب ورسائل کا جو آپ نے تصنیف کئے ہیں ذکر کیا جاتا ہے۔ عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ امام ابی حنیفہ۔ الازہار المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ، در الضرع فی تاویل حدیث ام زرع، لقطۃ الغریب فی مصطلح آثار الحبیب، تخریج حدیث شیبتنی ہود، المواہب الجلیہ فیما یتعلق بحدیث الاولیۃ۔ المرقاۃ العلیہ فی شرح الحدیث المسلسل بالاولیۃ۔ العروس الجلیہ فی طرق حدیث الاولیۃ، القول الصحیح فی مراتب التعدیل والتجریح، التحبیر فی الحدیث المسلسل بالتکبیر، رسالہ اصول حدیث، مناقب اصحاب الحدیث، تاج العروس فی شرح قاموس، تکملۃ القاموس مما فاتہ من اللغۃ لیکن ناتکمل، تخریج حدیث نعم الادام الخل، حدیقۃ الصفا فی والدی المصطفٰے، الانتصار لوالدی النبی المختار، الفیۃ السند، امالی حنفیہ، مجالس الشیخونیہ، ایضاح المدارک فی الافصاح عن العواتک، عقد الجمان فی بیان شعب الایمان، القول المسموع فی الفرق بین الکوع والکرسوع، النفحۃ القدوسیۃ بواسطۃ البضعۃ العیدروسیۃ، العقد الثمین فی طرق الالباس والتلقین، حکمۃ الاشراق الی کتاب الآفاق، شرح الصدر فی شرح اسماء اہل بدر، التفتیش فی معنی لفظ درویش، رفع نقاب الخفاء عمن انتمی الی وفا وابی الوفا، زہر الاکمام المنشق عن جیوب الالہام بشرح صیغۃ سیدی عبدالسلام، رشفۃ المدام المختوم البکری من صفوۃ زلال صیغ القطب البکری، رشف سلاف الرحیق فی نسب حضرۃ الصدیق، تنسیق قلائد المنن فی تحقیق کلام الشاذلی ابی الحسن، النوافح المسکیہ علی الفوائح الکشکیہ، ہدیۃ الاخوان فی حکم شرب الدخان، منح الفیوضات الوفیہ فیما فی سورۃ الرحمٰن من اسرار الصفۃ الالٰہیۃ، ارجوزہ فی الفقہ، طبقات الحفاظ، اسعاف الاشراف، اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین، رفع الکلل عن العلل، شرح حزب البکیر المسمے بہ تنبیہ العارف البصیر علی اسرار الحزب الکبیر، اعانۃ المنی فی سر الکنی، القول المثبوت فی تحقیق لفظ التابوت۔ حسن المحاضرہ فی آداب البحث والمناظرہ، رسالہ فی اصول المعمی، کشف الغطاء عن الصلوۃ الوسطی، الاحتفال بصوم الست من شوال، اقرار العین

بذکر من نسب الی الحسن والحسین، الابتہاج بذکر امر الحاج، التعریف بضروری علم التعریف، اتحاف الاصفیاء بسلاسل الاولیاء۔ اتحاف بنی الزمن فی حکم قہوۃ الیمن، المقاصد العندیہ فی المشاہد النقشبندیہ، درۃ المضیہ فی الوصیۃ المرضیہ، ارشاد الاخوان الی الاخلاق الحسان، شرح الفیۃ السند، شرح صیغۃ ابن مشیش، شرح صیغۃ السید البدوی، شرح ثلث صیغ لابی الحسن البکری، شرح سبع صیغ المسمے بدلائل القرب للسید مصطفےٰ البکری، تحفۃ العبد، تفسیر سورۃ یونس علی لسان القوم، لقطۃ العجلان فی لیس فی الامکان ابدع مما کان، المنح العلیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، کشف التشام عن اداب الایمان والسلام وغیر ذلک۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کی حد سے زیادہ شہرت ہوئی اور خواص وعوام میں بڑا قدر و مرتبہ ہوا اور اقطار و اکناف سے کثرت کے ساتھ لوگوں نے رجوع کیا تو آپ نے اپنی حویلی سے باہر نکلنا کم کر دیا اور یاروں سے پوشیدگی اختیار کر کے معتکف ہو گئے یہاں تک کہ ماہ شعبان ۱۲۰۵ھ میں طاعون سے شہادت پائی اور سیدہ رقیہ کے مشہد میں دفن کئے گئے۔ "مخزنِ اسرارِ الٰہی" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

فخری

شاہ عبد القادر المتخلص بہ مہربان المعروف بہ فخری : فقیہ، محدث، مفسر، صوفی، جامع علوم نقلیہ و عقلیہ تھے۔ آپ کے بعض اسلاف نیشاپور سے قصبہ گنتور مضافات لکھنؤ میں آئے اور آپ کے والد سید شرف الدین خاں[1] نے اورنگ آباد میں اقامت اختیار کی اور شہر روضہ کی قضا ان سے مختص ہوئی جہاں آپ ۱۱۳۳ھ میں پیدا ہوئے، قرآن کو یاد کیا اور کتب فقہ، حدیث، تفسیر، تصوف، معقولات سے ماہر کامل ہو کر طریقہ قادریہ کا خرقہ پہنا اور تدریس و افادہ و ہدایتِ عباد اور تکمیل زہاد میں اپنی عمر کو صرف کیا اور اخیر عمر میں مدارس میں جا کر اقامت اختیار کی جہاں ۱۲۰۱ھ یا ۱۲۰۵ھ میں وفات پائی اور میلاد پور واقع مضافات مدراس کی خانقاہ میں دفن کئے گئے۔ تاریخ وفات آپ کی "شیخ مرحوم" یا "فخرِ اہلِ حسن مقال" ہے۔

شیخ اسلم

شیخ اسلم بن یحییٰ بن معین الحق والملۃ والدین زکی کاشمیری : ابو ابراہیم کنیت تھی، اپنے

---

[1] قاضی سید عبد القادر بن سید شرف الدین ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ فخر الدین نائطی اور قاضی شیخ اسلام خاں سے علم حاصل کیا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد پچاس سے زائد ہے جن میں سے اصل الاصول فی تطبیق المنقول بالمعقول، کحل الجواہر، مفتاح المعارف، شرح مثنوی معنوی اور عربی و فارسی اشعار کا دیوان مشہور ہیں۔ ۱۲۰۸ھ میں بمقام میلاپور وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ (نزہۃ الخواطر) (مرتب)

زمانے کے عالمِ محقق، فاضلِ مدقق، مرجع الفضلاء، صاحبِ فتویٰ، حسن الخلق، کثیر التواضع تھے۔ ۲۲ ماہ ذی الحجہ ۱۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن کو ساتھ تجوید کے اپنے دادا شیخ معین الحق والملۃ والدین سے پڑھا اور تمام علوم صرف، نحو، لغت، کلام، حدیث، اصول، تفسیر، فقہ، تصوف اور معارف کو اپنے والدِ ماجد سے حاصل کیا اور اپنے باپ کے شاگردوں کے ساتھ کئی دفعہ صحاح ستہ کی قرارت میں شریک ہوئے۔ بہت سے شیوخ کی صحبت کی، آخیر کو سلطان وقت کے حکم سے مفتی انام اور مرجع خواص و عوام ہوئے یہاں تک کہ بیس سال تک اس عہدہ جلیلہ پر ممتاز رہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا جنہوں نے آپ کے حق میں دعائے برکت کی اور اپنے بالوں میں سے ایک بال مبارک عطا فرمایا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے اپنے ہاتھ میں ایک سیاہ بال دیکھا اور حجرہ کو معطر پایا، اس وقت آپ کی داڑھی کے تمام بال سفید تھے۔ آپ نے بہت سے رسائل اور صحائف فتاویٰ اور تصوف میں یادگار چھوڑے اور جامع صغیر و جلالین و اشباہ والنظائر و حسامی اور قصیدہ بردہ پر حواشی لکھے جو سب کے سب مقبول اہلِ علم ہوئے۔ بہت سے فضلائے کرام نے مثل شیخ عبدالوہاب تبیرہ مولیٰ اور مولانا ابوالمکارم اور ملا محب اللہ اور ملا عبداللہ اور ملا قوام الدین اور مفتی ہدایت اللہ اور شیخ عبدالنبی اور شیخ عطاء اللہ اور شیخ صدیق اور شیخ ابوالطیب احمد اور شیخ ابوالرضا محمد اور شیخ عبداللہ اور شیخ ابوالخلیل عبدالاحد اور سید کمال الدین اندرانی اور شیخ ابوالاسد ابراہیم اور شیخ ابوالسعود مقصود وغیرہ کے آپ سے استفادہ کیا۔ وفات آپ کی منگل کے روز ۲۷ محرم ۱۲۱۲ھ میں ہوئی۔ "افصح بلغا" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

شیخ علی رفیقی

شیخ علی بن یحییٰ بن معین الحق والملۃ والدین رفیقی : ابو عبدالاحد کنیت تھی، منگل کے روز ۴ ماہ رمضان ۱۱۵۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے عالم کامل، عارف زاہد، محدث فقیہ، فاضل متورع تھے حدیث کو اپنے باپ سے سنا اور انہیں سے علوم ظاہری و باطنی اور معارف و آداب اور سلوک کو اخذ کیا اور نیز اپنے بڑے بھائی شیخ اسلم سے استفادہ کیا اور آپ سے آپ کے تینوں بیٹوں شیخ عبدالاحد اور شیخ بہاء الدین اور شیخ ثنا اور چچا کے بیٹے شیخ ابوالرضا محمد اور شیخ ابوالطیب احمد اور شیخ عبداللہ اور ملا خوند و عظ عبدالرسول وغیرہ نے استفادہ کیا۔ وفات آپ کی ۱۰ محرم ۱۲۱۴ھ میں ہوئی۔ "چشمہ کوثر علم" تاریخِ وفات ہے۔

غلام فرید لاہوری

مولوی غلام فرید لاہوری : عالمِ اجل، فاضلِ اکمل، جامع کمالات ظاہری و باطنی، عابد، زاہد،

ذاکر شاغل تھے، تمام عمر درس و تدریس میں مشغول رہے اور دنیا اور اہلِ دنیا سے سروکار نہ رکھتے تھے، تجرید و تفرید آپ کی طبیعت پر نہایت غالب تھی۔ وفات آپ کی ۱۲۱۶ھ میں ہوئی۔

سید جلال شاہ

سید جلال شاہ بن سید جمال شاہ کاشمیری : عالم باعمل، کتبِ فقہ و حدیث اور تصوف کے حافظ تھے، حسنِ خلق سے لوگوں کو اپنا گرویدہ کیا ہوا تھا۔ اپنے آباء و اجداد کے مقابر کے پاس ایک خانقاہ بنا کی ہوئی تھی جہاں بڑے تقوے کے ساتھ بود و باش رکھ کر ۱۲۱۷ھ میں وفات پائی۔

رفیع الدین مرادآبادی

رفیع الدین[1] بن فرید الدین خاں مرادآبادی : معتبر فضلائے ہند میں سے تھے۔ حدیث کا علم مولوی خیر الدین سورتی تلمیذ شیخ محمد حیات سندی اور نیز مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے حاصل کیا اور مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی سے اکثر صحبت کی اور ان سے مسائلِ مشکلہ تفسیر و حدیث کے پوچھ کر نہایت جہاں بیں اور تحقیقات و تدقیقات فرماتے رہے، بعد ازاں شیخ محمد غوث لاہوری سے بیعت کی اور علم طریقت کا حاصل کیا پھر مکہ معظمہ کو تشریف لیجا کر حج کیا اور حرمین شریفین کے حالات میں ایک کتاب تصنیف فرمائی اور کتاب قصر الآمال بذکر الحال والمآل اور کتاب سلوا الکیب بذکر الحبیب اور ترجمہ عین العلم اور شرح اربعین نووی اور کنز الحسنات اور تذکرۃ المشائخ اور کتاب الاذکار اور تذکرۃ الملوک اور شرح غنیۃ الطالبین اور تاریخ افاغنہ وغیرہ آپ کی اشہر تصنیفات سے ہیں۔ ۱۵ ماہ ذی الحجہ ۱۲۱۸ھ میں مرادآباد میں استسقار کی بیماری سے فوت ہوئے، "خورشید زماں" تاریخ وفات ہے۔

شیخ احمد رفیقی

شیخ احمد بن مصطفےٰ بن معین الحق والملۃ والدین رفیقی : ابوالطیب کنیت تھی، ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے امام فقیہ، محدث، عالم یگانہ، فاضل بے نظیر تھے، قرآن کو اپنے نانا مولانا مقیم آخوند ٹوپیگیر وسے پڑھا اور انہیں کے پاس حفظ کیا اور علم حدیث و تفسیر و فقہ اور تصوف کو اپنے باپ اور چچا اور چچا کے بیٹوں اور اپنے ماموں مولانا علامۃ الوری آخوند نور الہدے ٹوپیگیر وی سے اخذ کیا اور پنجشنبہ کے روز ۲۲ رجب ۱۲۱۹ھ میں بعد ظہر کے فوت ہوئے۔ آپ کو ریاضات و مجاہدات و مکاشفات میں بڑی شان حاصل تھی جس میں سے تھوڑا سا شیخ ابو المصطفےٰ طیب رفیقی نے اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے۔ آپ سے توحید و عرفان میں شعر حسن یادگار ہیں۔ "ولی پاک نظر" تاریخ وفات ہے۔

---

[1] رفیع الدین بن فرید الدین بن عظمت اللہ بن عبد القادر لکھنوی، ولادت ۱۱۴۷ھ، الاضافات العزیز یہ بھی آپ کی تصنیف ہے، "نزہۃ الخواطر" (مرتب)

مفتی قوام الدین کاشمیری

شیخ الاسلام مفتی قوام الدین محمد بن مولانا سعد الدین صادق بن مولوی معز الدین امان اللہ شہید بن مولوی خیر الدین ابوالخیر کاشمیری : ۲۴ ماہ شعبان ۱۲۵۲ھ میں پیدا ہوئے، اپنے زمانہ کے عالم فاضل، محدث کامل فقیہ جید، جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ بعد ختم قرآن شریف کے شیخ رحمت اللہ اور ملا مقیم السنہ ٹوپیگیہ واور اخوند نور الہدے ٹوپیگیہ کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے اور صغر سنی میں ہی علوم وفنون حاصل کرکے محسودِ اقران ہوئے، قرات و روایت حدیث کی اجازت میر قاری تلمیذ شیخ القرا اور حاجی عبدالولی طرخانی تلمیذ شیخ ابوالحسن سندھی مدنی اور حاجی نعمت اللہ نوشہری اور بابا محمد محسن پلچری تلمیذ مولوی امان اللہ شہید سے حاصل کی اور اشارۂ غیبی سے خانقاہ سید محمد امین اویسی میں ہنگامۂ درس وتدریس گرم کیا اور رفتہ رفتہ کاشمیر کی قضا آپ کے سپرد ہوئی، شاہ زین العابدین قادری ومیاں زکریا لاہوری وشیخ الاسلام احمد اکدنی وغیرہ سے بہت سے فوائد حاصل کرکے خواجہ عبدالرحیم پچکیان کی خدمت میں مشرف ہوئے اور ۲۴ سال تک ان سے فیض حاصل کرتے رہے، کتاب صحائف سلطانی ساٹھ علم میں تصنیف کی اور ۹ ماہ ذیقعد ۱۲۱۶ھ میں وفات پائی۔

مولانا عبدالباسط قنوجی

مولانا عبدالباسط بن مولوی رستم علی بن ملا علی اصغر قنوجی : قنوج کے علمائے کبار اور فضلائے مشاہیر ونامدار سے فقہ وحدیث وتفسیر اور فروع واصول میں ایک آیت منجملہ آیات الٰہی تھے اور اپنے عہد میں تمام علماء وفضلاء پر سخن بالا اور مرتبہ والا رکھتے تھے، ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ "چشم رستم علی" آپ کی تاریخ ولادت ہے۔ تمام علوم رسمیہ ومتداولہ کیا منقول وکیا معقول اپنے والد ماجد سے حاصل کئے اور بہت سی کتب اپنی تصنیفات اور دیگر علماء کی تالیفات اپنے ہاتھ سے لکھیں جواب تک آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں اور اس قدر صحیح ومحشی ہیں کہ استاد سے حاجت تعلیم کی باقی نہیں رہتی۔ اگر کسی کو سلیقۂ عبارت پڑھنے اور ملکہ مطلب سمجھنے کا ہو تو اس کے لئے یہ کتابیں آپ کی درست کی ہوئیں بجائے شیخ شفیق کے ہیں، بہت سی خلقت نے دور ونزدیک سے آکر آپ کے مدرسہ میں فاتحہ فراغت پڑھی اور مرتبہ فضیلت وکمالیت حاصل کیا چنانچہ مفتی ولی اللہ فرخ آبادی صاحب تفسیر نظم الجواہر اور مولوی نعیم الدین اور مولوی علیم الدین پسران مولوی فصیح الدین قنوجی ومولوی قادر بخش بلھوری جو سب عالم فاضل صاحب تصنیف ہوئے ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں آپ کے آباء واجداد صاحب علم وعمل اولاد شیخ عماد الدین کرمانی صاحب فتاویٰ عمادیہ سے تھے جو شہر کرمان سے آکر قنوج میں سکونت پذیر ہوئے تھے، آپ کی تصنیفات بہت ہیں اور تمام مفید چنانچہ تفسیر ذوالفقار خانی،

نظم اللآلی فی شرح ثلاثیات البخاری، انتخاب الحسنات ترجمۂ احادیث دلائل الخیرات، حبل المتین فی شرح الاربعین، جواہر خمسہ فرائض میں عجیب البیان فی اسرار القرآن، شعار الشافیہ فی شرح شافیۂ ابن حاجب وغیرہ مشہور و معروف ہیں، وفات آپ کی دوم ربیع الآخر ۱۲۲۳ھ میں ہوئی اور شہر قنوج میں اپنی مسجد کے آگے صفہ کے نیچے اپنے آباء و اجداد کے پہلو میں دفن ہوئے، "شمع شبستان" تاریخ وفات ہے۔

مولوی حسین علی قنوجی

مولوی حسین علی بن علامۃ العصر عبد الباسط قنوجی : عالم نبیل، فاضل جلیل تھے، علوم اپنے باپ سے حاصل کئے اور انہیں کی حیات میں مسند درس و افادہ اور افاضۂ طلبا پر متمکن ہوئے مگر افسوس عین عالم شباب یعنی چوبیس سال کی عمر میں پانچ ماہ بعد وفات اپنے والد ماجد کے ۱۲۲۳ھ میں رحلت کر گئے اور اپنے والد کے پاس دفن کئے گئے۔ آپ کی تصنیفات سے کتاب تمرین المتعلم صیغ مشکلہ اور تعلیلات صعبہ میں یادگار ہے۔

شیخ عبد الملک مفتی مکہ مکرمہ

شیخ عبد الملک بن عبد المنعم قلعی مفتی مکہ معظمہ : عالم فاضل، فقیہ محدث، کنز ذخائر اور بحر زخار علوم تھے، بہت سے مشائخ حرمین مثل عبد اللہ بن سالم بصری وغیرہ سے حدیث و فقہ کو اخذ کیا اور انہیں سے روایت کی اجازت لی اور آپ سے سید عبد الرحمٰن اہدل نے اجازت حاصل کی۔ ۱۲۲۴ھ میں وفات پائی، "مصدر فیض" تاریخ وفات ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی

قاضی ثناء اللہ پانی پتی : شیخ جلال الدین کبیر اولیائے چشتی کی اولاد میں سے تھے جن کا نسب حضرت عثمان کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ فقیہ، محدث، محقق، مدقق، منصف مزاج، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور فقہ و اصول میں بمرتبۂ اجتہاد پہنچے ہوئے تھے۔ علم تفسیر و کلام اور تصوف میں ید طولیٰ حاصل تھا، صفائی ذہن و جودت طبع و قوت فکر اور سلامتی عقل زائد الوصف حاصل تھی، حدیث کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے سنا اور روایت کیا یہاں تک کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی آپ کو بیہقی وقت کہا کرتے تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم ظاہری سے فراغت پاکر علم طریقت کا شیخ محمد عابد سے اخذ کیا اور بہ نہایت سرعت و شوق وصول سے تمام سلوک کو پچاس توجہ میں انجام کو پہنچایا پھر ان کے ارشاد سے میرزا مظہر جانجاناں کی خدمت میں پہنچے اور ان کی زبان فیض ترجمان سے علم الہدیٰ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ایام تحصیل علم میں علاوہ کتب تحصیلیہ کے ساڑھے تین سو اور کتابیں مطالعہ کیں۔ اکثر خواب میں شیخ جلال اپنے جد امجد اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے تربیت اور بشارات حاصل کیں۔ مرزا صاحب آپ کے حق میں فرماتے تھے کہ میرے دل میں آپ کی بہت ہیبت

ہے اور بسبب صلاح اور تقوےٰ و دیانت کے آپ مروج شریعت اور منور طریقت اور ملکی صفات میں فرشتے آپ کی تعظیم بجالاتے ہیں، اگر خدا نے مجھ سے قیامت کو پوچھا کہ ہماری درگاہ میں کیا تحفہ لایا ہے تو میں ثناء اللہ کو پیش کردونگا۔ آپ اکثر اوقات طاعت و عبادت میں مشغول رہتے تھے، ہر روز سو رکعت نماز اور ایک منزل قرآن شریف تہجد میں وظیفہ کیا ہوا تھا۔ قضاء کا منصب بھی اختیار کیا تھا اور جیسا کہ چاہیئے اس کا حق ادا کیا۔ آپ کے اصحاب سے پیر محمد و سید محمد اور گھسیٹا، آپ کی صحبت سے طریقہ سلوک میں فائز المرام ہوئے۔ مدت تک آپ افاضہ کمالات ظاہر و باطن اور اشاعت علوم دینیہ اور فصل خصومات و افتائے سوالات اور حل مشکلات میں مصروف رہے، ایک کتاب مبسوط فقہ میں مع بیان ماخذ و دلائل اور مختار ائمہ اربعہ کے ہر مسئلہ میں تصنیف کی اور جو کچھ آپ کے نزدیک اقوی ثابت ہوا اس کو ایک علیحدہ رسالہ مسمی بہ ماخذ الاقوی میں تحریر فرمایا، اصول میں بھی آپ نے مختارات تحریر کیں اور ایک بڑی تفسیر مظہری[1] نام سات جلد میں تصنیف کی اور اس میں اقوال قدمائے مفسرین اور تاویلات جدیدہ کو جو مبدء فیاض سے آپ پر وارد ہوئے جمع کیا اور کئی ایک رسائل تصوف اور تحقیق معارف حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی میں لکھے، علاوہ ان کے آپ کی کتب مؤلفہ جو تیس سے زیادہ ہیں مثل مالابدمنہ، تذکرۃ الموتیٰ والقبور، تذکرۃ المعاد، حقیقۃ الاسلام، ارشاد الطالبین، شہاب ثاقب، رسالہ حرمت متعہ، رسالہ حرمت سرود، وصیت نامہ وغیرہ تمام نافع و مفید اور مقبول خلائق ہیں۔ وفات آپ کی غرہ رجب ۱۲۲۵ھ میں ہوئی اور تاریخ وفات آپ کی قرآن شریف کی آیت "فھم مکرمون فی جنت نعیم" سے نکلتی ہے اور لفظ جنت کا اس تاریخ میں بغیر الف کے موافق رسم خط قرآن شریف کے ماخوذ ہے۔

بحر العلوم

بحر العلوم ملا عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد لکھنوی[2] : عالم محقق، فاضل مدقق، جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول، صاحب طریقت و معرفت تھے، ابو العیاس کنیت اور بحر العلوم و ملک العلماء لقب تھے، علوم اپنے والد ماجد سے پڑھے اور سترہ ہی سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر فائق اقران اور افاضل مماثل ہو گئے، زمانہ نواب فیض اللہ خاں میں لکھنؤ سے رامپور میں آئے اور سو روپیہ ماہوار وظیفہ آپ کے لئے مقرر ہوا پھر ایک برس کے بعد مدراس میں چلے گئے اور وہاں نواب محمد علی خاں والی صوبہ ارکاٹ نے آپ کی بڑی تعظیم کی اور آپ مذہب رفض پر بڑا تشدد کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں سے ملا عمران رامپوری والد مولوی خلیل الرحمٰن مصنف حاشیہ الدوار علی الدائر اور مولوی رستم علی اور مولوی غلام نبی شاہجہانپوری محشیان رسالہ میر زاہد اور مولوی محمد جیلانی مصنف

---

[1] دہلی میں چھپ چکی ہے، اردو ترجمہ مولانا سید عبدالدائم جلالی نے کیا ہے جو تیرہ جلدوں میں چھپ گیا ہے [2] ولادت ۱۱۴۴ھ لکھنؤ (معجم، [illegible])

جنگنامہ ہیں۔ آپ کا قول ہے کہ مجھ کو عالم رؤیا میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے ہاتھ پکڑ کر مجھ کو اپنی بیعت میں داخل کیا اور تعلیم و ارشاد طریقت کا حکم دیا پس میں خاص انہیں کا مرید ہوں اور ان کے واسطہ سے آنحضرت کے ساتھ مجھ کو سلسلہ انتساب بیعت کا پہنچتا ہے چنانچہ جو شخص اس سلسلہ میں ان سے بیعت کرتا تھا۔ آپ اسی ایک واسطہ سے شجرہ لکھ کر اس کو دیتے تھے اور نیز دیگر سلاسل میں اپنے والد بزرگوار سے اجازت حاصل کی تھی لیکن آپ نے کثرت سے مرید نہیں کئے اور چند آدمیوں کے سوا آپ نے بیعت میں نہیں لیا۔

آپ کی تصنیفات سے شرح سلم، حاشیہ حواشی میر زاہد جلالی، حاشیہ میر زاہد، رسالہ حاشیہ بر میر زاہد، شرح مواقف قدیمہ و جدیدہ، حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ، شرح مسلم الثبوت، تکملہ شرح تحریر الاصول ابن الہمام مصنفہ مولانا نظام الدین، شرح فارسی منار الانوار، رسالہ ارکان اربعہ در فقہ، شرح مثنوی مولانا روم وغیرہ یادگار زمانہ ہیں۔ وفات آپ کی مدراس میں ماہ رجب ۱۲۲۵ھ میں ہوئی اور "فاضل قطب زمانہ" تاریخ وفات ہے۔

شیخ محمد رفیقی

شیخ محمد بن مصطفےٰ بن معین الحق والملۃ والدین رفیقی : ابوالرضا کنیت تھی، ۱۱۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ امام فاضل، فقیہ محدث، مفسر اور صوفی عارف تھے۔ علوم معقول و منقول اپنے نانا مولانا مقیم السنہ گوپیگروا اور ماموں اور خسر اولیٰ علامۃ الوریٰ نور الہدےٰ گوپیگروہ سے اخذ کئے اور حدیث کو اپنے چچا اور باپ سے سنا اور کل معارف کو حاصل کیا اور عوارف کو درس شیخ ابی نعمت اللہ اشرف بن رضا گوپیگروا اپنے خسر ثانی سے پڑھا اور بہت سے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ تصوف میں بہت سے رسالے لکھے اور چارشنبہ کے روز ۱۶ ماہ جمادی الاخریٰ ۱۲۲۸ھ میں وفات پائی۔ "صاحب تصنیفات کاملہ" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

مولوی سلام اللہ محدث دہلوی

مولوی سلام اللہ بن شیخ الاسلام بن حافظ عبد الصمد فخر الدین محدث از اولاد شاہ عبد الحق محدث دہلوی، فقیہ فاضل، محدث کامل، مفسر متبحر، علامۂ عصر، محقق، مدقق تھے۔ علوم اپنے والد ماجد شیخ الاسلام مصنف شرح فارسی صحیح بخاری و رسالہ طرد الاوہام عن اثر الامام الہمام اور کشف الغطاء عما لزم للموتیٰ علی الاحیاء وغیرہ سے حاصل کئے اور انہیں سے اور نیز دیگر فضلائے عصر سے حدیث وغیرہ علوم کی سند و اجازت حاصل کی۔ آپ کے جد امجد حافظ فخر الدین بھی بڑے فاضل اور عالم اجل اور پسر محب کے فخر الدین و

الدنیا تھے، جن کی تصنیفات سے شرح فارسی صحیح مسلم اور فارسی شرح عین العلم اور شرح حصن حصین یادگار ہیں غرض بعد تحصیل علوم کے آپ مسندِ افادت وافاضت پر متمکن ہو کر مثل اپنے اسلاف کے نشرِ علوم میں مشغول ہوئے اور ۱۲۲۹ھ یا بقولِ بعض ۱۲۳۳ھ کے ماہ جمادی الثانیہ میں شام کے وقت وفات پائی۔ آپ کی تصنیفات سے کمالین حاشیہ تفسیر جلالین، محلی شرح مؤطا جس سے ۱۲۱۵ھ میں وفات پائی اور جس کی تاریخ "ہوالفوز الکبیر" ہے، ترجمہ صحیح بخاری فارسی میں، ترجمہ فارسی شمائل ترمذی، رسالہ عربی اصول علم حدیث وغیرہ یادگار ہیں۔ "شیخ بحث شہید" اور "شیخِ اعلیٰ درجہ" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

مولوی علیم الدین قنوجی

مولوی علیم الدین بن شیخ فصیح الدین قنوجی : فاضلِ اجل، عالمِ اکمل، انموذج صلحائے سلف تھے، ابتدا میں اپنے والد سے جو قنوج کے مشائخ میں سے مشتغل بالدرس والعبادہ تھے، پڑھا پھر کتب درسیہ کو ابتدا سے انتہا تک شیخ علامہ عبدالباسط قنوجی سے تحصیل کیا اور تمام عمر تدریس اور تالیفِ کتب میں مشغول رہے جن میں سے عین الہدے شرح قطر الندی نحو میں ہے جس کو ۱۲۱۱ھ میں تالیف کیا علاوہ اس کے درر الفضائل فی شرح الشمائل اور چند رسالہ علم منطق میں آپ سے یادگار ہیں۔ وفات آپ کی ۱۲۲۹ھ میں ہوئی۔

مولوی نعیم الدین قنوجی

مولوی نعیم الدین بن شیخ فصیح الدین قنوجی : اپنے بھائی علیم الدین کی طرح آپ بھی فضلائے زمانہ میں سے تھے، علوم کو آپ نے بھی علامہ عبدالباسط قنوجی سے حاصل کیا اور شرح تصدیقات سلم العلوم اور حاشیہ صدرا تصنیف فرمایا اور ۱۲۳۳ھ کو وفات پائی۔

طحطاوی

علامہ سید احمد طحطاوی : فقیہِ عصر، وحیدِ دہر، محدثِ جید، علامہ محقق، فاضل مدقق تھے مدت تک مصر کے مفتی رہے، درالمختار کا حاشیہ ایسی تحقیق وتدقیق کے ساتھ تصنیف کیا کہ مقبول انام ہوا اور مصر میں باوجود بڑے حجم وضخامت کے چھپ کر مشتہر ہوا۔ اس کتاب میں آپ نے امام ابوحنیفہ کے مناقب کو اقوالِ صحیحہ اور روایاتِ ثبتہ سے ثابت کیا یہاں تک کہ علامہ سید ابن عابدین نے بھی بروقت تالیف ردالمحتار کے اس کو مدِ نظر رکھا اور اس سے بہت کچھ نقل کیا۔ اس کے سوا بہت سے رسائل وکتب تصنیف کئے، وفات آپ کی ۱۲۳۳ھ سے بعد وقوع میں آئی۔

مولانا صفی الدین

مولانا صفی الدین المشہور بہ صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسےٰ بن سیف الدین بن عروۃ الوثقیٰ شیخ

محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانی : عالم فاضل، فقیہ محدث، جامع کمالات ظاہری و باطنی، تارک الدنیا زاہد کامل تھے باوجودیکہ نواب نصر اللہ خاں حاکم رامپور نے آپ سے واسطے قبول کرنے عہدہ بخشی گری کے محد رسہ کرر التجا کی مگر آپ نے اس کو قبول نہ فرمایا اور ہمیشہ نہایت شوق و ذوق سے مطالعہ کتب حدیث و تفسیر اور اشتغال اوراد و وظائف میں مصروف رہ کر اہل فسق و فجور سے نہایت محترز رہے اور پنجشنبہ کے روز ۲۵ ماہ شعبان ۱۲۳۶ھ کو لکھنؤ میں وفات پائی۔

کہتے ہیں کہ رات کے وقت آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تھا اور راستہ میں کسی کا چھپر جلا ہوا تھا اور بسبب کثرت راکھ اور اندھیرے کے آگ اس میں معلوم نہ ہوتی تھی، اتفاقاً حاملانِ جنازہ کا اس آگ میں سے گذر ہوا، خدا کی قدرت اور آپ کی نعش مبارک کی برکت سے جنازہ اٹھانیوالوں کو آگ میں گذرنے سے کچھ اذیت نہ پہنچی اور دیگر ہمراہیوں نے موجودگی آگ سے آگاہ ہو کر کنارہ سے گذرنا کیا۔ "شیخ مقدس اساس" تاریخ وفات ہے۔

شاہ رفیع الدین دہلوی

شاہ رفیع الدینؒ بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی : محقق، متقن، فقیہ محدث تھے، تالیفاتِ جیدہ کیں جن میں کثرت سے ایسے رموزِ خفیہ کو داخل کیا کہ ان پر مشکل سے اطلاع ہو سکتی ہے اور کلمات یسیرہ میں مسائل کثیرہ جمع کئے چنانچہ علم حقائق میں آپ کی کتاب دفع الباطل فی بعض المسائل الغامضۃ مشہور و معروف ہے علاوہ اس کے ترجمہ اردو قرآن مجید اور کتاب مقدمۃ العلم اور کتاب التکمیل و اسرار المحبۃ اور رسالہ عروض اور رسالہ شق القمر اور رسالہ اردو راہِ نجات وغیرہ یادگارِ زمانہ ہیں۔ وفات آپ کی ۱۲۳۸ھ میں ہوئی۔ "چشمۂ فیض" تاریخ وفات ہے۔

شاہ عبد العزیز دہلوی

شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ بن شیخ عبد الرحیم عمری دہلوی : خطۂ ہند میں استاذ الاساتذہ اور امام جہابذہ بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، خاتم المفسرین والمحدثین تھے، ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے، آپ کا نام تاریخی غلام حلیم ہے، علوم اپنے والد ماجد اور ان کے خلفاء سے اخذ کئے اور اپنے وقت میں مرجع علماء و مشائخ ہوئے۔ تمام علوم متداولہ اور فنونِ عقلیہ و نقلیہ میں دستگاہ فوق البیان رکھتے تھے اور کثرتِ حفظ و علم تعبیر رؤیا و سلیقہ وعظ و انشاء و تحقیقات نفائس علوم اور مذاکرہ و مباحثۂ خصوم میں ممتاز بین الاقران و معتقد فیہ موافق و مخالف تھے، تمام عمر تدریس و افتاء و فصلِ خصومات و وعظ و تربیت مریداں اور تکمیل تلمیذاں میں بسر کی اور جاہ و عزت ظاہری کو کمالات باطنی کے ساتھ جمع کیا، ہندوستان میں ریاست

سلہ ولادت ۱۱۶۳ھ، وفات ۱۲۳۳ھ - (تذکرہ علماء ہند) (مرتب)

علم و عمل کی آپ اور آپ کے بھائیوں پر منتہی ہوئی، ہندوستان کیا بلکہ دیگر ولایت میں ایسا کوئی فاضل کم ہوگا جس نے تلمذ یا استفادہ باطن کی نسبت اس خاندان کے ساتھ درست نہ کی ہوگی اور اس خاندان کی شاگردی کو فخر نہ سمجھتا ہوگا۔ ہندوستان میں علوم حدیث و فقہ حنفی کی خدمت جیسی کہ اس خاندان سے ظہور میں آئی ہے ایسی کسی اور خاندان سے کم وقوع میں آئی ہے۔ آپ کی تصنیفات سے تفسیر فتح العزیز[1] بقدر سوا تین پارہ قرآن شریف دو مجلد کلاں، تحفۂ اثنا عشریہ رد مذہب شیعہ، بستان المحدثین، سر الشہادتین، عجالۂ نافعہ اور فتاویٰ کثیرہ یادگار اور مشہور ہیں۔ نوے سال کی عمر میں ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی اور دہلی کے ترکمان دروازہ کے باہر اپنے پدر بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ علماء و شعراء نے آپ کی وفات میں بہت سی تاریخیں تصنیف کیں جن میں سے ایک "شیخ پیشوا" بھی ہے۔

شاہ عبدالقادر دہلوی

شاہ عبدالقادر[2] بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی : عالم عامل، فقیہ فاضل، زاہد، عابد خصوصاً حدیث و تفسیر میں یگانۂ روزگار، صاحب ورع و اتقاء، صادق الفراست تھے، علوم آپ نے بھائی شاہ عبدالعزیز سے حاصل کیے، تمام عمر تدریس و تشہیر علوم میں رہ کر خاص و عوام کو اپنے چشمۂ فیض سے سیراب کیا اور اپنے والد ماجد کی تفسیر فتح الرحمٰن کا جو فارسی میں ہے نہایت فصاحت و بلاغت سے اردو میں موضح القرآن نام سے ترجمہ کیا جو مطبوع انام ہوا۔ وفات آپ کی ۱۲۴۲ھ میں ہوئی۔

عبدالمولی دمیاطی

عبدالمولیٰ بن عبداللہ دمیاطی : بڑے عالم فاضل، جامع علوم نقلیہ و عقلیہ تھے، علم علامہ سید احمد طحطاوی شارح در المختار سے حاصل کیا اور در المختار پر ایک نفیس حاشیہ المسمی بہ تعالیق الانوار علی الدر المختار لکھا جس کو چار شنبہ کے روز ۲۵ ماہ ذی الحجہ ۱۲۳۳ھ میں شروع کیا اور جمعہ کے روز ۳ جمادی الثانیہ ۱۲۳۶ھ کو اس سے فراغت پائی۔ وفات آپ کی ۱۲۴۵ھ میں ہوئی۔ دمیاطی منسوب طرف دمیاط کے ہے جو مصر میں ایک شہر کا نام ہے جہاں کپڑا نہایت لطیف و نفیس بنتا ہے۔ "قدوۂ خلقت" تاریخ وفات ہے۔

مولوی محمد ولی اللہ

مولوی محمد ولی اللہ بن مفتی سید احمد علی حسینی فرخ آبادی : فقیہ، محدث، مفسر، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ

---

[1] جناب عضدالدین خاں شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی تحقیق کے مطابق تفسیر فتح العزیز (پورے قرآن مجید کی) ۱۲۱۵ھ سے قبل مکمل شکل میں تحریر ہو چکی تھی (معارف اعظم گڑھ، ماہ ستمبر ۱۹۶۷ء) [2] ولادت ۱۱۶۷ھ، وفات ۱۲۳۰ھ "تذکرہ علمائے ہند" (مرتب)

تھے اور فرخ آباد میں سکونت رکھتے تھے، تمام عمر تدریس و ہدایت خلق میں صرف کی اور ۱۲۳۶ھ میں ایک تفسیر نظم الجواہر نام جو فی الواقع اسم بامسمی اور مسجع جمیع علوم قرآن ہے، تصنیف کی جس کا نام بھی تاریخی مقرر کیا، اس کے آخر میں علم تفسیر کی بزرگی اور شروط و آداب مفسر و تنبیہ بر اغلاط بعض مفسرین اور ان کے طبقات کا ذکر کیا ہے وفات آپ کی ۱۲۴۹ھ میں ہوئی۔ "شیخ ہادی طریق" تاریخ وفات ہے۔

شاہ ابو سعید مجددی

شاہ[1] ابو سعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسےٰ دہلوی مجددی : علوم ظاہری و باطنی فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ میں طاق یگانۂ آفاق تھے۔ رامپور میں دوم ماہ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ میں پیدا ہوئے، علوم ظاہری کو مفتی شرف الدین دہلوی اور مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی سے حاصل کئے اور نیز مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت سراج احمد بن شیخ محمد مرشد سے علم فقہ و حدیث کی سند حاصل کی، بعد تحصیل علوم ظاہری کے علوم باطنی کو پہلے اپنے والد ماجد سے حاصل کیا پھر ان کی اجازت سے شاہ درگاہی کی خدمت میں حاضر ہو کر خرقۂ خلافت کا پایا۔ چونکہ ابھی شوق خدا طلبی کا باقی تھا اس لئے آپ رامپور سے دہلی میں آئے اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے نام خدا طلبی کے باب میں خط لکھا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ اس وقت شاہ غلام علی سے بہتر کوئی شخص نہیں۔ اس پر آپ نے شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہو کر بعیت کی اور کمالات باطنی کی تکمیل کو پہنچ کر خرقۂ خلافت و سجادہ نشینی کا حاصل کیا۔ آپ کی ذات بابرکات سے بہت سے خوارق و کرامات سرزد ہوئی۔ اخیر عمر میں آپ حج کو تشریف لے گئے۔ جب بعد زیارت حرمین شریفین کے واپس ہو کر مقام ٹونک میں پہنچے تو چون سال کی عمر میں عید الفطر کے روز ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی اور بعد غسل و جنازہ کے آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالغنی نے آپ کی نعش مبارک کو صندوق میں ڈال کر چالیس روز کے بعد دہلی میں لاکر حضرت شاہ غلام علی اور مرزا مظہر جانجاناں کے پہلو میں دفن کیا۔

مولوی غلام رسول لاہوری

مولوی غلام رسول بن مولوی غلام فرید فاضل لاہوری : عالم کبیر، فاضل باتوقیر، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے، سینکڑوں آدمی آپ کے وسیلہ سے فضیلت کے مرتبہ کو پہنچے، پنجاب میں کوئی علمائے وقت سے افادہ و افاضہ میں آپ کی ہمسری نہ کر سکتا تھا، گویا خدا نے آپ کی ذات بابرکات کو دریائے

---

[1] حضرت زکی القدر شاہ ابو سعید بن صفی القدر، ولادت ۱۱۹۶ھ۔ (مقاماتِ خیر) (مرتب)

فیض اور چشمۂ فضل پیدا کیا تھا۔ وفات آپ کی سنہ ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ "ہادیٔ نیک نظر" تاریخِ وفات ہے۔

صاحبِ تفسیرِ رؤفی

شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی مصطفےٰ آبادی[1] : شاہ ابوسعید کے خالہ زاد بھائی تھے۔ فقیہ، محدث، مفسر، جامعِ علومِ عقلیہ و نقلیہ اور واقفِ فنونِ ظاہر یہ و رسمیہ تھے۔ علوم شاہ عبدالعزیز سے حاصل کئے اور علومِ باطن میں حضرت شاہ غلام علی سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے شہر بھوپال میں قیام پذیر ہوئے اور تفسیرِ رؤفی آپ نے اردو میں تالیف کی۔ یہ تفسیر آپ نے سنہ ۱۲۳۹ھ میں شروع کی تھی جو بسبب عوارض رشتے کے سنہ ۱۲۴۸ھ میں اختتام کو پہنچی جس کی تاریخِ اختتام خود آپ نے یہ تصنیف فرمائی کہ "تفسیرِ قرآن بہ ہندی زبان ہے"، علاوہ اس کے درالمعارف اپنے مرشد کے ملفوظات میں اور دیوانِ رافت ہندی و فارسی اشعار میں تصنیف کیا اور اس میں اپنا تخلص رافت بیان کیا پھر حج کو تشریف لے گئے اور جہاز میں سنہ ۱۲۵۳ھ میں وفات پائی۔ "رحمتِ حق" تاریخِ وفات ہے۔

شیخ حافظ محمد عابد سندھی

شیخ حافظ محمد عابد بن احمد علی بن یعقوب سندھی[2] : محقق مدقق، فقیہ محدث، جامع علوم نقلیہ و عقلیہ، مدرس حدیث، حامی مذہب حنفیہ تھے۔ شہر سیون[2] میں جو شہر لوبک کے پاس شمالی کنارہ نہر حیدر آباد سندھ پر واقع ہے، پیدا ہوئے جہاں سے آپ کے دادا شیخ الاسلام نے جو اہلِ علم و صلاح میں سے تھا عرب کو ہجرت کی اور شیخ محمد عابد شہر زبید واقع یمن میں اقامت پذیر ہوئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ اور عطار کے اشعہ سے اقتباس کیا یہاں تک کہ وہاں کے لوگوں میں سے شمار کئے گئے۔ وہاں سے صنعاء یمن میں داخل ہوئے اور وزیر کی بیٹی سے نکاح کیا اور ایک دفعہ صنعاء یمن کے امام کی طرف سے سفیر ہو کر مصر کو گئے اور وہاں سے اپنے وطن کو معاودت فرما کر کئی روز قصبہ نواری میں جو ملک سندھ میں کراچی بندر کے پاس واقع ہے، اقامت اختیار کی پھر مدینہ طیبہ کو پھر گئے اور وہاں والیِ مصر کی طرف سے ریاستِ علماء کی آپ کو سپرد ہوئی۔ آپ نے بہت سی کتب مبسوطہ و مختصرہ تصنیف کیں جن میں سے کتاب

---

[1] شیخ رؤف احمد بن شعور احمد بن محمد شرف بن رضی الدین فاروقی حضرت مجدد الف ثانی کے خاندان سے تھے، رامپور میں سنہ ۱۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے سنہ ۱۲۴۹ھ میں وفات پائی، اردو و فارسی کی متعدد تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔ (نزہۃ الخواطر) (مرتب) [2]

محمد بن عابد بن احمد علی بن محمد مراد بن یعقوب الحافظ بن محمود انصاری خزرجی متوفی سنہ ۱۲۵۷ھ (نزہۃ الخواطر) سیہون دریائے سندھ کے دائیں کنارے کوٹری کراچی لائن پر ریلوے اسٹیشن ہے یہاں مشہور صوفی بزرگ شیخ عثمان (لعل شہباز قلندر) کا مزار ہے۔ لوبک بھی ریلوے اسٹیشن ہے۔ سیہون اور لوبک کا درمیانی فاصلہ صرف گیارہ کلومیٹر ہے۔ (مرتب)

مواہب اللطیفہ علیٰ مسند الامام ابی حنیفہ وکتاب طوالع الانوار علی الدر المختار وکتاب شرح تیسیر الوصول الیٰ احادیث الرسول وشرح بلوغ المرام مشہور ومعروف ہیں۔ وفات آپ کی یوم دوشنبہ ماہ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن کئے گئے۔ "فاضل برگزیدۂ زماں" تاریخ وفات ہے۔

قاضی عبدالسلام بداؤنی

قاضی عبدالسلام بن عطاء الحق بداؤنی : اعاظم محدثین اور کبرائے مفسرین میں سے جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے اور تفسیر زاد الآخرہ منظوم آپ کی عمدہ تصانیف میں سے ہے جس کو آپ نے ۱۲۴۳ھ میں تقریباً دولاکھ اشعار آبدار میں تصنیف کیا اور نام بھی اس کا تاریخی مقرر کیا جس سے وہ اسم بامسمیٰ ہوکر مقبول خاص وعام ہوئی اور اصولِ فقہ میں منار کی شرح المسمی بالانشراحات العالیہ تصنیف کی۔ وفات آپ کی ۱۲۵۹ھ میں ہوئی۔ "فخرِ کاشانہ" تاریخِ وفات ہے۔

مولوی کرم اللہ محدث دہلوی

مولوی کرم اللہ محدث دہلوی[1] : علوم ظاہری وباطنی فقہ وحدیث وتفسیر وقرارت قرآن میں وحید العصر فرید الدہر تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تفسیر عزیزی محض آپ کی خاطر تصنیف کی، آپ کے والد ہندو تھے جو شاہ عبدالعزیز کے ہاتھ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ نے بعد تحصیل علوم ظاہری کے حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوکر علوم باطنی کی تکمیل کی اور خرقہ خلافت کا حاصل کیا۔ اکثر اہلِ دہلی فن قرارت میں آپ کے شاگرد تھے۔ پہلے آپ نے حج کیا تھا لیکن جب اپنے وطن میں آئے تو اپنی واپسی سے نہایت افسوس کیا اور پھر زیارت حرمین شریفین کو تشریف لے گئے لیکن راستہ میں[2] ہی ۱۲۵۸ھ میں وفات پائی۔ "شمع تاویلات" تاریخِ وفات ہے۔

صاحبِ شامی

سید محمد امین بن عمر والشہیر بابن العابدین : اپنے زمانہ کے علامہ فہامہ، فقیہ محدث، محقق مدقق، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، علوم سید شیخ سعید حلبی اور شیخ ابراہیم حلبی سے پڑھے اور حدیث وفقہ کی سندیں حاصل کیں اور ۱۲۴۹ھ میں کتاب رد المحتار شرح در المختار المعروف بہ شامی تصنیف کی جو ایسی مقبول انام ہوئی کہ باوجود پانچ مجلد ضخیم ہونے کے دو دفعہ مطبوع ہوکر مشتہر ہوئی ہے علاوہ اس کے رسالہ سل الحسام الہندی

---

[1] ولادت ۱۲۰۱ھ، وفات ۵ ذیقعدہ ۱۲۸۹ھ، متعدد فارسی تصانیف آپ کی یادگار ہیں (نزہۃ الخواطر) [2] مولوی کرم اللہ بن عبداللہ ہندی بوجھ مرض سرطان ۲۷ شعبان ۱۲۵۲ھ کو بندرگاہ سورت میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر بحوالہ حدیقۃ احمدیہ) (مرتب)

لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی اور رسالہ شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیۃ بالختمات التہالیل اورتکملہ تصنیف فرمائے اور آپ کے رسالہ شفاء العلیل پر علامہ طحطاوی وغیرہ فقہاء نے تقریظیں لکھیں اور اس کی بہت تعریف کی۔ وفات آپ کی ۱۲۶۱ھ سے پہلے کی ثابت ہوتی ہے کیونکہ آپ کے خلف الصدق سید محمد علاء الدین نے جو ردالمحتار کی چوتھی جلد ۱۵ ماہ صفر ۱۲۶۰ھ کو اپنے ہاتھ سے نقل کی ہے تو اس میں آپ کو مرحوم کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔

مولانا محمد اسحٰق

مولانا محمد اسحٰق دہلوی[1] : آپ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نواسہ تھے، علوم فقہ وحدیث وتفسیر میں طاق یگانہ آفاق صاحب فتویٰ تھے۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء نے آپ سے علوم پڑھ کر سندِ فضیلت حاصل کی چنانچہ مولانا نواب محمد قطب الدین محدث دہلوی مصنف مظاہر حق ترجمہ اردو مشکوٰۃ شریف آپ کے ہی شاگرد تھے۔ آپ نے ایک رسالہ مسائل اربعین نام تصنیف کیا جس میں کئی ایک جگہ پر آپ سے لغزشیں وقوع میں آئیں اور ان کے جواب میں علمائے وقت نے رسائل تصنیف کئے۔ وفات آپ کی ۱۲۶۲ھ میں مکہ معظمہ میں ہوئی۔ تاریخ وفات آپ کی "اسحاق شیخ آفاق" سے نکلتی ہے۔

حافظ محمد احسن پشاوری

حافظ محمد احسن واعظ المعروف بہ حافظ دراز بن حافظ محمد صدیق واعظ بن حافظ محمد اشرف خوشابی پشاوری : فقہ، تفسیر، حدیث، اصول میں یگانۂ زمانہ اور جامع علوم عقلیہ ونقلیہ اور خاندانِ علم وفضل سے تھے۔ اکثر علوم اپنی والدہ ماجدہ سے جو ایک بڑی عالمہ فاضلہ تھیں، حاصل کئے اور مسند افادت و افاضت پر متمکن ہو کر تمام عمر تدریس وتالیف کتب میں صرف کی چنانچہ منح الباری صحیح بخاری کی شرح فارسی میں بنہایت تحقیق سے لکھی اور علاوہ اس کے تفسیر سورہ یوسف وتفسیر سورہ والضحیٰ تا آخر پارہ ومعراج نامہ ووفات نامہ وحاشیہ قاضی مبارک وحاشی تتمہ اخوند یوسف وغیرہ رسائل وکتب تصنیف کئے اور اکسٹھ سال کی عمر میں حدود ۱۲۶۳ھ میں فوت ہوئے۔

---

[1] مولانا (ابو سلیمان) محمد اسحٰق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسمٰعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین فاروقی ۸ ذی الحجہ ۱۱۹۶ھ یا ۱۱۹۷ھ کو پیدا ہوئے ۱۲۴۰ھ میں حرمین شریفین گئے وہاں سے واپسی پر سولہ سال دہلی میں درس دیا ۱۲۵۸ھ میں مع اہل وعیال دوبارہ مکہ معظمہ چلے گئے جہاں وبائے عام میں دوشنبہ ۲۷ رجب ۱۲۶۲ھ کو وفات پائی۔ انتقال کے وقت آپ روزے سے تھے (نزہۃ الخواطر) (مرتب)

شیخ طیب رفیقی

شیخ طیب بن احمد بن مصطفےٰ بن معین الحق والملۃ والدین رفیقی : ابوالمصطفےٰ کنیت تھی۔ ۱۱۹۱ھ میں پیدا ہوئے، اپنے زمانہ کے شیخ الاسلام والمسلمین، قطب العارفین، غوث المحققین، فقیہ محدث، بحر زخار علوم تھے، قرآن کو اخوند خیر الدین بن اخوند ابی البقاء باندے سے پڑھا اور علوم و فنون و فقہ و حدیث و تفسیر و کلام و معارف و حقائق و دقائق و تصوف و سلوک کو اپنے باپ اور تایا اور تایا کے بیٹوں اور شیخ ابی یوسف عبدالغفور سے حاصل کیا اور اپنے باپ سے بیعت کی اور مشائخ عظام و اولیائے کرام کی صحبت سے مستفید ہوئے اور میاں عبدالمجید سے طریقہ قادریہ و کبرویہ اور شطاریہ اخذ کیا۔ اخیر عمر میں مسجد میں معتکف ہو کر قائم اللیل اور صائم النہار ہوئے۔ آپ سے ایک جم غفیر علماء و فضلاء نے استفادہ کیا۔ حدیث و فقہ و سلوک اور معرفت میں تصنیفات معتبرہ کیں اور حنفی مذہب کے بڑے حامی رہے، کرامات و خوارق عادات بھی آپ سے صادر ہوئے۔ پیر کے روز ۱۰ ماہ شوال ۱۲۶۶ھ میں وفات پائی اور ایک لاکھ سے زیادہ آدمی آپ کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔ "ماہر علم حدیث و قرآن" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

مولوی جان محمد لاہوری

مولوی جان محمد لاہوری : ۱۱۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ عالم اجل، فاضل اکمل، حاوی فروع و اصول، واعظ، متقی، صاحب خرق عادات تھے۔ مدت تک آپ نے ہنگامہ نشر علوم بذریعہ تدریس و تصنیفات کے گرم رکھا۔ وعظ ایسا مؤثر کرتے تھے کہ بڑے بڑے گنہگار اپنے گناہوں سے توبۃ النصوح کرتے اور ہزاروں بے نماز نمازی ہو جاتے تھے۔ آپ عامل بھی پورے درجہ کے تھے، سیکڑوں لوگوں کی آپ کے عمل سے حل مشکلات ہو جاتی تھیں۔ آپ کے شاگردوں میں سے مولوی محمد عالم صاحب فاضل کھوٹی و مولوی محمد کرامت اللہ و مولوی غلام محمد ملتانی و مولوی فخر الدین وغیرہ ہیں۔ غرض پنجاب کا ایسا کوئی ضلع نہ ہوگا کہ جو آپ کے فیض سے محروم رہا ہو، وفات آپ کی بتاریخ ۱۰ محرم ۱۲۶۸ھ میں واقع ہوئی اور "چراغ دین" تاریخ وفات ہے۔ تصنیفات آپ کی حسب ذیل ہیں: زبدۃ التفاسیر والتذکیر وعظ میں اسی جزو کی، رسالہ اثبات خلافت حضرت معاویہ، رسالہ عقائد حنفیہ، رسالہ رد روافض، شرح قصیدہ بردہ، شرح قصیدہ امالی، معراج نامہ، رسالہ حرمت تمباکو، رسالہ عدم فرضیت جمعہ۔

مولانا خادم احمد

مولانا خادم احمد بن مولانا محمد حیدر بن مولانا محمد مبین : جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول، علامۂ زمانہ تھے۔ اکثر علوم اپنے والد سے پڑھے اور درس و تدریس اور نشر علوم میں مشتغل رہے،

دو رسالہ عربی و فارسی در بارہ بحث دائرہ ہندیہ واقع شرح وقایہ تصنیف کئے اور متفرق حواشی شرح وقایہ پر لکھے اور نیز ایک رسالہ متعلق بہ بحث حاصل و محصول واقع فوائد ضیائیہ تصنیف کیا اور ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۷۱ھ میں وفات پائی۔ "فاضلِ عصر" تاریخ وفات ہے۔

مولوی غلام اللہ لاہوری

مولوی غلام اللہ بن مولوی غلام فرید فاضل لاہوری : لاہور کے علماء کبار اور فضلائے نامدار میں سے تھے۔ آپ کی ذات مبارک استاذ کل مظہر کمالات دینی و دنیوی تھی، تدریس و تعلیم میں متقدمین سے گوئے سبقت لے گئے اور صدہا آدمی آپ کے ذریعہ سے علوم فقہ و حدیث و تفسیر و صرف و نحو و منطق و معانی وغیرہ میں کمالیت کے درجہ کو فائز ہوئے یہاں تک کہ پنجاب میں شاذ و نادر علماء کا خاندان ایسا ہو گا جو اس خاندان سے دعوئے نیازمندی و شاگردی نہ رکھتا ہو گا۔ وفات آپ کی ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ "مرجع الفضلاء" تاریخ وفات ہے۔

مولوی غلام محی الدین بگوی

مولوی غلام محی الدین بن حافظ نور حیات بن حافظ محمد شفا بن حافظ نور محمد بگوی : عالم اجل، فاضل اکمل، فقیہ، محدث، صاحبِ کمالات صوری و معنوی تھے۔ روز دوشنبہ ماہ محرم ۱۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے آپ کو صغر سنی میں آپ کے والد ماجد جو ایک مقبول الٰہی اور صاحبِ کرامات تھے۔ اپنے دیگر تینوں فرزندوں سے زیادہ پیار کرتے اور اکثر اوقات اپنے پاس رکھا کرتے تھے چنانچہ ان کا قول ہے کہ میں نے ایک رات کو سحر کے وقت دریا کے کنارے پر جا کر تہجد پڑھنے کا ارادہ کیا اور اپنے اس لڑکے (یعنی آپ کو) جو بہت ہی چھوٹا تھا اور خود حرکت نہیں کر سکتا تھا بسبب پیار کے اپنے ہمراہ اٹھا لیا اور دریا کے کنارے کپڑا بچھا کر اس کو لٹا دیا اور خود وضو کر کے نوافل میں مشغول ہوا، میرے اور اس کے درمیان کچھ فاصلہ تھا اور رات اندھیری تھی کسی قدر دیر کے بعد مجھ کو یہ خیال گزرا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی درندہ لڑکے کو اذیت پہنچائے، اپنے پاس لا کر لٹا دوں۔ جب میں اس کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کو ایک سفید ریش مبارک صورت آدمی اپنی گود میں لئے بیٹھا ہے۔ میں نے اس کو کوئی بزرگ سمجھ کر کہا کہ آپ اس لڑکے کے حق میں دعا کریں کہ عالم باعمل ہو، اس نے جواب دیا کہ یہ ازل سے ہی عالم باعمل ہے اور اس سے لوگوں کو بہت فیض ہو گا۔ یہ کہتے ہی آنکھوں سے غائب ہو گیا، سو آپ کو خدا نے ایسا ہی کیا۔ آپ کے ہم عصروں کی روایت سے مشہور ہے کہ آپ حالت صغر سنی میں لڑکوں کے ساتھ نہ کھیلتے اور اکثر خاموش رہتے اور لڑکوں کو ہدایت کرتے تھے اور آپ کا خوف و رعب ہم پر مستولی رہتا تھا۔

جب آپ چار برس چار ماہ کے ہوئے تو آپ کو حافظ حسن کے پاس لیجا کر جو ایک کامل شخص تھے، قاعدہ شروع کرایا گیا۔ بروایت حافظ حسن مشہور ہے کہ میں لڑکوں کے حق میں بڑا جبار تھا مگر انہوں نے مجھ سے کبھی مار نہیں کھائی، یہ لڑکوں میں خاموش بیٹھے رہتے تھے اور مجھ کو خیال ہوتا تھا کہ ان کو سبق یاد نہ ہوا ہوگا مگر جب میں کہتا کہ سبق سناؤ تو یہ فوراً سبق سنا دیتے۔ آپ نے تھوڑے عرصے میں قرآن شریف ختم کر لیا تھا مگر حفظ نہیں کیا تھا لیکن چونکہ آپ بڑے خوش آواز تھے اس لئے جب رمضان آیا تو لوگوں نے آپ کے والد ماجد سے درخواست کی کہ اس رمضان میں غلام محی الدین سے قرآن شریف نوافل میں سنوانا چاہیئے۔ اس پر آپ سے آپ کے والد نے پوچھا کہ تم قرآن شریف سنا سکو گے؟ آپ نے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ ایک پارہ روزہ دور کر لیا کریں تو میں سنا دونگا پس اس طرح سے آپ نے اسی رمضان میں قرآن شریف حفظ کر لیا اور سنا دیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ تمام دن میں یاد کیا کرتے تھے؟ فرمایا نہیں صرف وقت چاشت تک ایک پارہ حفظ ہو جاتا تھا۔ پھر آپ نے علم پڑھنا شروع کیا، صغر سنی میں یہ ذکاوت تھی کہ علمائے پنجاب کہتے تھے کہ اے لڑکے تم کو پنجاب میں کوئی تعلیم نہیں دے سکے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ مع اپنے چھوٹے بھائی مولوی احمد الدین کے دہلی کو روانہ ہوئے۔ اس وقت مولوی احمد الدین کی عمر آٹھ سال کی تھی اور دسواں پارہ حفظ کرتے تھے مگر دہلی پہنچنے تک انہوں نے بھی قرآن حفظ کر لیا پس آپ بارہ برس تک دہلی میں رہے۔ اس عرصہ میں اگرچہ دونوں بھائیوں نے علم معقول و منقول متفرق علماء سے پڑھا مگر حدیث کو مولوی محمد اسحاق سے پڑھا اور اس کی سند حضرت شاہ عبد العزیز سے حاصل کی، جب آپ فارغ التحصیل ہو گئے تو مولوی محمد اسحاق آپ کو حضرت شاہ عبد العزیز کے پاس لے گئے، انہوں نے آپ سے علم حدیث میں بہت سے سوالات کئے جن کے جواب آپ نے ایسے عمدہ دئیے کہ شاہ صاحب نہایت خوش ہوئے اور انہوں نے علم حدیث کی سند دیکر دعا فرمائی انشاء اللہ تعالےٰ آپ سے بڑا فیض ہوگا اور نصیحت کی کہ جب تم وطن میں جاؤ تو ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے لوگوں میں تفرقہ پڑے۔

جب آپ ہندوستان سے تشریف لائے تو لاہور میں حکیموں کی لال مسجد میں تقریباً ۳۰ سال تک تدریس فرماتے رہے پھر بسبب بیماری کے کہ اعضاء مسترخی ہو گئے تھے، اپنے گھر موضع بگا علاقہ بھیرہ میں چلے گئے جہاں تخمیناً تیرہ چودہ سال بیمار رہے مگر اس بیماری میں بھی تدریس و تعلیم برابر جاری رکھی اور شب دوشنبہ ۲۹ یا ۳۰ ماہ شوال ۱۲۷۳ھ میں وفات پائی اور موضع بگا میں

مدفون ہوئے۔ آپ کے دو صاحبزادے اس وقت زندہ موجود ہیں، ایک حاج الحرمین مولوی غلام محمد صاحب جو جامع مسجد لاہور کے امام اور عالم اجل ہیں، دوسرے مولوی عبدالعزیز صاحب جو بھیرہ کی جامع مسجد کے امام ہیں۔ تاریخ وفات آپ کی "خورشیدِ عالم" ہے۔

حافظ محمد عظیم پشاوری

حافظ محمد عظیم پشاوری[1] : عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل، واعظ بے عدیل، جامع کمالاتِ ظاہری و باطنی، صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ کہتے ہیں کہ ابتداء میں آپ بڑے غبی تھے اور مکتب سے بھاگ آیا کرتے تھے، ایک روز جو آپ مکتب سے بھاگ آئے تو گھر میں بھی بسبب عتاب والدین کے نہ آئے اور رات بھر ایک مکان کی دیوار سے لگ کر روتے رہے جہاں آپ کو خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور ان کی دعا سے آپ کا ذہن ایسا کھل گیا کہ تھوڑے دنوں میں علوم نقلی و عقلی کو تحصیل کرکے فراغت پائی۔ جن لوگوں نے آپ کا وعظ سنا ہے آج تک اس کا مذاق ان کو نہیں بھولا اور کہتے ہیں کہ وعظ کا باب گویا آپ پر بند ہو گیا۔ آپ عربی، فارسی، پشتو، پنجابی میں یعنی جس ملک و زبان کا طالبعلم یا سامعِ وعظ ہوتا، تعلیم دیتے اور وعظ کرتے تھے۔ گو آپ آنکھوں کی ظاہری بینائی سے معذور تھے مگر باطنی روشنائی سے آپ کو ظاہری بینائی کی کچھ حاجت نہ تھی۔ وفات آپ کی ۱۲۷۵ھ میں ہوئی اور اس کثرت و ہجوم سے لوگ آپ کے جنازہ پر حاضر ہوئے کہ شہر کے لوگ تعجب کرتے تھے کہ اس قدر بے شمار خلقت کہاں سے آگئی۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کا جنازہ لئے جاتے تھے تو ایک مسلمان ڈپٹی انسپکٹر پولیس جو بغرض انتظام ہمراہ تھا اتفاقاً اس ہجوم میں گر پڑا اور اس پر سے صدہا آدمی گزر گئے مگر جب وہ زمین پر سے اٹھا تو اس کو آپ کی کرامات کی وجہ سے اتنا آسیب تک نہ پہنچا تھا کہ کہیں پارچوں کو مٹی تک بھی لگی ہو۔

شیخ رضا رفیقی

شیخ رضا ابن محمد بن مصطفٰے رفیقی : ابو حمزہ کنیت تھی، ۱۰۳۰ھ میں پیدا ہوئے، اپنے زمانہ کے فقیہ، محدث، مفسر، فاضل، متدین، صالح، امین، صوفی، کثیر العبادۃ، جامع بین الشریعۃ والطریقۃ اور صاحب کرامات و مکاشفات تھے، اپنے باپ اور دونوں چچا اور نانا شیخ نعمت اللہ بن اشرف تو بیگم دی کی صحبت حاصل کی اور ان سے فقہ و حدیث و تفسیر و کلام کو پڑھا اور ہر ایک علم میں کامل مکمل ہوئے۔ کئی سال تک حدیث و

---

[1] ولادت ۱۲۰۵ھ۔ (تذکرہ علماء و مشائخ سرحد) (مرتب)

فقہ اور اصول کا درس دیا۔ تصوف و سلوک کو اپنے باپ سے اخذ کیا۔ ہر ایک شخص کو خواہ بڑا ہوتا یا چھوٹا غنی ہوتا یا فقیر، پہلے سلام کرتے تھے، بڑے حلیم، رحیم، متواضع تھے۔ وفات آپ کی ماہ شعبان ۱۲۷۶ھ میں ہوئی۔ "قامع الشرک والبدعات" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

شاہ احمد سعید

شاہ احمد سعید[1] بن شاہ ابوسعید: فقیہ، محدث، مفسر، جامع علوم شریعت و طریقت تھے۔ قرآن شریف کو اپنے والد ماجد سے حفظ کیا اور علوم عقلیہ و نقلیہ مولوی فضل امام و مفتی شرف الدین اور علم حدیث و تفسیر مولوی رشید الدین وغیرہ تلامیذ شاہ عبد العزیز سے حاصل کئے اور علوم باطنی و فیوض معنوی حضرت شاہ غلام علی سے حاصل کر کے خرقۂ خلافت کا پایا۔ شاہ غلام علی فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ابوسعید و شاہ احمد سعید و شاہ رؤف و مولوی بشارت اللہ اس زمانہ میں ستون دین محمدی ہیں۔ آپ بعد وفات اپنے والد ماجد شاہ ابوسعید کے چند سال دہلی میں رہ کر تدریس و ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ ۱۲۷۵ھ میں جب دہلی میں غدر ہوا تو آپ مع عیال و اطفال کے وطن چھوڑ کر بیت اللہ کو تشریف لے گئے اور وہاں ۱۲۷۷ھ میں وفات پائی۔

مولوی فضل حق

مولانا فضل حق بن فضل امام عمری خیرآبادی: بڑے عالم فاضل، فقیہ، محدث، خصوصاً علم ادب و لغت و حکمت و فلسفہ میں گویا امام و شیخ رئیس تھے۔ ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب حضرت عمر بن الخطاب پر منتہی ہوتا ہے۔ علوم معقول و منقول اپنے والد ماجد سے حاصل کئے اور حدیث کو شاہ عبدالقادر سے سناہ قرآن شریف کو چار ماہ میں حفظ کیا، تیرہ سال کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فراغت پائی۔ دور دور سے لوگ آپ کے درس میں آتے تھے چنانچہ آپ سے ایک جماعت کثیرہ نے علم اخذ کیا۔ معقولات میں تصنیفات معتبرہ کیں اور دہلی وغیرہ میں مناصب جلیلہ پر مقرر رہے۔ عربی و فارسی میں نظم رائق اور نثر فائق کہتے تھے، چار ہزار اشعار آپ کے شمار کئے گئے ہیں اور اکثر قصائد آپ کے مدح آنحضرت اور ہجو کفار میں ہیں، آپ کے اور استاذی مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور دہلوی کے درمیان بڑی دوستی تھی۔

آپ کی تصنیفات سے رسالہ الجنس العالی فی شرح جوہر الغالی، حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک، حاشیہ افق المبین اور حاشیہ تلخیص الشفاء اور ہدیہ سعیدیہ حکمت طبیعیہ میں اور رسالہ تحقیق العلوم والمعلوم اور رسالہ روض المجود فی تحقیق حقیقۃ الوجود، رسالہ تحقیق الاجسام، رسالہ تحقیق الکلی الطبعی، رسالۃ التشکیک، رسالہ

---

[1] ولادت رام پور یکم ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ وفات مدینہ منورہ ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ (مقامات خیر ص ۱۸۵، مطالب ۱۲۴۳ھ درج ہے)

مدفون ہوئے۔ آپ کے دو صاحبزادے اس وقت زندہ موجود ہیں، ایک حاج الحرمین مولوی غلام محمد صاحب جو جامع مسجد لاہور کے امام اور عالم اجل ہیں، دوسرے مولوی عبدالعزیز صاحب جو بھیرہ کی جامع مسجد کے امام ہیں۔ تاریخ وفات آپ کی "خورشید عالم" ہے۔

حافظ محمد عظیم پشاوری

حافظ محمد عظیم پشاوری[1] : عالم نبیل، فاضل جلیل، واعظ بے عدیل، جامع کمالات ظاہری و باطنی، صاحب کشف و کرامات تھے۔ کہتے ہیں کہ ابتدا میں آپ بڑے غبی تھے اور مکتب سے بھاگ آیا کرتے تھے، ایک روز جو آپ مکتب سے بھاگ آئے تو گھر میں بھی بسبب عتاب والدین کے نہ آئے اور رات بھر ایک مکان کی دیوار سے لگ کر روتے رہے جہاں آپ کو خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور ان کی دعا سے آپ کا ذہن ایسا کھل گیا کہ تھوڑے دنوں میں علوم نقلی و عقلی کو تحصیل کر کے فراغت پائی۔ جن لوگوں نے آپ کا وعظ سنا ہے آج تک اس کا مذاق ان کو نہیں بھولا اور کہتے ہیں کہ وعظ کا باب گویا آپ پر بند ہو گیا۔ آپ عربی، فارسی، پشتو، پنجابی میں یعنی جس ملک و زبان کا طالب علم یا سامع وعظ ہوتا، تعلیم دیتے اور وعظ کرتے تھے۔ گو آپ آنکھوں کی ظاہری بینائی سے معذور تھے مگر باطنی روشنائی سے آپ کو ظاہری بینائی کی کچھ حاجت نہ تھی۔ وفات آپ کی ۱۲۷۵ھ میں ہوئی اور اس کثرت و ہجوم سے لوگ آپ کے جنازہ پر حاضر ہوئے کہ شہر کے لوگ تعجب کرتے تھے کہ اس قدر بے شمار خلقت کہاں سے آ گئی۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کا جنازہ لئے جاتے تھے تو ایک مسلمان ڈپٹی انسپکٹر پولیس جو بغرض انتظام ہمراہ تھا اتفاقاً اس ہجوم میں گر پڑا اور اس پر سے صدہا آدمی گزر گئے مگر جب وہ زمین پر سے اٹھا تو اس کو آپ کی کرامات کی وجہ سے اتنا آسیب تک نہ پہنچا تھا کہ کہیں پارچوں کو مٹی تک بھی لگی ہو۔

شیخ رضا رفیقی

شیخ رضا بن محمد بن مصطفیٰ رفیقی : ابو حمزہ کنیت تھی، ۱۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے، اپنے زمانہ کے فقیہ، محدث، مفسر، فاضل، متدین، صالح، امین، صوفی، کثیر العبادۃ، جامع بین الشریعۃ والطریقۃ اور صاحب کرامات و مکاشفات تھے، اپنے باپ اور دونوں چچا اور نانا شیخ نعمت اللہ بن اشرف توپچہ وی کی صحبت حاصل کی اور ان سے فقہ و حدیث و تفسیر و کلام کو پڑھا اور ہر ایک علم میں کامل مکمل ہوئے۔ کئی سال تک حدیث و

---

[1] ولادت ۱۲۰۵ھ۔ (تذکرہ علماء و مشائخ سرحد) (مرتب)

الطاہیات، تاریخ فتنۂ ہندوستان وغیرہ ہیں۔ وفات آپ کی جزیرہ رنگون[1] میں بحالت قید سرکار انگریزی ۱۲ر ماہ صفر ۱۲۷۸ھ میں واقع ہوئی۔

مولوی غلام حسین قنوجی

مولوی غلام حسین[2] بن مولوی حسین علی بن شیخ علامہ عبد الباسط قنوجی : فقیہ فاضل، محدث کامل، مفسر اکمل، جامع علوم و فنون تھے۔ ۱۲۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام غلام علیم ہے علوم نقلیہ و عقلیہ شیخ عالم محمد سعادت خاں فرخ آبادی مشہور متوکل سے پڑھے اور ۱۲۳۶ھ میں علم حدیث و تفسیر کو علامہ محمد ولی اللہ مفتی فرخ آبادی سے اخذ کیا اور براہ بڑودہ حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اور ۱۲۵۵ھ میں حج کر کے شیخ عبد اللہ سراج اور شیخ شمس الدین شطا اور سید عمر آفندی وغیرہ کی صحبت کی پھر مدینہ منورہ کو تشریف لے گئے اور وہاں شیخ محمد عابد سندھی سے صحاح ستہ اور سنن مشہورہ کی سند حاصل کی اور حضرت عثمان کے قرآن کی زیارت کی اور کتب تصوف میں مشغول ہوئے، جب واپس آئے تو بڑودہ میں سکونت اختیار کی اور اخیر عمر میں پھر حرمین شریفین کو نہضت فرما ہوتے اور حج کر کے بمبئی میں واپس آئے تو وہاں بیمار ہو کر حدود ۱۲۸۰ھ میں وفات پائی۔ آپ نے اپنے دادا کی کتاب منازل الاثنا عشر کا حاشیہ تصنیف کیا جس کی تکمیل میں آپ نے بڑی محنت برداشت کی۔

مولوی تراب علی

مولوی تراب علی لکھنوی : ابو البرکات کنیت، رکن الدین لقب تھا، یگانہ روزگار فاضل نامدار، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول تھے۔ حاشیہ جلالین[3] فی شرح تفسیر جلالین آپ کی اشہر تصنیفات سے ہے۔ وفات آپ کی ۱۲۸۰ھ میں واقع ہوئی۔ "زینت شبستان" تاریخ وفات ہے۔

مفتی محمد صدر الدین خاں دہلوی

مفتی محمد صدر الدین خاں[4] صدر الصدور دہلوی : تمام علوم صرف، نحو، منطق، حکمت،

---

[1] علامہ فضل حق بن فضل امام بن محمد ارشد بن محمد صالح بن عبد الواحد بن عبد الماجد بن قاضی صدر الدین ہرگامی ثم خیر آبادی کی وفات کالا پانی (جزائر انڈیمان) میں واقع ہوئی۔ [2] مولوی غلام حسین۔ (نزہۃ الخواطر و تذکرہ علمائے ہند) [3] علامہ تراب علی بن شجاعت علی بن فقیہ الدین بن محمد دولت بن مفتی ابی البرکات دہلوی امروہوی ثم لکھنوی: ولادت ۱۲۱۳ھ، وفات ۱۲۸۱ھ حاشیہ جلالین کانپور میں طبع ہو چکی ہے، تذکرہ علمائے ہند میں ان کی چالیس تصانیف کے نام دئے ہوئے ہیں۔ [4] مفتی صدر الدین بن لطف اللہ، ولادت ۱۲۰۴ھ (نزہۃ الخواطر) (مرتب)

ریاضیات، معانی، بیان، ادب، انشاء، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور درس دیتے تھے
آباو اجداد آپ کے کاشمیر کے اہل بیت علم وصلاح سے تھے مگر آپ کی ولادت دہلی میں ہوئی۔ علوم نقلیہ
فقہ وحدیث وغیرہ شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی اور ان کے بھائیوں سے حاصل کئے اور ان کی سندیں لیں اور
فنون عقلیہ کو مولوی فضل امام خیرآبادی والد مولوی فضل حق سے اخذ کیا اور شیخ محمد اسحاق دہلوی نے
بھی آپ کو حدیث کی اجازت لکھ کر دی۔

آپ بڑے صاحب وجاہت وریاست اور اپنے زمانہ میں یگانۂ روزگار اور نادرۂ عصر
تھے۔ ریاست درس وتدریس خصوصاً افتائے ممالک محروسہ مغربیہ بلکہ شرقیہ وشمالیہ دہلی اور امتحان مدارس
وصدارت حکومت دیوانی کی آپ پر منتہی ہوئی بجز شاہ دہلی کے تمام اعیان واکابر اور علماء وعلماء خاص دہلی
اور اس کے نواح کے آپ کے مکان پر حاضر ہوتے تھے۔ طلباء تو واسطے تحصیل علم اور اہل دنیا واسطے
مشورت معاملات اور منشی لوگ بغرض اصلاح انشاء اور شعراء واسطے مشاعرہ کے آتے تھے۔ اس
اخیر وقت میں ایسا فاضل باین جمعیت اور قوت حافظہ وحسن تحریر ومتانت تقریر اور فصاحت بیان اور
بلاغت معانی کے صاحب مروت واخلاق اور احسان دیکھا نہیں گیا۔ طلباء مدرسہ دارالبقاء جو جامع مسجد
کے نیچے تھا اکثر طعام ولباس اور بعضے ماہوار جناب سے پاتے اور آپ سے اور دیگر علماء سے تحصیل
علم کرتے تھے۔ ۱۲۷۳ھ میں دہلی کے غدر میں آپ کو سخت زخم چشم پہنچا کہ تعلق روزگار بھی ہاتھ سے گیا
اور تمام جائداد واملاک بھی جو تیس سال کی ملازمت میں پیدا کی ہوئی تھی سرکار میں ضبط ہو گئی بلکہ جہاد کے
فتوے کے اشتباہ میں چند ماہ تک نظر بند بھی رہے، چونکہ اصل میں بے قصور تھے آخر کو رہائی پاکر لاہور میں
تشریف لائے اور واسطے اپنے کتب خانہ مالیتی تین لاکھ روپیہ کے جو دہلی کی لوٹ میں نیلام ہو گیا تھا حضور
لارڈ جان لارنس صاحب کے پاس جو اس وقت پنجاب کے چیف کمشنر تھے اور مولانا ممدوح کے دہلی
میں بڑے مہرباں رہ چکے تھے مطالبہ کیا لیکن چونکہ جائداد منقولہ کے نیلام کا واپس ہونا متعذر تھا اس لئے
اپنے مطلب میں کامیاب نہ ہوئے لیکن اتنا ہو گیا کہ جائداد غیر منقولہ جو سرکار میں ضبط ہو گئی تھی، واگذار ہو گئی
اور مولانا موصوف دہلی میں واپس تشریف لیجا کر چندے بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور پھر اپنی حویلی خاص
واقع دہلی میں خانہ نشین ہوئے اور اپنی حیات کے باقی ایام کو وظائف وعبادات اور تدریس علوم دینیہ میں
بسر کیا۔ مؤلف حدائق ہذا بھی ۱۲۷۶ھ میں جب مولانا موصوف بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ میں اقامت
گزیں تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تیرہ ماہ تک ان کی خدمت میں مشرف رہ کر علوم نقلی وعقلی کا استفادہ
کرتا رہا۔ اس وقت میں مولانا موصوف باوجودیکہ چوہتر سال کے تھے مگر ذوق شعر وسخن میں جوانا عاشق مزاج

سے زیادہ مذاق رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، اردو نہایت عمدہ شعر کہتے تھے، آزردہ تخلص تھا اور بمقتضاء اس کے ہمیشہ فرطِ عشق اور ولولۂ محبت سے آزردہ خاطر افسردہ طبع، دیدہ گریاں، سینہ بریاں رہتے تھے اور اشعار کے پڑھنے میں نہایت دلشگاف آواز اور لحنِ حزیں اور صوت درد انگیز رکھتے تھے جس نے آپ کی زبان سے سخن موزوں سنا ہے وہی اس کیفیت کو جانتا ہے کہ کیا انشادِ شعر تھا یا اعجازِ سحر، غالب وصہبائی اور مومن وغیرہ شعرائے دہلی نے آپ کی مدح و تعریف میں بڑے بڑے قصائد و اشعار تصنیف کئے ہیں، اور فضلائے زمانہ نے آپ کے تلمذ و شاگردی کو باعث تفاخر تصور کیا ہے، بہت لوگ دور دراز سے علوم متداولہ اور فنون مروجہ حاصل کرکے آپ کی خدمت میں آتے اور ایک دو سبق یا کوئی مختصر کتاب پڑھ کر فراغت حاصل کرتے اور محصلین و اہلِ فضیلت میں شمار کیے جاتے تھے۔[1] تصنیفات آپ نے بہت ہی تھوڑی کی اور اکثر عمر اپنی تدریس و افتار میں بسر کی۔ رسالہ منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال اور در المنضود فی حکم امرأۃ المفقود اور اجوبۂ کثیرہ استفتاآت آپ کے یادگار ہیں۔

اخیر عمر میں ایک دو سال مرض فالج میں مبتلا رہ کر اکاسی سال کی عمر میں یوم پنجشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ مولوی ظہور علی مخاطب بہ شمس الشعرا نے آپ کی تاریخ وفات حسب ذیل لکھی ہے ؎

چہ مولانائے صدرالدیں کہ در عصر	امامِ اعظمِ آخر زماں بود
نہے صدرالصدور نیک محضر	بعدل و داد چوں نوشیرواں بود
بروزِ پنجشنبہ کرد رحلت	کہ ایں عالم نہ جائے جاوداں بود
ربیع الاول و بست و چہارم	وداع او سوئے دارالجناں بود
ظہور افسوس آں استاد ذی قدر	پدر دارم ہمیشہ مہرباں بود
چراغش ہست تاریخ ولادت ۱۲۰۴	کنوں گفتم چراغِ دوجہاں بود ۱۲۸۵

آپ نے رسالہ منتہی المقال میں ابن تیمیہ و ابن حزم پر جنھوں نے بحسب حکم خود بر حدیث لاتشد الرحال کے قبور انبیار و اولیار کی زیارت کے لئے سفر کو حرام لکھا ہے، بتقلید ایک جماعت فقہار و محدثین شافعیہ مثل ابن حجر مکی و تقی سبکی اور قسطلانی وغیرہ کے بڑی تشنیع کی ہے اور ان کے عقائد کی مذمت میں بعض

---

[1] مولانا فقیر محمد جہلمی کے علاوہ سرسید، نواب یوسف علی خاں والی رامپور، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی بھی آپ کے نامور شاگرد ہیں۔ (تذکرہ علمائے ہند)

تواریخ معتبرہ مثل بحری و نوبری سے عمدہ عمدہ اقوال نقل کئے ہیں اور رسالہ مذکورہ کے دیباچہ میں اس کی تالیف کے سبب میں منجملہ دیگر مطالب کے لکھا ہے ومنهم من تمسك برواية فقهية نادرة مخدوشة زعما منهم ان لكل جديدة لذة كل بضاعتهم الطعن فی الائمة المجتهدين وجل صناعتهم القدح فی الاولیاء السفر بين الصراط المستقيم والمحلی ماخذهم واساسهم وابن تيميه وابن حزم رئيسهم وأساسهم لایهتدون الی طريق الحق بل يترددون فی تيه بلاهادولادليل وهم اضلوا كثيرا وضلوا عن سواء السبيل وفئة منهم يقلدون اٰبائهم فهم علیٰ اٰثارهم مقتدون ولو كان اٰبائهم لا يعقلون شيئا ولا يهتدون وبعضهم يستنبطون الاحكام عن الاحاديث والقراٰن ولا يعلمون شيئا من العلوم حتى علم اللسان وهم اذا وقعوا فی معضلة حسبوا وخبطوا فيها خبطا عشواء والذين معهم يتحاشون عن الاتباع والتقليد ويقولون ان هذا ليس بسواء السبيل واذا رجعوا الیٰ شهدائهم ينقلبون قلوبهم بلا حجة ولا دليل ولقد من الله سبحنه علیٰ هذه الامة بوجود العلماء فی كل عصر الذين عضوا فی العلم بنواجذهم وهم اعرض الاصابة بنواخذهم وصرفوا فی تحصيل العلوم احماء هم واحيوا لكسب الفضائل ليلهم ونهارهم فالفوا وافادوا وصنفوا واجادوا فطوبیٰ لمن راجعهم اليهم ونزل رحابهم ورأى الحق حقا ورزق اتباعهم وسحقا للقوم الذين لا يتردون اليهم ولا يرجعون اماملیت عليهم قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون وكفی بنا مستندا علیٰ غواية كبرائهما انهم حرموا السفر الیٰ زيادة قبور الانبياء والاولياء متمسكين بحديث لا تشد الرحال فامليت عليهم فی شرح ما ينجيهم عن الضلال مع تفرق البال وتشتت الحال فظلت اعناقهم خاضعين وقالوا اٰمنا بما جاء نا من الحق المبين الخ۔

مولانا حافظ عبد الحلیم لکھنوی

مولانا حافظ عبد الحلیم بن مولانا امین اللہ بن مولانا محمد اکبر بن مفتی ابی الرحیم لکھنوی : جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور بارع فنون فرعیہ و اصولیہ، فقیہ، محدث، صاحبِ تحقیق و تدقیق اور مصنفِ کتبِ کثیرہ

تھے۔ ۲۱ شعبان ۱۲۳۹ھ کو پیدا ہوئے، پہلے قرآن حفظ کیا پھر کتب صرف ونحو کو اپنے والد سے پڑھا۔ جب وہ فوت ہوگئے تو شرح تلخیص مفتاح کو اپنے نانا مفتی ظہور اللہ سے پڑھا اور شرح عقائد نسفیہ وغیرہ کو مفتی محمد اصغر سے حاصل کیا اور ان کے فوت ہونے پر باقی کتب درسیہ معقول ومنقول کو مفتی محمد یوسف اور کتب علوم ریاضی کو اپنے خالو مولانا محمد نعمت اللہ سے پڑھا یہاں تک کہ فائق اقران اور کامل مکمل ہوئے ۱۲۶۱ھ میں اپنے وطن سے شہر باندا کو تشریف لے گئے جہاں آپ کو نواب ذوالفقار الدولہ نے اپنے مدرسہ کا مدرس مقرر کیا، پھر کچھ مدت بعد جونپور کو تشریف لے گئے اور وہاں کے رئیس حاجی محمد امام بخش نے اپنے مدرسہ کا آپ کو مدرس کیا اور ایک خلقت کثیر نے آپ سے تلمذ کیا اور آپ کے فضائل اور تصانیف مشہور زمانہ ہوئیں۔

۱۲۷۷ھ میں شہر حیدر آباد دکن کو گئے اور وہاں وزیر مختار الملک نے آپ کو اپنے مدرسہ کا مدرس مقرر کیا جہاں دو سال تک تدریس وتنشیر علوم میں مصروف رہے اور ۱۲۷۹ھ میں مستعفی ہو کر حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء نے آپ کی بڑی عزت کی اور مولانا محمد جمال مکی مفتی حنفیہ اور مولانا سید احمد دحلان مفتی شافعیہ اور شیخ علی حریری مدنی اور مولانا عبدالغنی مجددی دہلوی نزیل مدینہ منورہ اور مولانا عبدالرشید مجددی وغیرہم نے آپ کو حدیث کی اجازت دی اور اس سے پہلے آپ کو مولانا حسین احمد محدث ملیح آبادی تلمیذ شاہ عبدالعزیز دہلوی سے بھی اجازت حاصل تھی، ۱۲۸۰ھ کو حیدر آباد میں واپس آئے اور وزیر موصوف نے عدالت دیوانی کی نظامت آپ کو تفویض کی، چنانچہ مقدمات مرجوعہ کو آپ بڑی خوبی سے فیصل فرماتے رہے یہاں تک کہ روز دوشنبہ ۲۹ ماہ شعبان ۱۲۸۵ھ میں وفات پائی اور "حافظِ نامدار" تاریخ وفات ہے۔

آپ کی تصنیفات حسب ذیل ہے جو سب کی سب مفید اور مقبول ہے، رسالہ درباب اشارہ سبابہ، حاشیہ شرح عقائد جلالی المسماۃ بہ حل المعاقد، نظم الدر فی سلک شق القمر، امعان النظر لبصارۃ شق القمر، التحلیۃ شرح التسویۃ، نور الرحمٰن فی آثار حبیب الرحمٰن، الاملاء فی تحقیق الدعاء، ایقاد المصابیح فی التراویح، غایۃ الکلام فی بیان الحلال والحرام، خیر الکلام فی مسائل الصیام، قول الحسن فیما یتعلق بالنوافل والسنن، عمدۃ التحریر فی مسائل اللون واللباس والحریر، السقایہ شرح الہدایہ نامکمل، قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار، رسالہ دربارہ رحلت حرمین، التعلیق الفاضل فی مسئلۃ الطہر المتخلل، حاشیہ شرح وقایہ نامکمل، رسالہ درباب جمیع فتاویٰ، جو جان سے پوچھے گئے۔ رسالہ دربارہ تراجم علماء ہند مگر نامکمل، تحقیقات المرضیۃ لحاشیۃ الزاہد علی الرسالۃ القطبیۃ، قول الاسلم لحل شرح السلم، اقوال الاربعہ، کشف المکتوم لحل حاشیۃ بحر العلوم، قول المحیط

فیما یتعلق بالجہل المؤلف والبسیط، معین الناصین فی رد المغالطین، الصناحات لمبحث المختلطات، کشف الاشتباہ لحل حمد اللہ، بیان العجب فی شرح ضابطۃ التہذیب، کاشف الظلمۃ فی بیان اقسام الحکمۃ، العرفان فی المنطق، حاشیہ نفیسی شرح موجز، حاشیہ قدیمہ دوانیہ ناتکمل، شرح تجرید قوشجی کی شرح، حاشیہ بدیع المیزان ناتکمل، حاشیہ مصباح نحو وغیر ذلک۔

آپ کے خلف الصدق فقیہ، محدث، عالمِ بے عدیل، فاضلِ بے تمثیل، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، قدوۃ المحققین، زبدۃ المدققین، مصنف کتب کثیرہ مولانا ابو الحسنات مولوی حافظ محمد عبد الحی لکھنوی زندہ موجود ہیں[1] جو بدر تحصیل علوم سے تصنیف کتب اور تنشیر علوم میں یہاں تک مصروف ہیں کہ باوجودیکہ آپ کی عمر ابھی پوری چالیس برس کی نہیں ہوئی مگر چشم بد دور آپ ستر کتب و رسالہ جات سے زیادہ تصنیف کر چکے ہیں جن میں سے اکثر معرض طبع میں آکر شہرت پا چکی ہیں اور ان کے سوا بڑی بڑی علمی اور فضیلت کی کتابوں پر آپ کے حواشی اور تعلیقات موجود ہیں اور ان میں ایسی تحقیقات و تدقیقات کو کام فرمایا ہے کہ طالب علموں کے آگے ایک منجھا ہوا آئینہ رکھ دیا ہے غرض کہ کثرت تصنیفات اور تنشیر علوم کے سبب ہندوستان کے حنفیوں میں اس آخر زمانہ میں اس جمعیت ولیاقت کا اور کوئی عالم فاضل دکھائی نہیں دیتا جس سے ان کو اگر چودھویں صدی کا مجدد امت محمدیہ قرار دیا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں ہے، خدا تعالےٰ ان کا فیض مدت تک جاری رکھے۔

مفتی محمد یوسف سہالوی

مفتی محمد یوسف بن مفتی محمد اصغر بن مفتی ابی الرحیم[2] بن ملا محمد یعقوب بن مولانا عبد العزیز بن ملا سعید بن ملا قطب الدین الشہید السہالوی: اپنے زمانہ کے جمال وکمال میں یوسف اور جامع فروع واصول اور حاوی معقول ومنقول، متعبد، متہجد، صاحب ریاضت ومجاہدت ومکاشفہ تھے، ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور اکثر کتب درسیہ کو اپنے والد سے پڑھا اور کسی قدر مولانا مفتی ظہور اللہ سے بھی استفادہ کیا، رسالہ قوشجیہ کو اپنے بھائی مولانا نور اللہ سے پڑھا اور مولانا احمد انوار الحق متوفی ۲۶ شعبان ۱۲۳۶ھ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

جب آپ کے والد فوت ہوئے تو شہر لکھنؤ کی عدالت افتاء کا کام آپ کے سپرد ہوا جس کو آپ نے

---

[1] ولادت باندہ، ذیقعدہ ۱۲۶۴ھ، وفات لکھنؤ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ، ۸۷ سے زائد کتب کے مصنف تھے (تذکرہ علمائے ہند) [2] مفتی احمد ابی الرحیم (نزہۃ الخواطر) (مرتب)

بڑی دیانت کے ساتھ زمانہ غدر ہند تک سرانجام دیا پھر جونپور میں مدرسہ حاجی امام بخش کے مدرس مقرر ہوئے جہاں ۱۲۸۶ھ تک افادۂ خلق اللہ میں مشغول رہے اور ماہ شعبان سنہ مذکورہ میں جونپور سے حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اور جب حج کر کے مدینہ کو تشریف لے گئے تو راستہ میں اسہال کبدی میں مبتلا ہو کر مدینہ میں پہنچتے ہی شنبہ کے روز ۱۹ ماہ ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کئے گئے۔ "فاضل دانش پژوہ" تاریخ وفات ہے۔ آپ کی تصنیفات سے تعلیقات صحیح بخاری، تعلیقات تفسیر بیضاوی، حواشی شرح سلم ملاحسن، حواشی شرح سلم قاضی مبارک، حواشی شرح شمس بازغہ، تکملہ حواشی شمس بازغہ ملاحسن، حواشی شرح وقایہ ناتمل وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔

مولوی احمد الدین بگوی

مولوی احمد الدین بن حافظ نور حیات بن حافظ محمد شفا بن حافظ نور محمد بگوی: فاضل اجل، عالم اکمل، فقیہ، محدث، جامع کمالات ظاہری و باطنی، صاحب ریاضت و مجاہدت تھے، ۱۲۱۷ھ میں پیدا ہوئے، مطول اور شرح وقایہ تک تو اپنے بھائی مولوی غلام محی الدین سے پڑھا، بعد ازاں متفرق عالموں سے استفادہ کیا اور اخیر کو مولوی محمد اسحاق محدث دہلوی سے چودہ سال دہلی میں رہ کر دستار فضیلت باندھی اور حدیث وغیرہ علوم کی اجازت حاصل کی، ریاضت و مجاہدہ بدرجہ کمال تھا۔ رات کوئی دفعہ بیدار ہوتے اور ہر دم ذکر الٰہی میں مصروف رہتے، چلتے پھرتے حالت صحت و بیماری میں طالب علموں کو سبق پڑھاتے رہتے تھے۔ مقبول درگاہِ الٰہی میں ایسے تھے کہ جو زبان درفشان سے فرماتے وہی ہوتا۔ مروت اس قدر تھی کہ طالب علموں کو اگر ان میں سے کوئی بیمار پڑ جاتا تو اپنے ہاتھ سے دوا تیار کر کے دیتے۔ آپ بھی مثل اپنے بھائی مرحوم کے اکثر لاہور میں رہتے اور درس دیتے تھے، اور یہ دستور کیا ہوا تھا کہ جب چھ ماہ آپ لاہور میں رہتے تو آپ کے بڑے بھائی بگا میں تشریف لیجاتے اور جب وہ لاہور میں آتے تو آپ بگا میں تشریف فرما ہو جاتے تھے۔ غرض جس قدر انتشار علم معقول و منقول پنجاب میں ان ہر دو بھائیوں سے ہوا ہے کسی دوسرے سے نہیں ہوا، ہزارہا آدمی صرف بھائی سے لے کر ان سے فارغ التحصیل و فیض یاب ہوئے گویا پنجاب میں کوئی صاحب علم ان کی شاگردی سے بے بہرہ نہ ہوگا کوئی بالذات کوئی بالواسطہ ان کے تلامذہ میں منتسب ہوگا۔

آپ نے تصنیفات بہت کی مگر نظر ثانی تک نوبت نہ پہنچی کہ لوگ لے گئے انا مجملہ ایک کتاب حاشیہ شرح ملا ہے جو بہت مشہور ہے مگر اس میں بھی نظر ثانی تک کا موقع نہیں ملا، ایک حاشیہ خیالی ہے، باقی تصانیف کا کچھ پتہ نہیں۔ وفات آپ کی ۱۳ ارشوال شب یکشنبہ ۱۲۸۶ھ میں ہوئی اور جامع مسجد بھیرہ

کے متصل دفن کئے گئے۔ آپ کی عمر بھی تقریباً ستر سال ہوئی اور لطف یہ ہے کہ جیسے آپ ۱۳ سال اپنے بھائی مولوی غلام محی الدین سے چھوٹے تھے ویسے ہی تیرہ سال بعد ان کے وفات پائی اور "غفور" تاریخِ وفات ہے۔

شیخ نور الدین رفیقی

شیخ نور الدین بن عبد اللہ بن مصطفیٰ رفیقی : جامع علوم ظاہری و باطنی، علامۂ زمانہ، فہامۂ یگانہ، صاحبِ ہیبت، عظیم الاخلاق، علو الہمۃ تھے، ۱۲۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے چچا کے بیٹے شیخ ابی المصطفیٰ طیب بن احمد بن مصطفیٰ کی گود میں پرورش پائی اور انہیں سے جمیع معارف کو اخذ کیا اور روایت حدیث اور اوراد کی حاصل کی اور علوم متعارفہ فقہ، صرف، نحو، منطق، کلام، اصول، حکمت وغیرہ کو مولوی محمد حسن بن نظام الدین سے اخذ کیا اور شیوخ کثیرہ سے صحبت کر کے ان سے فوائد کثیرہ حاصل کئے اور اکثر شہروں کی سیر کی، تمام عمر نکاح نہیں کیا، طبع موزون رکھتے تھے، اشعار لطیفہ اور ابیات منیفہ آپ سے یادگار ہیں۔ وفات آپ کی ۹ رجب ۱۲۸۶ھ میں ہوئی۔ "خادم المحدثین" تاریخِ وفات ہے۔

نواب محمد قطب الدین محدث دہلوی

مولوی نواب محمد قطب الدین محدث دہلوی : ۱۲۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے عالمِ اجل، فاضلِ اکمل، فقیہ، محدث، مفسر، جامعِ معقول و منقول، حاویٔ فروع و اصول، قامعِ شرک و بدعت و متعفف، عابد، متورع، مردِ فرقہ غیر مقلدہ، صاحبِ تصانیفِ کثیرہ تھے، علوم شرعیہ خصوصاً حدیث و اصولِ حدیث شاہ اسحٰق دہلوی سے حاصل کئے اور ان سے اور نیز علمائے حرمین شریفین سے حدیث کی سندیں لیں اور کئی دفعہ حج کیا۔ راقم نے بھی دہلی میں ۱۲۷۶ھ میں آپ کی زیارت کی ہے، بیشک آپ صورت و سیرت میں آیاتِ ربانی میں سے ایک آیت تھے مگر افسوس آپ سے استفادہ کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ آپ اکثر تیسرے چوتھے سال حج کو تشریف لیجایا کرتے تھے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ کی وفات بھی ۱۲۸۹ھ[1] میں مکہ معظمہ میں ہوئی اور "مروجِ احکامِ شریعت" آپ کی تاریخِ وفات ہے۔

آپ کی تصنیفات حسبِ ذیل ہے مظاہرِ حق اردو ترجمہ و شرح مشکوٰۃ، جامع التفاسیر دو مجلد، ظفر جلیل ترجمہ شرح حصنِ حصین، مظہرِ جمیل، مجمع الخیر، جامع الحسنات، خلاصہ جامع صغیر، ہادی الناظرین، تحفۂ سلطان، معدن الجواہر، وظیفۂ مسنونہ، تحفۃ الزوجین، احکام الضحٰی، فلاحِ دارین، تنویر الحق، توفیر الحق، تحفۃ العرب والعجم، احکام العیدین، رسالہ مناسک، خلاصۃ النصائح، گلزارِ جنت،

---

[1] نواب قطب الدین خاں ولد نواب محی الدین کی تاریخِ وفات تذکرہ علمائے ہند میں ۱۲۷۹ھ تحریر ہے۔ (مرتب)

تنبیہ النساء، حقیقۃ الایمان، مراد المعاد، تذکرۃ الصیام، تذکرۃ الابرار وغیر ذلک۔

مفتی محمد سعد اللہ مرادآبادی

قاضی مفتی محمد سعد اللہ مرادآبادی : عالمِ اجل، شیخِ فاضل، ادیبِ اریب، منطقی، اصولی منقول و معقول کے پتلے تھے، مرادآباد میں ۱۲۱۹ھ میں پیدا ہوئے، جن کی تاریخ ولادت "ظہورِ حق" ہے صرف و نحو کو مولوی عبد الرحمٰن تلمیذ بحر العلوم ملا عبد العلی لکھنوی سے پڑھا اور ۱۲۳۹ھ میں مجالس وعظ شاہ عبد العزیز وغیرہ اکابرین میں حاضر ہوئے اور کتبِ درسیہ کو مولوی محمد حیات لاہوری پنجابی و اخوند شیر محمد خاں فاضل اور مفتی محمد صدر الدین خاں صدر الصدور دہلوی سے پڑھا پھر ۱۲۴۳ھ میں لکھنؤ کو تشریف لے گئے جہاں مولوی محمد اشرف و مولوی محمد ظہور اللہ و مولوی محمد اسمٰعیل مرادآبادی اور مولوی حسن علی محدث سے تحصیل کی اور بائیس سال وہاں ٹھہرے رہے۔ ۱۲۷۰ھ میں حرمین شریفین کو تشریف لے گئے، وہاں سے مراجعت فرماکر رامپور میں اقامت اختیار کی یہاں تک کہ ۱۲۹۴ھ[1] میں وفات پائی۔ "شیخ سعید جہاں" تاریخ وفات ہے۔ آپ کی تصنیفات سے القول المانوس فی صفات القاموس، میزان الافکار شرح معیار الاشعار، نوادر الوصول فی شرح الفصول، حاشیہ شرح سلم حمد اللہ، حاشیہ شرح چغمینی، زاد اللبیب الی دار الحبیب، محصل العروض مع شرح وغیر ذلک یادگار ہیں۔ آپ کے خلف الرشید مولوی حافظ لطف اللہ بھی عالم صالح فاضل بارع رامپور میں سے ہیں۔

شیخ مصطفےٰ رفیقی

شیخ مصطفےٰ بن طیب بن احمد بن مصطفےٰ رفیقی : ابو احمد کنیت تھی، ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ عالم عامل، فاضل کامل، فقیہ محدث، حسن المحاضرہ، بلیغ العبارہ، حاضر البدیہہ، شاعر موزون، مؤرخ جید تھے، صحاح ستہ اور کتبِ تصوف مثل عوارف و تعرف اور احیاء العلوم کو اپنے باپ سے پڑھا اور نسخ کیا اور دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ کو اپنے زمانہ کے فضلاء اور حفاظ سے حاصل کیا، ہمیشہ طاعات و عبادات میں مشغول رہتے تھے، آپ سے شیخ بہاء الدین و شیخ احمد و شیخ احسن اور شیخ عبد الشکور رفیقی وغیرہ نے اخذ کیا اور جمعہ کے روز ۴ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات آپ کی "ادخلہ اللہ الجنۃ بلا حساب" سے نکلتی ہے۔

مولوی محمد عمر رامپوری

محمد عمر رامپوری : عالم فاضل، جامع معقول و منقول، ذکی، فہیم، مناظر، اصولی، جدلی، عربی و

---

[1] ۴ رمضان ۱۲۹۴ھ کو وفات پائی، تصانیف کی تعداد ۳۱ کے قریب ہے۔ (تذکرہ علمائے ہند) (مرتب)

فارسی میں شعر فصیح و بلیغ کہتے تھے۔ صولت تخلص تھا، وعظ میں ایسی عبارت مقفیٰ و مسجع پڑھتے تھے کہ باعث استعجاب اہل علم ہوتا تھا اور مناظرہ میں وہ خداداد ملکہ تھا کہ غیر مقلدین کو پہلے ہی مرحلہ میں ساکت کر دیتے تھے جن کے ہنگامِ تکلم پہ یہ شعر صادق آتا تھا ؎

اک بات میں تمام ہے یاں کارِ عاشقی　　　کس کی بلا ہو بارکشِ امتنانِ تیغ

عینی شرح ہدایہ پر حواشی آپ سے یادگار ہیں اور نیز ایک رسالہ طنطنۂ صولت ساع کے باب میں اور ایک رسالہ عشرہ مبشرہ نام ان دس سوالوں کے جواب میں تصنیف کیا جو مولوی محمد حسین لاہوری امام غیر مقلدین نے مشتہر کئے تھے اور علمائے اہلِ اسلام عرب و عجم و خراسان و عراق و ہندوستان وغیرہ سے ان کے جواب چاہے تھے پس فاضل مبرور نے ایک ایک سوال کے متعدد جواب اس خوبی و صراحت سے دئے کہ صاحبان ذی علم و انصاف منش پر اظہر من الشمس ہیں۔ افسوس عین عالمِ شباب یعنی چھتیس سال کی عمر میں بہ مرضِ استسقاء لحمی دہلی میں ۱۳ ر رمضان المبارک ۱۲۹۵ھ میں وفات پائی۔ "مناظرِ مدلل" تاریخ وفات ہے۔

مولوی شاہ عبد الغنی

مولوی شاہ عبد الغنی بن شاہ ابو سعید : مفسر، محدث، فقیہ، جامع اصنافِ علوم حافظ قاری صاحب باطن، درویش سیرت تھے۔ اصل وطن آپ کا سرہند تھا مگر آپ دہلی میں ماہ شعبان ۱۲۳۵ھ[1] میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے حضرت غلام علی شاہ کے جانشین سجادہ خانقاہ مظہریہ واقع دہلی تھے۔ آپ نے اکثر علوم کو اپنے والد وغیرہ سے پڑھا چنانچہ امام محمد کی موطا انہیں سے پڑھی اور انہیں سے طریقہ صوفیا اخذ کیا اور مشکوٰۃ شریف کو شیخ مخصوص اللہ بن مولانا رفیع الدین سے پڑھا جنہوں نے شاہ عبد العزیز کے درس میں پڑھا تھا اور نیز محمد اسحاق دہلوی سے پڑھا اور شیخ محمد عابد سندھی انصاری نزیل مدینہ منورہ سے صحیح بخاری کو پڑھا اور کتب صحاح ستہ کی سند لی اور شیخ ابو زاہد اسمٰعیل بن ادریس رومی ثم المدنی سے کل اجازت حاصل کی۔

عرصہ بیس سال کا ہوا کہ آپ ہندوستان سے ہجرت کر کے حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اگرچہ اس سے بعد المشرقین کا فاصلہ ہو گیا تھا مگر آپ کے فیوض کی شعاعوں سے وہ منور رہا اور ملک عرب جو مرکز اسلام اور ماخذ علمِ دین ہے وہاں بھی ہزاروں شخص آپ کے علم ظاہری و باطنی سے فیضیاب ہوئے اور مدینہ منورہ میں سیکڑوں مولوی حدیث کی سند آپ سے لینے آتے تھے اور حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کے

---

[1] ولادت ۵ ر شعبان ۱۲۳۴ھ۔ (مقالات خیر) (مرتب)

بڑے بڑے رکن اسلام آپ کو بزرگ مانتے تھے اور صدہا لوگ عرب و عجم کے آپ کی بیعت سے خاندان نقشبندیہ میں مشرف ہو کر سعادتِ دارین کو پہنچتے رہے شیخ الحرم آپ کی یہاں تک تعظیم و تکریم کرتے تھے کہ جب مسجد نبوی میں نماز کے وقت آپ کو دیکھ پاتے تو آپ کو ہی امام بناتے مگر آپ کو بسبب کسر نفسی کے امامت پسند نہ تھی اس لئے یہ عادت کر لی تھی کہ عین تکبیر کے وقت مسجد میں تشریف لاتے۔ آپ کی تصنیفات تعلیقات سے ابن ماجہ المسمی بہ انجاح الحاجہ فی شرح سنن ابن ماجہ یادگار ہے، وفات آپ کی محرم ۱۲۹۶ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ قطعۂ تاریخ وفات حسبِ ذیل ہے ؎

شاہ عبدالغنی وحیدِ زماں	نازشِ علم و عارف باللہ
سال نقلش شنیدم از ہاتف	بہتر بن مجید ثمین لے ماہ ۱۲۹۶

مولوی حافظ ولی اللہ

مولوی حافظ ولی اللہ لاہوری[1] : عالم فاضل، فقیہ متبحر مباحث، مناظر، واعظ، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ تردید عقائد نصاریٰ میں آپ کو وہ ملکہ اور یدِ طولیٰ حاصل تھا کہ بڑے بڑے پادری آپ کے مقابلہ سے کنارہ کشی کر جاتے تھے، حافظہ کا وہ حال تھا کہ بر وقت رو داد کسی مسئلہ یا علمی بات کے شاگرد سے کتاب کی عبارت پڑھوا کر صفحہ و سطر پوچھ لیتے پھر مجال تھی کہ وہ آپ کو بھول جائے فوراً بتا دیتے کہ فلاں مسئلہ یا مضمون فلاں کتاب کے فلاں صفحہ و سطر میں ہے۔ علوم آپ نے مولوی غلام رسول قلعہ والا و مولوی نور احمد ساکن کھائی کوٹلی اور نیز مولوی احمد الدین بگوی سے پڑھے۔ چونکہ آپ کو فقہی مسائل کے استنباط میں بڑی دسترس تھی اس لئے اکثر لوگ فتاوے کے لئے آپ کے پاس آتے تھے اور ہر جمعہ کو جامع مسجد لاہور میں اہلِ اسلام کو اپنے پُر اثر وعظ سے مستفید کرتے تھے۔

آپ کی تصنیفات سے مباحثہ دینی، صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان، ایجاث ضروری وغیرہ یادگار ہیں جن پر راقم الحروف کے حواشی چڑھے ہوئے ہیں، وفات آپ کی بمرض اسہال یوم جمعہ وقت ظہر ۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۶ھ میں ہوئی اور قطعۂ تاریخ وفات حسبِ ذیل ہے ؎

آں حافظِ شیریں زباں واں واعظِ خوشتر بیاں	شد روز آدینہ رواں زیں دار پُر رنج و عنا
بود از جمادیٰ اولیں تاریخ بست و چار میں	پنہاں شدہ زیر زمیں آں صاحبِ فہم و ذکا
یاسینؔ پئے سالش ورق بگرفت دل گفتش سبق	بنویس جاں دادہ بہ حق حافظ ولی اللہ ولی

---

[1] آپ نابینا تھے۔ (تاریخ لاہور از کنہیا لال) (مرتب)

مولوی احمد علی محدث سہارنپوری

مولوی احمد علی[1] محدث سہارنپوری : عالم فاضل، فقیہ، محدث، جامع منقول و معقول، حاوی فروع و اصول تھے۔ حفظ قرآن کے بعد علوم عربیہ وغیرہ میں مشغول ہوئے اور اپنے ملک کے علماء و فضلاء سے علوم متداولہ حاصل کر کے دہلی میں مولانا محمد اسحاق محدث سے حدیث کو پڑھا اور اس کی سند ان سے لی، پھر حج کیا اور حرمین شریفین کے علماء و مشائخ سے استفادہ کیا اور اجازت حاصل کی پھر دہلی میں آکر مطبع احمدی نام جاری کیا جو غدر تک بڑے زور و شور سے جاری رہا اور اس میں بڑی بڑی علمی کتابیں آپ کے اہتمام اور تحشی سے چھپتی رہیں خصوصاً صحیح بخاری وغیرہ پر آپ نے عمدہ حواشی چڑھائے اور ان میں حنفی مذہب کی خوب تائید کی، علاوہ تحشیہ و تعلیقات کے ایک رسالہ الدلیل القوی علیٰ ترک القراءۃ للمقتدی خوب تحقیق و تدقیق سے فارسی میں تصنیف فرمایا جس کا ترجمہ اردو میں اب چھپا ہوا موجود ہے۔ مطبع شکست ہونے کے بعد آپ اپنے وطن مالوف سہارنپور میں آگئے جہاں مرض فالج سے ۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ میں وفات پائی۔ "خزانۂ خوبی" آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ سے بذریعہ تدریس اور انطباع کتب علمیہ کے بڑی نشر علمی ہوئی۔[2]

شیخ عماد الدین

شیخ عماد الدین بن عبد الرسول بن ابراہیم بن اسلم بن یحییٰ دفیتی : لبیب فاضل، ادیب کامل، عالم تحریر، محدث، فقیہ، اورع، اعبد تھے۔ ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم مروجہ و متعارفہ کو اپنے زمانہ کے اساتذہ

---

[1] آپ دیوبند میں مدفون ہیں۔ (مرتب)

[2] مولانا احمد علی بن لطف اللہ۔ (نزہۃ الخواطر) (مرتب)

سے حاصل کیا اور صحیح بخاری کو درسا و روایۃً مولانا شیخ احمد واعظ سے پڑھا اور معارف و سلوک کو مولٰنا شیخ احمد تاربلی سے اخذ کیا اور انہیں کے ہاتھ پر بیعت کی اور حج کیا جس کے ضمن میں اکثر شہروں کی سیر کی آپ سے آپ کے چچا کے بیٹوں شیخ نظام الدین اور شیخ حمزہ نے استفادہ کیا اور یہی آپ کے بعد خلیفہ آپ کے ہوئے۔ وفات آپ کی جمعہ کے روز عصر کے وقت بتاریخ ۸ ر ماہ رمضان سنہ ۱۰۳۰ھ میں ہوئی اور "چشمۂ فیضِ نبی" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

تمت بالخیر

ملک الناصر داؤد، ولادت ۶۰۳ھ وفات ۶۵۶ھ

(بقیہ حالات داؤد رحمہ اللہ، از ص ۲۸۳) ملک الناصر صلاح الدین داؤد بن ملک معظم عیسیٰ بن محمد بن ایوب، صاحب کرک، شاعر، ادیب، ۶۰۳ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی ۱۰ اپنے والد کے بعد ۶۲۶ھ میں بادشاہ بنے، عم اشرف نے ان سے حکومت لے لی تو وہ کرک چلے گئے، گیارہ سال اس کے بادشاہ رہے، ۶۴۷ھ میں ایوب بن عیسیٰ نے ان سے حکومت چھین کر تین سال کے لئے قلعہ حمص میں قید کر دیا پھر حلقہ بنی مرید میں اقامت اختیار کر لی، دمشق کے قریب قریہ بویضا میں طاعون سے وفات پائی۔ شاعروں اور ادیبوں کی سرپرستی کرتے تھے، انہیں عمدہ کتب دیتے تھے، "فوائد جلیہ فی فرائد الناصریہ" میں رسائل جمع کئے۔

(نجوم الزاہرہ ۷: ۳۴-۶۱، شذرات ۵: ۲۷۵، فوات الوفیات ۱: ۱۵۶، وفیات ۱: ۳۹۷)

(مرتب)

(بقیہ حاشیہ ۱، ص ۳۴۷) امام صغانی لاہوری کے خاندان سے تھے، ۷۸۹ھ میں پیدا ہوئے، تفسیر کے علاوہ چھ اور کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ المشرح فی شرح الجمع چار جلدوں میں، شرح بزدوی، شرح مقدمہ غزنوی الشافی فی اختیار الکافی، بحر عمیق فی مناسک حج اور مختصر تنزیہ المسجد الحرام عن بدع الجہلۃ والعوام۔ قاضی القضاۃ رہے۔ (دستور الاعلام و معجم المؤلفین) ان کے بھائی ابن ضیا متوفی ۸۵۴ھ اور دادا محمد ہندی صغانی ضیا کے حالات تکملہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

(بقیہ حاشیہ ۱، ص ۴۳۴) ۱۶ ر رمضان ۹۷۶ھ کو ہوئی، لقب استاذ الملک، بیس سال کی عمر میں اکابر علماء میں شمار ہوتا تھا، ان کے اساتذہ میں شیخ حسین عمری، حکیم سمٰعیل، شیخ ابی حنیفہ تلمیذ شیخ عبداللہ بن شمس الدین سلطانی اور حکیم علی گیلانی بھی شامل تھے، تلامذہ میں شیخ عبدالرشید صاحب رشیدیہ اور شیخ محمود جونپوری مشہور ہیں، ۵۸ سال کی عمر میں ۱۹ ربیع الثانی ۱۰۶۲ھ کو انتقال ہوا۔

(سبحۃ المرجان، نزہۃ الخواطر) (مرتب)

تکملہ

یحییٰ بن یمان عجلی کوفی

ابوزکریا کنیت، حفاظِ صدوق میں سے تھے، امامِ ثوری سے تفسیر کی چار ہزار احادیث حفظ کی تھیں، ہشام بن عروہ اور اسمٰعیل بن خالد وغیرہ سے روایت کی اور ان سے یحییٰ بن معین اور بشیر حافی نے روایت کی، ۱۸۸ھ یا ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

ابراہیم بن معقل النسفی

حافظ امام قاضی ابواسحاق ابراہیم بن معقل بن حجاج بن خراش بن یزید بن دوست سانجنی نسفی، محدث مفسر اور فقیہ تھے، نسف کے قریب قصبہ سانجن میں پیدا ہوئے، طفیل بن زید کے بعد اہلِ نسف کے امام اور قاضی بنے۔ اہلِ سنت اور اصحاب حدیث میں جلیل القدر ثقہ فاضل شمار کئے جاتے تھے۔ ان کی روایت کی بڑی شہرت تھی، خراسان، عراق، شام، حجاز اور مصر کا سفر کیا اور بڑے بڑے ائمہ مثل ابی رجا، قتیبہ بن سعید عسقلانی، ابی الحسن علی بن محمد سغدی، ابی ولید ہشام بن عمار دمشقی، محمد بن مصطفےٰ حمصی، ہناد بن سری، ابی کریب، محمد بن علاء کوفی اور ابی موسےٰ محمد بن مثنیٰ بصری سے ملاقات کی، امام احمد بن حنبل سے بھی ملے مگر ان سے روایت نہیں کی، امامِ بخاری سے صحیح بخاری روایت کرنے والے آخری آدمی ہیں، ذیقعدہ یا ذی الحجہ ۲۹۵ھ یا ۲۹۴ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں مسند کبیر اور تفسیر مشہور ہیں۔

خلیل سجزی

ابوسعید خلیل بن احمد بن محمد بن خلیل بن موسےٰ بن عبداللہ بن عاصم سجزی: عالم، ادیب، ناثر، ناظم، واعظ اور فقیہ تھے۔ اپنے دور میں شیخ حنفیہ تھے۔ فارس، خراسان، حجاز، شام، جزیرہ اور دور دراز کا سفر کیا، سمرقند کے قاضی مقرر ہوئے، اور وہیں جمادی الاخرےٰ ۳۷۸ھ میں وفات پائی جواہر المضیہ میں سجزی کی بجائے سنجری اور سن وفات ۳۶۷ھ لکھا ہے، ان کی تصانیف میں "دعوات والآداب والمواعظ" مشہور ہے۔

عبدالرحمٰن بن درست نیشاپوری

ابوسعید الحاکم عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن عزیز بن محمد بن زید بن محمد المعروف بہ ابن درست: اہل خراسان میں سے تھے۔ فقیہ، شاعر، ادیب، لغوی اور عربی کے بڑے عالم فاضل تھے۔ علم لغت میں جوہری کے شاگرد اور واحدی کے استاد ہیں۔ ۳۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور ذیقعدہ ۴۳۱ھ میں وفات پائی۔ آخر عمر میں کانوں سے بہرے ہو گئے تھے۔ ان کی کتاب ردعلی زجاجی اور دیوان شعر ان کی یادگار ہے۔ بعض کتب میں ابن درست کی بجائے ابن دوست لکھا ہے۔

اسمٰعیل بن سمان رازی

امام ابوسعد اسمٰعیل بن علی بن حسین بن محمد بن حسن بن زنجویہ رازی: عابد، زاہد، حافظ، محدث، مفسر، مقری، متکلم، فقیہ اور رجال و انساب اور کئی دوسرے علوم کے ماہر تھے۔ حنفی اور شافعی فقہ پر کامل عبور تھا، تین ہزار مشائخ سے علم حاصل کیا، آخر عمر میں معتزلی ہو گئے تھے۔ ۲۴ شعبان ۴۴۵ھ کو بمقام رے وفات پائی اور امام محمد کے قریب دفن ہوئے۔ بقول ذہبی ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں "موافقہ بین اہل بیت وصحابہ"، "سفینۃ النجات"، "ریاض فی الاحادیث" اور "بستان فی تفسیر القرآن" (دس جلدوں میں) مشہور ہیں۔

نورالہدے زینبی

ابوطالب حسین بن محمد[1] بن علی بن حسن زینبی[2]: نورالہدے لقب، بغداد کے نقیب النقباء اور فقہ حنفی کے زبردست عالم تھے، بڑے وجیہ اور شریف تھے، ۴۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ بعض بادشاہوں کے پاس سفیر بن کر گئے، طالبین اور عباسیوں کے نقیب رہے۔ پچاس سال مشہد ابی حنیفہ میں درس دیا۔ ۹۲ سال کی عمر میں بھی ہوش وحواس صحیح اور قائم تھے۔ ماہ صفر ۵۱۲ھ میں بغداد میں وفات پائی اور امام ابوحنیفہ کے قریب دفن ہوئے۔ جواہر المضیہ میں لکھا ہے کہ آپ قاضی القضاۃ محمد دامغانی کے اصحاب میں سے تھے، ان سے اور صاحب قدوری ابی بکر رازی سے فقہ حاصل کی، کریمہ بنت احمد سے سماعت کی، ان کے بھائی طراد بن محمد متوفی ۴۹۱ھ طویل عرصے تک بنو عباس کے نقیب النقباء رہے۔

---

[1] حسین بن نظام بن خضر بن محمد بن ابی الحسن علی زینبی (جواہر المضیہ) [2] پہلے عباسی خلیفہ کی بنت عم زینب بنت سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس کی اولاد زینبی کہلاتی ہے۔

زید بن حسن کندی بغدادی

تاج الدین ابوالیمین زید بن حسن بن زید بن حسن بن سعید بن عصمت بن حمیر حارث الکندی البغدادی : شیخ الحنفیہ، شاعر، ادیب، نحوی، لغوی، محدث، حافظ، قراءاتِ عشر کے امام اور کئی علوم کے مستندِ زمانہ عالم فاضل تھے۔ ۲۰ رمضان ۵۲۰ھ کو بغداد میں پیدا ہوئے، علی سعد رازی، سبط خیاط، ابی القاسم ہبۃ اللہ بن طبر، قاضی مارستان اور ابی منصور قزاز وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ بہت عمدہ شعر کہتے تھے۔ بادشاہ ان کی بہت عزت کرتا تھا اور ملنے کے لئے قلعہ سے ان کے پاس آیا کرتا تھا، دمشق میں ۶ شوال ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔ اشعار کے ایک بڑے دیوان کے علاوہ ان کی تصانیف میں اتحاف الزائر واطراف المقیم المسافر، شرح قطب ابن نباتہ، نتف اللحیہ من ابن دحیہ اور حاشیہ بر دیوان متنبی مشہور ہیں۔

اسمٰعیل بن سودکین نوری

شمس الدین ابوطاہر اسمٰعیل بن سودکین بن عبداللہ نوری : صوفی، شاعر، فقیہ، متکلم اور محدث تھے، ۵۴۸ھ یا ۵۴۹ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ شیخ ابی عبداللہ محمد بن علی بن عربی کی صحبت میں رہے۔ مصر میں ابی الفضل محمد بن یوسف غزنوی اور ابی عبداللہ محمد بن حامد ارباجی اور حلب میں شریف ابی ہاشم عبدالمطلب بن فضل ہاشمی سے سماعت کی۔ ۶۴۶ھ میں حلب میں وفات پائی۔ لواقح الاسرار ولوائح الانوار، شرح عمدہ عقائد نسفی، کتاب الصلوٰۃ، روایۃ لبشر بن ولید ان کی تصانیف ہیں۔

تاج الشریعہ

عمر بن احمد بن عبیداللہ صدر الشریعہ اول، محبوبی بخاری : تاج الشریعہ لقب تھا، فقیہ اور عالم تھے، ۶۷۲ھ یا ۶۷۳ھ میں وفات پائی۔ ان کی کتاب نہایۃ الکفایہ فی درایۃ الہدایہ فی فروع الفقہ الحنفی مشہور ہے۔ بعض کتب میں ان کا نام عمر کی بجائے محمود لکھا ہوا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں اصل کتاب صفحہ ۳۳۲)

ابوبکر المزی

شمس الدین ابوبکر بن عمر بن یونس المزی : فقیہ اور محدث تھے، ۵۹۳ھ میں پیدا ہوئے، ابی مندویہ اور عطار سے بخاری اور ابن حرستانی اور عاشش سے مسلم روایت کی، شعبان ۶۸۰ھ میں وفات پائی۔

ابراہیم رسعنی

ابواسحاق ابراہیم بن عبدالرزاق بن ابی بکر بن رزق اللہ بن خلف رسعنی المعروف بابن محدث :

فقیہ، عالم، فاضل، شاعر، بڑے متقی پرہیز گار اور حسنِ اخلاق کا مجسمہ تھے۔ جمادی الاولیٰ ۶۴۲ھ میں موصل میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد اور علمائے عصر سے تعلیم پائی۔ آپ نے قدوری کی شرح لکھی۔ رمضان ۶۹۵ھ میں دمشق میں وفات پائی۔

احمد بن ظاہری

امام حافظ جمال الدین ابو العباس احمد بن محمد بن عبد اللہ ظاہری حلبی : مشہور مقری اور جلیل القدر محدث تھے۔ شوال ۶۲۶ھ میں حلب میں پیدا ہوئے۔ شام، جزیرہ اور مصر میں سات سو شیوخ سے حدیث لکھی۔ دمشق، حلب، حماۃ، مصر، حمص، بعلبک، قدس وغیرہ چالیس شہروں سے چہل حدیث کے چالیس مجموعے تیار کئے۔ ۶۵۴ھ میں خراسان گئے۔ ستر سال کی عمر میں ۲۶ر شعبان ۶۹۴ھ کو قاہرہ میں وفات پائی۔ ان کے بھائی ابراہیم بن محمد ظاہری (ولادت حلب ۶۴۷ھ وفات، قاہرہ، ۱۷ر ذی الحجہ ۷۱۳ھ) بھی مشہور محدث تھے۔

نصر بن سلیمان منبجی

امام ابو الفتح نصر بن سلیمان بن عمر منبجی : مقری، بارع، محدث، نحوی اور فقیہ تھے، اپنے علم و فضل اور حسنِ اخلاق کی وجہ سے اتنے مشہور تھے کہ وزراء، اعیانِ سلطنت ان کی زیارت کو آتے، سلطان جاشنکیر ان سے بہت محبت کرتا تھا۔ اسّی سال سے زیادہ عمر پائی۔ ۲۶ر جمادی الاخریٰ ۷۱۹ھ کو قاہرہ میں وفات پائی اور بابِ نصر کے باہر زاویہ حسینیہ میں دفن ہوئے۔

احمد بن محمد اذرعی

ابو العباس احمد بن قاضی القضاۃ شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن ابراہیم بن داؤد بن حازم الاسدی الاذرعی : امام، مفتی، قاضی اور فقیہ تھے۔ جامع حاکمی میں رہے۔ ۲۵ر رمضان ۷۴۱ھ میں وفات پائی۔

محمد زرندی

شمس الدین محمد بن یوسف بن حسن بن محمد بن محمود بن حسن زرندی مدنی انصاری : محدث مسند، راوی، فقیہ اور ناظم تھے۔ ۶۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ حرم نبوی میں فقہ و حدیث کا درس دیتے تھے۔ شیراز میں بھی درس دیا اور قاضی رہے۔ وہیں ۶۹۳ھ میں انتقال ہوا، ان کی تصانیف میں بغیۃ المرتاح الیٰ طلب الارباح، مولد نبی، نظم درر السمطین فی فضائل المصطفیٰ والمرتضیٰ والبتول والسبطین، معارج الوصول الیٰ معرفۃ آل رسول، مشہور ہیں۔

احمد بن مکتوم قیسی

تاج الدین ابو محمد احمد بن عبد القادر بن احمد بن مکتوم بن احمد بن محمد بن سلیم بن محمد القیسی المعروف بہ ابن مکتوم : نحوی، لغوی، شاعر، فقیہ، محدث اور کئی علوم کے ماہر تھے۔ ذی الحجہ ۶۸۲ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ ابا حیان کے ساتھ کافی عرصہ رہے۔ نحو کی تعلیم بہا ابن نحاس سے حاصل کی۔ دمیاطی سے حدیث کی سماعت کی۔ رمضان ۷۴۹ھ میں طاعون سے وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں الجمع بین العباب والمحکم فی اللغہ، شرح ہدایہ فی الفقہ، الجمع المنتقاۃ فی اخبار اللغویین والنحاۃ (دس جلدوں) شرح الکافیہ مختصر ابن حاجب، شرح شافیہ، شرح فصیح، الدر اللقیط من البحر المحیط، مجلدات فی تفسیر اور قید الاوابد، تذکرہ (تین جلدوں میں) وغیرہ مشہور ہیں۔

عبد اللہ بن مہندس

صلاح الدین عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن غنائم بن وافد صالحی المعروف بابن مہندس مؤرخ تھے۔ ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ میں رہائش اختیار کر لی۔ ۷۶۹ھ میں وفات پائی۔ ان کی تصنیف تاریخ کبیر لفقہاء الحنفیہ مشہور ہے، ان کے والد شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن غنائم بن مہندس (ولادت ۶۶۵ھ، وفات ۷۳۳ھ) محدث اور عالم فاضل تھے۔

ابو بکر ہاملی یمنی

سراج الدین ابو بکر بن علی بن موسے ہاملی (عاملی) یمنی، فقیہ اور ناظم تھے۔ قدوری کو نظم کیا جو منظومہ ہاملیہ فی فروع الفقہ الحنفی کے نام سے مشہور ہے۔ ۷۶۹ھ میں وفات پائی۔

محمد ہندی صغانی

ضیاء الدین محمد بن محمد بن سعید بن عمر بن علی ہندی صغانی عمری نزیل المدینہ ثم المکہ : فاضل نحوی، فقیہ اور مکہ معظمہ میں شیخ الحنفیہ تھے۔ آپ امام حسن صغانی لاہوری کی اولاد میں سے تھے جن کا سلسلہ نسب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، احمال سطری، قطب بن مکرم اور بدر فارقی سے حدیث سماعت کی، بڑے سخت قسم کے حنفی تھے۔ شافعیوں کے سخت مخالف تھے۔ ۷۶۳ھ میں آلِ حجاز سے دشمنی کے سبب مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ منتقل ہو گئے۔ جہاں اپنی وفات تک درس دیتے رہے۔ ۷۸۰ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔

ابن سکّرہ

شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن علی بن ضرغام بن عبد الکافی البکری ابن سکرہ مصری

زبیل مکہ، محدث، فقیہ، اصولی اور نحوی تھے، ۷۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ماہ صفر ۸۰۱ھ میں انتقال کیا، ان کے چھوٹے بھائی احمد بن علی البحری العطاردی المؤذن المعروف بہ ابن سکر بھی محدث اور فقیہ تھے، ابن حجر وغیرہ نے ان سے سماعت کی، تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں ۸۰۶ھ میں وفات پائی۔

ابنِ فرات

ناصر الدین محمد بن عبدالرحیم بن علی بن حسین بن محمد بن عبدالعزیز بن محمد مصری المعروف بہ ابنِ فرات مؤرخ، مدرس اور محدث تھے۔ قاہرہ میں ۷۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی تصانیف میں سے تاریخ الدول والملوک جو چوتھی سے آٹھویں صدی ہجری کے تفصیلی حالات پر مشتمل ہے، شائع ہو چکی ہے۔ عید الفطر کی رات ۸۰۷ھ میں وفات پائی۔ ان کے والد عز الدین ابو محمد عبدالرحیم بن علی بن فرات متوفی ۲۲ ذی الحجہ ۷۶۴ھ بھی مدرس، مفتی اور قاضی تھے۔ ناصر الدین محمد بن فرات کے بیٹے خاتم المسندین للدیار المصریہ قاضی عز الدین عبدالرحیم بن محمد بن عبدالرحیم بن علی ابن فرات ۷۵۹ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ امام معمر مسند، محدث اور مؤرخ تھے۔ طلبِ علم میں دور دراز کا سفر کیا۔ اپنے والد اور حسین بن عبدالرحمٰن بن سباع تکریتی وغیرہ سے سماعت کی، ان کی تصانیف میں سے تذکرۃ الانام، منظومۃ الفرائد اور نخبۃ الفوائد مشہور ہیں۔ آخر ذی الحجہ ۸۵۱ھ میں وفات پائی۔

شہاب اشمونی

احمد بن محمد بن منصور (یا احمد بن منصور) الاشمونی ثم القاہری المعروف شہاب اشمونی: نحوی اور عربی علوم کے فاضل تھے۔ تحفۃ فی علم العربیہ اور کتاب فی فضل لا الٰہ الا اللہ، ان کی تصانیف ہیں، ۸۰۹ھ میں وفات پائی۔

ابنِ شوعان زبیدی

محمد بن عبداللہ بن شوعان زبیدی: فقیہ اور مدرس تھے۔ ابنِ حجر نے کہا ہے کہ زبید میں ریاست مذہب حنفی ان پر تمام ہوئی۔ ۸۲۲ھ میں وفات پائی۔

عبدالرحمٰن مرشدی

جلال الدین ابو السعادات عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن احمد بن ابی بکر بن عبدالوہاب الفوی الاصل ثم مکی مرشدی: مکہ معظمہ میں جمادی الاخریٰ ۸۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ، فقیہ، محدث، نحوی، مقری اور اصولی، معانی اور علوم عربی کے فاضل تھے، شاوری، امیوطی، شہاب بن ظہیرہ سے سماعت کی، قاہرہ جا کر وہاں کے شیوخ سے استفادہ کیا، جمعہ ۱۴ شعبان ۸۳۶ھ کو وفات پائی۔ ان کے بڑے بھائی احمد

بن ابراہیم مرشدی محدث اور فقیہ تھے۔ محمد بن احمد بن عبد المعطے عبد اللہ بن اسعد یافعی اور عز الدین بن جماعہ سے سماعت کی۔ ۷۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور جمعرات ۴ ذیقعدہ ۸۳۲ھ کو مکہ معظمہ میں انتقال ہوا، دستور الاعلام میں ان کے ایک اور بھائی محمد بن ابراہیم مرشدی متوفی ۸۳۹ھ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ فقیہ، محدث، نحوی اور صوفی تھے۔

ابراہیم خجندی

علامہ برہان الدین ابو محمد ابراہیم بن احمد بن محمد بن محمد بن محمد خجندی الاصل ثم المدنی : ادیب فقیہ اور محدث تھے۔ ان کے والد شیخ جلال الدین ابی طاہر احمد خجندی شارح قصیدہ بردہ خجند سے آکر مدینہ منورہ میں آباد ہو گئے جہاں علامہ ابراہیم ۷۷۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد اور عبد الرحمٰن بن علی انصاری زرندی قاضی مدینہ وغیرہ سے تحصیل علم کی۔ دیوان، متعدد رسائل اور شرح اربعین نووی آپ کی یادگار ہیں۔ رجب ۸۵۱ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

محمد خوافی

محمد بن شہاب بن محمد (یا محمود) بن محمد بن یوسف بن حسن خوافی نزیل سمرقند : محدث فقیہ اور علوم منطق و معانی وغیرہ کے فاضل تھے۔ شہر سلومد میں ربیع الاول ۷۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ سید شریف جرجانی وغیرہ سے سماعت کی۔ ذی الحجہ ۸۵۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں کتاب فی منطق، حاشیہ علی العضد، حاشیہ علیٰ شرح مفتاح تفتازانی، حاشیہ علیٰ طوالع اور حاشیہ علیٰ منہاج بیضاوی مشہور ہیں۔

محمد بن ضیاء (محمد بن العز) صغانی

امام رضی الدین ابو حامد محمد بن احمد بن ضیاء محمد بن العز محمد بن سعید العمری المکی العمری صغانی الاصل : اپنے زمانہ کے امام فاضل اور فقیہ کامل تھے۔ آپ ابو البقاء محمد بن ضیاء متوفی ۸۵۴ھ کے بھائی اور ضیاء الدین محمد سندی صغانی متوفی ۸۰۰ھ کے پوتے ہیں۔ رمضان ۷۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد اور سراج قاری سے تفقہ کیا۔ شعبان ۸۵۶ھ میں وفات پائی۔ کنز الدقائق نسفی کی شرح لکھی جس کا تکملہ ان کے بیٹے جمال الدین محمد بن محمد بن احمد المعروف محمد المکی متوفی ۸۸۶ھ نے لکھا۔

احمد المرعشی

شہاب الدین ابو العباس (ابو الفضائل) احمد بن ابی بکر بن صالح بن عمر المرعشی حلبی : امام، عالم، علامہ، اصولی، فقیہ، مرعش میں پیدا ہوئے۔ ۸۰۰ھ میں عنتاب منتقل ہوئے۔ ۸۱۶ھ میں

حلب چلے گئے۔ ذی الحجہ ۸۸۲ھ میں وفات پائی۔ کنوز الفقہ، نظم عمدۃ العقائد، نظم کنز اور خمس البردہ آپ کی تصانیف ہیں۔

شمس الدین محمد ابن شحنہ (صغیر)

شمس الدین ابوالفضل محمد بن محمد بن محمد بن محمود بن غازی ثقفی حلبی المعروف بہ ابن شحنہ صغیر: فقیہ، محدث، اصولی، مؤرخ، ادیب، ناظم اور ناشر تھے۔ ۱۲ رجب ۸۰۴ھ کو پیدا ہوئے حلب کے رؤسا میں سے تھے۔ ۸۳۶ھ میں حلب کے قاضی مقرر ہوئے، پھر مصر منتقل ہو گئے اور وہاں کاتب السر کے عہدے پر کام کرتے رہے، آخر عمر میں بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، فالج ہو گیا جس کی وجہ سے ذہن پر بھی اثر پڑا۔ محرم ۸۹۰ھ میں وفات پائی۔

آپ کی تصانیف میں سے طبقات الحنفیہ، نزہۃ النواظر فی روض المناظر (تاریخ میں اپنے والد کی تاریخ کی شرح)، نہایۃ النہایہ فی شرح ہدایہ، تنویر المنار (اصول فقہ میں)، المنجد المغیث (حدیث میں) اور ترتیب مہمات ابن بشکوال علی اسماء صحابہ، مشہور ہیں۔ (ان کے والد قاضی محب الدین ابوالولید محمد ابن شحنہ متوفی ۸۱۵ھ اور بیٹے سری الدین عبدالبر بن محمد ابن شحنہ متوفی ۹۲۱ھ کے حالات آپ اصل کتاب میں پڑھ چکے ہیں)۔

اقبال قربتی

عفیف الدین عبدالعلیم بن ابی القاسم ابن عثمان اقبال قربتی: ۸۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ عالم فاضل اور فقیہ کامل تھے۔ جمعہ ۵ ذی الحجہ ۹۰۷ھ میں بمقام زبید (یمن) وفات پائی۔ النور السافر میں لکھا ہے کہ آپ کے دو بیٹے عبدالمجید متوفی ۲۴ رمضان ۹۰۹ھ اور رضی الدین صدیق متوفی ۱۸ ذی الحجہ ۹۱۶ھ بھی زبید کے مشہور فقیہ تھے۔

برہان طرابلسی

برہان الدین ابراہیم بن موسٰے بن ابی بکر بن علی طرابلسی: فقیہ اور عالم فاضل تھے، ۸۴۳ھ یا ۸۵۳ھ میں طرابلس (شام) میں پیدا ہوئے، دمشق میں تعلیم پائی، قاہرہ چلے گئے جہاں ۱۴ ذیقعدہ ۹۲۲ھ کو وفات پائی۔ مواہب الرحمٰن فی مذہب النعمان اور اس کی شرح برہان آپ کی تصانیف ہیں۔

ابن اجا تدمری

محب الدین ابوالثناء محمود بن محمد بن محمود بن خلیل بن اجا تدمری الاصل حلبی ثم القاہری کاتب

الاسرار الشریفہ بالممالک الاسلامیہ المعروف بہ ابن اجا : محدث اور عالم فاضل تھے۔ بقول سخاوی ۸۵۴ھ میں حلب میں پیدا ہوئے۔ ۸۸۶ھ تک قاہرہ میں تحصیل علم میں مشغول رہے پھر بیت المقدس کی زیارت کرتے ہوئے حلب واپس ہوئے جہاں رمضان ۹۰۰ھ میں قاضی مقرر ہوئے۔ ۹۰۰ھ میں حج کیا، واپسی پر سلطان غوری[1] نے طلب کیا اور قاہرہ میں کاتب السر مقرر ہوئے۔ ۹۲۰ھ میں پھر حج پر تشریف لے گئے۔ جار اللہ بن فہد نے ان سے حدیث میں استفادہ کیا۔ ۹۲۲ھ میں غوری کے قتل تک حلب میں اس کے ساتھ رہے اور وہیں ۹۲۵ھ رمضان کے پہلے عشرے میں وفات پائی۔

ان کے والد محمد بن محمود بن خلیل بن اجا، اصل میں قونیہ کے رہنے والے تھے۔ ۸۲۰ھ میں حلب میں پیدا ہوئے۔ بڑے بہادر، شہسوار، حافظِ قرآن، فقیہ، نحوی، اصولی اور فاضلِ علوم تھے، قاہرہ چلے گئے جہاں دولت چرکسیہ میں قاضی عسکر مقرر ہوئے اور طبقات الحنفیہ تین جلدوں میں تصنیف کی، حلب میں ۸۸۱ھ میں انتقال ہوا۔

محمد بن الغرس مصری

شمس الدین ابو الیسر محمد بن محمد بن بدر الدین معروف بہ ابن الغرس مصری : شاعر، علامہ، فقیہ اور نحوی تھے، ۹۳۲ھ میں وفات پائی۔ الفوائد البدریہ فی الاقضیۃ الحکمیہ اور فوائد الفقہیہ فی اطراف القضایا الحکمیہ آپ کی تصانیف ہیں۔

محمد بن سلطان دمشقی صالحی

قطب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عمر بن سلطان دمشقی صالح المعروف بہ ابن سلطان: علامہ، فقیہ، مؤرخ، مدرس تھے۔ ۱۲ ربیع الاول ۸۷۰ھ کو پیدا ہوئے، عبد البر بن شحنہ وغیرہ سے تحصیلِ علم کی، مدرسہ قصاعیہ، مدرسہ ظاہریہ اور جامع اموی میں درس دیا، دمشق کے مفتی رہے، ۱۷ ذیقعدہ ۹۵۰ھ کو وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں شرح کنز الدقائق نسفی، رسالہ فی تحریم افیون، البرق اللامع فی المنع من البرکۃ فی الجامع، فتح الملک العالم المنان علی ملک مظفر سلیمان اور تشویق الساجد الیٰ زیارۃ اشرف المساجد مشہور ہیں۔

محمد بن طولون

شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن طولون دمشقی صالحی الشہیر بابن طولون : محدث

---

[1] سلطان الملک الاشرف ابو نصر قانصوہ بن عبد اللہ چرکسی المشہور بالغوری (۸۵۰-۹۲۲) دولت چرکسیہ کا آخری حکمران تھا۔

مسند، مورخ، فقیہ، نحوی، مشارک فی تعبیر و طب وغیرہ۔ ۸۸۰ھ میں صالحیہ دمشق میں پیدا ہوئے، اپنے چچا جمال بن طولون، ابراہیم بن محمد طیبی شاغوری ابن عون متوفی ۹۱۶ھ اور سیوطی سے استفادہ کیا۔ مدرسہ ابی عمر میں درس دیتے رہے۔ ۱۱ رجمادی الاولیٰ ۹۵۳ھ کو دمشق میں وفات پائی۔ کثیر التصانیف تھے، خود اپنی ۱۸۰ تصانیف کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں، قلائد الجوہریہ فی تاریخ صالحیہ، اللؤلؤ المنظوم، الجواہر المضیہ فی طب السادۃ الصوفیہ، النفحات الازہریہ فی فتاوی العونیہ، اعلام السائلین عن کتاب سید المرسلین۔

مولیٰ عبدالرحمٰن شیخ زادہ

امام مولیٰ علامہ عبدالرحمٰن بن جمال الدین شیخ زادہ : ادیب، محدث، مفسر، واعظ شیریں بیان، قاری خوش الحان، عالم جلیل اور فاضل کبیر تھے۔ عقد منظوم میں لکھا ہے کہ زلیقون کے شہر میں پیدا ہوئے۔ مولیٰ حافظ عجمی اور مولیٰ محمد قرامانی سے تحصیل علم کی پھر قصبہ ابی ایوب انصاری کے مدرسہ دار الحدیث کے سربراہ رہے، جامع قاسم پاشا کے خطیب رہے، ۹۷۱ھ میں وفات پائی، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا، ابوسعود آفندی مفتی نے "صورۃ اجازتہ" میں آپ کی بہت تعریف کی ہے۔

رضی الدین ابن حنبلی

علامہ رضی الدین ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن یوسف بن عبدالرحمٰن تاذفی حلبی معروف بہ ابن حنبلی : ادیب، مورخ اور محدث تھے۔ ۹۰۸ھ میں حلب میں پیدا ہوئے اور وہیں جمادی الاولیٰ ۹۷۱ھ میں وفات پائی، ان کی کثیر تصانیف میں سے حاشیہ علیٰ شرح وقایہ فی مسائل ہدایہ، حاشیہ علیٰ شرح تصریف الغری تفتازانی، موارد الصفار فی فوائد الشفار (حدیث میں) اور در الجب فی تاریخ حلب مشہور ہیں۔

بستان آفندی رومی

مولیٰ مصلح الدین مصطفےٰ بن محمد علی التیروی رومی المعروف بہ بستان آفندی رومی : فقیہ مفسر، صوفی اور کلام، ہیئت و حساب وغیرہ کے فاضل تھے۔ عقد منظوم میں لکھا ہے کہ آپ ۹۰۴ھ میں قصبہ تیرہ میں پیدا ہوئے۔ طلب علم میں دور دراز کا سفر کیا اور مولیٰ محی الدین فناری، مولیٰ شجاع اور ابن کمال پاشا جیسے نامور علمائے عصر سے استفادہ کیا۔ سلطان سلیمان ثانی کے معلم مولیٰ خیر الدین کی صحبت میں رہے۔ پھر کچھ عرصہ مدارس میں رہے، پہلے چند قصبات میں بطور قاضی کام کیا اس کے بعد برسہ، ادرنہ اور قسطنطنیہ کے قاضی رہے۔ ۹۵۴ھ میں قاضی عسکر

اناطولیہ[1] بنے، دس ہی روز بعد چوی زادہ کی وفات پر روم ایلی[2] کے قاضی مقرر ہوئے۔ پانچ سال اس عہدے پر فائز رہنے کے بعد معزول ہوئے تو ایک سو پچاس درہم روزانہ پنشن مقرر رہی، ان کا شمار بڑے جلیل القدر اور نابغہ روزگار علماء میں ہوتا ہے۔ مناظرہ میں اپنے زبردست دلائل سے بڑے بڑے علماء وفضلاء کو خاموش کر دیتے تھے، حافظِ قرآن تھے اور ہر ہفتے اپنی نمازوں میں پورا قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ آخری عشرہ رمضان ۹۷۷ھ میں قسطنطنیہ میں وفات پائی اور بیرون شہر زاویہ سید بخاری کے قریب دفن ہوئے۔

آپ کی تصانیف میں تفسیر بیضاوی (سورۃ الانعام) کا حاشیہ، حاشیہ علی الاصلاح والایضاح، حاشیہ علی صدر الشریعہ، رسالہ فی الجزء الذی لایتجزی، رسالہ قضاء وقدر اور نجاۃ الاحباب وتحفہ ذوی الالباب (کیمیا میں) مشہور ہیں۔

مولی محمد صاری کرز زادہ

مولی محمد المعروف بہ صاری کرز زادہ (اپنے دادا نور الدین بن یوسف صاری کرز متوفی ۹۲۹ھ قاضی عسکر روم ایلی کی نسبت سے صاری کرز زادہ مشہور ہیں) فقیہ، متکلم، مدرس حلیم الطبع عالم فاضل تھے۔ مدینہ منورہ اور حلب کے قاضی رہے، کئی جگہ درس دیا۔ ۹۸۹ھ میں وفات پائی۔ تعلیقہ علی کتاب الصوم من الہدایہ، حواشی علی مفتاح العلوم للسکاکی، حواشی علی الٰہیات من شرح المواقف اور رسالہ بلیغہ فی وصف علم، ان کی تصانیف ہیں۔

قطب المکی محمد نہروالی

شیخ العالم المحدث قطب الدین محمد بن علاء الدین احمد بن شمس الدین محمد بن محمود قاضی خان بن بہاء الدین بن یعقوب بن حسن[3] بن علی بن قاسم بن محمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل علانی

---

[1] و [2] سلطنت عثمانیہ کے نظام عدلیہ کے اعلیٰ ترین عہدے قاضی عسکر کا منصب شیخ الاسلام کے بعد سب سے بلند سمجھا جاتا تھا، علاقہ کے تمام قاضیوں اور مدرسین کا تقرر بھی وہی کرتا تھا، قاضی عسکر دو رہتے تھے ایک روم ایلی کا، دوسرا اناطولی کا، ان میں سے روم ایلی کے قاضی عسکر کا عہدہ زیادہ اہم سمجھا جاتا تھا سلطنت عثمانیہ کا وہ حصہ جو قسطنطنیہ سے مشرق کی جانب تھا اناطولی اور مغرب کی طرف کا روم ایلی کہلاتا تھا، موجودہ سیاسی تقسیم کے لحاظ سے البانیہ، سربیا، بلغاریہ، یوگوسلاویہ، یونان وغیرہ روم ایلی میں شامل تھے [3] نزہۃ الخواطر میں حسن کی بجائے اسمٰعیل لکھا ہے۔

خرقانی نہروالی[1] ہندی الاصل ثم المکی قادری : مؤرخ، محدث، مفسر، مفتی، فقیہ، شاعر، انشاپرداز اور
نہایت فصیح عربی دان، اپنے وقت کے امام تھے۔ ان کا خاندان کئی پشتوں سے علم و فضل میں ممتاز
چلا آرہا تھا۔ ۹۱۷ھ میں لاہور[2] میں پیدا ہوئے، ان کا خاندان مکہ معظمہ منتقل ہو گیا۔ ابتداء میں اپنے والد[3]
اور شیخ عبدالحق سنباطی[4] سے پڑھا پھر خطیب معمر احمد بن محب الدین بن ابوالقاسم محمد النویری مکی اور محدث
یمن وجیہ الدین ابو محمد عبدالرحمٰن بن علی الربیع الشیبانی العبدری الزبیدی[5] اور شیخ شہاب الدین احمد
بن موسیٰ بن عبدالغفار مغربی الاصل ثم المصری سے تعلیم پائی۔ ۹۴۳ھ میں مصر چلے گئے وہاں ابو عبداللہ
محمد بن یعقوب عباسی المتوکل علی اللہ متوفی ۹۵۰ھ اور علامہ جلال الدین سیوطی کے شاگردوں سے
استفادہ کیا پھر بغرض تعلیم استانبول تشریف لے گئے، وہاں سے واپسی پر مدرسہ اشرفیہ مکہ معظمہ
میں مدرس ہوئے۔ ۹۶۵ھ میں براستہ ایشیا کوچک دوبارہ استانبول گئے، واپس آئے تو سلطان
احمد شاہ گجراتی کے مدرسہ واقع مکہ معظمہ کے منتظم اور متولی رہے، ۹۷۵ھ میں مدرسہ حنفیہ سلیمانیہ قائم ہوا تو
اس میں طب، حدیث اور اصول کا درس دیتے رہے، مکہ معظمہ کے مفتی بنا دئے گئے، حرم میں خطابت
کا منصب عطا ہوا، انہوں نے صفا کے قریب ایک مدرسہ بنوایا اور اس میں فقہ و حدیث پڑھاتے رہے،
عثمانی سلاطین ان کے بڑے قدردان تھے، سلطان سلیمان، سلطان سلیم اور سلطان مراد ان کی بڑی عزت
کرتے اور انعام و اکرام سے نوازتے رہے۔ ۹۹۱ھ[6] میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔

آپ اپنے دور کے بہت بڑے اور مشہور محدث تھے۔ آپ صرف آٹھ واسطوں سے
امام بخاری سے روایت کرتے ہیں اور بقول صاحب نزہۃ الخواطر صحیح بخاری کی سند و اجازۃ میں جو علو سند
انہیں حاصل ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں، طریقہ تصوف علاء الدین کرمانی نقشبندی متوفی ۹۲۹ھ سے حاصل کیا۔

---

۱ نہروالہ، پٹن (گجرات کاٹھیاواڑ) کا پرانا نام ہے۔ صاحب حماۃ نے اپنی تاریخ میں اسے ہندوستان کے بڑے شہروں میں
بتایا ہے، سلطان محمود غزنوی سومنات پر حملہ کے لئے جاتے وقت اس شہر سے گزرا تھا (طبقاتِ اکبری) ۲ نزہۃ الخواطر
۳ ابوالعباس علاؤ الدین احمد بن محمد نہروالی گجراتی ثم المکی : ۸۷۰ھ میں پیدا ہوئے، ان کے دادا
محمود قاضی خان نہروالہ کے مشہور عالم اور مفتی تھے، ہندوستان سے مکہ معظمہ منتقل ہو گئے تھے جہاں
۹۲۹ھ میں وفات پائی۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اپنے زمانے کے مشہور محدث تھے ۴ ولادت
سنباط ۸۴۲ھ وفات مکہ معظمہ رمضان ۹۳۱ھ ۵ ولادت ۳ محرم ۸۶۶ھ وفات ۲۶ رجب ۹۴۴ھ ۶
دستور الاعلام اور کشف الظنون میں ۹۹۱ھ، النور السافر اور شذرات الذہب میں ۹۹۰ھ اور ہدیۃ العارفین میں ۹۸۸ھ درج ہے ۱۲

آپ کی پہلی تصنیف استانبول کے دوسرے سفر کا سفر نامہ تھا جو اب نہیں ملتا، دوسری تصانیف یہ ہیں :-

۱ :- البرق الیمانی فی الفتح العثمانی (تاریخ یمن از ۹۰۰ھ) وزیر سلیمان پاشا کی قیادت میں ترکوں کی فتح، زیدیوں کی واپسی، وزیر اعظم سنان پاشا کی قیادت میں دوبارہ ترکوں کی فتح - یہ کتاب یکم رمضان ۹۸۱ھ کو مکمل ہوئی، ۹۸۲ھ میں اس کا ضمیمہ لکھا جس میں تیونس وغیرہ کی فتح کا بیان ہے، اس کتاب کا ترکی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

۲ :- الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام (یعنی تاریخ مکہ) یہ ۹۸۵ھ میں مکمل ہوئی اور سلطان مراد کے نام معنون کی گئی، جرمنی اور قاہرہ میں چھپ چکی ہے۔

۳ :- تمثال الامثال السائرہ فی الابیات الفارضۃ النادرہ یا تمثیل والمحاضرہ بالآیات المفردۃ النادرہ : مضمون نویس اور انشا پردازوں کے لئے ترتیب شدہ حوالے کے اشعار کا مجموعہ۔

۴ :- کنز الاسمیٰ فی فن المعمیٰ : اس کتاب میں سے ایک معمہ جس کا جواب "احمد" ہے، یوں ہے :

لنا ان دارت الکاس العقار　　　باطراح الرماح دم مدار

معین الدین عبد المعین بن احمد ابو البقا نے ۹۹۳ھ میں اس کا حاشیہ لکھا۔

۵ :- طبقات الحنفیہ　(چار جلدوں میں)

۶ :- منتخب التاریخ

۷ :- جامع فی الحدیث (جس میں کتب الستہ جمع کی ہیں)

۸ :- ادعیۃ الحج والعمرہ فی المناسک

۹ :- الفوائد السنیہ فی رحلۃ المدینۃ والرومیہ

۱۰ :- تکملہ دستور الاعلام لابن عزم

آپ کے بیٹے محمد بن محمد قادری خرقانی قطبی مکی نے ۱۰۰۵ھ میں ابتہاج الانسان والزمن فی الاحسان الواصل للحرمین من الیمین بمولانا العادل پاشا الحسن کے نام سے مکہ و مدینہ کی تاریخ لکھی اور اس میں یمن کے ولی حسن پاشا کے کارہائے نمایاں بیان کئے ہیں۔

قطب المکی کے بھائی محب الدین بن علاؤ الدین احمد یمن میں قاضی تھے، ان کے بیٹے بہاؤ الدین ابو الفضائل عبد الکریم بن محب الدین بن علاؤ الدین احمد ۲۹ شوال ۹۶۱ھ کو احمد آباد (گجرات) میں پیدا ہوئے، مکہ مکرمہ میں چچا کے زیر سایہ تربیت ہوئی، ۹۸۲ھ میں مدرسہ مرادیہ میں مدرس ہوئے، چچا کی وفات کے بعد

مفتی مکہ اور پھر امام الحرم بنے۔ ۱۵ ذوالحجہ ۹۹۰ھ کو وفات پائی۔ قطب المکی کی تاریخ مکہ کا خلاصہ اعلام العلماء الاعلام ببناء المسجد الحرام کے نام سے کیا۔ نہر الجاری علی جامع البخاری کی تصنیف شروع کی تھی مگر نامکمل رہ گئی۔ عبدالکریم کے پوتے عبدالکریم بن اکمل الدین بن عبدالکریم بن محب الدین قطبی مکی المعروف بہ عبدالکریم قاضی خان مکی مشہور صوفی تھے، شرح علی الفصوص لصدر الدین قونوی کے مصنف میں ۱۰۵۵ھ میں مکہ میں وفات پائی۔

زلف نگار رومی

مولیٰ محمد بن عبدالکریم بن عبدالوہاب برکلی رومی الملقب بہ زلف نگار بہ کلی رومی قسطنطینی: امام علامہ، متکلم، نحوی، بیانی، ادیب، مدرس اور فقیہ، مولیٰ جعفر کے ساتھیوں میں سے تھے ۹۹۴ھ یا ۹۹۵ھ میں وفات پائی۔ شریف جرجانی کی تجرید ہدایہ میں سے کتاب العتاق وغیرہ پر حواشی لکھے۔

شوی زادہ

مولیٰ محی الدین محمد بن محمد بن الیاس المعروف بہ شوی زادہ: امام علامہ، مدرس، مفتی، قاضی اور فقیہ تھے، ان کا شمار دولت عثمانیہ کے نیک اچھے اور نامور قاضیوں میں ہوتا ہے، دمشق اور مصر میں قاضی رہے پھر قاضی عسکر بنے اور آخر میں دار السلطنت کے مفتی مقرر ہوئے۔ ۶ جمادی الاخریٰ ۹۹۵ھ کو وفات پائی۔

جمال الدین خاص

علامہ جمال الدین محمد بن صدیق الخاص یمنی زبیدی: النور السافر میں لکھا ہے کہ آپ اپنے دور کے بے نظیر عالم فاضل محقق، مفتی مدرس اور فقیہ تھے، زبید میں آپ شیخ حنفیہ تھے اور آپ کے بعد کوئی آپ جیسا نہ ہوا۔ ۴ شعبان ۹۹۶ھ بدھ کے روز زبید میں وفات پائی۔

مولیٰ پرویز رومی

مولیٰ پرویز بن عبداللہ رومی: امام علامہ، مدرس، مفسر اور فقیہ تھے، علمائے عصر سے تحصیل علم کی، ۹۹۶ھ میں وفات پائی۔ ہدایہ اور تفسیر بیضاوی پر حواشی تحریر کیے اس کے علاوہ تلخیص التلخیص للقزوینی فی المعانی اور رسالہ فی الولاء بھی آپ کی یادگار ہیں۔

صالح تمرتاشی

صالح بن محمد بن عبداللہ بن احمد الخطیب بن محمد الخطیب بن ابراہیم بن محمد الخطیب بن ابراہیم الخطیب

تمرتاشی الغزی صاحب تنویر الابصار[1] کے بیٹے تھے، ادیب، شاعر، عالم، فاضل، نحوی اور فقیہ تھے، اپنے والد سے تعلیم پائی، پھر مصر گئے، وہاں کے علماء سے بھی تحصیل علم کی۔ ۱۰۵۵ھ میں وفات پائی۔ زواہر الجواہر حاشیہ علی الاشباہ والنظائر، شرح تحفۃ الملوک، العنایہ فی شرح النقایہ، ابکار الافکار وفاکہۃ الاخیار اور شرح الالفیہ فی النحو، آپ کی تصانیف ہیں۔ ان کے بیٹے محمد الغزی تمرتاشی، نحوی، ادیب، شاعر اور فرضی تھے۔ غزہ اور قاہرہ میں تعلیم پائی۔ صاحب التصانیف تھے۔ اپنے والد کے سامنے ہی جوانی میں ۱۰۳۵ھ میں غزہ میں وفات پائی۔

احمد حموی

شہاب الدین احمد بن سید محمد مکی حسینی حموی مصری : مدرس اور فقیہ تھے۔ قاہرہ میں مدرسہ سلیمانیہ اور مدرسہ حسینیہ میں درس دیا۔ ۱۰۹۸ھ میں وفات پائی۔ ۲۵ سے زائد کتب تحریر کیں جن میں اتحاف الاذکیا بتحقیق عصمۃ الانبیاء، تذہیب الصحیفہ بنصرۃ امام ابی حنیفہ، تعلیق القلائد علی منظومۃ العقائد، حسن الابتہاج برؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ لیلۃ المعراج، شرح کنز الدقائق، عقود الحسان فی قواعد مذہب النعمان، کشف الرمز عن خبایا الکنز فی الفقہ الحنفی مشہور ہیں۔

صولاق زادہ

قاضی خلیل رومی صولاق زادہ عالم فاضل اور فقیہ تھے۔ ۱۰۹۵ھ میں وفات پائی۔ طبقات الحنفیہ آپ کی تصنیف ہے۔

شیخ باقر لاہوری

محمد باقر بن مفتی شرف الدین عباسی حسینی نقشبندی لاہوری : عالم فاضل، مفتی، مفسر اور صوفی تھے۔ خواجہ محمد معصوم کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی اور خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات کا خلاصہ کنز الہدایات فی کشف البدایات والنہایات کے نام سے فارسی میں تحریر کیا، جو کئی مرتبہ چھپ چکا ہے اس کا عربی ترجمہ حرز العنایات کے نام سے ایک ترک عالم شیخ محمد الحنفی بن ولی الدین آفندی نے مکہ معظمہ میں ۱۲۰۱ھ میں مکمل کیا۔ یہ بھی کچھ عرصہ قبل لاہور میں شائع ہو چکا ہے۔ فارسی اشعار میں ایک کتاب دام حق اور قرآن پاک کی عربی تفسیر بنام منتہی الایجاز لکشف الاعجاز بھی آپ کی تصانیف میں۔ ۱۱۰۰ھ کے بعد وفات پائی۔

---

[1] محمد تمرتاشی متوفی ۱۰۰۴ھ۔ ان کے حالات آپ اصل کتاب میں پڑھ چکے ہیں۔

فیضی ارض رومی

فیض اللہ بن سید محمد بن پیر محمد بن احمد بن شیخ جنید ارض رومی : فیضی کے نام سے مشہور تھے۔ عالم فاضل، مفسر، فقیہ اور صوفی تھے۔ شیخ الاسلام کے بلند عہدے پر فائز رہے، ربیع الآخر ۱۱۱۵ھ میں شہید ہوئے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں اذکار الابکار ـ فی ورد العشی والاسحار، تعلیقات علی شرح عقائد، حواشی علی تفسیر بیضاوی، حاشیہ علی تفسیر سورۃ النساء لعصام، ریاض الرحمہ، لطائف نامہ، نصائح الملوک اور فتاویٰ فیضیہ مشہور ہیں۔

قرہ خلیل رومی

خلیل بن حسن بن محمد ریکیلی رومی : مفسر، فقیہ اور عالم فاضل تھے۔ رومی ایلی کے قاضی عسکر رہے۔ ۱۱۲۳ھ میں وفات پائی۔ ہدایہ، مختصر، طوالع اصفہانی، حکمۃ العین، اثبات الواجب فناری کی شروح لکھیں، تفسیر سورہ تبارک، تفسیر سورہ ملک، رسالہ الاحقاب اور بہت سی دوسری تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔

مراد بن علی نقشبندی

مراد بن علی بن داؤد بن کمال الدین بن صالح بن محمد الحسینی بخاری نقشبندی : محدث، مفسر، مدرس، فقیہ، علوم عقلی و نقلی کے فاضل اور صوفی تھے۔ ۱۰۸۰ھ میں پیدا ہوئے، حج و زیارت کے لئے حرمین گئے، وہاں تین سال قیام کیا، پھر طلب علم میں بخارا، اصفہان، سمرقند، بلخ، بغداد وغیرہ کا سفر کیا اور وہاں کے علماء سے ملاقات کی، پھر مکہ معظمہ، مصر اور دمشق کا سفر کرتے ہوئے قسطنطنیہ پہنچے جہاں ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ میں وفات پائی۔ مفردات قرآنیہ دو جلدوں میں، سلسلہ ذہب اہل طریقہ نقشبندیہ میں بہت سے رسائل تصنیف کئے۔

یوسف زہری شروانی

اکمل الدین یوسف بن ابراہیم بن محمد زہری شروانی ثم دمشقی مدنی : فقیہ اور محدث تھے، شروان میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۳۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، ان کی تصانیف میں ہدیۃ الصبیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح تین جلدوں میں، شرح ملتقی الابحر اور رسالہ فی کراہۃ اقتداء الحنفی للشافعی مشہور ہیں۔

عفوی رومی

شیخ یعقوب بن شیخ مصطفےٰ فنائی الاسکداری رومی جلوتی : عفوی تخلص، مفسر، واعظ، شاعر، فقیہ اور صوفی تھے، ہر جمعرات کو باری باری استانبول کی مساجد میں وعظ کرتے، استانبول میں ۱۱۴۹ھ میں وفات

پائی۔ خلاصۃ البیان فی مذہب نعمان، کنز الواعظین، نتیجۃ التفاسیر فی سورۃ یوسف، ہدیۃ الاخوان، ہدیۃ السالکین اور دیوان اشعار (ترکی) ان کی تصانیف ہیں۔

قطب البکری

ابو المعارف قطب الدین مصطفیٰ بن کمال الدین بن علی بن کمال الدین بن عبد القادر محی الدین صدیقی بکری دمشقی خلوتی قادری : شاعر، ادیب، مفسر اور صوفی تھے۔ ذی قعدہ ۱۰۹۹ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے ۱۸ ربیع الثانی ۱۱۶۲ھ کو قاہرہ میں وفات پائی۔ ۱۷۵ سے زائد کتب تصنیف کیں جن میں عقیدۃ السنیہ، الخمرۃ القندیہ فی المقامۃ السمرقندیہ، نتیجۃ التفاسیر فی سورۃ یوسف، شرح صلوات شیخ اکبر، شرح قصیدہ غزالی وغیرہ اور سات دیوان اشعار مشہور ہیں۔

حامد عمادی

حامد بن علی بن ابراہیم بن عبد الرحیم بن عماد الدین بن محب الدین عمادی دمشقی : عالم، مفتی، فقیہ، ادیب، شاعر تھے۔ دمشق میں ۱۰ رجمادی الثانیہ ۱۱۰۳ھ کو پیدا ہوئے اور ۶ رشوال ۱۱۷۱ھ کو وفات پائی۔ ۳۰ سے زائد کتب کے مصنف تھے۔ دیوان شعر کے علاوہ تفصیل فی الفرق بین التفسیر والتاویل، العقد الثمین فی ترجمۃ صاحب الہدایۃ برہان الدین اور فتاوےٰ حامدیہ وغیرہ مشہور ہیں۔

حامد باندرمہوی

سید ضیاء الدین حامد بن یوسف بن حامد بن امر اللہ بن عبد المؤمن بن محمود باندرمہوی رومی نقشبندی: عالم اور فقیہ تھے۔ ۱۱۱۱ھ میں قسطنطنیہ میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم پائی۔ پھر مدینہ منورہ چلے گئے جہاں ۱۱۷۲ھ میں وفات پائی۔ ہدیۃ العارفین میں آپ کی ۷ تصانیف کے نام موجود ہیں، ان میں البدر التام فی تخریج احادیث شرعۃ الاسلام، عقود الفرائد فی حدود العقائد، تعریفات الفحول فی الاصول، مخلفات الیونان فی معرفۃ المیزان اور مہمات الکافی فی العروض والقوافی بھی شامل ہیں۔

حسین دوایخی

حسین بن احمد بن ابی بکر چلبی الدوایخی : فقیہ اور فاضل العلوم تھے۔ ۱۰۹۵ھ میں پیدا ہوئے ۱۱۷۵ھ میں وفات پائی، حاشیہ علی الدرر والغرر آپ کی یادگار ہے۔

مصطفیٰ نابلسی

مصطفیٰ بن عبد الفتاح تمیمی نابلسی : عالم فاضل، مفتی اور فقیہ تھے۔ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے ۱۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ ارشاد المفتی الی جواب المستفتی، منظومہ فی العقائد اور نظم نور الایضاح فی الفروع

آپ کی تصانیف ہیں۔

حسن الجبرتی

بدرالدین ابوالتہانی حسن بن برہان الدین ابراہیم بن حسن بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن زیلعی الجبرتی العقیلی المصری : فقیہ، عالم فلکیات و ریاضی ۱۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ماہ صفر ۱۱۸۸ھ میں وفات پائی۔ کئی کتب کی شروح و حواشی تحریر کئے، ۱۶۰ سے زائد کتب کے مصنف تھے، حقائق الدقائق علی دقائق الحقائق اور اصلاح الاسفار عن وجوہ بعض مخدرات الدر المختار مشہور ہیں۔

ابن قرہ تپہ لی

حسین بن مصطفےٰ الایدینی : مفتی، مفسر، فقیہ تھے۔ ۱۱۹۱ھ میں وفات پائی تفسیر بیضاوی پر حاشیہ اور کفایۃ المبتدی کی شرح بحر القواعد کے نام سے کی۔

مصطفےٰ طائی

مصطفےٰ بن محمد بن یونس طائی نزیل مصر : فقیہ اور فاضل علوم تھے۔ مصر میں ۱۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۹۲ھ میں وفات پائی۔ توفیق الرحمٰن شرح کنز الدقائق البیان للنسفی، حاشیہ علی شرح الاشمونی شرح شمائل وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔

حقی ارضرومی

ابراہیم بن درویش عثمان حسنی ارضرومی (ارزرسومی) : حقی تخلص، صوفی شاعر اور عالم فاضل تھے، ۱۱۹۵ھ میں وفات پائی۔ ۳۳ سے زائد کتب تصنیف کیں، دیوانِ شعر کے علاوہ تحفۃ الکرام الانسان الکامل، کنز الفتوح اور المعرفۃ الاسلامیہ فی التفسیر مشہور ہیں۔

سلیمان مستقیم زادہ

سعدالدین سلیمان بن امین اللہ عبدالرحمٰن بن محمد مستقیم رومی : عالم فاضل اور صوفی تھے۔ ۱۱۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۲ھ میں وفات پائی۔ تقریباً ۵۰ کتب تصنیف کیں جن میں مناقب امام ابوحنیفہ اور مناقب اصحاب اہل بدر بھی شامل ہیں۔

اسعد زادہ رومی

محمد شریف بن محمد اسعد بن ابواسحاق اسمٰعیل المعروف اسعد زادہ رومی : فقیہ، مفسر، عالم، فاضل تھے، شیخ الاسلام کے عہدے پر فائز رہے۔ ۱۲۰۲ھ میں وفات پائی۔ خلاصۃ التبیین فی التفسیر سورہ یٰسین وغیرہ آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔

خطیب عمری موصلی

محمد امین بن خیر اللہ بن محمود بن شیخ موسےٰ عمری المعروف بہ خطیب موصلی : مدرس، مفسر، ادیب اور فاضل العلوم تھے۔ ۱۱۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۳ھ (بقول بعض ۱۲۰۳ھ) میں وفات پائی، ۳۶ کتب تصنیف کیں، رسالہ فی بعض مشکلات القرآن بھی آپ کی تصنیف ہے۔ آپ کے چھوٹے بھائی یٰسین بن خیر اللہ (ولادت ۱۱۵۶ھ وفات بعداز ۱۲۳۲ھ) مورخ، شاعر اور عالم فاضل تھے، عنوان الاعیان فی تواریخ ملوک الزمان، در المکنون فی ماٰثر القرون اور الدر المنتثر فی تراجم الادباء القرن الثالث عشر ان کی مشہور کتب ہیں۔

حسین طائفی

حسین بن علی بن عبد الشکور طائفی حجازی حریری : متقی کے نام سے مشہور تھے۔ عبد اللہ میر غنی سے تحصیلِ علم کی۔ عالم اور صوفی تھے۔ ۱۲۰۶ھ میں وفات پائی۔ النفحۃ العنبریہ من ریاض المیر غنیہ فی الاذکار الصلاتیہ آپ کی تصنیف ہے۔

سعید خادمی

سعید بن ابی سعید محمد بن مصطفےٰ بن عثمان خادمی رومی : مفسر، محدث اور عالم تھے۔ مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کر لی تھی، وہیں ۱۲۱۳ھ میں وفات پائی۔ تفسیر بیضاوی اور خیالی کے حاشیے لکھے، شرح جامع صحیح بخاری الی النصف، شرح شمائل اور شرح نوابغ الکلم زمخشری وغیرہ بھی آپ کی تصنیفات میں۔

امیر معصوم بخاری

شاہ مراد بن دانیال بے : امیر معصوم لقب اور بیگ جان عرف تھا۔ منقیت (یا منغیت) قبیلے سے تعلق تھا، سلطنتِ بخارا کے حکمران تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے منسلک بڑے صوفی منش اور درویش صفت انسان تھے۔ شعبان ۱۱۹۹ھ میں عنانِ حکومت سنبھالی۔ انہوں نے اپنا آبائی ورثہ لینے سے انکار کر دیا اور حکم دیا کہ اسے غربا میں تقسیم کر دیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو ان لوگوں کو دیا جائے جن سے یہ جبراً لیا گیا تھا۔ اپنے والد کی زیادتیوں کی تلافی کے لئے شہر میں گھوم کر متاثرہ افراد سے معافی مانگی۔ اوائل عمر ہی سے انہیں علماء، فقہاء اور صوفیاء کی مجالس پسند تھیں۔ اپنے محل میں بھی امیر معصوم شریعت کی پوری پابندی کرتے اور خلفائے راشدین کے نمونے پر اعتدال اور تقوے کی مثال پیش کرنے کی کوشش کرتے۔ بادشاہ ہونے کے باوجود انتہائی سادہ اور کم قیمت لباس پہنتے اور خوراک بھی سادہ ہوتی۔ ان کا اپنا خرچ ایک تنکہ[1] روزانہ تھا۔ ان کے ہر ملازم کو بھی یہی تنخواہ ملتی۔ اس دور میں بخارا کے مدارس میں

---

[1] چاندی کا تقریباً ۳ ماشہ وزنی سکہ ۱۲

طلبہ کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی، ہر مستحق طالب علم کو بھی خرچ کے لئے ایک تنخواہ روزانہ ملتا۔ انہوں نے رئیسِ شریعت کا عہدہ دوبارہ قائم کیا، محتسب بازاروں میں گشت کرتے۔ نماز نہ پڑھنے والوں کو سزا دی جاتی، شراب اور تمباکو نوشی ممنوع تھی، زکوٰۃ اور عشر کا بہت اچھا نظام قائم تھا، رعایا خوشحال تھی۔ ۱۴ رجب ۱۲۱۵ھ کو انتقال ہوا۔

آپ نے ایک کتاب عین الحکمۃ تصنیف کی۔ نیز ان کی زیرِ نگرانی علماء کی ایک جماعت نے فتاویٰ معصومیہ المعروف بہ فتاوائے اہلِ بخارا مرتب کی۔ اس مجلس میں قاضی امیر عنایت اللہ، قاضی امیر فضیل، سید امیر اللہ ابوالنصر، قاضی خواجہ ترسون باقی، قاضی عسکر خواجہ داملا قربان بدل، قاضی امیر عبداللہ، شیخ داملا نیاز قل، قاضی امیر عبدالوہاب، قاضی امیر عبدالرحمٰن العالم اور خلیفہ داملا محمد عوض وغیرہ شامل تھے۔ قاضی محمد عطاء اللہ ولد محمد یوسف مسودہ لکھا کرتے۔ اس مجلس میں مزید علماء شامل ہوتے رہے۔ بعض اوقات یہ تعداد بیس تک پہنچ جاتی۔

ان حضرات کو سفر میں بھی امیر معصوم ساتھ رکھتے۔ حوالے کی کتب بھی ساتھ رہتیں، ہر منزل پر بعد ظہر مجلس لگتی، کتاب کا ایک ورق پڑھا جاتا۔ اس پر بحث و تحیص ہوتی، پھر جو فیصلہ ہوتا وہ لکھ لیا جاتا اس طرح کتاب مکمل ہونے والی تھی کہ امیر معصوم کا انتقال ہوگیا، چنانچہ ان کے جانشین امیر حیدر عرف امیر سعید کے دور میں کتاب مکمل ہوئی۔

سنبل مکی

شیخ محمد طاہر سنبل بن محمد سعید مکی : فقیہ، متکلم، فرضی اور مدرس تھے۔ سنبل مکی کے نام سے مشہور تھے۔ ۱۲۱۹ھ میں وفات پائی۔ درمختار کی کتاب دعوےٰ اور شرح عقائد نسفی وغیرہ پر حواشی تحریر کئے۔ شرح الارشاد اور ضیاء الابصار بھی آپ کی تصانیف ہیں۔

ابن بالی مدنی

محمد امین بن علی مدنی معروف بہ ابن بالی : فقیہ اور مفتی تھے۔ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی، تکملہ شرح عثمان شامی علی الاشباہ والنظائر، حاشیہ علیٰ طمک الدر المختار اور مجموعۃ الفتاویٰ آپکی تصانیف ہیں۔

مفتی زادہ ارزنجانی

محمد صادق بن سید عبدالرحیم (یا عبدالرحمٰن) بن سلیمان بن عبداللطیف ارزنجانی رومی نزیل قسطنطنیہ عالم، منطقی اور بیانی تھے۔ ۱۲۲۳ھ میں قسطنطنیہ میں وفات پائی، شرح حسینیہ فی الآداب، شرح قطب شمسیہ پر حواشی تحریر کئے۔

خلیل قونوی

خلیل بن احمد بن ہمت قونوی : مفسر، مفتی، فقیہ، متکلم اور اصولی تھے۔ مغنیسا شہر کے مفتی تھے، وہیں ذی الحجہ ۱۲۲۴ھ میں وفات پائی۔ حاشیۃ السید لشرح العضد، دیباچہ عقائد نسفیہ، خیالی، شرح قازآبادی اور بہت سی کتب پر حواشی تحریر فرمائے۔

تاجی بعلبکی

محمد ہبۃ اللہ بن محمد بن یحییٰ بن عبد الرحمٰن تاجی بعلبکی : عالم فاضل فقیہ تھے۔ بغداد کے قاضی رہے۔ ۱۲۲۴ھ میں قسطنطنیہ میں وفات پائی۔ تحقیق الباہر فی شرح الاشباہ والنظائر لابن نجیم، سلک القلائد اور مہام المنیہ آپ کی تصانیف ہیں۔

منیب عینتابی رومی

محمد بن محمد عینتابی رومی : فاضل علوم اور فقیہ تھے، اناطولی کے قاضی عسکر رہے۔ ۱۲۳۴ھ میں آیدین میں وفات پائی۔ ترجمۃ السیر الکبیر فی الفقہ دو جلدوں میں، تیسیر المسیر فی شرح السیر الکبیر، فضائل جہاد وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ کے بیٹے مصطفےٰ سعید عینتابی متوفی ۱۲۷۹ھ بھی مشہور فقیہ تھے۔ کتاب انتخاب الفقہاء چار جلدوں میں آپ کی یادگار ہے۔

ذوالنون موصلی

ابو محمد معین الدین بن جرجیس موصلی : ذوالنون لقب تھا، فقیہ اور مقری تھے ۱۲۳۵ھ کے قریب وفات پائی۔ کشف الضر فی فروع فقہ حنفی اور حوزہ فی تجوید القرآن اور اس کی شرح سراج الاذہان وغیرہ تصنیف کیں۔

یوسف کردی موصلی

یوسف بن عبد الجلیل بن مصطفےٰ حضری جلیلی : کردی الاصل تھے۔ موصل میں پیدا ہوئے۔ مصر میں سکونت اختیار کی۔ فقیہ، مدرس اور واعظ تھے۔ مدرسہ قرہ مصطفےٰ پاشا میں درس دیا۔ جامع یونس اور جامع طغرائیہ میں واعظ رہے۔ الانتصار للاولیاء والاخیار اور کشف الاسرار و ذخائر الابرار آپ کی تصانیف ہیں۔ ۱۲۴۰ھ میں وفات پائی۔

محمد نسیب بن حمزہ دمشقی

سید محمد نسیب بن حسین بن یحییٰ بن حسن بن عبد الکریم[1] بن محمد بن کمال الدین حسینی دمشقی : ادیب شاعر،

---

[1] عبد الکریم کے بھائی سید ابراہیم بن محمد ابن حمزہ دمشقی متوفی ۱۱۲۰ھ کے حالات حدیقہ دوازدہم میں گزر چکے ہیں۔

عروضی اور فقیہ تھے۔ ۱۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے۔ دیوان شعر کے علاوہ شرح الکافی اور تحفۃ الاسماع بمولد حسن الاخلاق والطباع، آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ نے ۱۲۶۵ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ آپ کے بیٹے سید محمود بن سید محمد نسیب بن حمزہ دمشقی، ادیب، شاعر، ناظم، اصولی، متکلم، مفسر، محدث اور فقیہ تھے، شام کے مفتی رہے۔ ۱۲۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۵ھ میں وفات پائی۔ ۲۵ سے زائد تصانیف آپ کی یادگار ہیں جن میں الاحادیث المتواترہ، درالاسرار فی تفسیر القرآن بحروف مہمل، غریب الفتاویٰ القواعد الفقہیہ، مصباح الدرایہ فی اصطلاح الہدایہ اور منظوم جامع صغیر للشیبانی فی الفقہ مشہور ہیں۔

محمد الجزائری

محمد بن محمود بن محمد بن حسین الجزائری : ابن العنابی کے نام سے معروف تھے، فقیہ، مقری، مفتی اور مجود القرآن تھے۔ محمد علی خدیو مصر کے زمانے میں اسکندریہ کے قاضی تھے۔ ۱۲۶۷ھ میں وفات پائی۔ التوفیق والتسدید فی شرح الفریدہ فی التجوید اور السعی المحمود فی ترتیب العساکر والجنود آپ کی تصانیف ہیں۔

میر غنی مکی

سید محمد عثمان بن ابی بکر محمد میر غنی بن عبداللہ ابراہیم بن حسن حسنی مکی المعروف بہ میر غنی : مفسر، محدث اور صوفی تھے، طائف کے قریہ سلامت میں ۱۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے، مصر اور سوڈان میں قیامت اختیار کی۔ ۲۲ شوال ۱۲۶۸ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ ۲۲ سے زیادہ کتب تصنیف کیں جن میں اپنے دادا عبداللہ میر غنی کی کتاب مشکوٰۃ الانوار کی شرح بنام مصباح الاسرار، تاج التفاسیر لکلام الملک الکبیر دو جلدوں میں، شرح الفیہ ابن مالک، شرح الالفیہ سیوطی اور شرح البیقونیہ فی مصطلح الحدیث مشہور ہیں۔

مفتی سابق طبقجلی

محمد سعید بن محمد امین طبقجلی بغدادی : مفتی سابق کے نام سے مشہور تھے، فقیہ اور مفتی تھے۔ ۱۲۷۳ھ میں وفات پائی۔ شرح علی شرح لعصام فی الوضع، شرح قصیدہ عمری فی مدح الامام ابی حنیفہ اور تعلیقات علی الدرالمختار آپ کی تصانیف ہیں۔

احمد استانبولی

احمد بن عمر بن احمد استانبولی : فقیہ اور عالم تھے۔ استانبول میں پیدا ہوئے، اپنے والد کے ساتھ دمشق چلے آئے اور وہیں ۱۲۸۱ھ میں انتقال ہوا۔ شرح الدرر اور مناسکِ حج آپ کی تصانیف ہیں۔

جمال مکی

جمال بن عمر مکی : مکہ کے مفتی اور رئیس المدرسین تھے۔ ۱۲۸۴ھ میں وفات پائی۔ الفرج بعد الشدہ فی تاریخ جدہ، فضائل النصف من شعبان اور نور الجمال علی جواب السوال فی الضاد آپ کی تصانیف ہیں۔

حامد فارصی

حامد بن عبداللہ فارصی : شاعر، نحوی، مفسر اور فقیہ تھے۔ دیوان شعر کے علاوہ تفسیر سورۃ عبس اور شرح الاظہار آپ کی تصانیف ہیں، ۱۲۹۱ھ میں فارص میں وفات پائی۔

ترکی تیونسی

شیخ محمد معاویہ بن محمود بن محمد بن مصطفےٰ بن حسن بن بابا محمد تونسی : ٹیونس کے رئیس العلماء عالم فاضل اور متکلم تھے، رسالہ ابن ملوکہ کی شرح بنام نزہۃ الفکر فی اسرار فواتح السور تحریر کی۔ ۱۲۹۴ھ میں وفات پائی۔

ابن آلوسی

عبدالباقی بن سید شہاب الدین ابوالثناء محمد بن عبداللہ الآلوسی بغدادی : سعدالدین لقب، عالم فقیہ اور قاضی تھے۔ ۱۲۵۰ھ میں بغداد پیدا ہوئے، قاضی کرکوک، مفتی بغداد اور دوسرے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے، حجاز کا سفر کیا، بقول صاحب ہدیۃ العارفین ۱۲۹۶ھ اور صاحب اعلام العراق ۱۲۹۸ھ میں بغداد میں وفات پائی اور مقبرہ کرخی میں دفن ہوئے۔ تصانیف میں "اسعد الکتاب فی فصل الخطاب" اور "القول الماضی فیما یجب للمفتی والقاضی" وغیرہ مشہور ہیں۔ ان کے بھائی خیرالدین ابوالبرکات نعمان بن آلوسی (۱۲۵۲ - ۱۳۱۷ھ) بھی مشہور عالم اور صاحب تصانیف بزرگ تھے۔

داؤد بغدادی

داؤد بن سلیمان بغدادی نقشبندی خالدی : عالم، ادیب اور فقیہ تھے، ۱۲۳۱ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے، مکہ معظمہ، شام اور موصل وغیرہ کا سفر کیا، آخر رمضان ۱۲۹۹ھ میں وفات پائی، المنحۃ الوہبیہ فی الرد علی الوہابیہ تیمیہ وابن القیم، تشطیر البردہ اور روحۃ التوحید فی علم الکلام آپ کی تصانیف ہیں۔

کتابیات

حواشی اور تکملہ کی تیاری میں جن کتب و رسائل سے مدد لی گئی، ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں۔

۱ الاعلام، خیر الدین زرکلی۔ ۱۹۵۴-۱۹۵۹ء — قاہرہ

۲ امام ابو حنیفہ، محمد ابو زہرہ مصری (اردو ترجمہ) ۱۹۶۲ء — لاہور

۳ الانساب، سمعانی، ۱۳۸۲-۱۳۹۹ھ — حیدرآباد دکن

۴ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (اردو)، ۱۹۶۲-۱۹۷۸ء — لاہور

۵ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگریزی) ۱۹۰۸-۱۹۳۸--۱۹۶۰-۱۹۷۸ء — لیدن

۶ ایضاح المکنون، اسمٰعیل پاشا بغدادی، ۱۹۶۷ء — طہران

۷ البدر الطالع، شوکانی، ۱۳۴۸ھ — قاہرہ

۸ تاریخ بخارا، آرمینس ویمبرے ۱۸۷۳ء — لندن

۹ تاریخ لاہور، کنھیا لال، ۱۸۸۴ء — لاہور

۱۰ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، محمد امیر شاہ قادری — پشاور

۱۱ تذکرہ علمائے ہند، رحمٰن علی (اردو ترجمہ محمد ایوب قادری)، ۱۹۶۱ء — کراچی

۱۲ تفسیر ماتریدی (سورۂ فاتحہ) ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی، ۱۹۷۱ء — اسلام آباد

۱۳ جواہر المضیہ، عبدالقادر قرشی، ۱۳۳۲ھ — حیدرآباد دکن

۱۴ خلاصۃ الاثر محبی — بیروت

۱۵ دستور الاعلام بمعارف الاعلام، ابن عزم، قطب المکی، محمد البعراوی، ابن حمزہ دمشقی، ابراہیم حسینی (قلمی) — پٹنہ
خدابخش اورینٹل لائبریری، بانکی پور، پٹنہ و STAATSBIBLIOTHEK-BERLIN — برلن

۱۶ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، غلام علی آزاد بلگرامی، ۱۸۸۶ء — بمبئی

۱۷ شذرات الذہب، ابن العماد حنبلی، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱ھ — قاہرہ

۱۸ الضوء اللامع، سخاوی — بیروت

۱۹ عمل صالح (شاہجہان نامہ) محمد صالح کنبو، ۱۹۵۸-۱۹۶۰ء — لاہور

۲۰ فتاویٰ معصومیہ المعروف بفتاوی اہل بخارا (قلمی) مملوکہ مرکز نوادر، کتب خانہ شان اسلام، لاہور — لاہور

۲۱ فوات الوفیات، محمد بن شاکر — قاہرہ

۲۲ فوائد البہیہ، عبدالحی لکھنوی، ۱۳۲۴ھ — قاہرہ

۲۳ فہرست نسخہ ہائے خطی کتاب خانہ گنج بخش (حصہ سوم) محمد حسین تسبیحی، ۱۹۷۶ء — اسلام آباد

۲۴ کشف الظنون، حاجی خلیفہ، ۱۹۶۷ء — طہران

۲۵ مآثر الامراء، صمصام الدولہ شاہنواز خاں، ۱۹۷۰ء — لاہور

۲۶ مآثر الکرام، آزاد بلگرامی، حصہ اول ۱۹۱۰ء، آگرہ، حصہ دوم ۱۹۱۳ء — لاہور

۲۷ معجم المصنفین، محمود حسن خاں ٹونکی، ۱۳۴۴ھ — بیروت

۲۸ معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ، ۱۹۵۷-۱۹۶۱ء — دمشق

۲۹ مقاماتِ خیر، شاہ ابوالحسن زید فاروقی، ۱۹۷۲ء — دہلی

۳۰ مناقب امام ابوحنیفہ، موفق بن احمد مکی خوارزمی/امام کردری، ۱۳۲۱ھ — حیدرآباد دکن

۳۱ النجوم الزاہرہ، یوسف بن تغری بردی، ۱۹۲۹ء — قاہرہ

۳۲ نزہۃ الخواطر، حکیم سید عبدالحی، ۱۳۶۶-۱۳۷۸ھ — حیدرآباد دکن

۳۳ النور السافر، عبدالقادر عیدروس، ۱۹۳۴ء — بغداد

۳۴ وفیات الاعیان، ابن خلکان مع الشقائق النعمانیہ طاشکبری زادہ والعقد المنظوم علی بن بالی، ۱۳۱۰ھ — قاہرہ

۳۵ ہدیۃ العارفین، اسمٰعیل پاشا بغدادی، ۱۹۵۱ء — استانبول

۳۶ ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، سالم قدوائی، ۱۹۷۳ء — دہلی

اخبارات و رسائل

۳۷ اورینٹل کالج میگزین، لاہور

۳۸ پیسہ اخبار، لاہور

۳۹ سراج الاخبار، جہلم

۴۰ معارف، اعظم گڑھ